ذکرِ عطاء

فی حیاتِ اُستاذُ العلماء قدس سرہٗ العزیز

جامع المعقول والمنقول

حاوی الفروع والاصول، تاجور کشور تدریس، ملک المدرسین

حضرت علامہ الحاج الحافظ

مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہ

تالیف

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

ناشر

استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب

ذکرِ عطاء

فی حیاتِ استاذِ العلماء

قدس سرہٗ العزیز

جامع المعقول والمنقول

حاوی الفروع والاصول تاجورِ کشورِ تدریس ملک المدرسین

حضرت علامہ الحاج الحافظ مولانا **عطاء محمد چشتی** گولڑوی بندیالوی نوّر اللہ مرقدہ

تالیف

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

ناشر

استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
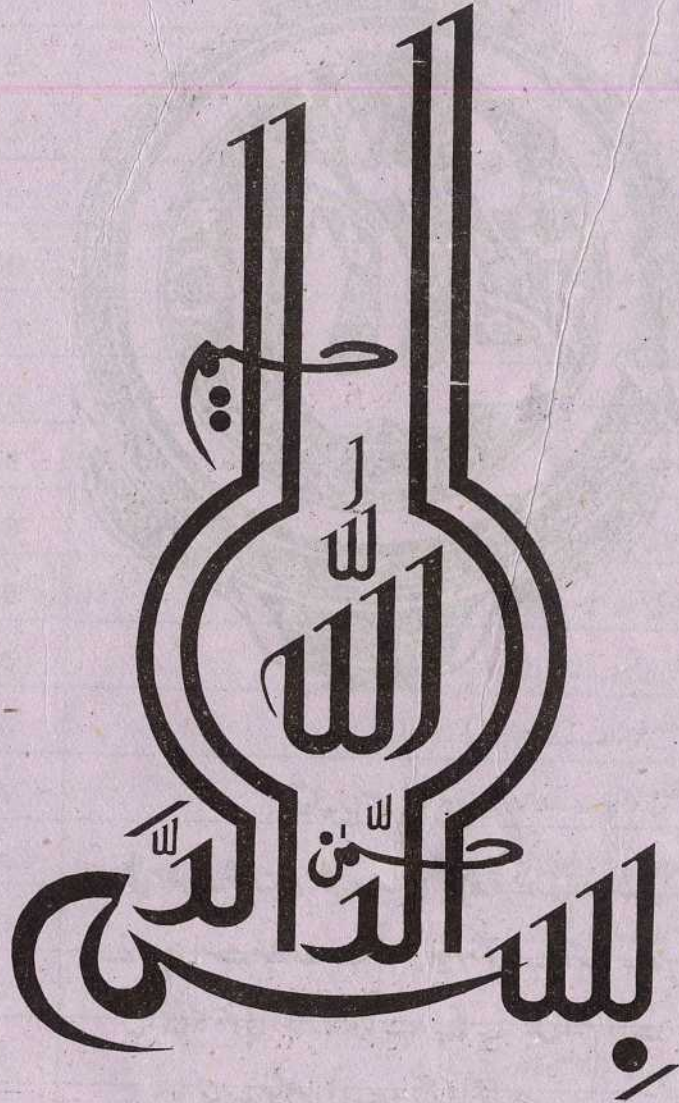
نام کتاب ...... ذکرِ عطاء فی حیاۃ استاذ العلماء

تحریر ...... مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

کمپوزنگ ...... ابرار حسین یاسر (0333-7697982)

باہتمام ...... صاحبزادہ محمد اجمل عطاء چشتی گولڑوی، مہتمم جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم

تعاون ...... حاجی ارشد گولڈسمتھ، فہیم ارشد چک نمبر 34 شمالی سرگودھا

سن اشاعت ...... 1434ھ /2013ء (اشاعت بار اول)

تعداد 1100

قیمت ...... -/800روپے

واحد تقسیم کار:

☆ استاذ العلماء اکیڈمی (خوشاب)

جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم، دھمن داخلی پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب

0300-5481958 0342-7559591

ملنے کے پتے:

☆ مکتبہ سلطانیہ رضویہ

دار العلوم قمر الاسلامیہ رضویہ، خوشاب 0300-6077287

☆ اہلسنّت پبلی کیشنز

شاندار بیکری والی گلی، منگلا روڈ، دینہ 0321-7641096

☆ مکتبہ شمس وقمر

بیرون بھاٹی گیٹ لاہور 0345-4666768

قطعۂ اسمِ ذات

جو اعلیٰ حضرت شیرِ ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دستِ مبارک سے رقم فرمایا، جس سے آپؒ کے عشقِ الٰہی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے، پتے پتے میں اسمِ ذات نہایت خوبصورتی سے واضح کیا گیا ہے۔

تعارف مؤلف

دنیا میں دو ہی قسم کے لوگوں نے کام کیا ہے ایک وہ لوگ جنہوں نے اپنی زندگی کو علم و عمل سے آراستہ کر کے سبق آموز بنایا اور دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے دوسروں کی زندگی سے سبق حاصل کیا۔ خلاصہ یہ کہ اکتساب فیض اور ایصال فیض کا نام زندگی ہے۔ انہی میں سے ایک مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب بھی ہیں جنہوں نے ایک ایسا عظیم کام سرانجام دیا جن کی کاوشوں کا ثمر کتابی شکل میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے۔

تاریخ پیدائش: مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب 1969ء میں پنڈی سید پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں جناب محترم عبد الرشید صاحب مرحوم و مغفورؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ والدین نے نذر حسین نام رکھا۔ جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو انہوں نے اپنے گاؤں پنڈی سید پور سکول میں داخل کروا دیا۔ میٹرک تک عصری تعلیم حاصل کی۔ 1986ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی کو بچپن سے ہی دینی تعلیم حاصل کرنے کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ اس لئے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے فوراً بعد سیال شریف حاضر ہو کر دار العلوم ضیاء شمس الاسلام میں داخلہ لے لیا اور مندرجہ ذیل اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

ا۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا ابو الحسنات محمد اشرف سیالوی نور اللہ مرقدہٗ۔

۲۔ حضرت علامہ مولانا قاری غلام احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مفتی اعظم آستانہ عالیہ سیال شریف

۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ

مذکورہ بالا اساتذہ کرام سے جب استاذ العرب والعجم استاذ العلماء والمشائخ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی تعریف اور شہرت سنی تو دل میں حضرت قبلہ استاد صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت اقدس میں حاضری اور آپ سے اکتساب فیض کا جذبہ و شوق پیدا ہو گیا۔ اس وقت حضرت بندیالوی صاحب بھکھی شریف میں فرائض تدریس سرانجام

دے رہے تھے۔تو مولانا نذر صاحب 1988ء میں بھکھی شریف میں حضرت قبلہ استاد صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔اور حضرت صاجزادہ فداء الحسن (علیہ الرحمۃ) کے ساتھ اسباق شروع کئے اور 1990ء تک بھکھی شریف میں پڑھتے رہے اور 1991ء میں حضرت قبلہ استاد صاحبؒ بندیال شریف تشریف لے گئے تو مولانا نذر صاحب بھی بندیال شریف قبلہ استاد صاحب کے ہمراہ چلے گئے اور وہاں ایک سال تک حضرت صاجزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ساتھ پڑھتے رہے۔مولانا نذر حسین صاحب وہ خوش نصیب آدمی ہیں کہ جب حضرت قبلہ استاذی المکرّم (رحمہ اللہ تعالیٰ) 1992ء میں علیل ہو گئے اور واپس اپنے گھر دھمن شریف داخلی پدھراڑ تشریف لائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ 1992ء سے لے کر 1999ء تک حضرت قبلہ استاذی المکرّم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت کرتے رہے۔مولانا نذر صاحب نے اپنے استاذ گرامیؒ کا ساتھ اس طرح نبھایا کہ آپ کی علالت سے لے کر وصال مبارک تک خوب خدمت کی اور ڈھیروں دعاؤں لیں جو ان کی زندگی میں رنگ لائی ہیں اور قبر و حشر میں بھی ان شاء اللہ رنگ لائیں گی اور سرکار دو عالم ﷺ کے اس فرمان عالیشان کے مصداق بنیں گے "المرء مع من احب" جو کہ مولانا صاحب کے معیار پر پورا اترتا ہے اور ان شاء اللہ اس مقولہ کے بھی مصداق بنیں گے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی مدظلہ العالی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا حضرت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔اور استاذ المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کمال شفقت سے بندہ ناچیز پر اپنی گوناں گوں مصروفیات سے وقت نکال کر فارسی سکندر نامہ تک، صرف دستور المبتدی اور شافعیہ تک، نحو جامی تک، فقہ شرح وقایہ تک، منطق میر زاہد ملا جلال تک، فلسفہ میبذی تک اور تفسیر جلالین شریف پڑھائیں۔اور فرماتے ہیں کہ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کی اور زندگی کے آخری ایام میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے منہ مبارک میں پانی ڈالنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی زہے نصیب مولانا نذر صاحب نے بیان کیا کہ حضرت قبلہ استاد صاحب کے وصال کے بعد 2000ء میں حضرت صاجزادہ فداء الحسن صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) سے مشورہ کیا کہ قبلہ صاحبؒ کے نام پر ایک مدرسہ ہونا چاہیے تو صاجزادہ صاحب نے زبان حال سے فرمایا "میں بیمار رہتا ہوں میں اکیلا یہ کام سرانجام نہیں دے سکتا ہاں اگر آپ ساتھ دیں تو پھر یہ کام ہو سکتا ہے "میں نے صاجزادہ صاحب سے وعدہ کیا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا۔جیسے آپ فرمائیں گے ایسا ہی کرونگا۔چنانچہ حضرت صاجزادہ صاحبؒ کی مشاورت سے جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم قائم کیا۔ساتھیوں کے تعاون سے بحمدہٖ تعالیٰ عظیم الشان بلڈنگ تعمیر ہو گئی اور شعبہ حفظ القرآن کے ساتھ ساتھ، تجوید و قرأت اور درس نظامی میں طالب علم زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں ۔مولانا نذر صاحب فرماتے ہیں کہ جب صاجزادہ فداء الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) زیادہ علیل ہو گئے تو میں نے ان کی خدمت کرنے کی بھی سعادت حاصل کی ان کی زندگی کے آخری لمحات تک ان کے ساتھ رہا۔آخری ایام میں جب ہسپتال میں داخل ہوئے تو بحمدہٖ تعالیٰ ان کی خدمت کرتا رہا اور وصال باکمال کے وقت بھی ان کے پاس ہی تھا اور تجہیز و تکفین وغیرہ کے امور بھی سرانجام دیئے۔صاجزادہ صاحب کی خواہش تھی کہ بچیوں کی دینی تعلیم کیلئے بھی مدرسہ کی اشد ضرورت ہے۔چنانچہ 2010ء میں صاجزادہ صاحبؒ کی زندگی میں ہی مدرسہ فداء العلوم للبنات قائم کیا گیا جس میں بحمدہٖ تعالیٰ اس علاقے کی بچیاں دینی تعلیم سے فیضیاب ہو رہی ہیں۔مولانا صاحب نے یہ بھی بیان فرمایا کہ بحمدہٖ تعالیٰ مصمم ارادہ ہے کہ صاجزادہ محمد اجمل عطاء صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ جو کہ صاجزادہ فداء الحسن (نور اللہ مرقدہٗ) کے صاجزادے ہیں کے جوان ہونے تک اور مکمل تعلیم حاصل کرنے تک ان کی خدمت کرتا رہوں گا (ان شاء اللہ تعالیٰ)

بیعت:۔ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی مدظلہ العالی کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ حضرت قبلہ استاذی المکرّم حافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کو حضرت قبلہ پیر سید

غلام معین الدین شاہ صاحب المعروف بڑے لالہ جی (نوراللہ مرقدۂ) کے دست حق پرست پر بیعت کروائی۔ زہے نصیب۔

استاذ العلماء اکیڈمی کا قیام:۔

مولانا نذر حسین چشتی صاحب زیدہ مجدہٗ کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے جدوجہد کر کے حضرت قبلہ استاذ العلماء (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی یاد میں ایک عظیم الشان ''استاذ العلماء اکیڈمی'' قائم کی ہے جسکا مقصد جتنی بھی کتب حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ کی یاد میں شائع ہوں وہ اسی اکیڈمی کے تحت شائع ہوں گی (ان شاء اللہ) اور درج ذیل کتب اکیڈمی کی طرف سے شائع بھی ہو چکی ہے ں۔

۱۔سفرنامہ بغداد۔۲۔تحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید۔۳۔تحقیق ایمان ابوطالب۔

مولانا صاحب کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ انہوں نے درج ذیل کتب ترتیب دی ہیں۔

۱۔ذکرعطاء فی حیات استاذ العلماء (جو تقریباً آٹھ سو صفحات پر مشتمل ہے)۔

۲۔تذکرہ گلشن عطاء (استاذ العلماءؒ کے تلامذہ کا حسین تذکرہ)

۳۔تذکرہ علماء ومشائخ ضلع خوشاب

۴۔مقالات بندیالوی (حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ کے مقالات ترتیب دیئے ہیں)

اللھم زد فزد:

اللہ تعالیٰ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی صاحب زیدہ مجدہٗ کو اس عظیم خدمت کا اجرِ عظیم عطاء فرمائے اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

حررہٗ

فقیر قادری محمد کمال الدین عفی عنہ

جامعہ فاروقیہ رضویہ کوٹلہ ارب علی خان

تحصیل کھاریاں ضلع گجرات

انتساب

بندہ اپنی اس حقیر سعی وکوشش اور جدوجہد کو مظہر تجلیات صمدیہ مصدر برکات سرمدیہ آل مصطفیٰ ﷺ فرزند مرتضیٰ، دلبند غوث الوریٰ، بحر وفا، کان رضا، سابق راہ معنیٰ، ناقد نقد تقویٰ، عالم فرع واصل، حاکم وصل وفصل، ستودہ رجال، مظہر جمال، ربودہ جلال، مستغرق بر صدائے کن فیکون، معدود در زمرہ انی اعلم مالا تعلمون، فلک عبادت، مہر سعادت، فخر اہل السنۃ والجماعۃ، بخشندہ عشق ومودت، پروردہ مہر ومحبت، ولی قبہ غیرت، صفی پردہ وحدت، چشمہ روضا رضا، لقطہ کعبہ رجا، قطب دوراں، غوث زماں، **السید خواجہ پیر مہر علی شاہ گیلانی حنفی قادری چشتی گولڑوی** نوراللہ مرقدہٗ کی بارگاہ والا جاہ میں ہدیہ نیاز ونذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے۔ جن کے علم وعرفان سے دنیا جگ مگا اٹھی۔

سوئے دریا تحفہ آوردم صدف
گر قبول افتد زہے عزوشرف

تراب اقدام العلماء والصلحاء

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

عرضِ مؤلف

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ امام علم وحکمت ,جبل العلوم ,جامع المعقول والمنقول ,الحاج الحافظ ,استاذ کل فی الکل ,حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی قدس سرہٗ العزیز کی ذات والاصفات اور آپ کے کمالات محتاجِ تعارف نہیں۔آپ کا وجود مسعود عالم اسلام کیلئے ایک نعمت عظمٰی سے کم نہ تھا آپ نے عشاقِ مصطفےٰ ﷺ کے سینوں میں جوعلم کی شمع روشن فرمائی اس کی نظیر بہت کم نظر آتی ہے حق تو یہ تھا کہ اتنی عظیم ہستی کی حیات مقدسہ پر کوئی صاحب علم اپنے علم وفضل کے ذریعے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ضبط تحریر میں لا کر افادہ خلق کیلئے منظر عام پر لاتا اور یہ کام علماء ہی کا تھا مگر بشومیٔ قسمت کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا سے رخصت ہوئے تقریباً 13 سال کا عرصہ گزر گیا ہے مگر افسوس کہ آپ کے بلند پایہ تلامذہ میں سے کسی صاحب علم نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔آخر بندہ نے علمی میدان میں اپنی کمزوری اور بے بضاعتی کو مدنظر ر[illegible]ئے حسب مقولہ مالا یدرك كله لا يترك كله پر عمل کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق اظہار خیال کیا اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ جو کچھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے وہ آپ کی خدمت میں پیش کروں۔

اس موقع پر یہ ظاہر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اپنے موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے اس طرح تصنیف وتالیف کے دشوار گزار میدان میں میرا یہ پہلا قدم ہے۔گو تحریر میں بہت صحت وتحقیق سے کام لیا گیا ہے تاہم بہت ممکن ہے کہ لغزش ہوئی ہو اور میں نشانہ ملامت بنایا جاؤں کیونکہ من صنف فقد استهدف نہایت مشہور اور مجرب مقولہ ہے مگر اپنے علم پرور احباب وارباب نقد سے گزارش ہے کہ سہو ونسیان سے معاف فرمائیں۔

بہ پوش گر بہ خطائے رسی و طعنہ مزن
کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نشود

بندہ نے زیادہ تر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے استفادہ کیا ہے اگر اس کتاب میں کوئی غلطی ہو تو وہ بندہ کی طرف منسوب ہوگی۔آخر میں بندہ ان تمام دوستوں کا تہہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس کار خیر میں اور ترتیب وتدوین میں میری حوصلہ افزائی فرمائی۔

ما بداں مقصد عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطف شما پیش نہد گامے چند

اور بندہ اپنے تمام اساتذہ کرام کا ذکر خیر حصول برکت کیلئے ذکر کرتا ہے جن کی کوششوں اور دعاؤں سے بندہ اس قابل ہوا ان میں سرفہرست

۱۔استاذ العرب العجم ,استاذ کل فی الکل ,امام علم وحکمت الحاج الحافظ حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نوراللہ مرقدہٗ ہیں۔

۲۔شیخ الحدیث والتفسیر ,امام المناظرین ,ابوالحسنات حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔حضرت مولانا قاری غلام احمد سیالوی ”مفتی اعظم آستانہ عالیہ سیال شریف“

۴۔محب العلماء والطلباء حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۵۔حضرت علامہ مولانا اللہ بخش سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۶۔استاذ المیر اث ,حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب شرقپوری زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

۷۔حضرت علامہ مولانا مفتی ممتاز احمد عتیقی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

یکے از تلامذہ استاذ العلماء ابوالفتح ,مولانا محمد اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ واں بھچراں واستاذ العلماء مولانا غلام محمد سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ سابق چیئرمین بیت المال پاکستان وناظم اعلیٰ شمس العلوم کراچی

اگرچہ یہ تمام حضرات استاذ العرب والعجم رحمہ اللہ تعالیٰ کے خوشہ چین ہیں مگر بندہ ان تمام حضرات کا ذکر خیر اپنے لیئے باعث سعادت سمجھتا ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور احباب کا تعاون حاصل رہا تو بندہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مسودات کو ایک ایک کر منظر عام پر لائے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ موجودہ اغلاط اور فروگزاشتوں کی نشاندہی فرمائیں تا کہ آئندہ طبعات میں ان کا اعادہ نہ ہو۔

تراب اقدام العلماء والصلحاء

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

اظہار تشکر

اللہ تعالیٰ عزوجل کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ”ذکر عطاء فی حیات استاذ العلماء“ پایہ تکمیل کو پہنچی اگر چہ یہ کام اہل علم کے سامنے ایک معمولی کام ہے لیکن مجھ جیسے طالب علم کے سامنے یہ کام کوہِ ہمالیہ سے کم نہ تھا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ اور اس کے پیارے حبیب، حبیب لبیب، جناب محمد رسول اللہ ﷺ کا فضل میرے شامل حال رہا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت سے یہ کام تقریباً 2 سال کے عرصہ میں مجاہد اہلسنت، مولانا دلدار حسین رضوی صدر جماعت اہل سنت ضلع خوشاب کے قائم کردہ جامعہ دار العلوم رضویہ قمر الاسلام ضلع خوشاب میں پایہ تکمیل کو پہنچا اور آپ کے مشورے میرے شامل حال رہے اور تحریری معاونت میں قاری احمد رضا صاحب کا تعاون میرے شامل حال رہا۔ اس عرصہ میں راقم الحروف نے درس وتدریس کا شغل بھی جاری رکھا اور اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں التجاء ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ میری اس ناچیز سعی کو اپنی بارگاہ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے والدین مرحومین کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔

(آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ)

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

6 رجب المرجب 1432ھ

9 جون 2011ء بروز منگل

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

کس سے مانگیں کہاں جائیں کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے

سب کا داتا ہے تو سب کو دیتا ہے تو تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے

کون مقبول ہے کو ن مردود ہے بے خبر کیا خبر تجھ کو کیا کون ہے

جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے

کون سنتا ہے فریاد مظلوم کی کس کے ہاتھو میں کنجی ہے مقسوم کی

رزق پر کس کے پلتے ہیں شاہ و گدا مسند آرائے بزم عطاء کون ہے

اولیا ء تیرے محتاج اے ربِ کل تیرے بندے ہیں سب انبیاء و رسل

ان کی عزت کا باعث ہے نسبت تری ان کی پہچان تیرا سوا کون ہے

میرا مالک مری سن رہا ہے فُغاں جانتا ہے وہ خاموشیوں کی زباں

اب مری راہ میں کوئی حائل نہ ہو نامہ بر کیا بلا ہے صبا کون ہے

ہے خبر بھی وہی مبتدا بھی وہی ناخدا بھی وہی ہے خدا بھی وہی

جو ہے سارے جہانوں میں جلوہ نما اس احد کے سوا دوسرا کون ہے

و ہ حقائق ہو ں اشیاء یا خشک و تر فہم و ادراک کی زد میں ہیں سب مگر

ماسوا ایک اس ذاتِ بے رنگ کے فہم و ادراک سے ماوریٰ کون ہے

انبیاء ،اولیاء ،اہل بیتِ نبی ؐ ،تابعین و صحابہ ؓ پہ جب آبنی

گر کے سجد ے میں سب نے ہی عرض کی تو نہیں ہے تو مشکل کشا کو ن ہے

اہل فکر ونظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے

اے نصیرؔ اس کو تو فضلِ باری سمجھ ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے

(نتیجہ فکر: پیر سید نصیر الدین نصیر گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ از گولڑہ شریف)

نعت رسول مقبول ﷺ

بزبان حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

اج سک متراں دی ودھیری اے

کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے

اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

اَلطَّیفُ سَرٰی مِنْ طَلْعَتِہٖ

وَالشَّذُ وُ بَدیٰ مِنْ وَفْرَتِہٖ

فَسَکَرْتُ ھُنَا مِنْ نَظْرَتِہٖ

نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

مکھ چند بدر شعشانی اے

متھے چمکے لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی اے

مخمور اکھیں ہن مدبھریاں

دو ابرو قوس مثال دسن

جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن

چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

اس صورت نوں میں جان آکھاں

جان آکھاں کے جانِ جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

جس شان توں شاناں سب بنڑیاں
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں
بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں
وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں
دسے صورت راہ بے صورت دا
توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پرکم نہیں بے سوجھت دا
کوئی ورلیاں موتی لے تریاں
ایہا صورت شالا پیش نظر
رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گزر
سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں
یُعْطِیْكَ رَبُّكَ داس تساں
فَتَرْضٰی تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں
وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ صحیح پڑھیاں
لاہو مکھ توں مخطط بردِ یمن
من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمرا وادی سن کریاں

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جھات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن
سب انس وملک حوراں پریاں
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے
لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے
شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں
سُبْحَانَ اللّٰہ مَا اَجْمَلَكَ
مَا اَحْسَنَكَ مَا اَکْمَلَكَ
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جااڑیاں

بسم الله الرحمن الرحيم

وجعلنا کم شعو باو قبائل لتعارفوان اکرمکم عند الله اتقاکم ۔

"اور ہم نے تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو بے شک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے"

شجرہ نسب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ عطاء محمد بن اللہ بخش بن غلام محمد بن محمد چراغ بن خدا بخش بن بصارت بن دلیل بن خدا یار بن ماجھی خان بن ریسو خان بن بالا خان[1] بن پروج بن بکھواں بن گاجیاں بن کیراں بن جھاماں بن جھچھڑ بن بھرتاں بن مانکاں بن ریکھیاں بن بھیاں بن سگھوال بن کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ بن الف شاہ بن اوائل شاہ بن امان شاہ بن فیروز شاہ بن دراب شاہ بن نواب شاہ بن اقیل شاہ بن سید العالمین شاہ بن سید ایبک شاہ بن سید سکندر شاہ بن سید احمد شاہ بن سید محمد شاہ بن محمد جبار شاہ بن امام محمد حنیف بن حضرت علی المرتضیٰ بن حضرت ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف

حضرت عبدالمطلب کی اولاد سے حضرت عبداللہ ابن امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

نوٹ: یہ شجرہ نسب بندہ نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ کے قبیلہ کے ڈھاڈھی یعنی وہ لوگ جو نسل درنسل شجرے لکھتے ہیں اور شادی بیاہ کے موقع پر شجرہ نسب پڑھ کر سناتے ہیں اس شجرہ سے نقل کیا ہے۔ واللہ ورسولہ اعلم بالصواب۔

۱۔ قبلہ استاذی المکرمؒ قطب شاہی اعوان ہیں آگے ہر قبیلہ کی علیحدہ علیحدہ پہچان ہے اور قبلہ استاذی المکرمؒ قبیلہ بلیل سے تعلق رکھتے تھے یعنی آپ کے اجداد میں ایک شخص محمد اقبال عرف بالا خان ہے جس کی وجہ سے اس کی اولاد کو بلیل کہا جاتا ہے۔

قطب شاہ صاحب کے متعلق تاریخ میزان قطبی اور تاریخ میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب میں یہ عبارت ہے۔

واماعون ابن یعلی العلوی واھو المشھور فی الھند بقطب شاہ

ترجمہ۔ اور عون بن یعلی علوی ہندوستان میں قطب شاہ کے نام سے مشہور ہیں اور دوسری عبارت یہ ہے۔

واما عون ابن یعلی ھو شیخ اھلسنت و جماعۃ و رئیس ھذا الطائفۃ جلیل القدر عظیم المرتبۃ قطب الزمان فی الطریۃ وصاحب العرفان فی الحقیقۃ عظیم الشان فی الشریعۃ فسافر من البغداد الی الھند وقام ھنا فتذین الناس ببرکۃ نفسہ الشریفۃ بالایمان والاسلام فکانہ کان قطبامن جانب الشیخ عبد القادر الجیلی رضی اللہ عنہ علی الھند فلھذا اشتھر لقبہ فیہ بقطب شاہ واشتھر اولادہ فیہ باسمہ اعوان ۔ انتھی

ترجمہ: عون بن یعلی شیخ اہلسنت وجماعت کے ہیں اور رئیس الطائفہ میں جلیل القدر اور عظیم المرتبہ ہستی ہیں طریقت کے قطب زمان ہیں اور حقیقت کے صاحب عرفاں اور شریعت میں عظیم الشان ہیں بغداد شریف سے ہندوستان آئے اور یہاں ٹھہرے آپ کی برکت سے کافی لوگ مشرف با ایمان ہوئے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے فیض سے قطب الہند ہوئے اوران کا لقب قطب شاہ مشہور ہوا اوران کی اولاد اعوان سے مشہور ہوئی۔

ان ہر دو عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قطب شاہ نسباً علوی ہے یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اصلی نام آپ کا عون بن یعلیٰ ہے اور قطب شاہ آپ کا لقب ہے سلسلہ نسب حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے فرزند ارجمند حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نسب صرف پانچ لڑکوں سے جاری ہے۔ ملاحظہ ہو۔

وانما کان النسل من خمسۃ وھم الحسن والحسین و محمد بن الحنفیۃ والعباس

بن الکلابۃ و عمر بن التغلبۃ رضی اللہ عنہم اجمعین (البدایہ والنہایۃ ج سابع ص332)

اب قبلہ استاذی المکرم کی زبانی حضرت قطب شاہ صاحب کے نسب کی تحقیق ملاحظہ ہو حضرت قطب شاہ کا نام عون بن یعلیٰ ہے اس لیئے آپ کی اولاد کو اعوان کہا جاتا ہے علاقہ سون میں یہ مشہور ہے کہ حضرت قطب شاہ امام محمد بن حنفیہ کی اولاد سے ہیں لیکن تاریخی تحقیق سے ثابت ہے کہ آپ حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں قطب شاہ آپ کا لقب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مجاز تھے اور حضرت غوث ثقلین نے آپ کو ہندوستان کا قطب مقرر فرمایا تھا آپ کی سب اولاد اعوان کے نام سے مشہور ہے اگر چہ بعض اور ناموں سے بھی مشہور ہوئے مثلاً کھوکھر یہ بھی حضرت قطب شاہ کی اولاد سے ہے چنانچہ حضرت خواجہ شمس العارفین[1] رضی اللہ عنہ بھی کھوکھر اعوان ہیں۔اعوانوں کی تفصیل کتاب خلاصۃ الانساب میں ہے۔۱۲ چشتی گولڑوی عفی عنہ

اعوان قبیلہ کا شمار پاکستان کے ممتاز اور معروف قبائل میں ہوتا ہے اس قبیلہ میں بڑے لکھے پڑھے لوگ موجود ہیں ان میں علماء بھی ہیں اور صوفیاء بھی، ادباء بھی اور شعراء بھی اس کے علاوہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں اس قبیلہ کے افراد موجود ہیں۔

قطب شاہی اعوان حضرت عباس بن علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں

کتاب میزان ہاشمی میزان قطبی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق اعوانوں کیے مورث اعلیٰ قطب شاہ اولاد عباس بن علی رضی اللہ عنہما ہیں چنانچہ کتب مذکورہ کی اصل عبادت اس طرح ہے۔

ومن العلویین الاعوان و شجرتھم ھذہ عون بن یعلیٰ بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی بن جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عباس بن علی بن

ا۔خواجہ شمس العارفین سیالوی رضی اللہ عنہ قطب شاہ کے بیٹے زمان علی کی اولاد سے ہیں جن کو کھوکھر کہا جاتا ہے۔

ابی طالب بن ھاشم القریشی و عون بن یعلیٰ المشھور بعلی بن قاسم و عبد العلی و عبد الرحمن و ابراھیم قطب شاہ کان من البغداد فسافر الی الھند واقام ھنا و اولادہ اکثرھم المشورون بالعلویین و بعضھم بالاعوان۔

ترجمہ: علویوں سے اعوان ہیں اور ان کا شجرہ نسب اس طرح ہے عون بن یعلی بن حمزہ بن طیار بن قاسم بن علی جعفر بن حمزہ بن حسن بن عبید اللہ بن عون بن یعلیٰ جو علی بن قاسم و عبد العلی و عبد الرحمن ابراہیم اور قطب شاہ کے نام سے بھی معروف ہیں بغداد کے رہنے والے تھے انہوں نے اور ان کی اولاد نے وہاں سے ہند کا سفر کیا اور وہاں کچھ عرصہ قیام کیا ان کی اولاد میں کچھ لوگ علوی اور کچھ اعوان مشہور ہوئے۔

حضرت قطب شاہ کے حالات زندگی

میزان ہاشمی کی فارسی عبارت کا ترجمہ جس میں قطب شاہ کے حالات زندگی پر کافی روشنی پڑتی ہے نام مبارک عون ہے اور عباس علی کی اولاد ہیں ان کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ، حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں جناب عون پہلے امامیہ عقائد رکھتے تھے جب ان کا بیٹا گوہر علی پیدا ہوا تو ان کے دل میں شیعہ مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہو گئے انہوں نے معاصر علماء سے ان کے بارے میں کافی بحث کی لیکن کہیں سے تشفی نہ ہوئی پھر امامیہ عقائد کے مطابق تقیۃ علماء شیعہ سے اپنے شکوک وشبہات کو اہلسنت کی طرف منسوب کر کے جوابات طلب کیئے لیکن ان جوابوں سے ان کی ذہنی پراگندگی اور قلبی خلجان میں اور اضافہ ہوا یہاں تک کہ 471ھ میں ان کی زوجہ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ کی گود میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ جلوہ فگن ہوئے ایک دن جناب عون اپنی اہلیہ عائشہ کے ہمراہ ان کی بہن فاطمہ کے گھر کسی کام کی غرض سے گئے تو حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان کے دل سے امامیہ عقائد یکلخت محو ہو گئے اسی دن

سے اہلسنت کے طریقہ پر نماز ادا کی اور ہمیشہ تقیۃً اسی طریقہ پر نماز ادا کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غوثیت کا ڈنکا چاردانگِ عالم میں بجنے لگا اور لوگ اطراف و اکناف سے حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہونے لگے جناب عون حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے لیکن اس بات کو اپنے ساتھیوں سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وہ قطب مدار کے درجہ پر فائز ہوئے اور اپنے بڑے فرزند گوہر علی کو اس راز سے آگاہ کر کے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا اور وہ بھی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد مذہب اہلسنت کو اعلانیہ اختیار کر لیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ جناب عون اور آپ کا سارا خاندان شیعیت سے تائب ہو کر غوث پاک رضی اللہ عنہ کے حلقہ بگوش بن گئے اب جناب عون اپنے تمام عزیز رشتہ داروں کو ساتھ لے کر بارگاہِ غوثیت رضی اللہ عنہ میں حاضر ہو گئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ نے بعض کو وہیں بغداد میں ٹھہرنے اور بعض کو ہند کی طرف سفر کرنے کا حکم صادر فرمایا چنانچہ حسب ارشاد جناب عون اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد کو ساتھ لے کر ہندوستان روانہ ہوئے اور کچھ لوگوں کو حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں چھوڑا جناب عون نے چند سال ہندوستان میں قیام فرما کر قادری سلسلہ کی خوب اشاعت کی وہ ہند میں قطب شاہ کے لقب سے مشہور ہوئے کیونکہ وہ قطب مدار[1] کے مرتبہ پر فائز تھے اس وجہ سے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے مرید انہیں قطب کہتے تھے اور ہندوستانیوں نے اس کے ساتھ لفظ شاہ کا اضافہ کر دیا پھر قطب شاہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان سے واپس بغداد پہنچے اور پہنچتے ہی مرض اسہال میں مبتلا ہو کر صاحب فراموش ہو گئے حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کیلئے تشریف لائے یہاں تک کہ شب جمعہ 3 رمضان المبارک 506ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ

١۔ حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں کہ قطب کو ساتوں زمینوں اور آسمان کی خبر رہتی ہے اقطاب اپنے روحانی پیکر کو کسی شکل میں متشکل کر کے سینکڑوں میل کی مسافت پر کام سرانجام دے لیتے ہیں۔١٢

پڑھائی اور مقبرۃ القریش میں مدفون ہوئے تعزیتی رسوم سے فارغ ہو کر ہر کوئی اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو گیا اس وقت آپ کے بیٹے گوہر علی صاحب کی اولاد سے چار افراد موجود تھے۔

گوہر علی (دادا گولڑہ) حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق اپنی اولاد کے ہمراہ ہندوستان میں اقامت پذیر ہو گئے۔

ان کی اولاد اب تک ہندوستان میں موجود ہے ہندوستان میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدت مندوں کی کثرت کی وجہ یہ ہے کہ قطب شاہ اور ان کی اولاد نے ہندوستان میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی اشاعت کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

جناب عون قطب شاہ نے حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے قبل کچھ عرصہ ہرات میں قیام کیا ان دنوں ہرات میں قبیلہ علویہ ہراتیہ کے اکثر لوگ موجود تھے ان کے بیٹے گوہر علی کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔

عبداللہ بن قطب شاہ معروف بہ دادا گولڑہ

کتاب میزان قطبی میزان ہاشمی اور خلاصۃ الانساب کے مطابق عبداللہ بن عون قطب شاہ کی ولادت 471ھ ہجری میں ہوئی ابتداء میں آپ کے عقائد بھی آبا کی طرح امامیہ تھے بعد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے فیضان صحبت سے شیعہ عقائد سے تائب ہو کر اہلسنت مذہب کو اختیار کر لیا آپ اپنے شیخ کے فرمان سے سرزمین ہند میں اپنی اولاد اور متبعین کے ساتھ تشریف لائے اور بہت سے مقامات پر کفار سے جہاد کیا اور آپ کی تبلیغ سے بے شمار لوگ دولت ایمان سے مالا مال ہوئے ہجرت ہند کے وقت جو 559ھ میں ہوئی آپ کی نرینہ اولاد کی تعداد پانچ تھی جو آپ کی حرم فاطمہ کے بطن سے تھی فاطمہ حسین عثمان دموی کی بیٹی تھی ان کی وفات 550ھ میں ہجری میں ہوئی۔ آپ کے پانچوں صاحبزادوں جن کے اسماء یہ ہیں ۔١۔ محمد ۔٢۔ احمد ۔٣۔ کندلان ۔٤۔ علی ۔٥۔ عمر و زید کو ساتھ لے کر اپنے والد گرامی کی جائے اقامت پر جو وادی سون کے نام سے مشہور ہے پہنچے یہاں چھ ماہ قیام کرنے کے بعد اپنی اولاد اور کچھ ضعیف اشخاص

کو طاقتور اور برگزیدہ آدمیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر بغرض تبلیغ لاہور تشریف لے گئے جہاں بہت سے کفار حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور آپ کی کرامات زبان زدعام ہوئیں اس طرح جلد ہی آپ مرجع خلائق بن گئے بعدازاں آپ نے نومسلم معزز کھوکھر گھرانے میں شادی کر لی چند سال تک یہاں اقامت پذیر ہوئے یہاں آپ کی اولاد ہوئی اور اس مقام کا نام خانقاہ علوبین رکھا گیا اب یہ مقام خانقاہ ڈوگراں کے نام سے مشہور ہے کیوں کہ وہ ڈوگر قوم کے مشائخ کا مدفن ہے۔

خانقاہ علوبین میں دوران قیام آپ نے اسلام کی اشاعت و ترویج کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں آپ کی تبلیغ سے برہم ہو کر کفار نے آپ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا ایک رات جبکہ آپ ایک مقام میں تنہا سوئے ہوئے تھے آپ کو شہید کر دیا گیا آپ کی شہادت کی خبر آپ کے معتقدین پر بجلی بن کر گری ہر طرف کہرام مچ گیا ایک جانباز نے للکار کر کہا کہ اے کلمہ گو مسلمانو اٹھو اپنے شیخ کے قتل کا بدلہ لو اللہ تعالیٰ نے تمہیں شجاعت و بہادری غیرت ہمیت کی عالی صفات سے نوازا ہے اٹھو اور دشمن کو اس کی بداعمالی کا مزہ چکھاؤ یہ پکار سنتے ہی مسلمان جذبہ جہاد سے سرشار ہو گئے اور سارا دن کفار سے معرکہ آراء رہے رات کو جب کفار اپنے گھروں میں گھس گئے تو مسلمانوں نے ان پر شب خون مار کر بہت سوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور وہ جو بچ گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے مال غنیمت کے ساتھ ساتھ غنیم کی عورتیں اور لڑکے بھی مسلمانوں کے ساتھ آئے۔ اس کے بعد لوگ اپنے شیخ کی میت کو انکی پہلی جائے اقامت پر لائے اور رات کو جنوبی پہاڑوں کی بلندی پر قیام کیا بعض لوگوں کے خیال میں یہ جگہ ان کا مدفن ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے یہاں پر (دادا گولڑہ موڑ)[1] ان کی میت رکھی گئی اگلے روز انہیں جائے اقامت پر لے جایا گیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 530ھ کا ہے پھر تیرہ ماہ بعد وہاں سے نکال کر ان کا صندوق مدینۃ الاسلام بغداد شریف لے جایا گیا اور مقبرۃ القریش میں انہیں ان کے والد گرامی حضرت

[1]۔ یاد رہے کہ گولڑہ شریف اس دادا گولڑہ کے نام پر نہیں ہے بلکہ گولڑہ شریف دادا شہاب الدین گولڑہ کے نام سے منسوب ہے جن کا مزار گولڑہ مقدسہ میں ہے جن کی وفات 1498ء میں ہوئی۔ ۱۲

قطب شاہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا اب دادا گولڑہ کے متعلق قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

چونکہ یہ لوگ عرب ممالک سے اس ملک میں شاہ اسلام کی ملک گیری میں مدد کرنے کے واسطے آئے اس لیئے ان میں عرب ممالک کی خصلتیں پائی جاتی ہیں مثلاً مسجد کے ساتھ حجرہ وادی سون میں شاید ہی کوئی ایسی مسجد ہو جس کے سات حجرہ نہ ہو یہ لوگ عشاء کی نماز پڑھ کر سردیوں میں ان حجروں میں آگ جلا کر تاپتے تھے اور مسجد میں کوئی دنیاوی بات نہ کرتے تھے اب دوسری خصلت ملاحظہ ہو دوسری خصلت ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ دودھ سے مکھن حاصل کرنے کیلئے صبح کے دوہے ہوئے دودھ کو گرم نہیں کرتے بلکہ ٹھنڈی جگہ رکھ دیتے تھے اور شام کا دودھ دوھ کر اسی صبح والے دودھ میں ڈال کر جاگ لگا دیتے تھے اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ لسی میں اکثر مکھن باقی رہتا ہے۔ جبکہ ہم عجمیوں کا طریقہ مکھن حاصل کرنے کا اس کے برعکس ہے یعنی ہم لوگ صبح کے دودھ کو گرم کرتے ہیں اور شام کے دودھ کو اس صبح والے دودھ میں ڈالتے ہیں اور پھر صبح کو جب مکھن نکالتے ہیں تو لسی میں مکھن بالکل باقی نہیں رہتا بلکہ سارا مکھن اوپر نکل آتا ہے اور لسی کی طاقت ختم ہو جاتی ہے تو دادا گولڑا رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس زمانے میں جوانوں کی خوراک دودھ اور لسی ہی ہے لہٰذا آپ لوگ دودھ کو گرم نہ کیا کریں جبکہ خانقاہ ڈوگراں والے لوگ دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات تسلیم نہ کرتے تھے بلکہ دودھ گرم کرتے تھے آخر دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں بددعاء کی تو ان کے جانوروں کے تھنوں سے بجائے دودھ کے خون آنا شروع ہو گیا جب انہوں نے یہ دیکھا تو وہ بہت گھبرائے آخر انہوں نے دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو اسی وجہ سے بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا اور سکہ پگھلا کر ان کے منہ میں ڈال دیا جب دادا گولڑہ کی اولاد اور ان کے معتقدین کو علم ہوا تو وہ فوراً خانقاہ ڈوگراں پہنچے اور ڈوگروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی پھر وہ دادا گولڑہ کی میت لے کر وادی سون میں آئے اور وہاں ایک پر کیف مقام ہے جہاں پانی کا چشمہ بھی ہے وہاں انہوں نے کچھ دیر کیلئے دادا گولڑہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی میت

رکھی اور یہ جگہ (دادا گولڑہ موڑ) کے نام سے مشہور ہوگئی اب اس جگہ ایک عالیشان بڑے مینار والی مسجد موجود ہے جہاں سے ایک راستہ وادی سون کے مشہور قصبہ چھوڑ شریف کی طرف جاتا ہے اور سیدھی سڑک نوشہرہ کی طرف جاتی ہے پھر وہ اگلے دن دادا گولڑہ کی میت لے کر اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے اور آپ کو اپنے والد گرامی کے پہلو میں بغداد شریف مقبرۃ القریش میں دفن کر دیا گیا یاد رہے کہ اس زمانے میں قطب شاہ کی اولاد میں سے جو بڑا آدمی وصال فرماتا تو اس کو مقبرۃ القریش بغداد میں دفن کیا جاتا تھا۔

محمد المعروف کنڈان[1]

محمد بن عون قطب شاہ جناب عبداللہ معروف بہ دادا گولڑہ کے حقیقی بھائی ہیں ان کی والدہ حضرت عائشہ بغدادیہ ہیں یہ اپنے والد عون قطب شاہ اور بھائی عبداللہ شاہ صاحب کی معیت میں ہندوستان آئے ان کی ولادت 475ھ میں مدینۃ الاسلام بغداد شریف میں ہوئی اور شعبان المعظم 514ھ کو وہیں وفات پائی اور مقبرۃ القریش میں اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے ان کی اولاد ہندوستان میں بکثرت موجود ہے ان کے علاوہ جناب عون بن یعلیٰ یعنی قطب شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

۳۔مزمل علی کلکان ۔۴۔ در یتیم جہان شاہ ۔۵۔ زمان علی کھوکھر ۔۶۔ نجف علی محمد یحییٰ ۔۷۔ فتح علی کلدان ۔۸۔ محمد علی چوہان

---

[1] ۔قبلہ استاذی المکرمؒ کے شجرہ نسب میں کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ ہے جبکہ محمد المعروف کنڈان یہ قطب شاہ کے اپنے فرزند ارجمند ہیں مذکورہ شجرہ نسب کے مطابق قبلہ استاذی المکرمؒ محمد المعروف کنڈان کی اولاد سے ہیں دراصل دادا گولڑہ کے پانچ صاحبزادہ تھے جن کے اسماء یہ ہیں ۔۱۔محمد ۔۲۔احمد ۔۳ کندلان ۔۴۔علی ۔۵۔عمروزید۔ دراصل دادا گولڑہ کا بیٹا کندلان ہے اور آپ کے بھائی یعنی دادا گولڑہ کے بھائی کا نام کنڈان اس مقام پر بعض شجرہ لکھنے والے حضرات خطاء کا شکار ہوئے ہیں اور انہوں نے کنڈان بن گولڑہ بن قطب شاہ لکھا ہے۔ حالانکہ اصل میں کندلان بن گولڑہ بن قطب شاہ ہے۔ واللہ ورسولہٗ اعلم ۔۱۲

اعوان خاندانوں کی فضیلت

اعوان خاندان میں فضیلت اور شرافت نسل در نسل ودیعت چلی آرہی ہے لفظ اعوان جو کہ عون سے مشتق ہے اس کے معنی مدد کے ہیں چونکہ یہ لوگ عرب ممالک سے اس ملک میں شاہ الاسلام کی ملک گیری میں مدد کرنے کے واسطے آئے تھے اس لئے اعوان ان کا عرف عام قائم ہو گیا اصل میں قریشی ہاشمی علوی ہیں یہ قوم زیادہ تر کوہستان نمک کی سرسبز وشاداب وادی وادی سون علاقہ مہاڑ ونہار اور پوٹھوہار میں بکثرت آباد ہیں یہ لوگ نہایت وجیہہ جری اور دین دار ہیں ان علاقوں میں اس خاندان کے کئی بزرگوں کے مزارات اور خانقاہیں ہیں بالخصوص حضرت کعب زبیر رضی اللہ عنہ جن کا مسکن خوشاب تھا اور اس سے ملحق بہت سے علاقوں کے حکمران تھے بہت بڑے صاحب کرامات بزرگ گزرے ہیں جن کا مزار خوشاب کے جنوب مشرق میں موضع کنڈان میں ہے اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت سلطان باہور حمہ اللہ تعالیٰ طریقہ قادریہ کے بڑے کامل ولی اللہ ہیں جن کا مزار ضلع جھنگ میں واقع ہے جن کا فیض دور دور تک پھیلا ہوا ہے دور دراز سے لوگ مزار کی زیارت کیلئے آتے ہیں آپ کی وفات کے بعد جس قدر روحانی فیض مخلوق کو پہنچ رہا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

عادات وخصائل

صاحب مناقب سلطانی اپنی کتاب کے صفحہ 8 پر اعوان قوم کے خصائل بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

اعوان قبیلوں میں اپنے علوی اور ہاشمی نسب کے خصائل اور بعض عادتیں اب تک پائی جاتی ہیں یعنی تمام مرد اور عورتیں سخی اور بہادر صاحب حیاء، صاحب وفا، دیانتدار، امین، عہد کے پکے، بامروت، مہمان نواز، خیرات خرچ کرنیوالے ہیں گویا اپنا گوشت پوست بھی مہمان اور مسکین پر خرچ کر ڈالتے ہیں اس قوم کا اعلیٰ وادنیٰ کبھی آسودہ حال نہیں ہوتا بلکہ ان کاموں میں مال خرچ

کردینے کے سبب مقروض ہی رہتے ہیں اس علاقہ میں دینداری اور پرہیز گاری کا بڑا چرچا ہے حرام کا یہاں مطلق رواج نہیں اس علاقہ میں اکثر حلال کا رواج ہے وہاں کے علماء فقیہ، دین دار اور پرہیز گار کی زیادہ تحقیق کرتے ہیں بدعقیدہ اور بے دینوں کو اپنے علاقہ میں ٹھہرانا تو درکنار داخل بھی نہیں ہونے دیتے بلکہ ان پر سختی کر کے جہاں تک ہوسکے ان سے توبہ کراتے ہیں حتی کہ کوئی نشہ کرنے والا رنڈیاں ہیجڑے رافضی وغیرہ اب تک اس علاقہ میں کوئی نہیں اور نہ وہاں پر رہنے دیتے ہیں وہاں کے باشندے مسجدوں، طالب علموں اور حفاظ علم فقہ کے طلباء اور مسافروں کی ایسی خدمت کرتے ہیں کہ ملک ہند میں کہیں نہیں کی جاتی اب اس گئے گزرے آخری زمانے میں بھی اس علاقہ میں ہزار ہا آدمی صالح، متقی اور دیندار ہیں اور مردم خیز علاقہ ہے اور کوئی شہر اور قصبہ ایسا نہیں جس میں صاحب ہنر وہدایت اور صاحب احوال باطن آدمی نہ ہو ہزار ہا آدمی حافظ قرآن، شب بیدار اور تہجد خواں ہیں ہر مرد پانچوں وقت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرتا ہے مسجد کی تعظیم اور خدمت اس درجہ کرتے ہیں گویا انہوں نے اپنے اپنے گاؤں میں ایک ایک دربار آراستہ کر رکھا ہے اور پھر مسجد میں کلام اللہ شریف اور فقہ کا درس جاری رہتا ہے۔ رمضان المبارک میں دن کو کھانا پکانا بالکل ہی بند ہے۔ اللہ علی کل شیءٍ شہید۔

نوٹ:۔ واضح رہے کہ کتاب مناقب سلطانی سوا سو سال پہلے کی تصنیف ہے۔

اب کچھ وادی سون سکیسر کے متعلق

دریائے سواں سے کئی میل جنوب کی طرف اور خوشاب کے پتن سے کنارہ جہلم کے شمال کی جانب کوہستان نمک کے سلسلہ کی اوٹ میں کچھ وادیاں بن گئی ہیں جن کے درمیان دو وسیع قدرتی جھیلیں (جھیل اوچھالی اور جھیل کھبیکی) اور پہاڑوں کے دامن میں درمیان اور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے آس پاس تقریباً پچاس ساٹھ بستیاں آباد ہیں اس پورے علاقہ کو وادی سون سکیسر کہتے ہیں وادی کے مغرب میں واقع پہاڑی دراصل سکیسر کہلاتی ہے سکیسر کی وجہ تسمیہ یہ

بیان کی جاتی ہے کہ بدھوں کے دور میں جھیل اوچھالی کا یہی نام تھا یہ نام دو لفظوں سے مل کر بنا ہے ساکی یعنی ساکیہ قبیلے کا ساکن منی گوتم اور سہر یعنی تالاب گویا گوتم بدھ کا تالاب بعدازاں جھیل کو تو سکیسر کے بجائے جھیل اوچھالی کہنے لگے البتہ اس کے ساتھ ایستادہ سلسلہ کوہ سکیسر کہلایا وادی کا نام سون کیسے پڑ گیا؟ اس کے متعلق قیاسی آراء یہ ہیں کہ اس وادی کی خوبصورتی کی وجہ سے اس کو سوہن سنسکرت میں خوبصورت معنی ہوتے ہیں۔ کہا جانے لگا اور تقریباً اصل تلفظ برقرار رہا کہ اب تک اسے سون کہتے ہیں جس کا مطلب ہوا خوبصورت علاقہ اس سے تھوڑا سا بعید قیاس یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سنسکرت میں سونے کو سورن کہتے ہیں چونکہ یہ وادی زرخیز تھی اور اب تک ہے ایک لحاظ سے جب اردگرد تپتے ہوئے ریگستان تھے اور زمین ذریعہ معاش بننے کی اہل نہ تھی تو یہاں کی زمین سونا اگلتی تھی شاید اس بناء پر اسے پہلے سورن (سونا) اور بعدازاں ''ر'' حذف کر کے سون کہا جانے لگا یہ وادی جیسا کہ اس کے آثار قدیمہ سے ظاہر ہے کئی تہذیبوں اور ثقافتوں کی وارث ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر اب تک اجڑی ہوئی بستیوں[1] کے نشانات حتیٰ کہ ان کے درودیوار اور گلیاں موجود ہیں۔

اس مختصر سی وادی میں پتھر لو ہے اور بعد کے سبھی ادوار کے لوگوں کے آثار ملتے ہیں یہاں کوئی قدیم اصل باشندے پھر آریہ یعنی ہندو اور بعدازاں بدھ مذہب آباد رہے۔ انہیں کی نسلیں تہذیبی ارتقاء کی منازل طے کرتی رہیں جب مسلمان آئے تو اس وقت یہاں جنجوعہ راجپوت حکمران تھے جن کو

---

[1]۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرمؒ وادی سون سکیسر کے آخری قصبہ پدھراڑ کے رہنے والے ہیں پدھراڑ کے آگے ضلع چکوال شروع ہو جاتا ہے جس کو علاقہ ونہار کہتے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرمؒ کا خاندان پدھراڑ سے تقریباً ۳ کلومیٹر کے فاصلے پر جہاں ان کی زمینیں تھیں وہاں آباد ہو گئے اب اس جگہ کا نام ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آبادی) ہے۔ جو داخلی پدھراڑ ہے ڈھوک دھمن اور موضع ڈھیری کے درمیان میں ایک اجڑی ہوئی بستی کے نشانات اب تک موجود ہیں اور ساتھ موضع ڈھیری والوں کا قبرستان ہے۔ اس قبرستان کو بھڑے والی سرکار کہتے ہیں اس طرح ڈھوک دھمن سے تقریباً ۵، ۶ کلومیٹر آگے پہاڑوں کے درمیان ایک جگہ جو شاہ بجھوٹ کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک بزرگ کا مزار جس کو شاہ بجھوٹ کہتے ہیں وہاں سے ایک بہت بڑا پانی کا چشمہ نکلتا ہے جس پانی سے موضع دیوال اور منگوال کے مکین مستفید ہوتے ہیں ۔شاہ بجھوٹ کے مقام پر کسی دور میں بہت بڑا قلعہ تھا جس کے اندر ایک کنواں تھا قلعہ کی دیواروں اور بڑے دروازے کے نشانات اب تک موجود ہیں۔ محکمہ آثار قدیمہ اگر اس طرف توجہ کرے تو اس کو بہت کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ ۱۲

اعوان قوم نے دھکیل باہر کیا اور وادی کے طول و عرض پر قابض ہو گئے اگرچہ وادی کی زمین زرخیز تھی اور ان لوگوں کا سب سے بڑا ذریعہ معاش ہی رہا مگر اعوانوں میں سپاہ گری کا شوق بھی ہمیشہ رہا اور ان میں سے اکثر وادی سے دور جا کر مسلمان سلاطین کے لشکروں میں شامل ہو جاتے تھے اور کفار سے جہاد کرتے تھے جیسے روایات میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ کا حال ملتا ہے۔ یا جالندھر کے اعوان کہتے ہیں کہ وہ جہانگیر کے عہد میں اس کے باغیوں کی سرکوبی کیلئے بھیجے گئے تھے اور وہیں جا کر آباد ہو گئے۔ کاشتکاری اور سپاہ گری تو ذریعہ معاش تھے مگر اعوانوں میں علم کا رجحان بھی ہمیشہ رہا ہے اب تک جو روایات پہنچی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کئی مقامات پر قرآن مجید پڑھانے[1] اور حفظ کرانے کے مدارس قائم تھے۔ اعوانوں نے حفظ قرآن کو بڑا درجہ دیا اور بہت حفاظ پیدا کئے بلکہ کہا جاتا ہے کہ قرأت، تجوید کا علم بھی سکھایا جاتا تھا اس لیئے علاقہ کو جب بھی کبھی اعوان کاری کہا جاتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اصل میں لفظ ''اعوان قاری'' تھا جو یہاں کے قراء کی کثرت کی وجہ سے مشہور ہوا۔

پچھلی صدی کی ابتداء میں موضع انگہ ایک ایسا گاؤں تھا جس کے مدرسہ میں دور دور سے طلباء پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے حتی کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے طالب علمی کے زمانے میں گولڑہ شریف کے گاؤں سے جب اِدھر اُدھر کسی مدرسہ کی تلاش میں نظر دوڑائی تو ان نظر بھی انگہ پر آ کر ٹھہری[2] اور اپنے مبارک قدموں سے انگہ کی سرزمین کو شرف بخشا اور انہوں نے یہاں دینی تعلیم حاصل کی۔ اور آپ کے استاد گرامی کا نام مبارک مولانا سلطان محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ جو کہ حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرید تھے۔ اسی طرح انگہ کی ایک اور مشہور و معروف شخصیت ہے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت قدوۃ العارفین، فخر

---

[1] اب بھی ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ قبلہ استاذی المکرمؒ کی یاد میں اور آپ کے فیضان کو جاری رکھنے کیلئے ایک عالیشان مدرسہ موجود ہے جس میں قرآن مجید کے علاوہ درس نظامی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ ۱۲۔

[2] آج بھی وادی سون میں شائد ہی کوئی ایسا گاؤں یا مسجد ہو جس میں قرآن مجید کی تعلیم نہ دی جاتی ہو۔

العاشقین، فرد المحبوبین، شیخ المشائخ خواجہ زین الحق والدین خواجہ زین الدین رضی اللہ عنہ ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت خواجہ کا آبائی وطن شہر انگہ وادی سون ہے۔ اور آپ نے حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی نور اللہ مرقدہٗ سے ظاہری اور باطنی علوم میں مہارت تامہ حاصل کی اور حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی وظائف اور فیض باطنی سے مستفیض ہوئے۔ آپ کی شادی ملک شاہ نواز کی ہمشیرہ صاحبہ کے ساتھ شہر انگہ میں اپنی اعوان برادری میں ہوئی۔ چونکہ آپ کا تعلق اعوان قوم سے تھا اور آپ حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور وہیں آپ نے وصال فرمایا اور حضرت مولانا محمد علی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ واسعۃ۔

اس طرح جاننا چاہیے کہ شہر انگہ میں بہت بزرگ گزرے ہیں اور شہر انگہ کا قبرستان وادی سون میں سب سے بڑا قبرستان ہے اور اس میں بہت سے اولیاء اللہ مدفون ہیں ایک بزرگ مدفون تھے ایک دوسرے بزرگ فوت ہوئے تو انہیں اس پہلے بزرگ کے قدموں میں دفن کیا گیا اس پہلے بزرگ نے اپنے قدموں کو دوسری طرف پھیر لیا حتی کہ ان کی قبر ابھی تک اسی سمت میں پھری ہوئی موجود ہے۔ کوئی دیکھنا چاہے تو جا کر دیکھ سکتا ہے۔ راقم الحروف نے ان دونوں بزرگوں کے مزارات کی زیارت کی ہے۔ الحمد اللہ

یاد رہے کہ اسی قبرستان میں حضرت سلطان باہو رضی اللہ عنہ کے جد امجد سلطان فتح محمد صاحب اور آپ کی دادی جان، نانا جان اور نانی جان رحمہ اللہ علیہم اجمعین کی قبور بھی ہیں اور حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کے استاذ گرامی مولانا سلطان محمود صاحب رضی اللہ عنہ بھی اسی قبرستان میں محو استراحت ہیں۔ یاد رہے کہ طریقت کے پرانے سلسلوں میں یہاں قدیم طریقہ شاید طریقہ قادریہ تھا حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ طریقہ قادریہ کے شیخ تھے حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کے خلفاء نے طریقہ قادریہ کی اشاعت کی انب شریف کے حضرت سلطان ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس طریقہ کے خلیفہ تھے۔

بھنا کھہ کے سلطان مہدی رحمۃ اللہ تعالیٰ بھی اغلباً قادری سلسلہ سے نسبت رکھتے تھے بعدازاں چھہو شریف کے میاں صاحبان بھی سلطان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ سے خلافتیں حاصل کرتے رہے اور اس طریقہ کے فیض رسان رہے اب تک طریقہ قادریہ کے متوسلین خاصی تعداد میں اس علاقہ میں موجود ہیں ان کے مشائخ و مرجع ارادت حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خانوادہ کے صاحبزادگان و سجادہ نشین ہیں۔

دوسرا طریقہ جو یہاں پھیلا وہ طریقہ نقشبندیہ ہے اب تک اس کا اثر وادی سون کے صوفی منش لوگوں میں موجود ہے یہ دو طرف سے یہاں پہنچا ایک تو حضرت مولانا غلام نبی للہی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ذریعے یہ طریقہ مروج ہوا کھوتکہ (احمد آباد) کے مولوی امام دین کھوتکوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ذریعے یہ حضرت مولوی غلام نبی للہی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مجاز تھے دوسری طرف موسیٰ زئی شریف کے حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خلفاء کے ذریعے طریقہ نقشبندیہ کو یہاں فروغ حاصل ہوا ان کا براہ راست اثر بھی ہوا اور ان کے خلفاء و سادات وندہ شاہ بلاول کے ذریعے بھی لوگ یہ طریقہ اختیار کرنے لگے اب بھی وادی سون میں ان کے خاصے مریدین ہیں لیکن وادی سون میں جس طریقہ کو سب سے زیادہ رسوخ حاصل ہوا وہ طریقہ چشتیہ ہے۔ اس کا اثر بھی دو طرف سے پہنچا ایک تو براہ راست حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلفاء کے ذریعے لوگ ادھر مائل ہوئے خاص طور مکان شریف کی درگاہ کے میاں صاحبان نوشہرہ کے قاضی خاندان کے علماء اور حکماء اور انگہ کے علماء صاحبان ذوق نے اس میں نمایاں کردار ادا کیا دوسری طرف آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ کی خانقاہ تھی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو خواجہ شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ سے خلافت حاصل تھی اور علاقہ کے بہت سے لوگ ان کے ارادت مند ہوئے چنانچہ آج بھی وادی سون میں پورے گاؤں کے گاؤں گولڑہ شریف سے منسلک ہیں مثلاً قبلہ استاذی المکرم مولانا عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑی رحمۃ اللہ تعالیٰ کا پورا گاؤں آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ کا عقیدت مند ہے اسی طرح بدھراڑ، پیل، جابہ، نوشہرہ وغیرہ

کے اکثر لوگ اسی آستانہ سے منسلک ہیں آخر میں یہ بات تسلیم کرنا پڑے گی کہ سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ محمد شمس العارفین رحمۃ اللہ تعالیٰ کے ذریعے پھیلا اس کی مثال نہیں ملتی۔

اعوان قبیلہ کے چند معروف اولیاء اللہ

۱۔ سلطان العارفین برہان العاشقین امام الواصلین حضرت سخی سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

۲۔ حضرت شمس عرفاں حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۳۔ حضرت قدوۃ العارفین، فخر العاشقین، فرد المحبوبین، شیخ المشائخ حضرت خواجہ زین الحق والدین خواجہ زین الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین مکھڈ شریف

۴۔ غوث زماں، قطب دوراں حضرت خواجہ عبدالرحمٰن چھوہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ چھوہر شریف ہری پور ہزارہ۔ مصنف مجموعہ صلوٰۃ الرسول ﷺ۔

۵۔ قطب عالم اعلیٰ حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ بیر بلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز مولانا غلام نبی للہی للہ شریف

۶۔ قطب عالم حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عمر بیربلوی خلیفہ مجاز میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ

۷۔ حضرت کعب زبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ موضع کنڈان ضلع خوشاب

۸۔ حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۹۔ حضرت سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ تعالیٰ ساڑھی والے

۱۰۔ حضرت خواجہ حافظ محمد عظیم رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۱۔ حضرت میاں عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۲۔ حضرت قاضی میاں محمد سبھرالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۳۔ حضرت قاضی میاں احمد نوشہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۴۔ حضرت میاں حفیظ ماہی رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۵۔ حضرت قاضی سلطان محمود ناڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ

۱۶۔حضرت میاں عبدالحمید رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۷۔حضرت شاہ یعقوب رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۸۔حضرت نصیر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۹۔حضرت شاہ شیر محمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۰۔حضرت بابا سجاول رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۱۔حضرت سید محمود شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نزد دربار سلطان مہدی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۲۔حضرت سلطان حاجی احمد رحمہ اللہ تعالیٰ اچھالہ شریف

۲۳۔حافظ رحمت اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ انگہ شریف

۲۴۔حضرت سخی خوشحال رحمہ اللہ تعالیٰ کھبکی

۲۵۔شاہ فتح اللہ ہمدانی رحمہ اللہ تعالیٰ جابہ شریف

۲۶۔حافظ خیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ انگہ شریف

۲۷۔بابا ساوی بیری والے اور حضرت محمد حیات چھنوں والے نوشہرہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما فیض یافتہ میاں وڈا لاہور

ضلع خوشاب کے چند مشہور اولیاء اللہ و علماء کرام کا

حصول برکت کیلئے اجمالی تذکرہ۔

۱۔نور نظر غوث صمدانی عارف ربانی، امام الاولیاء حضرت سخی سید احمد شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، سرکار بادشاہاں، تاریخ پیدائش 1496ء دہلی وصال مبارک 1578ء خوشاب

۲۔نور نظر حضور غوث الثقلین قطب ربانی، سلطان الاولیاء حضرت سخی سید محمود شاہ صاحب رضی اللہ عنہ سرکار بادشاہاں، تاریخ پیدائش 1499ء دہلی، وصال مبارک 1579ء خوشاب

۳۔حضور قطب الکونین مجمع البحرین سلطان العارفین، امام الواصلین حضرت سخی سید معروف شاہ صاحب رضی اللہ عنہ چشتی قادری از اولاد زہد الانبیاء علیہم السلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج

شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تاریخ پیدائش 909ھ بستی چشتیاں، وصال مبارک 10 محرم الحرام 987ھ بمطابق 8 مارچ 1579ء موضع کھر ولیاں نزد خوشاب موجودہ دربار شریف خوشاب شہر

۴۔حضرت حافظ فتح محمد نوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر خلفیہ مجاز بڑے میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور

۵۔پیر سید جعفر حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۶۔بابا حافظ محمد دیوان رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۷۔بابا نواب صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۸۔سید شاہ شہزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۹۔بھیلم شہید رحمۃ اللہ علیہ خوشاب شہر

۱۰۔سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف گھوڑے شاہ خوشاب شہر

۱۱۔حضرت پیر سید جندوڈا شاہ رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ شمس العارفین سیالوی آستانہ عالیہ وڑچھہ شریف

۱۲۔حضرت پیر حیدر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ جبی شریف خلیفہ مجاز آستانہ تونسہ شریف

۱۳۔حضرت خواجہ صوفی محمد علی رحمۃ اللہ علیہ وادی عزیز شریف خلیفہ مجاز خواجہ صوفی نواب الدین موہری شریف

۱۴۔سید محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ گنجیال شریف

۱۵۔حضرت سید شیر شاہ مست مزملی رحمۃ اللہ علیہ شاہ والا شمالی

۱۶۔حضرت خواجہ فقیر سلطان علی نقشبندی مجددی حسنی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ غلام حسن سواگ رحمۃ اللہ علیہ (لیہ) شاہ والا شریف

۱۷۔سید محمد معصوم شاہ رحمۃ اللہ علیہ نزد بندیال شریف

۱۸۔فقیر احمد دین مزملی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز سید شیر شاہ رحمۃ اللہ علیہ آستانہ عالیہ اترا شریف

۱۹۔حضرت بابا جمالی رحمۃ اللہ علیہ گروٹ شہر

۲۰۔ حضرت علی قتال رحمۃ اللہ علیہ ٹبہ قائم دین

۲۱۔ حضرت بابا سیدن شاہ رحمۃ اللہ علیہ نور پور تھل

۲۲۔ سیاح الحرمین شریفین بابا جی سید طاہر حسین شاہ صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ جوہر آباد

۲۳۔ حضرت میاں علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ تاجدار چھبر شریف خلیفہ مجاز حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

۲۴۔ حضرت میاں رکن دین رحمۃ اللہ علیہ چھبر شریف

۲۵۔ حضرت میاں محمد مقبول دین رحمۃ اللہ علیہ چھبر شریف

۲۶۔ حضرت مولانا سلطان اعظم رحمۃ اللہ علیہ چھبر شریف

۲۷۔ حضرت میاں غلام نبی رحمۃ اللہ علیہ چھبر شریف

۲۸۔ حضرت میاں سلطان محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ چھبر شریف

۲۹۔ پیر سید ولایت شاہ رحمۃ اللہ علیہ نوشہرہ فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۰۔ حضرت سید چانن شاہ رحمۃ اللہ علیہ بمقام جابہ نوشہرہ فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۱۔ حضرت سید صدیق شاہ رحمۃ اللہ علیہ منگوال خوشاب فیض یافتہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۳۲۔ سلطان الحفاظ حضرت حافظ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کٹھہ سگھر ال

۳۳۔ حضرت سلطان فتح محمد رحمۃ اللہ علیہ جد امجد سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ

۳۴۔ حضرت حیات المیر رحمۃ اللہ علیہ بمقام کلیال شریف (بیٹھک)

۳۵۔ حضرت میاں لال لکھی رحمۃ اللہ علیہ بمقام ملوال

۳۶۔ پیر سید اجمل شاہ رحمۃ اللہ علیہ ناڑی

۳۷۔ حضرت خواجہ محمد عظیم عرف حضرت میاں بوندی[1] رحمۃ اللہ علیہ نلی

۳۸۔ حضرت سلطان مخدوم مٹھہ رحمۃ اللہ علیہ کٹھہ سگھر ال

۳۹۔ حضرت خواجہ پیر صدرالدین نوری حضوری رحمۃ اللہ علیہ المعروف پیر خواجہ نوری پیل

۴۰۔ حضرت بابا پیر فضل دین رحمۃ اللہ علیہ کچر شریف نزد پیل

۴۱۔ حضرت میاں بگھو رحمۃ اللہ علیہ پیل

۴۲۔ حضرت پیر بچھا[2] رحمۃ اللہ علیہ پیل

۴۳۔ حضرت بابا محمد شاہ کروڑوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز خواجہ محمد عثمان وڑچھ شریف (پدھراڑ)

۱۔ حضرت میاں بوندی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ موضع نلی کے مشہور بزرگ تھے ایک مرتبہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دوران سفر سیال شریف علاقہ سون کوہستان نمک میں بھی تشریف لے گئے۔ وہاں بے شمار لوگ جمع ہوئے حضرت میاں بوندیؒ جو خود مرجع خلائق تھے اپنے گوشہ تنہائی سے نکل کر آپ کی پیشوائی کیلئے تشریف لائے ایک بانس پر کپڑا باندھ کر بطور علم ہاتھ میں لے رکھا تھا اور حضور قبلہ عالمؒ کی سواری کے جلوس سے آگے آگے نعرے لگا رہے تھے کہ "لوگوں جہان دا پیر آیا نے"۔ یعنی اے لوگو! تمام عالم کا پیر آ رہا ہے۔ میاں بوندیؒ مجذوب کا حضور قبلہ عالمؒ کے نام خط۔ سیال شریف کے قیام کے دوران ایک دفعہ ایک شخص حضرت میاں بوندی صاحب کا ایک خط حضور قبلہ عالمؒ کی خدمت میں لایا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو اس کاغذ پر ایک کوئلہ سے چند ٹیڑھی سیدھی لکیریں ڈالی ہوئی تھیں۔ بعض خدام نے عرض کی کہ حضرت یہ تو لکیریں سی پڑی ہوئی ہیں فرمایا اس تحریر کو پڑھنے کیلئے نور عرفان کی ضرورت ہے۔ پھر خط لانے والے شخص سے فرمایا کہ تم لوگ فقیروں کے پاس اس لئے جاتے ہو کہ کسی خوبصورت عورت کا خاوند مر جائے یا اسے طلاق ہو جائے اور تم اسے اپنی بیوی بنا لو۔ وہ رو پڑا اور کہنے لگا حضرت عشق نے دیوانہ کر رکھا ہے۔

۲۔ قبلہ استاذی المکرمؒ فرماتے تھے کہ یہ تین بزرگ ۱۔ پیر بچھا صاحب، ۲۔ پیر کرم شاہ صاحب پیر کھارا والے، ۳۔ بابا ساڑھی والے نزد چینجی یہ تینوں بزرگ ایک زمانے میں ہوئے ہیں یہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے اور انہوں نے آپس میں یہ کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ایک ایک دعا مانگتے ہیں کہ ہمارے دنیا سے جانے کے بعد مخلوق خدا کو فائدہ ہو اور ان تینوں بزرگوں نے دعائیں مانگیں، ۱۔ پیر بچھا صاحب نے یہ دعا مانگی کہ جس کے جسم پر پھنسیاں پھوڑے یعنی اگر کوئی گلے سڑے ہوئے جسم والا بھی آئے اور میرے چشمے پر نہائے گا تو وہ درست ہو کر واپس جائیگا۔ اور آپ کا یہ فیض آج تک جاری ہے۔ یاد رہے کہ پیر بچھا صاحب کا چشمہ کچر شریف نزد پیل میں ہے۔ اور آپ کا مزار شریف پیل اور پدھراڑ کے درمیان ایک جگہ ہے جس کا نام "مقام" ہے وہاں قبرستان میں موجود ہے۔ ۲۔ بابا ساڑھی والی سرکار نے یہ دعا مانگی تھی کہ جس کے جسم میں ہوا کا درد ہو وہ میرے دربار شریف میں حاضر ہو کر سلام کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شفاء دے گا انؒ کا بھی یہ فیض رواں دواں ہے۔ ۳۔ تیسرے بزرگ یعنی پیر کرم شاہ صاحب پیر کھارا والے انہوں نے کہا تھا کہ جس کے گردے میں لکری، پتھری وغیرہ ہوگی وہ میرے چشمے پر آ کر نہائے اور اس سے پانی پیے اور سلام کرے تو اللہ تعالیٰ اسؒ کو شفاء عطاء فرمائے گا۔ ان تینوں بزرگوں کا فیض اب تک جاری ہے۔ اور مخلوق خدا ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔ ۱۲

۴۴۔ حضرت پیر کبیر[1] رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آباد) داخلی پدھراڑ

۴۵۔ حضرت بالا پیر رحمۃ اللہ علیہ ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آباد) داخلی پدھراڑ

۴۶۔ حضرت بابا بھڑے والی سرکار[2] رحمۃ اللہ علیہ نزد ڈھیری داخلی پدھراڑ

۴۷۔ حضرت بابا شاہ بجھوٹ[3] رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ، پیر کبیر علیؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ میرے خیال میں یہ کسی تابعی علیہ الرحمۃ کا مزار ہے اور ان کا شمار کاملین میں ہوتا ہے اور اکثر لوگوں نے دیکھا ہے کہ جمعرات و جمعہ کی درمیانی شب شیر آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرمؒ کا معمول تھا کہ آپ نماز عصر کے بعد سورۃ یٰسین و سورۃ ملک پڑھ کر ان کے مزار شریف پر فاتحہ پڑھتے۔ یہ بزرگ بہت جلالی تھے تقریباً ۲،۳ میل دور سے جوتے پہن کر اپنے مزار کے قریب سے نہیں گزرنے دیتے تھے۔ ایک بزرگ بالا پیر علیہ الرحمۃ گھوڑے پر سوار ہو کر ڈھوک دھمن کی طرف جا رہے تھے جب آپ موضع ڈھیری پہنچے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ آپ گھوڑے سے اتر جائیں اور اپنے جوتے بھی اتار لیں کیونکہ پیر کبیر صاحب جوتے پہن کر اپنی حدود سے نہیں گزرنے دیتے لیکن بالا پیر علیہ الرحمۃ نے سنی ان سنی کر دی۔ جب آپ پیر کبیرؒ کی مرقد کے نزدیک پہنچے تو آپ گھوڑے سے گر گئے اور روح قفس عنصری سے پرواز کرنے لگی تو آپؒ نے فرمایا کہ میرا کام تو پیر کبیر صاحبؒ نے کر دیا ہے لیکن اب تم ان کے احاطے میں جوتے پہن کر گزرتے رہو تمہیں یہ کچھ نہیں کہیں گے۔ جب بالا پیر علیہ الرحمۃ فوت ہو گئے تو ان کو موضع دھمن ہی میں دفن کیا گیا اور ان کے گھوڑے کو بھی وہیں دفن کر دیا گیا پیر کبیر صاحبؒ کا مزار ڈھوک دھمن کے قبرستان میں چار دیواری کے احاطہ میں موجود ہے۔

۲۔ حضرت بابا بھڑے والی سرکار علیہ الرحمۃ نزد ڈھیری داخلی پدھراڑ جن لوگوں کو ہوا کا درد ہو وہ لوگ ان کے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطاء فرماتا ہے۔

۳۔ ان کا مزار پر انوار دھمن سے تقریباً ۴،۵ کلو میٹر آگے جنگل میں موجود ہے اور آپ کے مزار کے نزدیک پانی کا ایک بہت بڑا چشمہ شیریں ابل رہا ہے جس کے پانی سے موضع دیئوال و منگوال کے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اور آپ کے مزار کے نزدیک ایک بہت بڑا قلعہ موجود تھا جس کے آثار ابھی تک موجود ہیں اکثر لوگ آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں۔ علاوہ ازیں بہت سے بزرگان دین علیہم الرحمۃ مستور الحال ہیں جن کا ہمیں علم نہیں وگرنہ وادی سون میں شاید ہی کوئی ایسا گاؤں ہو جس میں اولیاء اللہ میں سے کسی کا مزار نہ ہو اگر ضلع خوشاب کو ثانی مدینۃ الاولیاء کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ الحمد للہ حمداً والشکر للہ شکراً

اب بندہ ضلع خوشاب کے مشہور و بلند پایہ علماء کرام کا ذکر خیر کرنے کی سعی کرتا ہے۔

☆۔ حضرت مولانا سلطان محمود صاحب نامی چشتی مکھڈویؒ بندیال شریف

بندہ ان کا ذکر خیر کچھ تفصیل کے ساتھ قارئین کی نظر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ہمارے اساتذہ میں سے ہیں کیونکہ مولانا یار محمد بندیالویؒ مولانا محمد امیر دامانیؒ کے شاگرد رشید ہیں اور مولانا محمد امیر دامانیؒ (مصنف قانونچہ محمد امیری) یہ مولانا سلطان محمود صاحب نامیؒ کے شاگرد ہیں بندہ ان کا ذکر اس لیئے بھی کرتا ہے کہ آپ اہلسنت و جماعت کے اکابر علماء میں سے تھے جبکہ ان کی اولاد مذہب حقہ اہلسنت و جماعت کو چھوڑ کر دیو بندیت کا راستہ اختیار کر گئی ہے اور ان کے مزار پر انوار کی بے حرمتی میں پس ماندگان نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ بندۂ ناچیز اکثر آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہوتا ہے۔ اور مزار کی حالت دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ مولانا سلطان محمود صاحب نامیؒ کے متعلق تذکرۃ الصدیقین ملاحظہ فرمائیں، راقم اثم نے شیخ عبداللہ خادم حضرت پیر و مرشدم سے سنا کہ مولوی سلطان محمود صاحب ساکن بندیال عرف نامی جو کہ حضرت زینت الاولیاء خواجہ زین الحق والدین مکھڈویؒ کے خاص غلاموں میں سے تھے۔ ایک دفعہ جب مکھڈ شریف تشریف لائے تو نماز عشاء کے بعد میرے حجرے میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میں تجھ سے بطور مشورہ ایک بات پوچھتا ہوں میں نے عرض کی فرمایئے۔ فرمانے لگے ایک سال حضرت کے زمانہ میں میں نے بھینس خریدی چونکہ میرے گھر میں گھی رکھنے کا برتن نہیں تھا ایک ہندو سے چمڑے کا (کُپّا) عاریت کے طور پر لیا کہ گھی فروخت کر کے (کُپّا) خالی واپس کر دیں گے۔ ہندو نے کہا کہ اگر (کُپّا) سالم ہوا تو لے لوں گا ورنہ اس کی رقم لوں گا۔ اس کی رقم سولہ روپے تھی۔ میں نے یہ شرط منظور کر لی۔ اتفاقاً جب گھی اس میں ڈالا گیا تو طلباء کو میں نے کہا کہ اس کُپّا کو یہاں سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھ دو۔ ان کی بے احتیاطی سے رکھتے وقت چوٹ لگ گئی اور کُپّا ٹیڑھا ہو گیا

ہندو کو اس بات کا پتا چل گیا اور اس نے رقم کا مطالبہ شروع کر دیا۔ مجھے رقم کا دینا بہت بوجھل معلوم ہوا، مجھے اور کوئی صورت نظر نہ آئی میں گھر سے روانہ ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صاحبؒ نے پوچھا آپ اس موقع پر کیسے آ گئے ہیں میں نے اپنا ماجرا عرض کیا۔ حضرتؒ صاحب نے سن کر خاموشی اختیار فرمائی کچھ وقت کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ مولوی صاحب گھر جاؤ طلباء کے اسباق ضائع ہو رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ جس حاجت کیلئے میں حاضر ہوا ہوں اس کے متعلق حضرت نے کوئی ارشاد نہیں فرمایا یہ سن کر حضرت صاحب خاموش ہو گئے۔ اسی طرح چند دفعہ حضرت صاحبؒ نے یہی ارشاد فرمایا اور میں نے جواباً یہی عرض کیا اور حضرت صاحبؒ نے خاموشی فرمائی آخر چند دفعہ کے بعد حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ کُپّا کو چھت کے ساتھ لٹکا دو میں اسی وقت قدم بوسی کر کے واپس ہوا اور گھر پہنچ کر حسب فرمان کُپّا کو چھت سے لٹکا دیا۔ اس کے بعد ہندو نے رقم کا مطالبہ بند کر دیا۔ اس نے کبھی یاد بھی نہیں کیا کہ میرا کُپّا تھا یا میں نے رقم لینی تھی چنانچہ وہ کُپّا ابھی تک ہمارے گھر میں لٹکا ہوا ہے اور اب وہ ہندو مردار ہو گیا ہے۔ اب میں یہ مشورہ تجھ سے کرتا ہوں کہ اب وہ کُپّا لٹکا رہے یا اتار لیں۔ شیخ صاحب مذکور کہتے تھے کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ آپ خود نہ اتاریں اگر خود بخود گر جائے تو خیر ہے۔

حضرت مولانا سلطان محمد نامی رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے اچھے شاعر اور تاریخ مادہ ہائے وصال نکالنے پر آپ کو بڑی مہارت تھی چنانچہ مکھڈ شریف میں قبور پر جو مادہ ہائے وصال تختیوں پر مرقوم ہیں وہ آپ ہی کا اخراج کنندہ ہے آپ کا نام سلطان محمود ہے اور نامی آپ کا تخلص ہے۔ آپ کی شاعری کا نمونہ آپ نے مرشد گرامیؒ کی شان میں جو کلام لکھا ہے وہ قارئین کی نظر کیا جاتا ہے جس سے آپ کی اپنے مرشد سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔

غزل اول

جانم بہ لب رسید بجاناں خبر کنید — زیں جان زار بدر مال خبر کنید

در طوق بند گیش چوقمری مطوقم — ہر بار پیش سرو خراماں خبر کنید

شد مدت کہ بدرد نامیؔ مجاورم — از حال شفتہ گوش بسلطان خبر کنید

دوم

ز جان خود پئے جاناں کبابے کردہ ام پیدا — بجام پردۂ دل خوں شرابے کردہ ام پیدا

بچشم من و مادم چوں خیال یار می آید — بپا شوئیش از چشم گلابے کردہ ام پیدا

بجانم بوئے زلفش گر بدست آید خریدارم — دو عالم را بیک دیدن نصابے کردہ ام پیدا

پئے پنہانی گنج خیال روئے جانانم — دل پرورده مغموم خرابے کردہ ام پیدا

ز مہر شمع روئے او کہ مہ پروانہ می دارد — بجان پرتف و پرتاب تابے کردہ ام پیدا

زمن پرسید نامی کز کجائی و کدام ہستی — غلام شاہ زین الدین جوابے کردہ ام پیدا

سوئم (ہندی غزل)

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

یار یاراں وچ رل مل باہندے☆سوہنڑے یار نظر نیں آندے

ویکھن کارن دل ترساندے☆عشق سڑے غم لڈیاں میں

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

عشق ماہی دا شیر چوپیتا☆سرمیڈے تے حملہ کیتا

ماس کھادا تن لہو پیتا☆ہن رہیاں مٹھ ہڈیاں میں

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

کوجھی کملی تے بد رگیاں☆سوہنا پیر تیڈے لڑ لگیاں

آپے دیویں توں اسرگیاں☆ہن وسار کیوں چھڈیاں میں

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

نام نامؔی دا راگ جوگاواں☆تیڈے نام دا ورد کماواں

لیکھے نام تے من پرچاواں☆تیڈے ناویں سڈیاں میں

سنیو وے لوگو! ایہہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مرتبہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب ملک عالم شیر بندیال کا وصال ہوا تو انہیں دفنانے کیلئے ونجھارا نزد بندیال لے جایا گیا ان کے جنازے میں مولانا سلطان محمود صاحب بھی حاضر تھے ان کے لواحقین نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ ملک صاحب کی مادہ ہائے وصال نکال دیجئے تو مولانا سلطان محمود صاحب نے کھڑے کھڑے فی البدیہ ارشاد فرمایا۔

شد بسوئے ونجھارا عالم شیر

گفت نامی دوبارہ عالم شیر

یعنی اگر عالم شیر کے دو دفعہ عدد نکالے جائیں تو یہی ان کا تاریخ وصال بنتا ہے۔

فرمودہ استاذ العلماء حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑویؒ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے تھے کہ مولانا سلطان محمود نامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو میں مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ، مولانا رومیؒ اور عارف سعدیؒ کا ہم پلہ کہوں تو بے جانہ

ہوگا لیکن ان کے بعد اگر کسی کا مرتبہ ہے تو یہ مولانا سلطان محمود نامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

گل گلستان مولانا سلطان محمود نامی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا سلطان محمود نامی چشتی مکھڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ بلند پایہ عالم دین تھے اور آپ کے شاگردوں کا حلقہ بڑا وسیع تھا بندہ ان میں سے چند ایک کے نام بطور تبرک ذکر کرتا ہے۔

۱۔ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بندیال شریف ضلع خوشاب

۲۔ شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ بہاولپور

۳۔ حضرت علامہ محمد امیر دامانی رحمہ اللہ تعالیٰ (مصنف قانونچہ محمد امیری)

۴۔ حضرت خواجہ فقیر محمد امین رحمہ اللہ تعالیٰ (والد گرامی فقیر سلطان علیؒ شاہ والاشالی)

۵۔ حضرت علامہ غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ پپلاں شریف ضلع میانوالی

۶۔ حضرت علامہ مولانا احمد خان رحمہ اللہ تعالیٰ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

۷۔ حضرت علامہ مولانا مہر محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ ثمہ چوکنڈوی (مدفون اچھرہ لاہور)

☆۔ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

فقیہ العصرؒ کے حالات وواقعات اسی کتاب میں بیان ہو چکے ہیں۔

☆۔ حضرت علامہ مولانا مفتی نور محمد کھیڑا آف گروٹ

یہ مفتی صاحب اپنے دور کے بہت بڑے اجل عالم دین ہو گزرے ہیں۔ یہی مفتی صاحب کتابیں لے کر حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ اقدس میں قوالی پر مناظرہ کرنے کیلئے تشریف لے گئے انہی کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے حضور پیر سیالؒ نے سازوں کے ساتھ اپنے آستانے پر قوالی کرنے سے منع فرمادیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی شان جو اہل علم کی قدر اس طرح کرتے ہیں۔

☆۔ فاضل محقق حضرت مولانا فتح دین از برانصاری الحنفی القادریؒ خوشاب شہر

آپ حکیم میاں غلام محمدؒ کے ہاں 1291ھ بمطابق 1874ء ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب حضرت اسید بن حضیر القاری الصحابی رضی اللہ عنہما سے ملتا ہے۔ابتدائی تعلیم خوشاب میں حاصل کی۔منشی فاضل کا امتحان دیا پھر موراں والی مسجد لاہور میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے بعدازاں حیدرآباد دکن جاکر مولانا انوار الحق رحمہ اللہ تعالیٰ سے معقول ومنقول کی تعلیم حاصل کی انہوں نے آپ کی قابلیت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کر دیا مزید تعلیم کیلئے جامعۃ الازہر مصر بھی گئے۔سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہٗ العزیز بغداد شریف سے بیعت ہوئے۔اور سلوک قادریہ کی منازل طے کر کے اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے آپ متبحر عالم دین، حق گو اور کثیر التصانیف بزرگ تھے آپ کی اکثر و بیشتر تصانیف حیدرآباد دکن سے شائع ہوئیں۔چند تصانیف کے نام یہ ہیں۔

۱۔ مقدمہ تفسیر روح الایمان (مطبوعہ امرتسر)

۲۔ تفسیر روح الاریمان فی تشریح آیت القرآن (مطبوعہ حیدرآباد دکن)

۳۔ الواقعۃ الاسلامیہ (مطبوعہ کانپور)

۴۔ شرح ترکیب دیباچہ گلستان مع حواشی مفیدہ (مطبوعہ لاہور)

۵۔ کتاب العطایا علم میراث (مطبوعہ)

۶۔ خزینۃ المیراث علم میراث (مطبوعہ)

۷۔ نقشہ انوار الفرائض علم میراث (مطبوعہ)

۸۔ صفوۃ المصادر العربیہ المعروف صرف ازبریہ قلمی

۹۔ کتاب الصرف المعروف صرف کبیر قلمی

۱۰۔ شجرہ ولایۃ الشہداء (مطبوعہ)

۱۱۔ ترجمہ وحاشیہ دلائل الخیرات

۱۲۔ رسالہ مفتاح الدلائل (مطبوعہ)

۱۳۔ قرار الانوار ومرادۃ الاسرار (عملیات) مطبوعہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ نہایت ہی وسعت پذیر تھا جن میں سے صرف دو کے نام معلوم ہوسکیں ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا سید امیر اجمیری علوی قدس سرہٗ العزیز چھپڑ شریف

۲۔ مولوی غلام مرشد دیوبندی

آپ کے چند خلفاء:۔

۱۔ حضرت مولانا پیر سید محمد صدیق شاہ صاحبؒ ساکن ڈیرہ غازی خان

۲۔ حضرت مولانا پیر سید امیر اجمیری علویؒ چھپڑ شریف

وصال:۔

1936ء کو مولانا فتح دین ازبر قدس سرہٗ العزیز کا وصال ہوا آپؒ کا مزار شریف خوشاب شہر میں مسجد حافظ خان محمد کے شمالی جانب چاردیواری میں محفوظ ہے۔

☆۔ حضرت علامہ حافظ سلطان محمود انگوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ یکے از استاذی گرامی حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ۔

آپ کی بیعت حضرت خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی قدس سرہٗ العزیز سے تھی آپ سال میں کئی مرتبہ سیال شریف اپنے پیرومرشد کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے۔سیال شریف انگہ سے 22 کوس کے فاصلہ پر دریائے جہلم کے شرقی کنارے پر واقع ہے۔راستے میں کئی مقامات پر قیام فرماتے اور درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ استاد صاحبؒ کے ساتھ سیال شریف تشریف لے جاتے اور اعلیٰ حضرت سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے تھے آخر حضور قبلہ عالم گولڑویؒ نے سلسلہ چشتیہ میں آپ ہی سے بیعت کی یاد رہے کہ حضور قبلہ عالم تقریباً اڑھائی سال انگہ میں زیرِ تعلیم

رہے اس کے بعد آپ دورہ حدیث شریف اور منتہی کتابیں پڑھنے کیلئے ہندوستان تشریف لے گئے جب آپ ہندوستان سے علوم عقلیہ ونقلیہ سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت خواجہ محمد شمس الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سے مجاز ہوئے تو ایک مرتبہ عرس سیال شریف کے موقع پر مولانا سلطان محمودؒ نے آپ کو انگہ چلنے کی دعوت دی چنانچہ عرس شریف کے بعد آپ گھوڑے پر سوار استاد صاحب کے ہمراہ انگہ روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک مقام پر استاد صاحب اپنے گھوڑے سے اترے اور پیادہ پا ہو کر حضرت کے گھوڑے کے آگے دوڑنے لگے اور آپ کو تاکید اً سوار رہنے کا حکم دیا کہ اگر اس کے خلاف کیا تو حق شاگردی کے خلاف تصور کروں گا۔ حضرت فرماتے تھے کہ میں سخت شرمندہ تھا مگر "قہر درویش بر جان درویش"، تعمیل حکم کی۔ آخر کچھ فاصلہ اسی طرح طے کرنے کے بعد حضرت کے استاذ صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ ایک دفعہ اثنائے سفر سیال شریف اسی مقام پر یہی مسافت آپ نے میرے گھوڑے کے آگے دوڑ کر طے کی تھی جس کا میرے دل پر سخت بوجھ تھا اور میں اسے بے ادبی محسوس کرتا رہا۔ الحمد للہ! کہ آج اس کی تلافی ہو گئی ہے۔ پھر انگہ شریف پہنچ کر استاذ صاحب نے احادیث صحاح ستہ کی تمام کتب کے چیدہ چیدہ حصے سنا کر حضرت سے اجازت حدیث حاصل کی اور آپ کے حسب ارشاد تازیست حدیث شریف ہی پڑھاتے رہے اور منطق ومعقول کی تدریس ترک کر دی۔ آپ کا مزار پر انوار انگہ کے مشہور قبرستان میں مرجع خلائق ہے۔

☆۔ حضرت مولانا سید امیر چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ

آپ بچپن ہی میں اجمیر شریف چلے گئے وہیں تحصیل علوم کیا اور واپس وطن تشریف لائے مگر پھر اجمیر شریف چلے گئے وہاں آپ کا قیام حضرت خواجہ خواجگان خواجہ محمد معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف کے سامنے نظام دکن حیدر آباد کی تعمیر کردہ مسجد میں ہوتا تھا آپ نے بے شمار رسائل تصنیف فرمائے وہاں آپ کے مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت خواجہ اجمیری کے دربار کے متولی حضرت دیوان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عصر

کی نماز پڑھ کر آپ کے پاس تشریف لاتے تھے تقسیم ہند کے بعد وطن واپس تشریف لائے پہلے اپنے آبائی گاؤں چھپھر شریف بعد ازاں لاری اڈا خوشاب پر مسجد تعمیر فرمائی آخری عمر میں بالکل خاموشی اختیار فرمالی وصال چھپھر شریف میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں جن میں سے محدث اعظم پاکستان مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری چشتی نور اللہ مرقدہٗ فیصل آباد، اور امام النحو مولانا غلام جیلانی میرٹھیؒ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

☆۔ حضرت مولانا سلطان اعظم نور اللہ مرقدہٗ چھپھر شریف

آپ بھی اپنے دور کے اجل فاضل ہو گزرے ہیں آپ حضرت سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ ارادت میں شامل تھے اور آپ کو حضور سلطان باہوؒ کی حضوری حاصل تھی آپ کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا جن میں حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور سلطان الحفاظ حافظ خان محمد[1] رحمہ اللہ تعالیٰ کٹھہ سگھرال کے نام نمایاں ہیں۔

ایک دفعہ مولانا سلطان اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضور سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے دربار شریف پر حاضر ہوئے وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی حضرت سلطان باہوؒ کی قبر کو سجدہ کر رہا تھا تو حضور سلطان باہوؒ نے قبر سے مولانا سلطان اعظم صاحبؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سلطان اعظمؒ اس کو منع کیوں نہیں کرتے؟ کہ یہ سجدہ کر رہا ہے۔ تو مولانا سلطان اعظم صاحبؒ اس آدمی سے مخاطب ہوئے کہ جن کو تو سجدہ کر رہا ہے وہ تجھے سجدہ سے منع کر رہے ہیں یعنی آپ کا سلطان باہوؒ سے قوی رابطہ تھا۔ آپ کا مزار پر انوار موضع موسی والی نزد پپلاں میں مرجع خلائق ہے۔

☆۔ امام علم وحکمت، بحر العلوم، خاتم المدرسین، جامع معقول ومنقول، مجدد مسلک اہل

---

[1]۔ یاد رہے کہ حافظ خان محمد صاحبؒ سماع موتی کے منکر تھے جب آپ نے دوران طالب علمی اپنے استاذ گرامی مولانا سلطان اعظم صاحب سے اس مسئلہ یعنی سماع موتی پر گفتگو کی تو آپ کے استاذ گرامی نے چھپھر شریف مسند تدریس پر بیٹھے بیٹھے حضور سلطان باہو علیہ الرحمۃ کی زیارت کرادی جس کے بعد آپ کے شکوک وشبہات دور ہو گئے اور آپ سماع موتی کے قائل ہو گئے۔۱۲

سنت ،محقق دوراں ،تاجدار سلسلہ خیر آبادی ،وارث علوم فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی الحاج
الحافظ العلامۃ الشیخ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ۔

☆۔ فاضل اجل استاذ العلماء والفضلاء مولانا حافظ علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ برادرِ مکرم قبلہ
استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ۔

☆۔ مولانا فتح محمد صاحب چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ 1907ء میں ایک غریب کاشتکار ملک علی
محمد ولد ملک خدایار کے ہاں وادی سون سکیسر تحصیل نوشہرہ ضلع خوشاب موضع منہاواں کی ایک
ذیلی ڈھوک گلی محمد والی میں پیدا ہوئے ۔آپ کا سلسلہ نسب علاقہ سون سکیسر کے قطب شاہی
اعوان خاندانوں سے ہوتا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جا ملتا ہے۔

پیدائش کے کچھ عرصہ بعد والدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا خشک سالی اور قحط کا دور دورہ تھا
آپ کے والد ملک علی محمد اعوان خوشاب میں مزارعہ بننے پر مجبور ہو گئے اپنے بیٹے فتح محمد کو ان کے
ماموں ملک شیر باز صاحب کے پاس ابتدائی تعلیم وتربیت کیلئے چھوڑ دیا ملک شیر باز صاحب
المعروف استاذ شیر باز صاحب ایک فقیر منش اور فنافی اللہ جیسی شخصیت تھے جوانی میں ہی لذت
دنیا سے بے نیاز ہو گئے تھے اپنے بھانجے (فتح محمد صاحب) کو لے کر موضع بوٹہ نزد فتح جنگ چلے
گئے اور وہاں کے درس میں داخل کرا دیا اس وقت بوٹہ میں موضع سبھرال (سون سکیسر) کے ایک
عالم جناب مولوی نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مدرس تھے موضع بوٹہ میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہنے
کے بعد موضع بسال ضلع اٹک میں ایک مشہور مدرسہ میں داخل درس رہے اور اپنے اساتذہ کرام کی
خصوصی توجہ کا مرکز بنے۔علم دین حاصل کرنے کی جستجو آپ فقیہ العصر استاذ کل فی الکل ،بحر العلوم
،شہباز علم وعرفان حضرت علامہ مولانا یار محمد صاحب بندیالوی چشتی صابری خلیفہ مجاز صوفی محمد
حسین الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہما کی صورت میں ایک شفیق استاذ اور روحانی باپ نصیب ہوا اور اپنے
استاذ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خصوصی عنایت اور توجہ کے ہمیشہ مستحق ٹھہرتے درس نظامی کی

مشہور کتب میرایساغوجی ،قطبی میر قطبی ،ملاحسن ،ہدیہ سعیدیہ ،شرح جامی ،مختصر المعانی ،حسامی
،شرح وقایہ کے اسباق مکمل کرنے کے بعد فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی کی اجازت سے عازم
جامعہ عباسیہ بہاولپور ہوئے۔جہاں پر جامعہ کے تمام اساتذہ کے علاوہ شیخ الجامعہ حضرت مولانا
غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی شاگردی کا خصوصی شرف حاصل ہوا اور 1933ء میں
جامعہ عباسیہ سے علامہ بن کر سرفراز ہوئے اور 1935ء میں یونیورسٹی آف پنجاب لاہور سے
مولوی فاضل کا ڈپلومہ حاصل کیا 37-1936 میں تقریباً ایک سال دار العلوم عزیزیہ بھیرہ میں
تدریس کے فرائض انجام دیئے 1937ء سے تقریباً 3 سال اپنے پیرومرشد حضرت پیر مہر علی شاہ
گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے فرزند ارجمند جنید وقت سیدی وسندی حضرت پیر سید غلام محی الدین
شاہ صاحب گیلانی (بابوجی) رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش پر کمسن دیوان غلام قطب الدین صاحب
سجادہ نشین درگاہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ پاکپتن شریف کے مذہبی
اتالیق مقرر ہوئے۔

1959ء میں حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف کی
خواہش پر سید غلام نصیر الدین نصیر گیلانی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ مقرر ہوئے اور آپ کی
تعلیم وتربیت میں تقریباً 14،15 سال مشغول رہے لگاتار تعلیم دیتے رہے سید غلام نصیر الدین
شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے بار بار اپنی تصنیفات میں تعلیم کے مراحل اور اپنے استاذ کے بارے
میں ذکر کیا ہے۔

صاحبزادہ صاحب اپنی تصنیف نام ونسب (طبع اول صفحہ 361) میں لکھتے ہیں راقم
الحروف کے استاذ محترم حضرت علامہ فتح محمد صاحب علیہ الرحمۃ بھی حضرت شیخ الجامعہ کے شاگرد
تھے آپ ایک متبحر عالم دین ،عبادت گزار ،خاموش طبع ،قناعت شعار ،غیور ،بے باک ،حق گو
،نہایت بلند کردار واخلاق کے مالک تھے عام حالات میں شفقت ومحبت کی تصویر مگر امور تربیت
وتدریس میں نہایت سخت گیر انہوں نے میرے سلسلے میں بھی کسی قسم کی رورعایت کا کبھی خیال نہ

کیا اگر کوئی چیز ان کیلئے مرکز توجہ تھی تو بس میری تعلیم و تربیت۔

- خانوادہ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں غلام نصیر الدین نصیر گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کے دونوں بھائی غلام جلال الدین صاحب اور غلام حسام الدین صاحب اور ان کے عم زاد حضرت شاہ عبد الحق گیلانی مدظلہ العالی کے صاحبزادے غلام معین الحق صاحب گیلانی و غلام قطب الحق صاحب گیلانی نے بھی ابتدائی تعلیم اپنی اپنی عمر کے حساب سے مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل کی ہے۔

گلشن اسلام کی صورت میں آپ کی ایک یادگار تالیف موجود ہے جو آپ کے فرزند ارجمند ملک عبد الستار اعوان زیدہ مجدہٗ نے اس کو بڑے خوبصورت انداز میں طبع کرایا ہے جو مارکیٹ میں دستیاب ہے کتاب مطالعہ سے تعلق رکھتی ہے اور ہر خاص و عام کیلئے مفید ہے۔

وصال 26 دسمبر 1969ء یعنی 16 شوال المعظم 1389ھ بروز جمعۃ المبارک علی الصبح طلوع شمس سے ہے۔ جان جان آفریں کے سپرد فرمائی اور اسی روز بعد از نماز جمعۃ المبارک گولڑہ شریف میں ہی نماز جنازہ ادا کی گئی اور درگاہ شریف میں ہی خواصان درگاہ کے قبرستان میں تدفین کی گئی یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا کی تدفین کے آخری وقت تک حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ سرہانے موجود رہے اور وظائف پڑھتے رہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

☆۔ حضرت علامہ صاحبزادہ عزیز احمد قدس سرہٗ العزیز مکان شریف سابق صدر مدرس مدرسہ ضیاء شمس الاسلام سیال شریف

☆۔ حضرت علامہ مفتی عبد الشکور مکان شریف

☆۔ حضرت علامہ قاضی عبد الغفور رحمہ اللہ تعالیٰ پنجہ شریف خلیفہ مجاز اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

☆۔ حضرت علامہ مولانا غلام مرشد مرحوم انگہ شریف سابق خطیب شاہی مسجد لاہور

☆۔ حضرت قاضی حکیم اللہ نوشہرہ

☆۔ حضرت علامہ قاضی میاں احمد نوشہروی نوشہرہ

☆۔ حضرت قاری قمر دین رحمہ اللہ تعالیٰ کورڈھی

☆۔ حضرت مولوی نور دین رحمہ اللہ تعالیٰ کفری

☆۔ حضرت قاضی محمد زمان رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کھبکی

☆۔ حضرت مولانا قطب الدین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اوچھالہ

☆۔ حضرت مولانا عطاء محمد کونڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ خوشاب

شجرۂ نسب:

شجرۂ نسب بابا چراغ عرف چرکھال قطب شاہی اعوان از اولاد امجاد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم

حیاتِ استاذِ العلماء دریک نگاہ

اسم گرامی: ملک العلماء علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالویؒ

والد ماجد: ملک اللہ بخش اعوان مرحوم (رحمہ اللہ تعالیٰ)

تاریخ ولادت: 1334ھ بمطابق 1916ء

مقام پیدائش: پدھراڑ (تحصیل وضلع خوشاب پنجاب)

قوم: اعوان

فرزند ارجمند: صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی زیدہ مجدہٗ

پیرومرشد: حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑویؒ

حضرت پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑویؒ

اساتذہ کرام: حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ (حفظ)

قاضی محمد بشیر وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (فارسی)

فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالویؒ

فاضل اجل حضرت علامہ مولانا الحافظ مہر محمد

اچھروی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت علامہ مولانا غلام محمود پپلانوی چشتی گولڑوی

(مصنف تحفہ سلیمانی ورسالہ نجم الرحمٰن)

حضرت علامہ مولانا محب النبی چشتی گولڑویؒ

حضرت مولانا محمد امیر رحمہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا ولی اللہ (انہی ضلع گجرات)

عرصہ حفظِ قرآن: 3 سال

نامور ہم سبق ساتھی: حضرت علامہ مولانا محمد سعیدؒ (ٹمن ملتان)

خادمِ خاص و آخری شاگرد خدمت گار: مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہٗ

القابات: ملک العلماء، امام المناطقہ، ملک المدرسین، بحر العلوم

استاذ الکل، شیخ العرب، والعجم، جامع المعقول والمنقول

صدر المدرسین، خزینہ علم و عرفان، امام علم و حکمت

مجدد مسلک اہل سنت و جماعت

زمانہ تدریس: تقریباً 10 سال

بیرون ملک سفر: حجاز مقدس (مکۃ المکرمہ، مدینۃ المنورہ، عراق، بغداد شریف)

تدریس کے علاوہ مذہبی و سیاسی خدمات:

رکن اسلامی نظریاتی کونسل، تنظیم المدارس اہلسنت کی نصابی کمیٹی اور مجلس عاملہ کے رکن، جماعت اہلسنت پاکستان کے امیر، جمعیت علماء پاکستان کے سینئر

نائب صدر، تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں مثالی کردار

اوصافِ جمیلہ: بے حد سادہ لباس آپ کی سادگی کی منہ بولتی تصویر، علم و عمل کی زندہ تفسیر، سراپا اخلاص و ایثار، پابند شریعت، محب طریقت سادگی، عاجزی اور انکساری آپ کا اوڑھنا بچھونا نماز

باجماعت ادا کرنا، فنافی الشیخ، محب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ، نہایت خوش اخلاق، ملنسار، متواضع

معمولاتِ زندگی: ظاہر و باطن، جلوت و خلوت، سفر و حضر، طیب و طاہر، شریعت مطہرہ پر پابندی، ہمیشہ سچ بولنا

تصانیف: سیف العطاء، رویت حلال کی شرعی تحقیق، سفر نامہ بغداد، تحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید، تحقیق ایمان ابوطالب، قوال کی شرعی حیثیت، عقیدہ اہلسنت، مسئلہ حاضر و ناظر، اذان سے قبل اور بعد درود شریف کا بیان، دیۃ المراۃ، تحقیق وقت افطار، صرف عطائی، مسئلہ امامتِ کبریٰ، مسئلہ سود، رمضان میں عشاء کے فرض تنہا پڑھنے والا وتر باجماعت ادا کر سکتا ہے، مقالہ درس نظامی کی ضرورت و اہمیت، مقالہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، عورت کی حکمرانی، شان اولیاء، مسلمانوں پر جہاد، مسئلہ سیاہ خضاب، اسلامی نظریاتی کونسل میں لکھے گئے مقالہ جات، مسئلہ فوٹو یعنی تصویر کی شرعی حیثیت۔

نامور تلامذہ:

☆۔ نائب شیخ الاسلام، امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی زیدہ مجدہ (سیال شریف)

☆۔ پیر طریقت علامہ شاہ عبدالحق چشتی گولڑوی مدظلہ العالی (جانشین حضور قبلہ بابوجیؒ گولڑہ شریف)

☆۔ تاج الفقہاء، جانشین فقیہ العصر صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی (بندیال شریف)

☆۔ شارح بخاری حضرت علامہ سید محمود احمد رضویؒ (لاہور)

☆۔ شارح بخاری حضرت علامہ مولانا غلام رسول رضویؒ (فیصل آباد)

☆۔ شارح بخاری و مسلم حضرت مولانا غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔ شیخ الحدیث والتفسیر، ابوالحسنات مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی (سرگودھا)

☆۔ یادگار اسلاف، مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادریؒ (لاہور)

☆۔ شیخ القرآن والحدیث حضرت علامہ مولانا علی احمد سندیلوی مدظلہ العالی (لاہور)

☆۔مفکر اسلام ,حضرت علامہ ڈاکٹر مولانا محمد اشرف آصف جلالی (لاہور)

☆۔ابوالفتح حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش سیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ (واں بھچراں)

☆۔مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رفیق الحسنی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔فخر المدرسین حضرت علامہ شیخ الحدیث مولانا محمد ابراہیم قادری (سکھر سندھ)

☆۔حضرت صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی (بصیر پور اوکاڑہ)

☆۔ابوالخیر حضرت صاحبزادہ محمد زبیر مدظلہ العالی

(سابق ایم این اے صدر جمعیت علمائے پاکستان حیدرآباد سندھ)

☆۔حضرت علامہ مولانا مقصود احمد قادری مدظلہ العالی (سابق خطیب داتا دربار لاہور

☆۔حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری مدظلہ العالی (مردان)

☆۔شیخ الحدیث ,حضرت علامہ مولانا پیر محمد چشتی مدظلہ العالی (پشاور)

☆۔حضرت صاحبزادہ نور سلطان قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ

(اولاد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ)

☆۔حضرت صاحبزادہ معظم سلطان قادری مدظلہ العالی

(اولاد حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمۃ اللہ تعالیٰ)

☆۔حضرت علامہ صاحبزادہ سردار احمد عالم قادری مدظلہ العالی (آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف)

☆۔حضرت علامہ مفتی فضل الرحمٰن چشتی گولڑوی صاحب مدظلہ العالی (پروآ,ڈیرہ اسماعیل خان)

☆۔حضرت مولانا قاری جان محمد مدظلہ العالی (پاکپتن شریف)

☆۔حضرت علامہ مفتی شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی (کراچی)

☆۔وارث علوم استاذ العلماء مولانا غلام محمد تونسوی مدظلہ العالی (تونسہ شریف)

☆۔حضرت علامہ مولانا عطاء محمد متین مدظلہ العالی (واں بھچراں)

حضرت علامہ صاحبزادہ فقیر محمد اسماعیل الحسنی مدظلہ العالی (شاہ والا شالی)

☆۔حضرت علامہ مولانا فقیر عبدالرحمٰن الحسنی مدظلہ العالی (شاہ والا شالی)

☆۔راقم الحروف ناچیز نذر حسین چشتی گولڑوی (پنڈی سید پور تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم)

وہ مدارس جہاں آپ نے علوم وفنون کی تحصیل کی۔

۱۔موضع وسنال ضلع چکوال کا مدرسہ جہاں آپ نے حافظ الٰہی بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ سے حفظ قرآن پاک کیا۔

۲۔جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

۳۔جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور

۴۔موضع انہی ضلع گجرات

۵۔جامعہ نعمانیہ لاہور

۶۔دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

وہ مدارس جامعات جہاں آپ نے مسند تدریس کو زینت بخشی

۱۔جامعہ فتحیہ لاہور 2 سال

۲۔دارالعلوم حزب الاحناف لاہور 1 سال

۳۔مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار 1 سال

۴۔دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف 1 سال

۵۔دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف 8 سال

۶۔وڑچھ شریف 2 سال

۷۔جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن رضا کراچی 3 سال

۸۔مکھڈ شریف 3 سال

۹۔بھکھی شریف 3 سال

۱۰۔جامعہ غوثیہ گولڑہ شریف — 1 سال

۱۱۔جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف (تقریباً) — 25 سال

کل عرصہ تدریس — (تقریباً) نصف صدی

وصال پر ملال: — 4 ذوالقعدہ 1419ھ
بمطابق 21 فروری 1999ء
بروز اتوار بوقت 9 بجے صبح

نماز جنازہ:

22 فروری 1999ء
بروز سوموار 11 بجے دن
ڈھوک دھمن (ڈھوک خیر آباد)
ضلع خوشاب

نماز جنازہ کی امامت:

نائب شیخ الاسلام، امیر شریعت حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی
(سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف سرگودھا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام ونسب: استاذ الکل، ملک المدرسین حضرت مولانا عطاء محمد اعوان رحمہ اللہ تعالیٰ بن اللہ بخش اعوان بن غلام محمد اعوان بن محمد چراغ اعوان

ولادت باسعادت: آپ کی ولادت باسعادت 1916ء موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں ہوئی۔

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے عالم وحافظ ہونے کی بشارت:

بشارت پیر محمد شاہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ (پدھراڑ)

یہ بزرگ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فرد فرید ہیں اور ان کا مزارِ پرانوار موضع پدھراڑ ضلع خوشاب میں مرجع خلائق ہے۔ راقم الحروف کو قبلہ استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ سنایا کہ میرے والدِ گرامی ملک اللہ بخش اعوان اور ان کے کچھ احباب جن میں ملک محمد خان اور بابا کرم فقیر شامل ہیں یہ حضرات عموماً رات کے وقت قبلہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے اور ان تینوں حضرات نے قرآن مجید ناظرہ پڑھا ہوا تھا لیکن کروڑوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے والد گرامی کو حافظ صاحب کہہ کر بلایا کرتے تھے دوسرے ساتھیوں نے ایک دن عرض کی حضور ہم نے بھی قرآن مجید ملک اللہ بخش کی طرح ناظرہ پڑھا ہوا ہے لیکن آپ ان کو حافظ صاحب کہہ کر کیوں بلاتے ہیں تو کروڑوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہاں صرف حافظ نہیں بلکہ عالم بھی پیدا ہونگے۔ اللہ اکبر علواً کبیرا

اولادِ امجاد ملک اللہ بخش اعوان مرحوم

ملک اللہ بخش اعوان مرحوم کے پانچ بیٹے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ا۔ ملک شیر محمد اعوان

۲۔ملک فتح محمد اعوان ۔۳۔ملک غلام محمد اعوان ۔۴۔ملک عطاء محمد اعوان ۔۵۔ملک علی محمد اعوان

آپ کے والد گرامی نے کوشش کی کہ ان کا ہر ایک فرزند حافظ قرآن ہو لیکن ان میں سے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اور فاضل اجل مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ یہ دونوں حافظ قرآن اور بلند پایہ عالم دین ہوئے ہیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان دونوں بھائیوں نے موضع وسنال ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی اور پھر مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب معقول ومنقول اپنے برادرِ اکبر مولانا عطاء محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف قبلہ پیر سید جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف واستاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ گجرانوالہ کے ہمراہ بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا لیکن افسوس کہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے جوانی کے عالم میں وفات پائی جبکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک عالم مستفیض ہوا۔

مختصر تذکرہ علامہ حافظ علی محمدؒ برادر اصغر قبلہ استاذی المکرّمؒ

سن پیدائش 1918ء

مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت وارادت

حضور سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت ہوئے اور آپ کو اپنے مرشد گرامی سے والہانہ پیار تھا چنانچہ جب آپ کے برادر اکبر یعنی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت کی معیت میں 1948ء میں بغداد شریف روانہ ہوئے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے سفر نامہ بغداد میں لکھتے ہیں کہ 27 مارچ 1948ء 15 جمادی الاولیٰ 1367ھ بروز ہفتہ شام آٹھ بجے جب ٹرین لاہور پہنچی رات کو تمام لوگ انہی ریز روڈبوں میں رہے صبح کو زائرین کا اس قدر اجتماع ہوا کہ آپ تک پہنچنا کاردارد خیال کیا جاتا تھا۔ استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اچھرہ والے یعنی مولانا حافظ مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ و برادرم مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور اسٹیشن پر حاضر تھے انہوں نے میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت وقدم بوسی کی سعادت حاصل کی اور آپ کی خصوصی دعاؤں سے مستفیض ہوئے۔

حلیہ مبارک:۔ قد مبارک قدرے لمبا رنگ گندمی جسم مبارک پتلا آپ لباس میں شلوار قمیص اور دستار زیب تن فرماتے۔

طبیعت:۔ آپ بہت خوش اخلاق خوش طبیعت، خوش خلق، شیریں بیاں، خوش الحان، حق گو حق پرست، بڑوں کا ادب کرنے والے، چھوٹوں پر شفقت کرنے والے، والدین کے فرمانبردار، پروقار شخصیت، ایک دلیر عالم دین تھے۔

راقم الحروف آپ کی حق گوئی ودلیری کا ایک واقعہ بیان کرتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ میں اور برادرم علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں موضع پدھراڑ میں ایک جنازہ پڑھنے کیلئے گئے جنازہ پڑھانے کیلئے علاقہ کی معروف شخصیت پیر سید ظہور حسین شاہ صاحب منارہ والے تشریف لائے تو آپ کے ہمراہ آپ کے مریدین کی خاصی تعداد تھی اس سے پہلے آپ نے یعنی ظہور شاہ صاحب نے طلاق کے مسئلے میں ایک فیصلہ صادر فرمایا تھا اور جنازہ میں دونوں فریق حاضر تھے جب آپ جنازہ پڑھانے لگے تو مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا کہ پیر صاحب آپ بے شک قابل احترام ہستی ہیں لیکن جو فیصلہ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ شریعت مصطفیٰ ﷺ کی رو سے غلط ہے آپ کا یہ فرمانا تھا کہ تمام لوگ طیش میں آگئے کہ یہ کون ہے جو پیر صاحب کے فیصلہ کو جھٹلا رہا ہے اسی جنازہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قبیلہ والے لوگ بھی موجود تھے وہ بھی کھڑے ہو گئے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ہمراہ کتابیں لے گئے تھے اور آپ نے فرمایا کہ یہ کتابیں میرے پاس ہیں اگر کسی کو کسی قسم کا اعتراض ہے تو ہم سے بات کریں یہ بہت بڑا معرکہ تھا لیکن بات رفعہ دفعہ ہو گئی اسی مقام پر مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو نظر بد لگ گئی اور آپ گھر تشریف لاتے ہی بیمار ہو گئے اور اسی بیماری میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اسی طرح جب قبلہ استاذی المکرّم 1948ء میں اپنے حضرت کی معیت میں بغداد شریف روانہ ہوئے تو قبلہ استاذی المکرّم خود رقمطراز ہیں فرماتے ہیں:۔ کہ جب سیال شریف سے بارادہ زیارت بغداد شریف گیا تھا تو طلباء کا یہ انتظام کر گیا کہ برادرم علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میری جگہ طلباء کو اسباق پڑھائیں گے ,چونکہ برادرم نے آنے میں تاخیر کی تو سجادہ نشین رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولوی احمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلوایا جو کہ سیال کے متوسلین میں سے تھے جامعہ عباسیہ بہاول پور کے فارغ تھے لیکن جب مولوی احمد بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے طلباء کے اسباق سنے تو معذرت کی میں یہ اسباق نہیں پڑھا سکتا اور مولوی صاحب چلے گئے اس کے بعد

تمام طلباء بھی چلے گئے تو بعد میں جب برادرم علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آئے چونکہ کوئی طالب علم نہ تھا وہ بھی واپس ہو گئے اس وقت مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر تقریباً تیس سال تھی اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے طلباء کے منتہی اسباق ان کے سپرد کر گئے تھے قارئین ان کی قابلیت کا خود اندازہ لگائیں صاحبزادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب فرماتے ہیں کہ مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو مختصر المعانی اور ملاحسن زبانی یاد تھیں۔

اب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی اپنے شاگرد اور برادر اصغر مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی وقار کے متعلق وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں اپنے برادر اصغر اور شاگرد رشید مولانا غلام محمد میاں جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بندیالوی کیلئے علم صرف کی ایک جامع کتاب صرف عطائی منظوم فارسی 1937ء میں تصنیف فرمائی جس میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ان دو شاگردوں کے متعلق یوں رقمطراز ہیں

؎

این قواعد ساختم از بہر دو جان و جگر
عرض کردم نام ایشاں گر تو ہستی با خبر

ترجمہ: یہ قواعد میں نے دو لاڈلوں غلام محمد اور علی محمد کیلئے بنائے اوران کے نام انتساب کیا

؎

اولیں باشد علامت بخت و ثانی درحشر
شافعے باشد محمد ﷺ باز میگویم دگر

ترجمہ: پہلا بخت کی علامت ہو اور دوسرے کے حضرت محمد ﷺ قیامت میں شفاعت فرمانیوالے ہوں

؎

چشم مفتوحت بود بر بخت و زبا کسر
یا محمد ﷺ کن شفاعت ہر کسے را درحشر

ترجمہ: آنکھ کھلی ہوئی ہو بخت پر اور (علی کا لام) کسرہ کے ساتھ۔ اور اے محمد ﷺ آپ قیامت میں ہر کسی کی شفاعت فرمائیے۔

اولیں تلمیز ار شد مہر مرداں بے خطر
ثانیم دانی برادر چوں فرائد پر ہنر

ترجمہ: پہلا ہدایت یافتہ شاگرد ہے (یعنی غلام محمد میاں جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) اور بے خوف مردوں سے ہے دوسرے کو (یعنی علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کو تو بھائی معلوم کر اور وہ موتیوں کی طرح علوم سے پر ہیں۔

نام ایں صرف عطائی خوانی اے مرد خلیل
کن دعا بہر مصنف تاشوی مرد جلیل

ترجمہ: اے عزیز اس کتاب کا نام صرف عطائی ہے اس خدمت کے صلہ میں مصنف کے حق میں دعا کریں۔

نوٹ: یاد رہے کہ یہ کتاب مطبوعہ ہے اور لاہور جامعہ نظامیہ سے دستیاب ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان اشعار میں مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی وقار کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ موتیوں کی طرح علوم سے پر ہیں۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مولانا علی محمد صاحب و قاضی سراج الدین وسنالوی و میاں غلام محمد میاں جی صاحب میرے پاس (رحمہ اللہ) کے اسباق پڑھ رہے تھے ایک دن میں نے کہا کہ کل آپ لوگوں نے خود تقریر کرنی ہے۔ اتفاق سے اگلے دن مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی باری تھی جب آپ نے عبارت پڑھ کر تقریر

کی تو مرحوم نے بعینہٖ وہی تقریر بیان کی جو کہ میں نے کرنی تھی اس بات سے بھی مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قابلیت روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے۔

مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے تمام کتب معقول و منقول اپنے برادر اکبر قبلہ استاذی المکرّم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں اور دورہ حدیث شریف قیام پاکستان سے قبل 1946ء میں پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف و استاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی صاحب گوجرانوالہ کے ہمراہ بریلی شریف میں محدث اعظم پاکستان ابو الفضل مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا۔

ایک دن دوران اسباق مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے محدث اعظم مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسلم شریف کی اس حدیث شریف کی وضاحت طلب کی ۔حدیث شریف مندرجہ ذیل ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم انہ قال والذی نفس محمدٍ بیدہ لا یسمع بی احد من ھذا الامۃ یھودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔
(صحیح مسلم شرح نووی کتاب الایمان صفحہ 253)

مندرجہ ذیل حدیث میں تین اعتراض ہیں۔

۱۔صرفی ۲۔نحوی ۳۔لغوی

۱۔صرفی اعتراض تو یہ ہے کہ لا یَسْمَعُ صیغہ کیا ہے؟ بظاہر تو یہ مضارع منفی کا صیغہ ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۲۔نحوی اعتراض یہ ہے کہ اَحَدٌ ترکیب میں کیا واقعہ ہوا ہے؟ بظاہر یہ یَسْمَعُ کا فاعل ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۳۔لغوی اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف کا جو بظاہر معنی ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنی نہیں

کوئی سنتا مجھے.....الخ

الجواب:۔

نمبر۱۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مضارع منفی نہیں بلکہ یہ مضارع مثبت ہے۔اور لا مشبہ بہ لیس ہے۔

نمبر۲۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احد یہ یسمع کا فاعل نہیں ہے بلکہ احد یہ لا کا اسم ہے

نمبر۳۔اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نفی یسمع پر نہیں آئیگی بلکہ احد پر آئے گی۔

اب معنی ٹھیک ہوگا یعنی نہیں کوئی ایک تجھ میں سے سنتا مجھے.....الخ۔

نوٹ:۔لا مشبہ بہ لیس ہے احد اسم موخر ہےاور یسمع خبر مقدم ہے۔(ففھم فتدبر و) نذر حسین چشتی گولڑوی ۱۲۔

جب مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ سوال کیا تو پھر محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف توجہ فرمائی اور پوچھا کہ آپ نے معقول ومنقول کی کتابیں کہاں پڑھی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تمام کتب معقول ومنقول بمعہ مشکوۃ شریف اپنے برادر اکبر جن کو دنیا امام المناطقہ کے نام سے یاد کرتی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی امام علم وحکمت حضرت علامہ حافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے سے پڑھی ہیں۔تو محدث اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ آپ کے بھائی کس کے شاگرد ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں پھر محدث اعظم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ فقیہ العصر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کس کے شاگرد ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ استاذ کل مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں تو پھر محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ہمارے حضرت صدر شریعت ,بدر طریقت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف (بہار شریعت) فرمایا کرتے تھے کہ ایک پنجابی ہونہار طالب علم تھے جو بڑے ذہین وفطین تھے جو مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نام سے یاد کئے جاتے تھے

۔یادرہے کہ مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت استاذ کل مولانا ہدایت اللہ خان جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے منتہی اسباق پڑھتے تھے۔جب کہ مولانا یار محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسباق متوسط کتب کے تھے یعنی مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مصنف (شہرہ آفاق کتاب بہارِ شریعت)اور فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خلیفہ مجاز حضرت صوفی محمد حسین آلہ آبادی چشتی صابری رحمہ اللہ تعالیٰ یہ حضرات استاد بھائی ہیں بعدازاں حضور محدث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحسین فرمائی اور آپ کو اپنی خصوصی توجہ کا مرکز بنایا۔

جن دنوں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ سیال شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہی دنوں میں مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ عارضہ ٹی بی میں مبتلا ہوئے اور آپ کو ٹی بی ہسپتال سرگودھا میں داخل کروادیا گیا جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ حافظ محمد قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ہوا کہ مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ٹی بی ہسپتال میں زیر علاج ہیں تو آپ گاڑیوں کے ایک بہت بڑے قافلے کی صورت میں عیادت کیلئے سرگودھا تشریف لائے۔اور خصوصی دعاؤں سے نوازا۔

مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم سبق ساتھی۔

۱۔مولانا غلام محمد میاں جی رحمہ اللہ تعالیٰ

۲۔حضرت علامہ قاضی سراج الدین وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔مولانا محمد عبداللہ بن فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ

۴۔مولانا خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ چھپروشریف

مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد۔

آپ کے شاگردوں میں استاذ العلماء,تاج الفقہاء صاحبزادہ علامہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی طال عمرہٗ ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صوفی باصفاء حضرت علامہ

صاحبزادہ مولانا محمد فضل حق صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

الغرض کل من علیھا فان کے وعدہ کے مطابق ملک اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چمن کے یہ مہکتے ہوئے پھول صرف 34 برس اس دنیا میں رہنے کے بعد عید الفطر کے دن عین نماز عید کے وقت 1951ء میں اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رحمۃ اللہ علیہ واسعۃً کاملۃً

ختم ہوا ہستی کا اپنی فسانہ
بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ

ملک اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں علم وحکمت کا یہ چراغ سب سے آخر میں آیا اور سب سے پہلے گل ہو گیا۔اور مرد حق نے زندگی کے قلیل عرصہ میں جو علم کی شمع روشن کی اس کی روشنی آئندہ نسلوں کیلئے مشعل راہ ہے۔

نماز جنازہ۔

اسی دن یعنی عید الفطر کے روز بعد از نماز عصر آپ کی نماز جنازہ آپ کے آبائی گاؤں ڈھوک دھمن (خیر آباد) میں آپ کے برادر اکبر امام علم وحکمت ,بحر العلوم مجدد مسلک اہلسنت الحاج الحافظ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائی اور آپ کو اپنے والدین کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

مرقد پہ تیری رحمت کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ہو

آمدم برسر مطلب

غیبی بشارت۔

قبلہ استاذی المکرم حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پرائمری پاس تھے آپ بہت زیادہ ذہین فطین وخوش نویس تھے آپ کے سکول ماسٹر صاحب نے آپ کے والد صاحب سے کہا کہ آپ اپنے بچے عطاء محمد کو مڈل تک ضرور پڑھائیں اس کے بعد اس کو پٹواری لگوا دینا جبکہ آپ کے والد صاحب کا آپ کو علم دین پڑھانے کا ارادہ تھا آپ کے والد بزرگوار ماسٹر کا مشورہ سن کر اسی سوچ بچار میں تھے کہ اب کیا کیا جائے؟ آپ کے والد صاحب مسلسل تین راتیں خواب میں ایک بزرگ کو دیکھتے ہیں کہ وہ بزرگ اپنے ہاتھ کی انگلیوں پر پانچ سے آٹھ تک گنتی کرتے ہیں اور کہتے ہیں چھ ,سات, آٹھ۔پھر کیا ہوگا؟ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں کہ میں نے اس خواب کے بعد ان کو سکول پڑھانے کا ارادہ ترک کر دیا اور علم دین پڑھانا شروع کر دیا۔

مسافر بزرگ کی آپ کے متعلق بشارت

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد گرامی ملک اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی زمین میں بیلوں کیساتھ ہل چلا رہے تھے کہ ایک مسافر بزرگ آپ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے قریب بیٹھ گئے اتنے میں آپ کے بڑے لڑکے ملک شیر محمد اعوان آپ کیلئے روٹی اور لسی وغیرہ لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے اپنے لڑکے شیر محمد کو کہا کہ یہ روٹی اور لسی مسافر بزرگ کو دے دیں تا کہ وہ تناول فرمائیں اس بزرگ نے کہا کہ آپ ہل روک دیں اور ہم سب مل کر روٹی کھاتے ہیں آپ نے کہا کہ آپ تناول فرمائیں میں بعد میں کھالوں گا آخر اس بزرگ نے اصرار کیا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہوں آخر آپ ان کے ساتھ شریک ہو گئے جب اس مسافر بزرگ نے روٹی تناول فرمالی اور اٹھتے وقت اس بزرگ نے اپنا ہاتھ رانوں پر مارا اور فرمایا کہ تیرے دو فرزند بہت

بڑے عالم دین ہونگے ایک کی عمر زیادہ ہوگی اور دوسرے کی عمر کم ہوگی۔ سبحان اللہ! اس بزرگ کی یہ بشارت بالکل صحیح ثابت ہوئی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر مبارک 83 سال ہوئی جبکہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ تعالیٰ عین جوانی کے عالم میں فوت ہوئے جبکہ آپ کی عمر 34 برس تھی۔

حضور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالویؒ کی دعا استاذ العلماءؒ کے حق میں

استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں موضع پدھڑار میں ایک مرتبہ ایک شرعی فیصلہ کیلئے حضور قبلہ خواجہ پیر محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (آستانہ عالیہ سیال شریف) تشریف لائے میرا اس وقت بچپن کا زمانہ تھا میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے ساتھ لے کر خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک کمرے میں تشریف فرما تھے جب ہم اس کمرے میں داخل ہوئے تو پورا کمرہ آپ کے جلال اور دبدبہ سے بھرپور تھا اور خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حسن کا یہ عالم تھا کہ کوئی شخص آپ کو نگاہ بھر کر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتا تھا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے مجھے قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو علم دین کی سمجھ عطاء فرمائے۔ تو قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے میرے سر پر دست شفقت رکھا اور دعا فرمائی یقیناً یہ انہی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔

استاذ العلماءؒ کے حق میں فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالویؒ کی دعا

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں بندیال میں پڑھتا تھا تو حضرت قبلہ استاذ العلماء فقیہ العصر کو بیماری لاحق ہوئی جس سے آپ کو زبردست تکلیف رہی تقریباً آپ چھ ماہ بستر علالت پر رہے میں صرف آپ کی خدمت کیلئے حاضر رہا آپ نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم نافع عطا فرمائے بندہ طالب علمی کے زمانہ میں پریشان رہتا تھا کہ درس

نظامی میں علوم عالیہ بڑے مشکل ہیں جب کہ پڑھنے کے وقت بصد مشکل سبق سمجھ میں آتا ہے تو بعد از تحصیل کیا ہوگا اس وقت تو سابقہ کتب بالکل بھول جاویں گی لیکن اساتذہ کی دعاؤں کا اثر ہو کر رہا اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل عظیم کیا کہ بلا تکلیف علم نصیب ہو۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

نوٹ: راقم الحروف نے یہ تمام واقعات قبلہ استاذی المکرّم کی زبانی سماعت فرمائے ہیں۔

باقاعدہ دینی تعلیم کا آغاز

پہلی درس گاہ:

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے موضع وسنال (نزد منارہ) ضلع چکوال میں حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ سے تین سال میں قرآن مجید حفظ کیا وسنال میں وہ قدیم درسگاہ ہے جس کی بنیاد قاضی عبد الرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے رکھی وسنالوی صاحبؒ اپنے دور کے بہت بڑے عالم تھے حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علم دین پڑھتے رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید اور بہت بڑے خلفاء میں سے تھے۔ اور قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ بندہ کا خیال ہے کہ قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اعلیٰ حضرت گولڑوی (قدس سرہٗ) کے سب سے پہلے خلیفہ مجاز تھے میں نے خود اپنے حضرت سلطان العارفین محبوب الٰہی سید غلام محی الدین (قدس سرہٗ) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے بھی استاد تھے میں نے حضرت استاذ الاساتذہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قاضی وسنالوی صاحب اتنے ماہر تھے کہ کتاب حمد اللہ اور امور عامہ اور قاضی مبارک وخیالی اس طرح پڑھاتے جیسے کریما پڑھایا جاتا ہے اور قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا لڑکا تھا جس کا نام عبد الکریم رحمہ اللہ تعالیٰ تھا یہ بھی بہت بڑے عالم تھے اعلیحضرت گولڑوی رحمہ

لے کران کوسندِ فراغت لکھ کردی جس کے الفاظ یہ تھے میرے دوست کالڑکااور دوست بھی وہ اللہ تعالیٰ کے راستہ کا دوست ہے میں نے درس نظامی کی کتابوں سے چند سوال کئے اورانہوں نے بڑے اچھے جواب دیئے لہٰذا میں ان کوسند دیتا ہوں۔

نوٹ:۔قاضی محمد عبدالرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ قاضی محمد سراج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ راولپنڈی میں مقیم تھے اور دربارِ عالیہ گولڑہ شریف کی جامع مسجد کی خطیب بھی رہے قاضی وسنالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے سگے نانا تھے اور قاضی سراج الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والدِ ماجد حافظ الٰہی بخش رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ اس فقیر کے حفظ قرآن کے استاد تھے قاضی عبد الرحیم وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے سگے ماموں تھے۔

(انتہائے کلام استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ)

قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار پرانوار موضع وسنال میں مسجد قاضی عبدالکریم کے ساتھ ایک حجرہ میں مرجع خلائق ہے راقم الحروف کو بارہا حاضری کا شرف حاصل ہوا اور جس حجرہ میں قاضی وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار پرانوار ہے اس میں بڑی تعداد میں طلباء قرآن پاک حفظ کرتے تھے اور راقم الحروف نے وسنال کے عمر رسیدہ لوگوں سے سنا ہے کہ وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کی پہلی صف میں صرف حافظ قرآن ہی کھڑے ہوتے تھے اور اسی درسگاہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کریما اور نامِ حق فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا قاضی بشیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں بعدازاں 1933ء میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پیرولایت شاہ ہاشمی رحمہ اللہ تعالیٰ پدھراڑوی جو کہ پیر محمد شاہ کروڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے تھے ان کی وساطت سے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی 1336ھ بمطابق 1947ھ) کی خدمت میں بندیال شریف ضلع خوشاب میں حاضر ہوئے اس وقت فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ منتہی کتابیں پڑھاتے تھے جبکہ ابتدائی کتابیں طلباء ہی پڑھادیا کرتے تھے اور پیرولایت شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی تھی تو شاہ صاحب نے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اگر آپ

خود اس طالب علم کو پڑھائیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں اس کو (وہابیوں کے مدرسہ میں چھوڑ آؤنگا) اس کے جواب میں مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) میں خود اس طالب علم کو پڑھاؤں گا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ منتہی کتب پڑھانے کے باوجود خود مجھے چھوٹی کتابیں پڑھاتے۔فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پندنامہ شیخ عطار شروع کرائی تو ایک ایک شعر کی مکمل تفصیل بیان کرتے۔مثلاً

آں خداوندے کہ ہنگام سحر
کرد قوم لوط را زیر و زبر

تو مکمل لوط علیہ السلام اوران کی قوم کا واقعہ بیان کرتے حتیٰ کہ ہر ایک شعر کی مکمل تفصیل بیان کرتے۔جب فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے پڑھاتے اور تقریر کرتے تو بڑے طلباء ہنستے اور کہتے کہ دیکھو نیک بخت کے تماشے کہ ابتدائی طالب علم کے سامنے اتنی لمبی چوڑی تقریر کرتے ہیں فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی انہیں مہربانیوں کی وجہ سے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں ہدایۃ النحو پڑھتا تھا اور شامی کی عبارتیں حل لیتا تھا استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں نے ایک دن فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے شرح التہذیب کی عبارت پڑھی تو فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ مسکراتے رہے حتیٰ کہ میں نے پورا ایک صفحہ پڑھ دیا اور کوئی غلطی نہ ہوئی تو فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ خوش ہو کر فرمانے لگے کہ یہ ہم فقیروں کی دعا کی برکت ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً چھ یا سات برس فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہے اور فارسی میں گلستان, بوستان, یوسف زلیخا, سکندرنامہ بری و بحری, تحفۃ الاحرار, جامی, صرف میں صرف بہائی اور قانونچہ سے لے کر شافیہ تک۔نحو میں نحو میر, عبدالرسول, کافیہ, ہدایۃ النحو, الفیہ ابن مالک اور شرح جامی تک۔اصول فقہ میں اصول الشاشی, نورالانوار, حسامی تک۔اور فقہ میں نورا الایضاح قدوری, کنز الدقائق, شرح وقایہ تک اور منطق میں مجموعہ منطق سے لے کر میر ایساغوجی, ایساغوجی قال اقول, مرقاۃ, شرح التہذیب, قطبی تک۔

دورانِ تعلیم استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی حتیٰ کہ جب قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ علیل ہوئے تو چھ ماہ تک سلسلہ اسباق منقطع رہا اس کے باوجود خدمت کا سلسلہ جاری رہا آپ اپنے اساتذہ میں مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر بہت فخر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ راقم الحروف نے ایک دفعہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپ نے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کیا مثلاً فاضلِ اجل مولانا حافظ مہر محمد اچھروی ثم چوکھنڈوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محبّ النبی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا ولی اللہ صاحب ان میں سے کون زیادہ اعلم ہے تو آپ نے فرمایا او بیوقوف میں اپنے استادوں کا علم نہیں تولتا پھر میں نے یہی سوال کیا تو پھر آپ نے یہی دوہرایا پھر میں نے تیسری دفعہ سوال کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (او زور وراء) یہ آپ کا تکیہ کلام تھا۔ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا عالم پاک و ہند میں نہیں تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی قابلیت اور تبحر علمی بیان سے باہر ہے۔ ایک دفعہ آپ میانہ کھوہ (ضلع میانوالی) میں میاں اکبر علی مرحوم کی وصیت کے مطابق ان کا جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی تو مولوی غلام یٰسین صاحب جو کہ قبلہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حکیم مولانا برکات احمد ٹونکوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد تھا لیکن اس وقت دیوبندیت کی طرف قدرے مائل تھا وہ بھی وہیں تقریر میں موجود تھا دوران تقریر مسئلہ مغیبات خمسہ پر آپ نے کثیر براہین و دلائل بیان فرمائے اللہ تعالیٰ کی عطا سے مقبولان رب قدوس ان مغیبات کو جانتے ہیں جب آپ عصر کی نماز کے بعد سیر کیلئے تشریف لے گئے تو مولوی غلام یٰسین صاحب اور غلام محمد ولد میاں شیر بچھر اور چند دیگر آدمی آپ کے ساتھ تھے اور اسی اثناء میں مولوی صاحب نے مغیبات خمسہ کے متعلق چند شبہات پیش کئے آپ نے وہیں ایک جگہ پر بیٹھ کر دلائل بیان کرنا شروع کر دیئے اور حوالہ کیلئے کتابوں کے نام لیے جاتے۔ مولوی غلام یٰسین صاحب نے چند

اعتراض کئے مگر آپ نے مسکت جواب دے کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔ پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ جناب میں نے یہ کتابیں نہیں دیکھی تھیں غلام محمد مذکور نے عرض کیا کہ حضور ہم تو مولوی یٰسین صاحب کو بڑا عالم سمجھتے تھے لیکن آپ کے سامنے تو اس کی حیثیت طفل مکتب سی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی غلام یٰسین تو ہمارا بچہ ہے کسی مخالف کے ساتھ ہماری گفتگو ہو تو دیکھنا۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ قبلہ علامہ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی کمال شفقت و محبت اور حسن و خلق تھا کہ مولوی غلام یٰسین کو اپنا بچہ کہا تا کہ کہیں غلام محمد کی بات سے بضد ہو کر ہٹ دھرمی کا ثبوت نہ دے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ فیصلہ شرعیہ کے خلاف چند وہابی ملاؤں نے شور برپا کر دیا آخر فریقین کے درمیان فیصلہ کی تاریخ مقرر ہوئی آپ تاریخ مقررہ پر وہاں تشریف لے گئے جب آپ نے مسئلہ کی تقریر بیان فرمائی تو جتنے مولوی وہاں تھے سب حیران رہ گئے اور ان میں سے مولوی نور احمد نے کہا کہ اللہ تم پر راضی ہو تم نے فیصلہ کو ''میر زاہد ملا جلال'' بنا دیا ہے ہم غلطی پر تھے اتنے دلائل عقلیہ ونقلیہ کی روشنی میں فیصلہ کرنا آپ کی امتیازی شان ہے۔

الفضل ماشھدت بہ الاعداء

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ملتان تشریف لے جا رہے تھے تو میں بھی ہمراہ تھا تو گاڑی میں ہی بحث شروع ہو گئی کہ اگر حضور ﷺ کو کائنات کا علم دائمی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک لازم آئے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم بھی دائمی ہے آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ شرک لازم نہیں آتا کیونکہ ایک ''ضرورۃ'' ہے اور ایک ''دوام'' ان دونوں میں فرق ہے ضرورۃ کا معنی یہ ہے کہ انفکاک محال اور ناممکن اور دوام کا یہ معنی ہے کہ انفکاک تو نہیں ہوتا۔ عام ازیں انفکاک ممکن ہو یا ناممکن تو اللہ تعالیٰ کا علم ضروری ہے یعنی انفکاک ناممکن اور محال ہے اور حضور ﷺ کا علم اگرچہ دائمی

ہے لیکن انفکاک ممکن ہے تو اب اللہ تعالیٰ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں ممکن اور ناممکن نقیضوں جیسا فرق ہے تو مساوات کیسے لازم آئیگی یہ تحقیق سن کر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ فرقۂ مخالف کے ایک بہت بڑے عالم نے حضرت قبلہ فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں یہ فقہی جزئی پیش کی کہ درمختار میں ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح کے وقت کہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گواہ کیا تو وہ شخص کافر ہو جاتا ہے بوجہ عقیدہ علم غیب بالنبی ﷺ۔آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ یہ روایت ضعیف ہے اس کو علامہ شامی نے رد فرمایا ہے کہ وہ آدمی کافر نہیں ہوتا اور فرمایا کہ شامی میں ہے۔لان الاشیاء تعرض علی روح النبی ﷺ یعنی اس لئے کہ تمام اشیاء حضور ﷺ پر پیش کی جاتی ہیں یہ جواب سن کر اس سے اور تو کچھ نہ بن پڑا البتہ اتنا کہا کہ اس عبارت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہیں بلکہ بعد اشیاء کے پیش کرنے سے ان کو علم ہوتا ہے تو آپ نے فوراً جواب میں فرمایا کہ مذکورہ بالا عبارت میں جو "تعرض" کا لفظ ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اسی وقت جانتے ہیں کیونکہ جو آدمی نکاح کا گواہ حضور ﷺ کو بنا رہا ہے اس کا یہی عقیدہ ہے کہ آپ اب جانتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور علامہ شامی نے اس آدمی کے کفر کو رد کیا ہے تو یہ رد اس وقت ثابت ہوگا کہ حضور ﷺ اسی وقت جانتے ہوں اگر بعد میں علم ہو تو اس آدمی کا کفر رد نہیں ہو سکتا۔یہ جواب سن کر وہ بالکل ساکت ہو گیا۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ مولوی الٰہی بخش دامانی نہایت بہترین فاضل تھے اور تردید فرقہ ضالہ شیعہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے شبہات پیش کئے آپ نے نہایت مدلل اور احسن طریق سے ان کے جوابات ارشاد فرمائے جن سے ان کی پوری پوری تسلی ہو گئی جب سیر کیلئے ہمارے ساتھ مولوی الٰہی بخش صاحب تشریف لے گئے تو راستے میں فرمانے لگے اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کو مرنے نہ

دیتے اور ہمیشہ گوناگوں تحقیقات عجیبہ سے بہرہ مند ہوتے رہتے۔

اسی طرح استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب میں مدرسہ رحمانیہ رانیاں ضلع حصار میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہا تھا تو حضرت مولانا مفتی محمد امین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ جو اس وقت فیروز پور میں مقیم تھے ایک دفعہ ممتحن کی حیثیت سے مدرسہ رحمانیہ میں تشریف لائے تو میں نے قبلہ فقیہ العصر کی علمی تحقیقات ان کو سنائیں وہ اس سے اتنے متاثر ہوئے کہ فرمانے لگے کہ میری خواہش ہے کہ میں تین چار سال ان کی خدمت میں رہوں اور ان کی ذات والاصفات سے استفادہ کروں اور فی الحال اس خطابت وغیرہ کو چھوڑ دوں یہ ایک مفتی صاحب کے تاثرات تھے جن سے حضرت قبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تبحر علمی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میانوالی میں حکیم عبدالرحیم خاں کے پاس مولوی غلام یٰسین کسی کام کیلئے گیا تو دوران گفتگو حضرت قبلہ فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوا تو مولوی غلام یٰسین صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب قبلہ استاذ العلماء جیسا فاضل تمام ہندوستان میں میری نظر سے کوئی نہیں گزرا۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فقیہ العصر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ایک فیصلہ کیلئے پدھراڑ تشریف لے گئے دونوں فریق قوم اعوان سے تعلق رکھتے تھے باہمی اختلاف سے اس قدر شور و غوغا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب آپ نے کلمات رشد و ہدایت بیان کرنے شروع فرمائے تو مکمل سکوت طاری ہو گیا اور ایسے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں انسان نہیں بلکہ مٹی کے مجسمے ہیں۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس مجلس میں موجود تھے وہ اب بھی یاد کرتے ہیں کہ فیصلہ کرنا اس کا نام ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قیام ہند کے دوران ایک

مرتبہ حضرت فیقہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کی دیوبندی حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی سے ملاقات ہوگئی تو اثنائے گفتگو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی صاحب حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے۔ وعلم ادم الاسماء کلھا یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے تو اس آیہ کریمہ میں الاسماء جمع معرف بالام استغراق ہے اور کلھا اس کی تاکید ہے اور اس کا عموم قطعی ہوتا ہے اس کی تخصیص نہیں ہوسکتی اور یہی علم کلی ہے پھر تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور نبی رحمت ﷺ کیلئے علم کلی ماننے کو شرک وکفر کیوں قرار دیا جارہا ہے؟ جواباً مولوی اشرف علی تھانوی صاحب گویا ہوئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف اسماء سکھائے گئے تھے جس طرح کوئی آدمی کسی ملک کے باشندوں کے نام یاد کرلے ۔مسمیات اور ذاتیں نہیں سکھائی گئی تھیں۔ لہٰذا علم مسمیات ثابت نہ ہوا۔ جس سے علم کلی کی نفی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کی یہ تفسیر تو خود قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبئونی باسماء ھؤلآء یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے مسمیات کو فرشتوں پر پیش کرکے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ۔ اس سے تو یہی پتہ چلتا ہے کہ آدم علیہ السلام مسمیات کو بھی جانتے تھے تب ہی تو ان کے ناموں کے متعلق پوچھا جارہا ہے اگر یہ کہا جائے کہ صرف اسماء پیش کئے گئے تھے اور پوچھا گیا کہ ان کے نام بتاؤ تو یہ بالکل اسی طرح ہوگا کہ کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ زید کا نام کیا ہے اور ظاہر ہے یہ ایک لغو اور بے معنی بات ہے اور قرآن مجید اس کا متحمل نہیں ہوسکتا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب لگے دائیں بائیں دیکھنے اور بغلیں جھانکنے لگے اور ایسے مبہوت ہوئے کہ شائد زندگی میں انہوں نے اس طرح ندامت محسوس کی ہو۔

استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر فخر کرنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ تلمذ صرف دو واسطوں سے امام علم وحکمت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے یعنی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ

العصر استاذِ کل مولانا ہدایت اللہ جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے اور حقیقت یہ ہے کہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ آیۃ من آیات اللہ تھے پس بندہ مزید لب کشائی کرنے سے عاجز ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور نذرانہ عقیدت جو کہ قبلہ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے لوحِ مزار مبارک پر کندہ ہے

شدہ اورا یدطولیٰ بہ منقول
بدٔہ در مرتبہ اولیٰ بہ معقول
دلش روشن ز انوارِ الٰہی
بیانش گنج اسرار الٰہی
وان غاب ولٰکن ضوفشاں ماند
سراج صد ہزاراں زونشاں ماند
ہمہ عرش بزہد و اتقارفت
عطا گوید بہ عشق مصطفٰے رفت

آبادِ خدا رکھے میخانہ فقیہ العصر کا (رحمہ اللہ تعالیٰ)

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق 40-1939ء میں جامعہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں فاضل اجل مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختصر المعانی، مطول، ملاحسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح عقائد خیالی، امور عامہ وغیرہ کتابیں پڑھیں اور مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مشکوٰۃ شریف، بخاری شریف، مسلم شریف کا درس لیا اور اسی دوران چھ ماہ موضع (انہی) ضلع گجرات میں مولانا ولی اللہ صاحب سے منطق اور فلسفہ کی بعض کتب پڑھیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مولانا ولی اللہ صاحب کے

پڑھانے کا عجب انداز تھا وہ یہ کہ خود ہی طالب علم عبارت پڑھتا اور خود ہی تقریر کرتا جہاں کوئی مشکل مقام ہوتا تو مولانا بیان فرمادیتے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ (انہی) میں طلباء کو اور کوئی فائدہ حاصل ہوتا یا نہ ہوتا یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا کہ ان کا مطالعہ چل جاتا تھا۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ (انہی) میں ایک بہت بڑے عالم گزرے ہیں جن کا اسم گرامی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ ہے ان کی بیعت حضرت خواجہ محمد دین ثانی لاثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال 1933ء میں ہوا مولانا ولی اللہ صاحب ,مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے داماد تھے۔

راقم الحروف نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر حاضری دی ہے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کی اہلیہ محترمہ کا مزار (انہی) میں بہت بڑے بوہڑ کے درخت کے نیچے ایک چاردیواری میں واقع ہے اور ساتھ ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے لیکن افسوس کہ اب مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد مسلک حقہ اہلسنت و جماعت کو چھوڑ کر دیوبندیت کی طرف مائل ہو چکی ہے اور راقم الحروف کو جب 1997ء میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار مبارک کی حالت دیکھ کر بہت افسوس ہوا تو بندہ کی ملاقات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد میں سے ایک شخص سے ہوئی تو میں نے اس سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق پوچھا کہ ان کی بیعت کہاں تھی تو اس نے (افترا) کہا کہ ان کی بیعت مولوی حسین علی واں بھچروی سے تھی پھر میں نے مدرسہ کا پوچھا تو اس نے کہا کہ یہی جو مزار کے ساتھ مسجد ہے اسی میں طلباء پڑھتے تھے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد مولانا ولی اللہ اسی مسجد میں طلباء کو پڑھاتے رہے اس کے بعد مولوی ولی اللہ صاحب نے موضع میانوال رانجھا میں اپنا مدرسہ قائم کیا۔

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور دوبارہ تشریف لائے اور مولانا محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

فرماتے تھے کہ میں نے مولانا محبّ النبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ میں شمس بازغہ اور شرح عقائد خیالی پڑھنا چاہتا ہوں تو مولانا محبّ النبی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے مولانا جب بھی آپ تشریف لائیں میرے ساتھ تکرار کر لیا کریں اس بات سے مولانا محبّ النبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کسر نفسی اور سادگی کا خوب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کتنے منکسر المزاج تھے۔

بعد ازاں بھیرہ شریف ضلع سرگودھا میں فاضل اجل مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تصریح شرح چغمینی اور علم ریاضی کی کتب پڑھیں یوں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف 10 سال کے مختصر عرصہ میں وعلوم وفنون کی تمام کتب سے فراغت حاصل کی۔

نوٹ:۔جامی اور قطبی وشرح وقایہ سے اوپر کی تمام کتابیں بشمول دورۂ حدیث صرف دو سال کے عرصہ میں مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے جامعہ فتحیہ اچھرہ (لاہور میں پڑھیں) راقم الحروف کو جامعہ فتحیہ جانے کا کئی بار اتفاق ہوا ہے لیکن افسوس کہ اب یہ اہلسنت کی عظیم درسگاہ (دیوبندیوں) کے قبضہ میں ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے عقیدت

تقریباً 1996ء کی بات ہے کہ جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیل تھے تو راقم الحروف اور صاحبزادہ فداء الحسن صاحب (دامت فیوضہم) قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ علاج کیلئے لاہور روانہ ہوئے لاہور پہنچ کر ایک دن صبح کے وقت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج ہم مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر انوار پر حاضری دیں گے۔چونکہ مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار اچھرہ میں فیروز پور روڈ کے قریب بڑے قبرستان میں ایک مسجد کے عقب میں ذیلداروں کے قبرستان میں واقع ہے۔القصہ راقم الحروف اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ گاڑی میں سوار ہو کر فیروز پور روڈ کے قریب واقع قبرستان میں پہنچے چونکہ راقم الحروف کو اس سے پہلے اس مزار پر حاضری کا موقع نہیں ملتا تھا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ

تعالیٰ علیل تھے تو بسیار کوشش کے باوجود مزار شریف نہ ملا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آؤ واپس چلیں راقم الحروف نے عرض کی کہ حضور تھوڑا صبر کیجئے میں ایک بار پھر کوشش کرتا ہوں راقم الحروف دوبارہ قبرستان میں داخل ہوا اب ایسا معلوم ہوا کہ کسی چیز نے بندہ کو اٹھا کر قبر کے سامنے کھڑا کر دیا جونہی قبر پر نظر پڑی تو قبر کی تختی پر لکھا ہوا تھا۔ فاضل اجل حافظ مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ میں نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ یہ آپ کے استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مزار ہے۔ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوئے اور راقم الحروف کا ہاتھ پکڑ کر فاتحہ پڑھنے کیلئے قبر پر تشریف لائے فاتحہ کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ ہمارے استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کرامت ہے کہ ہمیں جاتے ہوئے بلا لیا۔

بعد ازاں راقم الحروف کو جب بھی لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو لازماً مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پر حاضری نصیب ہوتی ہے۔

آغاز تدریس

تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدرسہ فتحیہ اچھرہ لاہور میں اپنی بے مثل تدریس کا آغاز فرمایا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مہتمم مدرسہ فتحیہ محمد قمر دین کے کہنے پر مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورہ حدیث شریف شروع کرایا چونکہ مدرسہ فتحیہ میں صرف مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہی مدرس تھے تو مولانا مہر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورۂ حدیث شریف کے فرائض سرانجام دینے شروع کیئے تو پہلے جو آپ کے پاس بڑی کتابیں پڑھنے والے طلباء تھے ان کو اسباق پڑھانے کیلئے کوئی دوسرا مدرس نہ تھا جو ان کو پڑھاتا تو مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مہتمم قمر دین مرحوم کو میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ کام چلا لے گا تو مہتمم قمر دین مرحوم نے مجھے فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے کہا کہ آپ ان طلباء کو اسباق پڑھائیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مدرسہ فتحیہ میں میری ماہانہ تنخواہ 20 روپے مقرر ہوئی اور میں 15 اسباق پڑھاتا تھا اور تمام اسباق

جامی اور قطبی سے اوپر والے تھے۔ انتہاء کلام

اسی زمانے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب شارح بخاری قدس سرہٗ العزیز نے تفسیر بیضاوی, مسلم الثبوت, اوقلیدس وغیرہ کتابیں پڑھیں اور جب قبلہ استاذی المکرّم علیل ہوئے تو راقم الحروف ہی کو آپ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا تو بڑے بڑے علماء قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عیادت کیلئے تشریف لاتے تھے تو ایک مرتبہ شیخ الحدیث مولانا غلام رسول صاحب رضوی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کی عیادت کیلئے ڈھوک دھمن تشریف لائے تو راقم الحروف سے ملاقات ہوئی اور فرمانے لگے کہ میں مدرسہ فتحیہ میں داخل ہونے سے قبل امرتسر میں دیوبندیوں کے مدرسہ میں پڑھتا رہا اور ان کی نحوست کی وجہ سے میں امکانِ کذب کا قائل تھا (نعوذ باللہ) لیکن جب میں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے مسلم الثبوت پڑھی اور استاد صاحب کے دلائل سنے تو میں عقیدہ (امکان کذب) سے تائب ہو گیا بلکہ راقم الحروف کو فرمایا کہ مجھے تو صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہونے کا شرف بھی استاد صاحب کی وجہ سے نصیب ہوا اور اسی زمانے میں یعنی مدرسہ فتحیہ میں پڑھانے کے دوران لالہ پاک سائیں حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نور اللہ مرقدہٗ آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف ضلع قصور نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کیا۔

دوسرا مقام تدریس

1943ء میں مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی نور اللہ مرقدہٗ کی دعوت پر جامعہ حزب الاحناف لاہور میں تدریس کیلئے تشریف لائے اور ایک سال تک تشنگان علم کی پیاس بجھاتے رہے اسی دوران شارح بخاری حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بیضاوی شریف, ہدیہ سعیدیہ, مختصر المعانی وغیرہ کتب پڑھیں۔

تیسرا مقام تدریس

1944ء میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سال کیلئے مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ ضلع حصار ہندوستان تشریف لے گئے اور وہاں علم کی خیرات تقسیم کی۔

چوتھا مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ غازی اسلام پیر محمد شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیر السالکین بھیرہ شریف کی دعوت پر بھیرہ شریف تشریف لے گئے اور تین سال تک طلباء کی پیاس کو بجھاتے رہے اور اسی دوران پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ فاضل عربی کی تیاری کر رہے تھے تو انہوں نے آپ سے اشارات ابن سینا اور نور الانوار کے کچھ سبق پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف پڑھانے کیلئے تشریف لے گئے تو راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ تھا ایک دن استاذ العلماء مولانا محمد نواز کیلانوی قدس سرہٗ العزیز گوجرانولہ بھکھی شریف ,استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کیلئے تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا کہ میں اور قبلہ پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو ملنے کیلئے بھیرہ شریف حاضر ہوئے تو اس وقت پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ آپ سے تفسیر بیضاوی شریف پڑھ رہے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

پانچواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ حضور شیخ الاسلام والمسلمین قبلہ پیر خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف تشریف لے گئے اور وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ سال تک علم کے موتی لٹائے انہیں دنوں میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے امیرِ شریعت ,پیر طریقت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف نے اکتساب فیض کیا۔

چھٹا مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے آستانہ عالیہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف میں ایک سال تک مسندِ تدریس کو رونق بخشی,

ساتواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے استاذ گرامی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف میں تقریباً 25 سال تک فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کو عام فرمایا بندیال شریف میں قیام فرما کر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کثیر تعداد میں بلند پایہ مدرسین تیار فرمائے مثلاً ابو الفتح مولانا محمد اللہ بخش صاحب (واں بھچراں) ,شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ العالی ,مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا مفتی پیر محمد چشتی چترالوی صاحب ثم پشاوری شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی صاحب شارح بخاری و مسلم شریف فخر المدرسین مولانا غلام محمد تونسوی صاحب ,علامہ علی احمد سندیلوی صاحب ,علامہ مفتی محمد رفیق الحسنی صاحب ,علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب ,علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل الحسنی صاحب ,علامہ صاحبزادہ محمد عبد الرحمٰن الحسنی صاحب ,مولانا محمد کمال الدین صاحب اور مفتی محمد فضل الرحمٰن صاحب ,ان کے علاوہ کثیر تعداد مدرسین کی ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بندیال شریف میں اکتساب فیض کیا جن کے اسماء گرامی کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کی فہرست میں ذکر کیا جائیگا۔ بندیال میں زیادہ عرصہ قیام فرمانے کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بندیالوی مشہور ہو گئے۔

آٹھواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ دو سال کیلئے وڑچھ شریف ضلع خوشاب

میں فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے تشریف لے گئے اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے قبلہ
سید غلام حبیب شاہ صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ وڑچھ شریف نے اکتساب فیض کیا ان کے
علاوہ علامہ مقصود احمد قادری سابق خطیب دربار عالیہ داتا صاحب لاہور، مولانا امام دین وٹو
صاحب خطیب اعظم فاروق آباد ضلع شیخوپورہ نے فیض حاصل کیا۔

نواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ بندیال شریف دوبارہ تشریف لائے اور
کچھ عرصہ تک تدریس کے فرائض سرانجام دیئے اسی دوران مولانا غلام نبی فخری صاحب مدظلہ
العالی مہتمم جامعہ حامدیہ رضویہ کراچی کی دعوت پر کراچی تشریف لے گئے اور تین سال تک کراچی
میں تشنگان علم کو سیراب فرمایا اسی دوران دیگر علماء کرام کے علاوہ صاحبزادہ علامہ محمد مظہر الحق
بندیالوی ابن مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی و پروفیسر صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی صاحب
ابن مولانا عبدالحق بندیالوی صاحب نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض سے فیضیاب
ہوئے۔

دسواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ درگارہ مولانا محمد علی صاحب مکھڈوی رحمہ
اللہ تعالیٰ پر فرائض تدریس سرانجام دینے کیلئے تشریف لے گئے وہاں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تین
سال تک قیام فرما کر علم کی خیرات تقسیم فرمائی اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے علامہ صاحبزادہ
محمد ناصر گل ابن صاحبزادہ صالح گل صاحب سجادہ نشین درگاہ عالیہ مولانا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ
و مولانا مفتی فضل الرحمٰن پروآہ و مولانا غلام مرتضیٰ عطائی صاحب و مولانا مقبول احمد صاحب موسیٰ
والی و علامہ مفتی محمد عارف الحسن الحسنی صاحب کمبوہ شریف و مولانا محمد قاسم صاحب منگوال شریف
ضلع خوشاب جیسے علمائے کرام نے اپنی پیاس بجھائی اور صاحبزادہ علامہ سلطان معظم علی صاحب

دربار سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی دوران اکتساب فیض کیا۔

گیارہواں مقام تدریس

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت حافظ الحدیث علامہ پیر سید جلال
الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے قائم کردہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف تشریف لے
گئے اور اسی دوران آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دوسرے علماء کرام کے علاوہ علامہ ڈاکٹر محمد اشرف
آصف جلالی و مولانا نور محمد صاحب، مولانا حق نواز صاحب اور جگر گوشہ ملک المدرسین صاحبزادہ
فداء الحسن صاحب و راقم الحروف نے سلسلہ اکتساب فیض آپ سے اسی مدرسہ سے شروع کیا بعد
ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی کی دعوت پر پھر
بندیال شریف تشریف لائے اور ایک سال تک قیام فرمانے کے بعد اپنے آبائی گاؤں ڈھوک
ڈھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب تشریف لائے اور آخر دم تک راقم الحروف کو یہیں فیض یاب
فرماتے رہے اور اپنی خصوصی دعاؤں سے نوازتے رہے۔

شانِ تدریس

بلاشبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اس صدی کے بہترین ماہر مدرس تھے آپ رحمہ
اللہ تعالیٰ ہر فن پڑھانے میں یکتائے زمانہ تھے جو طالب علم آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک سبق
پڑھتا پھر وہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہ جاتا راقم الحروف نے جب صاحبزادہ فداالحسن
صاحب کے ساتھ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی کتاب بوستان شروع کی تو میں سمجھا کہ قبلہ
استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو تمام علوم سے زیادہ فارسی میں مہارت حاصل ہے پھر جب صرف
شروع کی تو میں نے کہا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فارسی سے زیادہ علم (صرف) میں ماہر ہیں اور
جب نحو شروع کی تو سمجھا کہ آپ (صرف) سے بڑھ کر (نحو) میں ماہر ہیں لیکن جب فقہ شروع کی
تو سمجھا کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فقہ میں سب سے زیادہ قابل ہیں حتیٰ کہ جو بھی فن شروع کیا یہی سمجھا

کہ آپ سب سے زیادہ اس فن میں ماہر ہیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جو بھی اسباق پڑھاتے باقاعدہ
طور پر مطالعہ کر کے پڑھاتے یہاں تک کہ راقم الحروف نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو (کریما
سعدیؒ) اوراس کی شرح محمد گلھوی ودریکتا کا مطالعہ فرماتے ہوئے دیکھا تو میں نے عرض کی کہ
آپ اب بھی کریما کا مطالعہ فرماتے ہیں تو آپؒ فرمانے لگے کہ ہر دفعہ مطالعہ کرنے سے نئے
نقاط حاصل ہوتے ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مردِ کوہستانی

اور یہ بات حق ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اس صدی میں منطق وفلسفہ کے
امام تسلیم کئے گئے ہیں اس وجہ سے لوگ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو منطقی کے نام سے یاد کرتے ہیں تو
آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بطورِ خوش طبعی فرماتے تھے کہ میرے نزدیک منطقی کا معنی ہے (وہمی) وہمی
کہنے کا مطلب یہ ہے کہ خیر آبادی سلسلہ کی تدریس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے طالب علم عبارت
پڑھتا ہے استاد غور سے عبارت سنتا ہے پھر استاد تقریر کرتا ہے پھر طالب علم اس تقریر کا اعادہ کرتا
ہے پھر استاد ترجمہ کرتا ہے اور پھر طالب علم ترجمہ کرتا ہے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا
طریقہ تدریس یہی تھا یعنی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ جب تقریر فرماتے اور پھر طالب علم اس تقریر کو
دہراتا تو اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی تقریر سے مطمئن نہ ہوتے تو آپ دوبارہ تقریر فرماتے اور
پھر طالب علم اسی تقریر کو دہراتا یعنی آپ اس وقت تک سبق آگے نہ پڑھاتے جب تک کہ آپ کو
یقین کامل نہ ہو جاتا کہ یہ طالب علم بعینہ وہی تقریر کر رہا ہے جو ہم نے کی ہے اسی وجہ سے آپ
رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ لوگ ہمیں منطقی کہتے ہیں اور میں نے منطق کا معنی کیا ہے وہمی۔

اقول: قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہم کا اور کسی کو فائدہ ہوا ہے یا نہیں
طلباء کو تو یقیناً فائدہ ہوا ہے کہ جو بھی طالب علم آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ تلمیذ میں داخل ہوا وہ
چوٹی کا مدرس بن کے نکلا۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وہم کا یہ عالم تھا کہ آپ نے کبھی چھت والے پنکھے کے نیچے آرام نہیں فرمایا
کہ کہیں پنکھا اوپر نہ گر جائے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ مردِ کوہستانی ہونے کی وجہ سے
مضبوط جسم کے مالک تھے سارا دن پڑھانے کے باوجود طبیعت مبارک پر کبھی تھکاوٹ کے آثار
نمودار نہ ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ اختتام سال پر اگر طلباء کے اسباق زیادہ رہ جاتے تو طلباء کو حکم
ہوتا کہ مجھے فجر کی اذان سے پہلے جگا دینا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ وضو فرما کر انہیں نماز فجر سے پہلے
سبق پڑھاتے اور فرماتے کہ نماز کے بعد دوبارہ کتابیں لے کر آجانا بعد ازاں حسب معمول
اسباق پڑھاتے اور ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور پھر ان کو حکم ہوتا کہ عصر کے بعد پھر کتابیں لے
کر آجانا اور یہ صرف مردِ کوہستانی ہی کا کام ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً نصف صدی تک
مسند تدریس کو رونق بخشی اس لیئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ کوئی سرکاری ملازم ہو یا
پرائیویٹ وہ پچاس سال سروس کر کے دکھائے جبکہ اس فقیر نے پچاس سال بفضلہٖ تعالیٰ دین
مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کی ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تمکین تدریس

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اگر کسی
ایک سبق پر دو دو یا تین تین گھنٹے بھی تقریر فرماتے تو یہ چیز طالب علم پر گراں نہ گزرتی بلکہ طبیعت یہ
چاہتی کہ استاد صاحب اور زیادہ تقریر فرمائیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اسباق کے
دوران صاحبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب سیالوی کے قلندرانہ سناتے جو اسباق کو چار چاند
لگا دیتے تھے صاحبزادہ میاں محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ خواجہ محمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ ثانی
لاثانی کے لختِ جگر اور خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے چھوٹے بھائی تھے
اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ صاحبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب سیالوی
رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فقیر کے دنیاداری کے استاد ہیں اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی
ذہانت کی تعریف فرماتے تھے راقم الحروف نے اسی لئے قبلہ استاذی المکرّم کی تدریس کو تمکین کہا

کیونکہ اکثر مدرسین کی تدریس میٹھی ہوتی ہے اور بندہ میٹھی چیز کو کھا کھا کر اکتا جاتا ہے کیونکہ بعض مدرسین کی تدریس میں ایک آدھ گھنٹہ ایک سبق پر لگے تو پڑھنے والے کی طبیعت اکتا جاتی ہے جبکہ نمکین چیز کے کھانے سے انسان کبھی سیر نہیں ہوتا اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس تو اتنی نمکین تھی کہ اگر ایک سبق پر دو دو تین تین گھنٹے بھی گزر جاتے تو پھر بھی طبیعت طوالت کا تقاضا کرتی اسی لیئے بندہ نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس کو نمکین کہا ہے۔

فرمودات تاج الفقہا صاحبزادہ علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالیٰ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام ہم جیسے کم مایہ لوگ کما حقہ نہیں سمجھ سکتے اتنا عرض کروں گا کہ میرے والد ذی وقار کے علاوہ میرے کئی نامور اساتذہ تھے جن سے میں نے اکتساب علم کیا جن میں حضرت علامہ علی محمد پدھراڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ برادر خورد حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی (تلمیذ رشید علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ) حضرت علامہ محب النبی رحمہ اللہ تعالیٰ بھوئی گاڑ حضرت علامہ عبدالغفور حفیظ بانڈی رحمہ اللہ تعالیٰ وحضرت علامہ نور محمد ملوالی رحمہ اللہ تعالیٰ (اٹک) حضرت علامہ محمد سعید رحمہ اللہ تعالیٰ (ٹمن ملتان) جیسی شخصیات شامل تھیں اپنی جگہ پر یہ تمام ہستیاں قابل فخر و ماہر ترین مدرسین کی صف میں تھیں مگر بلا مبالغہ حضرت قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرز استدلال و طریقہ تدریس حسین ودلنشین انداز محققانہ بیان اپنی مثال آپ ہوتا تھا دیگر اساتذہ کے مقابلہ میں اگر زمین وآسمان کا فرق بھی کہہ دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا عام طور پر نامور علماء استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو صرف معقولی مدرس تصور کرتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت جس طرح علم معقول میں ماہر ترین تھے اسی طرح تمام علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے بعض دفعہ اظہار خفگی فرماتے تو ارشاد ہوتا کہ ”لوگ مجھے صرف معقولی سمجھتے ہیں وہ میرے پاس آکر فقہ پڑھیں، اصول فقہ پڑھیں اور تفسیر پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ کیا میں صرف معقولی ہوں“۔

طلباء کے اندر حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیضاوی شریف پڑھانا بہت

زیادہ مشہور تھا ترمذی شریف، مسلم شریف، بخاری شریف رشیدیہ، زواہد ثلاثہ کے علاوہ جن لوگوں کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بیضاوی شریف، شرح جامی، عبدالغفور، تکملہ، حسامی اور توضیح تلویح، صدرا، شمس بازغہ، حمداللہ، قاضی مبارک جیسی کتب پڑھنے کا شرف عظیم حاصل ہوا ہے وہی بتا سکتے ہیں کہ حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی لیاقت علمی کس مقام پر تھی الحمد للہ یہ تمام کتب اس فقیر نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہوا ہے اور یہ اس حقیقت کی عکاسی پر شعر صادق آتا ہے۔

ہمہ شہر پر ز خوباں منم اوخیال ماہے
چہ کنم کہ چشم یک بیں مکند بہ کس نگاہے

میرے ایک محترم استاذ حضرت علامہ عبدالغفور حفیظ بانڈی والے رحمہ اللہ تعالیٰ میری دعوت پر بندیال تشریف لائے تو بندہ نے ان سے شرح جامی پڑھی تھی دوبارہ جب حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرح جامی پڑھی تو سبحان اللہ جو عبارتی فوائد واغراض جامی اور دیگر نکات آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ان کا عشر عشیر بھی حضرت حفیظ بانڈی والے استاذ مرحوم بیان نہیں فرماتے تھے آستانہ عالیہ مکھڈ شریف خانقاہ شاہ محمد علی مکھڈوی کے سجادہ نشین اور میرے سسر حضرت فاضل یگانہ مولانا حافظ احمد دین صاحب چشتی تونسوی نور اللہ مرقدہٗ جس سال حج کیلئے تشریف لے گئے تو مجھے حکم دیا کہ میری واپسی تک تم نے مکھڈ شریف میں قیام کرنا ہے چونکہ بندہ ابھی تحصیل علم کر رہا تھا اور تکمیل باقی تھی تو میری تعلیم کی خاطر آپ نے علامہ نور محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ملوالی نزد میرا شریف کو میرے اسباق کیلئے مدرسہ میں بطور مدرس تعینات فرما گئے جو کہ ادب میں مولوی اعزاز علی دیوبندی اور (انہی ضلع گجرات) والے بڑے علامہ صاحب یعنی مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حدیث میں علامہ انور شاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ بڑے صاحب ملکہ مدرس تھے اکثر کتب بلا مطالعہ پڑھاتے تھے اور طریقہ کار یہ رکھتے تھے کہ طلباء مطالعہ کر کے آئیں اور خود مقام بیان کریں اور اگر پورا نہ بیان کرسکیں تو استاذ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اوپر سے دوبارہ خود تقریر فرما دیتے میں نے ان سے شرح عقائد خیالی مقامات اور ہدایۃ اخیرین کے اسباق پڑھے ہیں بڑی محنت سے مطالعہ کرکے تیاری کے ساتھ جاتا جہاں کہیں خیالی کا کوئی مقام رک جاتا تو پورا زور لگاتے مگر بندہ کی تسلی نہ ہوتی بات وہیں تک رہتی جتنا میں نے خود سمجھا ہوتا بعد ازاں میں نے وہی شرح عقائد حضرت استاذ المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی وہ مقامات مشکلہ جب آئے تو قربان جاؤں میں آپ کی لیاقت علمی اور خداداد ملکہ تدریس انداز بیاں، فصاحت و بلاغت، علوم وفنون کے اس بحر بے کنار کے منہ مبارک سے موتی جھڑتے علمی نقاط اور قواعد کے دریا ٹھاٹھیں مار رہے ہوتے اور پھر طالب علم کے دل میں تقریر کا اتار دینا یہ حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا طرۂ امتیاز تھا۔

جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

سبحان اللہ حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا پر بہار شگفتہ چہرہ پر وقار عینک اور پیشانی سے انوار جھڑتے نظر آتے تھے۔ آپ کی وہ پر کشش حالت تبسم! جب فرماتے! ہاں بھئی آگے چلو۔۔۔ حضرت مولانا محمد دین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ بدھو والے جو حمد اللہ پڑھانے میں بہت مشہور تھے خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ، پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ، صاحبزادہ سید حامد علی شاہ گجراتی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ سید عبد القادر شاہ صاحب راولپنڈی جیسے لوگوں نے آپ سے حمد اللہ پڑھا بڑے ذوق وشوق سے جید علماء ان سے حمد اللہ پڑھنے جاتے بغیر مطالعہ کے پڑھانا آپ ہی کا وصف تھا میں نے ان کو بندیال دعوت دے کر حمد اللہ پڑھا چونکہ میں محنت سے مطالعہ کرکے حاضر ہوتا سوال کرتا تنگ آکر فرماتے ایک ہوتا ہے غبی! جس کو مقام سمجھ نہیں آتا اور ایک ہوتا ہے غوی جو جان بوجھ کر سوال کرتا ہے تم غوی ہو سمجھ کر بھی سوال کرتے رہتے ہو میں کہتا حضرت اپنی تسلی کیلئے پوچھتا ہوں ان کی طبیعت بہت ذکی تھی مگر جب بعد ازاں میں نے وہی حمد اللہ استاذ کل رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا تو کیا بات؟ علامہ بدھووی کا اجمالی بیان کہاں اور علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تفصیلی بیان کہاں یہ فرق صرف وہی شخص جان سکتا ہے

جس نے دونوں حضرات کے آگے زانوئے تلمذ طے کیا ہو میرے تمام اساتذہ اپنی جگہ فاضل یگانہ تھے مگر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان تمام ستاروں میں آفتاب ومہتاب کی مانند تھے۔ بقول محبوب قوال

نمیں ریساں میرے ڈھول دیاں

اور تاج الفقہا قبلہ عبد الحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ جب راقم الحروف کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر سناتے ہیں تو آخر میں یہ فرماتے ہیں کہ

مغزی چولے دی

کملی دنیا ریس کریندی ڈھولے دی

اور راقم الحروف جب بھی بندیال شریف تاج الفقہاء مولانا عبد الحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا ہے تو آپ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر اس انداز میں فرماتے ہیں کہ سننے والے پر واضح ہو جاتا ہے کہ واقعی یہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے عاشق صادق ہیں۔ اور یہ بات بھی بندہ کو تعجب میں ڈالتی ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تاج الفقہا علامہ عبد الحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کے استاد ہونے کے باوجود اس ادب سے پیش آتے کہ دیکھنے والا نہ سمجھ سکتا کہ ان ہستیوں میں سے استاد کون ہے؟ اور شاگرد کون؟ اور قبلہ استاذ المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ادب سے اس قدر ہمکنار تھے کہ اپنے (استاذ زادہ) یعنی مولانا عبد الحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو بھی استاد ہی کہہ کر بلاتے تھے۔ اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات بڑے تعجب میں ڈالتی ہے کہ میں مولانا عبد الحق بندیالوی کو استاد کہہ کر بلاتا ہوں اور وہ مجھے استاد کہہ کر بلاتے ہیں اور لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ آپ ان کے استاد ہیں اور یہ آپ کے استاد ہیں اور جس طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے استاذ زادہ یعنی علامہ عبد الحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کا احترام کرتے تھے اسی طرح علامہ محمد عبد الحق صاحب بندیالوی زیدہ مجدہٗ بھی اپنے استاذ زادہ یعنی جگر گوشہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ

اللہ تعالیٰ ,صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کا احترام کرتے ہیں۔
اور راقم الحروف کا یہ مشاہدہ ہے کہ جب علامہ صاحبزادہ عبدالحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ تشریف فرما ہوں تو آپ کی بارگاہ میں اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی بھی آجائے تو آپ اس کو کھڑے ہو کر نہیں ملتے لیکن جب بھی جگر گوشہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ فداء الحسن صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ ,تاج الفقہاء علامہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے تو راقم الحروف بھی ساتھ ہی ہوتا ہے اور جب ملاقات ہوتی ہے تو مولانا عبدالحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ علیل ہونے کے باوجود صاحبزادہ صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ سے کھڑے ہو کر بغل گیر ہوتے ہیں۔

مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ اور آپ کے تمام صاحبزادگان قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ فقیر العصر کے گھرانے کو تاحشر آباد و شاد رکھے۔ (آمین)

اوصاف مبارکہ۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت ہی سادہ مزاج تھے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی سادگی سے زندگی بسر کی اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے طلباء اور عوام سے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے اور اگر آپ کی آمد پر کوئی طالب علم کھڑا ہوتا اسے سختی سے منع فرماتے تھے کہ کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ آپ کی طبیعت میں اس قدر سادگی تھی کہ دیکھنے والے کو یہ محسوس تک نہ ہوتا تھا کہ یہ علم کا کوہ ہمالیہ ہے یا کوئی عام انسان حتیٰ کہ آپ اپنا اسم گرامی بھی سادگی سے تحریر فرماتے آپ امام العلماء والفضلاء، بحر العلوم مجدد مسلک اہلسنت ہونے کے باوجود کبھی بھی اپنے نام کے ساتھ کوئی لقب تحریر نہ فرماتے بلکہ سادہ سا اپنا نام تحریر فرماتے وہ یہ ہے مولوی عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے علاوہ کبھی اپنے نام کے ساتھ کسی لقب کی زیادتی نہ فرماتے اور خود بینی اور ریاکاری کا آپ رحمہ

اللہ تعالیٰ میں نام و نشان تک نہ تھا مزاج میں حیرت انگیز تحمل ہے بعض طلباء نہایت بے تکلفی سے گفتگو کرتے اس کے باوجود کبھی پیشانی پر بل نہ پڑتے اور دوران تدریس رعب اور دبدبے کا یہ عالم تھا کہ ذہین و فطین طلباء آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہ کرتے اور دوران تدریس بے نیازی کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی بڑے سے بڑا آدمی دوران اسباق حاضر ہوتا تو آپ اس کو خاطر میں نہ لاتے اور جب آپ سبق ختم کرتے تو پھر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور راقم الحروف کے نزدیک اس صدی میں جس شخصیت پر لفظِ استاد کا اطلاق ہوتا ہے وہ آپ ہی کی ذات گرامی ہے۔

حق گوئی اور بے باکی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا طرۂ امتیاز تھا تقویٰ اور پرہیز گاری میں آپ اپنی مثال آپ تھے نماز اس قدر خشوع و خضوع سے ادا فرماتے کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی اور آپ صوم و صلوٰۃ کے بہت ہی پابند تھے راقم الحروف کو یاد ہے کہ جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بھکھی شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہیں دنوں گجرات میں حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مفتی مختار احمد نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال پر ملال ہوا تو قبلہ استاذی المکرم کے ساتھ راقم الحروف کو مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو فاتحہ خوانی کیلئے گجرات جانے کا اتفاق ہوا تو فاتحہ خوانی کے بعد جب بھکھی شریف پہنچے تو رات کا ایک بج چکا تھا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو پاؤں دبانے کا حکم فرمایا اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً تین چار اسباق کا مطالعہ فرمایا اور اس کے بعد آرام فرمانے کیلئے لیٹ گئے اور شدید تھکاوٹ کی وجہ سے نماز فجر قضاء ہوگئی اور جب آپ بیدار ہوئے تو راقم الحروف کو جگایا اور فرمایا کہ تم نے مجھے جگایا نہیں میری نماز قضا ہوگئی۔ اس وقت آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے چہرے کا رنگ نماز قضاء ہونے کی وجہ سے بہت زیادہ سرخ تھا اور پھر لوٹے میں پانی لانے کا حکم فرمایا اور وضو فرما کر نماز پڑھی اور بندہ نے ایک طویل عرصہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں بسر کیا ہے اس کے علاوہ بندہ نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کی کوئی نماز قضاء ہوئی ہو چونکہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بواسیر

اور تبخیر معدہ کی شکایت تھی اور ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے کتب خانہ میں تشریف فرما تھے کہ آپ پر تبخیر معدہ کا حملہ ہوا تو مجھ سے یعنی راقم الحروف سے پوچھا کہ عصر کی اذان ہوگئی ہے تو بندہ نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے نمازِ عصر ادا فرمائی اور تھوڑی دیر کے بعد پھر مجھ سے پوچھنے لگے کہ میں نے عصر کے نماز پڑھ لی ہے تو میں نے ہاں میں جواب دیا لیکن آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ نمازِ عصر دہرائی یعنی آپ اس قدر نماز کے پابند تھے کہ تبخیر معدہ کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس دن چار مرتبہ عصر کی نماز پڑھی۔ اللہ اللہ یہ ہے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی عباداتِ الٰہیہ سے لگن۔

جنہاں عشق نمازاں پڑھیاں اوہ کدی نہیں مردے
کامل مرداں وے در تک لے اجے وی دیوے بلدے

حتیٰ کہ تقریباً آپ چھ سال تک شدید علیل رہے اس کے باوجود آپ تیمم فرما کر باقاعدہ نماز بھی ادا فرماتے رہے اور راقم الحروف کو بحسب طاقت مطالعہ فرما کے اسباق بھی پڑھاتے رہے۔ اللہ اکبر یہ تھی آپ کی دین سے لگن اور محبت کہ آپ کے سامنے طلباء کی ایک جماعت ہو یا مجھ جیسا ایک فقیر طالب علم آپ دیانتداری سے مطالعہ فرما کر اپنا مافی الضمیر طلباء کے اذہان میں منتقل فرماتے کی سعی جمیلہ فرماتے رہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی امتیازی خصوصیات۔

دورانِ تدریس مناسبت مقام سے اختلافی مسائل کی تحقیق بیان فرمانا آپ کی امتیازی خصوصیات ہے شرح عقائد خیالی مسلم الثبوت اور بیضاوی شریف وغیرہ میں مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ کو شرح وبسط سے بیان فرماتے مخالفین کے شبہات کا رد اور اہلسنت و جماعت کے دلائل کو زوردار طریقے سے بیان فرماتے علاوہ ازیں مسئلہ نور علم غیب، حاضر و ناظر وغیرہ مسائل کو نہایت ہی مدلل انداز میں بیان فرماتے یہی وجہ ہے کہ آپ کے تلامذہ نہایت راسخ الاعتقاد واقع ہوئے ہیں اور مسلک اہلسنت و جماعت کے پرجوش مبلغ اور ترجمان ہیں آپ کی تدریس کا یہ بھی

ایک کمال ہے کہ علوم عقلیہ کا درس دیتے یا علوم نقلیہ کا اس میں اپنے عقائد کو خوب دلائل سے واضح فرماتے اور عقائد باطلہ کا رد بلیغ فرماتے۔ اور آپ ارشاد فرمایا کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اہلسنت و جماعت میں پیدا فرمایا کہیں گستاخوں کے گروہ میں شامل نہیں فرمایا۔ اب قارئین قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقائد کے بارے میں ایک لاجواب تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

استاذ العرب العجم مولانا الحاج عطاء محمد چشتی گولڑویؒ کی عقائد کے بارے میں ایک لاجواب تحریر

الحمد لله الرحمن الذی خلق الانسان الکامل حبیبه وعلمه مایکون وماکان والصلوٰة والسلام الاتمان الاکملان علی سید نبی عدنان الماحی آثار الکفر والطغیان الامی العالم بالبطون و الظهور الکاشف لظلمات الظلم والشرور۔

امابعد۔ یہ امر شمس وامس سے بھی روشن تر ہے کہ ایمان کامل اور اسلام مکمل کی دو جزو ہیں۔

۱۔ عقائد جن کا تعلق دل سے ہے اور ۲۔ اعمال جن کا صدور جوارح اور اعضاء سے ہوتا ہے لیکن جزو اعلیٰ اور اصل عقیدہ ہے اور اعمال فروع کا درجہ رکھتے ہیں عقیدہ صحیحہ سے دل کی طہارت ہوتی ہے اس لئے بغیر درستی عقیدہ کے کوئی عمل مقبول نہیں ہے۔ اور اختلاف مذاہب کی مدار اختلاف عقائد پر ہے نہ کہ اختلاف عمل پر۔ اس لیئے مذاہب اربعہ باوجود اختلاف اعمال کے وحدۃ عقیدہ کی وجہ سے اہل السنت والجماعت کہلاتے ہیں اور توتب تشیع اعتزال وخروج اختلاف عقائد کی مختلف تعبیرات ہیں اہل السنت والجماعت نے درستی اعمال کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے کے باوجود صحت عقائد پر بڑا زور دیا ہے اور عقائد میں توحید و رسالت کا عقیدہ اہل سنت کے نزدیک بہت اہم ہے اس تمہید میں میں یہ واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ اہل سنت کے نزدیک توحید و

رسالت کا مفہوم کیا ہے؟ اور اہل بدعت و بطالت کو اس عقیدہ میں کیا کیا ٹھوکریں لگی ہیں۔

ملتِ اسلامیہ سمحۃ بیضاء کی اساس اور بنیاد توحید و رسالت کے عقیدے پر ہے اور ان ہر دو امر کی صحت ہی صحت ایمان ہے۔ اہل السنت والجماعت کا عقیدہ توحید جس پر قرآن کریم دلالت کرتا ہے یہ ہے کہ عالم جو کہ جمیع موجودات ماسوا اللہ سے عبارت ہے یہ سب موجودات توحید باری پر دلائل ہیں اور ان دلائل کے علم سے توحید خداوندی کا علم حاصل ہوتا ہے جتنا زیادہ دلائل کا علم ہوگا اتنا ہی توحید کا علم بھی کامل ہوگا اور کم دلائل کا علم نقصان توحید کو مستلزم ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ وکذالک نری ابراهیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین۔ علامہ علی قاری نے اس آیت مبارکہ کا جو معنی بیان فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولےٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے جیسا کہ آپ ﷺ کو زمین و آسمان کے عجائب دکھائے ہیں اس طرح ہم نے ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان و زمین کے علوم دیئے تھے تاکہ وہ اپنے مولیٰ تعالیٰ پر استدلال قائم کریں تو ان امور سے واضح ہوگیا کہ زمین و آسمان وما بینهما اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی توحید کے دلائل ہیں اور ان علوم سے توحید مکمل ہوتی ہے اور پھر یہ بات تو معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ عالم کی وجہ تسمیہ ہی یہ ہے کہ اس کے ساتھ صانع پر دلیل دی جاتی ہے۔ یہاں علامہ علی قاری و دیگر شراح حدیث رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے اس کو بھی ذرا سن لیجئے۔ وہ یہ کہ آیت مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے علم رویت کو مشبہ بہ اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کے علم واراۃ کو مشبہ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ مشبہ بہ وجہ شبہ میں اقویٰ ہوتا ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کا علم و رویت جناب خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ سے کس طرح اقویٰ ہے؟ شراح حدیث رحمہ اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کا جواب دیا کہ آیت مذکورہ بالا میں خلیل صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کو پہلے اراۃ ہوئی اور بعد میں ایقان اور جس حدیث شراح میں حبیب ﷺ کے علم کا ذکر ہے اس میں رویۃ باری عزاسمہ مقدم اور علم جمیع مافی السموات والارض موخر ہے تو حاصل کلام یہ ہوا کہ حبیب صلوٰۃ اللہ علیہ نے موثر اور خالق سے اثر اور مخلوق کی طرف انتقال فرمایا

اور خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ کا معاملہ بالعکس ہے۔ علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وما بینهما بون بائن یعنی ان دونوں علوم میں بڑا عظیم فرق ہے قرآن وسنت سے جو عقیدہ توحید ثابت ہوتا ہے اس کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اور اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی بھی نبی ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اس کو فلاں چیز کا علم نہیں ہے تو یہ عقیدہ اس امر کو مستلزم ہے کہ اس نبی کی توحید مکمل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ افضل الانبیاء صلوٰۃ اللہ علیہ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا تو بتائیے جب آپ ﷺ کی توحید مکمل نہیں ہے تو پھر دنیا میں کس کی توحید مکمل ہو سکتی ہے۔ اور بعض اہل بدعت نے عقیدہ توحید کو الٹا جامہ پہنا دیا کہ اگر کسی نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عالم کی ہر چیز کا علم عطا فرمایا ہے تو یہ عقیدہ شرک ہے یعنی عقیدہ توحید کو جو براہین سے ثابت ہوتا ہے اس کو تو شرک قرار دیا اور ان اہل بدعت نے عقیدہ توحید یہ اختراع کیا کہ کامل موحد وہ ہے جس کو دیوار کے پیچھے کا علم نہ ہو اور پھر طرفہ یہ کہ ان اہل بدعت کے نزدیک شیطان لعین کی وسعت علمی تو نص قرآنی سے ثابت ہے اور افضل الانبیاء ﷺ کے علم پر کوئی دلیل نہیں ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ شیطان کی توحید انبیاء علیہم السلام کی توحید سے اکمل ہے۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔ ع

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد

یہاں تک بندہ نے یہ واضح کیا ہے کہ ملت اسلامیہ کی اساس اول توحید کو اہل ضلالت نے کتنا غلط رنگ دیا ہے اب آیئے آپ کو دین متین کی بنیاد ثانی یعنی رسالت سے روشناس کرائیں۔ پھر اہل بدعت نے اس بنیاد میں جو قہر سامانیاں کیں ہیں ان پر سے پردہ اٹھائیں اولاً آپ کو یہ بیان کرتے ہیں کہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک عقیدہ رسالت ﷺ کیا چیز ہے؟ قرآن پاک میں ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفه اس آیت مبارکہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ خلیفہ اس وقت مقرر کیا جاتا ہے جب اصل کام سرانجام نہ دے سکے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر قسم کے عجز سے پاک ہے پھر اس نے اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا؟

اس اشکال کو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے
-استخلفهم الله فی عمارة الارض وسياسة الناس و تكميل نفوسهم وتنفيذ امرہ فيهم لا لحاجة بہٖ تعالیٰ الیٰ من ينوبه بل لقصور المستخلف عليه عن قبول فيضه وتلقى امرہٖ بغير وسط۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا جتنی مخلوق ہے اس میں اتنی استعداد نہیں ہے کہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کریں اس حکمت کی وجہ سے خلیفہ کی تخلیق ہوئی علامہ فاضل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاشیہ میں اس امر کی وضاحت کی ہے کہ مخلوق میں کیوں استعداد فیضان نہ تھی ملاحظہ ہو۔لما انه فی غاية الكدورة والظلمة الجسمانية وذاته تعالیٰ فی غاية التقدس والمناسبة شرط فی قبول الفيض علی ماجرت به العادة الالهية فلا بد من متوسط ذاجهتی التجرد والتعلق ليستفيض من جهة ويفيض باخرٰی۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا تمام ارضی مخلوق میں کدورت یعنی میلا پن اور سیاہی ہے اور اللہ تعالیٰ میلا پن اور سیاہی سے بالکل پاک و منزہ ہے۔ بلکہ کدورت اور ظلمۃ اللہ تعالیٰ میں محال ہے اور مفیض اور مستفیض میں مناسبۃ شرط ہے۔اور یہ شرط عادی ہے ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان ایک واسطہ پیدا کیا جو کہ تجرد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے مناسبت رکھتا ہے اور اس مناسبت سے باری عز اسمہٗ سے استفادہ کرتا ہے اور تعلق بدنی کے لحاظ سے مخلوق کے مناسب ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے مخلوق اس سے استفادہ کرتی ہے۔علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حیوانی بدن میں اس کی مثال دی ہے کہ مثلاً ہڈیاں گوشت سے خوراک حاصل کرتی ہیں اور ان دونوں کے درمیان مناسبت نہیں ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے عادی طور پر نرم ہڈی کو پیدا کیا جو کہ ظاہری رنگ کے لحاظ سے ہڈی ہے اور نرمی کے لحاظ سے گوشت سے مناسب ہے اور ہڈیاں اسی نرم ہڈی کے واسطے سے خوراک حاصل کرتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

ہیں جو کہ ذوجہتین ہیں۔ان میں تجرد اور نورانیت بھی ہے اور تعلق بشریت بھی۔اس تقریر سے ثابت ہوا کہ انبیاء ورسل صلواۃ اللہ علیہم اجمعین نہ تو خدا ہیں اور نہ ہی محض بشر کہ ان کی حقیقت محض حقیقت بشری ہو۔اہل بطالت کو ہمارا چیلنج ہے کہ علامہ بیضاوی نے جس اعتراض و اشکال کی طرف اشارہ فرمایا ہے اہل بدعت اور صنادید دیو بند تقریر مذکور کے بغیر اس کا جواب دیں اہل بطالت کا جو یہ مذہب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت صرف حقیقت بشری ہے فرق صرف نزول وحی ہے۔وجوداً وعدماً تو اس پر سابق اشکال لوٹ آئیگا کہ پھر انبیاء علیہم السلام بھی عدم مناسبت کی وجہ سے استفادہ از باری عز اسمہ نہیں کر سکتے حقیقت میں مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کی حقیقت صرف اور صرف بشری ہے اور اسی وجہ سے ان کا یہ اعتراض تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کسی اور پر کیوں نازل نہ ہوئی یہ ترجیح بلا مرجح ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا۔الله اعلم حيث يجعل رسالة یعنی اللہ تعالیٰ مقام رسالت کو خوب جانتا ہے جس کا مطلب واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت ایسی ہے کہ اس میں استعداد رسالت ہے اور مشرکین جن کا تم نام لیتے ہو ان کی حقیقت میں یہ استعداد ندارد ہے اب اگر رسالت کے متعلق اہل بدعت کا مذہب مان لیا جائے کہ حقیقت انبیاء علیہم السلام صرف حقیقت بشری ہے تو پھر کفار کے اعتراض ترجیح بلا مرجح کا جواب آیۃ مذکورہ بالا سے کس طرح بیان کیا جاوے گا حیرت اس امر پر ہے کہ بانی دیو بند اور اہل بطالۃ کے پیر مغاں مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بھی آیۃ مذکورہ بالا کی یہی تقریر کرتے ہیں جس کو بندہ نے اوپر بیان کیا ہے بلکہ مولوی صاحب مذکور نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ زمین کا وہ حصہ مبارکہ جس پر کعبہ مکرمہ ہے اس کی حقیقت دوسرے اجزاء ارضی سے مختلف ہے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی شائد اہل بدعت یہ جواب دیں کہ ہمارے پیر مغاں نے یہ تقریر اہل سنت کو دھوکہ دینے کیلئے تقیۃً فرمائی ہے تو لاجرم ہمارے پاس اس جواب کا کوئی جواب الجواب نہیں ہے مذکورہ بالا کلام تو تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق ہے اور پھر افضل الانبیاء ﷺ کی طرف آیۃ مندرجہ ذیل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

ہے۔

قولہ تعالیٰ (یکاد زیتھا یضئ ولو لم تمسسہ نار) علامہ فاضل عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

یعنی لانھا تکاد تعلم ولولم یتصل بملك الوحی والالھام الذی مثل النار من ان العقول یشتعل عنھا وفیہ اشارۃ الی مایسجبی من ان قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوت والارض تمثیل للقوۃ العقیلۃ فی مراتبھا۔

خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ قولہ تعالیٰ اللہ نور السمٰوت الایۃ میں انبیاء علیہم السلام کے عقول کا بیان اور ان کی استعداد کی تمثیل ہے کہ اگر ان پر وحی والہام نہ بھی ہوتا تو ان میں استفادہ کی استعداد موجود تھی اسی لئے محققین اہل السنّت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ اگر جناب رسول کریم ﷺ پر بالفرض وحی نازل نہ بھی ہوتی تو بھی آپ ذاتی طور پر تمام مخلوقات سے افضل ہوتے آپ کو جو منصب نبوت اور رسالت عطا فرمایا گیا ہے یہ نور علی نور ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

قولہ تعالیٰ: نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ رسالت عطا فرمایا تو یہ نہ سمجھو کہ صرف اسی سے آپ کو نورانیت حاصل ہوئی بلکہ اس رتبہ عالیہ سے قبل بھی وہ نور تھے اور اعطائے رسالت نور علی نور ہے چونکہ اس پر یہ وہم ہوتا تھا کہ پھر اس ذات ستودہ صفات کی نورانیت تو بالکل اظہر ہوگی۔ اور اس کا انکار ناممکن ہوگا۔ اس وہم کو دور کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء یعنی اس نورٌ علیٰ نُور کو غلاف بشریہ سے ڈھانک لیا جاویگا اور اس نور تک مخصوص نفوس کی رسائی ہوگی اور اذہان عالیہ اور نفوس قدسیہ کو ہی اللہ تعالیٰ عزوجل اس نور تک پہنچائے گا باقی رہے اذہانِ قاصرہ سافلہ تو وہ صرف غلاف بشریۃ پر رک کر اسفل السافلین میں گر جائیں گے۔

یہاں تک بندہ نے توحید و رسالت اہل سنت اور اہل بدعت کو بیان کر دیا ہے اور یہ ذکر

اجمالی ہے۔ والتفصیل لا یسعہ ھذا المقام بل الاذھان اب روز اول سے اہل حق اور اہل بطالت یا یوں کہہ لیجئے کہ ابتداء سے اولیاء الرحمٰن اور عباد الشیاطین ستیزہ کار ہیں ونعم ماقیل۔

ستیزہ کار ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مندرجہ ذیل احادیث میں اشارہ بھی فرمایا ہے جس کو بیہقی نے روایت کیا۔ قولہ علیہ السلام یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغالین انتحال المبطلین وتاویل الجاھلین ۔ رواہ البیہقی فی کتاب المدخل) مشکوٰۃ شریف قولہ تعالیٰ: علیہ السلام ان اللہ عزوجل یبعث لھذا الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجد لھا دینھا۔ (رواہ ابوداؤد بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح) ہر دو حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے عادل علماء مجدد پیدا ہونگے کہ اہل بدعت کے دلائل کا ابطال اور ان کی تحریفات وتاویلات کا قلع قمع کرتے رہیں گے۔ اس امت میں سب سے مقدم یہ ستیزہ کاری سرورِ دو عالم ﷺ کے زمانہ مقدس میں ہوئی جبکہ آپ ﷺ نے دعویٰ فرمایا کہ مجھ پر تمام اشیاء پیش کی گئی ہیں اور میں مومن وکافر ہر ایک کو جانتا ہوں تو منافقوں نے کہا (نحن معہ وما یعرفنا) یعنی اگر سب کو جانتے ہو تو ہم کو بھی جانتے اور ہمارے نفاق پر مطلع ہوتے اور پھر ہم کو اپنے دربار میں حاضری کی اجازت نہ دیتے تو جب آپ کو منافقین کے اس قول کا علم ہوا تو لوگوں کو جمع فرما کر اعلان کیا کہ ما بال اقوام طعنوا فی علمی فاسلونی (الحدیث:) آپ ﷺ نے منافقین کے قول بدتر از بول کو طعنہ سے تعبیر فرمایا اور اعلان فرمایا کہ مجھ سے پوچھو آپ ﷺ نے اپنی تقریر میں غصہ کا اتنا اظہار فرمایا کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھٹنوں کے بل کھڑے ہوگئے اور عرض کی۔ (رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد ﷺ نبیا فاعف عنا (الحدیث) اس کے بعد یہ فتنہ منافقین بالکل دب گیا اور کبھی ان کو سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی ۔ تاآنکہ سات صد پانچ 705 ہجری میں علامہ محدث حافظ ابن تیمیہ نے مذکورہ بالا فتنہ اور کئی

دوسرے فتنوں کو جنم دیا اہل بدعت کا یہ محدث امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کہتا تھا کہ وہ مال کے ساتھ محبت کرتے تھے اور نیز اہل بطالت کا یہ علامہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق کہتا تھا کہ چونکہ وہ ایام صبا اور طفلی میں مسلمان ہوئے تھے۔ جس کا ایمان مقبول نہیں لہٰذا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں تو اس وقت کے علماء اعلام نے اس علامہ کو للکارا اور زین الدین مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس علامہ کو مبہوت کر دیا۔ فبہت الذی کفر ۔ چنانچہ اس علامہ کو قید کر لیا گیا اور پھر وہ تائب ہو گیا تو قید و بند سے رہائی پائی لیکن پھر اپنے عہد کو توڑ دیا اور یہ فتنہ ذرا دب گیا اسی علامہ حرانی کے متعلق علامہ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ حدیثیہ میں فرمایا (واضلہ اللہ علی علم) اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا (ابتدع ابن تیمیہ) یعنی باوجود علم کے اس علامہ کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا اور یہ کہ وہ اہل بدعت سے تھا اور پھر بارہ صد تینتیس ہجری 1233ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی خارجی نے طاقت کے گھمنڈ پر اس فتنہ کو ہوا دی اور نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر قبضہ کر لیا اور اہل سنت کو مشرک قرار دے کر قتل کیا تو سلطان روم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنا لشکر بھیج کر اس فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اور ان نجدی زعماء کے کان کاٹ کر سامان عبرت مہیا کیا۔ اب اس فتنہ نے عرب سے نکل کر ہندوستان کا رخ کیا اور ہند میں جائے پناہ کو ڈھونڈھنا شروع کیا چونکہ دہلی میں ولی اللہی خاندان کے اکابرین دار الآخرۃ کو تشریف لے گئے تھے اور ان کی سجادگی مولوی محمد اسمٰعیل الملقب بالملقب المصنوع القتیل کو حاصل تھی لہٰذا اس فتنہ نے مولوی صاحب قتیل کی کمزوری اور عجلت سے خوب فائدہ اٹھایا اور القتیل الشہیر نے اسکو اپنی عاطفت میں جگہ دی اور سابقہ فتنوں کے ساتھ کئی اور فتنوں نے جنم لیا اور اس قتیل نے امکان کذب باری تعالیٰ عما یقول الظالمون علو اکبیر کا فتنہ کھڑا کیا تو استاذ الکل فی الکل حضرت امام فاضل کامل حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا رد بلیغ فرمایا کہ بایدو شائد اور پھر مولانا محمد احسن المعروف حافظ دراز پشاوری کی سعی مشکور سے سرحد کے غیور محب النبی ﷺ پٹھانوں نے بانی فتنہ کو ہمیشہ کیلئے دفن کر دیا اور یہ

فتنہ ایک دفعہ پھر سے بے یار و مددگار ہو گیا چونکہ مولوی قتیل و شہید فی حب السلطنت کے جانشین دیوبند میں جمع ہو چکے تھے اور اس جانشینی پر نازاں و فرحاں تھے اس لیئے اسماعیلی فتنہ نے صناوید دیوبند کو معمولی سی بحث کے بعد رام کر لیا کہ یا تو سجادگی سے دست بردار ہو جاؤ اور یا اپنے پیر دہلوی کا مسلک اپناؤ پس اکابرین دیوبند نے دوسری شق کو ترجیح دی چونکہ اس فتنہ کا اظہار عامۃ المسلمین میں بدظنی کا باعث تھا اس لیئے ان صناوید دیوبند سے بعض نے تو تقیہ کیا اور بعض نے اپنے مافی الضمیر کا پورا پورا اظہار کیا لہٰذا اس وقت کے مجدد اعظم اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یک وتنہا اس گروہ کا اس قدر رد بلیغ فرمایا کہ اس کی تفصیل کیلئے مجلدات بھی ناکافی ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے علمی دبدبہ اور رعب کا یہ حال تھا کہ باوجود کوشش بسیار کے ذریۃ اسماعیل کے کسی فرزند کو مناظرہ کی توفیق نہ ہوئی اور تاریخ و مقام مناظرہ متعین ہونے کے باوجود اعلیٰ حضرت نے وقت اور مکان کی پوری پابندی کی سجادگانِ قتیل و شہید وہاں نہ گئے اور یا جا کر رواہ فرار اختیار کی حالانکہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد بیسیوں مناظرے معرض وجود میں آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پس ماندگان قتیل کے پھیپھڑے اس شیر نر سے کانپتے تھے اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ نے تقریباً ایک ہزار کے لگ بھگ تصانیف ارقام فرمائیں اور جس مسئلہ پر قلم اٹھایا اس کو الم نشرح کر کے چھوڑا ان تمام تصانیف کا سرتاج اردو ترجمہ قرآن پاک ہے جس کی نظیر نہیں ہے اور اس ترجمہ کا مرتبہ اسی کو معلوم ہوتا ہے جس کو اعلیٰ درجہ کی تفاسیر پر پوری نظر ہے اس ترجمہ مبارکہ میں محققین مفسرین کا اتباع کیا گیا اور جن اشکالات اور ان کے حل کو مفسرین نے صفحات میں جا کر بمشکل بیان فرمایا ہے اس محسن اہلسنت نے اس کو ترجمہ کے چند الفاظ میں کھول کر رکھ دیا بندہ ضروری سمجھتا ہے کہ چند مثالیں یہاں پیش کرے **مثال اول:** قرآن پاک میں ہے۔ لاریب فیہ عربی محاورہ کے مطابق یہاں جنس ریب کی نفی ہے اور لفظ (فی) کا مدخول ظرف ہوتا ہے کبھی زمان اور کبھی مکان تو اب معنی یہ ہوگا کہ

قرآن پاک جنس ریب کا محل نہیں بنا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی نے شک نہیں کیا حالانکہ دوسری آیت میں ہے وان کنتم فی ریب مما نزلنا اس آیت مبارکہ سے پتہ چلا کہ قرآن کریم محل ریب بنا اور لوگوں نے اس میں ریب کیا ہے تو اس اشکال کو دور کرنے کیلئے علامہ تفتازانی نے مطول میں اور علامہ بیضاوی نے اپنی تفسیر شہیر میں میں ایڑی چوٹی کا زور لگا کر طویل ترین عبارت کو سپرد قلم کیا ہے لیکن اس بحر زخار نے صرف چند الفاظ میں تمام اشکال کا رفع فرمادیا آپ بھی سنیئے (قرآن کریم) کوئی شک کی جگہ نہیں۔ اس مختصر عبارت کی بلاغت وہی جانتا ہے جس کو علوم وفنون سے مس ہو اور اگر بندہ اس کی تشریح کرے تو مضمون طویل ہو جائیگا۔

مثال دوم: قولہ تعالیٰ: (یا یھا الناس اعبدو اربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون) میں سب تراجم اس طرف گئے ہیں کہ لفظ لعل بمعنی لکی ہے۔ یعنی تاکہ تم پرہیزگار بنو۔ لیکن علامہ بیضاوی نے اس کے متعلق فرمایا ''لم یثبت فی الغلۃ مثلہ پھر علامہ مذکور نے فرمایا کہ یہ حال ہے ضمیر اعبدوا سے تو معنی یہ ہوا کہ (اعبدو راجین ان ینخرطوا فی سلك المتقین) امام اعلیٰ حضرت نے اس ترجمہ کو اختیار فرمایا اور دریا کو کوزہ میں بند کر دیا اور پھر اس پر حضرت مولانا صدر الافاضل حافظ محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی تفسیر لکھی کہ پڑھنے والا حیرت میں پڑ جاتا ہے کہ ترجمہ احسن ہے یا کہ تفسیر اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں احسن ہیں تفسیر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اگر تمام تفسیر کو ترجمہ میں اپنی اپنی جگہ رکھ دیا جائے تو مزج کے طور پر ایک آدمی کی عبارت معلوم ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک مسلسل عبارت ہے۔ بہر حال بندہ بہت دور چلا گیا۔

آمدم برسرِ مطلب بات اس میں چل رہی تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اپنے وقت کے اہل بطالت اسماعیلیوں کو للکارا۔ اور ہندوستان میں اہل سنت کا سکہ بٹھایا۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد ان کے جانشینوں نے پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشن کو حتی المقدور پورا

کیا اب ہم ذرا سا پیچھے ہٹ کر آپ کو بتلاتے ہیں کہ مولوی اسماعیل کے زمانہ تک سابق پنجاب وخیبر پختون خواہ جو آجکل مغربی پاکستان سے موسوم ہے اس زہریلے اثر سے محفوظ تھا خوش قسمتی سمجھیئے یا کہ بدقسمتی کہ اس دوران میں واں بھچراں ضلع میانوالی کا ایک طالب علم گنگوہ پہنچا اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس طالب علم کو ایسا انجکشن کر دیا جس کی ایجاد آنحضرت ﷺ کے زمانہ اقدس میں نفاق کی کیمسٹ فیکٹری میں ہوئی تھی اور محدث ابن تیمیہ اور محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرہ ہمانے اس کے تیر بہدف علاج کی تشہیر کی پھر کیا ہوا غربی پاکستان میں فتنہ نجدیت کا کہرام مچ گیا اور اس فتنہ کے مفاسد دیکھ کر عوام انگشت بدنداں رہ گئے آخر حضرت السید السند قطب الوقت عالم علم لدنی الشیخ الرئیس حضرت سیدنا ومولانا ومرشدنا سید پیر مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ وارث علوم غوث الثقلین رحمہ اللہ تعالیٰ نے واں بھچراں کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا اور تلمید گنگوہی پر صرف ایک سوال کیا جس کا جواب مولوی واں بھچروی اور اس کے معاون و مددگار نہ دے سکے اور یہ مولوی صاحب حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ایسے مبہوت ہوئے کہ ایک مشہور روایت کے مطابق ان کا پیشاب بھی خطا ہو گیا اور واں بھچراں میں یہ فتنہ وقتی طور پر دفن ہو گیا۔ اگر چہ اس فرقہ واں بھچراں کے عقائد وہی تھے جو کہ صنادید دیوبند کو مولوی اسماعیل قتیل سے وراثت میں ملے تھے لیکن اکابر دیوبند عوام الناس میں شیعہ شنیعہ کی طرح ذرا تقیہ سے کام لیتے تھے لیکن اس مولوی صاحب واں بھچروی نے تقیہ سے انکار کیا اور معہ اپنی اصلی شکل کے لوگوں کے سامنے عریاں ہو گئے۔ اس لیئے دیوبندی ذرا اس فرقہ واں بھچراں سے خفا ہو گئے تو ان کو ایک اور سہارے کی ضرورت پڑی اور سعی بسیار کے بعد ان کا مقصد گکھڑ ضلع گوجرانوالہ میں حل ہو گیا چنانچہ سرفراز صاحب نے اہل السنت والجماعت کے حق میں ہرزہ سرائی شروع کی ابتداء میں اہل سنت نے اس زہر افشانی کا کوئی نوٹس نہ لیا اور اس کی وجہ شاید یہ تھی ۔۔۔۔۔ کہ کارواں تو چلتا ہی رہتا ہے جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ ہر دو مقصد فوت ہو رہے ہیں اور میں صرف ایک ہاتھ سے تالی پیٹنے کی ناکام سعی کر رہا ہوں اور میرے ولی نعمت ممکن ہے کہ مجھ

سے بدظن ہو جائیں کہ اس کی طرف تو التفات نہیں کیا جارہا تو اس نے اپنی لن ترانیوں میں ایک اور قدم آگے بڑھایا جب علمائے اہل السنّت نے دیکھا کہ سرفراز صاحب حد سے بڑھ رہے ہیں تو بعض نے معمولی تنبیہ پر اکتفا کی اب جب سرفراز صاحب نے دیکھا کہ میری طرف التفات ہونے لگا ہے تو انہوں نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور صدر الافاضل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ترجمہ اور تفسیر پر 13 جگہ اعتراض شائع کئے اور رسالہ کا نام ''تنقیدِ متین'' رکھا پھر اہل السنّت نے یہ محسوس کیا کہ یہ معمولی تنبیہ انہیں کافی نہیں ہوئی بلکہ ان کی اصلاح کیلئے مفصل اور مکمل تردید کی ضرورت ہے اس بناء پر میرے عزیز القدر فاضل صاحب القلم والبیان مولانا مولوی غلام رسول سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی نے اپنے نہایت مصروف وقت سے کچھ فرصت کے لمحات نکال کر تنقیدِ متین کا ردِ بلیغ فرمایا اور محاربۃ عن اللہ جل شانہٗ ورسولہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فریضہ جلیلہ ادا کرنے کی سعی مشکور فرمائی اور کتاب کا نام توضیح البیان لخزائن العرفان رکھا۔ اس فقیر سراپا تقصیر نے تمام کتاب مولانا سعیدی صاحب سے من اولہ وآخرہ نہایت غور وخوض سے سنی اور اس دوران بیشتر مباحث پر سعیدی صاحب کو اپنے مشورے بھی دیئے اگر یہ فقیر اس کتاب کی تمام خصوصیات بیان کرے تو شاید ماسبق کے برابر اور لکھنا پڑے جس کی وقت اور مقام اجازت نہیں دیتا لیکن بفحوائے (مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ) کے مطابق اجمالی طور پر تبصرہ ضروری معلوم ہوتا ہے اور کتاب کی چند خصوصیات سپردِ قلم کی جاتی ہیں۔

اول۔

ایمان کامل کی دو جز ہیں۔ عقیدہ اور عمل۔ اور عقیدہ عمل کی بنیاد ہے بغیر عقیدہ عمل بے کار اور پھر عقائد کا سرتاج عقیدہ توحید ورسالت ﷺ ہے اور تقریباً تمام اہل بطالت نے توحید و رسالت ﷺ میں ٹھوکریں کھائی ہیں اس زیرِ تبصرہ کتاب میں توحید ورسالت ﷺ کا وہ مفہوم بیان کیا گیا ہے جس پر کتاب وسنت اور اقوال سلف صالحین دلالت کرتے ہیں اور اس عقیدہ کے

پرچار کیلئے انبیاء عظام علیہم السلام کی بعثت ہوئی لہٰذا اسی عقیدہ کا صحیح مفہوم بیان کرنا اسوۂ حسنہ کا اتباع ہے۔

نہ کہ من گھڑت بے سروپا اختراعات اسوۂ حسنہ کے زمرے میں آتے ہیں جیسا کہ مقرظین صفدر کی رائے ہے۔

دوم۔

اکثر قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی کا رد کرنا ہو تو صرف اتنی عبارت پر اکتفا کی جاتی ہے جو رد کیلئے کافی ہو لیکن علامہ سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کے جوان علم نے اس قاعدہ پر عمل کو پہلوان کے ہاتھ میں چھڑی تھمادینے کے مترادف قرار دیا۔ کیونکہ الباطل المحامی تو گزر گراں کا مستحق ہوتا ہے اس لئے مولانا نے جہاں جہاں سرفراز صاحب کا رد فرمایا ہے تو پہلے اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی ہے اور اس مسئلہ کے تمام نشیب وفراز پر بحث کی ہے اور اس کے ہر کونے کو کھنگال کے رکھ دیا ہے اور تمام دلائل کو حتی المقدور ایک جگہ پر جمع کر دیا ہے جو کہ موتیوں کی طرح قرطاس کتب پر بکھرے پڑے تھے تاکہ قارئین مسئلہ کی تہہ تک پہنچ سکیں اور ردِ بلیغ کے ساتھ ساتھ پورے مسئلہ پر گفتگو کر سکیں۔

سوم۔

چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ (العلوم تزداد یوم فیوما) تو متاخر کے سامنے کتب کا ذخیرہ چونکہ زیادہ ہوتا ہے اس لیئے بسا اوقات متاخر ایسے دلائل بیان کرتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ وہ دلائل کی تقریب ایسے اچھوتے انداز میں کرتا ہے کہ کتب متقدمین اس سے مجموعی طور پر خالی ہیں۔ بنا بریں کتاب زیرِ تبصرہ میں قارئین کو ایسے دلائل ملیں گے اور ان کا طرزِ استدلال ایسا انوکھا ہوگا کہ کتب سابقہ اس سے خالی ہیں اور اس سے متقدمین کی گستاخی مقصود نہیں ہے کیونکہ متاخر کیلئے کتب متقدمین اساس کا کام دیتی ہیں۔ قدماء نے بنیاد مستحکم کی اور متاخرین نے اس پر محل تعمیر کیا

یہ امر تحریر کرنے کی ضرورت اس لیئے پیش آئی کہ ناہموار طبائع تعصب کے طور پر جھٹ گستاخی کا فتویٰ صادر کرتی ہیں۔ دیکھیئے شیخ محمد عبدالحق قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے والدین شریفین المطہرین کی شرافت وطہارت اور اسلام کا مسئلہ متاخرین پر منکشف ہوا ہے۔

چہارم۔

چونکہ کلام پاک ایک جامع کتاب اور مختلف الانواع مسائل کا گنجینہ ہے تو اس کلام پاک کا ترجمہ اور تفسیر انہیں مسائل کی حامل ہوگی اور چونکہ صاحب تنقید نے اہل سنت کے ہر مسلک اور عقیدہ پر تعصب کے طور پر حملہ کیا ہے اور علامہ سعیدی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ نے ہر جگہ اس کا تعاقب فرمایا اور ہر مسئلہ کو شرح وبسط سے بیان کر دیا ہے۔ تو تقریباً تمام متنازع فیہا مسائل مع دلائل قاہرہ کتاب زیر تبصرہ میں آ گئے ہیں تو اب یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ ایسی جامع مختلف الانواع کتاب آج تک منصۂ شہود پر جلوہ گر نہیں ہوئی۔ فالحمد لله علی ذالك

پنجم۔

کتاب زیر تبصرہ استدلال اور رد کا یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ کتاب وسنت، اقوال صحابہ، تابعین، تبع تابعین، آئمہ مجتہدین خصوصاً علمائے احناف کثرہم اللہ تعالیٰ سے تمسک کیا گیا ہے۔ اور سرفراز صاحب کے اکابرین کے اقوال اور خود سرفراز صاحب کی اپنی عبارات سے رد بلیغ اس طور پر کیا گیا ہے کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ سرفراز صاحب نے جو تنقید کی ہے وہ نرا تعصب ہے۔ ورنہ اس کے اکابر اور وہ خود بھی اس تنقید سے محفوظ نہیں ہیں۔

ششم۔

سرفراز صاحب نے کئی مقامات پر صرف دعویٰ پر اکتفا کیا ہے اور اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کی اور اپنے دعویٰ کو بالکل تشنہ چھوڑ دیا ہے اس لیئے علامہ سعیدی صاحب نے ان کو وہاں آڑے ہاتھوں لیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ باتیں تو ایک مبتدی ہی کر سکتا ہے۔ برخلاف علامہ

سعیدی صاحب کے کہ انہوں نے صرف لا نسلم پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر دعویٰ کو براہین سے مبرہن کیا ہے۔

ہفتم۔

طرز تحریر اور انداز بیان نہایت برجستہ اور فصاحت الفاظ اور حلاوت کلام ایسی ہے کہ بار بار سننے اور پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اردو کا بہت بڑا ادیب اپنا شاہکار پیش کر رہا ہے۔ (ھذہٖ سبع سنابل فی کل سنبلة مائة حبة والله یضاعف لمن یشاء) الالتماس فی حضرت رب العالمین جل شانہٗ سبحانک اللھم۔ اے ہمارے رب ہر دور میں معاندین نے تیری تنزیہہ پر حملے کیئے اور قبائح کو تیری ذات مقدسہ، مطہرہ کی طرف منسوب کیا اور اسی طرح اہل بدعت نے تیرے حبیب لبیب، معظم مکرم ﷺ کی توہین کا ارتکاب والتزام کیا ہے لیکن ہر زمانے میں تو نے ہم اہل السنت والجماعت کو یہ توفیق سعید عطا فرمائی کہ تیرے اور تیرے حبیب ﷺ کی طرف سے جہاد اور محاربتہ کریں۔ فالحمد الله علی ذالك والشکر۔ اگر ہمارا ہر بال کروڑ زبانوں کی شکل اختیار کرے اور ہم تیرا شکر ادا کرتے رہیں تو ہم ادائے شکر سے قاصر ہیں۔

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمہ کنی
منت ازو شناس کہ بخدمت بگذاشتت

حررہٗ الفقیر

الی اللہ الصمد خادم العلم

عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

قبلہ استاذی المکرمؒ کی مسئلہ نور پر ایک نادر تحریر ملاحظہ فرمائیں

الحمد للہ الذی خلق الانسان و علمہ البیان والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ ورسولہ الذی نزل علیہ الفرقان واطلعہ علی مایکون و ماھو قد کان امابعد فقیر کی نظر سے ایک چھوٹا سا رسالہ گزرا ہے جس میں کسی مولوی سلطان محمود صاحب کٹھیالہ شیخاں نے اہل سنت پر چودہ 14 سوال کئے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سوالات سائل کی ساری علمی عمر کا نتیجہ ہیں اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کا مقصد صرف اطمینان قلبی کیلئے جواب حاصل کرنا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے نزدیک یہ سوالات لاینحل ہیں سوالات کی طرز ایسی ہے جیسے کسی غیر مسلم نے سوالات کئے ہیں یعنی جناب سرکار دوعالم سرور مدینہ ﷺ کی عزت واحترام جو کہ ایک مسلمان کے دل میں ہونی چاہیے بالکل سوالات سے معلوم نہیں ہوتی بلکہ اکثر جملے نہایت گستاخانہ ہیں اس لئے بندہ مدافعت کے طور پر سوالات کا جواب دینا چاہتا ہے امید ہے کہ سائل اور ان کے ہم مشرب لوگ ضرور وہ ان جوابات پر غور کریں گے اور اگر انہوں نے انصاف کی عینک لگا کر غور کیا تو امید ہے ضرور اپنی ضد سے ہٹ جائیں گے چونکہ تمام سوالات کی مدار مسئلہ بشریت اور حاضر وناظر اور علم غیب پر ہے اس لیئے بندہ اولاً نور و بشریت کی تحقیق کرتا ہے اور اس کے بعد ایک ایک سوال کا جواب دیا جائیگا اور بعد میں علم غیب کی تحقیق کر کے اس کے متعلق سوالات کا جوابات دے گا بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ مسئلہ سے قبل چند چیزوں کا جاننا تمہید کے طور پر ضروری ہے۔

(اول) لفظ مشترک وہ ہوتا ہے کہ جسکے حقیقی معانی ایک سے زائد ہوں جیسا کہ عربی میں عین کا لفظ ہے کہ سورج اور آنکھ دونوں اس کے حقیقی معنی ہیں اور لفظ عین کا استعمال ہر ایک معنی میں حقیقت ہے لیکن کوئی ذی عقل یہ گمان کبھی نہیں کرسکتا کہ دونوں معنی کی ایک حقیقت ہے اسی طرح سمیع بصیر علیم حی قدیر مرید متکلم یہ سات صفات اللہ تعالیٰ کے ہیں اور مخلوق میں بھی یہ پائے اور

استعمال کئے جاتے ہیں لیکن ہر ایک کی حقیقت علیحدہ ہے اگرچہ کتب کلامیہ میں اس کی تصریح موجود ہے تاہم نقل پیش کی جاتی ہے علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح شفا جلد اول صفحہ 510 پر فرمایا ہے (فاللہ سمیع بصیر علیم حی قدیر مرید متکلم و قد اثبت ھذہ الصفات ایضاً لبعض المخلوقات ولکن بینھما بون بعید) یعنی اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا، جاننے والا، زندہ قدرت والا، ارادہ کرنیوالا اور بولنے والا ہے اور یہ صفات بعض مخلوق کیلئے بھی ثابت کیں لیکن ہر دو کے درمیان بڑا فرق ہے۔ اگر کتب عقائد کا یہ مسئلہ آجکل نجدی سمجھ لیں تو بہت سے سوالات ان کے نزدیک خود بخود حل ہوجائینگے۔ (دوم) ایک چیز کے متعدد نام ہوتے ہیں اور ہر نام کی اس چیز پر پوری دلالت ہوتی ہے اور یہ سمجھنا حد درجہ کی کم فہمی ہے کہ ناموں کے تعدد سے اس چیز میں تعدد آجائے گا یا کہ وہ چیز دونوں ناموں کے معنی کے مرکب ہوجائے گی مثلاً امیر المومنین خلیفہ ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین نام۔ عمر الفاروق ابوحفص رضی اللہ عنہ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر معنی اس ذات مقدس پر پورا دلالت کرتا ہے اور نام کے تعدد سے نہ ذات کا تعدد ہوا اور نہ وہ ذات تین چیزوں سے مرکب ہوئی۔ (سوم) جس آیت یا حدیث کے آئمہ اہل سنت نے متعدد معانی بیان کئے ہوں۔ تو اگر ان معانی میں تضاد نہیں ہے تو سب درست ہیں اور اگر تضاد ہے تو کوئی معنی اختیار کرنے پر کفر وشرک لازم نہیں آتا اور کوئی ایک معنی لے کر دعویٰ پر دلیل دی جاسکتی ہے اور اس کو استدلال باحد التفسیرین کہا جاتا ہے مثلاً قرآن کریم میں ہے (ان الذین کفروا سواء علیھم ءانذرتھم ام لم تنذرھم لا یومنون) یعنی تحقیق جو لوگ کافر ہوئے تمہارا ان کو ڈرانا اور نہ ڈرانا دونوں ان پر برابر ہیں کہ وہ ایمان نہیں لائینگے۔ یہاں مفسرین کے دو قول (اول) یہ کہ یہاں خاص خاص کفار مراد ہیں مثل ابوجہل وغیرہ کے جو کفر پر مرگئے۔ (دوم) یہ کہ اس سے مطلق کفار مراد ہیں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر دو قول کو نقل کرکے آخر میں بیان فرمایا کہ اگر لفظ ''الذین'' سے خاص خاص کفار

مراد ہوں تو سرکار دو عالم ﷺ کا یہاں ایک معجزہ بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ کو ایسی غیب کی خبر دی ہے جو بالکل درست تھا اور غیب جاننا اور بتلانا انبیاء علیہم السلام کا معجزہ ہے عبارت ملاحظہ ہو۔(و فی الایة اخبار بالغیب علی ما ھو به ان ارید بالموصول اشخاص باعیانهم فهی من المعجزات) یعنی اگر لفظ ''الذین'' سے خاص معین کفار مراد ہوں تو آیت میں ایک درست غیب کی خبر دینی ہے تو یہ آیۃ معجزات سے ہے۔اور اسی طرح بعض علماء نے ایک دوسرے دعویٰ پر بھی اس آیۃ شریف سے استدلال کیا ہے اور وہ استدلال بھی اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ لفظ الذین سے خاص خاص کفار مراد ہوں۔اب یہاں سوال ہوتا تھا کہ جب آیۃ کی دو تفاسیر اور اس میں دو احتمال ہیں تو ایک تفسیر لے کر یہ استدلال کیسے درست ہوا تو علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ میں اسکا جواب بایں الفاظ دیا ہے(والا ستدلال مبنی علیٰ ان یراد بالموصول ناس باعیانهم فهوفی الحقیقة استدلال باحدوجهی التفسیر لیس استدلالا بالمحتمل) یعنی بعض علماء کا یہ استدلال اس امر پر مبنی ہے کی کہ لفظ الذین سے جو کہ اسم موصول ہے معین لوگ مراد ہوں اور یہ استدلال تفسیر کے دو طریقوں سے ایک طریقہ پر ہے اور یہ استدلال بالاحتمال نہیں ہے۔اس سے ہمارا یہ مدعیٰ ہے کہ جب آیۃ مبارکہ یا حدیث شریف کے دو معنیٰ علماء نے ذکر کئے ہوں اور ہم اہل سنت ایک وجہ کی بناء اپنے دعویٰ پر دلیل قائم کریں تو آجکل کے نجدی ناواقف جھٹ اعتراض کرتے ہیں کہ یہاں دو احتمال ہیں لہٰذا دلیل درست نہیں ہے کیونکہ مشہور مقولہ ہے(اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال) تو مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہو گیا کہ استدلال بالاحتمال اور استدلال باحدوجهی التفسیر کے درمیان بڑا فرق ہے کسی ماہر کے پاس جا کر سمجھو نجدی لوگ بزعم خود تو بڑے مفسر اور محدث ہونے کے مدعی ہیں لیکن مبلغ علم یہ ہوتا ہے کہ معمولی چیزوں سے بھی پوری ناواقفی ہوتی ہے۔اس تمہید کے بعد ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ بیشک عقیدہ بیان کرتے وقت سرور دو عالم ﷺ کو بشر کہا گیا ہے اور بشر کا اطلاق کفار اور عام مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے اور یہ اطلاق حقیقی ہے لیکن اس اطلاق سے یہ ہرگز

ثابت نہیں ہوتا کہ سرکار مدینہ ﷺ اور دوسرے عام انسانوں کی حقیقت ایک ہے یہ اسی طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اور انسان ہر دو کو سمیع و بصیر کہا گیا ہے اب کوئی نجدی یہ دعویٰ کر دے کہ دونوں میں سمع اور بصر کی ایک حقیقت ہے اب فقیر کہتا ہے کہ بے شک ہمارا عقیدہ ہے کہ سرور دو عالم ﷺ بشر ہیں اور بشر کا اطلاق آپ پر حقیقت ہے لیکن یہ بشر اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے جو دوسرے انسانوں کی حقیقت سے مغائر ہے جیسے سورج کو عین کہا جاتا ہے اور یہ حقیقت ہے لیکن کوئی ذی فہم یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ آنکھ کو بھی عین کہنا حقیقۃ ہے لہٰذا دونوں کی حقیقت ایک ہے یہاں تک تو سرور عالم ﷺ کی بشریۃ کے متعلق مختصراً عرض کیا گیا ہے اب بندہ عرض پرداز ہے کہ اسی حقیقۃ محمدیة علیٰ صاحبها الصلوٰة والتحیة ,الله تعالیٰ جل شانه نے (نور) بلکہ نور علیٰ نور بھی فرمایا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس حقیقت طیبہ کو صدہا ناموں سے یاد فرمایا ہے چنانچہ کتب سیر میں مرقوم ہے کہ جتنے نام اللہ تعالیٰ کے ہیں اتنے ہی سرور دو عالم ﷺ کے ہیں علامہ خفاجی نے شرح شفاء میں فرمایا ہے(وفی شرح الترمذی ان للنبی ﷺ الف اسم) یعنی شرح ترمذی میں ہے کہ آپ کے ایک ہزار نام ہیں تو یہ سب نام اس ذات مقدس پر دلالت کرتے ہیں۔جو کہ دوسرے انسانوں سے مغائر ہے اب بشریۃ اور نور کے متعلق اس فقیر نے جو بیان کیا ہے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1

وحق آنست کہ آنحضرت ﷺ تشرف بزمان نیست بلکہ زمان تشرف باوست چنانکہ اماکن وہیں است حکمت در عدم وقوع ولادت شریف در اشہر مشہور بکرامت و برکت چنانکہ محرم ورجب و رمضان و چنانکہ از ایام یوم جمعہ افضل است وخلق آدم علیہ السلام در وست یہ عبارت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے جو کہ مدارج النبوۃ صفحہ ۳ جلد دوم میں ہے اس عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وجہ سے زمان اور مکان کو شرافت حاصل ہوئی ہے

اس لئے آپ کی ولادت مبارک پیر کے دن کو ہوئی تا کہ سوموار کو آپ کی ولادت کی وجہ سے شرف
حاصل ہوا گر ولادت مبارکہ جمعہ کے دن ہوتی تو یہ وہم پڑتا کہ شاید جمعہ کی شرافت کی وجہ سے
آپ کو بزرگی حاصل ہوئی ہے اس طرح فقہاء اور محدثین نے تصریح فرمائی ہے کہ قبر مبارک کی وہ
مٹی جو کہ آپ کے بدن مبارک سے لگی ہوئی ہے اس کا رتبہ کعبہ شریف سے زیادہ ہے آپ کے سوا
دوسرے مقبولان بارگاہ ایزدی کو زمان اور مکان سے شرافت حاصل ہوتی ہے چنانکہ آدم علیہ
السلام کی پیدائش جمعہ کو اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادۃ دسویں محرم الحرام کو ہوئی اور حضرت علی
رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبہ شریف میں ہوئی تا کہ زمان اور مکان کی شرافت سے ان حضرات کو
بزرگی عطاء ہو۔ تو معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں اللہ تعالیٰ نے شرافت
ودیعت فرمائی اور دوسرے بزرگان دین کو اللہ تعالیٰ نے خارجی اوصاف سے بزرگی عطاء کی۔ تو
معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور حقیقۃ دوسرے بزرگان دین سے مغائر ہے اور
اگر ان سب کی ذات اور حقیقت ایک جیسی ہوتی تو شرافت جو کہ بزرگان دین کے لوازم سے ہے
۔ میں تفاوت نہ ہوتا یا تو تمام کی شرافت ذاتی ہوتی اور یا تمام کو شرافت خارجی امور سے عطاء کی
جاتی ۔ جو ہم نے شرافت کے متعلق تحریر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ
نے اس طرح پیدا فرمایا کہ دوسری اشیاء آپ ﷺ سے شرافت حاصل کریں تو شرافت آپ کی
ذات میں داخل ہوئی بخلاف دوسرے مقبولوں کے وہ شرافت میں دوسری اشیاء کی طرف محتاج
ہیں تو ذات اور حقیقۃ کے لوازم میں اختلاف واضح ہو گیا اور یہ امر مسلم ہے کہ جب ذات اور حقیقۃ
کے لوازم میں اختلاف ہو تو ملزومات میں بھی ذات اور حقیقۃ کے لحاظ سے تغائر اور تخالف ہوتا
ہے ہم نے محقق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت اول دلیل کے طور پر اس لئے ذکر کی ہے تا کہ
سائل صاحب کو یہ معلوم ہو جائے کہ اہل سنت کا مذہب مہذب محدثین سابقین سے ماخوذ ہے اور
اختراعی نہیں ہے۔

دلیل نمبر 2۔

قولہ تعالیٰ (واذقال ربك للملائكة انى جاعل فى الارض خليفة) ترجمہ اور یاد کر
جس وقت تیرے رب نے فرشتوں کو فرمایا کہ تحقیق میں زمین میں خلیفۃ اور نائب پیدا کرنیوالا
ہوں۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیۃ مبارکہ کی جو تفسیر کی ہے وہ ملاحظہ ہو (والخليفة
من يخلف غيره و ينوب منابه والمراد به آدم عليه السلام لانه كان خليفة الله
تعالىٰ فى ارضه وكذالك كل نبى استخلفهم فى عمارة الارض وسياسة الناس
وتكميل نفوسهم) مطلب یہ ہے کہ خلیفہ اس کو کہتے ہیں جو کسی کا نائب ہو اور اس سے مراد آدم
علیہ السلام اور دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے نائب اس کی زمین میں ہیں
تا کہ زمین کی آبادی ہو اور دوسرے لوگوں کو جہان بانی کے اصول سکھائیں اور ان کے نفوس کی
تکمیل کریں اس کے بعد علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (لا لحاجة به تعالىٰ الى من
ينوبه بل لقصور المستخلف عليه من قبول فيضه و تلقى امره بغير وسط ولذالك
لم يستبى ملكا كما قال تعالىٰ ولو جعلنا ملكاً لجعلناه رجلاً) مذکورہ بالا عبارت کی شرح
علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حاشیہ میں اس طرح فرمائی ہے۔ (لا لحاجة به تعالىٰ دفع
توهم ان الخلافة عن الخير انما يكون لغيبة او عجزه او موته وكل ذالك محال
على الله تعالىٰ قوله بل لقصور المستخلف عليه لما انه فى غاية الكدورة والظلمة
الجسمانيه وذاته تعالىٰ فى غاية التقدس والمناسبة شرط فى قبول الفيض علىٰ
ماجرت العادة الالهية فلا بدمن متوسط ذاجهتى التجرد و التعلق يستفيض من
جهته و يفيض باخرى) علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ علامہ
بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر ایک اعتراض وارد ہوتا تھا جو کہ در اصل کلام پاک پر اعتراض تھا اور علامہ
بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ کوئی نبی علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا
خلیفہ نہیں ہو سکتا کیونکہ خلیفہ وہ مقرر کرتا ہے جو کہ غائب ہوتا کہ اس غیبوبۃ کے زمانہ میں خلیفہ اس

کا نائب رہے یا خلیفہ وہ مقرر کرتا ہے جو کہ خود انتظام سے عاجز ہو اور یا خلیفہ کا تقرر وہ کرتا ہے جس پر موت آنی ہوتا کہ بعد از موت خلیفہ اسکا نائب رہے اور غیبوت اور عجز اور موت ہر ایک اللہ تعالیٰ پر محال ہے جو کہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اپنا خلیفہ کیوں مقرر فرمایا یہاں تک تو سوال کی تفصیل تھی اس کے بعد بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے اس کی تفصیل عبد الحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت مبارک اس طرح ہے کہ فیض حاصل کرنے کیلئے فیض دہندہ اور فیض حاصل کنندہ کے درمیان مناسبت شرط ہے بغیر مناسبت فیض حاصل نہیں ہو سکتا اور یہاں فیض دہندہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ اور فیض حاصل کنندہ خداوند عالم کی مخلوق ہے اور ہر دو کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ مخلوق میں انتہائی کدورۃ اور ظلمۃ ہے اور اللہ تعالیٰ میں غایت درجہ کا تقدس اور پاکیزگی ہے اور کدورۃ و تقدس میں کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا مخلوق اس امر میں عاجز اور قاصر تھی کہ اللہ تعالیٰ سے بلا وسیلہ فیض حاصل کرے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اور دوسری مخلوق کے درمیان وسیلے پیدا کئے جن میں تجرد بھی ہے یعنی تقدس اور تعلق بھی یعنی ان کی شکل انسانوں کی سی ہے تجرد اور تقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے ان کو مناسبت ہے لہٰذا تقدس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور تعلق اور صورت بشری کے ذریعے وہ دوسری مخلوق سے مناسب ہیں لہٰذا اس تعلق کے ذریعہ سے دوسری مخلوق تک اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کا فیض پہنچاتے ہیں ان اکابرین کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت وہ نہیں ہے جو کہ دوسرے انسانوں کی ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو جس طرح دوسرے لوگ عدم مناسبت کی وجہ سے فیض باری تعالیٰ حاصل نہیں کر سکتے اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی بلا واسطہ مستفیض نہیں ہو سکیں گے اور باب نبوت غیر معقول متصور ہو گا پس انبیاء علیہم السلام صاحب تجرد اور صاحب تعلق ہوئے اور دوسرے لوگ صرف صاحب تعلق ہیں عبارت مذکور بالا میں علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملائکۃ کو اسی لئے نبی نہیں بنایا گیا کہ ان سے بھی عدم مناسبۃ کی وجہ سے حصول فیض نہیں ہو سکتا اسی لیئے دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (ولوجعلنا ملکا

لجعلناہ رجلا) یعنی اگر ہم فرشتوں کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ بھی مرد ہوتے۔ اس آیہ شریف میں غور کرنے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انکی حقیقۃ وہی ہو جو دوسرے انسانوں کی ہوتی ہے بلکہ صرف یہ ضروری ہے کہ انکا بشری لباس ہو اور انسانوں کی شکل میں ہوں اور دیکھنے والا ان کو انسان سمجھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ہم فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ مرد ہوتا تو ظاہر ہے کہ جب فرشتہ کو مرد بنا کر بھیجا جاتا تو وہ صرف شکل میں مرد ہوتا اور اس کی حقیقت دوسرے انسانوں جیسی ہرگز نہ ہوتی بلکہ اس کی حقیقت ملکی ہوتی تب ہی آیۃ مبارکہ کا مفہوم درست ہوتا کہ فرشتہ مرد بن کر آیا ہے اور اگر اس کی حقیقۃ دوسرے انسانوں جیسی ہو تو ہرگز یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ فرشتہ مرد بن کر آیا ہے۔ مثلاً زید عمروان ہر دو کی شکل بھی بشری ہے اور حقیقۃ بھی بشری تو ان کو ہرگز یہ کہنا درست نہیں ہے کہ یہ ہر دو فرشتے مرد کی شکل میں ہیں۔ اہل نجد کو قرآن دانی کا دعویٰ تو بڑا ہے لیکن قرآن پاک کے عام فہم معانی سے بھی عاری ہیں۔ اس دلیل سے تو یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حقیقت اور انسانوں سے مختلف ہے اس کے بعد علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام میں بھی فرق بیان کیا ہے جیسا کہ ہم دلیل اول میں بیان کرائے ہیں عبارت ملاحظہ ہو (الا تریٰ ان الانبیاء لما فاقت قوتھم واشتعلت قریحتھم بحیث یکا د زیتھا یضی ولو لم تمسسہ نار ارسل الیھم الملائکہ ومن کان منھم اعلیٰ رتبۃٍ کلمہ بلا واسطۃ کما کلم موسیٰ علیہ السلام فی المیقات و محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لیلۃ المعراج) اس عبارت میں علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کی قوۃ اور طبع اس قدر قوی اور روشن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ وحی فیض حاصل کر سکتے ہیں اور پھر طبیعت کے لحاظ سے انبیاء علیہم السلام کے مراتب متفاوت اور مختلف ہیں۔ علامہ عبد الحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت مذکورہ بالا کی تشریح اس طرح بیان فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (بحیث یکادزیتھا یعنی لانھا تکاد تعلم ولو لم یتصل بملک الوحی والالھام الذی مثل النار من حیث ان العقول تشتعل

عنہا) یعنی انبیاء علیہم السلام کی طبیعۃ اس طرح روشن اور طاقت ور ہے کہ اگر ان پر وحی الہام نازل نہ ہوتا تو بھی وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ سے فیض حاصل کر سکتے تھے۔اس عبارت میں تصریح موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام باعتبار ذات اور حقیقۃ کے دوسرے لوگوں سے مغائر اور مختلف ہیں ان کی ذات اور حقیقۃ میں یہ استعداد ہے کہ تمام مراتب ان کو بغیر واسطہ وحی اور الہام کے حاصل ہو سکتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے ان کی ذات اور حقیقۃ اس طرح نہیں ہے اب ذرا غور کا مقام ہے کہ کہاں آج کل کے اہل نجد محرف قرآن اور کہاں علماء مفسرین محدثین محققین ان علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تو تصریح فرمادی کہ انبیاء علیہم السلام کی طبیعۃ اور ذات ہم جیسی نہیں ہے بلکہ وہ خداوند عالم کی ایسی مخلوق ہے کہ وحی اور الہام کی طرف محتاج نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ سے ایسی مناسبت ہے کہ فیوضات الہیۃ ان پر بلا واسطہ ضو فگن ہیں اور نجدی تو یہ کہتے ہیں کہ بس ہم میں اور انبیاء علیہم السلام میں بس یہ فرق ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی تھی اور ہم پر وحی نازل نہیں ہوتی۔ہم اہل نجد سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہی بات ہے تو پھر وحی تم پر کیوں نازل نہیں ہوتی؟ اور یہ ترجیح بلا مرجح کیوں ہے؟ بلکہ اصلی وجہ وہی ہے جو کہ علماء محققین نے بیان فرمائی کہ انبیاء علیہم السلام کی ذاتی خصوصیت ایسی ہے کہ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان مناسبۃ ہے اور وہ مناسبت اللہ تعالیٰ اور دوسرے لوگوں کے درمیان مفقود ہے۔

دلیل نمبر 3۔

قولہ تعالیٰ: واذا جاء تھم آیۃ قالوا لن نؤمن حتی نوتیٰ مثل ما اوتی رسول اللہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ) علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیہ مبارکہ کا شان نزول یہ بیان فرمایا ہے کہ ابوجہل نے کہا تھا کہ ہم اور حضرت عبد مناف کی اولاد شرافت اور بزرگی میں بالکل ایک دوسرے کے برابر ہیں اب رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان کہ میں نبی ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اس کو میں تسلیم نہیں کرتا جب تک ہم پر بھی اس قسم کی وحی نازل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے ابوجہل کا رد فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے ذاتی خصوصیات اس قسم کے ہیں کہ وہ محل وحی بن سکتے اور

تمہاری ذات محل وحی کے ہرگز قابل نہیں۔علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت ملاحظہ ہو (ان النبوۃ لیست بالنسب والمال وانما ھی بفضائل نفسانیۃ یخص اللہ سبحانہ وتعالیٰ بھا من یشاء من عبادہٖ فیجتبی لرسالاتہٖ من علم انہ یصلح لھا وھو اعلم بالمکان الذی یضعھا فیہ) مطلب یہ ہے کہ نبوۃ کی مدار نسب اور مال پر نہیں ہے بلکہ نبوۃ کیلئے ضروری ہے کہ نبی میں قبل از وحی ذاتی بزرگی اور شرافت ہو اور یہ ذاتی شرافت اللہ تعالیٰ جسے چاہے عطاء فرماتا ہے تو جو رسالۃ کی صلاحیۃ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اپنی رسالۃ کیلئے اسکو چن لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جس جگہ اپنی رسالۃ رکھتا ہے اس کو اچھی طرح جانتا ہے۔اس آیۃ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے چند امور واضح ہو جاتے ہیں۔

امر اول:۔ نبی میں ذاتی فضائل ہوتے ہیں جو کہ دوسروں میں نہیں ہوتے۔لہٰذا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور غیر نبی کے ذوات اور حقائق میں تخالف ہے۔

امر دوم:۔ اللہ تعالیٰ جس کو رسالۃ عطاء فرمانا چاہتا ہے کہ خلقی طور پر اس کی ذات میں فضائل پیدا فرماتا ہے اور نبوۃ کے وہبی ہونے کا یہی معنی ہے۔اور یہ معنی ہرگز نہیں ہے کہ نبی اور غیر نبی کی ذات اور حقیقۃ ایک جیسی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ ایک کو نبوت عطاء فرماتا ہے اور دوسرے کو محروم کر دیتا ہے۔کیونکہ یہ بالکل غیر معقول ہے

امر سوم:۔ نسب میں شرکت سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ سب کی حقیقۃ اور ذات ایک جیسی ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسب کو مدار رسالۃ نہیں فرمایا بلکہ فضائل نفسانیۃ اور کمالات ذاتیۃ کو مدار رسالۃ ٹھہرایا ہے تو معلوم ہوا کہ شرکت نسب سے ذات اور حقیقۃ میں شرکت لازم نہیں آتی اور اگر شرکت لازم آئے جیسا کہ اہل نجد کا خیال ہے تو پھر نسب کو مدار نہ ٹھہرانا اور ذاتی فضائل کو مدار ٹھہرانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

امر چہارم:۔ یہ خیال ابوجہل کا تھا کہ آنحضرت ﷺ اور ہماری حقیقۃ ایک جیسی ہے لہٰذا آپ

پر وحی کا نازل ہونا اور ہم پر نازل نہ ہونا ترجیح بلا مرجح ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس ترجیح کا
یہ جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے ذاتی فضائل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات کو تم سے افضل
پیدا فرمایا ہے اور تمہاری ذات میں وہ فضائل نہیں ہیں لہٰذا ترجیح بالمرجح ہے اور ذاتی تخالف مرجح
ہے اور اسی ذاتی تخالف کی طرف اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (اللہ اعلم حیث
یجعل رسالتہ) یعنی آنحضرت ﷺ کی ذات رسالۃ کی صلاحیۃ رکھتی ہے اور تمہاری ذوات اس کی
صالح نہیں ہیں۔

امر پنجم:۔ اگر اہل نجد کا یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے انسانوں کی
پوری حقیقۃ ایک جیسی ہے تو ابو جہل علیہ اللعنۃ نے جو ترجیح بلا مرجع کا اعتراض اٹھایا تھا وہ اس آیۃ
مبارکہ سے ہر گز اٹھ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ کے اس فرمان کا کوئی معنی محصل نہیں ہوگا کہ
اللہ تعالیٰ مقام رسالۃ کو اچھی طرح جانتا ہے اگر حقیقۃ ایک جیسی ہے تو ایک جگہ پر اسی حقیقۃ کے
متعلق کہنا کہ ہم کو مقام رسالۃ کا علم ہے اور یہ حقیقت رسالۃ کی صالح ہے اور دوسرے مقام پر
صالح نہیں ہے معنی ندارد ہے۔

امر ششم:۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ رسالۃ کی مدار ذاتی فضیلۃ پر ہے پھر اگر
انسانوں کی حقیقۃ ایک جیسی ہو اور بعض کو رسالۃ عطاء کی جائے اور بعض کو عطاء نہ کی جائے تو لازم
آئیگا کہ ایک ہی حقیقۃ میں ذاتی فضائل ہوں اور نہ بھی ہوں اور یہ اجتماع نقیضین غیر معقول ہے
یہاں تک ہم نے قرآن کریم اور تصریحات علماء اعلام رحمہ اللہ تعالیٰ سے ثابت کیا ہے کہ انبیاء
علیہم السلام پر اگرچہ لفظ بشر کا اطلاق ہے لیکن ان کی اور دوسرے انسانوں کی ذاتوں میں تغائر
ہے اور یہی امر معقول ہے خصوصاً سرکار دوعالم ﷺ کی ذات مبارکہ میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں
ہے اس کے بعد ہم یہ ثابت کرتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً سرکار دوعالم ﷺ نور ہیں۔

دلیل نمبر ا:۔ قولہ تعالیٰ (قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین) اس آیۃ کی تفسیر میں

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح مواہب الدنیۃ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ اعلم ان اللہ تعالیٰ قد
وصف رسولہ ﷺ بالنور ای اخبر عنہ با نہ نور فی قولہ تعالیٰ قد جاء کم الخطاب لا
ھل الکتاب فی قولہ یا اھل الکتاب وھو شامل التوراۃ والانجیل وکانوا یخفون ما
فیھا من صفات النبی ﷺ (من اللہ نور) ھو محمد ﷺ وقیل المراد بالنور القرآن
وما افادہ المصنف من ترجیح الاول ھوا لصحیح فقد اقتصر علیہ الجلال وقد
التزم الاقتصار علیٰ ارجح الاقوال وبہ جزم عیاض فی محل) مطلب عبارت کا یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو نور فرمایا اس آیۃ مبارک میں جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے اہل
کتاب یہود و نصاریٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور ظاہر کتاب آئی ہے اس نور سے
مراد محمد ﷺ ہیں۔ اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ نور سے مراد قرآن کریم اور پہلے معنی کو ترجیح ہے
۔ یعنی راجح یہ ہے کہ نور سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور یہی صحیح ہے۔ اس لئے علامہ جلال الدین
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں صرف یہی قول نقل فرمایا ہے حالانکہ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ صرف
راجح قول ہی نقل کرے گا اور قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایک مقام میں اسی تفسیر پر جزم کا
اظہار کیا ہے اور یہ کہ اس آیت مبارکہ میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے خطاب فرمایا
ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ آنحضرت ﷺ کے وہ اوصاف چھپاتے تھے جن کو اللہ
تعالیٰ نے تورات اور انجیل میں ذکر فرمایا ہے اب آیۃ مبارکہ اور اس کی تفسیر سے مندرجہ ذیل امور
ثابت ہوتے ہیں۔

امر اول:۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے آنحضرت ﷺ کو قرآن پاک میں نور فرمایا ہے آپ کو نور نہ
کہنا اور اسکا الٹا انکار کرنا قرآن پاک کا انکار ہے۔

امر دوئم:۔ آیۃ مبارکہ میں نور کی تفسیر آنحضرت ﷺ ہیں یہ تفسیر علامہ قسطلانی صاحب مواہب
لدنیۃ اور علامہ سیوطی اور قاضی عیاض اور علامہ زرقانی کے نزدیک راجح اور صحیح ہے۔

امر سوم:۔ تورات اور انجیل میں بھی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نور سے یاد فرمایا اور یہود و نصاریٰ باوجود علم کے آنحضرت ﷺ کے وصف نور کو چھپاتے تھے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ﷺ کو نور فرما کر آپ ﷺ کے اس وصف کو ظاہر فرمایا۔

امر چہارم:۔ آنحضرت ﷺ کو نور نہ کہنا اور اس سے انکار کرنا اور مسلمانوں کو یہ نہ بتلانا کہ آنحضرت ﷺ نور ہیں ایسا بدفعل کرنے والا یہود و نصاریٰ کی سنت ادا کر رہا ہے۔ جیسا کہ آج کل کے اہل نجد کے عموماً اور مصنف رسالہ چودہ مسائل خصوصاً نیز جاننا چاہیے کہ آیۃ مبارکہ میں نور سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک آنحضرت ﷺ ہیں۔ اور بعض کے نزدیک نور سے مراد قرآن کریم ہے اور بندہ ابتداء میں بیان کر آیا ہے کہ جس آیۃ کی دو تفسیریں ہوں تو ہر ایک کے ساتھ استدلال درست ہے اور اس سے دوسری تفسیر کا انکار لازم نہیں آتا ہم اہلسنت تو آنحضرت ﷺ اور قرآن پاک کو نور اعتقاد کرتے ہوئے دونوں تفاسیر کو درست مانتے ہیں اور اہل نجد آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کا انکار کر کے قرآن پاک کی راجح اور صحیح تفسیر کا انکار کر کے یہود و نصاریٰ کے زمرے میں داخل ہوتے ہیں اور اہلسنت آنحضرت ﷺ کے نور ہونے کا اعلان کر کے سنت خداوندی پر عمل کرتے ہیں۔ فالحمد اللہ علی ذالک۔

نوٹ: قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون ہمیں اتنا ہی ملا ہے بعض مصروفیات کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ یہ مضمون مکمل نہیں کر سکے۔ اگر چہ یہ مضمون نامکمل ہے لیکن مخالفین کے ہاضمے کیلئے کافی اور وافی ہے۔ (مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ)

جیسا کہ ہم نے اس سے قبل عرض کی کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جو بھی فن پڑھاتے اس میں اپنے عقائد کی خوب وضاحت فرماتے اگر چہ آپ علم منطق و فلسفہ ہی کیوں نہ پڑھا رہے ہوں اور یہ بات پایہ صحت کو پہنچی ہے کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے امام المناطقہ مانے گئے ہیں تو منطق میں بھی آپ نے اپنے عقائد کی وضاحت فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہٗ۔

امابعد:۔ یہ امر اہل علم پر واضح ہے کہ ایمان اور اسلام کی تکمیل دو چیزوں سے ہوتی ہے

اول عقیدہ:۔ جس کا تعلق دل سے ہوتا ہے جیسا کہ محبت اور غیرت کہ ان ہر دو کا تعلق بھی دل سے ہوتا ہے اور یہ دل کے صفات سے ہیں محبت اور غیرت کی طرح عقیدہ بھی دل کی صفت ہے۔ عقیدہ کا تعلق ہاتھ پاؤں اور دوسرے ظاہری اندامون کے ساتھ نہیں ہوتا اور اس کی مثال یہ ہے کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے اور عذاب قبر حق ہے۔

دوم ایمان: اسلام کی تکمیل عمل سے ہوتی ہے۔ عمل وہ ہے جس کا تعلق ہمارے ظاہری اندامون سے ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر چہ اسلام اور ایمان کی تکمیل عقیدہ اور عمل ہر دو سے ہوتی ہے لیکن ان ہر دو سے رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے افضل کون ہے؟ تو یہ امر بھی واضح ہے کہ عقیدہ کا رتبہ عمل سے برتر ہے عقیدہ دل کا عمل ہے اور کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک عقیدہ درست نہیں ہے البتہ عقیدہ کی درستی عمل پر موقوف نہیں ہے۔ اب عقائد کے بہت اقسام ہیں لیکن تمام عقائد سے اہم اور افضل و اعلیٰ صرف دو عقیدے ہیں۔

اول عقیدہ توحید اور دوم عقیدہ رسالت۔

ایمان اس وقت متحقق ہوتا ہے کہ عقیدہ توحید و رسالت درست ہو اب دیکھنا یہ ہے کہ ایمان کیا چیز ہے؟ اس کی تفصیل تو یہاں بہت مشکل ہے اجمالا ایمان کا معنی تصدیق ہے اور تصدیق کے تین قسم ہیں۔ لغوی اور منطقی اور شرعی اور کتب کلامیہ میں مصرح ہے کہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے یہ تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے یعنی تصدیق شرعی اور لغوی اور منطقی ایک چیز ہیں صرف متعلق کا فرق ہے مختصراً دلیل ملاحظہ ہو۔ عقائد اور اس کی شرح میں ہے (الایمان فی اللغۃ التصدیق

و ھوالذی یعبر عنه بالفارسیة بگرویدن وھو التسلیم بلا استکبار و عناد وانکار وھو ای المعنی الذی یعبر عنه بگرویدن معنی التصدیق المقابل للتصور حیث یقال فی اوائل علم المیزان العلم اما تصور و اما تصدیق صرح بذالك ای بان یعبر عنه بگرویدون ھوالتصدیق المنطقی المقابل للتصور رئیسھم ابن سینا) اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان وہ تصدیق ہے۔جس کا لغوی معنی گرویدن اور تسلیم اور انقیاد ہے اور یہی لغوی تصدیق تصدیق منطقی ہے جو کہ کتب منطق میں تصور کے مقابل ہے اس عبارت میں تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی میں اتحاد ذکر کیا گیا ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان ہے وہ کیا ہے؟

دلیل اول ملاحظہ ہو۔(فی شرح المقاصد التصدیق المعتبر فی الایمان ھو ما یعبر عنه بالفاریسة بگرویدن و باور کردن الخ) خلاصہ یہ ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مقاصد میں کہا کہ وہ تصدیق جو کہ ایمان میں معتبر ہے یہ وہ تصدیق ہے۔جس کا معنی فارسی میں گرویدن اور باور کردن کیا جاتا ہے اور قبل ازیں شرح عقائد کی عبارت میں گزر چکا ہے۔ کہ جس تصدیق کا معنی فارسی میں گرویدن کیا جاتا ہے یہ تصدیق لغوی اور منطقی ہے اور یہاں شرح مقاصد کی عبارت میں واضح کیا جا چکا ہے کہ جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے وہ تصدیق بمعنی گرویدن ہے اب ان تمام عبارات سے واضح ہوا کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان یہ اور تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی یہ سب عین ہیں اور سب کا معنی گرویدن اور باور کردن ہے اب منطق میں تصدیق کے تین معنی ہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ یہ ایمان جو تصدیق منطقی ہے کس معنی کا عین ہے تو کتب منطق میں مذکور ہے کہ تصدیق منطقی کے تین معنوں سے جو دوسرا معنی ہے یہ ایمان اور تصدیق شرعی کا عین ہے اس طویل تمہید سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ ایمان تصدیق منطقی بمعنی دوم ہے تو جب تک تصدیق منطقی اور اس کے معانی کا علم نہ ہو اس وقت تک مسلمان کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ زبانی کلامی کہتا پھرے کہ میں مومن اور مسلمان

ہوں اور اس کا یہ کہنا اس طرح ہے جیسے طوطے کو سکھایا جاتا ہے (میاں مٹھو چوری کھانا) حالانکہ طوطا ان الفاظ کی حقیقت سے ناواقف ہے تو جب یہ ثابت ہوا کہ جب تک تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم نہ ہوا اس وقت تک مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی اور تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا علم تب حاصل ہوگا کہ بندہ مسلمان علم منطق پڑھے گا کیونکہ تصدیق منطقی اور اس کے اقسام کا تفصیلی ذکر علم منطق میں ہے تو ثابت ہوا کہ کسی مسلمان اور مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت کا اس وقت تک علم نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس نے علم منطق نہ پڑھا ہو تو جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا اور جہاں علم منطق کی مذمت کی گئی ہے تو اس سے مراد منطق میں توغل اور اس کو مقصود بالذات سمجھنا ہے اور اگر کوئی مسلمان علم منطق کو اپنے ایمان کی حقیقت سمجھنے کا آلہ تصور کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ وہ بقدر ضرورت علم منطق حاصل کرے۔تو اس تمام تحقیق سے ثابت ہوا کہ علم منطق یہ ایک شریف علم ہے اور اس شریف علم کے منکرین چونکہ یہ علم حاصل کرنے سے قاصر اور جاہل ہیں لہٰذا اپنی جہالت کو چھپانے کیلئے اس علم شریف کی مذمت کرتے ہیں اور یہ ایک پرانا طریقہ ہے کہ جو آدمی کسی علم سے ناواقف ہو تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے اس علم کی مذمت کرتا ہے چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ یوسف علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں جو شاہِ مصر کو خواب آیا اور اس کی تعبیر اپنے جوتشیوں اور نجومیوں سے پوچھی چونکہ یہ جوتشی اور نجومی اس سچی خواب کی تعبیر بیان کر نے سے عاجز اور قاصر اور جاہل تھے اس لیئے اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے انہوں نے اس سچی خواب کی مذمت کرتے ہوئے کہا جسے قرآن پاک میں بایں الفاظ ذکر کیا گیا ہے۔(قالو اضغاث احلام وما نحن بتاویل الا حلام بعالمین) یعنی یہ خواب گندم بخار ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے حالانکہ یہ خواب بالکل درست اور حقیقت تھا جب اس علم کے ماہر کے

سامنے یہ خواب پیش ہوئی تو اس ماہر نے اس کی ایسی تعبیر بیان فرمائی جو کہ حقیقت اور واقع کے مطابق تھی یہی حال اس علم شریف سے جاہلوں اور ناواقفوں کا ہے۔ یہاں تک بندہ نے ایک دلیل سے علم منطق کی شرافت ذکر کی ہے کہ ایمان اور اسلام جو کہ واجب ہیں علم منطق ان کا مقدمہ اور موقوف علیہ ہے لہٰذا اس علم کا حاصل کرنا بھی واجب ہے جو اس علم شریف کا منکر ہے گویا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس پر ایمان اور اسلام واجب نہیں ہے اور بندہ یہاں ایک دوسری دلیل سے علم منطق کی شرافت ثابت کرتا ہے۔

دلیل دوم جتنے بھی اسلامی علوم ہیں ان کے مسائل نظری ہیں یعنی یہ مسائل دلیل سے حاصل ہوتے ہیں کوئی ایسا علم نہیں ہے کہ اس کے سب مسائل نظری نہ ہوں بلکہ بدیہی اولی ہوں مثلاً علم کلام کے چند مسائل ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اللہ تعالیٰ عالم اور سمیع و بصیر اور حی و متکلم و مرید ہے اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول ہیں۔ یہ سب مسائل نظری ہیں اور علماء کلام نے ان پر دلیل دے کر ان کو ثابت کیا ہے کیونکہ کوئی دعویٰ بغیر دلیل مسموع نہیں ہے تو جب تک دلیل کا علم نہ ہو دعویٰ کا یقین نہیں ہو سکتا تو ہر دعویٰ کیلئے دلیل کا جاننا ضروری ہے اور دلیل کی پوری بحث صرف اور صرف علم منطق میں ہے کہ دلیل کیلئے دو مقدمہ کا ہونا ضروری ہے ایک صغریٰ اور دوم کبریٰ اور ہر دو میں ایک جزو مشترک ہوتی ہے جس کو حد وسط کہا جاتا ہے اور ایک ایک جزو مختص ہوتی ہے جن کا نام حد اصغر اور حد اکبر ہے اور پھر یہ دلیل دو قسم ہے۔ اقترانی اور استثنائی اور اقترانی کی چار شکلیں اور ہر شکل کے شرائط ہیں اور اسی طرح دلیل استثنائی کے کئی اقسام ہیں۔ استثنائی اتصالی اور انفصالی۔ مثلاً قرآن پاک میں ہے۔ (لو کان فیهما الهة الا الله لفسدتا) یہ دلیل استثنائی اتصالی ہے تو جب تک دلیل سے پوری واقفیت نہیں ہے۔ کوئی دعویٰ اور عقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا اور یہ واقفیت پورے طور پر بغیر علم منطق کے حاصل نہیں ہو سکتی تو جو آدمی علم منطق سے ناواقف ہے وہ اپنے کسی عقیدہ اور دعویٰ کو ثابت نہیں کر سکتا تو پھر اس کا عقیدہ تقلیدی ہوگا نہ کہ تحقیقی اور جو علم منطق کا عالم ہے اس کا ہر عقیدہ تحقیقی ہوگا اور شرح مقاصد

وغیرہ میں مصرح ہے کہ جس آدمی کا ہر عقیدہ تحقیقی ہے وہ بالاتفاق مومن ہے اور جس کے عقائد تقلیدی ہیں اس میں آئمہ کلام کا اختلاف ہے امام اشعری کے نزدیک وہ مومن نہیں ہے تو خلاصہ یہ کہ جو علم منطق سے ناواقف ہے وہ دلیل سے ناواقف ہے اور جو دلیل سے ناواقف ہے اس کے عقائد تحقیقی نہیں ہوں گے بلکہ تقلیدی ہوں گے اور تقلیدی عقائد والا امام اشعری کے نزدیک مومن نہیں ہے تو نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ جو علم منطق سے ناواقف ہے اس کو یہ خطرہ لاحق ہے کہ وہ امام اشعری کے نزدیک مومن نہ ہوگا لہٰذا علم منطق کا حاصل کرنا ضروری ٹھہرا بندہ یہاں قارئین کو دو چیزوں کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے۔

اول یہ کہ ایمان کے دو قسم ہیں۔ اجمالی اور تفصیلی علم منطق کی ضرورت ایمان تفصیلی کیلئے ہے۔

دوم انسان تین قسم ہیں۔ **متناہی فی البلادۃ** یعنی غباوۃ میں انتہاء کو پہنچنے والا یہ آدمی مسائل نظریہ حاصل ہی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

متوسط کہ مسائل نظریہ کو دلائل سے حاصل کر سکتا ہے اور یہ علوم حاصل کرنے کا مخاطب ہے۔

صاحب قوت قدسیہ یہ کہ تمام نظری مسائل اس کو بغیر دلیل کے حاصل ہوتے ہیں اس کو نہ علم منطق پڑھنے کی ضرورت ہے اور نہ کوئی اور علم۔ بندہ نے یہ جتنی بحث کی ہے کہ منطق کا پڑھنا اور حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہ متناہی فی البلادۃ کیلئے اور نہ صاحب قوت قدسیہ کیلئے۔ لہٰذا منطق کے منکرین جو یہاں اوٹ پٹانگ سوال کرتے ہیں سب کا جواب آ گیا۔ یہاں تک بندہ نے دو دلیل سے علم منطق کی شرافت اور ضرورت کو ثابت کیا ہے۔ اب بندہ یہ گزارش کرتا ہے کہ علم منطق کی بعض بڑی اور مبسوط کتابیں ہیں اور بعض مختصر رسائل مبسوط کتابوں کا سمجھنا مختصر رسائل کے پڑھنے پر موقوف ہے ان مختصر رسائل سے نہایت عمدہ اور مفید رسالہ مرقاۃ ہے۔ جو کہ حضرت علامہ مولانا استاذ فضل امام خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ہے۔ حضرت مولانا خیر آبادی اس فقیر کے اساتذہ کے سلسلہ میں سے ایک ہیں۔ بندہ کے ایک عزیز حضرت مولانا العلامہ فیلسوف مولوی محمد

اشرف صاحب نے رسالہ مرقاۃ کی شرح لکھی ہے جو کہ طلباء اور مدرسین کیلئے یکساں طور پر مفید ہے امید ہے کہ شائقین علم منطق عموماً اور سلسلہ عالیہ خیر آبادیہ سے منسلک علماء خصوصاً اس کی قدر کریں گے اور اس کی ترویج اور اشاعت میں سعی بلیغ کریں گے تا کہ شارح مرقاۃ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کی ہمت افزائی ہو اور ان کو یہ ترغیب حاصل ہو کہ وہ درس نظامی کی اور کتابوں پر بھی شروح اور حواشی لکھیں۔ علماء اہل سنت کو معلوم ہے کہ مارکیٹ میں علماء اہل سنت کے شروح وحواشی تقریباً ناپید ہیں اور اس کی وجہ اہل سنت کا عدم تعاون اور سرد مہری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد اشرف صاحب کو مزید توفیق عطاء فرمائے تا کہ وہ تصنیف وتالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ تعالیٰ علی سید رسلہ محمد والہ واصحابہ وازواجہ اجمعین۔

حررہٗ الفقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی ڈھوک دھمن

ڈاک خانہ پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب

18 شوال 1407ھ بمطابق 15 جون 1987ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبحانک لا علم لنا الا ماعلمتناو صلی اللہ علیٰ رسولہ محمد وآلہٖ واصحابہ اجمعین

اما بعد

واضح باد کہ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ لاہور نے کتاب مرقاۃ المنطق کی اردو شرح تحریر کی اور فقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی نے اس شرح پر ایک مختصر اور مجمل تقریظ لکھی اس تقریظ پر بعض علماء نے پانچ اشکال قائم کئے ہیں۔ اشکالات اس قدر بودے اور سطحی ہیں کہ ان کے جوابات دینا تضیع اوقات ہے لیکن اگر جواب نہ دیا جائے تو صاحب اشکال کہیں اس گمان فاسد میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ ان اشکالات کو درست تسلیم کرلیا گیا ہے اور ان کا جواب نہیں ہو سکتا اس لئے مجبوراً جواب دیا جارہا ہے۔

اشکال اول: تصدیقاتِ ثلاثہ کو پہلے ایک دوسرے کا عین قرار دیا اور پھر انہی کو ایک دوسرے کا موقوف اور موقوف علیہ قرار دیا گیا حالانکہ موقوف اور موقوف علیہ کے مابین مغائرت ہوتی ہے۔

الجواب:۔ صاحب اشکال اگر تقریظ کے بعینہ الفاظ نقل کرتے کہ ان الفاظ میں تین تصدیقات کو باہم عین قرار دیا گیا ہے اور ان دوسرے الفاظ میں ان اقسام کو موقوف اور موقوف علیہ قرار دیا گیا تو اس صورت میں معلوم ہو جاتا کہ واقعی تقریظ میں تینوں کو عین قرار دیا گیا ہے اور پھر ان کے مابین توقف کا ذکر ہے۔ اگر صاحب اشکال تقریظ کے الفاظ کو بعینہ نقل کرتے تو قارئین کو (اور صاحب اشکال کو) ان الفاظ سے ہی جواب معلوم ہو جاتا کہ یہ اشکال سرے سے غلط ہے۔ اب اس اشکال کے چند جوابات ملاحظہ ہوں۔

جواب اول

یہ درست ہے کہ تقریظ میں تصدیق لغوی اور منطقی اور شرعی کو عین قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ درست

نہیں ہے کہ ان کو باہم موقوف وموقوف علیہ قرار دیا گیا ہے اب موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر واضح ہے۔اب بندہ یہاں تقریظ کی بعینہٖ عبارت نقل کرتا ہے ملاحظہ ہو تقریظ صفحہ 5 اور 6 پر ہے (تو ثابت ہوا کہ کسی مسلمان اور مومن کو اپنے ایمان کی حقیقت کا اس وقت علم نہیں ہوسکتا جب تک اس نے علم منطق نہ پڑھا ہو تو جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ مسلم قاعدہ ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان اور اسلام کے سمجھنے کو موقوف اور منطق پڑھنے کو موقوف علیہ قرار دیا گیا ہے اور ان ہر دو میں تغائر واضح ہے۔اب بندہ یہاں اس کی مثال پیش کرتا ہے جس سے بندہ کا مقصد واضح ہوجائیگا۔

مثال ملاحظہ ہو کوئی آدمی یہ کہتا ہے کہ احکام الٰہیہ کا سمجھنا کتاب وسنت پر موقوف ہے اور کتاب وسنت موقوف علیہ ہے۔اب صاحب اشکال اس پر اشکال قائم کرے گا کہ کتاب وسنت میں احکام الٰہیہ کو بیان کیا گیا ہے۔لہٰذا احکام الٰہیہ پر موقوف ہوں گے تو یہاں موقوف اور موقوف علیہ کے مابین عینیۃ ہے حالانکہ توقف میں ہر دو کے درمیان تغائر ہوتا ہے۔تو یہاں بھی یہی جواب دیا جائیگا کہ احکام الٰہیہ کا سمجھنا قرآن وسنت کے پڑھنے پر موقوف ہے لہٰذا موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہوتا ہے۔موقوف احکام الٰہیہ کا سمجھنا ہے اور موقوف علیہ کتاب وسنت کا معانی کے ساتھ پڑھنا ہے۔

جواب دوم:۔ تصدیق شرعی اور تصدیق منطقی باہم متحد ہونے کے باوجود اول موقوف اور ثانی موقوف علیہ ہے کیونکہ تصدیق شرعی جو کہ ایمان سے عبارت ہے اس کا سمجھنا تصدیق منطقی کے پڑھنے پر موقوف ہے اور یہاں بھی موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے۔موقوف تصدیق شرعی کا سمجھنا ہے اور موقوف علیہ تصدیق منطقی کا پڑھنا ہے۔فاضل معترض شئی کے سمجھنے اور اس کے پڑھنے میں فرق نہیں کررہے۔حالانکہ شئی کے سمجھنے اور اس کے پڑھنے میں واضح فرق ہے۔غور

کریں ہر علم کے مسائل اس فن کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن ان مسائل کا فہم ان کا پڑھنے پر موقوف ہے۔اگرچہ یہ بات واضح ہے تاہم بندہ اس کی دلیل ذکر کرتا ہے۔علم منطق پر بعض لوگوں نے ایک معارضہ کیا ہے اور اس کا جواب علامہ قطب الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی دیا ہے کہ معارضہ کرنے والے نے علم منطق اور اس کے پڑھنے میں فرق ملحوظ نہیں رکھا حالانکہ ان میں فرق واضح ہے قطبی کی عبارت ملاحظہ ہو۔(واعلم ان ههنا مقامين الاول الاحتياج الى نفس المنطق والثانى الاحتياج الى تعلمه) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ کتاب میں نفس منطق کی طرف احتیاجی ثابت کی گئی ہے اور معارضہ میں منطق کے پڑھنے کی نفی کی گئی ہے اس عبارت سے بندہ کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ شئی اور اس کے پڑھنے میں فرق ہے لہٰذا اگر کوئی شئی اس کے پڑھنے پر موقوف ہوجائے تو یہ توقف شئی علیٰ نفسہٖ نہیں ہے بلکہ موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے اور اس کی بہت مثالیں ہیں یہاں صرف ایک مثال ذکر کی جاتی ہے کہ انسان کی بقا، عادۃً روٹی اور پانی پر موقوف ہے اور ہر دو کے پڑھنے پر موقوف نہیں ہے

جواب سوم

ایک شئی دو عنوانوں اور تعبیروں کے لحاظ سے موقوف اور موقوف علیہ ہوسکتی ہے یعنی ایک شئی ایک عنوان اور ایک تعبیر کے لحاظ سے مجہول ہوتی ہے اور دوسرے عنوان اور تعبیر سے معلوم ہوتی ہے تو اس شئی کا عنوان اول سے سمجھنا اس شئی کے عنوان ثانی پر موقوف ہوتا ہے تو یہاں بھی ایک شئی موقوف اور موقوف علیہ ہے لیکن چونکہ عنوانوں میں تغائر ہے لہٰذا موقوف اور موقوف علیہ کے درمیان تغائر ہے۔اس کی بھی کئی مثالیں ہیں۔

مثال اول:۔ آگ کو عربی میں نار کہتے ہیں اور فارسی میں آتش۔اب نار اور آتش ایک چیز کے دو نام ہیں جو آدمی عربی سے ناواقف ہے تو نار کے عنوان سے آگ اس کو مجہول ہے اور آتش کے عنوان سے معلوم ہے تو نار کا سمجھنا اس کے نزدیک آتش پر موقوف ہے کیونکہ مجہول ہمیشہ معلوم پر موقوف ہوتا ہے۔

مثال دوم

مثال ذرا مشکل ہے ہوسکتا ہے کہ قطبی سے نابلد کی سمجھ میں نہ آئے۔مثال ملاحظہ ہو۔منطق میں ایک شکل اول ہے جو کہ بدیہی الانتاج ہے اس شکل پر اعتراض ہے کہ اس میں دور ہے کیونکہ دعویٰ دلیل پر موقوف ہوتا ہے اور اس شکل میں دلیل ,دعویٰ پر موقوف ہے مثلاً العالم متغیر ,صغریٰ ہے ,کل متغیر حادث ,یہ کبریٰ ہے اور اس کا نتیجہ" العالم حادث ہے اس شکل اول میں دور یہ ہے کہ صغریٰ میں "العالم" کو متغیر کہا گیا ہے اور "کل متغیر" میں العالم بھی داخل ہے چونکہ صغریٰ اور کبریٰ معلوم ہوتے ہیں اور نتیجہ مجہول ہوتا ہے اور معلوم سے حاصل ہوتا ہے اب کل متغیر حادث تب معلوم ہوگا کہ "العالم حادث" معلوم ہو تو اب کبریٰ نتیجہ پر موقوف ہوگیا حالانکہ نتیجہ دلیل پر موقوف ہوتا ہے تو اب شکل اول میں دور یعنی توقف الشئی علیٰ نفسہ لازم آگیا اب اس دور کا جواب کتب منطق میں یہ دیا گیا ہے کہ جو موجود ماسوا اللہ ہے اس کے دو عنوان اور دو تعبیریں ہیں ایک عالم اور دوسرے متغیر اب اگر اس موجود کو عالم سے تعبیر کیا جائے تو اس کا حدوث مجہول اور موقوف ہے اور اگر اس موجود کو متغیر کے عنوان سے تعبیر کیا جائے تو اس کا حدوث معلوم اور موقوف علیہ ہے لہٰذا دور نہیں کیونکہ موقوف اور موقوف علیہ میں عنوان اور تعبیر کے لحاظ سے تغائر ہے تو موقوف اور موقوف علیہ کے مابین تغائر ثابت ہوا خلاصہ جواب یہ ہے کہ اسی موجود ماسوا اللہ کا حدوث موقوف بھی ہے اور موقوف علیہ بھی۔لیکن عالم کے عنوان سے موقوف اور متغیر کے عنوان سے موقوف علیہ۔اس تفصیل کے بعد بندہ کہتا ہے کہ تصدیق شرعی یعنی ایمان اور تصدیق منطقی ہر دو میں معنون کے لحاظ سے اتحاد اور عینیۃ ہے اور عنوان کے لحاظ سے تغائر ہے۔اول کا عنوان شرعی اور ایمان اور دوسرے کا عنوان منطقی ہے تو عنوان اول کے لحاظ سے موقوف اور عنوان وتعبیر دوم کے لحاظ سے موقوف علیہ لہٰذا ہر دو میں تغائر ثابت ہوا یہاں تک اشکال اول کے تین جوابات آگئے ہیں۔

اشکال دوم:۔ اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔فاضل معترض فرماتے ہیں "تقریظ میں" "جو کہ" کا لفظ متعدد بار لکھا گیا ہے جو کہ از روئے گرائمر کے درست نہیں ہے۔بلکہ جو کافی تھا یا صرف

"کہ" کیونکہ "کہ" کا معنی بھی "جو" ہے اور اس عبارت میں تکرار آتا ہے جیسا کہ لیلۃ القدر کی رات میں لازم آتا ہے۔صاحب اشکال کی عبارت اور اشکال بہت خفیف ہے۔اس اشکال کے جواب بھی متعدد ہیں۔

جواب اول:۔ صاحب اشکال نے مذکورہ بالا اشکال میں متعدد دعوے کیئے ہیں اول لفظ "جو کہ" از روئے گرائمر کے درست نہیں ہیں۔دوم لفظ "کہ" اور لفظ "جو" مترادف ہیں۔سوم ۔"لیلۃ القدر کی رات" میں تکرار ہے معترض صاحب نے یہ تین دعوے کیئے ہیں اور کسی دعویٰ پر دلیل قائم نہیں کی اور سب دعوے بلا دلیل ہیں۔اور دعوی بلا دلیل مطرود اور مردود ہوتا ہے ۔صاحب اشکال نے جو یہ دعویٰ کیا۔ہے کہ "لیلۃ القدر کی رات" میں تکرار ہے بالکل غلط ہے ۔بندہ قبل ازیں بیان کر چکا ہے کہ ایک چیز مختلف عنوان سے مجہول اور معلوم ہوتی ہے۔عنوان مجہول موقوف ہوتا ہے عنوان معلوم پر۔اب یہاں ایک چیز کے دو نام ہیں لیلۃ القدر جو کہ عربی عنوان ہے اور دوسرا نام اور عنوان لفظ "رات" ہے جو کہ اردو عنوان ہے اب جو اردو دان عربی سے بالکل ناواقف ہے اس کو "لیلۃ القدر" کا علم لفظ رات سے آئیگا۔جیسا کہ کتب منطق میں تعریف لفظی کی یہ مثال دی گئی ہے "السعد انہ نبت" اس مثال میں لفظ "سعدانہ" اور لفظ "نبت" سے ایک چیز مراد ہے لیکن عنوان اول سے مجہول اور عنوان ثانی سے معلوم تو اس چیز کو عنوان اول سے سمجھنا عنوان ثانی پر موقوف ہے مذکورہ بالا مثال منطق کی چھوٹی کتابوں میں دی گئی ہے لیکن صاحب اشکال کی شاید توجہ نہیں ہے۔اس کی دوسری مثال ملاحظہ "الغضنفر الاسد" تہذیب میں تعریف لفظی کی یہ تعریف کی گئی ہے "مایقصد بہ" تفسیر مدلول اللفظ" اسی طرح لیلۃ القدر کی تفسیر لفظ "رات" سے کی گئی ہے لہٰذا تکرار نہیں ہے۔

جواب دوم:۔ صاحب اشکال فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کی رات میں تکرار ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تکرار مذموم ہے۔اور بندہ ذکر کر چکا ہے کہ تکرار نہیں ہے۔لفظ رات لفظ لیلۃ القدر کی تفسیر اور تعریف ہے اور تعریف لفظی بالاعم جائز ہے اب بندہ کہتا ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ القدر

میں لفظ لیلۃ القدر متصل دو دفعہ مذکور ہے یہاں ثانی اول کی تفسیر نہیں بن سکتا۔ کیونکہ بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے اور تفسیر لفظ اشہر سے ہوتی ہے۔ ''تقریظ'' کی عبارت میں لفظ ''جو کہ'' میں ہر دو لفظ متغائر ہیں جب معترض صاحب کے نزدیک باوجود تغائر لفظی کے تکرار مذموم ہے تو قرآن پاک میں تو صاحب اشکال کے نزدیک بطریق اولیٰ تکرار مذموم ہوگا۔ معاذ اللہ فمآھو جوابکم ھو جوابنا۔

جواب سوم:۔ صاحب اشکال کی عبارت سے مستفاد ہے۔ کہ وہ گرائمر کے ماہر ہیں تو انہوں نے گرائمر کی کتابوں میں یہ مثالیں ضرور دیکھی ہونگی ''ان ان زید قائم'' ''ضرب ضرب زید'' تو ان کے نزدیک ان مثالوں میں بطریق اولیٰ تکرار مذموم ہو گا کیونکہ بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے معترض صاحب نے تقریظ کے لفظ ''جو کہ'' کا یہ معنی کیا ہے ''جو جو'' اور اس معنی سے ان کا مقصد لفظ ''جو کہ'' کی مذمت ہے۔ حالانکہ لفظی تغائر ہے تو سورۃ القدر اور گرائمر کی کتابوں میں تو بعینہٖ لفظ کا تکرار ہے لہٰذا یہ عبارتیں بطریق اولیٰ ''جو جو'' کے مشابہ ہونگی۔ اشکال سوم اور اس کے جواب ملاحظہ ہوں۔

اشکال سوم:۔ علامہ معترض صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ موصوف نے ایمان اور اسلام کی حقیقت کے سمجھنے کو علم منطق کے پڑھنے پر موقوف قرار دیا ہے اور دلیل میں یہ کہا ہے کہ چونکہ تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مترادف ہے اور اس کا عین ہے تو اس دلیل سے موصوف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بقول قائل تصدیق منطقی جیسے تصدیق شرعی کا عین ہے ایسے ہی تصدیق لغوی ''بمعنی گرویدن'' ہے کا بھی عین ہے تو پھر جیسے اسلام اور ایمان کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق پر موقوف ہوا ایسے علم لغت پر اسلام اور ایمان کی حقیقت کا سمجھنا موقوف ہوا اور جو چیز علم منطق کا انکار کرنے کی صورت میں لازم آتی ہے وہی علم لغت کے انکار کرنے میں لازم آئیگی۔ (اذ لیس فلیس) اشکال سوم کی عبارت چونکہ طویل ہے اس لیئے اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے یہاں تک عبارت کا ایک حصہ نقل کیا گیا ہے اس حصہ پر بحث کرنے کے بعد

دوسرا حصہ نقل کیا جائیگا اس حصہ اول میں فاضل معترض سے شدید لغزشیں ہوئی ہیں۔ بندہ پہلے اشکال سوم کا جواب دے گا اور اس کے بعد لغزشوں کا ذکر کرے گا۔ پہلے حصہ اشکال کا جواب ملاحظہ ہو۔

الجواب

چونکہ تقریظ کا تعلق ایک منطق کی کتاب سے ہے لہٰذا مقصود بالذات علم منطق اور تصدیق منطقی کی شرافت بیان کرنی ہے۔ کہ منطق کے پڑھنے پر تصدیق شرعی اور ایمان اور اسلام کا سمجھنا موقوف ہے تصدیق لغوی کو اتمام کلام کیلیئے بالتبع ذکر کیا گیا ہے۔ لہٰذا منطق اور تصدیق منطقی کا ذکر صراحۃً کیا گیا ہے۔ اور تصدیق لغوی کا حکم ضمناً اور بالتبع ذکر کیا گیا ہے لیکن معترض صاحب نے علمی عبارت سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی لہٰذا انہوں نے عبارت کا الٹا مطلب لیا ہے تقریظ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ (جب ایمان اور اسلام کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق کے پڑھنے پر موقوف ہے تو علم منطق ایمان اور اسلام کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا۔ اور ایمان اور اسلام ہر آدمی پر واجب ہے اور یہ **مسلم قاعدہ** ہے کہ واجب کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے۔ تو منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا) اس عبارت میں علم منطق اور تصدیق منطقی کا حکم صراحتاً بیان کیا گیا ہے کہ علم منطق کا پڑھنا واجب ٹھہرا تصدیق لغوی کا حکم ضمناً اور بالتبع ذکر کیا گیا یعنی اس قاعدے کے ضمن میں کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے تو چونکہ علم لغت اور تصدیق لغوی پر بھی تصدیق شرعی موقوف ہے تو علم لغت اور تصدیق لغوی بھی تصدیق شرعی کا مقدمہ اور موقوف علیہ ٹھہرا تو علم لغت کا پڑھنا بھی واجب ٹھہرا یہ حد درجہ کی بلادۃ ہے کہ تقریظ کی عبارت کا یہ مطلب لیا گیا ہے کہ علم منطق تو واجب ہے لیکن علم لغت واجب نہیں۔ ایک دلیل سے تو علم لغت کا واجب ہونا ثابت ہوا کہ یہ تصدیق شرعی کا مقدمہ ہے اب اس پر ایک اور دلیل ملاحظہ ہو۔ کتب نحو میں ہے کہ حضرت فاروق اعظم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایک فرمان نقل کیا گیا ہے "عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انّہ قال علیکم بدیوانکم لا تضلوا قالوا وما دیواننا قال شعر الجاھلیۃ فان فیہ تفسیر کتابکم وقال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما الشعر

دیوان العرب فاذاخفی علینا حرف من القرآن المنزل بلغة العرب رجعنا الیٰ
دیونها وبالجملة اشعار الجاهلية تجب معرفتها) اس عبارت سے واضح ہے کہ علم لغت کی
معرفت واجب ہے البتہ بعض پرواجب عین اور بعض پرواجب علی الکفایہ اوراس کی تفصیل کتب
تفسیر میں ہے۔ یہاں تک بندہ نے اشکال سوم کا جواب دیا ہے۔اب بندہ معترض صاحب کی
چند لغزشیں بیان کرتا ہے

لغزش اول۔

اشکال سوم کی عبارت میں جناب معترض نے تسلیم کیا ہے کہ تقریظ میں ایمان اوراسلام
کی حقیقت کے سمجھنے کو علم منطق کے پڑھنے پر موقوف قرار دیا ہے۔اب معترض صاحب نے
اعتراف کرلیا ہے کہ تقریظ میں موقوف اورموقوف علیہ متغائر ہیں۔اب معترض صاحب کا یہ سوال
کہ تقریظ میں موقوف اورموقوف علیہ میں تغائر نہیں ہے بلکہ عینیت ہے۔معترض کی عبارت میں یہ
صریح تعارض ہے۔

لغزش دوم۔

معترض نے اشکال سوم میں کہا ہے تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مترادف ہے اس
عبارت میں معترض نے کم علمی کا مظاہرہ کیا ہے دراصل عبارت اس طرح ہونی تھی ۔تصدیق
شرعی تصدیق منطقی کے مرادف ہے۔خلاصہ یہ کہ معترض نے لفظ مترادف باب تفاعل کا ذکر کیا
ہے اورلغت کے لحاظ سے لفظ مرادف باب مفاعلہ کہنا تھا اس کی تفصیل یہ ہے کہ باب مفاعلہ اور
تفاعل کیلئے دو چیزوں کا ذکر ضروری ہے اور ہر فاعل بھی ہوتا ہے۔اورمفعول بھی اب اگر لفظ میں
ایک کو فاعل ذکر کیا اور دوسرے کو مفعول۔تو یہاں باب مفاعلہ لایا جائیگا اور اگر لفظ میں ہر دو کو
فاعل کے طور پر ذکر کیا تو وہاں باب تفاعل آئے گا۔اول کی مثال "ضَارَبَ زَیْدٌ عمرً ا" دوسرے
کی مثال "تَضَارَبَ زَیْدٌ وعَمْرٌو"۔معترض کی عبارت میں تصدیق شرعی کو فاعل کے طور پر

اورتصدیق منطقی کو مفعول کے طور پر ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ عبارت سے واضح ہے لہٰذا معترض کی
عبارت مثال اول کے قبیلہ سے ہے۔اب بندہ اس کی تفصیل ذکر کرتا ہے۔کہ اگر تصدیق شرعی کو
فاعل اور تصدیق منطقی کو مفعول کے طور پر ذکر کیا جائے جیسا کہ معترض کی عبارت میں ہے تو اس
طرح کہا جائیگا۔تصدیق شرعی تصدیق منطقی کے مرادف ہے۔اوراگر ہر کو فاعل کے طور پر ذکر کیا
جائے اس طرح کہا جائیگا۔تصدیق شرعی اور تصدیق منطقی مترادف ہے۔یہ بحث کتب صرف میں
بابوں کے خواص میں مذکور ہے۔فاضل معترض کی یہ غلطی گرائمر کے خلاف سے واقع ہوئی بندہ قبل
ازیں ذکر کر چکا ہے کہ تصدیق شرعی علم منطق اور علم لغت ہر دو پر موقوف ہے اور ہر دو علم واجب
ہیں اب معترض کا یہ کہنا باطل ہوا کہ اس دلیل سے موصوف کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا بلکہ شمس امس
کی طرح تقریظ کا دعویٰ ثابت ہو گیا۔

لغزش سوم۔

جناب معترض نے اشکال سوم کی عبارت میں کہا ہے جو چیز علم منطق کا انکار کرنے کی
صورت میں لازم آتی ہے وہی علم لغت کے انکار کرنے سے لازم آئیگی اس عبارت میں بھی
معترض نے ٹھوکر کھائی ہے۔تقریظ میں بحث علم منطق اورلغت کے انکار کی نہیں بلکہ ہر دو علموں
کے پڑھنے کی ہے۔تو کہنا یہ چاہیے تھا کہ جس طرح علم منطق کا پڑھنا واجب ہے اسی طرح علم
لغت کا پڑھنا بھی واجب ہوگا۔اور بندہ ذکر کر چکا ہے کہ ہر ایک علم کا پڑھنا واجب ہے۔تو
معترض کی یہ ساری عبارت باطل ٹھہری۔یہ عبارت اس وقت درست ہوتی کہ ہر دو میں فرق کرتا

لغزش چہارم۔

فاضل معترض نے اپنی عبارت میں ایک عربی عبارت کا ذکر کیا جو یہ ہے۔(اذ لیس
فلیس) اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز علم منطق کے انکار سے لازم آتی ہے وہ علم لغت کے انکار
سے لازم نہیں آتی لہٰذا منطق کے انکار سے بھی لازم نہیں آئیگی جناب معترض کی یہ دلیل بھی فاسد

اور کاسد ہے۔ کیونکہ بندہ ثابت کر چکا ہے کہ جو چیز علم منطق کے ترک سے لازم آتی ہے یعنی ترکِ واجب وہی علم لغت کے ترک سے بھی لازم آئیگی اور جو چیز علم منطق کے پڑھنے سے لازم آتی ہے یعنی ادائے واجب۔ وہی علم لغت کے پڑھنے سے لازم آئیگی ہر دو کا حکم باعتبار وجود و عدم کے ایک ہے۔ یہاں تک سوال سوم کی طویل عبارت کے حصہ اول پر بحث کی گئی ہے اب اسکے حصہ دوم کو نقل کرنے کے بعد اس پر بحث کی جاتی ہے۔ معترض کی عبارت کا حصہ دوم یہ ہے۔ موصوف کے مدعیٰ سے یہ باور ہوتا ہے کہ تصدیق منطقی اس کا مفہوم ایمان اور اسلام کیلئے جز کی حیثیت رکھتا ہے اور کل جز پر موقوف ہوتا ہے لہٰذا حقیقت ایمان علم منطق پر موقوف ہوئی تو ہم کہتے ہیں کہ جیسے تصدیق منطقی ایمان کیلئے جز کی حیثیت رکھتی ہے ایسے تصدیق لغوی ایمان کیلئے جز ہے نتیجتاً ایمان کی حقیقت علم لغت پر بھی موقوف ہوئی اور علم لغت پڑھنا بھی ہر مسلمان پر واجب ہوا۔ حالانکہ موصوف اس بات کا قائل نہیں کہ علم لغت ہر مسلمان پر پڑھنا واجب ہے اس حصہ عبارت میں بھی معترض صاحب نے شدید ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

ٹھوکر اول:۔ معترض صاحب نے اپنے اشکال اول میں تصریح کی ہے کہ تقریظ میں تینوں تصدیقات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا گیا ہے اور اب عبارت کے حصہ دوم میں تصریح کر رہے ہیں کہ تقریظ میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی کی جز قرار دیا گیا معترض کی ہر دو عبارتوں میں صریح تعارض ہے اور تقریظ پر بہتان بھی ہے کہ اس میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی کی جز قرار دیا گیا ہے

ٹھوکر دوم:۔ معترض نے اعتراض اول کی تصریح کی ہے تینوں تصدیقات کو ایک دوسرے کا عین قرار دیا گیا ہے اور پھر انہی کو ایک دوسرے کا موقوف اور موقوف علیہ کہہ دیا۔ حالانکہ موقوف اور موقوف علیہ کے درمیان مغائرت ہوتی ہے۔ خلاصہ اعتراض یہ ہے کہ توقف شئی علیٰ نفسہ لازم آیا جو کہ باطل ہے اور اب عبارت حصہ دوم میں تصریح کر دی کہ تقریظ میں تصدیق منطقی کو تصدیق شرعی یعنی ایمان اور اسلام کی جز قرار دیا گیا ہے۔ اور کل جز پر موقوف ہوتا ہے اور کل اور جز میں

تغائر ہوتا ہے۔ اب اس حصہ عبارت میں تصریح کر دی کہ موقوف اور موقوف علیہ میں تغائر ہے اب اس تصریح سے اشکال اول کا رد کر دیا کہ توقف شئی علیٰ نفسہ نہیں ہے۔

ٹھوکر سوم:۔ معترض نے جو یہ کہا کہ موقوف اور موقوف علیہ کے مابین مغائرت ہوتی ہے معترض کی یہ عبارت بھی گرائمر کے خلاف ہے اس عبارت میں موقوف اور موقوف علیہ کو مغائرت کا فاعل قرار دیا گیا ہے۔ اور بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ اگر ہر دو فاعل ہوں تو باب تفاعل لایا جاتا ہے نہ کہ باب مفاعلہ اور معترض نے دونوں کو فاعل بنا کر باب مفاعلہ استعمال کیا ہے تو قانون کے مطابق یہ تھا کہ معترض کی عبارت اس طرح ہوتی کہ موقوف اور موقوف علیہ باہم متغائر ہوتے ہیں اور اگر با مفاعلہ کو ذکر کرنا تھا تو عبارت اس طرح ہوتی کہ موقوف موقوف علیہ کے مغائر ہوتا ہے معترض نے جہاں باب مفاعلہ ذکر کرنا تھا وہاں تفاعل ذکر کر دیا ہے اور جہاں تفاعل ذکر کرنا تھا وہاں باب مفاعلہ استعمال کر دیا یہ گرائمر سے ناواقفی کی دلیل ہے۔

ٹھوکر چہارم:۔ اس عبارت میں معترض نے تقریظ پر بہتان باندھا ہے کہ تقریظ میں کہا گیا ہے کہ علم لغت ہر مسلمان پر واجب نہیں ہے بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ علم لغت ایمان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے اور قرآن فہمی کیلئے ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ واجب العین یا واجب علی الکفایہ اور بندہ تقریظ میں تصریح کر چکا ہے کہ جہاں بحث ایمان تفصیلی میں ہے۔ یہاں تک اشکال سوم اور اس کے جواب پر بحث ختم ہوئی۔ اب اشکال چہارم اور اس کا جواب ذکر کیا جاتا ہے۔

اشکال چہارم:۔ معترض صاحب اشکال چہارم میں فرماتے ہیں۔ متوسطین کیلئے علم منطق پڑھنا واجب قرار دیا ہے حالانکہ عقول متوسطہ کے حامل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین میں بھی موجود تھے اور سب کے سب عقول عالیہ کے مالک نہ تھے اور ان کا ایمان ہر لحاظ سے متاخرین سے زیادہ تھا۔ اس سوال کے تین جواب ہیں۔

جواب اول:۔ تقریظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ انسان کے تین قسم ہیں اول متناہی فی البلادت یعنی

غباوت میں انتہاء کو پہنچے والا یہ آدمی علوم حاصل کرنے کا مخاطب نہیں ہے دوم متوسط سوم صاحب قوت قدسیہ یہ امر واضح تر ہے کہ متوسط تب متحقق ہوتا ہے کہ اس کی دو طرف ہوں تو جب معترض صاحب نے تسلیم کرلیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین میں متوسط موجود تھے تو معترض کو تسلیم کرنا ہوگا کہ صحابہ میں متناہی فی البلادت بھی تھے ایسی بات معترض کے شایان شان نہیں ہے بندہ معترض صاحب پر حسن ظن کرتا ہے کہ انہوں نے اس گستاخی کا التزام نہیں کیا ہوگا لیکن وہ لزوم گستاخی سے نہیں بچ سکتے ۔ صحابہ کرام کے مراتب میں فرق ضرور ہے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین سب کے سب صاحب قوت قدسیہ تھے ۔

جواب دوم ۔ بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا کہ ایمان کی حقیقت کا سمجھنا علم منطق اور لغت دونوں پر موقوف ہے اور توقف کے دو معنی ہیں اول توقف بمعنی لولاہ لا متنع دوم توقف بمعنی مصحح لدخول الفاء علم منطق اور علم لغت سے ایک لاعلی التعیین موقوف علیہ بمعنی لولاہ لامتنع ہے اور ہر ایک مخصوص موقوف علیہ بمعنی مصحح لدخول الفاء ہے ایک کے حاصل کرنے سے دوسرے کی ضرورت نہیں رہتی ۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم لغت عربی سے بخوبی واقف تھے لہٰذا وہ ایمان کی حقیقت جانتے تھے لہٰذا ان کو علم منطق حاصل کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بخلاف ہم عجمیوں کے کہ لغت عرب سے ناواقف ہیں لہٰذا ایمان کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے ہم پر ضروری ہے کہ علم منطق پوری طرح حاصل کریں ۔

جواب سوم :۔ سوم معترض صاحب فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ایمان ہر لحاظ سے متاخرین سے زیادہ ہے معترض کو اتنا علم بھی نہیں ہے کہ الایمان لا یزید ولا ینقص ایمان زیادہ ناقص نہیں ہوتا۔ معترض صاحب شاید عدم التفات کا شکار ہو رہے ہیں ۔

اشکال پنجم :۔ معترض صاحب فرماتے ہیں ۔ اولاً فرماتے ہیں کہ تصدیق کے تین قسم ہیں اور پھر اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ تصدیق شرعی ، تصدیق لغوی اور منطقی کا عین ہے اور یہ تینوں ایک

چیز ہیں حالانکہ شئی کے اقسام آپس میں مغائر ہوتے ہیں اور ان میں عینیۃ کا کوئی معنی نہیں ۔ معترض صاحب کا یہ اعتراض بہت ہی ضعیف ہے ۔ بندہ کہتا ہے کہ تینوں تصدیقات مصداق کے لحاظ سے متحد اور عنوان اور تعبیر کے لحاظ سے متغائر ہیں تو اقسام میں اتحاد بھی ہو اور تغائر بھی بندہ یہاں ایک مثال پیش کرتا ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں بھی تغائر ہوتا ہے لیکن گا ہے ان میں اتحاد ذاتی اور تغائر عنوانی اور تعبیری ہوتا ہے دلیل ملاحظہ ہو دیوان حماسہ میں ہے ۔

یا لهف زيابة للحارث

الصالح فالغانم فالائب

اس شعر میں صالح اور غانم اور آلائب سے مراد ایک ہی آدمی حارث ہے تو یہاں بھی ان تینوں میں اتحاد ذاتی اور تغائر عنوانی اور تعبیری ہے ۔ اسی طرح تصدیقات کے تین قسم ہیں یہ بحث مختصر المعانی میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے ۔ معترض صاحب کی یا تو ان کتابوں پر نظر نہیں ہے ۔ اور یا عناد سے کام لے رہے ہیں جو صورت بھی ہو قابل افسوس ہے معترض صاحب نے اشکال پنجم میں بھی ٹھوکر کھائی ہے ۔ عبارت ملاحظہ ہو (حالانکہ شئی کے اقسام آپس میں متغائر ہوتے ہیں) یہاں متغائر کا لفظ لانا تھا کیونکہ اقسام کو مغائر کا فاعل بنایا گیا ہے اور اس کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے ۔

فقط

حررہٗ الفقیر **عطاء محمد** چشتی گولڑوی

5 ربیع الثانی 1408ھ

بمطابق 28 نومبر 1987ھ

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا۔ کہ

مناطقہ کے دوگروہ ہیں

نمبرا۔مشائیہ نمبر۲۔اشراقیہ

ا۔مشائیہ۔

یہ مشق ہے مشی سے اس کا معنی ہے چلنا۔ جس طرح آج کل طلباء چل کر پڑھتے ہیں ۔مشائیہ کا سربراہ ارسطو ہے۔

حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ مشائیہ کو مشائیہ اس لیئے کہتے ہیں کہ ارسطو گھوڑے پر سوار ہوتا تھا اور طلباء ساتھ پیدل چل کر پڑھتے تھے ۔اسلیئے انہیں مشائیہ کہتے ہیں۔

۲۔شراقیہ۔

یہ وہ گروہ ہے کہ استاد ہزاروں میل دورہ ہوکر شاگرد کو پڑھاتا ہے یعنی استاد مشرق میں ہوتا ہے اور شاگرد مغرب میں۔ استاد پہلے مجاہدہ کرا کر شاگرد کا دل صاف کرتا ہے پھر شاگرد مراقبہ کرتا ہے اور استاد کو متوجہ کرتا ہے پھر وہ سبق پڑھتے ہیں اس گروہ کا سربراہ افلاطون ہے۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں کانگرہ کے مقام پر اب بھی اشرافیہ موجود ہیں۔

ہر دور میں علماء و اولیاء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم آتے رہے ظاہری سلطنت کی طرح باطنی حکومت بھی اپنا کام کرتی رہی ابو حفص بن ربیع بن صبیح السعدی البصری التوفی 160ھ شاگرد امام الاولیاء حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سندھ ہی میں وفات کے بعد دفن ہوئے یہ بزرگ سفیان ثوری اور وکیع (استاد امام شافعی) کے استاد تھے۔ان کے علاوہ علی بن عثمان الہجویری التوفی 465ھ شاہ یوسف گردیزی شیخ فخر الدین زنجانی ,خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری التوفی

633ھ شیخ ابو زکریا ابو محمد بہاؤ الدین بغدادی ملتانی التوفی 661ھ وغیرہم اپنے علوم و معارف سے اہل ہند کو مستفیض فرماتے رہے۔

مذہبی علوم اسلام کی طرح صقیل شدہ فنون یونانی بھی مسلمانوں ہی کے ذریعے پہنچے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ منطق و فلسفہ کو اس بلند مقام تک مسلمان علماء نے ہی پہنچایا ,یوں تو منطق ایک فطری علم ہے کسی مقصد پر دلیل و برہان پیش کرنا قیاس کر کے نتیجہ نکالنا افکار ذہنیہ کو خطا سے بچانا اسی کا نام منطق ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس کی کوشش کرتا ہے۔اس علم کا باضابطہ اظہار سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوا۔مخالفین کو عاجز و ساکت کرنے کیلئے بطور معجزہ اس کا استعمال کیا گیا۔

پھر ان علوم کو یونانیوں نے اپنایا یونان میں بڑے رتبے کے یہ پانچ مشہور فلسفی گزرے ہیں۔

ا۔ بندقیلس 500 قبل مسیح زمانہ داؤد علیہ السلام میں گزرا ہے حضرت لقمان سے علم حکمت حاصل کرنے کے بعد یونان واپس آگیا۔

۲۔ فیثا غورس اصحاب سلیمان علیہ السلام کا شاگرد ہے۔

۳۔ سقراط فیثا غورس کا شاگرد ہے۔ بتوں کی پرستش سے مخلوق کو روکنے اور دلائل کے ساتھ خالق واحد کی طرف توجہ دلانے پر بادشاہ وقت نے قید کر کے زہر دلا دیا۔

۴۔ افلاطون۔ یہ بھی فیثا غورس کا شاگرد ہے اور خاندان اہل علم سے ہے سقراط کی موجودگی میں گم نام رہا اس کے بعد چمکا اور خوب چمکا۔

۵۔ ارسطا طالیس: نیقوماخوش کا بیٹا ہے اور صاحب المنطق کے لقب سے مشہور ہے خاتم حکماء یونان کہا جاتا ہے اور بعد کے سارے فلاسفہ اسی کے رہن منت اور خوشہ چین ہیں۔

ان پانچ کے بعد دوسرے درجہ ا۔ پرتالیس الملطی صاحب فیثا غورس ۲۔ ذیمقراطیس اور ۳۔انکسار غوراس ہیں۔

ارسطو کی کتابوں کے شارح ہونے کی حیثیت سے 9 فلسفی مشہور ہیں یہ سب مقلد تھے مجتہد نہ تھے۔ثاؤ فرسطس[1] ,اصطفن[2] ,لیس یحییٰ[3] ,بطریق اسکندریہ ,امونیوس[4] ,بلیقیوس[5] ,ثباؤس[6] ,فرفوریوس[7] ,ثامسطیوس[8] ,افرودیسی[9] ,(اسکندریہ) ان میں آخر الذکر تینوں شراح اونچے درجے کے مالک ہیں۔

یونان میں مخصوص فنون کے کامل بھی بڑے بڑے نامور گزرے ہیں بقراط و جالینوس علم طبعیات وطب میں ,اقلیدس ہندسہ میں ,ارشمیدس علم الدوائر میں ,اور دیو جانس کلی علم المناظر والنجوم میں اپنی نظیر آپ تھے۔ہر ایک اپنے فن میں یگانہ روزگار تھا آج بھی ان سب کے نام زبان زدخواص اہل علم ہیں۔

مسلمان بادشاہوں میں سب سے پہلے عباسیہ خاندان کے خلیفہ ثانی ابو جعفر المنصور عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس نے علم فقہ کے ساتھ علم فلسفہ ومنطق و ہیئت کو بھی حاصل کیا۔اس کے کاتب عبداللہ بن المقفع الخطیب الفارسی ,مترجم کلیلہ ودمنہ نے ارسطو کی تین کتابوں ,قاطیغوریاس[1] ,باری ارمیناس[2] اور انولوطیقا[3] کا عربی میں ترجمہ کرکے منطقی کے لقب سے شہرت حاصل کی۔

ارسطو سے لے کر خلافت عباسیہ تک گیارہ صدیاں گزر چکی تھیں علوم فلسفہ کی کوئی ترقی نہ ہو سکی گویا بازار سرد پڑ چکا تھا ساتواں خلیفہ عباسی مامون الرشید جب 198ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا تو اپنے ذوق کی بناء پر فنون کی طرف متوجہ ہوا۔قیصر روم کو لکھا وہاں سے ارسطو کی کتابوں کا ڈھیر آگیا۔وزیر جمال الدین قفطی اخبار الحکماء میں لکھتے ہیں۔

ولما سیرت الکتاب الی المامون جاء بعضها تاما وبعضها ناقصا فالناقص منها ناقص الی الان ۔ترجمہ:''ارسطو کی کتابیں (روم کے کتب خانے سے) جو مامون کے پاس پہنچی ان میں بعض مکمل اور بعض ناقص تھیں جو ناقص تھیں وہ اب تک ناقص ہیں۔

مامون الرشید نے حنین بن اسحٰق الکندی اور ثابت بن قرہ وغیرہ ہما کو عربی ترجمہ کا حکم دیا

اس طرح شروع تیسری صدی ہجری میں مسلمانوں نے کلمة الحکمة ضالة المومن این وجدها فهو احق بها۔پر عمل پیرا ہو کر اپنی وراثت سمجھتے ہوئے آب وتاب کے ساتھ ان علوم کو چمکایا۔چوتھی صدی ہجری میں شاہ منصور بن نوح سامانی کی درخواست پر حکیم ابونصر فارابی نے ان کی ترصیع وتہذیب کر کے معلم ثانی کا لقب پایا اور فلسفہ ارسطو میں مہارت پیدا کر کے تقریباً دو درجن تصانیف کیں۔جو سلطان مسعود کے زمانے تک اصفہان کے کتب خانہ صوان الحکمة کی زینت بنی رہی سلطان مسعود نے شیخ الرئیس ابو علی بن سینا المتوفی 427ھ 1037ء کو اپنا وزیر بنا کر تصانیف فارابی سے اکتساب کرا کے کتابیں لکھوائیں۔اتفاق سے کتب خانہ نذر آتش ہو گیا تو ابن سینا محافظ علوم بن گیا اب جو کچھ ہے اسی کی محنت کا ثمر ہے۔

ابو محمد احمد اندلسی وزیر عبدالرحمٰن مستظہر باللہ محمد ذکریا رازی صاحب صد تصانیف المتوفی 320ھ/932ء (عہد منصور بن اسماعیل سامانی) نے بھی چوتھی صدی ہجری میں اس پودے کو پروان چڑھانے میں کسر نہ اٹھا رکھی آخر الذکر نے فلسفہ ارسطو کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑائیں اور اعتراضات وشبہات کا بے پناہ ذخیرہ کتابوں میں چھوڑا۔

پانچویں صدی ہجری اور اس کے بعد امام ابو حامد محمد الغزالی المتوفی 505ھ علامہ ابن رشید المتوفی 1198ء ,امام فخر الدین رازی المتوفی 606ھ ,ابن تیمیہ الحرانی المتوفی 728ھ /1327ء ,نجم الدین نخجوانی ابن سہلان اور افضل الدین خونجی وغیر ہم نے ان فنون میں نئی نئی باریکیاں پیدا کیں۔اجتہادات کیئے۔آخر الذکر کی کتابیں دوسو سال تک داخل نصاب رہیں علامہ ابن خلدون نے وعلی کتبه معتمد المشارقة لهذا العهد ''اس کی کتابوں کو اس عہد کے علماء مشرق کا اعتماد حاصل ہے'' لکھ کر سند اہمیت عطاء کر دی۔

شیخ الاشراق شہاب الدین سہروردی نے مشائیہ (متبعین ارسطا طالیس) کے معتقدات پر ضرب کاری لگا کر نئے باب کا اضافہ کیا۔

نصیر الدین محقق طوسی ,قطب الدین رازی ,صدر الدین شیرازی ,ملا جلال ,محقق دوانی

ملامحمود جونپوری ,صاحب شمس بازغہ وفرائد وغیرہم نے اس فن کو چار چاند لگائے یوں تو شاہانِ اسلام کی قدر افزائیوں نے اطراف واکناف عالم کے مشاہیر وفضلاء کو ہندوستان کی طرف متوجہ کر دیا تھا لیکن سلاطین مغلیہ کے عہد میں عرب وعجم کے اہل فضل وکمال کا یہ ملک مسکن بن گیا۔

حضرت امیر خسرو رحمہ اللہ تعالیٰ نے یکے بعد دیگرے سات بادشاہوں کے دربار میں اعزاز حاصل کیا مختلف انقلابات دیکھے مگر ہندوستان سے منہ نہ موڑا۔

شعراء میں نظیری نیشاپوری ,ملک قمی ,عرفی شیرازی ,ظہوری ,غزالی مشہدی ,عالی شیرازی کلیم ہمدانی ,غنی کشمیری

اطباء میں حکیم بینا ,حکیم علی ,حکیم الملک گیلانی ,حکیم عین الملک شیرازی ,حکیم ابوالفتح گیلانی ,حکیم ہمام گیلانی ,مسیح الملک شیرازی

کتاب میں شیریں قلم ,زریں قلم ,ہفت قلم علماء میں شیخ حسین موصلی ,مولانا فتح اللہ شیرازی المتوفی 997ھ ,مولانا میرزا سمرقندی ,میر اسلم ہروی المتوفی 1061ھ ,میر زاہد ہروی المتوفی 1111ھ ,مولانا میر کلاں معلم جہانگیر المتوفی 983ھ ,مولانا صدر جہاں ,مولانا غازی خان بدخشی وغیرہم۔

ان کے علاوہ دوسرے فنون کے ماہرین نے شاہی درباروں کو رونق بخشی تھی۔ ہندوستان درحقیقت جنت نشان بن گیا تھا علوم ومعارف کے دریا بہہ رہے تھے روحانیت کے چشمے ابل رہے تھے۔

مسلمان بادشاہوں کی قدردانی کے صرف واقعے شہادت کے لئے کافی ہیں۔ سلطان محمد بن تغلق شاہ نے مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کو قاضی عضد الدین صاحب مواقف کی خدمت میں شیراز بھیج کر درخواست کی کہ ہر قیمت پر ہندوستان تشریف لاکر متن مواقف کو میرے نام پر معنون کر دیجئے۔ سلطان ابواسحٰق والی شیراز کو پتہ چلا تو دوڑا ہوا قاضی عضد الدین کی خدمت میں پہنچ کر عرض پرداز ہوا کہ ہر خدمت کیلئے حاضر ہوں۔ تخت سلطنت کی خواہش ہو تو دستبردار

ہونے کو تیار ہوں خدا کیلئے شیراز کو یتیم نہ بنایئے۔ قاضی صاحب نے سلطان کی تواضع وقدردانی سے متاثر ہو کر ارادہ بدل دیا اور سلطان ہی کے نام پر کتاب معنون کر کے ہمیشہ کیلئے زندہ جاوید بنا دیا۔

دوسرا واقعہ علامہ امیر فتح اللہ شیرازی سے متعلق ہے۔ عادل شاہ بیجاپوری نے ہزاروں خواہشوں کے ساتھ دکن بلا کر اپنا وکیل مطلق بنایا۔ 991ھ میں اکبر بادشاہ نے صدر کل بنا کر 993ھ میں امین الملک اور عضد الدولہ کے خطاب سے نوازا۔ ہندوستان کے مشاہیر علماء ان کے حلقہ درس میں شریک رہے ,محقق دوانی ,صدر شیرازی ,میر غیاث الدین منصور اور میرزا جان کی تصانیف ہندوستان لاکر داخل نصاب کی انہی کے زمانہ سے علوم عقلیہ کو شاندار فروغ حاصل ہوا۔ 997ھ میں ان کے انتقال پر اکبر بادشاہ کے الفاظ نظر انداز نہیں کیئے جاسکتے ,مآثر الکرام میں ہے۔

پادشاہ از فوت میر بسیار متاسف شد و بر زبان گزرانید کہ
میر وکیل و طبیب و منجم مابود ,اندازہ سوگواری کہ تواند شناخت
اگر بدست فرنگ افتادے وہمگی خزائن در برابر خواستے
دریں سودا فراواں سود کردمے وآں گرامی بس ارزاں خریدمے

فیضی گوید

شہنشاہ جہاں رادر وفاتش سینہ پرنم شد
سکندر اشک حسرت ریخت کاافلاطوں زعالم شد

یہی وہ قدردانی اور عزت افزائی تھی کہ جس کی وجہ سے سارے عالم سے مشاہیر وقت کھنچے چلے آرہے تھے علوم کی بارش ہو رہی تھی علامہ فضل حق رحمہ اللہ تعالیٰ کے مورثانِ اعلیٰ شمس الدین اور بہاؤ الدین دونوں بھائیوں نے بھی ہندوستان کو رونق بخش کر عہدے سنبھا

یوں تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر فن پڑھانے میں یکتا تھے خصوصاً اہلسنت وجماعت کے مدارس میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر بیضاوی شریف کا درس بہت مشہور تھا۔ بندہ ناچیز طلباء کے افادہ کیلئے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر بیضاوی کا ایک سبق ہدیہ قارئین کی نظر کرتا ہے تا کہ جو طلباء قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے استفادہ نہیں کر سکے وہ آپ کی طرز تدریس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمالیں۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر بیضاوی شریف کی تقریر:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحث نمبر۱۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ علامہ بیضاوی نے ایک مرتبہ ابتداء میں بسم اللہ کہی اور اب پھر کہہ رہا ہے تو اس تکرار کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ پہلی تسمیہ خطبہ بیضاوی کی تھی اور اب یہ قرآن (سورۃ فاتحہ) کی تسمیہ ہے۔

بحث نمبر۲۔ من الفاتحة میں ہے اس عبارت سے غرض بیان اختلاف ہے کہ اس بات میں اختلاف ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں تو اس میں تین مذہب ہیں پہلا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور یہ مذہب قراء مکہ اور کوفہ اور ان کے فقہاء کا ہے اور یہی مذہب ابن مبارک اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور دوسرا مذہب یہ ہے کہ تسمیہ سرے سے قرآن کی جز نہیں تو پھر فاتحہ کی بھی جز نہ ہوگی اور تیسرا مذہب آگے آجائیگا۔ باقی وخالفهم قراء المدينة میں مخالفت سے مراد یہ نہیں کہ ان کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں بلکہ مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک نہ تو تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ قرآن کی جز۔

بحث نمبر۳۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ فقہا کوفہ کے نزدیک ایک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے حالانکہ فقہاء کوفہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تو ہیں اور وہ اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے تو جواب یہ ہے کہ فقہاء کوفہ سے مراد امام صاحب کا ماسواء ہیں اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ ان کا ذکر علیحدہ آرہا ہے اور یہ قانون ہے کہ عام خاص کا مقابلہ ہو تو عام کے وہ افراد مراد ہوتے ہیں کہ جو خاص کے ماسواء ہوں لہٰذا فقہاء کوفہ سے مراد ابوحنیفہ کے ماسواء ہونگے۔ اور اسی قسم کا اعتراض مالک واوزاعی پر ہوگا کہ فقہاء مدینہ میں امام مالک آگئے تھے تو پھر امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام دوبارہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی تو جواب یہ ہے کہ یہاں عطف خاص کا عام پر ہے تو چونکہ امام مالک مجتہد تھے تو عظمت شان کی وجہ سے ان کو علیحدہ ذکر کیا کہ فقہاء مدینہ کے ذکر سے آپ ذہن میں آئیں شاید۔

بحث نمبر۴۔ بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے اختلاف صحیح طریقہ سے ذکر نہیں کیا کیونکہ جن کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے ان کے نزدیک تسمیہ ہر سورت کی بھی جز ہے لہٰذا یوں کہتے من الفاتحة و من كل سورة تو جواب یہ ہے کہ بیضاوی اس مذہب پر آگے جا کر ولنا احادیث کثيرة سے دلائل دے گا اور وہ دلائل سب کے سب اس بارے میں ہیں کہ تسمیہ فاتح کی جز ہے اور باقی سورتوں کی جز جو مانتے ہیں تو فاتحہ پر قیاس کر کے مانتے ہیں باقیوں کے بارہ میں کوئی مستقل دلیل نہیں تو اگر یوں کہتا و من الفاتحة كل سورة تو لازم آتا کہ دعویٰ عام اور دلیل خاص اور یہ باطل ہے۔

بحث نمبر۵۔ یہ ہے کہ بیضاوی نے تسمیہ میں تین مذہب ذکر کیئے تو پہلے مذہب کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی بھی جز ہے ہر سورۃ کی بھی اور دوسرے مذہب میں فاتحہ قرآن کی ہی جز نہیں تو اب پہلے مذہب کے لحاظ سے چونکہ قرآن کی 113 ایسی سورتیں ہیں کہ جن کی ابتدا میں بسم اللہ

ہے لہٰذا بسم اللہ کی ایک سو تیرہ آیات ہونگی اور چونکہ دوسرے مذہب میں تسمیہ قرآن کی جز نہیں لہٰذا تسمیہ قرآن کی آیت نہیں باقی دونوں مذہبوں میں جو اختلاف ہے تو اسی بسم اللہ میں ہے جو کہ اوائل سورۃ میں ذکر کی جاتی ہے باقی انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم تو بالاتفاق قرآن کی جز اور آیت ہے اور اختلاف اس کے ماسوا میں ہے۔

بحث نمبر ۶۔ ولم ينص ابوحنيفة فيه الخ میں ہے کہ ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تسمیہ کے بارہ میں کوئی نص نہیں کی تو پس لوگوں نے گمان کیا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ سورۃ کی جزء نہیں اور تیرا مذہب احناف کا ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے لیکن ہر سورۃ کی جز نہیں اور یہ مذہب پہلے دو مذہبوں سے متوسط ہے کیونکہ پہلے مذہب میں دونوں دعوے ایجابی ہیں کہ تسمیہ فاتحہ کی بھی جز ہے اور ہر سورۃ کی بھی اور دوسرے مذہب میں دونوں دعوے سلبی ہیں کہ تسمیہ نہ قرآن کی جز ہے اور نہ کسی سورۃ کی اور یہ تیرا مذہب متوسط ہے کہ ایک دعویٰ ایجابی اور دوسرا سلبی کہ قرآن کی تو جز ہے لیکن کسی صورت کی جز نہیں۔

بحث نمبر ۷۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ فظن عدم نص پر تفریع ہے۔ (کہ جب امام صاحب نے نص نہیں کی تو فظن) اور یہ تفریع صحیح نہیں کیونکہ جب امام صاحب نے نہ تو یہ نص کی ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور نہ عدم جزیۃ پر نص کی ہے تو اس سے یہ کیسے پتہ چلا کہ تسمیہ آپ کے نزدیک فاتحہ کی جز نہیں ایسے کیوں نہیں ہوسکتا کہ فاتحہ کی جز ہو تو اس کے دو جواب ہیں ایک قوی اور ایک ضعیف۔ پہلا جواب یہ ہے کہ فظن صرف عدم نص پر تفریع نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب عدم نص کے ساتھ آپ کے مجتہدات کو ضم کیا جائے تو تب یہ تفریع ہے مثلاً آپ کے مجتہدات سے یہ ہے کہ جہری نمازوں میں جہراً پڑھنا واجب ہے۔ اور تسمیہ کو آہستہ پڑھنا چاہیے تو اس اجتہاد سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ آپ کے نزدیک فاتحہ کی جز نہیں اگر فاتحہ کی جز ہوتی تو اس کا بھی جہراً پڑھنا واجب ہوتا اور ترک واجب پر تو سجدہ سہو لازم آتا ہے

۔حالانکہ بسم اللہ الخ کے آہستہ پڑھنے سے کوئی سجدہ سہو نہیں اور یہ جواب فاضل لاہوری کا ہے اور یہی جواب قوی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ فظن صرف عدم نص پر تفریع ہے اور یہ تفریع صحیح بھی ہے کیونکہ امام صاحب فقہاء کوفہ میں سے تھے اور فقہاء کوفہ کا مذہب اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ان کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز ہے تو اگر امام صاحب کے نزدیک بھی تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتی تو آپ ان کی تائید کرتے حالانکہ آپ خاموش رہے اور اس بارے کوئی نص نہ فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں لیکن یہ جواب ذرا ضعیف ہے کہ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ امام صاحب کی اہل بلدہ کی تائید نہ کرنا اس بات پر دلیل نہیں ہوسکتی کہ آپ کا مذہب ان جیسا نہیں تھا ممکن ہے کہ امام صاحب کا بھی وہی مذہب ہو لیکن خاموش اس وجہ سے رہے کہ جب فریقین آپس میں جھگڑ رہے ہیں تو مجھے بولنے کی درمیان میں کیا ضرورت ہے؟ اگر میں ایک فریق کی تائید کروں گا تو میری تائید سے کہیں جھگڑا بڑھے گا لہٰذا عدم تائید مخالفت کی دلیل نہیں ہوسکتی۔

بحث نمبر ۸۔ ليست من السورة میں ہے کہ السورۃ پر الف لام۔ یا تو عہد خارجی کا ہے اور یا جنس کا ہے استغراق کا نہیں بن سکتا اگر ال عہد خارجی کا ہو تو سورۃ سے معہود فاتحہ ہوگی تو مطلب یہ ہوگا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور اگر ال جنس کا ہو تو معنی ہوگا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ جنس صورت کی جز نہیں یعنی کسی سورۃ کی بھی جز نہیں اور یہ مذہب احناف کا ہے۔ باقی ال استغراق کا نہیں بن سکتا کیونکہ اس صورت میں جو اس کا معنی ہوگا وہ احناف کا مذہب نہیں کیونکہ اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ گمان کیا گیا کہ تسمیہ ہر صورت کی جز نہیں یعنی کل سورۃ کی جز نہیں اور کل سورۃ کی جز نہ ہونا یہ سلب کلی ہے اور اس پر لیست نفی آئی تو ایجاب کلی کا رفع کیا اور ایجاب کلی کا رفعہ سلب جزی ہوتا ہے تو اب مطلب یہ ہوگا کہ تسمیہ کل سورۃ کی تو جز نہیں ہاں بعض کی جز ہوسکتی ہے حالانکہ احناف کا مذہب یہ تو نہیں بلکہ احناف کا مذہب سلب کلی ہے۔ یعنی کسی سورۃ کی بھی جز نہیں اور یہ تو سلب جزی ہے۔

ولنا احادیث کثیرۃ الخ سے دو چیزیں بتاتا ہے ایک تو اپنے دعوے پر دلیل دے گا اور دوسرا مخالفین کا رد کرے گا تو پہلی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فاتحۃ الکتاب سات آیات ہیں پہلی آیت بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور دوسری حدیث یہ ہے کہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کو ایک آیت شمار فرمایا۔

بحث نمبر ۹۔ ایک تمہید میں ہے کہ احناف کے دو گروہ ہیں ایک متقدمین کا اور ایک اشاعرہ کا۔ بعض متقدمین کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز نہیں اور متاخرین کے نزدیک قرآن کی جز ہے۔ تو اب متقدمین کے نزدیک بسم اللہ جب قرآن کی جز نہیں تو اب قرآن پاک کی آیت نہیں ہوسکتی اور متاخرین کے نزدیک بسم اللہ قرآن کی جز اور آیت ہے لیکن کسی صورت کی جز نہیں اس لیئے بعض لوگ سوال کرتے ہیں کہ ایسی آیت بتاؤ کہ جو قرآن کی جز تو ہو لیکن کسی سورت کی جز نہ ہو تو وہ بسم اللہ ہی ہے۔

وسئل محمد بن الحسن الخ یعنی محمد بن حسن شیبانی سے پوچھا گیا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں تو انہوں نے جواباً کہا ما بین الدفتین۔ کلام اللہ یعنی دو جانبوں کے درمیان کلام ہے اور ماقبل والی تمہید اسی ترجمہ کیلئے تھی۔

بحث نمبر ۱۰۔ اس میں ہے کہ سئل محمد بن الحسن الخ کی عبارت چلانے کی غرض کیا ہے؟ تو اس کی دو غرضیں ہیں یا تو یہ عدم نص پر تائید ہے اور یا متقدمین کے رد اور اپنے مختار کی طرف اشارہ ہے عدم نص پر تائید تو اس طرح کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جب امام صاحب کے شاگرد تھے تو اگر امام صاحب کی عدم جزئیۃ تسمیہ کے بارہ میں نص ہوتی تو امام محمد پیش کردیتے لیکن سائل کے جواب میں وہ گول مول کہہ گئے۔ کہ مابین الدفتین الخ کہ مصنف کی دو

جانبوں میں جو کچھ ہے وہ کلام اللہ ہے تو معلوم ہوا کہ امام صاحب کی اس بارے میں کوئی نص نہیں اور دوسری غرض بھی ہوسکتی ہے کہ متقدمین کا مذہب تھا کہ بسم اللہ قرآن کی جز نہیں تو امام محمد نے فرمایا کہ ما بین الدفتین الخ کہ جب بسم اللہ بھی دفتین کے درمیان ہے تو وہ بھی کلام اور قرآن کی جز ہے باقی امام محمد بھی متقدمین میں سے ہیں اور جو متقدمین بسم اللہ کو قرآن کی جز نہیں مانتے وہ امام محمد کے ماسوا ہیں۔

بحث نمبر ۱۱۔ پہلی غرض پر اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ سئل محمد بن الحسن الخ عدم نص کی تائید ہے تو یہ تائید نہیں بن سکتی تائید تب بنتی جب کہ سائل امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتا کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے عدم جزئیۃ تسمیہ کے بارے میں نص فرمائی ہے کہ نہیں تو تب کہہ سکتے تھے کہ امام محمد صاحب نے چونکہ جواب صاف نہیں بتایا لہٰذا امام صاحب نے نص نہ فرمائی ہوگی۔ لیکن سائل کا سوال تو ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے کہ نہیں تو پھر امام محمد نے کہا کہ مابین الخ تو اس سے امام صاحب کے عدم نص کی تائید کیسے ہوئی؟ ممکن ہے یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنا مذہب ہو کیونکہ وہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عدم نص کی تائید ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ کے ایک اصول خمسہ ہیں اور ان میں ایک اصول یہ ہے کہ جب وہ کسی قول کی نسبت نہ اپنی طرف کریں اور نہ ہی ابو یوسف کی طرف کریں تو وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہوتا ہے۔ چونکہ امام محمد نے یہاں نہ تو عندی وغیرہ کہا اور نہ ہی عند ابی یوسف کہا تو معلوم ہوا کہ یہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے کہ مابین الدفتین الخ تو اس سے تسمیہ کا فاتحہ کی جز ہونا یا کسی صورت کی جز ہونا معلوم نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عدم نص کی تائید ہے۔

بحث نمبر ۱۲۔ من اجلها اختلف الخ میں ہے کہ یہ ایک سوال کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ جو تم نے دو حدیثیں پیش کی ہیں وہ آپس میں معارض ہیں کیونکہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا

ہے کہ تسمیہ مستقل آیت ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ مستقل آیت نہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ تسمیہ مستقل آیت ہو بھی اور غیر مستقل آیت بھی ہو تو جواب دیا کہ جن دو حدیثوں میں بظاہر تعارض ہو تو ان کی چند صورتیں ہیں۔ایک یہ کہ ان دونوں کو جمع کیا جائیگا اگر جمع ممکن ہو اور اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ قرار دیا جائے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائیگی اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر اذا تعارضا تساقطا تو چونکہ ان دونوں حدیثوں کا جمع ہونا ممکن تو نہیں لہٰذا یہ جمع نہیں ہوسکتی اور ان میں سے ایک کو ناسخ اور دوسری کو منسوخ بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ ہمیں تاریخ معلوم نہیں کہ پہلے کونسی ہے؟ اور بعد میں کونسی ہے؟ تو پھر ایک کو ترجیح ہوگی دوسری پر۔یہی وجہ ہے کہ شوافع میں دو گروہ ہیں ایک کے نزدیک تسمیہ مستقل آیت ہے تو اس میں انہوں نے پہلی حدیث کو ترجیح دی اور دوسرے کے نزدیک تسمیہ غیر مستقل آیت ہے تو اس میں انہوں نے دوسری حدیث کو ترجیح دی والاجماع علیٰ ان الخ سے تیسری دلیل دیتا ہے اور والاجماع کا عطف احادیث الخ پر ہے تو دلیل یہ ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحیفہ کے دو جانبوں کے اندر کلام اللہ ہے تو پھر ثابت ہوگیا کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے۔والوفاق علیٰ اثباتها الخ سے چوتھی دلیل دی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جب قرآن کو جمع کیا تو اتنی احتیاط سے کام لیا کہ جو حصہ قرآن سے نہیں تھا اس کو جدا کیا حتیٰ کہ آمین بھی نہیں لکھی گئی لیکن سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اتفاق کر کے تسمیہ کو قرآن کے ساتھ لکھا تو معلوم ہوا کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے۔اگر جز نہ ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آمین کی طرح اس کو بھی جدا کر دیتے۔

بحث نمبر ۱۳۔ ایک اعتراض اور جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ آخری دو دلیل تمہارے مدعیٰ کو ثابت نہیں کرتیں کیونکہ تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے تو تسمیہ کا قرآن کی جز ہونا اس بات کو لازم نہیں کہ تسمیہ فاتحہ

کی بھی جز ہو تو جواب یہ ہے کہ جب اس نے لنا احادیث کثیرة کہا تو ہم نے کہا تھا کہ یہاں سے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دو چیزیں ذکر کرے گا ایک اپنے مدعیٰ پر دلیل اور دوسرا مخالفین کا رد۔تو پہلی دو حدیثیں اپنے مدعیٰ کے ثبوت کیلئے ذکر کی ہیں اور آخری دو دلیلیں مخالفین کے رد میں ہیں۔جن کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز نہیں۔

بحث نمبر ۱۴۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے کہ جب وفاق اور اجماع کا معنی ایک ہے تو دونوں کو ذکر کیوں کیا تو جواب یہ ہے کہ اجماع دو قسم ہے۔اجماع قولی اور اجماع فعلی۔اجماع قولی تو یہ ہے کہ لوگوں کا ایک بات پر متفق ہو جانا اور اجماع فعلی یہ ہے کہ لوگوں کا ایک فعل پر جمع ہو جانا تو والاجماع سے اجماع قولی ذکر کر دیا کہ امت کا اس بات میں اجماع ہے کہ مابین الدفتین کلام اللہ ہے اور الوفاق سے اجماع فعلی ذکر کر دیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین کا اس فعل پر اجماع تھا کہ انہوں نے بسم اللہ کو قرآن سے جدا نہ کیا۔

بحث نمبر ۱۵۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ امت کا اجماع ہے کہ مابین الدفتین کلام اللہ ہے حالانکہ دفتین کے درمیان تو یہ بھی ہے کہ یہ سورۃ بقرہ ہے یہ آل عمران ہے یہ آیت مکی ہے مدنی ہے وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ باتیں قرآن تو نہیں تو جواب یہ ہے کہ دفتین سے مراد اور مصاحف سے مراد عام نہیں بلکہ دفتین سے مراد صحابہ کرام کے مصاحف کے دفتین ہیں کہ جو ان چیزوں سے خالی تھے اور یہ زیادتیاں بعد والے لوگوں کی ہیں۔

بحث نمبر ۱۶۔ اس میں ہے کہ قرآن، کلام اللہ اور مصحف میں فرق کیا ہے تو فرق یہ ہے کہ کلام اللہ اور قرآن الفاظ اور معانی کو کہتے ہیں اور مصحف اوراق کا نام ہے۔جس پر قرآن الفاظ نقش ہیں اسی لئے قرآن اور کلام اللہ کی قسم تو واقع ہے لیکن مصحف کی قسم نہیں تو اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ مجھے اس قرآن کی قسم ہے تو قسم نہ ہوگی کیونکہ اس قرآن سے مراد تو وہ معین ہوگا جو کہ مصحف

میں ہے۔

نوٹ: شوافع کا یہ مذہب ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز ہے اور احناف کا یہ مذہب ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور صاحب روح المعانی نے اپنے مذہب (احناف) کی تائید میں 16 دلیلیں ذکر کی ہیں ہم ان میں سے صرف ایک دلیل بیان کرتے ہیں وہ یہ کہ حدیث قدسی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ قُسِّمَتِ الصَّلٰوۃ بینی و بین عبدی نصفین و بعبدی ماسئل یعنی میرے اور میرے بندے کے درمیان صلٰوۃ نصف نصف ہے اور میرے بندے کیلئے وہ ہے کہ جس کا اس نے سوال کیا اور صلوۃ سے مراد فاتحہ ہے کیونکہ فاتحہ کا نام صلٰوۃ ہے پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اذقال عبدی الحمد اللہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حمدنی عبدی یعنی میرے بندے نے میری حمد بیان کی۔ یعنی یہ بات (الحمدالخ) میرے لیئے ہے۔ واذقال عبدی الرحمن الرحیم فقال اللہ تعالیٰ اثنا علی عبدی یعنی یہ بھی میرے لیئے ہے واذقال عبدی ملك یوم الدین فقال اللہ تعالیٰ فحمدنی عبدی یعنی یہ بھی میرے لیئے ہے واذقال عبدی وایاك نعبد وایاك نستعین فقال اللہ تعالیٰ ھذا بینی وبین عبدی یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے کہ ایاك میرے لیئے اور نعبد و نستعین بندے کیلئے ہے۔ واذقال عبدی اھد نا الیٰ والضالین فقال اللہ تعالیٰ ھذا لعبدی یہ آئتیں میرے بندے کیلئے ہیں تو خلاصہ یہ نکلا کہ اس فاتحہ کی سات آیات ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ پہلی تین آیات میرے لئے ہیں اور آخری تین آیات میرے بندے کیلئے ہیں اور درمیان والی چوتھی آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے ۔ تو اب یہ حدیث ہماری دلیل اس طرح بنی کہ اگر تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتی تو یوں فرمایا جاتا کہ بسم اللہ الخ اور پھر الحمد اللہ الخ تو معلوم ہوا کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اور دوسرا یہ کہ اگر تسمیہ فاتحہ کی جز ہوتو اب فاتحہ نصف نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر تسمیہ جز ہوتو پہلے چار آیات تسمیہ سمیت اللہ تعالیٰ کیلئے ہونگی اور آخری تین آیات یا دو آیات بندے کیلئے اور درمیانی مشترک تو پھر نصف نصف تو نہ ہوئی اور

نیز ان لوگوں کا رد بھی ہوگیا جو بسم اللہ کو مستقل آیت اور صراط الذین انعمت علیھم کو غیر مستقل آیت کہتے ہیں کیونکہ انعمت علیھم مستقل آیت نہ ہو بلکہ اگلی سے مل کر آیت ہو تو اب بھی فاتحہ نصف نصف نہ ہوگی بلکہ پہلے چار آیات ایک طرف اور آخری دو آیات ایک طرف تو حدیث قدسی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تسمیہ فاتحہ کی جز نہیں اب ہم ان دو حدیثوں کا جواب بھی دیئے جاتے ہیں جن کو بیضاوی نے جزئیۃ تسمیہ کے ثبوت میں بطور دلیل ذکر کیا تو ان دو حدیثوں میں سے ایک حدیث ام سلمٰی رضی اللہ عنہا والی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فاتحہ پڑھی اور عدّ بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد اللہ رب العالمین آیت جو اس حدیث سے بھی مقصد یہی ہے کہ فاتحہ کی آیت تو صرف الحمد اللہ رب العالمین ہے باقی بسم اللہ کو آپ نے محض تبرک کیلئے ذکر فرمایا۔ جیسا کہ کوئی کسی کو کہے کہ دوسرے پارہ کا دوسرا رکوع پڑھو (مثلاً) تو وہ اس طرح ابتداء کرے گا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ولکل وجھۃ ھو مولیھا الخ تو اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اعوذ باللہ و بسم اللہ رکوع کی جز ہیں بلکہ یہ کہا جائیگا اعوذ باللہ و بسم اللہ محض تبرک کیلئے پڑھے گئے ہیں دوسری حدیث جو ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اولھن بسم اللہ الخ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولیٰ مضاف ہے ہن کی طرف اور ہن کا مرجع سبع آیات ہیں اور یہاں مضاف مضاف الیہ سے خارج ہے جیسا کہ غلام زید میں غلام زید سے خارج ہے اس طرح اولیٰ بھی ہن سے خارج ہے۔ یعنی سبع آیات میں بسم اللہ داخل نہیں بلکہ اس کی ابتداء الحمد اللہ سے ہے باقی مضاف مضاف علیہ سے خارج ہے اس پر قرینہ یہ ہے کہ اگر بسم اللہ بھی سبع آیات میں شامل ہو تو حدیثوں میں تعارض لازم آئیگا یہاں تک احناف کی دلیل اور شوافع کی پیش کی ہوئی احادیث کا جواب آیا اب ابحاث کی طرف آتے ہیں۔

بحث نمبر ۱۷ ۔ والباء متعلقة بمحذوف الخ میں ہے کہ بسم اللہ میں باء جارہ ہے تو دیکھنا ہے کہ جاروں کی وضع کس کے لئے ہے تو چونکہ فعل کا معنی اسم تک نہیں پہنچ سکتا تھا تو جارہ

معنی پہنچانے کا واسطہ ہیں جیسا کہ مررت بزید میں مررت فعل لازمی ہے اس کا معنی زید تک نہیں پہنچ سکتا تھا تو اس کے پہنچانے کا واسطہ باء ہے۔

بحث نمبر ۱۸۔ اس میں ہے کہ جہاں جارہ ہوگا وہاں یا تو فعل محذوف ہوگا یا مذکور ہوگا۔

بحث نمبر ۱۹: یہ ہے کہ اگر فعل مذکور ہو تو اس میں کوئی اور احتمال نہیں اور اگر فعل محذوف ہو تو اسمیں چار احتمال ہیں یا تو فعل محذوف افعالِ خاصہ سے ہوگا افعال عامہ سے۔ افعال عامہ چار ہیں، کون۔ وجود، ثبوت اور حصول اور ہر دو تقدیروں پر دو احتمال ہیں یا تو وہ فعل محذوف پہلے ہوگا یا بعد میں۔

بحث نمبر ۲۰۔ یہ ہے کہ اگر فعل محذوف افعال عامہ سے ہے تو اس میں صرف ایک قرینہ کی ضرورت ہے یعنی صرف حذف پر اور اگر فعل محذوف افعال خاصہ سے ہے تو اب دو قرینوں کی ضرورت ہے ایک تو نفس حذف پر اور دوسرا فعل خاص لینے پر۔

بحث نمبر ۲۱: اس میں ہے کہ بسم اللہ میں با جارہ ہے اور اس کی وضع چاہتی ہے کہ یہاں فعل ہو تو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنا مختار بتائے گا اور دوسروں کا رد کرے گا۔ تو کہتا ہے کہ با کا متعلق افعال خاصہ سے ہوگا۔ یعنی اقراء اور یہ ہوگا بھی موخر یعنی بسم الله الرحمن الرحیم اقراءُ۔

بحث نمبر ۲۲۔ لان الذی یتلوہ مقرو (یعنی جو چیز بسم اللہ کے بعد آنے والی ہے وہ مقرو ہے یتلو کا معنی تالی ہے یعنی موخر) سے فعل محذوف پر دلیل پیش کرتا ہے کیونکہ اگر جارہ کا متعلق افعال خاصہ سے محذوف ہو تو اس پر دو قرینوں کی ضرورت ہوتی ہے تو یہاں نفس حذف پر

خود باء جارہ قرینہ تھی اس لیئے اب فعل خاص لینے پر دلیل ذکر کرتا ہے کہ بسم اللہ کے بعد جو چیز ہے یعنی الحمد اللہ رب العالمین تو وہ مقرو ہے اور اقراءُ کو مقرو سے مناسبت ہے۔ کیونکہ دونوں کا مادہ ایک ہی ہے لہٰذا فعل محذوف اقراءُ ہی ہوگا۔

بحث نمبر ۲۳۔ وکذلك یضمر کل فاعل مایجعل البسملة مبدأ لهٗ الخ میں ہے کہ پہلے تو مصنف نے خاص بسم اللہ کے بارے میں بیان کیا کہ اس کا متعلق افعال خاصہ سے ہے اور وہ اقراء ہے اور موخر ہے اب بسم اللہ کے متعلقات کے بارے میں ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ ہر فاعل جب اپنے فعل کیلیے بسم اللہ کو مبدا بنائے تو اب وہاں وہی فعل مضمر ہوگا۔ مثلاً زید گھوڑے سے اتر رہا ہے۔ اور بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس کا متعلق فعل کے مناسب ہوگا یعنی بسم اللہ انزل۔ یا گھوڑے پر چڑھ رہا ہے اور بسم اللہ پڑھی تو مطلب یہ ہوگا کہ بسم اللہ ارتجل۔

بحث نمبر ۲۴۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ مضمر کرے گا ہر فاعل اس فعل کی جس کیلیے وہ بسم اللہ کو مبدا بنا رہا ہے تو فعل دو قسم ہے فعل حقیقی اور فعل اصطلاحی۔ فعل حقیقی یہ ہے کہ جو فاعل سے صادر ہو اور اسی کے ساتھ قائم ہو مثلاً روٹی کھا رہا ہے تو روٹی کھانا یہ فعل ہے اور فعل اصطلاحی الفاظ کا نام ہے جیسا کہ ضرب یا اضرب وغیرہ تو اب خلاصہ اعتراض یہ ہے تم نے کہا کہ فاعل فعل کو مقدر کرے گا۔ جس فعل کیلیے بسم اللہ کو مبدا قرار دے رہا ہے تو وہ فعل جس کیلیے فاعل بسم اللہ کو مبدا بناتا ہے وہ تو فعل حقیقی ہے تو فعل حقیقی وہاں کیسے مقدر ہوگا۔ مثلاً زید روٹی کھاتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ تو وہاں روٹی کھانا کیسے محذوف ہوگا۔ یا زید مار رہا ہے۔ اور ہاتھ ہلاتا ہے۔ تو مارنا اور ہاتھ ہلانا کیسے مقدر ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ ظاہر ہے تو جواب یہ ہے کہ ما کا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وکذلك الضمیر الخ دال مایجعل الخ یعنی فاعل جس فعل کی ابتداء تسمیہ سے کر رہا ہے تو اس فعل کے دال کو مقدر کرے گا تو یہ صحیح ہے کہ فعل حقیقی پر دال تو فعل اصطلاحی ہے۔ مثلاً زید کھاتے وقت بسم اللہ

پڑھتا ہے تو معنی ہوگا بسم اللہ اکل تو اکل کھانے پر دال ہے۔

بحث نمبر ۲۵۔ وذالك اولی من الخ میں ہے کہ یہاں سے ان لوگوں کا رد کرتا ہے جن کے متعلق بسم اللہ کا متعلق ابداء محذوف ہے تو کہتا ہے کہ ابداءُ سے اقراءُ کو مقدر نکالنا اولیٰ ہے اور الویت کی دو وجہ ذکر کی ہیں پہلی وجہ لعدم مایطابقہ ہے یعنی واسطے نہ ہونے اس چیز کے کہ ابداءُ اس کے مطابق ہو باقی لعدم مایطابقہ کی دو تقریریں ہیں۔

پہلی تقریر فاضل لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہے کہ جن احادیث میں بسم اللہ کے متعلقات کو ذکر کیا گیا ہے ابداءُ ان متعلقات کے مطابق نہیں مثلاً حدیث میں آتا ہے بسم اللہ دیجنا (یعنی دخلنا) و بسم اللہ خرجنا تو دخول خروج سے ابداءُ کی کوئی مطابقت نہیں ہاں اگر بسم اللہ بدأنا حدیث میں آتا تب تو ابداءُ کی مطابقت تھی برخلاف اقراءُ کے اس کی مطابقت ہے کیونکہ بسم اللہ قرأنا استعمال ہوتا رہتا ہے اور قرأنا اور اقراءُ کے درمیان مطابقت ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے تو لعدم مایطابقہ کا معنی یہ ہوا کہ واسطے نہ ہونے اس چیز کے کہ ابداءُ اس کے مطابق ہو یعنی حدیث میں کوئی ایک متعلق مذکور نہیں جس سے ابداءُ کی مطابقت ہو۔

دوسری تقریر اس مقام کی یہ ہے کہ ابداءُ کی بسم اللہ کے مابعد سے مطابقت نہیں کیونکہ بسم اللہ کا مابعد مقرو ہے اور ابداءُ کی مقرو سے کوئی مطابقت نہیں برخلاف اقراءُ کے کہ وہ مقرو کے مطابق ہے کہ دونوں کا مادہ ایک ہے یعنی قرأت۔

بحث نمبر ۲۶۔ مایدل علیہ میں ہے باقی اس کا عطف مایطابقہ پر ہے اور لعدم ساتھ لگے گا تو یہ الویت کی دوسری وجہ ہے کہ ابداء نہیں لے سکتے کیونکہ ابداء لینے پر کوئی دال نہیں ہے یعنی قرینہ نہیں ہے کیونکہ اگر ابداء لیں تو خرابی لازم آئیگی وہ یہ کہ پھر معنی ہوگا کہ اللہ کے نام سے میں ابتداء کرتا ہوں تو فعل کی ابتداء تو اللہ تعالیٰ کے نام سے ہوگئی مگر فعل کی انتہاء اور اس کا وسط اللہ

کے نام سے خالی رہ گیا۔ حالانکہ جس طرح ابتداء اللہ کے نام سے ہونی چاہیے اسطرح وسط اور انتہاء بھی اللہ کے نام سے ہونی چاہیے بخلاف اقراء کے کہ اس میں یہ خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ معنی ہوگا میں قرأت کرتا ہوں تو چاہیے وسط میں ہو یا ابتداء و انتہاء میں ہو اللہ کے نام سے کرتا ہوں۔ باقی و مایدل کی دوسری تقریر بھی ہے وہ یہ کہ فعل دو قسم ہے۔ آنی اور غیر آنی یعنی زمانی تو فعل زمانی کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور وسط اور انتہاء بھی ہوتی ہے اور فعل آنی کی ابتداء نہیں ہوتی کیونکہ آن تو تقسیم نہیں ہوتی اگر اس کی ابتداء ہو تو انتہاء بھی ہوگی اور وسط بھی تو آن منقسم ہو جائیگا حالانکہ آن تو منقسم نہیں ہوتی تو تو مطلب یہ نکلا کہ فعل آنی کی ابتداء نہیں ہوتی اور فعل زمانی کی ابتداء وغیرہ ہوتی ہے اور ابداء کا استعمال صرف فعل زمانی میں ہوتا ہے لیکن فعل آن میں نہیں ہوتا مثلاً دخول و خروج یہ فعل آنی ہیں تو یہاں ابداء نہیں کہہ سکتے کیونکہ دخول و خروج جب آنی ہیں تو ان کی ابتداء کیسے ہو سکتی ہے؟ بخلاف اقراء کے وہ دونوں میں استعمال ہوتا ہے فعل آنی ہو یا زمانی اس لئیے اقراء مقدر نکالنا ابداء سے اولیٰ ہے۔

بحث ۲۷۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم کہتے ہو کہ ابداء فعل محذوف نہیں نکال سکتے حالانکہ حدیث پاک میں ہے کہ کل امر ذی بال لم یبدا الخ تو حدیث میں ابداء کا لفظ آتا ہے اور تم کہتے ہو کہ ابداء فعل نہیں نکال سکتے تو جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کا مطلب یہ نہیں کہ امر ذی بال کی ابتداء اللہ کے نام سے ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ امر ذی بال کو جب کرنا ہو تو پہلے بسم اللہ پڑھ تو ٹھیک ہے یہاں بھی بسم اللہ پڑھی گئی باقی یہ توجیہ اسلیئے کی گئی ہے کیونکہ اگر یہی معنی حدیث کا کیا جائے کہ امر ذی بال کی ابتداء کے نام سے تو وہی خرابی لازم آئیگی کہ وسط اور انتہاء بسم اللہ سے خالی ہو جائیں گے۔

بحث ۲۸۔ او ابتدائی لزیادۃ الخ میں ہے کہ اب علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ بسم اللہ کا متعلق ابتدائی بھی نہیں نکال سکتے ہیں اس کی دو وجہ تو وہی جو کہ ابداء کے نہ لینے میں

ہیں اب ایک مزید وجہ ذکر کرتا ہے کہ اگر بسم اللہ کا متعلق ابتدائی نکالی جائے تو اب ابتدائی مضاف
مضاف الیہ مل کر مبتداء ہوگا اور بسم اللہ اس کا متعلق ہوگا اور اس کی خبر اور نکالنی پڑے گی
(مثلاً) حاصل تو اب زیادتی حذف لازم آئیگی حالانکہ حذف میں اختصار ہونا چاہیے اور اگر
ابتدائی مبتداء ہو اور بسم اللہ اس کے متعلق نہ ہو بلکہ کائنٌ کے متعلق ہو جو کہ ابتدائی کی خبر ہے تو
اب بھی زیادتی حذف لازم آئیگی ایک تو ابتدائی محذوف نکالنا پڑے گا اور دوسرا کائنٌ وغیرہ
بخلاف اقراء کے کہ یہ ایک ہی کلمہ ہے لہٰذا اقراء لینا دونوں سے اولیٰ ہے۔

بحث ۲۹۔ بیضاوی نے دو دعوے کئے تھے ایک یہ کہ بسم اللہ کا متعلق اقراء محذوف ہے یعنی
افعال خاصہ سے ہے دوسرا یہ کہ موخر ہے تو اب پہلے دعویٰ پر دلیل آگئی اب دوسرے دعویٰ پر دلیل
دیتا ہے کہ جار مجرور کا متعلق ہوتا ہے وہ عامل ہوتا ہے اور جار کا مدخول متعلق کا معمول ہوتا ہے تو
یہاں بسم اللہ میں باء اقراء کے متعلق ہے جیسا کہ دعویٰ اول میں گزرا تو اقراء عامل ہوا اور بسم اللہ
معمول تو عامل معمول پر مقدم ہوتا ہے لیکن یہاں معمول مقدم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تقدیم
المعمول ھٰہنا اوقع یعنی یہاں معمول کی تقدیم اوقع احسن ہے اب اس کی مثال پیش کرتا ہے
جیسا کہ قرآن میں ایک جگہ بسم اللہ مجریھا آیا ہے کہ یہاں بسم اللہ کا مقدم ہونا مجریھا پر احسن
ہے اور دوسری جگہ ایاک نعبد آتا ہے تو یہاں بھی معمول کی تقدیم احسن ہے تو جس طرح ان دو
جگہوں پر تقدیم احسن ہے اس طرح یہاں بھی یعنی بسم اللہ کی تقدیم اقراء پر بھی احسن ہے۔

بحث ۳۰۔ ھٰہنا میں ہے کہ اس کا مشارٌ الیہ کیا ہے اور اس کی قید کیوں لگائی گئی تو ھٰہنا
کا مشارٌ الیہ وہ بسم اللہ ہے جو سورۃ فاتحہ کی ابتدا میں مذکور ہے اور ھٰہنا کی قید احتراز کے لئے
ہے کہ یہاں پر بھی تقدیم معمول احسن ہے لیکن ہر جگہ احسن نہیں جیسا کہ اقراء باسم ربک میں
معمول موخر ہے کیونکہ یہ مقام قرأت کا ہے اور فصیح و بلیغ آدمی مقام اور حال کی رعایت کرتا ہے نہ
کہ امورِ ذاتیہ کی لہٰذا اقراء باسم یہاں وصال تاخیر معمول احسن ہے اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہاں

چونکہ مقام قرأت تو نہیں اس لیئے یہاں تقدیم معمول احسن ہے۔

بحث ۳۱۔ ایک اعتراض جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے تقدیم معمول کی دو
مثالیں دیں ایک بسم اللہ مجریھا دوسرا ایاک نعبد تو ایاک نعبد مثال بن سکتی ہے جیسا کہ
ظاہر ہے لیکن بسم اللہ مجریھا والی مثال نہیں بن سکتی مثال تب بن سکتی ہے جبکہ بسم اللہ مجریھا
کے متعلق ہو اور بسم اللہ مجریھا کے دو وجہ سے متعلق نہیں ہو سکتی کیونکہ مجری یا تو ظرف ہے اور یا
مصدر میمی۔ اگر ظرف ہو تو یہ متعلق نہیں بن سکتا کیونکہ جارے فعل یا شبہ فعل کے متعلق ہوتے ہیں
اور ظرف نہ فعل ہوتے اور نہ ہی شعبہ فعل۔ کیونکہ ظروف صیغہا صفت سے ہیں اور اگر مجری مصدر
ہو تو بے شک جارے مصادر کے متعلق ہوتے ہیں لیکن مصدر کا معمول اس سے مقدم نہیں ہو سکتا
اور یہاں بسم اللہ تو مجری سے مقدم ہے تو جب بسم اللہ مجری کے متعلق نہ ہو تو معمول نہ بنا اور پھر
تقدیم معمول کی مثال نہ بنا تو اس کے دو جواب ہیں۔ ایک ضعیف اور ایک قوی۔

پہلا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ مجریھا کے متعلق ہے اور مجری مصدر ہے پھر تم کہو گے کہ مصدر کا
معمول اس سے مقدم نہیں ہو سکتا تو ہم کہتے ہیں کہ مصدر کا معمول اس سے مقدم اس وقت نہیں ہو
سکتا جب کہ وہ جار مجرور اور ظرف کے علاوہ ہو اور اگر معمول جار مجرور یا ظرف ہو تو مصدر سے
مقدم ہو سکتا ہے تو چونکہ بسم اللہ جار مجرور ہے لہٰذا یہ مجری سے مقدم ہو سکتا ہے لیکن یہ جواب ذرا
ضعیف ہے اور وجہ ضعف آگے مذکور ہوگی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ مجری ظرف کا صیغہ ہے اور بسم اللہ مجری کے متعلق نہیں بلکہ بسم اللہ خبر
مقدم ہے اور مجریھا مبتداء موخر ہے اور متعلق محذوف ہے یعنی ثابت تو معنی یہ ہوگا کہ کشتی کا چلنا
اللہ کے نام کے ساتھ ہی ثابت ہے تو اس صورت میں بسم اللہ مجریھا تقدیم معمول کی مثال نہیں
بنے گے بلکہ نفس تقدیم بسم اللہ کی اقراء کی مثال بنے گا کہ بسم اللہ کی تقدیم اقراء پر احسن ہے جیسا
کہ بسم اللہ کی تقدیم مجری پر احسن ہے اور یہی جواب قوی ہے باقی پہلا جواب ضعیف اس لیئے

ہے کہ یہ ترکیب کسی نے نہیں کی کہ بسم اللہ مجریہا کے متعلق ہے جبکہ مجری مصدر ہو بلکہ اس کی دو ہی
ترکیبیں مذکور ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ یہ خبر مقدم ہے اور مجریہا مبتداء موخر ہے اور دوسری یہ کہ بسم
اللہ حال ہو اور اس کا متعلق محذوف ہو یعنی ارکبوا قائلین بسم الله مجریها یعنی سوار ہو جاؤ تم
اس حال میں کہ کہنے والے ہو بسم اللہ وقت عصر کشتی اس کے یہ تو اس وقت ہے جبکہ مجری ظرف ہو
اور اگر مجری مصدر میمی ہو تو اب اس کی ترکیب آخری کے لحاظ سے مجری کا مضاف وقت محذوف
ہوگا کیونکہ یہ قانون ہے کہ جب مصدر مفعول فیہ واقع ہو تو اس کا مضاف لفظِ وقت محذوف ہو
تا ہے۔

جیسا کہ آتیتك خفوق النجوم کہا جاتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ اتیتك وقت خفوق
النجوم یعنی میں آؤں گا ستارے کے چھپتے وقت تو اس طرح آیت کا معنی ہوگا ارکبو قائلین
بسم الله وقت مجريها

بحث ۳۲ ۔لا نہ اھم و ادل الخ میں ہے کہ یہ احسن ہونے کی دلیل ہے کہ تقدیم معمول
یہاں اوقع اس لیئے ہے کہ اسم اللہ بہت اہم اور اسم اللہ اختصاص پر زیادہ دلالت کرتا ہے اور یہ
داخل فی التعظیم ہے اور یہ اوفق فی الوجود ہے باقی یہ ادل علی الاختصاص اس لیئے ہے کہ جو چیز موخر
ہو جب اس کو مقدم کیا جائے تو اختصاص پر زیادہ دلالت کرتی ہے اور شئی کی تقدیم اس کی تعظیم پر
بھی دلالت کرتی ہے لہٰذا یہ تقدیم معمول (اسم اللہ) ادخل فی التعظیم بھی ہے اور اوفق للوجود اس
لئے ہے کہ اللہ کی ذات قرأت سے مقدم ہے تو اللہ کا اسم بھی قرأت پر مقدم ہونا چاہیے تو یہ اوفق
للوجود ہو گیا۔

بحث ۳۳ ۔لا نہ اھم پر اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ معانی کا یہ
قانون ہے کہ تقدیم کی دلیل اہمیت نہیں بن سکتی بلکہ اہمیت کی وجہ بھی ذکر کرنی چاہیے یعنی یہ نہیں
ہو سکتا کہ اتنا کہہ دینا کافی ہو کہ اس شئی کی تقدیم اس لئے ہے کہ یہ شئی اہم ہے بلکہ یہ اہم ہونا

دلیل تب بنے گا جب وجہ اہمیت بھی ذکر کی جائے لہٰذا تقدیم معمول کی دلیل لا نہ اہم نہیں بن سکتی
۔دلیل تب تھی کہ جب وجہ اہمیت بھی ذکر کی جاتی تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے کہ اہمیت دو قسم
ہے اہمیت متعلقہ اور اہمیت خاصہ ,اہمیت متعلقہ اسے کہتے ہیں جیسے کہ تقدیم کے جتنے بھی نکتے ہیں
سب میں اہمیت مشترک ہو مثلاً یہ کہ یہ شئی مقدم ہے کیونکہ اہم ہے۔اور پھر اہم اسلئے ہے۔کہ ان
سے اہمیت مشترک ہے اور اہمیت خاصہ یہ ہے کہ یہ شرح اہم ہے برکت اور شرافت کی وجہ سے یہ
شئی اہم ہے کیونکہ یہ مومن کے دل کا مطلوب ہے تو یہ اہمیت خاصہ مع ہر ایک میں مشترک نہیں مثلا
فی الدار زید میں فی الدار کی تقدیم ہے لیکن اہمیت خاصہ نہیں کہ فی الدار شرافت یا برکت کی
وجہ سے اہم ہے یا اس مومن کا دل خوش ہوتا ہے تو اس تمہید کے بعد اب جواب یہ ہے کہ تقدیم کی
دلیل وہ اہمیت نہیں بنتی جو اہمیت مطلقہ ہو اور سب نکتوں میں مشترک ہو اس کی وجہ بیان کرنی
ضروری ہوتی ہے لیکن اہمیت خاصہ تقدیم کی دلیل بن سکتی ہے اور یہاں اہم میں اہمیت خاصہ ہے
کہ بسم اللہ کی تقدیم اس لیئے ہے کہ یہ مومن کے دل کا مطلوب ہے اور اس میں برکت اور شرافت
ہے تو اہمیت خاصہ ہے مطلقہ نہیں جس میں وجہ اہمیت بیان کرنے کی ضرورت پڑھے۔

بحث ۳۴ ۔بھی ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اول اور ادخل اور اوفق یہ اسم
تفضیل کے صیغے ہیں اور اسم تفضیل زیادہ والے معنی پر دلالت کرتا ہے تو مطلب یہ ہوگا اگر معمول
مقدم ہو تو پھر یہ اختصاص پر زیادہ دلالت کرے گا اور تعظیم میں اس کو زیادہ دخل ہوگا اور یہ وجود
کے زیادہ موافق ہوگا۔اور اگر معمول موخر ہو تو پھر اختصاص پر زیادہ دلالت تو نہیں کرے گا لیکن
اختصاص پر نفس دلالت ہوگی اور تعظیم میں دخل ہوگا حالانکہ اگر معمول (بسم اللہ) موخر ہو (اقراء)
سے تو پھر اختصاص پر دلالت ہی نہیں ہوگی اور نہ ہی تعظیم میں کچھ دخل ہوگا اور نہ ہی موافق للوجود
ہوگی تو اس کے دو جواب ہیں پہلا جواب تو یہ ہے کہ اسم تفضیل یہاں اپنے معنی میں مستعمل نہیں
بلکہ فعل کے معنی میں ہے یعنی اگر معمول مقدم ہو تو اختصاص پر دلالت ہوگی اور تعظیم میں دخل ہوگا

اور موافق للوجود ہوگا اور اگر معمول موخر ہو تو یہ چیزیں نہ ہوں گی پھر حتمی اعتراض ہوا کہ جب اسم تفضیل فعل کے معنی میں تھا تو پھر اسم تفضیل کیوں ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ ازدواج کیلئے اسم تفضیل کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں کیونکہ پہلے اوقع واہم کا ذکر تھا تو چونکہ وہ اسم تفضیل کے صیغے تھے اس لیئے اس کے بعد بھی اسم تفضیل کے صیغے لایا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اسم تفضیل یہاں اپنے معنی میں ہے اور تاخیر معمول کی صورت میں بھی اختصاص پر دلالت ہے وہ اس طرح کہ بسم اللہ میں باء یا تو استعانت کی ہے اور یا مصاحبت کی ہے جیسا کہ بیضاوی آگے کہے گا تو اگر باء استعانت کی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ فعل شرح شریف میں تب معتبر ہوگا جبکہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے ہو اور اگر اس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو تو پھر وہ فعل شرعاً معتبر نہ ہوگا تو جب بسم اللہ سے اقراء کو پہلے لایا جائے اور فعل سے پہلے بسم اللہ کو نہ لایا جائے تو اب اختصاص پر دلالت تو ہے کہ یہ امر اور فعل شرع میں اس لیئے معتبر ہے کہ اس کی ابتداء میں بسم اللہ ہے تو اب اس صورت میں اختصاص پر دلالت ہے اور جب بسم اللہ کو اقراء پر مقدم کیا جائے تو اب اختصاص پر زیادہ دلالت ہوگی اس طرح اقراء کی تقدیم میں ادخل فی التعظیم ہے کہ اسم اللہ کی اتنی تعظیم ہے کہ اس کے سبب سے یہ فعل شرع میں معتبر ہے اور جب بسم اللہ کو مقدم کیا جائے تو اب ادخل فی التعظیم ہوگیا (یعنی تقدیم ادخل فی التعظیم ہے) اور یہ موافق للوجود بھی ہے وہ اس طرح کہ جب اقراء کو بسم اللہ پر مقدم کیا جائے تو اب اقراء چونکہ عامل ہے تو عامل کا وجود پہلے ہوتا ہے اور معمول کا وجود بعد میں ہوتا ہے تو اب یہ تاخیر موافق تو ہے لیکن جب بسم اللہ کی تقدیم ہوگی تو اب یہ تقدیم اور اوفق للوجود ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات قرأت سے مقدم ہے لہٰذا اسم بھی مقدم ہوگا۔

بحث ۳۵۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ یہاں تفضیل کے پانچ صیغے استعمال گئے ہیں اور نحو کا یہ قانون ہے کہ اسم تفضیل کا استعمال تین وجہ سے ہوتا ہے معرف باللام یا اضافت یا من کے ساتھ اور یہاں کوئی وجہ بھی نہیں تو اوقع اور اہم میں ایک جواب ہے کہ

اسم تفضیل کا یہاں استعمال من کے ساتھ ہے لیکن من محذوف ہے یعنی و تقدیم المعمول ههنا اوقع من التاخیر اس طرح لانه اهم من التاخیر اور اول وادخل اور اوفق میں دو جواب ہیں پہلا یہ کہ یہاں اسم تفضیل اپنے معنی میں ہی نہیں ہے بلکہ فعل کے معنی میں ہے اور تین وجہ سے اسم تفضیل کا استعمال تب ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے معنی میں ہو اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں بھی تفضیل کا استعمال من کے ساتھ ہے یعنی ادل علی الاختصاص من التاخیر اور ادخل فی التعظیم من التاخیر اور افق للوجود من التاخیر۔

بحث ۳۶۔ کیف الاوقد الخ۔ میں ہے کہ یہاں دو چیزیں بتاتا ہے ایک تو یہ بتائیگا کہ اسم اللہ قرأت شریف پر مقدم کیوں ہے اور دوسرا یہ کہ بسم اللہ میں باء ہے اور باء کے کئی معانی ہیں تو یہاں کونسا معنی ہے تو بتاتا ہے کہ اسم اللہ قرأت پر مقدم کیوں ہے تو اس لیئے کہ بسم اللہ میں باء استعانت کی ہے اور با استعانت کی وہ ہوتی ہے کہ اس کا مدخول آلہ ہو اس کے متعلق کیلئے جیسا کہ کتبت بالقلم میں باء استعانت کی ہے اور قلم کتابت کا آلہ ہے اور آلہ فعل فعل پر مقدم ہوتا ہے تو اب بسم اللہ میں جو با کا مدخول ہے آلہ ہوگا قرأت کیلئے تو چونکہ آلہ فعل پر مقدم ہوتا ہے اس لیئے اسم اللہ بھی قرأت سے مقدم ہوگا تو اب دونوں چیزیں معلوم ہوگئیں باقی بیضاوی کے قواعد سے ہے کہ جہاں شئی میں چند احتمال ہوں تو وہ اپنے مختار کو اشارۃً (اکثر طور پر) اور باقی احتمالات کو صراحۃً ذکر کرکے گا تو قد جعل آلة کہہ کر اشارہ کردیا کہ میرے نزدیک باء آلہ کی ہے یعنی استعانت کی ہے اور باء میں دوسرا احتمال مصاحبت کا ہے اس کو صراحۃً ذکر کریگا۔

بحث ۳۷۔ من حیث ان الفعل الخ۔ میں ہے کہ اس عبارت سے غرض دو اعتراض اور ان کے جواب ہیں پہلا اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ باء آلہ کی ہے لہٰذا اسم اللہ قرأت کیلئے آلہ ہے تو آلہ فعل کا غیر مقصودی ہوتا ہے اور مقصودی تو فعل ہوتا ہے تو لازم آئیگا کہ اسم اللہ تو غیر مقصودی اور قرأت مقصودی ہے تو اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی تعظیم نہیں۔ تو جواب یہ ہے کہ آلہ

دو قسم ہے۔ آلہ حقیقی اور آلہ تشبہی ۔ تو یہ جو کہا جاتا ہے کہ آلہ فعل کا غیر مقصودی ہوتا ہے تو آلہ حقیقی غیر مقصودی ہوتا ہے اور یہاں آلہ تشبہی ہے اور یہ غیر مقصودی نہیں ہوتا باقی اس کو تشبہی دی گئی ہے آلہ حقیقی کے ساتھ اور وجہ شبہ مقصودی اور غیر مقصودی نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ جس طرح فعل آلہ حقیقی پر موقوف ہوتا تو اس طرح آلہ تشبہی پر بھی فعل موقوف ہوتا ہے تو اسم اللہ پر فعل (مثلاً قرأت) موقوف ہے کہ یہ شرعاً تب معتبر ہوگا جبکہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے ہو اور دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ بسم اللہ میں باء آلہ کی ہے تو باء آلہ کی وہ ہوتی ہے کہ اس کے متعلق کا صدور اس کے مدخول کے بغیر ناممکن ہو جیسا کہ کتبت بالقلم میں قلم سے مراد آلہ کتابت ہے تو کتابت کا صدور بغیر آلہ کتابت کے ناممکن ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ قرأت کا صدور اسم اللہ کے بغیر ناممکن ہے حالانکہ ہم اسم اللہ کے بغیر بھی قرأت کر سکتے ہیں محال کب ہے تو جواب یہ ہے کہ آلہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ کہ جس کے بغیر فعل کا صدور ناممکن ہو اور دوسرا وہ کہ جس کے بغیر فعل کا صدور ممکن تو ہو لیکن اس میں کمال نہ ہو تو اول الذکر آلہ حقیقی ہے جیسا کہ کتب بالقلم سے اور مؤخر الذکر آلہ تشبہی ہے کہ اسم اللہ کے بغیر قرأت کا اور دیگر افعال کا صدور ممکن تو ہے لیکن اس میں کوئی کمال نہیں کیونکہ شرع میں وہ معتبر نہیں شرع میں تو وہ افعال معتبر ہونگے جن کی ابتداء بسم اللہ سے ہوئی۔

بحث ۳۹۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ بیضاوی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ باء آلہ کی ہے حالانکہ یہ اس کے مختار کے خلاف ہے۔ کیونکہ آلہ فعل کا فعل سے خارج ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ بسم اللہ قرأت سے خارج ہے تو قرأت تو الحمد لله رب العالمین ہے حالانکہ بیضاوی کا مذہب ہے کہ بسم اللہ فاتحہ کی جز ہے تو جواب یہ ہے آلہ دو قسم ہے حقیقی و تشبہی تو آلہ حقیقی فعل سے خارج ہوتا ہے اور یہاں سے آلہ تشبہی ہے اور یہ فعل سے خارج نہیں ہوتا۔ فلا اعتراضا فافھم۔

بحث ۴۰: لقولہ علیہ السلام کل امر الخ۔ میں ہے کہ یہ دلیل ہے ماقبل کی۔ ماقبل یہ

کہا تھا کہ فعل شرعاً اس وقت تک معتبر اور معتد بہ نہیں ہوتا جب تک اس کی تقدیر بسم اللہ سے نہ ہو تو اب اس پر دلیل دیتا ہے کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ہر امر ذی بال کہ اس کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو تو وہ مقطوع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ وہ سالم اور معتبر تب ہوتا ہے جبکہ اس کی ابتداء (بسم اللہ سے ہو)

بحث ۴۱۔ ذی بال میں ہے کہ بال کے کتنے معنی ہیں اور کونسا معنی مراد ہے تو بال کے دو معنی ہیں لغوی اور اصطلاحی۔ لغوی تو معنی شان اور حال ہے یعنی ہر امر ذی شان اور ذی حال اور اس کا اصطلاحی معنی قلب ہے یعنی ہر وہ امر جو صاحب قلب (دل) ہے تو اب اعتراض ہو گیا کہ امر تو صاحب دل نہیں ہوتا تو اصطلاحی معنی کیسے مراد لے سکتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ اصطلاحی معنی لے سکتے ہیں کیونکہ کل امر ذی بال میں امر کو اس شئی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کا دل یعنی انسان کے ساتھ تشبیہ ہے تو ذکر مشبہ کا اور انتقال مشبہ بہ کی طرف تو یہ استعارہ مکنیہ ہے تو گویا لغوی اور اصلاحی دونوں معنی مراد لے سکتے ہیں لیکن لغوی معنی لینے میں استعارہ نہیں ہے اور اصطلاحی معنی مراد لینے میں استعارہ۔

بحث ۴۲۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اور یہ اعتراض ابتر میں ہے تو اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جس امر کی ابتداء بسم اللہ سے نہ ہو وہ امر ابتر ہوتا ہے تو ابتر شئی کی آخری ناقص جز کو کہتے ہیں یعنی اس امر کی آخری جز ناقص اور خراب ہوگی تو اس کی کوئی مناسبت نہیں یوں کہنا چاہیے تھا کہ جب بسم اللہ سے امر کی ابتداء نہ ہو تو اس امر کی ابتداء جز ناقص اور مقطوع رہتی ہے تو ابتر کیوں کہا تو جواب یہ ہے کہ ابتر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ بسم اللہ کے نہ پڑھنے سے صرف پہلی جز میں خرابی نہیں ہوتی بلکہ اس کا اثر تو آخری جز تک ہوگا اس لیئے ابتر کہا۔

بحث ۴۳: بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ حدیث پاک میں ہے کہ لم یبدأ باسم الله جس کا مطلب یہ ہے کہ امرذی بال کی پہلی جز اسم اللہ سے ہونی چاہیے تو اسم اللہ خود لفظ اللہ ہے حالانکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں فعل کی پہلی جز اللہ تو نہیں بلکہ اسم اللہ ہے تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ باللہ الرحمٰن الرحیم تو جواب یہ ہے کہ حدیث پاک کا یہ مطلب نہیں کہ امرذی بال کی پہلی جز اسم اللہ سے ہونی چاہیے بلکہ مطلب یہ ہے کہ امرذی بال سے پہلے پہلے اللہ کا نام آنا چاہیے تو ٹھیک ہے کہ الحمد للہ رب العالمین سے پہلے اللہ کا نام بسم اللہ میں ہے تو گویا ابتداء عرفی مراد ہے کہ مقصود سے پہلے اللہ کا نام ہونا چاہیے تو اگرچہ بسم اللہ میں لفظ اللہ اسم کے بعد ہے لیکن مقصود سے تو پہلے ہے لہٰذا حدیث پر عمل ہوگیا۔

بحث ۴۴: وقیل الباء للمصاحبة الخ میں ہے کہ بعض نے کہا کہ بسم اللہ میں باء مصاحبت کی ہے اور باء مصاحبت کی باء ملابست کی ہوتی ہے اور باء مصاحبت کا متعلق اس کے مدخول کے ملابس ہوتا ہے اور ان میں نفکک نہیں ہوتا۔

بحث ۴۵: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا با مصاحبت کی ہے تو باء مصاحبت کی وہ ہوتی ہے کہ اس کا متعلق اس کے مدخول کے ملابس ہوتا ہے اور اس سے منفک نہیں ہوتا۔ تو اب بسم اللہ کے ساتھ قرأت ملابس ہوگی اور قرأت کا انفکاک اسم اللہ سے نہ ہوگا تو اس میں کوئی تعظیم نہیں کہ شئی کے ساتھ ملابس ہو اور اس سے جدا نہ ہو تو جواب یہ ہے کہ ملابست اور مصاحبت کئی طرح کی ہوتی ہے اور یہاں ملابست تبرک کیلئے ہے یعنی قرأت جو اسم اللہ سے ملابس ہے تو تبرک کیلئے یعنی متبرکاً باسم اللہ اقراء وقیل الباء للمصاحبة والمعنی متبرکا باسم الله تعالیٰ اقراء وهذا مابعده مقول علی السنة العباد لیعلموا کیف یتبرك باسمه ویحمد علی نعمه ویسال من فضله۔

بحث ۴۶۔ بھی ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ والمعنی متبرکاً باسم الله تو اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بسم اللہ متبرکاً کے متعلق ہے حالانکہ جب باء ملابستہ کی ہے تو پھر بسم اللہ متلبساً کے متعلق ہونی چاہیے تو جواب یہ ہے کہ بسم اللہ ہے تو متلبساً کے متعلق لیکن متبرکاً نکال کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہاں ملابستہ تبرک کیلئے ہے۔

بحث ۴۷۔ وهذا او ما بعده مقول الخ: میں ہے باقی اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بسم اللہ اور اس کا مابعد بھی الحمد للہ الخ یہ بولا گیا ہے بندوں کی زبان پر تو اس عبارت سے غرض ایک سوال اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا متعلق اقراء ہے اور یہ کلام اللہ تعالیٰ کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے درانحالیکہ میں استعانت اور تبرک پکڑنے والا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں کیونکہ استعانت اور تبرک کی طرف اللہ تعالیٰ محتاج نہیں۔ اسی طرح یہ اعتراض الحمد للہ پر بھی ہوگا کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کی تو چاہیے تھا کہ یوں فرماتا الحمد لی ! تو الحمد الله سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی اور خدا کی حمد کرتا ہے۔ اور اس کو کہتا ہے کہ ایاك نعبد وایاك نستعین اور اهدنا الصراط المستقیم الخ۔ تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے وہ یہ کہ اگر ایک آدمی ان پڑھ ہو تو وہ کاتب کو کہتا ہے کہ میرے فلاں آدمی کی طرف تم خط لکھو تو وہ آمر اس کاتب کو تو اپنا سارا مضمون اور حال سنا دیتا ہے اور پھر کاتب اس کو اپنے الفاظ سے لکھتا ہے کہ میں تم سے اتنے روپے طلب کرتا ہوں اور مجھے فلاں چیز کی ضرورت ہے میں نے تمہاری طرف کئی خطوط لکھے تو یہ صیغے متکلم کے ہیں اور سارا خط آمر کی طرف منسوب ہوتا ہے مضمون سارا آمر کا اور کاتب اس کیلئے ترجمان ہے تو اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ یہ ساری کلام اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ترجمانی کیلئے بولی اگر تم اللہ تعالیٰ کے اسم سے تبرک پکڑنا چاہو تو کیسے پکڑو گے تو بتا دیا

کہ تم ایسے کہو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اگر تم میری نعمتوں کے شکریہ پر حمد کرنا چاہو تو اس طرح کرو۔ الحمد للہ رب العالمین اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم طلب کرنا چاہو تو اس طرح کہو اھدنا الصراط المستقیم تو مطلب یہ نکلا کہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن بندوں کی ترجمانی ہے جیسا کہ کلام تو کاتب کی لیکن آمر کی ترجمانی ہے باقی یہاں ایک خاص بحث بھی ہے۔

بحث ۴۸۔ وہ یہ کہ حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرزا قادیانی پر ایک اعتراض کیا تھا اس کا جواب تو خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے لیکن جو ہم نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے وہ جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ تو اعتراض یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے۔ کہ جہاں فرعون وغیرہ اور انبیاء کرام کے اقوال ذکر ہیں مثلاً قال فرعون یا ھامان ابن لی صرحا تو یہ کلام خدا تعالیٰ کی ہے یا غیر خدا (فرعون) کی اگر کہو کہ خدا تعالیٰ کی یہ کلام ہے تو یہ نرا جھوٹ ہے کیونکہ قال کا فاعل خود فرعون مذکور ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا قول کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اگر کہو کہ یہ غیر خدا کا قول ہے تو پھر کلام اللہ تو معجزہ نہ ہوئی بلکہ غیر اللہ کی کلام معجز ہوگی اور دوسرا یہ ہے کہ قرآن پاک کلام معجز نہ رہا بلکہ اور بھی اس کی طرح کلام کر سکتے ہیں تو جواب سے پہلے بھی وہی تمہید ہے جو کہ سابقہ بحث میں مذکور ہوئی کہ جب آمر کاتب کو لکھنے کا حکم دیتا ہے تو وہ مضمون تو آمر کا ہوتا ہے لیکن الفاظ کاتب کے ہوتے ہیں تو اب جواب یہ بنا کہ یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی ہے کیونکہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے ہیں اور یہ کلام فرعون کا بھی ہے۔ کہ یہ معانی و مضمون فرعون کا ہے تو گویا کلام اللہ اس لحاظ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں اور فرعون کا کلام اس طرح ہے کہ معنی اور مضمون اس کا ہے۔

بحث ۴۹۔ وانما کسرت الباء میں ہے کہ بسم اللہ کی باء کو کسرہ دیا گیا حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کو فتحہ دیا جاتا باقی پہلے کسرہ اور جر میں فرق سمجھنا چاہیے کہ جر عامل کا اثر ہوتا ہے اور کلمہ کے آخر میں ہوتا ہے اور کسرہ عام ہے کہ عامل کا اثر ہو یا نہ ہوا اور کلمہ کے آخر میں ہو یا اول یا وسط

میں۔ تو اب بیضاوی نے کہا کہ ومنھا حق الحروف المفردۃ کہ باء کا حق تو یہ تھا کہ اس کو فتح دیا جاتا حالانکہ کسرہ دیا گیا ہے تو کسرہ دینے کی وجہ تو خود مصنف بیان کرے گا لیکن اس نے یہ وجہ بیان نہ کی باء کو فتح کیوں لازم ہے تو اس کی دلیل ہم دیتے ہیں اور اس سے پہلے تمہید ہے کہ ایک مطلق حروف ہوتے ہیں جنکی تعریف یہ ہے کہ اصوات معتمدۃ علی المخارج یعنی مطلق حروف وہ آواز ہیں جن کا مخارج پر اعتماد ہو تو اب معتمد علی المخارج سے وہ آواز نکل گئی کہ جو بجانے اور کھودنے سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اصوات تو ہیں لیکن معتمد علی المخارج نہیں پھر مطلق حروف دو قسم ہیں حروف مبانی[1] اور حروف معانی[2] حروف مبانی وہ ہیں کہ جن کی کسی معنی کیلئے وضع نہ ہو بلکہ ان سے صرف کلمات مرکب ہوں جیسا کہ زید میں ز۔ ی۔ د۔ ہیں اور حروف مبانی کلمہ نہیں ہیں کیونکہ کلمہ تو کہتے ہیں کہ لفظ وضع لمعنی مفرد[1] اور مبانی کی وضع معنی کیلئے نہیں ہے تو جب حروف مبانی کلمہ نہیں ہیں تو اب معرب بھی نہیں ہو سکتے اور مبنی بھی نہیں۔ کیونکہ معرب اور مبنی تو کلمہ کی قسم ہیں تو جب یہ حروف کلمہ نہیں تو معرب و مبنی کیسے ہو سکتے ہیں اور حروف معانی وہ ہیں کہ جن کی وضع معنی کیلئے ہو اور یہ کلمہ ہیں جب کلمہ ہیں تو اب یہ معرب ہونگے یا مبنی لیکن یہ حروف معانی (جنکو حروف مفردہ بھی کہتے ہیں) تمام کے تمام مبنی ہیں۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جب حروف معانی مبنی ہوئے تو مبنی میں اصل سکون ہے اور اس کی تین وجہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ من خفت کو چاہتا ہے وانما کسرت و من حق الحروف المفردۃ ان تفتح لاختصاصھا بلزوم الحرفیۃ و الجر: کیونکہ اس کی ایک ہی حالت ہوتی ہے (بخلاف معرب کے کہ وہ چونکہ تبدیل ہوتا رہتا ہے اور تبدیلی ہی اس کے لئے خفت ہے) اور سکون بھی خفیف ہے لہٰذا مبنی میں اصل سکون ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مبنی الفاظ ہیں اور الفاظ حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم ہوتا ہے لہذا

بنی عدمی ہواور سکون بھی عدمی ہے کیونکہ سکون نام ہے عدم الحرکت کا تو مبنی کیلئے سکون مناسب ہے کیونکہ دونوں عدمی ہیں

تیسری وجہ یہ ہے کہ بنی معرب کا مقابل ہے اور معرب اعراب سے مشتق ہے اور مبنی بناء سے ۔اور اعراب اپنے عامل کا اثر ہوتا ہے اور اثر وجودی ہوتا ہے تو چونکہ بناء اس کے مقابل ہے لہٰذا وہ عدمی ہوگی اس طرح معرب اپنے معنی پر علامت ہوتا ہے اور علامت وجودی ہے اور مبنی چونکہ معرب کے مقابلہ میں ہے لہٰذا مبنی عدمی ہوگی تو جب مبنی عدمی ہوئی اس کے مناسب سکون ہی ہوگا ۔کیونکہ سکون بھی عدمی ہے تو ان تینوں وجہ سے مبنی میں اصل سکون ہے اب اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ جب حروف مفرد جو مبنی ہیں ان میں اصل سکون تھا تو بسم اللہ میں باء کو سکون دیا جاتا لیکن ابتداء بالساکن محال ہے لہٰذا تین حرکتوں سے کوئی ایک حرکت دینی پڑے گی جو کہ سکون کے مناسب ہوگی اور وہ فتحہ ہے کیونکہ سکون بھی خفیف ہے اور فتحہ بھی خفیف ہے لہٰذا باء کا حق یہ ہے کہ اس کو فتحہ دیا جائے۔ یہاں تک اس بات پر دلیل آگئی کہ باء کے حق سے یہ ہے کہ اس کو فتحہ دیا جاتا۔

بحث ۵۰۔ یہاں ہم نے یہ بتایا ہے کہ جب باء کے حق میں فتحہ تھا تو پھر کسرہ کیوں دیا تو اس کی وجہ خود قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے بیان کر دی کہ چونکہ حرفیۃ اور جر کو لازم ہے باء۔ اور حرفیۃ و جر کسرہ کو چاہتے ہیں لہٰذا باء کو کسرہ دیا اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حرفیۃ اور جر کسرہ کو کیسے لازم ہیں تو جر کسرہ کو اس لئے چاہتی ہے کہ باء جب جر کو لازم ہوئی تو جر باء کا اثر ہوا تو حرکت اثر کے مطابق ہونی چاہیے تو جر کے مطابق کسرہ ہی ہے اسلیئے باء کو سکرہ دیا اگر بسم اللہ (بالفتح) پڑھی جاتی تو حرکت اثر کے مطابق نہ ہوتی۔ باقی حرفیت دو وجہ سے کسرہ کو چاہتی ہے۔

پہلی وجہ ۱۔ یہ ہے کہ حروف مفرد مبنی ہیں اور مبنی میں اصل تو سکون ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ باء کو سکون نہیں دے سکتے کہ ابتداء بالساکن محال ہے۔ لہٰذا باء کو وہ حرکت دیں گے جو سکون

کے مناسب ہوگی۔ تو سکون کے مناسب کسرہ ہے کیونکہ سکون عدمی ہے اور کسرہ کالعدم ہے کیونکہ کسرہ افعال پر داخل نہیں ہوتا اور غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آسکتا اور دیگر کلمات پر بھی بہت قلیل آتا ہے اور القلیل کالمعدوم تو سکون کے مناسب کسرہ ہوا اسلیئے باء کو کسرہ دیا۔

دوسری وجہ: ۲ یہ ہے کہ سکون اور کسرہ مناسب ہیں باعتبار قرب مخارج کے۔ کہ اگر ایک لفظ پر سکون پڑھا اور پھر اس لفظ پر کسرہ پڑھا جائے تو دونوں کا مخرج قریب قریب ہوگا یہی وجہ ہے کہ صرفیوں کا قانون ہے کہ الساکن اذا حرک حرک بالکسر تو جب حرفیت اور جر کسرہ کے متعلق ہوئے تو اس لئے باء کو کسرہ دیا گیا

بحث ۵۱۔ بلزوم الحرفیۃ والجر میں ہے کہ یہاں اضافت کونسی ہے تو یہاں یا تو اضافت فاعل کی طرف ہے اور یا مفعول کی طرف اگر اضافت فاعل کی طرف ہو تو اب حرفیۃ اور جر فاعل ہونگے اور معنی ہوگا کہ حرفیۃ اور جر باء کو لازم ہیں اور یہاں لزوم کا مصطلحہ معنی ہوگا یعنی عدم انفکاک کہ حرفیۃ اور جر باء سے جدا نہیں ہوتے اور یا اضافت مفعول کی طرف ہے تو معنی ہوگا کہ باء حرفیت و جر کو لازم ہے تو دونوں طرح سے اضافت ہو سکتی ہے۔

بحث ۵۲۔ اس میں ہے کہ اختصاص اور حصر و قصر کے الفاظ جہاں آئیں وہاں ایک مقصور ہوتا ہے اور ایک مقصور علیہ اور باء کبھی مقصور پر داخل ہوتی ہے اور کبھی مقصور علیہ پر۔ اور یہاں باء مقصور پر داخل ہے یعنی حرفیت و جر کا لزوم باء میں مقصور اور منحصر ہے کسی اور کو حرفیت و جر لازم نہیں۔

بحث ۵۳۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے باء کے مکسور ہونے پر دلیل دی بلزوم الحرفیۃ و الجر سے اب ہم پوچھتے ہیں کہ لزوم حرفیۃ اور جر یہ باء کے مکسور ہونے پر مستقل دلیلیں ہیں یا مجموعہ دلیل ہے مستقل بھی دلیل نہیں بن سکتیں اور مجموعہ بھی۔ مستقل

تو اس طرح کہ فاء عاطفہ اور واؤ عاطفہ کو حرفیت لازم ہے لیکن یہ مکسور نہیں مفتوح ہیں اور لزوم جر پر بھی یہی اعتراض ہوگا کہ کاف تشبیہ کو جر لازم ہے لیکن مکسور نہیں مفتوح ہے لہٰذا یہ مستقل دلیلیں نہیں بن سکتیں اور مجموع بھی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ اور لام جارہ ضمائر پر داخل ہوں ان کو حرفیت اور جر دونوں لازم ہیں لیکن باوجود اس کے مکسور نہیں مفتوح ہیں تو جواب سے پہلے ایک تمہید ہے کہ ایک باء کی ذات اور ایک اس کی وصف اور اس طرح باقی جاروں کی بھی ایک ذات ہے اور ایک ان کی وصف تو حرفیت اور جر جو باء کو لازم ہیں تو اس کی ذات کو لازم ہیں نہ کہ اس کی وصف کو اور حرفیت اور جر تینوں مذکورہ جاروں کو جو لازم ہے تو ان کے وصف کو لازم ہے نہ کہ ان کی ذات کو اب تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ ہم شق ثانی اختیار کرتے ہیں یعنی کہ مجموعہ دلیل ہے تو اب سب اعتراض مندفع ہو جائیں گے جو اعتراض مستقل دلیل بنانے پر وارد تھے وہ بھی مندفع ہو جائیں گے اور جو مجموعہ دلیل بنانے پر وارد تھے وہ بھی مندفع ہو جائیں گے مستقل والا اعتراض تو اسطرح کہ فاء عاطفہ اور واؤ عاطفہ کے ساتھ اعتراض نہیں ہوسکتا۔

کما کسرت لام الامر ولام الاضافة داخلة علی المظھر تفصلة بینھما وبین لام الابتداء۔ کیونکہ فاء اور واؤ کو اگرچہ حرفیت تو لازم ہے لیکن جر لازم نہیں اور ہم نے مجموعہ کو دلیل بنایا ہے نہ کہ صرف حرفیت کے لزوم کو۔ اور دوسرا اعتراض بھی وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ کاف تشبیہ کو اگرچہ جر تو لازم ہے لیکن اس کو حرفیت لازم نہیں کیونکہ کبھی کبھی یہ اسم واقع ہوتا ہے اور مجموع کو دلیل بنانے پر جو اعتراض وارد تھا وہ مندفع ہوگیا کیونکہ حرفیت اور جر واؤ قسمیہ اور تاء قسمیہ یا لام کی ذات کو لازم نہیں بلکہ ان کی وصف کو لازم ہے (اور ہم نے کہا ہے کہ یہ دونوں باء کی ذات کو لازم ہیں نہ کہ وصف کو) کیونکہ اگر واؤ قسمیہ نہ ہو بلکہ واؤ عاطفہ ہو تو اب بھی واؤ عاطفہ میں واؤ کی ذات تو پائی گئی لیکن جر لازم نہیں بلکہ جر تب لازم ہے جبکہ واؤ قسمیہ ہو اور قسمیہ ہونا ایک وصف ہے اور اس طرح تا قسمیہ کی ذات کو جر لازم نہیں کیونکہ تاء تانیث یا تاء نقل میں تاء تو ہے لیکن جر لازم نہیں بلکہ اس کی وصف کو لازم ہے یعنی جب یہ قسمیہ ہوگا اور لام جب ابتدائیہ ہو یا تاکید کیلئے ہو تو اب اس کو

جر لازم نہیں بخلاف باء کے۔ کہ یہ دونوں باء کی ذات کو لازم ہیں جہاں بھی باء ہوگی یہ دونوں باء کو لازم ہونگے لیکن ان تینوں جاروں میں یہ بات نہیں تھی۔

بحث ۵۴۔ گزشتہ سبق میں یہ بتایا گیا کہ بسم اللہ میں باء کو کسرہ کیوں دیا گیا تو اس کی وجہ بیان کردی اور مصنفین کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ ایک مسئلہ کو ذکر کر کے اس کے ضمن میں ایک اور مسئلہ تشبیہاً ذکر کردیتے ہیں تاکہ دونوں مسئلوں کا علم ہو جائے تو دوسرا مسئلہ تشبیہاً یہ بتایا کہ لام امر اور لام جارہ جو کہ مظہر پر داخل ہوں۔ یہ مکسور ہوتے ہیں یعنی باء کو کسرہ دیا گیا جیسا کہ لام امر اور لام اضافت کو کسرہ دیا جاتا ہے۔

بحث ۵۵۔ کما کسرت لام الامر الخ : میں ہے کہ لام امر اور لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو تو یہ حروف مفردہ سے ہیں تو چاہیے کہ ان کو مفتوح پڑھا جائے ان کو مکسور کیوں پڑھا جاتا ہے تو ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ لام اضافت اگر مکسور نہ ہوتا مفتوح ہوتا تو لام ابتداء سے امتیاز نہ آتا کیونکہ لام جارہ جس وقت مظہر پر آئے تو وہ مظہر خواہ مخواہ اسم ہی ہوتا ہے جیسا کہ لزیدٍ اور اور لام ابتداء بھی اسماء پر ہی داخل ہوتا ہے جیسا کہ لَزیدٌ تو اگر لام جارہ بھی لام ابتداء کی طرح مفتوح ہوتا تو پھر لام جارہ اور لام ابتداء میں التباس آجاتا کہ لام جارہ کون سے اور لام ابتداء کون ہے تو اسلئے لام جارہ کو جو مظہر پر داخل ہو کسرہ دیا گیا اور لام ابتداء کو اپنی اصل حالت پہ چھوڑا اور مفتوح پڑھا یہاں تک تو لام جارہ کے مکسور پڑھنے کی وجہ بیان ہوگئی اب لام امر کی مکسور پڑھنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ اگر لام امر مسکور نہ ہوتا تو مفتوح ہوتا تو لام تاکید سے امتیاز نہ آتا وہ اس طرح کہ لام امر ہمیشہ فعل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لیضرب اور لام تاکید بھی افعال پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لیقولن تو اگر لام امر بھی لام تاکید کی طرح مفتوح ہوتا تو لام امر اور لام تاکید میں التباس پڑھ جاتا اسلئے لام امر کو کسرہ دے دیا اور لام تاکید کو اپنی اصلی حالت پہ چھوڑ دیا اور مفتوح رہنے دیا۔

بحث ۵۶ ۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو اس کو مکسور پڑھا جاتا ہے تاکہ لام ابتدا سے امتیاز آجائے تو تم نے مظہر کی قید کیوں لگائی حالانکہ وہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے وہ مفتوح ہوتا ہے تو اس کا بھی لام ابتداء سے التباس آتا ہے جیسا کہ لام جارہ مظہر کا التباس آتا ہے تو چاہیے کہ لام جارہ مظہر کی طرح لام جارہ مضمر کو بھی کسرہ دیا جاتا تاکہ دونوں لام ابتداء کے ساتھ ملتبس ہونے سے بچ جاتے تو پھر مظہر کی قید نہیں لگائی تھی مطلقاً لام جارہ کیا جانا چاہیے وہ مظہر پر داخل ہو یا مضمر پر تو جواب یہ ہے کہ مظہر کی قید ٹھیک لگائی ہے کیونکہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کا لام ابتداء سے کوئی التباس نہیں آتا کیونکہ لام جارہ جس ضمیر پر داخل ہوتا ہے تو وہ ضمیر مجرور متصل ہوتی ہے جیسا کہ لک لہٗ وغیرہ اور لام ابتداء ضمیر مرفوع منفصل پر داخل ہوتا ہے جیسا کہ لھو اور لانت وغیرہ تو اب لام جارہ مضمر اور لام ابتداء میں باعتبار مدخول کے امتیاز تھا اس لیئے اس لام جارہ مضمر کو اپنی اصل پر رکھا اور فتح دیا بخلاف لام جارہ مظہر کے کہ اس میں اور لام ابتداء میں باعتبار مدخول کے کوئی امتیاز نہ تھا کیونکہ جیسا کہ لام ابتداء اسماء پر داخل ہوتا ہے ایسا ہی لام جارہ بھی اسماء پر داخل ہوتا ہے تو امتیاز کی وجہ سے اس کو کسرہ دیا لہٰذا مظہر کا لفظ کہنا صحیح ہے یہاں تک بحث آگئی باقی بیضاوی نے کہا کہ لما کسرت لام الامر الخ یعنی لام امر اور لام اضافت جر مظہر پر داخل ہو ان کو کسرہ اس لیئے دیا تاکہ ان دونوں میں اور لام ابتداء اور لام تاکید میں فصل یعنی امتیاز آجائے تو یہاں لف نشر غیر مرتب ہے یعنی لام ابتداء کا تعلق لام اضافت سے ہے اور لام تاکید کا تعلق لام امر سے ہے۔

بحث ۵۷: بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے کہ تم نے کہا کہ لام امر اور لام اضافت کو کسرہ اس لیئے دیا تاکہ لام ابتداء اور لام تاکید سے امتیاز آجائے تو امتیاز اس صورت میں بھی آسکتا ہے کہ لام امر اور لام اضافت کو فتح دیا جائے اور لام ابتداء اور لام تاکید کو کسرہ دیا جائے تو پھر بھی امتیاز تھا ایسے کیوں نہیں کیا تو جواب ہر ایک کا علیحدہ ہے لام جارہ جو مظہر پر داخل ہو اس کو

ہم فتح نہیں دے سکتے بلکہ اس کے مناسب کسرہ ہی ہے۔ کیونکہ لام جارہ کا اثر ظاہر جر ہے تو عامل کی حرکت اس کے اثر ظاہر کے مطابق ہونی چاہیے اور جر کے مناسب تو کسرہ ہے اسلیئے لام اضافت کو کسرہ دیا اور چونکہ لام ابتداء تو عامل ہی نہیں کہ اس کے اثر ظاہر کے مطابق اس کو حرکت دی جائے لہٰذا اس کو اپنی اصل پر چھوڑ کر فتحہ دے دیا باقی لام امر کو بھی فتح نہیں دے سکتے اس سے پہلے تمہید ہے کہ اعراب چار قسم ہے رفع نصب جر اور جزم اور معرب دو ہیں فعل مضارع جو نونہائے جمع مونث سے خالی ہو اور اسم متمکن تو اب ان چاروں اعرابوں کو ان دو قسموں میں (یعنی فعل مضارع اور اسم میں) تقسیم کرنا تھا دو مشترک رکھے اور دو مخصوص۔ رفع اور نصب تو دونوں میں مشترک ہیں اور جر اسم کے ساتھ مخصوص ہوئی اور جزم فعل کے ساتھ باقی جزم اور جر میں خصوصیت کی وجہ سے آپس میں مناسبت ہے اس تمہید کے بعد اب ہم کہتے ہیں کہ لام امر جب فعل پر آئے تو اس کو وہ جزم دیتا ہے۔ اور لام جارہ اسم ظاہر پر آئے تو وہ جر دیتا ہے تو جزم اور جر میں مناسبت ہے باعتبار خصوصیت کے اس مناسبت کی بناء پر ہم نے لام امر کو لام اضافت پر قیاس کر لیا اور کسرہ دے دیا تاکہ اثروں کے مطابق موثروں میں بھی مناسبت ہو جائے بخلاف لام تاکید کے وہ تو جزم نہیں دیتا تاکہ اس کو بھی کسرہ دیا جائے اس لئے اس کو اپنے اصل پر رہنے دیا۔

بحث ۵۸: ایک ضمنی اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ ہم نے لام اضافت جو مظہر پر داخل ہو کر کسرہ اسلیئے دیا تاکہ لام ابتداء سے امتیاز آجائے تو تم نے عکس کیوں نہ کیا کہ لام جارہ جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کو کسرہ دیتے اور لام جارہ جو مظہر پر داخل ہوتا ہے اس کو فتح دیتے تو جواب یہ ہے کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ لام جارہ جو مظہر پر داخل ہوتا ہے اس کو کسرہ اس لیئے دیا جاتا ہے تاکہ اس کی حرکت اس کے ظاہر اثر کے مطابق ہو جائے بخلاف لام جارہ کے جو مضمر پر داخل ہوتا ہے اس کا تو کوئی اثر ظاہر نہیں جس کے مطابق اس کو حرکت دی

جائے بلکہ اس کا اثر مقدر ہے اور اثر ظاہر کو ترجیح ہے اثر مقدر پر۔ تو اب اگر لام مضمر کو کسرہ دیا جاتا
اور لام مظہر کو فتحہ دیا جاتا تو ترجیح مرجوح لازم آتا اس لیئے لام جارہ مظہر کو کسرہ دیا اور لام جارہ مضمر
کو اپنی اصل پر چھوڑا یہاں تک باء کی تحقیق آ گئی فھم۔

بحث ۵۹۔ والاسم عند البصریین الخ سے اب اسم کی تحقیق کرتا ہے کہ اسم میں
تین مذہب ہیں دو مشہور ہیں اور ایک غیر مشہور اور یہاں دو مذہب جو مشہور ہیں وہ ذکر کیئے
جائیں گے پہلا مذہب بصریوں کا ہے اور دوسرا مذہب کوفیوں کا ہے۔ بصریوں کے نزدیک لفظ
اسم ان اسماء سے ہے جن کے اواخر محذوف ہیں۔

بحث ۶۰۔ لکثرۃ استعمالھا میں ہے اس عبارت کی دو غرضیں ہیں ایک تو یہ ماقبل کی
دلیل ہے کہ اسم کا آخر محذوف ہے تو کثرت استعمال کی وجہ سے محذوف ہے اور دوسرا یہ ایک
اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ اسم کا آخر تم کس قاعدہ کے تحت حذف کرتے ہو تو جواب
دیا کہ اسم کے آخر کا حذف کسی قاعدہ پر مبنی نہیں بلکہ اس کا حذف کثرت استعمال کی وجہ سے ہے
قاعدہ تو وہاں ہوتا ہے جہاں قیاس ہو یہاں قیاس کوئی نہیں۔

بحث ۶۱۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ اسم کا آخر کثرت
استعمال کی وجہ سے حذف ہے تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ اس کا آخر کثرت استعمال کی وجہ سے
حذف ہے ممکن ہے کہ اس کا آخر کسی قیاس کی وجہ سے حذف ہو تو جواب یہ ہے کہ یہاں حذف کی
وجہ قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ حذف قیاس اور کثرت استعمال میں فرق ہے کہ جس کلمہ کا آخر قیاس کی
وجہ سے محذوف ہو تو اس کے آخری حرف پر اعراب نہیں آتا جیسا کہ داعٍ کہ اصل میں داعیٌ تھا
ضمہ یا پر ثقیل تھا گرا دیا تو داعین رہ گیا اور پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے یا گر گئی تو داعٍ ہوا۔ تو اب
یہاں حذف قیاسی ہے اور اس کلمہ کے آخر پر اعراب نہیں آتا جیسا کہ جاءنی داعٍ تو جاءنی داعٍ ''

نہیں پڑھ سکتے۔ بخلاف اس کلمہ کے جس کا آخر کثرت استعمال کی وجہ سے محذوف ہو اس کے
آخری حرف پر اعراب آتا ہے تو اسم کے آخر میں اعراب آتا رہتا ہے لہٰذا یہ حذف قیاس نہیں بلکہ
کثرت استعمال کی وجہ سے ہے۔ و بنیت اوائلھا الخ یعنی جب ان اسماء کے اواخر محذوف
ہوئے کثرت استعمال کی وجہ سے تو پھر ان کے اوائل کو مبنی علی السکون کیا گیا اور ان اسماء کی ابتداء
میں ہمزہ وصلی لایا گیا درانحالانکہ ان اسماء کی ابتداء کی گئی (یعنی جب ابتداء کی گئی تو ہمزہ وصلی لایا
گیا)

بحث ۶۲۔ ایک تفصیل میں ہے جو ایک مغالطہ کے منع کیلیئے چلائی گئی ہے وہ تفصیل یہ ہے
کہ اسماء جن کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے وہ گیارہ ہیں۔ ابن۔ ابنۃ
۔ ایم۔ ابتم۔ اسم۔ انست، اثنان، اثنتان۔ یہ آٹھ وہ اسماء ہیں جو محذوفۃ الاعجاز بھی
ہیں باقی تین یہ ہیں۔ امرءٌ، امرۃٌ، ایمن تو یہ تین وہ اسماء ہیں جو محذوفۃ الاعجاز تو ہیں بلکہ
صرف ان کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصل ہے اب اس
تفصیل کے بعد بعض لوگوں کو مغالطہ لگا کہ انہوں نے مصنف کی عبارت میں یہ سمجھا کہ اسم ان
گیارہ اسماء میں سے ہے جو محذوفۃ الاعجاز ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے وہ اسماء تو صرف
آٹھ ہیں جو محذوفۃ الاعجاز ہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا کہ اسم ان آٹھ اسماء سے ہے جو
محذوفۃ الاعجاز ہیں اور ان تین سے نہیں جو محذوفۃ الاعجاز نہیں۔

بحث ۶۳۔ اس میں ہے کہ پیچھے دو چیزیں مذکور ہیں ایک وہ اسماء جو محذوفۃ الاعجاز
ہیں اور دوسرے وہ اسماء کہ جن کے اوائل مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے تو
ان میں عام خاص من وجہ کی نسبت ہے ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔ مادہ اجتماعی تو
یہ ہے کہ وہ اسماء محذوفۃ الاعجاز بھی ہوں اور ان کے اوائل مبنی علی السکون بھی ہوں اور ان
کے ابتداء میں ہمزہ وصل ہو جیسا کہ آٹھ اسماء جو پہلے مذکور ہوئے ہیں اور پہلا مادہ افتراقی یہ ہے

کہ وہ اسماء محذوفة الاعجاز تو ہوں لیکن ان کے اوائل مبنی علی السکون نہ ہوں۔ اور انکے ابتداء
میں ہمزہ اصلی نہ ہو جیسا کہ یدٌ اور دمٌ کہ اصل میں یدیٌ' اور دموٌ' تھے اور دوسرا مادہ افتراقی
یہ ہے کہ ان اسماء کے اوائل مبنی علی السکون تو ہوں لیکن محذوفة الاعجاز نہ ہوں جیسا
کہ آخری تین اسماء جو مذکور ہوئے ہیں تو یہ بحث بھی اس مغالطہ کے دفعہ کیلئے ہے ان کو مغالطہ
ایسے لگا کہ جو اسماء محذوفة الاعجاز ہیں تو ان کے اوائل مبنی علی السکون ہونگے اور ان کے ابتداء
میں ہمزہ وصل ہوگا اور جو اسماء کہ ان کے اوائل مبنی علی السکون ہوں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصل
ہو تو وہ محذوفة الاعجاز ہوں گے۔ تو پھر انہوں نے مغالطہ میں آکر کہہ دیا کہ چونکہ اسم کا اول
بھی مبنی علی السکون ہے اور اس کی ابتداء میں ہمزہ وصل بھی ہے اور محذوفة الاعجاز بھی ہے لہٰذا
ان گیارہ اسماء سے ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ بعض اسماء تو وہ ہیں کہ جو محذوفة الاعجاز ہیں
لیکن ان کے اوائل مبنی علی السکون نہیں۔ جیسا دمٌ اور یدٌ' اور بعض وہ اسماء ہیں کہ ان کے
اوائل تو مبنی علی السکون ہیں اور ان کی ابتداء میں ہمزہ وصلی بھی ہے لیکن محذوفة الاعجاز نہیں
ہیں جیسا کہ امرءۃ' وغیرہ۔

بحث ۶۴ ۔ لان من دابھم الخ میں ہے کہ یہ ماقبل کی دلیل ہے (یعنی فادخل علیہا الخ
کی دلیل ہے) ہمزہ وصلی اس لیئے داخل کیا گیا کہ عربوں کی یہ عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتدا
کرتے ہیں اور ساکن پر وقف کرتے ہیں تو اب اسم کا اول (یعنی سین) تو مبنی علی السکون تھا اور
ان کی عادت ہے کہ وہ متحرک سے کلمہ کی ابتدا کرتے ہیں اس لئے ہمزہ وصلی جو متحرک ہے لے
آئے۔

بحث ۶۵ ۔ ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ دلیل تو صرف لان من
دابھم ان یبتدؤا بالمتحرك تھی تو پھر آگے و یقفو علی الساکن والی عبارت کو کیوں
ذکر کیا تو جواب یہ ہے کہ آگے والی عبارت کو طرداً ذکر کر دیا تا کہ دوسرا مسئلہ بھی معلوم ہو جائے

جیسا کہ وہ ابتداء متحرک سے کرتے ہیں تو وقف ساکن پر کرتے ہیں۔

بحث ۶۶ ۔ بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے تم نے کہا کہ عربوں کی یہ
عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتداء کرتے ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ ابتداء بالساکن محال ہے اور
تمہاری عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ ابتداء بالساکن محال نہیں ہے ممکن ہے ہاں ان کی عبارت نہیں
ہے تو اس کے دو جواب ہیں۔

پہلا جواب: ۔ تو یہ ہے کہ ابتدا بالساکن محال نہیں ممکن ہے اگر چہ واقع نہیں ہے تو عدم وقوع
محال کو مستلزم نہیں محال پر تو دلیل عقلی کی ضرورت ہے حالانکہ اس کے استحالہ پر کوئی عقلی دلیل نہیں
ہے لہٰذا من دابھم کہنا درست ہے۔

دوسرا جواب: ۔ یہ ہے کہ جو مشہور ہے کہ ابتداء بالساکن محال ہے تو یہ ان کی اپنی زبان میں
محال ہے جنہوں نے یہ کہا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی زبانوں میں بھی محال ہو جیسا کہ
پشتو اور گوجری میں ابتداء بالساکن کرتے رہتے ہیں اس طرح شیخ لوگ اپنے حساب وکتاب میں
جو لکھتے تھے یا لکھتے ہیں تو انہیں کئی ایسے الفاظ آتے ہیں کہ ان کی ابتداء میں سکون ہے لہٰذا اب بھی
من دابھم کہنا درست ہے۔

بحث ۶۷ ۔ بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ عربوں کی
عادت ہے کہ وہ متحرک سے ابتداء کرتے ہیں اس لیئے ہمزہ وصل لے آئے تو اس کے علاوہ اور
بھی تو متحرک تھے ان کو کیوں نہیں لائے اور ہمزہ وصل کو کیوں لائے اس کی کیا وجہ ہے تو جواب یہ
ہے کہ جن اسماء کو مبنی علی السکون گیا ہے تو یہ حقیقت کیلئے کیا گیا ہے تو اب انکی ابتداء کیلئے ایسا لفظ
ہونا چاہیے کہ جو خفت کے منافی نہ ہو اور وہ ہمزہ وصل ہی ہے کیونکہ کبھی تو یہ گر جاتا ہے اور کبھی باقی
رہتا ہے درج کلام میں گر جاتا ہے اور ابتداء میں باقی رہتا ہے بخلاف باقی الفاظ کے کہ ان میں

کوئی ایسا لفظ نہیں کہ جو گرے بھی اور سلامت بھی رہے اسلیئے ہمزہ وصل کو خاص کیا۔

بحث ۶۸ ۔ ویشهد له التعریفه الخ میں ہے کہ یہاں سے بصریوں کی دلیل نقل کرتا ہے چونکہ بصریوں کے نزدیک اسم ان اسماء سے ہے جو محذوفة الاعجاز ہیں تو اب ویشهد له الخ سے اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل نقل کرتا ہے وہ یہ کہ شافیہ جو صرف کی کتاب ہے اس میں آیا ہے کہ کسی کلمہ کے اصل کو معلوم کرنا ہو تو اس کلمہ کی گردانوں کو دیکھا جائے تو ان گردانوں سے کلمہ کا اصل معلوم ہو جائیگا تو اس طرح اسم کی گردانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسماء محذوفة الاعجاز سے ہے تو اس کی گردانیں یہ ہیں اسماء۔ اسامی۔ سمی۔ سمیت تو اسماء جو کہ اسم کی جمع ہے اور اس کلمہ کے آخر میں حروف ظاہر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم کی جمع ہے نہ کہ وسم کی کیونکہ اگر وسم کی جمع ہوتی تو پھر اس کی جمع اوسام آتی ہے نہ کہ اسماء۔ اس طرح اسامی سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اسم کا آخری حرف محذوف ہے اگر یہ وسم کی جمع منتہی الجموع ہوتی تو اواسم ہوتی اس طرح سمی'' اسم کی تصغیر ہے اگر یہ وسم'' کی تصغیر تو وسیم'' ہوتی اس طرح سُمّیَت ماضی ہے تو اگر وِسم کی یہ ماضی ہوتی تو وہ وُسّمَت ہوتی تو ان گردانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم محذوفة الاعجاز اسماء سے ہے کیونکہ ان گردانوں کے آخر میں صرف علت ظاہر ہے نہ کہ اول میں باقی سُمی'' یا تو اس تصغیر ہے یا سُوِیْ ہے فعیل کے وزن پر اور اس کا معنی ہے ہم نام۔

بحث ۶۹ ۔ مجی سمی میں ہے کہ اس کا عطف تعریفہ پر ہے اور ویشهد له ساتھ لگے گا اور یہ اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دوسری دلیل ہوگی کہ سمی'' کا آنا اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل ہے۔

بحث ۷۰ ۔ اس میں ہے کہ سمی کا آنا اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل کیسے ہے تو وہ اسطرح کہ سمی دراصل سِمْوٌ تھا تو قال والا قانون لگا تو سمان ہو گیا پھر التقاء ساکنین کی وجہ

سے پہلے ساکن کو گرا دیا تو سمیً رہ گیا جیسا کہ ہدیً دراصل ہدیٌ تھا تو قال والا قانون لگا تو هدان ہو گیا پھر التقاء ساکنین کی وجہ سے پہلا ساکن گر گیا تو هدی بن گیا۔ تو سمی کے آخر میں حروف علت ہے تو معلوم ہوا کہ اسم کے آخر میں حرف علت محذوف ہے تو اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل ہو گئی۔

بحث ۷۱ ۔ ایک اعتراض کے جواب میں ہے اعتراض ہے کہ تم نے کہا کہ مجی'' سمی'' اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل ہے تو سمی'' کے علاوہ اسم میں ایک اور لغت بھی ہے سم'' تو ممکن ہے کہ جس کو تم سمی'' پڑھ رہے ہو وہ سمِ ہو اب اسم کے محذوفة الاعجاز ہونے پر دلیل نہ ہو گی کیونکہ سم'' میں دو احتمال ہو سکتے ہیں کہ یہ وسم'' سے مشتق ہو یا سمو'' سے تو جواب یہ ہے کہ یہ سمیً ہے سم'' نہیں ہے اور اس پر دلیل سمیً کی صورت خطی ہے کیونکہ اگر سمیً نہ ہوتا سم'' ہوتا تو آخر میں یا نہ ہوتی تو معلوم ہوا کہ سمیً ہے سم'' نہیں۔:

بحث ۷۲ ۔ لغةً میں ہے کہ یہ ترکیب میں حال ہے سمی سے تو معنی ہوگا کہ شائد ہے اس پر آنا سمی کا مثل هدی کے (یعنی یہ تشبیہ تعلیل ہے کہ جیسے هدی کی تعلیل ہے ایسے ہی سمی کی تعلیل ہے) درانحالیکہ وہ سمی اسم میں ایک لغت ہے۔

بحث ۷۳ ۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ لغةً سمی سے حال نہیں ہو سکتا کیونکہ حال یا تو فاعل سے ہوتا ہے یا مفعول سے اور سمی نہ تو فاعل ہے اور نہ ہی مفعول ہے بلکہ مضاف الیہ ہے۔ اور مضاف الیہ سے حال واقع نہیں ہو سکتا تو جواب یہ ہے کہ لغةً سمی سے حال واقع ہو سکتا ہے کیونکہ سمی معنی فاعل ہے کیونکہ مضاف الیہ اگر مضاف کی جگہ واقع ہو سکے تو وہ مضاف الیہ یا تو معنی فاعل ہوتا ہے اور یا مفعول تو یہاں بھی سمی'' مضاف الیہ مضاف کی جگہ ہے یعنی مجی کی جگہ واقع ہو سکتا ہے تو اب سمی معنی فاعل ہوگا یعنی ویشهد له سمی کهدی لغة فیه

لهذہ اللغة سمیً سے حال واقع ہوسکتا ہے۔

بحث ۷۴۔ اس میں ہے کہ تم نے کہا کہ اسم میں ایک لغۃ سمی ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم میں اور بھی لغتیں ہیں تو وہ کونسی ہیں تو کل اسم میں پانچ لغتیں ہیں۔ اِسم ۔اُسم ۔سِم ۔سُم ۔اور سمی۔

بحث ۷۵۔ اس میں ہے کہ تم نے کہا کہ اسم میں ایک لغت سمی بھی ہے تو تمہارے پاس کیا دلیل ہے۔ کہ سمی بھی اسم کی ایک لغت ہے تو بتا دیا کہ دلیل ہے ہمارے پاس اور وہ شاعر کا قول ہے۔ وَاللّٰهِ اَسْمَاكَ سِمیً مُبَارَكً اٰثَرَكَ اللّٰهُ بِدَايَةً اِسْمِیْ الخ: یعنی اللہ تعالیٰ نے نام رکھا تیرا نام مبارک۔ برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے اسم کے ساتھ واسطے برگزیدہ کرنے تجھ کو تو اب اس شعر میں سمی کا لفظ ہے جس کا معنی نام ہے تو معلوم ہو گیا کہ سمی بھی اسم میں ایک لغت ہے۔

بحث ۷۶: اسماء میں ہے کہ اسماء کے دو معنی ہیں ایک تو اسما الرجل ہے یعنی فلاں آدمی نے پیدائش کے وقت یہ نام رکھا اور دوسرا معنی ہے اسمیت الرجل یعنی میں نے فلاں آدمی کا نام لے کر پکارا اور یہاں پہلا معنی مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے تیری پیدائش کے وقت تیرا نام مبارک رکھا اور اللہ تعالیٰ کے نام رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے تیرے رشتہ داروں کے دل میں تیرے نام کو القاء کیا۔

بحث ۷۷۔ مبارک میں ہے کہ مبارک سے مراد یہ نہیں کہ مبارک اس کا علم ہے بلکہ مبارک سے مراد ہے کہ تیرا نام ایسا ہے کہ جس سے نیک فالی پکڑی جاسکتی ہے جیسا کہ سعد، سعید ، ریاض وغیرہ۔ تو گویا تیرا نام ایسا مبارک ہے کہ جس سے تیرا مبارک ہونا معلوم ہوتا ہے۔

بحث ۷۸۔ ایثار میں ہے کہ اس کی دو ترکیبیں ہوسکتی ہیں کہ یا تو یہ مفعول لہٗ ہے تو معنی ہوگا کہ برگزیدہ کیا تجھ کو واسطے برگزیدہ ہونے تیرے کے۔ اور یا یہ مفعول مطلق ہے اور تشبیہ والے معنی میں ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے مثل برگزیدہ ہونے تیرے کے۔

بحث ۷۹۔ اسمیں ہے کہ برگزیدہ ہونے کا کیا مطلب ہے تو اس کے تین معانی ہیں کیونکہ ایثار کی اضافت ک کی طرف یا تو اضافت مفعول کی طرف ہے تو اب معنی ہوگا کہ برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ نے واسطے برگزیدہ کرنے اللہ تعالیٰ کے تجھ کو۔ یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ نے تیری ذات کو برگزیدہ کیا اس لیئے اس نے تیرے اسم کو بھی برگزیدہ کیا اور یا یہ اضافت فاعل کی طرف ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے واسطے برگزیدہ کرنے تیرے غیر کو۔ یعنی تو نے خود محتاج ہونے کے باوجود دوسرے کی احتیاجی کو دور کیا لہٰذا تیرا نام برگزیدہ ہے اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے کہ و یوثرون علیٰ انفسھم و لو کان بھم خصاصة اور یا اضافت تو فاعل کی طرف ہے لیکن مفعول اور کوئی ہے یعنی برگزیدہ کیا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے واسطے برگزیدہ تیرے اخلاق و عادات کے یعنی چونکہ تو نے اچھے اخلاق و عادات کو پسند کیا تو اس لئے اللہ تعالیٰ نے تیرے اسم کو مبارک پسند کیا۔

بحث ۸۰۔ والقلب بعید الخ میں ہے کہ بصریوں نے جو دلیل دی ہے اسی کا جواب کوفیوں نے دیا تھا تو بیضاوی اس جواب کا دو وجہ سے رد کرے گا تو کوفیوں نے جواب یہ دیا کہ اسم دراصل وسم تھا تو چونکہ ہم نے واؤ کو حذف کرنا تھا اور حذف خفت کیلیئے ہوتا ہے اور خفت کلمہ کے آخر میں ہوتی ہے اس لیئے ہم واؤ کلمہ کو آخیر میں لائے اور قلب مکانی کی اور پھر آخر میں واؤ کو حذف کیا تو چونکہ واؤ کو آخر میں حذف کیا اس لئے اسماء یا اسامی میں وہ حرف آخر میں ظاہر ہے ۔ کیونکہ حذف جو آخیر میں تھا تو گردانوں میں بھی وہ حرف آخر میں آئے گا تو مطلب یہ نکلا کہ اسماء

دراصل اوسام تھا اور اسامی دراصل اواسم تھا۔ اور سَمِیٌ دراصل اوسیم تھا اور سمیت دراصل وسمت
تھا تو پھر واؤ کلمہ کے اخیر میں لا کر حذف کرنی تھی (گردانوں میں بھی اخیر میں لائے) یہ
تھا کوفیوں کا جواب تو اب بیضاوی دو وجہ سے رد کرتا ہے پہلا رد یہ ہے کہ قلب مکانی خلاف اصل
ہے اور جو چیز خلاف اصل ہو وہ بعید ہوتی ہے اسم کو وسم سے بنانا خلاف بعید ہے اور دوسرا رد کہ غیر
مطرد سے کر دیا کہ قلب مکانی غیر قیاسی ہے اور غیر قیاسی ایک آدھا کلمہ ہوتا ہے نہ کہ ساری
گردانیں غیر قیاسی ہوتی ہیں تو دونوں ردوں میں فرق ہے کہ پہلے رد کے اعتبار سے کسی ایک کلمہ
میں بھی قلب مکانی نہیں ہو سکتی۔ وہ اسم ہو یا اسماء ہو کیونکہ قلب مکانی خلاف اصل ہے تو جس کلمہ
میں بھی خلاف اصل کوئی چیز ہو تو وہ بعید ہوگا اور دوسرے رد کا مطلب یہ ہوگا کہ سب کے سب
کلموں اور گردانوں میں قلب مکانی ٹھیک نہیں کیونکہ ایک آدھا کلمہ تو غیر قیاسی ہوتا رہتا ہے تو چلو
اسم تو غیر قیاسی ہو گیا لیکن سب کی سب گردانیں کیسے غیر قیاسی ہو سکتی ہیں۔

بحث ۸۱: واشتقاقه من السمو میں ہے کہ پہلے اتنا بتایا تھا کہ بصریوں کے نزدیک اسم
محذوفة الاعجاز اسماء سے ہے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ اسم کا اصل کیا ہے اور کس سے مشتق ہے تو
بتا دیا کہ اسم بصریوں کے نزدیک سمو'' سے مشتق ہے۔

بحث ۸۲: اس میں ہے کہ من السمو کو من اليسمو اور من السمو دونوں طرح سے پڑھ
سکتے ہیں لیکن من السمو نہیں پڑھ سکتے من السمعو تو اسلئے پڑھ سکتے ہیں کہ اس کی جمع اسماء ہے
تو یہ سِمو حمل کی طرح ہے اور حمل کی جمع احمال آتی ہے اور سمو کی جمع بھی اس افعال کے وزن پر
آتی ہے اور من السمو بھی پڑھ سکتے ہیں کیونکہ سُمو قفل'' کی طرح ہوگا اور قفل'' کی جمع اقفال
آتی ہے اور سُمو کی جمع بھی اسما آتی ہے تو مطلب یہ نکلا کہ فِعل'' اور فُعل'' کی جمع افعال'' آتی ہے
اور اس کو من السَمو نہیں پڑھ سکتے کیونکہ سَمو فلس کی طرح ہے اور فلس کی جمع افلاس نہیں آتی بلکہ
فلوس آتی ہے۔ حالانکہ سِمو کی جمع تو اسماء ہے تو معلوم ہوا کہ یا من السِمو ہے اور یا من السُمو

ہے۔

بحث ۸۳: لانه رفعة للمسمّٰی الخ میں ہے کہ یہاں سے اسم کی وجہ تسمیہ بیان کرتا ہے کہ
اسم سموٌ سے اور سمو کا معنی ارتفاع و بلندی ہے اور اسم بھی اپنے مسمّٰی کو ذہن کی طرف بلند کرتا ہے اور
یا اسم کو اسم اسلئے کہتے ہیں کہ اسم اپنے مسمّٰی پر علامت ہوتا ہے اور شئی کی علامت شئی کو بلند کر دیتی
ہے کیونکہ علامت سے پہلے شئی مخفی ہوتی ہے اور علامت آنے سے وہ شئی ظاہر اور مرتفع ہو جاتی
ہے باقی یہاں سے ایک وہم بھی دور ہو گیا وہم یہ تھا کہ تم نے کہا کہ لانه رفعة للمسمى اور آگے کہا
کہ واشعارلہ تو رفعہ، تو سمو کے مناسب ہے لیکن اشعار تو وسم'' کے مناسب ہے نہ کہ سموٌ کے
۔ کیونکہ وہ سمو کا معنی تو بلندی ہے اور علامت، لا معنی وسم کا ہے تو ازالہ اس طرح ہے کہ یہ سمو کے
مناسب ہے کیونکہ سمو کا معنی بلندی ہے اور شئی کی علامت بھی شئی کو بلند کر دیتی ہے لہٰذا اشعار کی
مناسبت سموٌ سے ہو گئی۔

بحث ۸۴: ومن السمة عند الكوفيين الخ میں ہے کہ یہاں سے کوفیوں کا مذہب
بیان کیا جا رہا ہے اور کوفیوں کے نزدیک اسم سمة سے مشتق ہے اور سمة وسم سے مشتق ہے لہٰذا اسم
بھی وسم سے مشتق ہو گیا سمة تو وسم سے اس طرح مشتق ہوگا کہ واؤ کو حذف کیا اور اس کے عوض
میں آخر میں ۃ لائے جیسا کہ وعد سے عدة بنا تو پھر سین ساکن رہ گئی تو اس کو کسرہ دیا کیونکہ الساکن
اذحرک حرک بالکسر تو سمة بن گیا اور اسم اس طرح مشتق ہوگا کہ وسم میں واؤ کو حذف کر دیا اور اس
کے عوض ہمزہ وصل لائے تو اسم بن گیا باقی ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسم وسم سے مشتق ہو تو اس
میں اعلال کم ہے اور اگر اسم سمو سے مشتق ہو تو اس میں اعلال زیادہ ہے وہ اس طرح کہ بصریوں
کے مذہب پر تین تکلف لازم آتے ہیں ایک تو یہ کہ واؤ کو حذف کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہمزہ وصلی
لایا جائے اور تیسرا یہ کہ سین کو ساکن کیا جائے بخلاف اس کے کہ اگر اسم وسم سے مشتق ہو تو اس
میں صرف دو تکلف لازم آئیں گے ایک تو یہ کہ واؤ کو حذف کیا جائے اور دوسرا یہ کہ ہمزہ وصلی

لائے جایا چونکہ سین تو پہلے ہی ساکن ہے لہٰذا دو ہی تکلف ہیں تیسرا نہیں ہوسکتا۔ تو پھر اس اسم کو وسم سے بنانا بہتر ہے اس سے کہ اس کو سموٌ سے بنایا جائے یعنی اس کا اصل سمو ہو یہ تھا کوفیوں کا مذہب اور ان کی دلیل:۔

بحث ۸۵:۔ ایک خاص بحث ہے۔ وہ یہ کہ بصریوں کے نزدیک اسم کا وزن کیا ہوگا تو بصریوں کے نزدیک اسم کا وزن افع ہوگا کیونکہ یہ قانون ہے کہ جو کلمہ موزون میں محذوف ہوگا وہی کلمہ وزن میں بھی حذف ہوگا تو چونکہ بصریوں کے نزدیک اسم سموٌ سے ہے اور لام کلمہ موزون میں محذوف ہے لہٰذا وزن میں بھی لام کلمہ ہی محذوف ہوگا تو وزن اِفع'' ہوگا کوفیوں کے نزدیک چونکہ فاء کلمہ محذوف ہے لہٰذا اس کا وزن اِعل'' ہوگا۔

بحث ۸۶: ورد بان الهمزة الخ: بیضاوی نے کوفیوں کا مذہب بیان کیا تھا کہ ان کے نزدیک اسم وسم سے ہے اور واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض میں ہمزہ وصل لائے تو اسم ہوا اور پھر کوفیوں کی اس پر دلیل یہ تھی کہ اگر اسم کو وسم سے بنایا جائے تو اعلال قلیل ہے اور اگر سموٌ سے بنایا جائے تو اعلال کثیر ہے۔ اب یہاں سے بیضاوی کوفیوں کی دلیل کو رد کرتا ہے کہ چلو مان لیا کہ اسم اگر وسم سے بنایا جائے تو اعلال کم ہے لیکن اب ایک اور خرابی لازم آئیگی وہ یہ کہ اسم کی نظر کلامِ عرب میں نہیں ملتی کہ کوئی ایسا کلمہ ہو کہ جس کی ابتداء میں حرف علت کو حذف کیا گیا ہو اور اس کے عوض ہمزہ وصل لایا گیا ہو تو اسم کی کلام عرب میں نظیر نہ ملنا یہ کثرت اعلال سے زیادہ قبیح ہے باقی عبارت کا ترجمہ اس طرح ہے کہ رد کیا گیا ہے دلیل کو بایں طور کہ ہمزہ نہیں معلول کیا گیا حال یہ ہے کہ ہمزہ داخل ہونے والا ہو اس چیز (یعنی کلمہ) کہ اس کی ابتداء ان کے کلام میں محذوف ہو

بحث ۸۷:۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ اسم کی نظیر کلام عرب میں نہیں ملتی حالانکہ اس کی نظیر ہے جیسا کہ اشاح اور اعاء کہ اصل میں وشاح اور وعاء

تھے تو پھر اشاح اور اعاء ہوگئے تو تم کیسے کہتے ہو کہ اس کی نظیر نہیں لہٰذا یہ زیادہ قبیح ہے اور پھر ان کا رد ہوگیا۔ تو جواب یہ ہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں کوئی ایسا کلمہ نہیں جس کا ابتداء حرفِ علت سے ہو اور محذوف ہو اور اس کے عوض میں ہمزہ وصل آیا ہو تو اِشاح'' اور اِعاء'' میں تو واؤ حذف نہیں ہوئی بلکہ واؤ کو ابتدا میں سے ہمزہ سے بدل دیا گیا ہے نہ کہ ہمزہ کو اس کے عوض میں لائے اور دوسرا جواب بھی ہے کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اس کی نظیر نہیں تو مطلب یہ ہے کہ عرب میں کوئی ایسا کلمہ نہیں کہ جس کی ابتدا میں حرف علت محذوف ہو اور اس کے عوض میں ہمزہ وصلی ہو تو اشاح اور اعاء میں تو ہمزہ قطعی ہے اور اسم میں تو ہمزہ وصلی ہے۔

بحث ۸۸:۔ ومن لغاته سم الخ میں ہے اور ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ متبادر من لغاته سے پتہ چلتا ہے کہ یہاں سے بیضاوی کوفیوں کو رد کرنا چاہتا ہے کیونکہ پیچھے رد کا لفظ گزرا ہے حالانکہ یہ کوفیوں کا رد نہیں بن سکتا کیونکہ سم اور سم وسم سے بھی مشتق ہو سکتے ہیں (جیسا کہ سموٌ سے ہو سکتے ہیں) تو واؤ کو گرا دیا سین ساکن رہ گیا تو پھر اس کو کسرہ دے دیا کیونکہ اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ تو سم ہوا یا واؤ کو حذف کر دیا تو سین ساکن رہ گیا تو پھر سین کو ضمہ دے دیا تا کہ یہ دلالت کرے کہ یہاں واؤ حذف ہے تو یہ کوفیوں کا رد کیسے بنا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں سے کوفیوں کا رد مقصود نہیں بلکہ یہاں سے تو لغات بیان کرنی مقصود ہیں جیسا کہ اس میں ایک لغتِ سمی بھی ہے اب اس پر دلیل دیتا ہے کہ سم اور سم بھی ایک لغت ہے۔ کہ شاعر کا قول ہے بسم الله الذی فی کل سورة سِمُه تو یہاں سم کا لفظ آیا ہے باقی بسم اللہ کا متعلق ارسل ہے جو گزشتہ مصرع میں مذکور ہے تو معنی یہ ہوگا کہ بھیجا اس نے اس ذات کے نام سے جس کا ہر سورت میں نام ہے۔

بحث ۸۹:۔ فالا سم ان ارید به الخ میں ہے کہ اس عبارت کی کیا غرض ہے تو غرض یہ

ہے کہ اسم میں اختلاف تھا کہ یہ مسمیٰ کا عین ہے یا غیر ہے تو معتزلہ کے نزدیک اسم مسمی کا غیر ہے اور بعض اشاعرہ کے نزدیک اسم مسمی کا عین ہے تو بیضاوی محاکمہ کرے گا اور بتائے گا کہ فریقین میں نزاع لفظی ہے۔ نزاع معنوی نہیں ہے تو محاکمہ کرنے سے پہلے ایک تمہید ہے وہ یہ کہ اس اسم کا اطلاق کبھی تو لفظ پر آتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اور سم من الوسم یا من السمو تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ لفظ اسم مشتق ہے وسم یا سموٗ سے۔ اور کبھی اسم کا اطلاق معنی پر آتا ہے جیسا کہ زید قائم تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ قائم کا ثبوت لفظِ زید کیلئے ہے کیونکہ الفاظ تو ایک دوسرے سے مختلف ہیں ان کا ثبوت ایک دوسرے کیلئے کیسے ہے؟ بلکہ مطلب یہ ہے کہ قائم کے معنی کا زید کے معنی کیلئے ثبوت ہے اور اسم کا اطلاق جب معنی پر ہو تو وہ معنی یا تو اس شئی کا عین ہوگا یا صنف ہو گا اور صنف نہیں قسم ہے لہٰذا اسم بھی نہیں قسم ہوگا تو اس تمہید کے بعد محاکمہ یہ ہے کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اب مسمی کا غیر ہوگا تو اب معتزلہ صحیح ہیں اور بعض اشاعرہ کا قول غلط ہے کہ اسم مسمی کا عین ہوتا ہے اور اگر اسم سے مراد لفظ نہ ہو بلکہ معنی ہو اور معنی شئی کی ذات ہو تو اب اسم مسمی کا عین ہوگا۔ (جیسا کہ زید یہ اسم ہے تو اس سے مراد لفظ زید نہ لیا جائے بلکہ زید سے مراد ذات زید لی جائے تو اب زید اور مسمی عین ہیں) تو اب اشاعرہ صحیح ہیں اور معتزلہ کا قول غلط ہے کہ اسم مسمّٰی کا غیر ہوتا ہے اور نزاع لفظی بھی بتادیا کہ جو اسم کو مسمیٰ کا غیر کہتے ہیں تو وہ اس اسم کو مسمیٰ کا غیر کہتے ہیں کہ جس کا اطلاق لفظ پر ہوتا ہے اور جو اسم کو مسمیٰ کا عین کہتے ہیں تو اس اسم کو جس کا اطلاق معنی پر ہوتا ہے۔

بحث ۹۰: ۔ اس میں ہے کہ کون سے اسم میں اختلاف ہے تو اختلاف اس لفظ اسم میں نہیں بلکہ مطلق اسم میں اختلاف ہے جو سب اسماء میں مشترک ہے چاہے وہ زید ہو یا خود لفظ اسم ہو تو مطلب یہ نکلا کہ اختلاف لفظ اسم میں نہیں بلکہ مطلق اسم میں اختلاف ہے جو سب کیلئے کلی ہے۔ مثلاً زید، عمرو، بکر، اسم وغیرہ

بحث ۹۱: اس میں ہے کہ ان اريد به الخ سے مصنف کی غرض کیا ہے تو اس عبارت سے غرض اس بات پر دلیل ہے کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور دلیل کی دو تقریریں ہیں **پہلی تقریر:** یہ ہے کہ دعویٰ موجبہ کلیہ ہے کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور دلیل لانه يتالف من اصوات سے لے کر والمسمى لا يكون كذالك تک ایک ہے اور یہ دلیل صغریٰ کبریٰ سے ہے لانه يتالف سے لے ويتحد اُخریٰ تک صغریٰ ہے اور والمسمیٰ لا يكون كذالك کبریٰ ہے۔ تو صغریٰ یہ ہے کہ اسم تین صفات کے ساتھ متصف ہوتا ہے اور وہ تین صفات یہ ہیں کہ اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہوتا ہے (مقطعہ کا مطلب یہ ہے کہ اصوات کے درمیان کوئی حد مشترک نہیں بلکہ ہر لفظ مستقل ہے اور غیر قارہ کا مطلب یہ ہے کہ اصوات غیر مجتمع الاجزاء کیونکہ پہلے والی آواز فنا ہو جاتی ہے اور پھر بعد میں آواز آتی ہے) اور دوسری صفت یہ ہے کہ اسم اختلاف امت اور اختلاف زمانہ سے مختلف ہوتے ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کا اسم ہر زبان میں مختلف ہے کوئی اللہ تعالیٰ کو کسی نام سے پکارتا ہے اور کوئی کسی سے اور تیری صفت یہ ہے کہ اسم کبھی متعدد ہوتا ہے اور کبھی متحد ہوتا ہے متعدد کی مثال یہ ہے کہ مثلاً الفاظ مترادفہ کہ وہاں مسمیٰ تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن اسماء مختلف ہوتے ہیں اور دوسری مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا علم بھی ہے کنیت بھی لقب بھی ہے۔ تو اب مسمیٰ تو ایک ہے لیکن اسماء متعدد ہیں اور متحد کی مثال جیسے کہ لفظِ مشترک مثلاً عین کہ اس کی وضع گھٹنہ، چشمہ، سورج، آنکھ وغیرہ کیلئے ہے تو اسم ایک ہے (عین) لیکن مسمیٰ جدا جدا ہیں تو اس تفصیل کے بعد دلیل کا خلاصہ یہ نکلا کہ ہمارا دعویٰ موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور صغریٰ بھی موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم ان تین صفات کے مجموعہ سے متصف ہوتا ہے۔ (اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر اسم ہر ایک صف کے ساتھ متصف ہوتا ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ اسم اس مجموعہ کے ساتھ متصف ہوتا ہے) اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی لا شئی من المسمیٰ متصفاً بهذه الصفات یعنی کوئی مسمیٰ بھی ان صفات کے مجموعہ سے متصف نہیں تو نتیجہ نکلے گا لا شئی من الا

سم بمسمٰی تو یہ نتیجہ بعینہٖ دعویٰ تو نہیں لیکن اس کا رجوع اس کی طرف ہوگا کہ جب کوئی اسم مسمیٰ نہیں تو ظاہر ہے کہ ہر مسمیٰ اسم کا غیر ہے۔تو یہ شکل ثانی ہے کیونکہ حدِ اوسط محمول فی الصغریٰ والکبریٰ ہے باقی ہم نے صغریٰ میں یہ کہا ہے کہ ہر اسم ان تین صفات کے مجموعہ کے ساتھ متصف ہے یہ نہیں کہا کہ یہ اسم ان تینوں صفاتوں میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں (مجموعہ اور ہر ایک کے ساتھ متصف ہونے) میں فرق ہے کیونکہ اگر اسم ان تین صفات میں سے کسی ایک صفت کے ساتھ متصف ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ اسم مجموعہ کے ساتھ متصف ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ اسم ان تینوں صفات میں سے ہر ایک کے ساتھ متصف ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ ہر اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہوتا ہے لیکن ہر اسم اختلاف امم اور زمانہ سے مختلف نہیں ہوتا بعض مختلف ہوتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے اس طرح ہر اسم متعدد یا متحد نہیں ہوتا۔تو اب ہر اسم ہر ایک صفت کے ساتھ کب متصف ہوا تو یہ دلیل کی ایک تقریر ہوئی۔

دوسری تقریر یہ ہے کہ لانہ یتالف سے لے کر و یتحد اخریٰ تک ایک صغریٰ نہیں تین صغرے ہیں اور کبریٰ وہی ہے تو اب تین دلیلیں ہونگی تو اب دعویٰ موجبہ جزئیہ ہوگا۔یعنی بعض اسم مسمیٰ کے غیر ہیں اور پہلا صغریٰ لانہ یتالف من اصوات ہے اور موجبہ کلیہ ہے یعنی ہر اسم اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے اور کبریٰ سالبہ جزئیہ ہے۔یعنی بعض مسمیٰ اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب نہیں تو اب نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا یعنی بعض اسم مسمی نہیں تو اب یہ بھی بعینہٖ دعویٰ نہیں بلکہ اس کا رجوع دعویٰ کی طرف ہوگا کہ بعض اسم مسمیٰ کا غیر ہیں باقی یہ بھی شکل ثانی ہے باقی ہم نے اس صغریٰ کا کبریٰ جزئیہ بنایا اور کلیہ نہیں بنایا کیونکہ ہر مسمیٰ اس طرح نہیں کہ اصوات سے مرکب ہوں بلکہ بعض مسمیٰ ایسے ہیں کہ اصوات سے مرکب نہیں اور بعض وہ ہیں کہ جو اصوات غیر قارہ سے مرکب ہیں مثلاً قرآن کہ اس کا اسم (قرآن) اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے اور مسمیٰ (قرآن پاک) بھی اصوات مقطعہ غیر قارہ سے مرکب ہے کیونکہ مسمیٰ کلام لفظی ہے اور کلام لفظی تو اصوات غیر قارہ سے مرکب ہے اس لیئے کبریٰ سالبہ جزئیہ لایا گیا یہ تھا

ایک صغریٰ، باقی دوسرا صغریٰ ویختلف باختلاف الامم والاعصار ہے تو دعویٰ وہی موجبہ جزئیہ ہے اور صغریٰ بھی موجبہ جزئیہ ہے یعنی بعض اسماء اختلاف امم اور اعصار سے مختلف ہوتے ہیں اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی کوئی مسمیٰ اس طرح نہیں تو نتیجہ سالبہ جزئیہ آئے گا کہ بعض اسم مسمیٰ نہیں یعنی بعض اسم مسمیٰ کا غیر ہے اور تیسرا صغریٰ ویتعدد تارۃ ویتحد اخریٰ ہے یعنی صغریٰ موجبہ جزئیہ ہے کہ بعض اسم متعدد اور متحد ہوتے ہیں اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے یعنی کوئی مسمیٰ بھی ۔اس طرح نہیں تو نتیجہ سالبہ جزئیہ ہوگا کہ بعض اسم مسمیٰ نہیں تو اب اگر دلیل کی پہلی تقریر لیں یا دوسری تقریر لیں اس سے ان لوگوں کا رد ہو جائیگا جو اس بات کے قائل ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے۔

بحث ۹۲:۔وان ارید به ذات الخ میں ہے کہ پہلے بتایا گیا تھا کہ اگر اسم سے مراد لفظ ہو تو اب اسم مسمیٰ کا غیر ہوگا اب کہتا ہے کہ اگر اسم سے مراد معنی ہو تو معنی کبھی تو شئی کی ذات ہوتا ہے اور کبھی صفت اگر معنی شئی کی ذات ہو تو اب مسمیٰ کا عین ہوگا کیونکہ شئی اور اس کی ذات ایک چیز ہیں تو اب معتزلہ کا قول غلط ہوگیا کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے۔لیکن بیضاوی اس کا رد کرتا ہے کہ یہ غیر مشہور ہے یعنی اسم مسمیٰ کا عین ہو یہ غیر مشہور ہے۔

بحث ۹۳:۔وقوله تعالیٰ تبارك الخ: میں ہے کہ اس عبارت کی دو غرضیں ہیں پہلی غرض یہ ہے کہ بعض لوگوں نے لم یشهر کا جواب دیا تھا تو بیضاوی ان کا رد کرے گا۔انہوں نے کہا تھا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہو یہ غیر مشہور ہے حالانکہ قرآن پاک میں ہے تبارک اسم ایک اور سبح اسم ربک تو یہاں دونوں جگہ میں اسم مسمیٰ کا عین ہے کیونکہ بابرکت ذات ہوتی ہے نہ کہ اسم ہوتا ہے اس طرح تسبیح اور تنزیہ ذات کی بیان کی جاتی ہے نہ کہ اسم کی تو معلوم ہوا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہے اور پھر یہ غیر مشہور بھی نہ ہوا کیونکہ قرآن پاک میں غیر مشہور چیز کیسے مذکور ہوسکتی ہے۔تو جواب یہ ہے کہ یہاں اسم سے مراد لفظ ہے اور اسم بول کر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ جس طرح اللہ

کی ذات وصفات ہر عیب اور نقصان سے پاک اور منزہ ہے تو اس طرح اس کی ذات وصفات پر دلالت کرنے والے اسماء بھی بے عیب اور بے نقصان ہیں اور بابرکت ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تبارک اسم میں اور سبح اسم میں اسم زائد ہے تو اب بھی تمہاری بات نہیں بنی تو معنی ہوگا کہ تبارک ایک کہ برکت والا تیرا رب اور سبح ربك کہ اپنے رب کی تسبیح بیان کیجئے اور اسم کے زائد ہونے پر دلیل بھی دی کہ اسم زائد ہوتا رہتا ہے جیسا کہ شعر ہے کہ الی الحول ثم اسم السلام علیکم تو یہاں لفظ اسم زائد ہے باقی یہ شعر ایک صحابیؓ کا ہے کہ انہوں نے فوتگی کے وقت اپنی دو بیٹیوں کو وصیت کی کہ تم میرے فوت ہونے کے بعد مجھ پر نوحہ نہ کرنا بلکہ اس کی جگہ تم میرے صفات بیان کرنا اور پھر مدت بھی بتادی کہ الی الحول یعنی ایک سال تک میرے صفات بیان کرتے رہنا اور جب سال گزر جائے تو ثم اسم السلا م علیکم یعنی پھر تم کو السلام علیکم ہے۔ یعنی میری طرف سے پھر تم کو اجازت ہے کہ تم میرے صفات بیان کرنا یا نہ کرنا باقی علیکما میں الف تثنیہ ہے کیونکہ ان کی دو بیٹیاں تھیں اور دوسری غرض یہ ہے کہ کسی نے ماقبل پر دلیل دی تھی یعنی اس بات پر دلیل دی تھی کہ اسم مسمیٰ کا عین ہوتا رہتا ہے تو مصنف اس دلیل کا رد کرے گا۔ تو کسی نے دلیل یہ دی تھی کہ تبارك اسم اور سبح اسم میں اسم سے مراد رب ہے کیونکہ تسبیح و تنزیہ تو ذات کی ہوتی ہے نہ کہ اسم کی تو معلوم ہوا کہ اسم مسمیٰ کا عین ہے تو اس کا دو وجہ سے رد کرے گا کہ اسم مسمیٰ کا عین نہیں بلکہ اسم سے مراد لفظ ہے اور اسم کو اس لیئے ذکر کیا تا کہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی طرح اس کے اسماء بھی بابرکت ومنزہ ہیں اور دوسرا یہ کہ یا اسم زائدہ ہے اور اس پر تائید بھی شعر سے پیش کردی۔

بحث ۹۴: وان ارید به الصفة الخ اس کا عطف وان ارید ذات الخ پر ہے یعنی اسم کا اطلاق کبھی معنی پر بھی آتا ہے اور معنی کبھی تو شئی کا عین ہوتا ہے اور کبھی صفت۔ تو کہتا ہے کہ اگر معنی شئی کی صف ہو (یعنی اسم صفت ہو شئی کی) تو شیخ ابوالحسن اشعری کے نزدیک صفت تین قسم ہے کہ

صفت کبھی تو مسمیٰ کا عین ہوتی ہے اور کبھی غیر ہوتی ہے اور کبھی نہ عین ہوتی ہے اور نہ غیر تو اب اسم بھی تین قسم بن جائیگا کبھی تو مسمیٰ کا عین ہوگا اور کبھی غیر ہوگا۔ اور کبھی نہ عین ہوگا اور نہ غیر ہوگا۔ تو اب ان کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا عین ہوتا ہے اور ان کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ہر اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے باقی ہر ایک کی مثال کہ کبھی صفت مسمیٰ کا عین ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وجود کہ یہ اس کی ذات کا عین ہے۔ اور کبھی صف مسمیٰ کا غیر ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات فعلیہ، مثلاً خالق، رازق کہ یہ صفات اس سے منفک ہو سکتی ہیں کیونکہ ازل میں اللہ تعالیٰ نہ خالق تھا اور نہ ہی رازق تھا اور وہ صفات جو مسمیٰ کا نہ عین ہو اور نہ غیر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے صفات حقیقیہ۔ علم۔ قدرت۔ حیات وغیرہ کہ یہ نہ عین ہیں اور نہ غیر، باقی نہ عین اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات کا مفہوم ایک نہیں اس لیئے عین نہیں بلکہ اللہ کا مفہوم اور ہے اور صفات (مثلاً علم) کا مفہوم اور ہے اور نہ غیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ صفات اس سے منفک نہیں ہوتے یہ نہیں کہ ان صفات کا مصداق کوئی اور ہو اور اللہ کا مصداق کوئی اور ہے بلکہ اس کی صفات اور اللہ کا مصداق ایک ہی ہے یعنی ذات باری تعالیٰ۔

بحث ۹۵: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے ان ارید به الصفت کہا تو صفت کی جگہ وصف کیوں نہ کہا تو جواب یہ ہے کہ وصف اور صفت میں فرق ہے وصف الفاظ کو کہتے ہیں اور صفت ان الفاظ کے مدلول کو کہتے ہیں جو موصوف اور مسمیٰ کے ساتھ قائم ہو جیسا کہ زید عالم میں عالم کا لفظ زید کی وصف ہے اور لفظ عالم کا مدلول جو ذات زید کے ساتھ قائم ہے وہ صفت ہے تو چونکہ یہاں کلام لفظ میں نہیں بلکہ معنی میں ہے کہ اسم کا اطلاق کبھی معنی پر بھی ہوتا ہے اور وہ معنی کبھی شئی کی صفت ہوتا ہے اس لیئے صفت کہا اور وصف نہیں کہا۔

بحث ۹۶: بھی ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ کما هو ان لشیخ ابوالحسن سے متبادر یہ ہے کہ کما کا تعلق ان ارید سے ہے تو مطلب یہ بنے گا کہ اگر اسم" سے

مراد صفت لی گئی ہے جیسا کہ شیخ ابوالحسن کی رائے ہے کہ اس نے بھی اسم سے مراد صفت لیا ہے حالانکہ شیخ کے نزدیک تو اسم سے مراد صفت نہیں ہے اور نہ اس نے کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ کما کا تعلق صفت سے ہے یعنی اگر اسم سے مراد صفت لی جائے جیسا کہ صفت کے بارہ میں شیخ کی رائے ہے کہ اس کے نزدیک صفت تین قسم ہے تو اب اسم بھی تین قسم ہوگا۔

بحث ۹۷: بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ شیخ کے نزدیک صفت تین قسم ہے اور کبھی صفت مسمیٰ کا عین ہوتی ہے تو یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ صفت موصوف کا عین ہو کیونکہ صفت اور موصوف میں تو مغائرت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ صفت موصوف میں مغائرت اعتباری کافی ہے تو اب مثلاً اللہ تعالیٰ اور اس کا وجود آپس میں عین ہیں اور ان میں مغائرت اعتباری ہے کہ صفت کو وجود سے تعبیر کرتے ہیں اور ذات کو اللہ سے۔

بحث ۹۸:۔ وانما قال بسم اللہ الخ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بسم اللہ فرمایا اور باللہ نہیں فرمایا حالانکہ استعانت وتبرک تو ذات سے ہوتی ہے تو اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ کہ ہم پیچھے کسی مقام پر کہہ آئے ہیں کہ بسم اللہ میں باء استعانت کی ہے اور یا مصاحبت کی تو اب اگر بسم اللہ نہ فرمایا جاتا بلکہ باللہ کہا جاتا تو مطلب یہ نکلتا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہماری مصاحب ہے اور ہمارے استعمال کیلئے آلہ ہے حالانکہ ذات اس کی ہمارے مصاحب نہیں ہے (کہ ہمارے ساتھ رہے باقی من حبل الورید کا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم ہماری شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہے اور مدد نزدیک ہے نہ کہ خود اس کی ذات ہمارے ساتھ ساتھ ہے) اور نہ ہی ہمارے استعمال کا آلہ ہے اس لیئے بسم اللہ فرمایا کہ اللہ کا اسم ہمارے مصاحب ہے کہ جب ہم پڑھتے ہیں تو اس کا اسم ہمارے مصاحب ہوتا ہے اور ہمارے استعمال کا آلہ بھی ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اللہ سے مدد مانگتے ہیں۔ اور دوسرا جواب یہ دیا کہ اگر باللہ کہا جاتا تو تیمن اور یمین کا فرق نہ چلتا اور وہم ہوتا کہ شاید باء قسمیہ ہے۔

بحث ۹۹:۔ بھی ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ بسم اللہ اس لیئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مصاحب نہیں ہے اور نہ ہی وہ ہمارے استعمال کیلئے آلہ ہے تو اگر باللہ کہا جاتا ہے تو بھی درست رہتا کیونکہ اللہ بھی تو ذات باری کا اسم ہے تو اب اسم سے استعانت اور تبرک ہوتا تو جواب یہ ہے کہ اگر باللہ کہا جاتا تو یہ اللہ کا اسم نہ ہوتا بلکہ اس کی ذات مراد ہوتی ۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ الرحمٰن الرحیم کا ذکر ہے اور یہ دونوں صفات کوئی لفظ اللہ کی تو نہیں (کیونکہ لفظ کیسے رحمٰن اور رحیم ہوسکتا ہے) بلکہ ذات باری تعالیٰ کی صفات ہیں تو پھر اللہ سے مراد ذات ہوئی تو وہی خرابی لازم آئی اس لیئے بسم اللہ فرمایا اور باللہ نہ کہا۔

بحث ۱۰۰:۔ بذکر اسم میں ہے اور ایک اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے بذکر اسم کیوں کہا ہے باسم کہہ دیتے تو جواب یہ ہے کہ بذکر اسمہ کہہ کر مقصود پر تصریح کر دی کیونکہ اگر باسم کہا جاتا ہے تو وہم پڑتا کہ اسم اللہ سے استعانت وتبرک لکھنے سے پکڑا جائے یا پڑھنے سے۔ تو بذکر اسم کہہ کر مقصود پر نص کر دی کہ تبرک اور استعانت اسم اللہ کے ذکر سے کی جائے چاہے لکھنے سے ہو یا پڑھنے سے۔

بحث ۱۰۱:۔ ولم یکتب الالف الخ: میں ہے اور ایک اعتراض اور اس کی دو تقریریں ہیں۔

اعتراض کی پہلی تقریر یہ ہے کہ کبھی لفظ کلمہ کی ابتداء میں آتا ہے اور کبھی وسط میں اور کتابت کا یہ قانون ہے کہ لفظ کو کتابت میں وہ شکل دی جاتی ہے کہ جو شکل اس لفظ کو ابتداء میں ذکر کرنے میں لگتی ہے نہ کہ وہ شکل اس کو دی جاتی ہے کہ جو شکل اس کو کلمہ کے درمیان واقع ہونے میں لگتی ہے تو اب بسم اللہ میں جو اسم ہے اس کے ابتداء میں ہمزہ وصلی ہے تو چاہیے کہ بسم اللہ میں اس ہمزہ کو ذکر کیا جائے (ب اسم) حالانکہ ذکر نہیں کرتے تو یہ کتابت کے قانون کے خلاف ہے اور یہ اعتراض عمومی ہے کہ ہر کلمہ اور لفظ کا یہی حکم ہے۔

دوسرے اعتراض کی تقریر یہ ہے کہ ہمزہ وصل کے بارہ میں کتابت کا یہ قانون ہے کہ جب وہ ابتداء میں آئے تو وہ پڑھنے اور لکھنے دونوں میں آتا ہے جب ہمزہ درمیان کلام میں آئے تو پڑھنے میں تو نہیں آتا لیکن لکھنے میں آتا ہے یہاں بسم اللہ میں ہمزہ درمیان میں ہے اور پڑھنے میں نہیں آتا لیکن لکھنے میں آتا ہے لیکن یہاں نہیں لکھا گیا تو یہ قانون کتابت کے خلاف ہے تو تم نے یہ مخالفت کیوں کی ہے اور یہ اعتراض خاص ہے۔ یعنی صرف ہمزہ اصلی کے بارے میں ہے تو جواب بھی دو ہیں۔

پہلا جواب یہ ہے کہ تم نے قانون بیان کیا ہے یہ صحیح ہے لیکن ہم نے قانون کی مخالفت ایک ضرورت کی بناء پر کی ہے وہ کثرت استعمال یعنی بسم اللہ کا استعمال قراءۃً اور کتابتاً کثیر تھا اسلیئے ہمزہ لکھنے میں نہیں آتا کیونکہ کثرت استعمال خفت کو چاہتی ہے۔

دوسرا جواب وطوالت الباء الخ سے دیا کہ ہم نے قانون کی کوئی مخالفت نہیں کی۔ کیونکہ بسم اللہ کی باء کو باء کی طوالت ہمزہ وصلی کے عوض میں ہے تو گویا حکما ہمزہ وصلی مذکور ہے تو اب قانون کتاب کی مخالفت نہ ہوگی۔

بحث ۱۰۲:۔ ایک اعتراض و جواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے پیچھے کہا تھا کہ فادخل علیها مبتداء بها الخ اور اب بسم اللہ میں اسم والے ہمزہ کو الف سے تعبیر کیا اور کہا کہ ولم یکتب الالف تو چاہیے کہ یہاں بھی ہمزہ کہا جاتا کیونکہ ہمزہ اور الف میں فرق ہے الف ہمیشہ ساکن اور بے ضغطہ ہوتا ہے اور ہمزہ کبھی متحرک ہوتا ہے اور کبھی ساکن یا ضغطہ ہوتا ہے جیسا کہ واء مر اھلك میں ہے تو تم نے ہمزہ کو الف سے کیوں تعبیر کیا تو جواب یہ ہے کہ لم یکتب الالف میں الف سے مراد ہمزہ ہے اور ہمزہ کو مجازاً الف کہہ دیا کیونکہ ہمزہ کی صورت خطی الف کی طرح ہی ہوتی ہے تو اس وجہ سے الف کے ساتھ تعبیر کر دیا۔

بحث ۱۰۳:۔ اس میں ہے کہ وطولت الباء عوضاً الخ میں تین احتمال ہیں پہلا احتمال یہ ہے کہ عبارت پہلے سوال کا دوسرا جواب ہے جو کہ گزر چکا ہے اور اب اس کا عطف لکثرۃ الاستعمال پر ہوگا۔ اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ایک مستقل اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے بسم اللہ کی باء کو خواہ مخواہ لمبا کر کے قانون کتابت کی مخالفت کی ہے کیونکہ تم نے باء کو اس کی صورت خطی کے مطابق نہیں لکھا اس کی صورت تو یہ ہے کہ اس کو سین کے کنگروں کے مقدار کی طرح چھوٹا لکھا جائے اوپر لمبی نہ کی جائے تو جواب یہ ہے کہ باء کو لمبا اس لیئے لکھا تا کہ اس کی طوالت اس بات پر دلالت کرے کہ یہ ہمزہ کے عوض میں ہے تو خلاصہ یہ نکلا کہ باء کی طوالت ہمزہ کے عوض میں ہے تا کہ ہمزہ بالکلیہ مھجور نہ ہو جائے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ لکثرۃ الاستعمال والی عبارت سے ایک سوال پیدا ہوتا تھا اور یہ اس کا جواب ہے اعتراض یہ تھا کہ تم نے کہا کہ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے ذکر نہیں کیا حالانکہ ہمزہ کا ترک تو قبیح ہے۔ اور تم نے کثرت استعمال کا خیال کرتے ہوئے ایک قباحت کا ارتکاب کیوں کیا تو جواب دیا کہ ہمزہ ترک نہیں کیونکہ باء کی طوالت اس کا عوض ہے تو گویا ہمزہ حکما مذکور ہے۔

نوٹ: اس کی تقریر ابھی اور بھی ہے لیکن طوالت کی وجہ سے یہاں پر ہی اختتام کیا جاتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ جب بندہ[۱] سیال شریف خدمت تدریس ادا کرتا تھا تو گاہے گاہے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) علیہ سجادہ نشین آستانہ سیال شریف بھی درس میں تشریف فرما ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ بندہ بیضاوی شریف پڑھا رہا تھا تو حضرت خواجہ حافظ[۲] غلام سدید الدین معظم آبادی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بھی درس میں آکر تشریف فرما ہوئے جب تفسیر بیضاوی شریف کا سبق ختم ہوا تو بندہ کی دلجوئی کیلئے فرمانے لگے کہ ایسی بیضاوی آج کل کون پڑھاتا ہے؟ یا کون پڑھا سکتا ہے؟

انتہائے کلام استاذ العلماء ۱۲

۱۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ سیال شریف میں ان کی تدریس کا آغاز 1947ء سے شروع ہوا ہے یعنی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تدریس شروع کیئے ہوئے تقریباً 8 یا 9 سال ہوئے تھے۔ یہ اس دور کی بات ہے جس میں حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ اور خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الرحمۃ سے بیضاوی شریف کا سبق سماعت فرما کر فرمایا کہ ایسی بیضاوی کون پڑھا سکتا ہے؟ قارئین خود اندازہ فرمالیں جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے 35 یا 40 سال تدریس فرمانے کے بعد آپ جو بیضاوی شریف پڑھاتے اس کا اندازہ خود فرمالیں۔ بندہ ناچیز نے بھی قبلہ استاذی المکرمؒ سے بیضاوی شریف کے کچھ اسباق سماعت فرمائے ہیں۔ سبحان اللہ جب قبلہ استاذی المکرمؒ بیضاوی شریف پڑھاتے تو آپ کے سامنے تین حاشیے ہوتے۔ ۱۔ حاشیہ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹیؒ ۲۔ شیخ زادہؒ ۳۔ شہاب الدین خفاجیؒ۔ کبھی قبلہ استاذی المکرم حاشیہ سیالکوٹی سے تقریر فرماتے کبھی شیخ زادہ سے اور کبھی حاشیہ شہاب سے۔ دوران تدریس قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر کی ٹوپی ایک طرف سرک جاتی اور عینک ناک کے نچلے حصے تک آجاتی۔ اس کے باوجود قبلہ استاذی المکرمؒ اس لگن سے پڑھاتے کہ ٹوپی اور عینک کے سنوارنے کا خیال تک نہ آتا اور دوران تدریس قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کسی کو خاطر میں نہ لاتے۔ بس اپنے کام میں مگن رہتے۔

ملک تدریس کی شاہی تجھ کو استاذِ کل مسلم — جس سمت آگئے ہو سکے بٹھادیئے ہیں

۲۔ جب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ آستانہ عالیہ بھکھی شریف میں خدمت تدریس سرانجام فرما رہے تھے اس عرصہ میں قبلہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا تھا تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی فاتحہ خوانی کیلئے رانا عبد الرحمٰن سرگودھا کے ہمراہ معظم آباد حاضر ہوئے اور فاتحہ خوانی فرمائی راقم الحروف بھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہم رکاب تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(نوٹ) اگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہٗ نے توفیق دی تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیضاوی پر تقریر کو منظر عام پر لاؤں گا۔

(ان شاء اللہ تعالیٰ)

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سانحہ وصال پر قبلہ استاذی المکرمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تاثرات:۔

16 رجب المرجب 1409ھ کو حضرت قبلہ خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم کے لڑکے صاحبزادہ رفیع الدین سلمہٗ نے اس فقیر کو تحریر کیا کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ بندہ تقریباً ساڑھے آٹھ سال سیال شریف میں خدمت تدریس دیتا رہا جس کی ابتداء 1947ء سے ہوئی اس دوران حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ہر سال تقریباً پانچ یا چھ دفعہ آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضری دیتے تھے۔ چونکہ حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہٗ العزیز کی مجلس بڑی علمی مجلس ہوتی تھی۔ اس لیئے حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس علمیہ میں یہ فقیر اور حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب مرحوم اور دیگر علماء بھی حاضر ہوتے تھے۔ بندہ یہاں چند واقعات کا ذکر کرتا ہے۔

واقعہ اول:

ایک دفعہ خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب مرحوم سیال شریف حاضر ہوئے تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک وقت مقرر کرلیں اور اس میں فتوحات مکیہ شریف کا تکرار کیا کریں چنانچہ یہ سلسلہ تقریباً ایک ہفتہ جاری رہا۔ حاضرین سے ایک آدمی فتوحات شریف کی عبارت پڑھتا اور حاضرین سے ہر ایک اس کے مطالب بیان کرتا۔ حضرت خواجہ حافظ صاحب فتوحات کے باریک مسائل کو نہایت فصاحت سے بیان فرماتے تھے۔ بندہ کو پہلی دفعہ آپ کے تبحر علمی کا اندازہ ہوا یہاں یہ واقعہ بیان کرنا ضروری ہے کہ جس کتاب فتوحات کا تکرار ہوتا تھا یہ وہی فتوحات شریف تھی جو کہ حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے جد امجد

حضرت خواجہ محمد معظم الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بمبئی سے لائے تھے اور کتب خانہ سیال شریف میں وہ کتاب نظر کر دی تھی۔

واقعہ دوم:

صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں پہلی دفعہ زرعی اصلاحات ہوئیں تو سیال شریف میں یہ بحث چھڑی کہ آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہ؟ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سیال شریف میں موجود تھے آپ تھوڑی دیر کے بعد فقہ حنفی کی مشہور کتاب شامی لے آئے جس میں لکھا تھا کہ زمانہ ماضی میں قاہرہ مصر کا ایک بادشاہ جس کا نام بیبرس تھا اس نے مالکان اراضی کو حکم دیا کہ جو زمیندار اپنی زمین کے اشٹام پیش کرے گا اس کا قبضہ مالکانہ تصور ہوگا ورنہ اس سے زمین واپس لے لی جائیگی۔ اس دور میں محکمہ مال اور پٹوار کا انتظام نہیں تھا بلکہ صرف اشٹام کے ذریعے ہی زمین کی ملکیت متصور ہوتی تھی۔ یہ امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا جو کہ بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے یہ امام خود بیبرس کے پاس گئے اور اس کو کہا کہ خداوند عالم سے ڈرو زمین کی ملکیت کیلئے اشٹام ضروری نہیں ہے جو آدمی کسی زمین پر قابض ہے وہ اس زمین کا مالک ہے تم اس سے زمین واپس نہیں لے سکتے یہ سراسر ظلم ہے۔ اور خداوند عالم کے غضب کو دعوت دینا ہے البتہ مقبوضہ زمین کا کوئی اور مدعی ہے کہ اس آدمی کا قبضہ ناجائز ہے تو اس کی تحقیق لازم ہے تا کہ مالک کا پتہ چلے۔ تو بیبرس بادشاہ حضرت امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کہنے پر اپنے ارادے سے باز آ گیا۔ جناب خواجہ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ استدلال تھا کہ بیبرس بادشاہ بھی ایک قسم کی زرعی اصلاحات کرنا چاہتا تھا لیکن اس کو بھی پتہ تھا کہ کسی کا مِلک جبراً شرعاً ناجائز ہے البتہ اس نے مِلک کے ثبوت کیلئے اشٹام کا مطالبہ کیا لیکن امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سمجھانے پر اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو گیا حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان تھا کہ کسی کا مِلک جبراً حاصل کرنا شرعاً سخت ممنوع ہے کہاں وہ دور کہ صرف قبضہ مِلک تصور ہوتا تھا اور کہاں یہ دور

کہ پورا محکمہ مال قائم ہے۔ پشتوں سے سرکاری کاغذات میں مالکوں کے نام درج چلے آرہے ہیں پھر ان مالکوں سے جبراً زمین حاصل کرنا کہاں جائز ہے؟ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب ابتداء شامی کی عبارت پڑھی تو بندہ کو بھی تعجب ہوا کہ یہ استدلال موجودہ زرعی اصلاحات کو کیسے ممنوع شرعاً قرار دیتا ہے۔ لیکن خواجہ حافظ صاحب نے جب اپنے استدلال کی تشریح بیان فرمائی تو سب نے آپ کی ذکاوت کی داد دی۔ بندہ نے قبل ازیں استدلال کی تقریر ذکر کی ہے۔ یہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر ہے۔

واقعہ سوئم:

ذرا دقیق مسئلہ ہے اس لیئے اس پر غور کی ضرورت ہے قرآن پاک میں ہے۔ (دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ) خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ "پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب کے درمیان دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم" اس آیۃ مبارکہ میں اس قرب کو بیان کیا گیا ہے جو کہ لیلۃ العراج آنحضرت ﷺ کو اپنے رب العزت سے حاصل ہوا ابتدائے آیت میں دو جملے ہیں یعنی (دنیٰ فتدلیٰ) اور آخر میں دو کلمہ کا ذکر ہے یعنی (قاب قوسین او ادنیٰ) آخری ہر دو کلمے ابتدائی ہر دو جملہ کی تفسیر ہیں۔ دنیٰ کی تفسیر قاب قوسین اور فتدلیٰ کی تفسیر او ادنیٰ ہے۔ قوس یعنی کمان جو کہ لکڑی کی ٹیڑھی شکل پر ہوتی ہے اور اس کمان کے دو کنارے ہوتے ہیں اور ہر کنارہ کو عربی میں قاب کہتے ہیں تو اب ہر قوس کے دو قاب ہوئے اب سوال پیدا ہوا کہ قرآن پاک میں تو وارد ہے قاب قوسین۔ یعنی دو قوس اور کمان کا ایک قاب۔ اب یہ کیسے متصور ہوگا کیونکہ ایک قوس کے دو قاب اور کنارے ہوتے ہیں نہ کہ دو قوس کا ایک قاب تو علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ شرح مواقف میں اس کا جواب دیا ہے۔ کہ قرآن پاک کی عبارت دراصل اس طرح تھی فکان قابی قوسٍ یعنی ہر دو کے درمیان کمان کے دو کناروں کے برابر فاصلہ رہ گیا اب آیت کا یہ معنی ہوا کہ دنیٰ یعنی قریب ہوا

اور ہر دو کے درمیان قوس کے دو کناروں جیسا قرب ہوا اور تدلیٰ یعنی خوب اتر آیا اور ادنیٰ یعنی دو کناروں سے بھی کم فاصلہ تھا یہاں تک بندہ نے آیت مبارکہ کا مختصر مطلب بیان کیا ہے۔ اب حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں دنیٰ اور قاب قوسین میں اگرچہ قرب ہے لیکن دوئی اور ہر ایک کا تعین اور تشخص باقی ہے لیکن تدلیٰ اور اوادنیٰ کی حد مقرر نہیں کی گئی اور یہ فنافی اللہ کا درجہ ہے اور ممکن باقی باللہ ہوگیا۔ اور اس کا اپنا علیحدہ تعین اور وجود ختم ہوگیا حضرت خواجہ حافظ صاحب فرماتے تھے کہ اس آیۃ مبارکہ میں وحدت الوجود کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کافی مدت سے عادت مبارکہ تھی کہ 15 شعبان المعظم کو ختم بخاری شریف کا اہتمام فرماتے اور اطراف واکناف سے علماء کرام اس ختم مبارک کیلئے آستانہ عالیہ سیال شریف پر حاضر ہوتے یہ فقیر بھی متعدد دفعہ ختم بخاری شریف میں شامل ہوا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب اور ان کے ماموں حضرت مولانا محمد حنیف صاحب کوٹ مومن رحمہما اللہ ہر دو ختم بخاری شریف میں شامل ہوئے چونکہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز اس امر کا بڑا خیال فرماتے تھے کہ بخاری شریف پڑھنے والے ایسے علماء ہوں جو سند اور متن حدیث شریف درست طور پر تلفظ کر سکیں۔ جب ختم بخاری شریف انجام پذیر ہوا تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے روبرو یہ بحث چلی کہ ختم بخاری شریف درست طور پر ہوا ہے یا نہ؟ تو حضرت خواجہ حافظ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اوروں کا تو مجھے پتہ نہیں میں نے جتنے پارے پڑھے ہیں سب کا مضمون زبانی بیان کرسکتا ہوں۔ اس سے حاضرین نے محسوس کیا کہ آپ کا حافظہ کتنا قوی ہے۔

یاد رہے کہ حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف حضرۃ الاستاذ الکامل فقیہ العصر حضرت مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی تھی یہ تقریباً 1939-40ء کا زمانہ تھا۔

بعض شرفاء میں یہ رسم ہے کہ نکاح کے وقت نکاح خواں ایجاب قبول دولہا کے کان میں بالکل آہستہ کہتا ہے کہ دولہا کے سوا کوئی سن نہیں پاتا ایک موقع پر بندہ نے اس طریقہ پر اعتراض کیا تو حضرت خواجہ حافظ صاحب نے بندہ کے اعتراض کو درست تسلیم کیا کہ ایجاب قبول کیلئے ضروری ہے کہ کم از کم گواہ اس کو ضرور سنیں۔

خواجہ حافظ صاحب چونکہ معظم کبیر کے صحیح طور پر سجادہ نشین تھے اس لیئے ان کی روحانیت میں کیا شک ہوسکتا ہے؟ جہاں تک علوم دینیہ ظاہریہ کا تعلق ہے تو آپکو اس میں ید طولیٰ حاصل تھا اس کے باوجود طبیعت میں نہایت درجہ کا عجز وانکسار تھا۔ دردِ دل[1] کی وجہ سے عموماً چشم پرنم رہتے تھے۔ سماع میں تو ان کو ایک خاص کیفیت طاری ہوجاتی تھی ظاہری کروفر سے پرہیز تھی اپنے علاقے کا سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے دنیاوی جاہ وحشم کی طرف کوئی التفات نہ تھا اگر وہ چاہتے تو بڑے بڑے حکومتی اداروں میں رسائی حاصل کر سکتے تھے لیکن انہوں نے کبھی ایسا نہ کیا اور اپنے اسلاف کی سنت کو زندہ رکھا اور آباؤ اجداد کے ذریعے جوان کو روحانی عزت حاصل تھی اس پر صرف قانع ہی نہ تھے بلکہ اس عزت پر ان کو فخر تھا اور اسی ذوق میں جانِ جہان آفرین کے سپرد کردی وہ اس قحط الرجال کے دور میں اسلاف کی علامت تھے ان کے مزار پر رحمت کی بارش ہو اور صالحین کے ساتھ ان کا الحاق ہو اور ان کے پس ماندگان کو اللہ تعالیٰ ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

یوں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ہر علوم پڑھانے میں ماہر تھے اور یہ ان کو ہی تجربہ ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا بعض لوگ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو صرف منطقی خیال کرتے ہیں کہ آپ کو صرف علم منطق میں مہارت

---

[1] ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب کتاب یوسف زلیخا پڑھاتے وقت جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے کا واقعہ آتا تو حضرت خواجہ صاحب دھاڑیں مار کر روتے تھے۔ اور آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہوجاتی تھی۔
(نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ)

حاصل ہے یہ بات غلط ہے بلکہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہر علوم پڑھانے میں یدطولیٰ حاصل تھا اب بندہ ناچیز بیضاوی شریف کے اسباق کے بعد ایک حدیث شریف بھی علماء اور طلباء کے آفادہ کیلئے ذکر کرتا ہے جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو حدیث شریف پڑھانے میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا حدیث پڑھانے کا انداز

مشکوٰۃ المصابیح کی پہلی حدیث شریف کی تشریح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عن عمر بن الخطاب الخ اس حدیث شریف کے متعلق تمام ابحاث آگے ذکر کریں گے کہ یہ ذکر کیوں کی جاتی ہے تو چونکہ اس میں حضرت عمر بن خطاب کا نام ہے اس لیئے آپ کے مختصر حالات ذکر کئے جاتے ہیں آپ کا نام عمر ہے اور والد کا نام خطاب اور آپ کا لقب فاروق ہے باقی امیر المومنین سب سے پہلے آپ کو کہا گیا حضرت ابوبکر صدیق کو امیر المومنین نہیں کہا جاتا تھا آپ کا نسب نامہ کعب ابن لوئی پر حضور علیہ السلام سے مل جاتا ہے ابو حفص آپ کی کنیت ہے جو کہ حضور ﷺ نے تجویز کی اور یہ کنیت آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق ہے جو حضور علیہ السلام کے نکاح میں تھیں۔ باقی آپ کا لقب فاروق یوں ہوا کہ ایک یہودی اور ایک منافق تھا دونوں میں پانی کے متعلق جھگڑا ہو گیا یعنی جو زمین کو پانی دیا جاتا ہے جیسے کہ نہری زمینوں میں ہوتا ہے کہ آج ہماری باری ہے پانی کی اور آج تمہاری ہے تو اس وقت بھی ایسے ہی تھا تو پھر باریوں میں ان کا جھگڑا ہو گیا یہودی مانتا تھا کہ حضور علیہ السلام حق فیصلہ فرمائیں گے لہٰذا اس نے کہا کہ چلو ہم تمہارے (منافق کے کیونکہ بظاہر تو وہ مسلمان تھا) نبی کے پاس فیصلہ لے چلتے ہیں انہوں نے جو فیصلہ فرمایا مجھے منظور ہو گا مگر چونکہ منافق تھا اور اس کو اس بات کا بھی علم تھا کہ نبی کریم ﷺ اس کے حق میں فیصلہ دیں گے کیونکہ سچا وہی ہے تو اس

منافق نے انکار کر دیا اور کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں جو کہ یہودیوں کا ایک بہت بڑا عالم تھا تو یہودی نے اس منافق کو شرمندہ کیا کہ تجھے اپنے نبی کا فیصلہ منظور نہیں اور تو کہتا ہے مسلمان ہے۔ بالآخر یہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور سارا معاملہ بیان کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا جب باہر نکلے تو منافق نے کہا یہ مسئلہ دنیاوی اور سیاسی ہے نبی علیہ السلام ذرا سیاسی معاملات میں کامل بصیرت نہیں رکھتے۔ (نعوذ باللہ) جیسے کہ عمر بن خطاب رکھتے ہیں تو ان کے پاس چل کر فیصلہ کرائیں گے جو انہوں نے فیصلہ کیا وہ مجھے منظور ہو گا (تو اس کو یہ گمان تھا کہ میں بظاہر مسلمان ہوں اور حضرت عمر میرا خیال رکھیں گے اور یہ چونکہ یہودی ہے اس لیئے یہ فیصلہ میرے حق میں دیں گے) تو یہودی بے چارہ چل پڑا، حضرت عمر کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو سب سے پہلے یہودی نے یہ بتایا کہ یہ فیصلہ اس سے قبل ایک مرتبہ تمہارے نبی ﷺ نے میرے حق میں کر دیا تھا لیکن اس نے کہا میں نہیں مانتا مطلب یہ کہ سارا معاملہ یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کر دیا تو پھر حضرت عمر نے اس منافق سے پوچھا کیوں بھائی یہی بات ہے؟ تو اس نے کہا کہ حضور یہی بات ہے آپ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہر جاؤ میں آتا ہوں آپ اندر تشریف لے گئے اور اندر سے تلوار لے آئے اور باہر آ کر اس منافق کی گردن اڑا دی فرمایا۔ ''جو میرے نبی کے فیصلہ کو نہیں مانتا اس کیلئے میرا یہ فیصلہ ہے چنانچہ اس کے بعد آپ کا لقب ''فاروق'' پڑ گیا قرآن کی یہ آیت آپ کے اس عمل کی تائید میں اتری:

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنو بما انزل الیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکمو الی الطاغوت و قد امروا ان یکفروا به الخ ۱۲

ا۔ فاروق لقب پڑجانے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ آپ کے اسلام لانے سے قبل مسلمان اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا کرتے تھے کفار کے ڈر کی وجہ سے تو جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو لوگوں نے اپنا سلام ظاہر کر دیا کیونکہ آپ کی وجہ سے اب کوئی خوف نہیں تھا اس لیئے

آپ فاروق کہلاتے ہیں۔آپ کے اسلام لانے سے قبل چالیس مرد اور دس عورتیں اسلام لا چکی تھیں مطلب یہ کہ یہ اکتالیسویں مرد تھے یعنی اکتالیسویں نمبر پر مسلمان ہوئے آپ اعلان نبوت کے چھ سال بعد ایمان لائے اور سات سال ایمان کی حالت میں مکہ شریف میں رہے۔یا ایھا النبی حسبك الله ومن اتبعك من المومنین آپ کے ہی حق میں نازل ہوئی آپ کی خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد شروع ہوئی اور آپ کے خلافت پر ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمارہے تھے کہ میرے بعد عمر کا فیصلہ ہوگا اور اس پر اتفاق ہے کہ آپ نص پر خلیفہ بنے آپ تیرھویں ہجری میں خلیفہ مقرر ہوئے۔باقی سن ہجری آپ نے ہی شروع فرمایا تھا کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے دل میں خیال کیا کہ ہم عیسوی سن کا حساب شمار کرتے ہیں کوئی ہمارا اسلامی سن بھی ہونا چاہیے تو پھر آپ نے سن ہجری کا سلسلہ شروع کر دیا۔آپ کی بے شمار فتوحات ہیں کیونکہ بعض ممالک تو نبی علیہ السلام کے زمانہ میں فتح ہوئے بعض ابوبکر کے عہد خلافت میں فتح ہوئے اور جو رقبہ آپ کی خلافت کے عہد میں فتح ہوا وہ تقریباً ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل تھا۔آپ کی خلافت ساڑھے دس سال ہے آپ کو ایک نصرانی ابولولو نے مدینہ شریف میں شہید کیا۔ابوبکر اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ سے روایت کرتے ہیں جو احادیث ان سے مرفوع ہیں وہ کل پانچ سو سینتیس ہیں۔اکیاسی ان کی احادیث منقول بخاری و مسلم میں ہیں بخاری میں علیحدہ چونتیس احادیث ہیں اور اکیس علیحدہ مسلم میں ہیں جو کہ
بخاری و مسلم میں ہیں بخاری میں علیحدہ چونتیس احادیث ہیں اور اکیس علیحدہ مسلم میں ہیں جو کہ
بخاری میں نہیں ہیں باقی چھبیس احادیث مشترک ہیں یعنی بخاری میں بھی ہیں اور مسلم میں بھی ہیں آپ کی انگوٹھی کا نقش تھا۔کفی بالموت واعظا یعنی یہ عبارت انگوٹھی پر تحریر تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ موت والے واعظ کافی ہے اور کسی کی ضرورت نہیں جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو ملائکہ کرام نے بھی آپس میں خوشی کا اظہار کیا تھا اور بھی کافی فضائل و حالات ہیں لیکن انہی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

یہاں تک پانچ اسباق ہو گئے۔اب چھٹا سبق شروع ہوتا ہے اس حدیث کو کتب الحدیث کہتے ہیں یعنی یہ حدیث مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کو کتب احادیث میں پہلے لایا جاتا ہے تو یہ حدیث شیخ (صاحب مصابیح) نے بھی خطبہ میں ذکر کی تھی تو اس نے اس کی تقلید کی ہے باقی یہاں کئی ابحاث ہیں اور یہ حدیث بڑی مشکل ہے۔

پہلی بحث:۔ یہ ہے کہ اعتراض ہوا کہ یہ حدیث خطبہ میں کیوں ذکر کی گئی ہے؟ احادیث کی ابتداء تو بعد میں کتاب الایمان سے ہو رہی ہے اور اس کو پہلے ذکر کر دیا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ خطبہ میں اس لیئے لائی جاتی ہے کیونکہ اس بات کا درس دیتی ہے کہ اپنی نیت درست کرلے تو جو طالب علم ہوگا وہ تب کتاب شروع کرے جبکہ پہلے نیت درست ہو تو مطلب یہ ہے کہ جو بھی شروع فی العلم ہو وہ پہلے اپنی نیت کو درست کرے۔پھر حدیث کو پڑھے کیونکہ بعد میں جتنی احادیث ہوں گی ان سب کی مدار اس پر ہے تو اس لیئے یہ پہلے ذکر کی گئی ہے۔

دوسری بحث: یہ عن جارہ ہے تو یہ کسی نہ کسی کے متعلق ہوگا تو اس کا تعلق رُوِیَ ہے عن عمر الخ

تیسری بحث:۔ یہاں کئی روایات ہیں ایک تو یہ کہ انما الاعمال بالنیات جیسے کہ یہاں ہے اور کہیں یہ ہوتا ہے کہ انما الا عمال بالنیۃ (مفرد کے ساتھ) اور کہیں یہ ہوتا ہے کہ الاعمال بالنیۃ تو یہ روایت کہ انما الاعمال بالنیات یہ زیادہ مشہور ہے۔یہاں الاعمال اور النیات میں الف لام استغراق کا ہے اب مطلب یہ ہے کہ تمام اعمال نیت کے ساتھ ہیں باقی جہاں یہ ہے کہ انما لاعمال بالنیہ الا عمال بالنیۃ تو الاعمال پر الف لام جنس کا ہے اور النیۃ پر الف لام استغراق کا ہے اور مطلب یہی ہے اور جہاں یہ ہے کہ الاعمال بالنیۃ تو یہاں بھی دونوں پر الف لام استغراق کا ہے مطلب سب کا ایک ہے۔

چوتھی بحث:۔ النیات میں دو احتمال ہیں یا تو یہ الف لام عوض مضاف الیہ کے ہے (الاعمال) اور یا مقابلہ جمع کا جمع کے ساتھ ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک عمل کی مراد اس کی اپنی نیت پر ہے۔

پانچویں بحث: انما میں کہ انما الا کے معنی میں ہوتا ہے اور انما میں نفی ہوتی ہے اور بظاہر تو نفی نفس اعمال کی طرف راجع ہے یعنی ما الاعمال الا بالنیات لیکن یہاں یہ مراد نہیں ہے کیونکہ اگر اس طرح ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اعمال کی ذات کا صدور نیت سے ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسے نہیں ہے کیونکہ بعض اعمال صادر تو ہوتے ہیں لیکن نیت نہیں ہوتی لہٰذا یہاں اضمار ہوگا تو اضمار پھر دو قسم ہے ایک یہ کہ انما الا عمال الخ بالنیات کا متعلق نکالیں گے کیونکہ اس کا تعلق اعمال کے ساتھ تو نہیں ہو سکتا۔ تو شافعیہ نے کہا کہ اس کا تعلق صحیح ہے کہ اعمال صحیح ہوتے ہیں نیت کے ساتھ تو وہ کہتے ہیں کہ کوئی عمل بغیر نیت کے صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ وضو بھی ایک عمل ہے تو یہ بھی ان کے نزدیک بغیر نیت کے نہ ہوگا نیت کے ساتھ صحیح ہوگا اور ہم احناف کہتے ہیں کہ اگر وضو کی نیت نہ کرے تب بھی وضو صحیح ہوگا تو احناف پھر اس کا متعلق کاملۃ نکالتے ہیں کہ اعمال کامل ہوتے ہیں نیت کے ساتھ تو وضو میں اگر نیت ہوئی تو کامل ہوگا اور بغیر نیت کے اگرچہ کامل تو نہیں لیکن نفس وضو ہو جائے گا اب احناف پر اعتراض ہو گیا نماز بھی ایسے ہی ہونی چاہیے کہ نیت کے ساتھ کامل ہو اور بغیر نیت کے کامل نہ ہو لیکن نفس نماز ہو جانی چاہیے مگر تم کہتے ہو کہ نیت کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو احناف کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نماز میں صرف ایک ہی جہت ہے کہ اس سے عبادۃ مقصود ہے اور عبادۃ بغیر نیت کے نہیں ہوتی لہٰذا اگر نیت نہ ہوئی تو عبادۃ (نماز) نہ ہوگی برخلاف وضو کے کہ اس میں دو جہتیں ہیں کہ وضو عبادۃ بھی ہے اور دوسری عبادۃ کا آلہ بھی ہے۔ تو بغیر نیت کے اگرچہ عبادۃ نہ ہوگا مگر دوسری نماز کیلئے آلہ تو ہوگا باقی کاملۃ یہ متعلق کوفی نکالتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک صیغہ صفت کا متعلق ہوتا ہے اور بصری تکمل نکالیں گے کیونکہ ان کے نزدیک فعل مقدر متعلق ہوتا ہے تو یہاں تک مضاف کی ایک تقریر آ گئی اب دوسری تقریر یہ ہے کہ

حکم الاعمال بالنیات کیونکہ نفی نفس اعمال کی طرف تو راجع نہیں ہو سکتی لہٰذا یہ تقریر ہوگی تو اب حکم دو قسم ہے ایک دنیاوی اور دوسرا اخروی۔ دنیاوی حکم یہ ہے کہ مثلاً صحت وفساد اور اخروی یہ ہے کہ مثلاً ثواب وعقاب تو اس میں تو احناف وشوافع کا اجماع ہے کہ حکم اخروی نیت کے ساتھ ہوتا ہے یعنی ثواب نیت پر ہوگا باقی شافعیہ یہ کہتے ہیں کہ دنیاوی حکم بھی نیت سے ہوتا ہے مگر احناف یہ نہیں لیتے کیونکہ عموم المشترک لازم آجائیگا اور اشتراک لفظی منع ہے جیسے وضو بغیر نیت کے صحیح ہے کیونکہ دنیاوی حکم میں نیت تو نہیں لیتے باقی نماز میں وہی اعتراض ہو جائیگا تو مطلب یہ ہے کہ نماز سے مقصود ثواب ہوتا ہے اور وضو سے مقصود ثواب نہیں بلکہ دوسری عبادت (نماز) کا آلہ ہے۔

چھٹی بحث:۔ اعمال سے کیا مراد ہے تو اس سے عام مراد ہے خواہ عبادات مستقلہ ہوں (مستقل کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی کا آلہ نہیں) تو سب کی مدار نیت پر ہے جیسا کہ صلوٰۃ زکوۃ وغیرہ تو یہ تب صحیح ہوں گی کہ نیت ہو اور بغیر نیت کے نہ صحیح اور نہ ثواب ہوگا اور خواہ مستقل عبادات تو نہیں ان کی شرائط ہوں (لیکن یہاں عموم مشترک نہیں لے رہے عبادات مستقلہ ہیں) یہ وضو اور شرائط عورت فی الصلوٰۃ تو ان کے ثواب کی مدار نیت پر نہیں ہے۔ باقی امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ صرف طہارت میں ثواب کی مدار نیت پر ہے صحت کی مدار نیت پر نہیں لیکن ستر عورت میں نہیں کہہ سکتے تو ان پر اعتراض ہے کہ ستر عورت میں یہ کیوں نہیں ہے کہ بغیر نیت کے صحیح ہے وضو اور ستر عورت میں فرق کیا ہے۔ یا اعمال کے برابر امور مباح ہوں تو مباح عمل کی مدار بھی نیت پر ہے یعنی نیت کرے تو تب برائی یا نیکی ہوگی بغیر نیت کی مباح عمل نیکی نہیں بن سکتی ہے کہ مثلاً آدمی روٹی کھاتا ہے پانی پیتا ہے یا دوسری لذت والی جو چیزیں ہیں تو ان کے ثواب کی مدار بھی نیت پر ہے اگر نیت یہ ہے کہ روٹی کھاؤں گا وغیرہ وغیرہ تو ان سے عبادت کی طاقت آئے گی تو نیکی بن جائیگی اور اگر نیت یہ ہے کہ میں یہ کھاؤں پیوؤں تا کہ نفسانی خواہشات کیلئے طاقت بن جائے تو گناہ بن جائیگا۔ اسی طرح جو خوشبو لگاتا ہے تو اگر یہ نیت کی کہ خوشبو نہ

لگائی تو جب بندوں کی مجلس میں بیٹھوں گا تو ان کی تکلیف ہوگی تو ثواب ہوگا اور اگر یہ نیت کی کہ خوشبو لگا کر جب باہر نکلوں گا تو عورتیں عاشق ہوں گی تو یہ گناہ بن جائیگا۔ جیسے ملا علی قاری ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا جارہا تھا تو ریت کے ایک ٹیلے کے قریب سے گزرا تو اس وقت قحط کا زمانہ تھا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ ریت کا ٹیلا گندم کے دانے بن جائیں تو میں ساری مخلوق کو تقسیم کردیتا تا کہ قحط سے نجات ملتی تو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی پر وحی نازل کی کہ ہم نے اس کو اتنا ثواب دے دیا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ آدمی تمام نیکیوں کی نیت ضرور کرے تا کہ ثواب ہمیشہ ملتا رہے یعنی میں حج بھی کروں گا وغیرہ وغیرہ اسی طرح ایک اور مثال بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کا ایک رشتہ دار ہے اور وہ پڑوسی بھی ہے اور وہ بھوکا بھی ہے تو اب یہاں بھی ثوب کی مدار نیت پر ہے کہ اس نے اگر اس کو کچھ کھانے کیلئے دیا محض یہ نیت کی کہ یہ میرا پڑوسی ہے یا محض یہ نیت کی کہ یہ میرا رشتہ دار ہے تو ایک ثواب ملے گا اور اگر یہ نیت کی کہ میرا پڑوسی بھی ہے میرا رشتہ دار بھی ہے تو دو ثواب ملیں گے اور اعمال سے مراد ایک یہ ہے کہ تروک (جمع) ترک اس میں داخل ہیں کہ زنا نہ کرنا، چوری نہ کرنا، گلہ نہ کرنا مثلاً اعمال ان کو بھی شامل ہے کیونکہ ترکیں بھی فعل ہوتی ہیں کیونکہ ان میں کف النفس ہوتا ہے۔ ایسے ہی ایک آدمی زنا ترک کرتا ہے تو مدار نیت پر ہے۔

ساتویں بحث: ایک اعتراض وجواب میں ہے اعتراض یہ ہے کہ تم نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات تو نیت بھی قول کا فعل (عمل) تو جب ہر عمل کیلئے نیت ہوتی ہے تو پھر نیت کیلئے بھی ایک اور نیت کرنی پڑے گی اور پھر اس کیلئے اور ایک نیت کرنی پڑے گی۔ ہلم جرا تو تسلسل لازم آجائیگا جو کہ باطل ہے تو اس کے کئی جوابات دیئے گئے ہیں لیکن ہم وہ ذکر کرتے ہیں جو زیادہ صحیح ہے وہ یہ کہ عام مخصوص البعض ہے کو الاعمال سے مراد وہ عمل ہے جو نیت (عمل) کے بغیر ہیں اور مخصص یہاں عقل ہے جیسے کہ ان اللہ علی کل شئی قدیر اور خاتم النبیین میں ہے۔

آٹھویں بحث: کہ نیت کا اصل کیا ہے اور کیا معنی ہے تو نیت کا اصل نویت ہے تو سید والا قانون لگا تو نیت بن گیا (بالتخفیف) بھی جائز ہے باقی نیت کے دو معنی ہیں ایک لغوی، دوسرا شرعی۔ لغوی معنی تو مقصد ہے اور شرعی یہ ہے کہ کس چیز کا قصد کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کیلئے اور یہاں مراد لغوی معنی ہے، شرعی نہیں ہے وہ آگے آئے گا کہ شرعی معنی نہیں بن سکتا تو وہ یہ ہے کہ ایک نیت ہے اللہ اور رسول کیلئے اور ایک دنیا کیلئے تو اگر شرعی ہو تو وہ تقسیم نہیں ہو سکتا صرف اللہ رسول کیلئے ہوگا لہٰذا شرعی مراد نہیں بلکہ لغوی ہے۔

نویں بحث: اعمال کا مدار نیت پر ہے یعنی لفظ پر نہیں مثلاً نیت یہ تھی کہ میں یہاں سے اس لئے جا رہا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھوں گا لیکن منہ سے عصر کی نماز نکل گئی تو عصر نہ ہوگی ظہر کی ہی ہوگی کیونکہ اعمال کی مدار نیت پر ہے لیکن اگر دل میں تھا کہ عصر کی نماز پڑھوں گا اور منہ سے نکل گیا ظہر کی تو نہیں ہوگی۔

دسویں بحث: یہ خاص بحث ہے کہ دل میں تو نیت عبادت کی ضروری ہے مگر کہا گیا ہے جیسے کہ نمازوں کی نیت زبان سے کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں اس نماز کی پڑھتا ہوں خاص واسطے اللہ تعالیٰ کے الخ تو اس میں جھگڑا ہے کہ منہ سے تلفظ کرنا کیا ہے تو بعض (صاحب ہدایہ وغیرہ) نے کہا ہے کہ منہ سے تلفظ کرنا مستحب ہے کیونکہ اصل تو نیت تھی (نیت تصور کا معنی ہے کہ تصور کرے) جیسے رمضان میں سحری کے وقت روزہ رکھنے کیلئے لوگ اٹھتے ہیں تو منہ سے تلفظ تو کوئی نہیں کرتا کہ آج میں روزہ رکھوں گا تو یہ نیت (کہ تصور کرے) تو ضروری ہوتی ہے لیکن لفظوں میں سے ذرا نیت میں آسانی ہوتی ہے اور بغیر الفاظ کے ذرا مشکل ہے جیسا کہ میں سردار احمد[1] (صاحبزادہ) کا نام لوں تو

---

[1] مندرجہ ذیل احادیث کو سماعت کرنے والوں میں مفتی محمد ابراہیم قادری سکھر، صاجزادہ سردار احمد صاحب کھرپڑ شریف، مولانا عبدالرشید پدھراڑوی، مولانا محمد اصغر علی سیالوی، مولانا محمد اسلم جھنگوی، مولانا مفتی محمد ابراہیم ڈیرہ اسماعیل خان اور مولانا غلام محمد شرقپوری وغیرہ شامل تھے۔ اور یہ تقریر مولانا محمد اقبال قادری صاحب ڈیرہ اسماعیل خان حال مقیم مبارک مسجد کراچی گوری نے قلم بندکی۔

فوراً معلوم ہو جائے گا کہ فلاں مراد ہے اور یونہی اگر میں تلفظ کے نہ کروں دل میں نام لینے کی نیت کرتا ہوں تو کچھ معلوم نہ ہوگا اور زیادہ ابن ہمام وغیرہ اس طرف ہیں کہ منہ سے تلفظ کرنا بدعت ہے۔ بلکہ صرف تصور کرنا چاہیے وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ نبی ﷺ سے لے کر تابعین تک کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ مثلاً میں نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز ظہر کی یعنی زبان سے تلفظ کیا ہو بلکہ تمام احادیث میں بھی یہی ہے کہ جب نماز کیلئے آئے تو تکبیر پڑھے یعنی تکبیر تحریمہ سے نماز کو شروع کرے یہ نہیں کہ تکبیر سے پہلے بھی کوئی تلفظ کرے (استاذ صاحب نے فرمایا) کہ ہمارا بھی یہی خیال ہے کہ یہ بدعت ہے جیسے کہ یہ ہے کہ فمن وجب علی فعل لم یشرع علی الشارع فھو مبتدع باقی وہ حضرات جو مستحب کے قائل ہیں وہ بھی بدعت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے قائل ہیں کہ تلفظ میں ذرا آسانی ہے۔

گیارہویں بحث: بالنیات میں باء کونسی ہے؟ تو بعض نے استعانت کی بنائی ہے اور بعض نے مصاحبۃ کی بنائی ہے لیکن زیادہ صحیح استعانت کی ہے کیونکہ اگر مصاحبت کی ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ سارے اعمال کی نیت مصاحب ہو حالانکہ سارے اعمال میں نیت کوئی مصاحب نہیں ہوتی مثلاً حج میں صرف نیت ابتداء میں کرتے ہیں اور اگر استعانت کی ہو تو معنی یہ ہوگا کہ عمل میں استعانت نیت کے ساتھ کرنا چاہیے۔

بارہویں بحث: (یہ بحث ذرا بعید ہے) یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ نیۃ المومن خیر من عملہ تو اس کا کیا مطلب ہے اس کے کئی مطلب ہیں لیکن ہم صرف دو ذکر کریں گے ایک یہ کہ نیت مستقل عبادۃ ہے کوئی اور شرط وغیرہ نہیں اور عمل کیلئے نیت شرط ہے تو عمل نیت پر موقوف ہے اور نیت عمل پر کوئی موقوف نہیں بلکہ عمل کیلئے موقوف علیہ ہے تو پھر نیت عمل سے بہترین ہوئی اور دوسرا یہ کہ عمل میں ریاء کا احتمال ہوتا ہے لیکن نیت میں ریاء کا احتمال بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ اندر سے ہوتی ہے۔

تیرہویں بحث: یہ ہے کہ طلاق وعتاق اور بیع شراء میں اگر نیت نہ ہو تو پھر بھی واقع ہو جاتے ہیں حالانکہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے مثلاً اگر طلاق مذاقاً بھی ہو تو بھی واقع ہو جائیگی اگر قصد نہ بھی ہو تو پھر بھی واقع ہوگئی تو مطلب یہ ہے کہ یہ چاروں اس قاعدے سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ شارع نے خود ان الفاظ کو معانی کے قائم مقام کر دیا ہے تو گویا لفظ بھی بمنزلہ نیت کے ہے جیسا کہ مذاقاً اگر کوئی کلمہ کفر کہے اور نیت نہ بھی ہو تو کفر ہو جاتا ہے تو یہ تیرہ ابحاث انما الاعمال بالنیات کے متعلق آگئیں۔

وانما لا مری مانوی اس میں بھی کئی ابحاث ہیں لیکن ہم بعض کو یعنی خاص خاص کو ذکر کریں گے۔

پہلی بحث: تم نے مرد کا حکم بیان کیا ہے تو عورت کا پھر کیا حکم ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ امرئ کا اصلی معنی تو مرد ہے لیکن یہاں مرد نہیں بلکہ شخص ہے تو شخص سے مراد عام ہے مرد ہو کہ عورت ہو تو ذکر خاص مراد عام یا پھر یہ صرف مردوں کا حکم ہے لیکن چونکہ عورتیں مردوں کے حکم میں تابع ہوتی ہیں جیسے کہ قرآن میں صرف مردوں کیلئے ہی حکم آتا ہے تو عورت بھی مرد کی تابع ہوتی ہے اس لئے عورت کا ذکر نہ کیا۔

دوسری بحث: اس کا کیا مطلب ہے کہ مرد کیلئے وہ ہے جو اس نے قصد کیا تو قصد تو دل میں ہے اور جو (یعنی مرد کے لئے جو لفظ ہے) تو اس کا کیا مطلب ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں حرف مضاف ہے کہ انما الامری جزاء مانوی اور بھی مضاف محذوف نکال رہے ہیں لیکن ہم یہاں صرف یہی بیان کریں گے تو جزاء عام ہے کہ اگر خیر کی قصد ہو تو ثواب ہوگا اور اگر شر کی قصد ہو تو عتاب ہوگا۔

تیسری بحث: یہ ہے کہ اس جملہ میں اور پہلے جملہ (انما الاعمال الخ) میں فرق کیا ہے وہاں بھی نیت کا ذکر ہے اور یہاں بھی نیت کا ذکر ہے تو پھر فرق کیا ہوا تو جواب یہ ہے کہ ان میں کئی فرق ہیں سو پہلا فرق یہ ہے کہ پہلے جملہ میں ایک یہ تھا کہ اعمال کی صحت نیت پر ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ عمل صحیح ہو تو قبول بھی ہو صحت اور ہے اور قبولیت اور ہے صحت تو یہ ہے کہ آدمی قیام رکوع وسجود بڑے اطمینان اور ٹھیک طریقہ سے کرے تو دیکھنے والا کہے گا کہ اس کی نماز قبول ہوگئی ہے لیکن شائد خدا تعالیٰ منظور نہ کرے تو پہلے جملہ میں صحت کی بات تھی اور اس جملہ میں ثمرہ کی بات ہے یعنی قبول ورد یا ثواب عقاب تو اگر اچھے کام کی نیت کی تو قبول ہوگا برے کی نیت کی برا اسی طرح اچھے کی نیت کی تو ثواب ہوگا۔ برے کی نیت کی تو عتاب ہوگا اور دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک عمل ہوتا ہے اور ایک مالا جلہ العمل یعنی جس کے لئے عمل کیا جاتا ہے تو پہلے جملہ میں بحث تھی نفس عمل صحت فساد کی کہ نفس عمل نیت کے ساتھ ہوتا ہے اور اس جملہ میں مالا جلہ العمل کی بات ہے کہ اس کے ساتھ نیت کا تعلق ہوتا ہے یعنی ثواب کیلئے عمل ہوا تو ثواب ہوگا۔

فمن کانت هجریه الی الله الخ :-

پہلی بحث: یہ کہ ہے کہ اس کا ماقبل سے ربط کیا ہے اور یہ فاء کیسی ہے تو فاء میں دو احتمال ہیں یا تو یہ فاء تفصیلیہ ہے کہ پہلے اجمال تھا اور یہ اس (انما لامرئ مانوی) اجمال کی تفصیل ہے باقی یہ خاص خاص چیزیں ہیں جن کے ساتھ نیت کا تعلق ہے کہ نیت اگر اللہ تعالیٰ کیلئے ہے تو عمل وہی ہوگا اور اگر نیت دنیا کے لئے ہے تو پھر وہی عمل ہوگا اور یا یہ فاء تفریعیۃ ہے تو انما لامری الخ پر یہ متفرع ہوگا یعنی ان کی تفریع ہے۔

دوسری بحث: ہجرت کا ایک لغوی معنی ہے اور ایک شرعی لغوی معنی تو یہ ہے کہ ترک اور یہ فعل کی ضد ہے اور بعض نے کہا کہ یہ فعل کی نقیض ہے لیکن یہ کہنا درست نہیں کیونکہ نقیضوں کا

اجتماع اور ارتفاع منع ہوتا ہے لیکن ہجرت وفعل کا ارتفاع جائز ہے کہ نہ ہجرت ہو اور نہ فعل ہو جیسے کہ ہم طالب علم ہیں اور جیسے کہ سیاہی وسفیدی یہ ضدیں ہیں اور ان کا ارتفاع جائز ہے کہ نہ سیاہی ہو نہ سفیدی ہو بلکہ سرخی ہو یا اور کوئی ہو اور ہجرت کے شرعی کئی معانی ہیں ایک یہ کہ دار کفر جو اس کا وطن تھا اس کو چھوڑ کر دار اسلام کی طرف چلے جانا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مکہ سے مدینہ اور حبش کی طرف ہجرت کی اور دوسرا معنی یہ ہے کہ جن چیزوں سے خدا نے منع کیا ہے ان کو چھوڑ دینا اسی طرح عالم علم کے لئے وطن کو چھوڑ دیتا ہے۔ حج پر کوئی جاتا ہے تو وطن کو چھوڑ دیتا ہے لوگوں سے علیحدہ رہنا یہ بھی ہجرت ہے تو یہ سارے معانی یہاں مراد ہیں تو یہ سارے معانی اگر اللہ ورسول ﷺ کیلئے ہوں تو ثواب ہوگا ورنہ کوئی نہ ہوگا تو یہاں ہجرت کا لغوی معنی مراد نہیں بلکہ شرعی معنی مراد ہے۔

تیسری بحث: یہ ہے کہ الی اللہ ورسولہ میں الیٰ کا تعلق کیا ہے تو اس میں دو احتمال ہیں اگر یہ کان تامّة ہو بمعنی ثبت کے تو پھر ہجرت کے متعلق یہ کہ وہ شخص جس کو ہجرت ثابت ہے طرف اللہ ورسول کے تو پھر یہ ظرف لغو ہوگی اور اگر کان ناقصہ ہو تو پھر متعلق منویہ ہوگا اور یہ کان کی خبر ہوگی تو معنی یہ ہوگا کہ جس نے ہجرت الی اللہ ورسول کا قصد کیا تو عبارت یوں ہوگی۔ فمن کانت هجرية منوية الی الله الخ

چوتھی بحث: اعتراض ہوا کہ ہجرت رسول ﷺ کی طرح تو ہو سکتی ہے جیسے کہ نبی علیہ السلام مکہ سے مدینہ کی طرف گئے تو دیگر لوگ بھی آپ کی طرف ہجرت کر گئے لیکن ہجرت اللہ کی طرف کیسے ہو سکتی ہے؟ تو اس کے دو جواب ہیں پہلا یہ اللہ کی طرف بھی ہجرت ہوتی ہے جبکہ ہجرت سے مقصود اس کی رضا ہو یعنی اللہ کی طرف ہجرت مجازاً ہوتی ہے کہ ہجرة الی رضا اللہ یعنی ہجرت خود مقصود ہو کہ اللہ کی رضا مندی مقصود ہو اور کوئی دنیاوی غرض نہ ہو دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر محض تمہیداً اصل ہجرت رسول کی طرف ذکر کرنا تھی تو اللہ کا ذکر توطیۃً ہے جیسے کہ قرآن

پاک میں آتا ہے کہ فان للہ خمسہ ولرسول تو اصل میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت بھی اللہ کی طرف ہے جیسے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

پانچویں بحث: اعتراض ہوا کہ کانت تو ماضی کا صیغہ ہے تو اس سے ماضی کا حکم تو پتہ چلا لیکن حال استقبال کا حکم تو پتہ نہ چلا تو جواب یہ ہے کہ جو احکام شرعیہ ہوتے ہیں ان میں یہ اجماع ہے کہ سب زمانے برابر ہوتے ہیں۔لہٰذا زمانے کی کوئی تخصیص نہیں ہاں بعض احکام شرعیہ میں زمانہ کی تخصیص ہوتی ہے لیکن عموماً یہی ہوتا کہ تخصیص نہیں ہوتی تو کانت کا معنی کون ہے جس کی ہجرت کا کون ہے اللہ رسول ﷺ کی طرف تو ماضی ہو یا حال ہو یا استقبال ہو کون تو سب میں مشترک ہے۔

فھجرۃ الی اللہ الخ

پہلی بحث: اعتراض ہوا کہ قاعدہ یہ ہے کہ پہلے جب ایک چیز کو ذکر کیا جائے تو دوبارہ اگر ذکر کرنا ہو تو پھر اس کی طرف ضمیر کو لوٹاتے ہیں تو یہاں ایسے کیوں نہیں کیا۔فھجرتہ الیہ چاہیے تھا تو جواب یہ ہے کہ استلذاذ کیلئے کیا گیا ہے کیونکہ معانی کا قاعدہ ہے کہ استلذاذ کیلئے ایک چیز کو باربار ذکر کیا جاتا ہے۔

دوسری بحث: اہم بحث ہے اعتراض ہوا کہ یہ قاعدہ جو ہے کہ شرط اور جزاء میں مغائرت ہوتی ہے لیکن یہاں عین ہیں۔شرط بھی ھجریۃ ،الی اللہ ورسولہ ہے اور جزاء بھی ھجرتہ الی اللہ ورسولہ ہے تو اس کے کئی جواب ہیں لیکن ہمارا جواب یہ ہے کہ ایک نیت ہوتی ہے اور ایک اس پر ثمرہ ہوتا ہے تو شرط میں نیت ہے اور جزاء میں نیت کا ثمرہ اب معنی یہ ہوگا کہ من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ قصداً فھجرتہ الی اللہ ورسولہ منفعۃ تو جس کا قصد ہے اس کا نفع ہوگا دوسرا جواب بعض نے کہا کہ من کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فی

الدنیا فھجرتہ الی اللہ ورسولہ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔ان سب صورتوں میں الی الخ ظرف مستقر ہوگا کیونکہ جزاء جملہ ہوتا ہے تو الی ہجرت کے متعلق نہ ہوگا تو دونوں صورتوں میں خبر تیسرا جواب تو اب الیٰ متعلق ہے مقولہ کے تو خبر محذوف یہ تو اب دونوں احتمال ہوں گے کہ ہجرت کے متعلق ہو تو خبر محذوف برخلاف پہلی صورت کے وہاں کان تامہ تھا وہاں کچھ محذوف نہ تھا۔

ومن کانت ھجریہ الخ تو یہاں (جزاء میں) الیٰ کا متعلق محذوف ہے۔

پہلی بحث: یہ ہے کہ جزاء میں یہ کیوں نہیں کہا کہ فھجرتہ الی الدنیا و امرتہ یصیبھا جیسے کہ پہلے جملہ میں کہا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ قبیح چیز تھی اور قبیح کا ایک دفعہ ہی ذکر ہوتا ہے دوسری جگہ کنایہ کیا جاتا ہے۔

دوسری بحث: یہ ہے کہ امراۃ کا کیوں ذکر کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ جیسے آیات کے شانِ نزول ہوتے ہیں یونہی احادیث کے بھی اسباب ہوتے ہیں (احادیث کے شان نزول نہیں ہوتے بلکہ اسباب ہوتے ہیں شان نزول صرف آیات کے ہوتے ہیں) تو یہاں جو امراۃ کا ذکر کیا ہے تو یہ حدیث کا سبب ہے کہ حدیث اس لئے فرمائی کہ ایک بندہ ایک عورت ام قیس پر عاشق ہوگیا اس نے کہا کہ تو مجھ سے نکاح کر تو عورت نے کہا کہ نکاح تب کروں گی کہ تو ہجرت کرے گا یہ تھے دونوں مسلمان تو پھر مرد نے ہجرت کی تو عورت نے نکاح کیا اب اس بندہ کے متعلق یہ مشہور ہوگیا تھا کہ مہاجر ام قیس تو اس واقعہ کی تفصیل میں حدیث بیان ہوئی ہے۔

تیسری بحث: اس سے تو یہ پتہ چلا کہ ہجرت کا تو وہی قصہ جو ذکر کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے خصوص امور کا اعتبار نہیں ہوتا تو مطلب یہ ہے کہ سب (شان نزول) اگرچہ خاص ہے لیکن حدیث عام ہے کہ اس کے ساتھ صرف مختص نہیں بلکہ تمام کے ساتھ ہے باقی الیٰ کا متعلق شرط وجزاء دونوں منصرفۃ ہے کیونکہ متعلق ایسا ہونا چاہیے کہ الیٰ اس کا صلہ آئے۔

چوتھی بحث: دنیا میں ہے کہ اس کا وزن فعلیٰ ہے اور یہ مشتق ہے دنوٌ سے اور دنوٌ کا معنی قرب ہے تو یہ صیغہ اسم تفضیل مذکر ہے یعنی ادنیٰ ہے تو پھر دنیا کا معنی قرب ہے باقی دنیا کو دنیا اس لئے کہتے ہیں کہ یا تو یہ زوال کے قریب ہے یعنی قیامت آجائے گی تو اس صورت میں یہ اس کی صفت بحالہ ہوگی یا یہ آخرت سے ہمارے قریب ہے کیونکہ آخرت ہم سے بعید ہے تو اس صورت میں صفت بحال متعلقہ ہوگی کیونکہ ہم کو پتہ چل جاتا ہے باقی دنیا غیر منصرف ہے الف تانیث ہے یہ ایک سبب ہے قائم مقام دو کے ہے۔

پانچویں بحث: اس بات میں جھگڑا ہے کہ دنیا کا مصداق کیا ہے یعنی دنیا کس کو کہتے ہیں تو یہ آخرت کی ضد ہے نقیض نہیں ہے کیونکہ نقیضوں کا جیسے اجتماع منع ہوتا ہے یونہی ارتفاع بھی منع ہے لیکن ان کا ارتفاع منع نہیں ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ خدا تعالیٰ دونوں کو پیدا نہ کرتا تو مصداق میں صحیح مذہب یہ ہے کہ دنیا سے مراد ساری مخلوق ہے تمام جواہر و اعراض جو آخرت سے پہلے ہیں یعنی موجود ہیں باقی دنیا کا اطلاق ہر جزاء پر بھی مجاز آتا ہے چنانچہ یہاں دنیا سے مراد جزاء ہے۔

چھٹی بحث: یصیبھا کہ اس میں دو ترکیبیں ہیں یا تو یہ دنیا کی صفت ہے یا یہ حال مقدرہ ہے حال ہونے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ حال ہونے اس بندے کے یا حال ہونے اس دنیا کے کہ پہنچے وہ بندہ اس کو۔

ساتویں بحث: کہ امراۃ' کے ذکر کرنے میں ایک وجہ تو پہلے ذکر ہوگئی ہے کہ یہ امراۃ حدیث کا سبب ہے تو اب دوسری وجہ یہ ہے کہ (یعنی عورت کے ذکر کرنے کی دوسری وجہ) عورت سے جو نکاح کرتا ہے تو یہ گناہ تو کوئی نہیں بلکہ سنت ہے تو ذکر کر کے بتلانا یہ مقصود ہے کہ اگر اس کی

نیت یہ ہے کہ یہ سنت ہے تو ہجرت کا ثواب نہ ہوگا تو اگر کسی ایسی چیز کی طرف ہجرت ہے کہ وہ سنت بھی نہیں تو بطریق اولیٰ ثواب نہ ہوگا۔

متفق علیہ

پہلی بحث: ۔یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث کیا ہوتی ہے؟ اصطلاح میں یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم دونوں ایک راوی سے روایت کریں تو یہ متفق علیہ ہے اور کبھی کبھی اس کا خلاف بھی ہوجاتا ہے کہ بخاری و مسلم نے تو ذکر کی ہے لیکن ایک راوی سے نقل نہیں کی بلکہ راوی (صحابی) علیحدہ علیحدہ ہیں۔

دوسری بحث: یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ یہ حدیث نصف علم ہے کیونکہ علم دو قسم ہے ایک دل کا اور ایک جوارح کا تو اس حدیث میں دل کے عمل کا ذکر ہے تو پھر نصف ہوگئی باقی عمل قلب کا جوارح کے عمل سے افضل ہے تو پھر یہ نصف افضل ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ثلث علم ہے ۔(یعنی تیسرا حصہ علم کا ہے) کیونکہ بندوں کے عمل یا تو دل سے تعلق رکھتے ہیں یا زبان سے یا جوارح سے تو یہاں اس عمل کا ذکر ہے جو دل سے متعلق ہے تو پھر تیسرا حصہ علم کا بن گئی۔

تیسری بحث: بعض نے کہا کہ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے لیکن یہ متواتر حدیث نہیں ہے جیسے کہ بعض نے کہا کیونکہ متواتر تو یہ ہے کہ زمانہ میں اتنے آدمی ہوں کہ عقل یہ کہے کہ ان کی طرف کذب کی نیت نہیں ہوسکتی لہٰذا یہ متواتر نہ ہوئی کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کو امیر عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا تو یہ ایک راوی ہے اور امیر عمر رضی اللہ عنہ سے علقمہ رضی اللہ عنہ (تابعی) نے روایت کیا (یہی صحیح روایت ہے کہ ایک نے ہی روایت کی) اور علقمہ سے محمد بن ابراہیم نے روایت کی اور محمد بن ابراہیم سے یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہم نے روایت کی تو یہ تمام ایک ایک راوی ہیں تو اس کے بعد متواتر ہوتی ہے۔

قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کی ایک یہ بھی خصوصیت تھی کہ آپ جس کتاب کا مطالعہ کرتے اس کو بڑے غور وخوض سے پڑھتے اور اس کی گہرائی تک جاتے۔ ایک دفعہ تفسیر ضیاء القرآن کا ایک مقام آپ کی نظر سے گزرا جس کی تفصیل قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی شاہکار کتاب رویت حلال کی شرعی تحقیق میں سپرد قلم کی ہے یادر ہے کہ رویت حلال کی شرعی تحقیق کے متعلق قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ میری چالیس سالہ تحقیق کا نچوڑ[1] ہے

کتاب مذکورہ کے صفحہ 65 پر فرماتے ہیں۔ چونکہ جناب چیئرمین صاحب مفسر قرآن ہونے کے منصب پر بھی فائز ہیں اس لیئے اس مقام پر پیر صاحب کے ایک تفسیری کارنامہ کا ذکر بے محل نہ ہوگا ملاحظہ فرمائیں[2]۔ قرآن پاک میں ہے "ھدی للمتقین" اس کے بعد متقین کی تین صفات کا ذکر ہے

ایک ایمان بالغیب، دوم اقامۃ صلوٰۃ، سوم انفاق رزق۔ جناب موصوف نے "ضیاء القرآن" میں ہر ایک صفت کے متعلق کہا کہ یہ متقی کی پہلی علامت ہے اور یہ دوسری علامت ہے اور یہ تیسری علامت ہے اب سوال یہ پیدا ہوا کہ علامت پر تو شئی کا وجود موقوف نہیں ہوتا تو پھر جناب کی اصطلاح میں ایمان "بالغیب" اور اقامت صلوٰۃ کے بغیر بھی متقی ہوسکتا ہے حالانکہ شرح کی اصطلاح میں اسے کافر کہا جاتا ہے تو لازم آیا کہ چیئرمین صاحب کے نزدیک متقی کافر ہوتا ہے امام ابوبکر جصاص رحمہ اللہ نے ان تینوں صفات کو تقوی کے شرائط کہا ہے اور شرائط پر شئی کا وجود موقوف ہوتا ہے لہٰذا ان صفات کے بغیر کوئی متقی نہیں ہوسکتا تفسیر میں جو لغزش ہوئی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ فاضل موصوف کو طریقہ موجبہ کی طرح علامت کی تعریف کا بھی علم نہ تھا۔

انتہیٰ کلام استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ رویت ہلال کی شرعی تحقیق یہ مطبوعہ کتاب ہے اور مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

۲۔ قبلہ استاذی المکرم اور پیر کرم شاہ کا بعض مسائل میں اختلاف رہا ہے یادر ہے کہ یہ اختلاف بغض وعناد کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ دلائل کی بناء پر اختلاف تھا اور دلائل کی بناء پر اختلاف گستاخی نہیں ہے۔ خلاف دو قسم ہے اول عناد کی بناء پر اور یہ خلاف یقیناً ناجائز اور گستاخی ہے

۔ دوم۔ وہ خلاف جو دلیل کی بناء پر ہے اور یہ خلاف گستاخی نہیں بلکہ بسا اوقات ضروری ہوتا ہے۔ جیسا کہ آئمہ اربع کے درمیان اختلاف ہے چونکہ یہ اختلاف دلیل کی بناء پر ہے لہٰذا یہ گستاخی نہیں ہے۔ جس کی مثال قبلہ استاذی المکرم فرماتے تھے کہ تمام اہلسنت جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کو اکابرین اہلسنت سے مانتے ہیں اور تمام اہلسنت غوث الاعظم کے غلام ہیں۔ لیکن تمام احناف بے شمار مسائل میں حضرت غوث اعظم کا خلاف کرتے ہیں کیونکہ احناف امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں اور غوث اعظم حنبلی مذہب رکھتے ہیں اور امام ابوحنیفہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما کے درمیان بے شمار مسائل میں اختلاف ہے اور چونکہ یہ اختلاف دلیل پر مبنی ہے اس لئے مذموم نہیں ہے اور احناف اس اختلاف کے باوجود حضرت غوث اعظم کے گستاخ نہیں ہیں اگر دلیل کی بناء پر اختلاف مذموم ہے تو پھر احناف کو اپنا مذہب ترک کر کے حنبلی مذہب اختیار کرنا چاہیے۔ اس طرح خواجہ غریب نواز اجمیری قدس سرہ العزیز شافعی المذہب ہیں اور احناف دلیل کی بناء پر حضرت خواجہ کا خلاف کرتے ہیں تو یہ مذموم نہیں ہے۔ اس طرح صاحبین کا بعض مسائل میں امام صاحب کا خلاف تو یہ اختلاف گستاخی نہیں ہے بلکہ دلائل کی بناء پر اختلاف ہے اور یہ جائز ہے۔ جن دنوں میں قبلہ استاذی المکرم علیل تھے تو حضور پیر کرم شاہ صاحب قبلہ استاذی المکرم کی عیادت کیلئے آپ کے گاؤں ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ میں تشریف لائے۔ تو قبلہ استاذی المکرم نے باوجود شدید علالت کے دروازے پر آکر پیر صاحب کا استقبال فرمایا اور کافی دیر محبت بھری گفتگو فرماتے رہے۔ جب پیر کرم شاہ صاحب کا وصال ہوا تو بندہ ناچیز نے آپ کو پیر صاحب کے وصال کی خبر دی تو آپ نے ایک آہ بھری اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور بندہ ناچیز کو فاتحہ خوانی کیلئے بھیرہ شریف روانہ کیا۔ اور بندہ ناچیز نے آپ کی طرف سے فاتحہ خوانی کی۔ اور پھر آپ کے ختم چہلم کے موقع پر بھی بندہ ناچیز پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی نور اللہ مرقدہٗ کی ہمرکابی میں بھیرہ شریف حاضر ہوا۔ پھر جب قبلہ استاذی المکرم کا وصال مبارک ہوا تو پھر صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ قبلہ استاذی المکرم کی فاتحہ خوانی کیلئے ڈھوک دھمن تشریف لائے چونکہ صاحبزادہ فداالحسن صاحب اپنے علاج کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے تھے اس لیئے صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب سے آپ کی ملاقات نہ ہوسکی۔ تو صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ نے بندہ ناچیز کے ساتھ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کیلئے دعا فرمائی۔ یادر ہے کہ جب پیر صاحب تشریف لائے تو بندہ عاجز قبلہ استاذ المکرم کی تقریر ٹیپ ریکارڈ پر سن رہا تھا جب پیر صاحب تشریف لائے تو میں نے ٹیپ بند کر دیا تو آپ نے حکم فرمایا کہ مجھے بھی استاذ صاحب کی تقریر سنائیں۔ بندہ نے ٹیپ آن کیا اور آپ ہمہ تن گوش ہو کر قبلہ استاذی المکرم کی تقریر سنتے رہے اور مجھے حکم فرمایا کہ مجھے بھی قبلہ استاذی المکرم کی تقریر کی کیسٹیں عنایت فرمائیں میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ میں کیسٹیں بھیرہ شریف پہنچا دوں گا اس کے بعد بندہ ناچیز نے وہ جائے نماز جس پر قبلہ استاذی المکرم کے جنازے کی نماز حضور امیر شریعت نائب شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے پڑھائی تھی وہ آپ کو پیش کی آپ نے اس کو بوسہ دے کر سر پر رکھا اور شکریہ ادا کیا۔ بندہ نے عرض کی کہ آپ اس جائے نماز پر بیٹھ کر جب وظائف ادا کریں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو دعاؤں میں یاد رکھنا۔ جب میں قبلہ استاذی المکرم کی تقریر کی کیسٹیں لے کر بھیرہ شریف حاضر ہوا تو میری ملاقات آپ سے نہ ہوسکی کیونکہ آپ بھیرہ شریف میں موجود نہیں تھے میں نے وہ کیسٹیں مفتی محمد خان نوری صاحب کے حوالے کیں کہ یہ صاحبزادہ صاحب زیدہ مجدہٗ تک پہنچا دیں تو آپ نے جواباً فرمایا کہ پہنچا دوں گا۔ اس کے بعد تقریباً دس سال بعد محرم الحرام 2010ء میں بندہ بھیرہ شریف حاضر ہوا دربار شریف پر حاضری کے بعد پتا چلا کہ آپ دربار شریف کے احاطہ میں ہی تشریف فرما ہیں بندہ نے زیارت کا شرف حاصل کیا اور بوقت ملاقات عرض کی کہ بندہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی کے گاؤں سے آیا ہے تو یقین فرمائیں کہ آپ قبلہ استاذی المکرم کا نام سنتے ہی کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔ خوش آمدید، خوش آمدید، مرحبا، مرحبا۔ تشریف رکھئے۔ صاحبزادہ امین الحسنات شاہ صاحب زیدہ مجدہٗ اسلاف کی یادگار ہیں۔ انتہائی منکسر المزاج ہیں اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمر خضری عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ آپ کے ایک شاگردِ عظیم حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم القادری رضوی مدظلہ نے بھی قبلہ پیر صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کروائی لیکن معاملہ جوں کا توں ہی رہا چاہیے تو یہ تھا کہ اس پر مطلع ہونے کے بعد اس مقام کی تصحیح کردی جاتی لیکن آج تک تفسیر ضیاء القرآن میں اس کی تصحیح نہیں کی گئی۔ کیا تفسیر ضیاء القرآن کوئی الہامی کتاب ہے کہ اس میں کمی بیشی نہیں ہوسکتی یقیناً ہوسکتی ہے اگر ہوسکتی ہے تو پھر اس مقام کی تصحیح ہونی چاہیے تاکہ یہ اشکال دور ہوسکے۔ ملاحظہ ہو مولانا محمد ابراہیم القادری رضوی مدظلہ کا خط جو مولانا صاحب نے 1986ء میں قبلہ پیر صاحب کو روانہ کیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدوم محترم فاضل محتشم حضرت مولانا العلامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ بعد از سلام مسنون...... خیر وعافیت...... مزاج گرامی

آپ کی تالیف تفسیر ضیاء القرآن کے کچھ مقامات بندہ کے مطالعہ سے گزرے ہیں بندہ اس سلسلہ میں آپ کی توجہ ضیاء القرآن کے ایک مقام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو بندہ کے نزدیک واجب الاصلاح ہے اس سے میرا مقصود سوائے خیر خواہی کے کچھ نہیں بقول النبی ﷺ الدین النصیحة لله ولکتابه ولرسوله ولایمة المسلمین وعامتهم اور تصانیف میں سہو وخطا کوئی نئی بات نہیں۔ اکابر علماء من المتقدمین والمتاخرین سے بھی واقع ہوئی ہے غلطیوں سے منزہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کا کلام ہے۔ قال الامام المزنی قرات کتاب الرسالة علی الشافعی ثمانین مرة الا وکان یقف علی خطا فقال الشافعی هیه الی الله ان یکون کتابا صحیحاً غیر کتابه۔ جناب نے تفسیر ضیاء القرآن ص 30 حاشیہ 5 میں الذین یومنون بالغیب الآیۃ کے تحت لکھا ہے یہاں سے المفلحون تک ان متقین کی علامات بیان کی گئی ہے جو قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ پھر اسی صفحہ کی آخری سطر میں ہے تو معلوم ہے کہ متقی کی پہلی علامت یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر محکم یقین

رکھنا ہو۔ پھر ص 31 حاشیہ 6 میں ویقیمون الصلوۃ کے تحت تحریر فرمایا یہ متقین کی دوسری علامت ہے

گزارش ہے کہ آپ نے ایمان بالغیب اور اقامۃ الصلوٰۃ کو تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کی شرطیں ہیں اور شرط کو علامت کہنا صحیح نہیں اس پر دلیل سے پہلے تمہید ہے۔ علت۔ سبب۔ شرط اور علامت میں علماء اصول فقہ نے فرق بیان کیا ہے کہ شئی کی علت شئی میں تاثیر کرتی ہے اور شئی کا سبب شئی کی طرف موصل ہوتا ہے۔ اور شرط شئی کی شئی کا موقوف علیہ ہوتی ہے اور علامت شئی کی شئی کا موقوف علیہ نہیں ہوتی بلکہ وہ محض شئی کے وجود کی نشانی ہوتی ہے تو شرط اور علامت میں فرق یہ ہوا کہ شئی کا شرط پر موقوف ہوتا ہے شئی موقوف ہوتی ہے اور شرط موقوف علیہ اور موقوف کا تحقق وجود بغیر موقوف علیہ کے ناممکن ہے لہٰذا شئی کا تحقق بغیر شرط کے ناممکن ہے بخلاف علامت کے کہ اس پر شئی کے وجود کا توقف نہیں ہوتا۔ الحاصل شئی کا تحقق بغیر شرط کے نہیں ہوسکتا بخلاف علامت کے کہ شئی کا تحقق بغیر علامت کے ہوسکتا ہے۔ یہ ساری تفصیل حسامی اور اس کی شرح نامی میں ص 251 وص 270 پر موجود ہے۔

بعد از تمہید آپ کی تفسیر مذکورہ سے لازم آتا ہے کہ ایمان بالغیب اور اقامۃ صلوٰۃ کے بغیر بھی انسان متقی ہوسکتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے متقی ہونے کیلئے ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ شرط ہے ان کے بغیر انسان متقی نہیں ہوسکتا۔ امام ابوبکر جصاص رضی اللہ عنہ احکام القرآن ص 25 ج 1 میں فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ (الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناهم ینفقون) الامر بالصلوٰۃ والزکاۃ لانه جعلهما من صفات المتقین و من شرائط التقوی کما جعل الایمان بالغیب۔

امید کرتا ہوں کہ جناب اس پر غور فرمائیں گے اور آئندہ ایڈیشن میں اصلاح فرمائیں گے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔ والسلام

خویدم العلماء محمد ابراہیم القادری رضوی غفرلہٗ

دارالعلوم غوثیہ رضویہ باغ حیات علی شاہ سکھر 25-04-1986

مخدوم محترم فاضل محتشم حضرت مولانا العلامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری اطال اللہ بقاءہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام مسنون — خیر و عافیت — مزاج گرامی

آپ کی تالیف تفسیر ضیاء القرآن کے کچھ مقامات بندہ کے مطالعہ سے گزرے ہیں بندہ اس سلسلے میں آپ کی توجہ ضیاء القرآن کے ایک مقام کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہے جو بندہ کے نزدیک واجب الاصلاح ہے۔ اس سے میرا مقصود سوائے خیر خواہی کے کچھ نہیں لقول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الدین النصیحۃ للہ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم اور تصانیف میں سہو و خطا کوئی نئی بات نہیں اکابر علماء من المتقدمین والمتاخرین سے بھی واقع ہوئی ہے غلطیوں سے معصوم اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام ہے قال الامام المزنی قرأت کتاب الرسالۃ علی الشافعی ثمانین مرۃ الا وکان یقف علی خطاء فقال الشافعی ھیہ ابی اللہ ان یکون کتابا صحیحا غیر کتابہ —— جناب تفسیر ضیاء القرآن ص ۳۰ حاشیہ ۵ میں الذین یؤمنون بالغیب الآیۃ کے تحت لکھا ہے۔ یہاں سے المفلحون تک ان متقین کی علامات بیان کی گئی ہیں جو قرآن کی ہدایت سے بہرہ ور ہوتے ہیں پہلی علامت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں ——

پھر اسی صفحہ کی آخر سطر میں ہے تو معلوم ہوا کہ متقی کی پہلی علامت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام چیزوں پر محکم یقین رکھتا ہو — پھر ص ۳۱ حاشیہ ۶ میں ویقیمون الصلوٰۃ کے تحت تحریر فرمایا یہ متقین کی دوسری علامت ہے اھ

گزارش یہ ہے کہ آپ نے ایمان بالغیب اور اقامۃ الصلوٰۃ کو تقویٰ کی علامت قرار دیا ہے حالانکہ یہ دونوں چیزیں تقویٰ کی شرطیں ہیں اور شرط کو علامت کہنا صحیح نہیں اس پر دلیل سے پہلے تمہید ہے

علت سبب شرط اور علامت میں علمائے اصول فقہ نے فرق بیان کیا ہے کہ شی کی علت شے میں تاثیر کرتی ہے اور شے کا سبب شے کی طرف موصل ہوتا ہے اور شرط شی کی شی کا موقوف علیہ ہوتی ہے اور علامت شے کی شی کا موقوف علیہ نہیں ہوتی بلکہ محض شی کے وجود کی نشانی ہوتی ہے تو شرط اور علامت میں فرق یہ ہوا کہ شی کا شرط پر توقف ہوتا ہے شی موقوف ہوتی ہے اور شرط

موقوف علیہ اور موقوف کا تحقق وجود بغیر موقوف علیہ کے ناممکن ہے لہذا شے کا تحقق بغیر شرط کے ناممکن ہے بخلاف علامت کے کہ اس پر شے کے وجود کا توقف نہیں ہوتا — الحاصل شی کا تحقق بغیر شرط کے نہیں ہو سکتا بخلاف علامت کے کہ شی کا تحقق بغیر علامت کے ہو سکتا ہے یہ ساری تفصیل حسامی اور اس کی شرح نامی میں ص ۲۵۱ و ص ۲۷۰ پر موجود ہے —

بعد از تمہید آپ کی تفسیر مذکور سے لازم آتا ہے کہ ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ کے بغیر بھی انسان متقی ہو سکتا ہے حالانکہ یہ باطل ہے متقی ہونے کیلئے ایمان بالغیب اور اقامت صلوٰۃ شرط ہیں ان کے بغیر انسان متقی نہیں ہو سکتا امام ابوبکر جصاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ احکام القرآن ص ۲۵ ج ۱ میں فرماتے ہیں قولہ تعالیٰ (الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقناھم ینفقون) یتضمن الامر بالصلوٰۃ والزکاۃ لانہ جعلھما من صفات المتقین ومن شرائط التقوی کما جعل الایمان بالغیب —

امید کرتا ہوں کہ جناب اس پر غور فرمائیں گے اور آئندہ ایڈیشن میں اصلاح فرمائیں گے جواب کا منتظر رہوں گا —

والسلام

خادم العلماء محمد ابراہیم القادری الرضوی عفی عنہ

دار العلوم غوثیہ رضویہ باغ جناح سکھر

25/4/86

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر جو کنز الایمان شریف کے حاشیے پر ہے ایک کتابت کی غلطی کی طرف توجہ مبذول کروائی اور ہم نے تقریباً ہر ناشر کو اس کی تصحیح کی طرف متوجہ کیا لیکن کسی نے اس طرف توجہ نہ دی اور یہ غلطی بھی جوں کی توں ہی چلی آرہی ہے یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ کسی نے آج تک اس غلطی کی نشاندہی نہیں کی۔ کاش کہ اس غلطی کی بھی تصحیح ہو جائے۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد! فقیر سراپا تقصیر عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) عوام اہلسنت کی خدمت میں عموماً اور علماء اہلسنت کی خدمت میں خصوصاً اسی صدی کا ایک بڑا المیہ پیش کرتا ہے وہ یہ کہ تقریباً 80 سال گزر چکے ہیں کہ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن کریم اور اس پر صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر شائع ہو چکی ہے عرب و عجم کے اہلسنت نے ان ہر دو کا مطالعہ کیا ہے اس کے باوجود فاضل مراد آبادی کی تفسیر میں ایک ایسی غلطی ہے کہ کم از کم اس فقیر کے نزدیک اس کی کوئی توجیہہ نہیں ہے اور اس فقیر کے خیال میں کوئی اور فاضل اس کی توجیہہ نہیں کر سکتا۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت صدر الافاضل کے شاگرد اور آپ کے معتقدین علماء ماضی میں کثیر تعداد میں ہو چکے ہیں اور حال میں بھی کثرت سے ہیں بلکہ ان شاگردوں میں بعض حضرات تو بزعم خویش برائے مفسر اور مصنف ہیں لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے بھی اس غلطی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اب بندہ صدر الافاضل کی تفسیر کی وہ غلطی بیان کرتا ہے۔ قرآن پاک میں یایھا الذین اٰمنو کتب عیکم الصیام آلایۃ اس آیت کی تفسیر جناب صدر الافاضل بایں الفاظ رقمطراز ہیں۔ ''رمضان کے روزے

2 ہجری 10 شوال کو فرض کئے گئے'' اور حوالہ تفسیر خازن اور در مختار کا دیا حالانکہ خازن اور در مختار میں یہ نہیں ہے کہ رمضان کے روزے 10 شوال کو فرض کئے گئے بلکہ در مختار کی عبارت اس طرح ہے ''فرض بعد صرف القبلۃ الی الکعبہ لعشر فی شعبان بعد الھجریۃ بسنۃ ونصیل'' اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے ہجرت کے ڈیڑھ سال بعد 10 شعبان کو فرض ہوئے اور یہ اس کے بعد ہے کہ جب قبلہ کعبہ شریف کو قرار دیا گیا اب تفسیر خازن کی عبارت ملاحظہ ہو ''ان الفرضیۃ رمضان نزلت فی النسۃ الثانیۃ من الھجرۃ وذالک قبل غزوۃ بدر بشھر وایام وکانت غزوۃ بدر یوم الجمعۃ لسبع عشرۃ خلت من رمضان'' اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان کے روزے دوسری ہجری میں فرض ہوئے غزوہ بدر سے ایک ماہ اور چند دن پہلے اور غزوہ بدر رمضان شریف کے سترہ دن گزرنے کے بعد وقوع پذیر ہوا اب غور فرمائیں کہ در مختار میں تو تصریح ہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان کو فرض ہوئے اور خازن نے جو کہا ہے کہ غزوہ بدر رمضان کے سترہ دن گزرنے کے بعد ہوا اور رمضان کے روزے غزوہ بدر سے ایک ماہ اور چند دن پہلے فرض ہوئے تو اس کا مطلب بھی تقریباً یہی ہے کہ رمضان کے روزے 10 شعبان کو فرض ہوئے کیونکہ اس صورت میں غزوہ بدر سے ایک ماہ سات دن پہلے فرض ہوئے۔

اب حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں چند غلطیاں ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

غلطی اول: یہ کہ صدر الافاضل لکھتے ہیں کہ رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے حالانکہ دس شوال کو فرض نہیں ہوئے بلکہ دس شعبان کو فرض ہوئے جیسا کہ مستند کتب مذہب میں مصرح ہے اس غلطی میں حوالہ کا دخل نہیں ہے یعنی اگر صدر الافاضل خازن و در مختار کا حوالہ نہ بھی دیتے صرف دس شوال پر ہی اکتفاء فرماتے تو بھی دس شوال خلاف واقع ہے۔

غلطی دوئم: یہ حوالہ غلط ہے کہ دس شوال کو در مختار اور خازن نے ذکر کیا ہے حالانکہ انہوں

نے ایسا نہیں لکھا بلکہ وہ تو دس شعبان لکھ رہے ہیں اب اگر بالفرض رمضان کے روزے دس شوال کو ہی فرض ہوئے ہوں تب بھی حوالہ کی غلطی اپنی جگہ ہے۔

غلطی سوئم: رمضان کے روزے جو دس شعبان دو ہجری کو فرض ہوئے تو چونکہ ماہ رمضان شعبان کے بعد آتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال دو ہجری کے روزے رکھے اور اگر یہ کہا جائے کہ سال دو ہجری میں رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے تو چونکہ ماہ شوال ماہ رمضان کے بعد آتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سال دو ہجری کے روزے نہیں رکھے۔ اور یہ ایک قسم کا اتہام اور خلاف واقع بات ہے کہ ان حضرات نے تو روزے رکھے ہوں اور ہم کہیں کہ انہوں نے روزے نہیں رکھے۔ اب بعض وہ مکاتب فکر جو صدر الافاضل کے خلاف ہیں وہ تو اس کی توجیہہ کرنے کے بجائے اسیں اچھالیں گے کہ دیکھو یہ لوگ خلاف واقع باتیں کرتے ہیں البتہ ہم اہلسنت جو کہ صدر الافاضل کے معتقدین سے ہیں غلطی مذکورہ بالا کی توجیہہ کریں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا توجیہہ کریں گے۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ واقعی رمضان کے روزے دس شوال کو فرض ہوئے لہٰذا صدر الافاضل نے جو لکھا ہے وہ درست ہے کیونکہ یہ کہنا غلط ہے اور نہ ہی اہلسنت یہ کہہ سکتے ہیں کہ صدر الافاضل نے درمختار اور خازن کو جو حوالہ دیا ہے وہ درست ہے اور ان دونوں کتابوں میں وہی لکھا ہے جو صدر الافاضل نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے کیونکہ یہ بھی غلط ہے ہر دو کتابوں میں دس شوال کا نہیں دس شعبان کا ذکر ہے زیادہ سے زیادہ یہی توجیہہ کی جاسکتی ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے اب کتابت کی غلطی دو قسم پر ہے

قسم اول: اول یہ ہے کہ غلطی صدر الافاضل سے سرزد ہوئی ہے آپ نے لکھنا تو تھا دس شعبان لیکن غلطی سے دس شوال لکھ دیا یہ توجیہہ بہت بعید ہے اور عذر گناہ، بدتر از گناہ کے قبیلہ سے ہے۔

قسم دوئم: یہ ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے تو اپنے مسودہ میں دس شعبان ہی لکھا تھا لیکن کاتب نے جب اصل مسودہ سے نقل کیا تو دس شعبان کی بجائے دس شوال لکھ دیا یہ دوسری توجیہہ اس وقت قابل قبول ہوگی جب حضرت صدر الافاضل کا اصل مسودہ منظر عام پر لایا جائے جس میں دس شعبان لکھا ہو لیکن اس صورت میں ہم پر یہ اعتراض ہوگا کہ اس تفسیر کو شائع ہوئے تقریباً ستر 70 یا اسی 80 سال ہو چکے ہیں اس عرصہ میں ہزاروں علمائے اہلسنت اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کے معتقدین گزرے ہیں اور کسی نے اس غلطی کی نشاندہی نہیں کی۔ بہر حال علماء اہلسنت کی بے بسی و بے حسی بلکہ جہالت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔ خصوصاً حضرت صدر الافاضل کے بلاواسطہ شاگرد جو بڑے مفسر بنے پھرتے ہیں انہوں نے بھی اس طرف توجہ نہیں کی حالانکہ یہ ایک مسلم قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالم تفسیر لکھتا ہے تو دوسری مستند تفاسیر کا مطالعہ اور ان سے استفادہ ضرور کرتا ہے کیا ان نام ونہاد مفسروں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت اپنے استاد کی تفسیر کا مطالعہ اور اس سے استفادہ نہیں کیا یا وہ اتنے کم علم ہیں کہ انہیں اتنا بھی پتا نہیں کہ رمضان کے روزے کب فرض ہوئے اور انہوں نے حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں جو لکھا ہے اسے صحیح تسلیم کر لیا خواہ کوئی صورت بھی ہو ان کی علمی کم مائگی پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔ جس مفسر صاحب کا بندہ نے مذکورہ بالا سطور میں ذکر کیا ہے چونکہ وہ انگریزی زبان کا دلدادہ ہے اس لیئے انہوں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت اپنے اکابرین کی تفسیر کو فرسودہ سمجھ کر ان کا مطالعہ نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ انگریزوں اور انگریزی زدہ لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا ہوگا۔

آج کل مارکیٹ میں ضیاء القرآن نامی ایک تفسیر ہے بندہ کو جب مذکورہ بالا غلطی پر اطلاع ہوئی تو بندہ نے تفسیر ضیاء القرآن کی طرف رجوع کیا کیونکہ اس تفسیر کا مصنف حضرت صدر الافاضل کا ایک نامور شاگرد ہے بندہ کا خیال تھا کہ اس مصنف نے رمضان کے روزے پر کما حقہ، بحث کی ہو گی اور اس کے استاد مکرم نے اس مقام پر جو لکھا ہے اس پر بھی پورا غور کیا ہوگا لیکن صد افسوس کہ

ضیاء القرآن نے قارئین کو اندھیرے میں رکھا اور مایوس کیا اب بندہ یہاں رمضان کے روزوں کے متعلق کچھ بحث ذکر کرتا ہے جس پر ہر مفسر کو عمل کرنا ضروری ہے قارئین سے التماس ہے کہ تفسیر ضیاء القرآن کو اس بحث کے ترازو پر تولیں تو تفسیر اور مفسر کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے بحث یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے کس سال فرض ہوئے؟ کس مہینے کی کس تاریخ کو فرض ہوئے؟ آنحضرت ﷺ نے کتنے سالوں کے روزے رکھے ان میں 29 دن کے رمضان کتنے تھے اور تیس 30 دن کے کتنے تھے۔ اب جو مفسر ان سب یا اکثر امور پر بحث کرے گا تو معلوم ہوگا کہ اسے علم تفسیر میں کچھ سمجھ بوجھ ہے اور جو مفسر ان امور کو گول کر جائیگا تو یوں سمجھنا چاہیے تفسیر نہیں لکھ رہا انگلی کٹا کر شہیدوں میں نام لکھوانے کی کوشش کر رہا ہے اب دیکھیے حضرت صدر الافاضل کی تفسیر میں اکثر امور کا ذکر ہے کہ رمضان کے روزے دوسری ہجری اور مہینہ کی دس تاریخ کو فرض ہوئے صرف مہینہ کا ذکر کتابت کی غلطی سے شعبان کی جگہ شوال لکھ دیا گیا اور تفسیر ضیا القرآن میں ان امور مذکورہ بالا سے صرف اور صرف اس کا ذکر ہے کہ روزے دوسری ہجری میں فرض ہوئے نہ مہینے کا ذکر نہ تاریخ اور نہ تفصیل کہ آنحضرت ﷺ نے کتنے سالوں کے روزے رکھے ان میں 29 کے کتنے تھے اور 30 دن کے کتنے تھے؟ تفسیر ضیاء القرآن میں ایک اور عجب تحقیق کا ذکر ہے کہ قرآن پاک میں روزوں کے بیان میں جو لفظ صیام ہے یہ صوم کی جمع ہے یہ بات بالکل خلاف تحقیق ہے اس کی چند وجوہات ہیں۔

وجہ اول: تفسیر کبیر اور قاموس میں ہے صام، صوما، صیاما جس کا مطلب یہ ہے کہ صوم اور صیام دونوں مصدر ہیں اور روح المعانی میں ہے والصیام کالصوم مصدر صام اس عبارت میں تصریح ہے کہ صیام اور صوم دونوں مصدر ہیں۔

وجہ دوئم: جب صوم بالاتفاق مصدر ہے اور نحو میں مصرح ہے کہ مصدر کی جمع نہیں آتی البتہ اگر انواع یا مرات مراد ہوں تو مصدر کی جمع آتی ہے یہاں نہ تو انواع مختلف ہیں اور نہ ہی مرات

(یعنی بہت دفعہ) مراد ہے لہٰذا مفسر صاحب کا یہ فرمان کہ صیام جمع ہے صوم کی ناواقفیت پر مبنی ہے۔

وجہ سوئم:۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ صوم اور صیام ہر دو فعل ماضی صام کی مصدریں ہیں تو ایک مصدر کو دوسری کی جمع اور دوسری کو پہلی کا مفرد کہنا نہ تو علمی شان اور نہ ہی تحقیق اب ضیاء القرآن کے قارئین غور فرمائیں کہ ضیاء القرآن کے مطالعہ سے ان کی معلومات میں اضافہ ہوا یا انہیں غلط ڈگر پر چلایا گیا ہے۔ تو تفسیر ضیاء القرآن میں اور بھی شدید قسم کے مسامحات ہیں جنہیں انشاء اللہ کسی اور مجلس میں بیان کیا جائیگا جہاں تک بندہ نے علماء اہلسنت سے شکوہ اور ان کی بے اعتنائی کا ذکر کیا ہے یاد رہے کہ ان اہلسنت میں بندہ اپنے آپ کو داخل سمجھتا ہے اور شکوہ اپنے آپ پر بھی ہے اگرچہ اس فقیر کی بعض مجبوریاں ہیں جن کی فہرست طویل ہے۔ اب بندہ ان مکاتب فکر کی جہالت کا ذکر کرتا ہے جو اعلیٰ حضرت اور صدر الافاضل کے مخالفین ہیں اور ان کی ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ ان ہر دو حضرات کی تصانیف میں غلطیاں نکالیں اہل علم کو معلوم ہے کی پاکستان اور عرب ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ اور صدر الافاضل مراد آبادی رحمہ اللہ کی تفسیر پر حملے اور اعتراضات کئے گئے ہیں حالانکہ یہ اعتراضات ایک مخصوص طبقہ نے محض تعصب کی بناء پر کئے ہیں جن کے عقائد اہلسنت کے عقائد کے خلاف تھے چونکہ ترجمہ اور تفسیر اہلسنت کے عقائد کے مطابق ہیں تو جن کے عقائد اہلسنت کے عقائد کے خلاف تھے انہوں نے اعتراضات کر کے ایک طوفان کھڑا کر دیا تا آنکہ بعض ممالک میں ترجمہ اور تفسیر پر پابندی عائد کر دی گئی حالانکہ اہلسنت کے پاس ان اعتراضات کے مسکت جواب ہیں بندہ نے تفسیر میں جس غلطی کی نشاندہی کی ہے یہ کسی خاص مکتبہ فکر کی تحقیق کے خلاف نہیں ہے بلکہ تمام اہلسنت کی تحقیق کے خلاف ہے اگر معترضین کو علم ہوتا اور وہ مذکورہ بالا غلطی کی نشاندہی کرتے تو بریلوی حضرات کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا لہٰذا معترضین کی جہالت قابل داد ہے جہاں

تک بندہ کو علم ہے کہ آج تک موافق ومخالف کسی نے بھی مذکورہ بالا غلطی کو بیان نہیں کیا حیرت ہے
کہ اعلیٰ حضرت کا ترجمہ اور صدر الا فاضل کی تفسیر کئی کمپنیوں نے شائع کی ہیں اور اجازت کے بغیر
کوئی کمپنی شائع نہیں کرسکتی کیا اجازت کے وقت کمپنیوں کو پابند نہیں کیا گیا کہ صحت کا پورا پورا
نظام کریں اس وقت بندہ کے سامنے جو ترجمہ وتفسیر ہے یہ تاج کمپنی کی شائع کردہ ہے اس کی
ابتداء میں کمپنی نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ اس میں زیر زبر یا شد، مد کی کوئی غلطی ہو تو فوراً
ہمیں اطلاع دی جائے جس غلطی کی نشاندہی بندہ نے کی ہے یہ کوئی زبر یا زیر کی غلطی نہیں بلکہ
ایک نہایت اہم مضمون کو غلط طور پر بیان کردیا گیا اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا غلطی کا
اہلسنت کیا تدارک کریں اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کا کیا جواب دیں؟ تو گزارش یہ ہے کہ
بندہ ایک تجویز پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ فوراً اس غلطی کی درستی کی جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جو
کمپنیاں ترجمہ اور تفسیر شائع کرتی ہیں انہیں فوراً یہ حکم دیا جائے کہ وہ آئندہ اشاعت میں درستگی کر
دیں اور جو نسخے چھپ چکے ہیں ان کیساتھ غلط نامہ لگادیا جائے کہ فلاں جگہ پر کتابت کی غلطی سے
10 شعبان کی بجائے 10 شوال لکھا گیا ہے قارئین تصحیح فرمالیں اس صورت میں غلطی کی تصحیح بھی
ہوجائیگی اور اگر کوئی اعتراض کرے گا تو یہ جواب دیا جائیگا کہ وہ کتابت کی غلطی تھی جس کی تصحیح کر
دی گئی ہے البتہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ درستگی میں اتنی دیر کیوں کی گئی ہے تو اہلسنت کو کھلے دل
سے اعتراف کرلینا چاہیے کہ یہ ہماری کوتاہی اور غلطی ہے اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ لیکن اگر غلطی
کی درستگی مذکورہ بالا طریقہ پر نہ کی گئی تو پھر اہلسنت کے پاس کوئی جواب نہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصیات میں یہ بات بہت اہم تھی کہ آپ جو بھی کتاب
پڑھاتے اس کے متن اور حاشیے پر آپ کی پوری نظر ہوتی جب راقم الحروف نے آپ سے مسلم
الثبوت پڑھی تو آپ کے پاس مسلم الثبوت کا وہ نسخہ تھا جس پر شیخ الحدیث مولانا غلام رسول
رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ فیصل آبادی کا حاشیہ تھا مندرجہ ذیل عبارت پر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ
تعالیٰ تقریر فرمائی۔ ملاحظہ ہو۔

ای ـقولوا الحمد الله فهو جملة خبرية لانه اخبار با لحمدويحتمل
انشائيه لان المقام مقام انشاء الحمد با لجمله هو قضية و تصديقه موقوف على
تصديق اجزائه الخ صفحہ۳ مسلم الثبوت

حاشیہ مولانا غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ

تقریرِ قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ

الحمدللہ میں دواحتمال ہیں یا یہ جملہ خبریہ ہے یا انشائیہ اگر یہ جملہ خبریہ ہوتو پھر یہ قضیہ ہوگا اور قضیہ کا محکمی عنہ علیحدہ ہوتا ہے خواہ ماضی میں ہو یا مستقبل میں ہو۔اب معنی ہوگا کہ تمام تعریفیں خواہ ماضی میں ہوچکی یا مستقبل میں ہونگی اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں یہ خبر دے رہا ہے اور اگر یہ جملہ انشائیہ ہوتو پھر یہ قضیہ نہ ہوگا کیونکہ قضیہ کی تعریف یہ ہے جو صدق کذب کا احتمال رکھتا ہواور انشاء تو صدق کذب کا احتمال نہیں رکھتا اب معنی ہوگا کہ میں اللہ کی حمد پیدا کررہا ہوں یعنی سب تعریفیں اللہ کیلئے خاص ہیں دوسری بات یہ ہے کہ الحمدللہ یہ قضیہ ہوتو قضیہ کا علم ہوتا ہے تصدیق اور قضیہ کی تصدیق تب حاصل ہوتی ہے کہ پہلے قضیہ کی جزوں کا تصور آئے یہاں مولانا غلام رسول رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دووجہ سے غلطی لگی ہے ایک تو انہوں نے انشاء کو قضیہ بنایا دوسرا انہوں نے کہا کہ قضیہ کی تصدیق تب آتی ہے کہ قضیہ کی جزووں کی تصدیق آئے حالانکہ قضیہ کی جزووں کے تصور سے تصدیق آتی ہے۔

اسی طرح جب راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے نحو میر پڑھی تو بندہ نے آپ کی توجہ ایک مقام کی طرف مبذول کروائی کیونکہ آپ کے پاس جو نحو میر کا نسخہ تھا اس پر عربی میں حاشیہ تھا اور میرے پاس جو نحو میر تھی اس پر اردو میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری نوراللہ مرقدہٗ کا حاشیہ تھا۔وہ مقام صفحہ 39 پر ہے جس پر میر سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔دوم مفرد معتل واوی چوں ھو یغزو ویائی چوں یرمی رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بفتحہ لفظی و جزم بحذف لام الخ اسی مقام کے تحت علامہ عبدالحکیم شرف صاحب نے فرمایا کہ مصنف کا یہ فرمانا ''وجزم بحذف لام تسامح ہے کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے اس لیئے ''وجزم بحذف آخر کہنا چاہیے تھا اسی مقام کی بحث کے متعلق علامہ شرف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ اور راقم الحروف کے درمیان تقریباً 10,8 خطوط کا تبادلہ خیال بھی ہوا لیکن شرف

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے فرمودہ پر ڈٹے رہے اور بندہ ناچیز قبلہ استاذی المکرّم سے راہنمائی حاصل کرتا تھا اور میں بھی اسی پر بے ضد تھا کہ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا کہ جزم بحذف لام بالکل صحیح ہے اور آپکا یہ فرمانا جزم بحذف اخر یہ تسامح ہے آخر میں نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے عرض کی علامہ شرف صاحب اپنے فرمودہ پر ڈٹے ہوئے ہیں اور اس کو ماننے کیلئے تیار نہیں ہیں آخر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قلم حرکت میں آیا اور اس مقام کو حبا منثورا کر کے رکھ دیا۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر:

افادہ برائے طلباء وعلماء:

گرامی قدر جناب شرف قادری صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ آپ نے نحو میر کے صفحہ 39 حاشیہ نمبر 1 پر میر سید شریف پر یہ اعتراض کیا ہے کہ مصنف نحو میر نے جو یہ فرمایا ہے کہ (دوم مفرد معتل واوی چوں ھو یغزوا ویائی چوں یرمی رفعش بتقدیر ضمہ باشد و نصب بفتحہ لفظی و جزم بحذف لام) مصنف نے جو یہ کہا جزم بحذف لام اس میں تسامح ہے کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے اس لیئے جزم بحذف آخر کہنا چاہیے تھا آپ کا یہ اعتراض نہایت مبہم ہے۔

وجہ اول یا تو یہ ہے کہ آپ کو حقیقت حال معلوم ہے کہ مصنف نے جو فرمایا ہے وہ حق ہے لیکن اس حق کو رد کرنے کیلئے آپ نے ابہام سے کام لیا ہے تاکہ قارئین کا آپ کے متعلق یہ عقیدہ ہو کہ فاضل محشی اتنے بڑے عالم ہیں کہ سید شریف پر بھی اعتراض کرسکتے ہیں ایسے موقع پر خود میر سید شریف نے علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ پر شدید طنز کی ہے گستاخی معاف بندہ میر سید شریف کی وہ طنزیہ عبارت یہاں نقل کرتا ہے۔(ومثال ھذہ الا سؤلۃ تخییلات یتعظّم بھا عند

العامة و يفتضح بها عند الله الخاصه نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعما
لنا) یہاں تک آپ کے اعتراض اول کی وجہ اول ختم ہوئی اگر آپ کے اعتراض کی یہ وجہ ہے
تو آپ جیسے فاضل کیلئے سخت نامناسب ہے اب بندہ آپ کے اعتراض کی دوم کی وجہ بیان
کرتا ہے۔

وجہ دوم ۔وہ یہ کہ لم یسلنق آپ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ شش اقسام صرف سے کس میں داخل
ہے اور اس کا وزن کیا ہے اور اس میں کتنے حروف اصلی اور کتنے زائدہ ہیں اگر اعتراض کی یہ وجہ
ہے تو بھی بہت نامناسب ہے کہ معترض کی اپنی تو یہ حالت ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ لم یسلنق کا
وزن کیا ہے اور اس میں حرف اصلی کونسے ہیں اور چھ اقسام سے کس میں داخل ہے اور کلمہ بالا
صالۃ ہے یا ملحق ہے اگر ملحق ہے تو کس سے ملحق ہے اس کے باوجود میر سید شریف پر اعتراض کر
تا ہے اب بندہ ثابت کرتا کہ سید شریف نے جو یہ فرمایا ہے کہ ناقص واوی اور یائی اور ناقص الفی
میں بوقت جزم لام کلمہ حذف ہوتا ہے یہ بالکل حق ہے اور لفظ لم یسلنق میں بھی بوقت جزم لام
کلمہ ہی محذوف ہے کیونکہ لم یسلنق میں جو محذوف ہے وہ یاء ہے اور یہ لام کلمہ ہے دراصل
جازم کے سوا یَسْلَنْقِیُ ہے اور اس کا وزن یفعنلُ ہے تو یاء لام کلمہ ہے اب لم یسلنق میں بھی
بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہے آپ کو حاشیہ نحو میر میں چند جگہ پر لغزش ہوئی ہے۔

جگہ اول : آپ حاشیہ میں تحریر کرتے ہیں (فعل جس کے آخر میں واؤ یا یاء ہو خواہ لام کلمہ
کے مقابل ہو جیسے یغزو اور یرمی یا لام کلمہ کے بعد جیسے یسلنقی) اس عبارت میں لغزش یہ ہے
کہ آپ کے خیال میں یسلنقی کے آخر میں جو یاء ہے اور بوقت جزم محذوف ہوتی ہے یہ یاء لام
کلمہ کے مقابل نہیں ہے بلکہ لام کلمہ کے بعد یہ صراحۃ غلط ہے بلکہ یہ یاء لام کلمہ کے مقابل ہے اور
بوقت جزم محذوف ہوتی ہے اب میر سید شریف کا یہ ارشاد بالکل درست ہے کہ (مفرد معتل
واوی چوں ہو یغزوا و یائی چوں یرمی ان میں مطلقاً اور ہر جگہ پر جزم بحذف لام ہوتی

ہے) آپ مفرد معتل واوی اور یائی کی کوئی ایسی مثال پیش نہیں کر سکتے کہ اس میں بوقت
جزم لام کلمہ محذوف نہ ہو آپ نے اس کی مثال لم یسلنق پیش کی ہے۔ بندہ بیان کر چکا ہے کہ
یہ غلط ہے اس مثال میں بوقت جزم جو یاء محذوف ہے یہ یاء لام کلمہ کے مقابل ہے اور اس مثال
میں بھی بوقت جزم لام کلمہ ہی محذوف ہوتا ہے جیسے یغزو اور یرمی میں تو اب لم یغزو و لم یرم
ولم یسلنق تینوں مثالوں میں بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور آپ کا یہ فرق کرنا باطل
ہے کہ دو مثال اول میں تو بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور مثال سوم یعنی لم یسلنق میں
محذوف لام کلمہ نہیں بلکہ لام کا مابعد محذوف ہے۔

جگہ دوم : مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ کے بعد کوئی حرف ہوتا ہی نہیں بلکہ آخری
حرف صرف لام کلمہ ہی ہوتا ہے اگر ثلاثی ہو تو آخر میں ایک لام ہوگا اور اگر رباعی ہو تو اس میں
دو لام ہونگے اور دوسرے لام کے بعد کوئی اور حرف نہیں ہوتا تو جب مفرد معتل واوی اور یائی میں
لام کلمہ کے بعد کوئی حرف نہیں ہوتا تو بوقت جزم اس کے حذف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ
حذف حرف فرع وجود ہے جب وجود ہی نہیں تو حذف متصور ہی نہیں ہو سکتا تو آپکا یہ فرمان کہ
بوقت جزم جو واؤ یا یاء ہوتی ہے یہ گاہ لام کلمہ کے مقابل ہوتی ہے اور گاہے لام کے بعد یہ عقلاً نقلاً
باطل ہے۔

جگہ سوئم : علم صرف میں جن حروف اصلیہ کی بحث ہوتی ہے ان سے آخری حرف اصلی لام
ہوتا ہے اور اگر بالفرض مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ لام کے بعد کوئی حرف ہو تو وہ زائدہ
ہوگا اور آپ ایسی مثال پیش کریں کہ مفرد معتل واوی اور یائی میں لام کلمہ کے بعد حرف زائدہ ہو
۔آپ کو مغالطہ یسلنقی سے ہوا ہے کہ آخری یاء جو بوقت جزم محذوف ہوتی ہے یہ یاء لام کلمہ نہیں
ہے بلکہ لام کے بعد ہے اور زیادہ ہے یہ سب غلط ہے بندہ ثابت کر چکا ہے کہ یہ یاء جو کہ آخر کلمہ
میں ہے یہ لام کلمہ کے مقابل ہے۔

جگہ چہارم :۔ معتل علم صرف میں وہ کلمہ ہے جس کا کوئی حرف اصلی حرف علت ہو اور یہ
مثال اور اجوف اور ناقص تینوں کو شامل ہے لیکن میر سید شریف ؒ جس مفرد معتل واوی اور یائی کا
اعراب بیان کر رہا ہے یہ مفرد معتل ناقص ہے جیسا کہ مثالوں سے واضح ہے مثلاً یغزو اور یرمی اور
اگر کسی کلمہ میں حرف علت زائدہ ہو تو اس کو ہر گز معتل نہیں کہتے اب آپ کو جو لغزش ہوئی ہے وہ
ملاحظہ ہو آپ حاشیہ نحو میر میں فرماتے ہیں (معتل واوی یا یائی خواہ واوٗ یا یاء لام کلمہ کے مقابل ہو
جیسے یعزو اور یرمی خواہ لام کلمہ کے بعد جیسے یسلنقی) تو آپ کے نزدیک یسلنقی معتل یائی کا
قسم ہے اور اس کے آخر میں جو یاء ہے یہ لام کلمہ نہیں ہے بلکہ لام کلمہ کے بعد ہے اور زیادہ ہے تو یہ
معتل واوی اور یائی کا قسم ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ معتل واوی اور یائی وہ ہے کہ واؤ
اور یا حرف اصلی ہو نہ کہ زائدہ تو اب یسلنقی کو جو آپ نے معتل واوی اور یائی کا قسم بنایا ہے یہ غلط
ہو گا یہ قسم اس وقت ہو گا کہ اس کے آخر میں جو یاء ہے یہ اصلی ہو اور لام کلمہ ہو اور بوقت جزم
حذف ہو جائے تو اب میر سید شریف کا یہ فرمانا بالکل درست ہو گا کہ مفرد معتل واوی اور یائی میں
بوقت جزم لام کلمہ محذوف ہوتا ہے اور آپ کا یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ یسلنقی مین بوقت جزم لام
کلمہ محذوف نہیں بلکہ لام کا بعد محذوف ہے آپ کی لغزش کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آپ کو یسلنقی کا
وزن معلوم نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس میں حرف اصلی اور زیادہ کون سے ہیں۔

جگہ پنجم :۔ آپ اپنے حاشیہ میں میر سید شریف ؒ کا تسامح بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے
ہیں (کیونکہ لم یسلنق میں لام کا مابعد محذوف ہے) اس عبارت کا یہ مطلب واضح ہے کہ لم یسلنق
میں جو یاء جزم کی وجہ سے محذوف ہے یہ لام کلمہ نہیں ہے اور زیادہ ہے کیونکہ اگر یہ یاء لام کلمہ ہو تو
پھر تو اب سید شریف ؒ کی عبارت میں تسامح نہیں ہے اب خلاصہ کلام یہ ہے کہ مفرد معتل واوی
اور یائی میں علیٰ الاطلاق ہر جگہ پر لام کلمہ بوقت جزم محذوف ہوتا ہے جیسا کہ میر سید شریف
رحمہ اللہ تعالیٰ نے نحو میر میں بیان فرمایا اور اس میں کوئی تسامح نہیں ہے اور یغزو و یرمی اور یسلنقی

تینوں میں بوقت جزم لام ہی محذوف ہوتا ہے اور یہ کہنا باطل ہے کہ یغزو اور یرمی میں تو لام
محذوف ہوتا ہے اور یسلنقی میں لام محذوف نہیں ہوتا بلکہ لام کا بعد محذوف ہوتا ہے۔

جگہ ششم :۔ اگر بقول فاضل محشی لم یسلنق میں جو آخر میں یاء محذوف ہے یہ لام کلمہ نہ ہو
بلکہ لام کلمہ کا بعد ہو تو پھر اس کلمہ میں لام کے مقابلے میں حرف حرفِ قاف ہو گا اب اس کے
حروف اصلیہ میں کوئی حرف علت نہ ہو گا بلکہ کلمہ صحیح کے اقسام سے ہو گا اب بھی یہ کلمہ نہ تو معتل
واوی ہو گا اور نہ معتل یائی۔ حالانکہ فاضل محشی اس کلمہ کو معتل واوی اور یائی کا قسم قرار دے رہے
ہیں جیسا کہ گزر چکا ہے۔

اب بندہ فاضل محشی سے چند استفسارات کرتا ہے امید ہے کہ وہ جوابات مرحمت فرما کر بندہ کے
معلومات میں اضافہ کریں گے۔

استفسار اول : کلمہ یسلنقی سہ اقسام سے کس میں داخل ہے اور شش اقسام اور ہفت
اقسام سے کس میں داخل ہے۔

استفسار دوم : اس کلمہ مذکورہ بالا کا وزن کیا ہے اور اس میں حروف اصلی کون سے اور زیادہ
کون سے ہیں۔

استفسار سوم : یہ کلمہ مطلق ہے یا کہ ملحق اگر ملحق ہے تو کس سے ملحق ہے۔

استفسار چہارم : مطلق اور ملحق کی طرف کون سے فعل منقسم ہوتے ہیں آخر میں بندہ
فاضل محشی سے یہ گزارش کرتا ہے کہ بندہ نے جو سوالات اور استفسار کئے ہیں یا تو ان کے جوابات
دیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو پھر اعلان کریں کہ انہوں نے حضرت میر سید شریف رحمہ اللہ

تعالیٰ پر تسامح کا الزام لگایا ہے یہ غلط ہے اور نحو میر کے جو نسخے ان کے پاس موجود ہیں ان کے ساتھ کاغذ کا ایک پرچہ لگائیں جس پر یہ اعلان تحریر ہو اور آئندہ جو نسخے طبع ہوں ان میں تسامح والا حاشیہ حذف کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا۔ تو قارئین نحو میر میں ایک بڑی گمراہی پیدا ہوگی وہ یہ کہ قارئین فاضل محشی کے حاشیہ پر اعتماد کر کے اپنے احباب اور طلباء کو اس حاشیہ کا درس دیں گے اور ایک نہ ختم ہونے والی گمراہی پیدا ہوگی اور فاضل محشی کا مقصد فوت ہوگا کیونکہ حاشیہ سے ان کا مقصد اہداء ہے نہ کہ اضلال فقط والسلام مع الف اکرام۔ عارض نذر حسین طالب دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف۔

ملک تحقیق کی شاہی تجھ کو استاذ الکل مسلم
جس سمت آگے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

عارض نذر حسین طالب علم دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف

سنہ ۱۴۱۳ھ
۱۳ ذی الحج

حررہ العبد الضعیف عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی

نوٹ: یاد رہے کہ یہ تحریر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے جبکہ آخر میں قبلہ استاذی المکرمؒ نے اپنے نام کے بجائے راقم الحروف کا نام لکھا ہے۔ زہے قسمت

فرمودہ استاذ العلماء رحمہ اللہ

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ تھا کہ جو آدمی خیالی پڑھاتا تھا اس کے گھر پہ جھنڈا لگا ہوا ہوتا تھا اور اب ایسا زمانہ آئے گا کہ جو آدمی نحو میر پڑھالے گا اس کے گھر پر جھنڈا لگا ہوا ہوگا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے اور مشرب کے اعتبار سے چشتی تھے اور آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ سے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف بیعت حاصل تھا اور سلسلہ چشتیہ میں سماع جائز ہے اور شرح شریف میں اس کا ثبوت واضح ہے خصوصاً آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ میں ہر روز محفل سماع منعقد ہوتی ہے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ محفل میں شرکت فرماتے اور خوب لطف اندوز ہوتے اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر ایک رسالہ بھی تالیف کیا ہے جس کا نام ہے قوالی کی شرعی حیثیت اور ایک صاحب میں صاحبزادہ اقتدار احمد خان نعیمی انہوں نے العطایا الاحمدیہ فی فتاویٰ نعیمیہ جلد نمبر 2 صفحہ 75 پر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت کی متعلق سمع خراشی فرمائی ہے مناسب ہے کہ بندہ ناچیز ان کی عبارت قارئین کی نظر کرے اور اس کے بعد اس کا جواب قارئین کی نظر کرے ان کی عبارت قارئین کی نظر کرنے سے پہلے عرض یہ ہے کہ مفتی اقتدار احمد خان نعیمی صاحب نے اپنے فتاویٰ احمدیہ میں جس طرح بزرگان دین اور علمائے کرام کے متعلق زبان استعمال کی ہے یہ ان کی شان کے خلاف ہے کیونکہ مفتی صاحب ایک بہت بڑے باپ کے بیٹے ہیں جن کا اہلسنت و جماعت پر بڑا احسان ہے لیکن قبلہ مفتی صاحب نے اپنے منصب کا لحاظ نہ کرتے ہوئے حضور میاں محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عارف کھڑی شریف، شیخ اکبر حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ، غزالی زمان علامہ کاظمی شاہ صاحب، حضور بابو جی سرکار امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو الفاظ ذکر کیے ہیں وہ یقیناً قابل مذمت ہیں ملاحظہ ہو مفتی صاحب کی تحریر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق مفتی صاحب فرماتے ہیں مجھ کو ایک صاحب نے حضرت قبلہ عالم جناب علامہ مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی کا رسالہ مسمّی قوالی کی شرعی حیثیت پیش کیا اور مجھے جواب کیلئے کہا۔ میں نے سرسری طور پر مطالعہ کیا کہ شاید کوئی دلیل کار آمد نظر آئے مگر ان میں بھی وہی چشم پوشیاں تھیں جن کی وضاحت و تردید کر دی گئی ہے[1]۔

۱۔ یاد رہے کہ مفتی صاحب اپنے فتویٰ احمدیہ میں جلد دوم صفحہ نمبر 75 سے پہلے قبلہ کاظمی صاحبؒ کے رسالہ کا رد فرما رہے ہیں: نذر حسین

زبانی طور پر سمجھا دیا گیا تحریری جواب کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ کہ وقت کا ضیاع ہے
علامہ بندیالوی مدظلہٗ اگرچہ منطق کے بحر بیکراں کے عظیم تیراک ہیں اور دریائے فلسفہ کے شناور
ہیں اگر آپ کو معقولات کا استاذِ کامل یا فلسفے کا امام مانا جائے تو بے جا نہ کہا جائیگا بلکہ یہ حقیقت
مسلم ہے۔ہم جیسے اصاغر علامہ بندیالوی کے گلستان منطق کے خوشہ چین میں اور فلسفے میں
بڑے بڑے استادان ہی کے کاسہ لیس ہیں مگر فقہ اسلامیہ میں پیر طریقت سید قبلہ ابوالبرکات
اور شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب کا ہی مقام ہے امام فقیہ کا لقب تو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت
اور صدر الافاضل مراد آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ہی زیبا ہے علامہ بندیالوی کا قول منطق اور فلسفہ
میں تو حجت ہو سکتا ہے مگر فقہ میں ان کا قول قابل حجت نہیں ہے حضرت قبلہ بندیالوی مدظلہٗ کے
رسالے کی صرف دو باتوں کا ذکر کرتا ہوں جس سے رسالے کی کمزوریوں کا بخوبی علم ہو جائیگا۔

نمبرا: رسالہ ہذا کی ابتداء صفحہ 15 سے ہوتی ہے اسی صفحہ 15 پر چار مقدمے درج ہیں
پہلے مقدمہ میں فرماتے ہیں حرمت کیلئے دلیل قطعی ضروری ہے دلیل ظنی سے ثابت نہیں ہوتی اور
خبر واحد مفید ظن ہے پہلا مقدمہ؟ جواب کاش مصنف محترم لکھتے وقت فقہ اور اصول فقہ کی کتاب
پڑھ لیتے۔کم از کم اس مقدمے کو لکھنے سے پہلے علامہ شامی کی کتب اور تلویح توضیح کا ہی مطالعہ فرما
لیتے تو ایسی خطا مطلقہ کا صدور نہ ہوتا۔قانون شریعت کے مطابق حرام دو قسم کا ہے۔نمبرا۔حرام
قطعی۔نمبر۲۔حرام ظنی۔حرام قطعی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو۔اور حرام ظنی جو دلیل ظنی سے ثابت
ہو اس کو مکروہ تحریمی بھی کہتے ہیں چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمختار جلد اول صفحہ 122 پر
فرماتے ہیں وعلی المکروہ تحریما وھوما کان الی الحرام اقرب و یسمیہ محمدؒ
حراماً ظنیاً تلویح توضیح ص۲۷ پر ہے والتحریم عندہٗ قسم من الحرام الخ
(حاشیہ) اور حرام ظنی دلیل ظنی سے ثابت ہو جاتا ہے چنانچہ تلویح شرح توضیح صفحہ 27 پر ہے د
بدلیل ظنی مکروہ کراھیۃ التحریمہ اور چونکہ خبر واحد ظن کو مفید جیسا کہ مصنف محترم کو
تسلیم لہٰذا خبر واحد دلیل ظنی ہوئی جس سے حرمت ثابت ہے پس خبر واحد سے بھی حرمت قوالی

ثابت ہو جاتی ہے حالانکہ قوالی کی حرمت میں تو دلائل قطعیہ بھی بیان کر دیئے گئے۔
دوسرا مقدمہ: فرماتے ہیں (کسی چیز کے شرائط مقرر کرنا شارح جل جلالہٗ یا شارح علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا حق ہے ہم اپنے طور پر حلال اور حرام شرائط مقرر کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔
شرائط دو قسم کی ہے۔نمبر 1 شرائط والویہ نمبر 2 شرائط جواز کتب فقہا کی شرائط شرائط اولویت ہیں
نہ کہ شرائط جواز۔

علامہ صاحب کی یہ تینوں باتیں خود ساختہ اور لغو میں پہلی بات کسی چیز کی شرائط مقرر کرنا الخ
۔شارح جل جلالہٗ یہ اصطلاح فقہا علماء کے خلاف ہے سب آئمہ لفظ شارح حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارح نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لقب ہے۔آئمہ مجتہدین بھی
حلت وحرمت کی شرطیں لگا سکتے ہیں اس لئے فقہاء کرام نے خاوند کیلئے نکاح میں بھی چند شرطیں
لگائیں اور فرمایا کہ اگر وہ شرطیں نہ پائی جائیں تو نکاح کرنا بھی حرام ہو جائے جیسا کہ پہلے سبل
السلام شرح بلوغ المرام کا حوالہ دیا گیا ہے اور جس طرح شریعت کی دلیل قرآن وحدیث ہے اس
طرح اجماع امت اور قیاس بھی مجتہد اپنے قیاس سے حلت وحرمت کیلئے شرطیں لگا سکتا ہے ہاں
ماؤشما واقعی اس چیز کے مجاز نہیں اگر کوئی کہے کہ نکاح کیلئے تو کسی نہ کسی آیت سے اشارہ ملتا ہوگا
اس اشارے سے شرطیں لگیں تو میں کہوں گا کہ فقہائے امت جو کچھ بھی فرماتے ہیں اپنی طرف
سے بالکل کچھ نہیں ہوتا ہر جگہ کسی اشارۃ النص یا عبارت النص یا اقتضا النص سے ہی بات کرتے
ہیں اسی طرح حرمت قوالی عام ہے۔مگر حلت کیلئے شرائط کسی نص سے ہی ہے یہ مذکورہ قاعدہ
منصف نے اپنے گھر سے بنا لیا۔دوسری بات بھی غلط ہے کیونکہ درباب قوالی منقولہ شرائط میں
سے کوئی شرط اولویت نہیں تیسری بات بھی حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ
حلت قوالی کی شرائط بیان کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔
شامی جلد نمبر 5 صفحہ 306 ولحاصل انہ لا رخصۃ فی السماع یعنی زماننا یعنی ان شرطوں
کے نہ ہونے کہ وجہ سے قوالی کرنے اور سننے کی اجازت ہی نہیں ثابت ہوا کہ شرائط وجواز میں نہ

کہ اولویت یہ تھیں علامہ بندیالوی کے رسالے کے چشم پوشیاں مجھ کو حیرانگی اور افسوس ہے کہ میرے اکابر کو کیا ہو گیا ہے جو ایسی کچھ باتیں کرتے ہیں۔

اللہ ورسولہ اعلمہ

الجواب:

قارئین! اپنے مفتی اقتدار احمد صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائی ہوگی جس میں فرماتے ہیں تحریری طور پر جواب دینا وقت کا ضیاع ہے تو اس کے جواب میں ہم بھی کہتے ہیں کہ مفتی صاحب کی خرافات کا جواب دینا وقت کا ضیاع ہے اور قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ تلاوت کر کے آگے چلتے ہیں۔ واذا خاطبھم الجھلون قالو سلما۔

اس کے آگے مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ بندیالوی کا قول منطق اور فلسفہ میں تو حجت ہوسکتا ہے۔ مگر فقہ میں ان کا قول حجت نہیں ہے۔

اقول:۔ جس طرح منطق اور فلسفہ میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول حجت ہے اس طرح فقہ میں بھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ کا قول حجت ہے, بے چارے مفتی کو کیا پتہ ہے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو فقہ میں مہارت تامہ حاصل تھی یہ انہی خوش نصیبوں کو پتہ ہے جنہوں نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے اور میں مفتی صاحب کو یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس فقہ کی وہ سند ہے جو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے لے کر امام ہمام ابوحنیفہ تک اور امام صاحب سے لے کر سرکار دوعالم نور مجسم ﷺ تک اور آپ سے جبرائیل علیہ السلام کے واسطے سے اللہ تبارک و تعالیٰ تک متصل پہنچتی ہے اور ایسی سند شاید ہی کسی کے پاس ہو اور مفتی اقتدار صاحب کو تو ایسی سند کی ہوا بھی نہیں لگی ہوگی جو کہتے ہیں کہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول فقہ میں حجت نہیں ہے افسوس صد افسوس۔

کتاب مذکورہ کے صفحہ نمبر 327،328 پر اسناد ملاحظہ ہو

آگے مفتی صاحب لکھتے ہیں کاش کہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے وقت فقہ اور اصول فقہ کی کتاب شامی اور تلویح وتوضیح مطالعہ فرلیتے تو ایسی خطا مطلقہ کا صدور نہ ہوتا۔

اقول مفتی صاحب کو تو صرف ان کتابوں کے نام آتے ہیں اور مفتی صاحب کو ان کتابوں کے سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے جس طرح کہ ان کی تحریر سے عیاں ہے مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ توضیح تلویح مطالعہ فرما لیتے، بچارے مفتی صاحب کو کیا پتہ ہے کہ علامہ بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے توضیع وتلویح کو کئی دفعہ طالب علموں کو پڑھایا ہے مفتی صاحب ان علماء سے دریافت کریں جنہوں نے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے توضیح تلویح پڑھی ہے علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو توضیح پڑھانے میں کتنا ملکہ حاصل تھا کاش کہ مفتی صاحب کنویں کے مینڈک کی طرح نہ ہوتے بلکہ ذرا باہر نکل کر قبلہ بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے شرف تلمذ حاصل کرتے اور ان کو پتہ چلتا کہ واقعی علامہ بندیالوی اپنے زمانے کے تفتازانی اور میر سید شریف سے کم نہیں ہیں۔

دوسرا مقدمہ:۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ علامہ بندیالوی فرماتے ہیں (کسی چیز کے شرائط مقرر کرنا شارع جل جلالہٗ یا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حق ہے ہم اپنے طور پر حلال اور حرام شرائط مقرر کرنے کا ہرگز حق نہیں رکھتے۔

مفتی صاحب فرماتے ہیں علامہ صاحب کی یہ تینوں باتیں خود ساختہ اور لغو ہیں پہلی بات کسی بھی چیز کی شرائط مقرر کرنا شارع جل جلالہ یہ اصطلاح فقہا علماء کے خلاف ہے۔ سب آئمہ لفظ شارع حضور علیہ السلام کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارح نبی کریم ﷺ کا لقب ہے الخ

اقول مفتی صاحب کا یہ فرمانا کہ سب آئمہ لفظ شارع حضور ﷺ کیلئے ہی استعمال کرتے ہیں شارع نبی ﷺ کا لقب ہے اور شارع جل جلالہٗ اصطلاح فقہا کے خلاف ہے۔

یہ مفتی صاحب کا خودساختہ قول ہے دیکھئے شارع کا معنی ہے مشروع کرنے والا تو اللہ

تعالیٰ جل جلالہٗ نے جو احکام ہم پر فرض کئے ہیں ان کا شارع اللہ جل جلالہٗ ہی ہے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ بالذات شارع صرف اللہ جل جلالہٗ کی ہی ذات ہے اور سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ باذن اللہ شارح ہیں مفتی صاحب نے پیچھے توضیح تلویح کا حوالہ دیا تا کہ لوگ سمجھیں مفتی صاحب کو توضیح تلویح پر مہارت حاصل ہے حالانکہ اسی توضیح تو تیح میں ماتن اور شارح نے کئی دفعہ ذکر کیا ہے کہ شارع جل جلالہٗ پتہ نہیں مفتی صاحب کی نظر اس طرف کیوں نہیں گئی۔

میزان الکبریٰ میں امام عبد الوہاب شعرانی مرجع الصوفیہ شیخ اکبر کے حوالے سے لکھتے ہیں

نحن نعلمه ان الشارع هو الله تعالیٰ (الی ان قال)فانه ﷺ مبلغ عن الله احکامه فیها اراد الله تعالیٰ لا ینطق قط عن نفسه

ترجمہ: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ شارع صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے (پھر آگے فرمایا) جناب رسول اللہ ﷺ تو اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے والے تھے۔ جن امور کا اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے آپ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔

......آمدم برسر مطلب......

اب بندہ قوالی کے متعلق کچھ اظہار خیال کرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سماع کا مسئلہ اختلافی ہے اس کے جواز پر بھی علماء نے کتابیں لکھی ہیں اور کچھ علماء نے عدم جواز کے حق میں دلائل دیئے ہیں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ قرع الاسماع باوجود اختصار کے بڑا مفید ہے مولانا نور اللہ بھچرایوانی کی کتاب نغمہ مشتاق سماع کے جواز میں بڑی مفصل کتاب ہے۔ علامہ عبد الغنی نابلی کا رسالہ ایضاح الدلالات فی سماع الآلات سازوں کے ساتھ قوالی سننے کے جواز پر محققانہ تصنیف ہے۔

عبد الغنی بن اسماعیل بن عبد الغنی نابلسی دمشقی، آپ فقہی مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے اور صوفیانہ مشرب کے اعتبار سے قادری نقشبندی تھے آپ کی ولادت دمشق میں 1050ھ میں ہوئی آپ نے طلب علم کیلئے بغداد فلسطین لبنان، مصر، حرمین شریفین کے سفر کئے اور آخر دمشق میں قرار پذیر ہوئے آپ بہت بڑے عالم تھے ادیب تھے بہترین شاعر تھے آپ کے تین دیوان

مشہور ہیں۔ ا۔ نمبر الہٰیات نمبر۔۲۔ غزلیات نمبر۔۳۔ مدائح اور قصائد۔

آپ نے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ علیہ کی مشہور کتاب فصوص الحکم کی شرح لکھی جس کا نام جواہر النصوص ہے آپ نے سماع کے جواز پر یہ رسالہ تالیف کیا آپ کا مجموع فتاویٰ فقہ حنفی کا قیمتی ذخیرہ ہے آپ نے خوابوں کی تعبیر پر مفصل کتاب لکھی تعطیر الانام فی تعبیر المنام۔ آپ نے 1143ھ میں دمشق میں وفات پائی۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب رد المختار نے آپ کے دو پوتوں شیخ عبد القادر اور شیخ ابراہیم سے درمختار مصنفہ علامہ علاؤالدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت بلا اجازت حاصل کی علامہ عبد الغنی نابلسی[1] کا یہ رسالہ بطور سند ایک بہت بڑے حنفی عالم کی کتاب ہے یہ بزرگ چشتی نہیں بلکہ نقشبندی قادری تھے لہٰذا نقشبندی اور قادری حضرات اس سے انکار نہیں کر سکتے۔

دور حاضر کے علماء میں غزالی زمان حضرت علامہ احمد سعید شاہ کاظمی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا رسالہ اثبات سماع اور مولانا سید امیر اجمیری کا رسالہ کشف القناع عن وجہ السماع اور قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کا رسالہ قوالی کی شرعی حیثیت انصاف پسند علماء کے نزدیک

ا۔ علامہ نابلسی کی یہ کتاب حضور قبلہ بابوجی رحمہ اللہ تعالیٰ عموماً اپنے پاس رکھتے تھے تا کہ اگر کوئی سماع کا منکر اعتراض کرے تو اسے موقعہ پر حوالہ دکھایا جا سکے۔ نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

بڑے مستند رسائل ہیں۔

مشہور محقق علامہ محمد امین ابن عابدین شامی فتاوی رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

اقوال هذا يعيدان الة اللهو ليست محرّمةً لعينها بل بقصد اللهو منها اما من سماعها اومن المشتغل بها وبه تشعر الاضافة اولا ترى ان ضرب تلك الالة بعينها حل تارة حرام اخرٰ باختلاف النية بسماعها والا مور بمقاصد ها وفيه دليل لساداتنا الصوفية الذين يقصدون الامورهم اعلم بها فلا يبادر المعترض بالانكار كيلا لايحرم بركاتهم فَإِنَّهُمْ السادات الاخيار.

(فتاوی شامی جلد نمبر۵ ص ۲۴۷)

ترجمہ: (آلۃ الھو کی اضافت حرمت بعینہٖ کیلئے نہیں بلکہ قصد لہو کی بنا پر ہے۔ چاہے سماع کی طرف سے ہو یا مشغول ہونے والے کی طرف سے اور اس طرف یہ اضافت مشعر ہے تو نہیں دیکھتا کہ مزامیر کا سننا کبھی حلال ہے اور کبھی حرام ہے یہ اختلاف نیات کی بنا پر ہے اس عمل میں ہمارے صوفیائے کرام رحمھم اللہ تعالیٰ کیلئے دلیل ہے جو ان امور کا قصد کرتے ہیں جن کو وہ خود بہتر جانتے ہیں پس معترض کو ان پر انکار نہیں کرنا چاہیے تا کہ کہیں ان کی برکات سے محروم نہ ہو جائے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ عبارت منصف مزاج حضرات کو مطمئن کرنے کیلئے کافی ہے ورنہ دفتر کے دفتر بھی بیکار میں شیخ محقق اپنے رسالہ قرع الاسماع میں حضرت بہاؤالدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا حوالہ دیتے ہیں نہ ایں کار میکنم ونہ انکار میکنم (ہم سماع وغنا کا شغل نہیں کرتے لیکن اہل سماع پر انکار بھی نہیں کرتے) امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ منکرین سماع قرآن شریف سے استدلال کرتے ہیں ارشاد ہوتا ہے ومن الناس من يشترى لهوالحديث ليضل عن سبيل الله (بعض لوگ لھو باتیں خرید لاتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے گمراہ کریں) انصاف کی بات یہ ہے کہ اس ارشاد کو صوفیاء کے سماع پر محمول نہیں کیا جا سکتا بلکہ

اس سے مراد رستم واسفندیار کے قصے ہیں جو قریش مکہ خرید لاتے اور قرآن کے مقابلے میں ان کو گا کر پیش کرتے :(شرح احیاء العلوم غزالی جلد نمبر 6 ص 515) اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول پیش کیا جاتا ہے۔ الغناء ينبت النفاق (گانا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے) لیکن اس سلسلے میں یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ یہ اشارہ اس گانے کی طرف ہے جو دل و دماغ میں فحش خیالات پیدا کرے نہ کہ ایسے گانے جو سننے والے کو خدا اور رسول ﷺ کی یاد دلائیں اور اسے محبوبین ومقبولین خدا کی تقلید بہر مائل کریں۔ بعض حضرات قوالی نہیں سنتے یہ ان کی فقہی تحقیق ہے ہمیں ان سے اختلاف نہیں لیکن یہ کہنا کہ یہ علی الاطلاق حرام ہے درست نہیں ۔حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سبع سنابل تصنیف سید حبر طریقت بحر شریعت بقیہ السلف حجہ الخلف سیدنا ومولانا میر عبدالوحد حسینی سید بلگرامی قدس سرہٗ العزیز کی کتاب مستطاب کو رسالت مآب ﷺ نے قبولیت عطا فرمائی۔ ہم نے اس کتاب کو غور سے دیکھا تو مشائخ چشت کے سماع کے متعدد واقعات موجود پائے اگر سماع حرام ہوتا تو یہ کتاب بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں کیونکر قبول ہوتی اور حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس کی توثیق کیسے کرتے ہم تبرکاً اس کتاب سے چند حوالے پیش کرتے ہیں۔ سبع سنابل شریف ص 60 پر لکھتے ہیں۔

نقل کردہ اند بتواتر کہ در مجلس سلطان المشائخ سرود وسماع بسیار بودی اگر چہ سرور وسماع راہ وروش جملہ خواجگان چشت است قدس الله ارواحهم ۔ مورخین نے تواتر سے لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ کی مجلس میں موسیقی بکثرت سنی جاتی تھی سرود وسماع تمام مشائخ چشت کی راہ وروش ہے اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو پاکیزہ رکھے اس کتاب کے صفحہ 63 پر تحریر ہے جب حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ کا جنازہ اٹھایا گیا تو شامی اور تاتاری قوالوں کی ٹولیاں ساتھ تھیں اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی یہ غزل پڑھ رہی تھیں۔

سروِ سیمینا بہ صحرا می روی
نیک بد عہدی کہ بے ما می روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

ترجمہ:۔اے سروقد وخوبرو تو صحرا کی طرف جارہا ہے تو کس قدر عہد شکن ہے کہ میرے بغیر جارہا ہے تیرا چہرہ ساری دنیا کیلئے دیدار کا مرکز ہے پھر تو کہاں تماشا دیکھنے جارہا ہے۔

اتنے میں حضرت سلطان المشائخ کا ہاتھ کفن سے باہر نکلا اور حضرت امیر خسرو نے قوالوں کو روک دیا کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ حضرت سلطان المشائخ وجد میں آجائیں گے اسی کتاب کے صفحہ 224 پر تحریر ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سماع کے دوران بہت روتے آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا آنسو خشک ہو جاتے بلند آواز میں نعرہ لگاتے اور وجدانی کیفیت میں رقص کرنے لگتے۔ان چند واقعات سے سماع کا جواز ثابت ہوتا ہے۔اور ساتھ ہی اس کتاب کا بارگاہ رسالت ﷺ میں مقبول ہونا اور حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کو نقل فرمانا سماع کے مخالفین کیلئے مقام فکر ہے، شیخ محققؒ اخبار الاخیار میں صفحہ 54 پر لکھتے ہیں کہ کسی نے حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آیا قوالی جائز ہے؟ تو فرمایا کہ ''افسوس لوگ جل گئے اور قوالی سنتے سنتے جان دے بیٹھے لیکن کچھ لوگ اب بھی اختلاف میں مبتلا ہیں'' ان کا اشارہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کی طرف تھا جن کا وصال اس شعر پر ہوا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جان دیگر است

ترجمہ: تسلیم و رضا کے خنجر سے مرنے والوں کو ہر گھڑی غیب سے نئی زندگی ملتی ہے۔یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اگر قوالی کی صورت میں لہو ولعب اور فسق و فجور کی محفلیں سجائی جائیں تو اسے مشائخ چشت بھی جائز نہیں سمجھتے ملفوظات مہریہ میں درج ہے کہ

حضرت اعلیٰ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے قوالی کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے شیخ سعدیؒ کا یہ شعر پڑھا

سماع اے برادر بگویم کہ چیست
مگر مستمع را ندانم کہ کیست
گر از بُرجِ معنی بود طیرِ اُو
فرشتہ فرو ماند از سیرِ اُو

ترجمہ: ''سماع کے بارے میں اے بھائی میں بتاتا ہوں کہ کیا ہے۔مگر بتاؤ کہ سننے والا کون ہے؟ اگر سننے والے کی پرواز حقیقت کے برج سے ہے تو فرشتہ بھی اس کی سیر سے عاجز رہ جاتا ہے'' اہل ہے تو اس کی پرواز فرشتے سے بھی زیادہ ہوگی اور اگر وہ نااہل ہے اور نفسانی خواہش کیلئے سنتا ہے تو اس کیلئے جائز نہیں ہے۔ملفوظات مہریہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک نقشبندی بزرگ نے حضور غوث زماں شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ قوالی کیوں سنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہمارے اندر نسبت عشقیہ ہے جو قوالی سننے پر مجبور کرتی ہے۔اس بزرگ نے کہا کیا ہم عشق سے خالی ہیں؟ فرمایا ہر شخص کو اپنے گھر کی خبر ہوتی ہے ہمیں تو عشق حاصل ہے آپ کی خبر آپ کو ہوگی صاحب نغمہ عشاق لکھتے ہیں۔کہ وہ سماع جس کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے ایسا سماع ہے جو عیش وعشرت کے طور پر سنا جائے لیکن جب غنا سننے والے صالح ہوں پابند نماز ہوں قرأت قرآن کو ترک کرنیوالے نہ ہوں تو وہ حلال صریح ہے اور اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے۔نغمہ عشاق ص 75 (مطبوعہ ملتان)

اگر کوئی یہ کہے کہ حلت وحرمت میں تعارض ہے لہٰذا حرمت کو ترجیح دی جائیگی تو اس کا جواب یہ ہے کہ دلائل حرمت ضعیف ہیں اور دلائل حلت قوی ہیں لہٰذا دلائل قویہ کو ترجیح دی جائیگی اور حرمت کا قول نافذ نہیں کیا جائیگا مخالفین سماع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث

بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے عود کی آواز سنی تو کانوں میں انگلیاں ٹھونس دیں اور جب ان کے خادم نافع نے بتایا کہ آواز بند ہوگئی ہے تو انہوں نے اپنے کانوں سے انگلیاں نکال لیں اور کہا میں ایک بار حضور ﷺ کی رفاقت میں تھا آپ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جواباً عرض ہے کہ امام ابو داؤد جو اس کے راوی ہیں وہ خود اس حدیث کو منکر کہتے ہیں (ملاحظہ ہو ابو داؤد جلد ثانی ص 38)

علاوہ ازیں اگر صوت عود مطلقاً حرام ہوتی تو حضور پاک ﷺ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو روک دیتے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نافع کو روک دیتے بلکہ نہی عن المنکر کے طور پر بانسری بجانے والے کو منع فرماتے اور یہ اس حالت پر محمول ہے کہ رسول پاک ﷺ کی توجہ وحی الٰہی کی طرف تھی اس لیئے عود کی آواز سننا پسند نہ فرمایا جن روایات میں آتا ہے کہ غنا کا سننا معصیت ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا فسق ہے وہاں غنا سے مراد ایسا گانا ہے جو فسق و فجور کیلئے ہو اور اس کے سننے والے روحانی تسکین کے بجائے نفسانی لذت حاصل کرتے ہیں۔

ایک شبہ کا جواب: مخالفین کہتے ہیں کہ فقہا کے اختلاف اور باہمی ردو قدح سے قطع نظر اکابر اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم نے بھی قوالی کا انکار کیا۔ چنانچہ شہباز لامکانی محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ، غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں۔ کہ دعوت ولیمہ میں شرکت کی اجازت اس وقت ہے جبکہ منکرات نہ ہوں مثلاً طبل مزمار، عود بربط بانسری وغیرہ یہ سب کے سب حرام ہیں البتہ دف کا استعمال نکاح میں جائز ہے۔ جواباً عرض ہے کہ حضور محبوب سبحانی، شہباز لامکانی، قطب ربانی نے جو کچھ لکھا ہے وہ عین درست ہے اور ہمارے مسلک کے عین مطابق ہے کہ غنا و مزامیر کفار و اہل جاہلیت کی وضع پر استعمال کرنا حرام ہے۔ کلام اللہ اور احادیث رسول ﷺ میں جہاں حرمت آئی ہے۔ شرائط و قیود کے ساتھ مقید ہے۔ اور جہاں بلا قید ہے تو بموجب قاعدہ مشہور مطلق مقید پر محمول ہے پس جو شخص بھی حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے کلام پر غور کرے گا وہ سمجھ لے گا کہ حرمت ایک خاص موقع کیلئے ہے۔ چنانچہ آپ کی

عبارت سے وَاِنْ حَضَرَ مُنْكَرًا اِلٰى قَوْلِهٖ وَالْاِشْتِغَالُ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَطْيَبُ وَاَسْلَمُ (ترجمہ: اللہ کے ذکر میں مشغول اور مصروف ہونا زیادہ پاکیزہ ہے) اس سے صراحۃً دلیل ملتی ہے کہ غنا مزامیر منکرات کیساتھ جو یاد الٰہی سے خالی ہو حرام ہے اور یہی سماع باعث شورش طبع ہے اور اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔ چنانچہ غنیۃ الطالبین ص 658 پر مذکور ہے کہ فقیر کو عمداً راگ سننا جائز نہیں البتہ راستے میں اگر کسی ایسی مجلس کے قریب سے گزرے تو تعظیماً بیٹھ جائے مگر دل کو یاد الٰہی میں مصروف رکھے۔ غرضیکہ کہ آپ اس سماع کے منکر ہیں جو حظ نفسانی اور فسق و فجور کا باعث ہو۔ اقتباس الانوار جو سلسلہ چشتیہ کی مستند کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی دعوت قبول فرمائی تو آپ نے خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کیلئے قوالوں کو بلایا حضرت خواجہ غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ وجد میں آئے تو غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنے عصا کے سرے سے زمین کے نظام کو سہارا دیا اور فرمایا کہ تم نہیں دیکھتے کہ ایک عارف کامل وجد میں ہے اور فرش سے لے کر عرش تک سب چیزیں اس کی پیروی میں وجد و رقص میں ہیں۔ میں ہوں کہ اپنی قوت ولایت سے تمام عالم کو تھامے ہوئے ہوں ورنہ کونین زیر و زبر ہو جائے۔ ملاحظہ ہو اقتباس الانوار 135-134

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میرے استاذ گرامی جناب حضرت مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی قدس سرہٗ العزیز نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان اقدس میں تحفہ سلیمانیہ میں ایک عربی منقبت لکھی ہے وہ بندہ کو بے حد محبوب ہے راقم الحروف کو بارہا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی شان بیان کرنے والے کو اس منقبت کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔ جس میں مولانا غلام محمود صاحب پپلانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمندر کو کوزے میں بند کیا ہے۔

ملاحظہ ہوں: ہمارے مرشد و ہادی اور محبوب الٰہی سیدنا پیر سید مہر علی شاہ ادام اللہ الطافہ اس دور میں جماعت اولیاء اور فضلاء کے رئیس و قائد اور علم و حلم کی قاموس ہیں علماء کے سردار اور

علم کے بحرنا پیدا کنار ہیں اس دور میں امامِ متقین قدوۃ السالکین اور جید علماء کے صدر نشین ہیں اکابر کی طرح بڑے خوش اخلاق ہیں۔

عربی منقبت:

شریف از یحی لایزال

کریما بید لیس لہ مثال

ترجمہ:۔ایسے خوش رو ہیں کہ ہمیشہ ہر آنے والے کو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں بڑے کریم النفس ہیں

وعقل قد یدین لہ علوم

صعاب لیس یدر کھا الخیال

ترجمہ: ایسے عالم ہیں کہ علوم ان کے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں علم وعرفان کی ایسی چٹان ہیں کہ عقل اس کا ادراک نہیں کرسکی۔

وقد سالت علوم این ناوی

اشرت الیہ ذاك ھو المال

ترجمہ: علوم نے اپنے ملجا وماویٰ کا پتہ پوچھا تو میں نے آپ کی ذات عالی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ ہیں آپ کے ملجا وماویٰ۔

ھو الفھام مولانا شفیق

وقرم لا یضاھیہ الرجال

ترجمہ: ہمارے مرشد شفقت فرمانے والے اور فہم وفراست والے ہیں اور ایسے سردار ہیں جن کا کوئی مثیل ونظیر نہیں۔

فصدقنا مقالا یا صدوق

فھل کثرت علومك اُوِمال

ترجمہ: اے سچائی والے ہماری اس بات کی تصدیق فرما کہ تیرے علوم زیادہ ہیں یا

ریت کے ذرے۔

وھل انت الغزالی او فلاطون

وھل ثقلت وقارك اوجبال

ترجمہ: کیا تو غزالی زماں ہے؟ یا افلاطونِ دوراں ہے؟ کیا ترا وقار بہادری ہے یا پہاڑ؟

الا یا مادح الطمطام فاسکت

فان المدح لیس لك المجال

ترجمہ: اے دریا کی مدح اور ستائش کرنے والے ٹھہر جا کیوں کہ اس مرد کامل کی تعریف وتوصیف تیرے بس میں نہیں۔

بیعت وارادت:

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیعت اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت مجدد دین وملت فخر اہلسنت جبل العلوم حجۃ اللہ علی الارض، آیت من آیت اللہ جانشین مصطفےٰ ﷺ علیہ التحۃ والثنا ،وارث علوم مولیٰ علی وغوث جلی رضی اللہ عنہما، نائب غوث الوریٰ حضور قبلہ عالم حضرت پیر سید مہر علی شاہ (رضی اللہ عنہ) کے دستِ حق پرست پر تھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت حضور اعلیٰ سے بیعت کی ہے کہ جس وقت آپ رضی اللہ عنہ پانچ وقت باجماعت نماز ادا فرمانے کیلئے مسجد میں تشریف لے جاتے تھے یعنی عالم استغراق سے پہلے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی بیعت کے متعلق خود ارشاد فرماتے ہیں کہ میں دوسرا پارہ پڑھتا تھا جب مجھے گولڑہ شریف میں حضرت خواجہ پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ سے شرف بیعت حاصل ہوا مجھے ان کے نقش ونگار معمولات اور چہرہ مبارک سب کچھ یاد ہے وہ تو اپنی مثال آپ تھے حضرت کا سراپا اب بھی میرے سامنے ہے آپ چوبارہ میں یعنی عشق آباد شریف جو کہ سرائے

نمبر 1 میں واقع ہے جہاں حضور اعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا ہے یعنی آپ چوبارہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور پانچوں وقت مسجد میں آتے اور باجماعت نماز ادا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمود صاحب تونسوی نور اللہ مرقدہٗ گولڑہ شریف تشریف لائے وہ نیلا تہہ بند (یعنی چادر) باندھتے تھے مجلس میں کسی نے حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ نیلا تہبند باندھنا چشتیوں کی علامت ہے آپ کیوں نہیں باندھتے ؟ تو حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ’’او بھڑوا! نیلا تہمند باندھنا چشتیوں کی علامت نہیں بلکہ باجماعت نماز پڑھنا چشتیوں کی علامت ہے حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بڑی سختی سے شریعت مطہرہ کے احکامات کی پابندی فرماتے اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی تلقین فرماتے تھے آپؒ کے معمولات وظائف وغیرہ وہی تھے جو کہ چشتی اور قادری مشائخ کے ہیں حضرت کی طبیعت میں سچ ہی سچ تھا اور زہد وتقویٰ پورے عروج پر تھا آپؒ شیخ محی الدین ابن عربی کے انتہائی عقیدت مند اور نظریہ وحدت الوجود کے قائل تھے اور اسی نظریہ سے حضرت کو بہت زبردست شغف تھا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص مریدین کو ’’فصوص الحکم‘‘ اور فتوحات مکیہ کا درس دیا کرتے تھے اور سبقاً پڑھاتے تھے اور حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پڑھائے ہوئے سبق تو دلوں میں اترتے تھے اور کیفیات کو بدل کر رکھ دیتے تھے حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مولوی حسین علی واں بھچراں سے جو مناظرہ ہوا اس میں حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات مکیہ سے سوالات کیلئے اور وہ مبہوت ہوگیا اور میدان مناظرہ سے بھاگ کھڑا ہوا۔

بقول راقم الحروف

تو ں مہر سے مناظرہ کرے یہ تیری عقل کا پھیر ہے
تو دیوبند کی لومڑی وہ اہلسنت کا شیر ہے

اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے

متعلق جو کچھ تحریر فرمایا ہے بندہ بعینہٖ اس کو یہاں نقل کرتا ہے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علوم ظاہری و باطنی کے بحر العلوم تھے اکثر و بیشتر علماء کے باہمی اختلافات میں فریق کے طور پر دخل نہیں دیتے تھے البتہ کوئی شخص انفرادی طور پر اختلاف کے متعلق پوچھتا تو اپنی رائے گرامی کا اظہار فرمادیتے اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نظر بصیرت سے اس امر کا ملاحظہ فرماتے کہ ملت اسلامیہ ایک شدید بحران سے دوچار ہو رہی ہے تو پھر میدان جہاد کی صف اول میں نظر آتے یہ فقیر یہاں صرف تین مقامات کی نشان دہی کرتا ہے۔

پہلا مقام: جب فتنہ قادیانیت کا آغاز ہوا تو کئی علماء کرام قادیانی سے مناظرہ کرنے گئے لیکن اسی کے ہو کے رہ گئے اس لیئے جب اعلیٰ حضرت مجدد گولڑویؒ کے مناظرے کا اعلان ہوا تو حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا خدشہ کی بناء پر کئی آدمی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجے اور فرمایا کہ وہ بڑا مکار ہے آپ مناظرہ کیلئے نہ جائیں تو اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے جواب میں فرمایا کہ حضرت تونسوی صاحب سے عرض کریں کی فکر کی کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری پشت پر ہے غرض یہ کہ جب آپ نے دیکھا کہ علماء اس فتنہ کے مقابلہ سے عاجز ہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی دعوتِ مناظرہ کو قبول فرمایا اور تین سو جید علماء کرام کی قیادت فرماتے ہوئے لاہور پہنچے اور کئی دن لاہور میں قیام فرمار ہے لیکن زندیق قادیانی سامنے نہ آیا مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا کہ میں سورۃ فاتحہ کی عربی میں فصیح وبلیغ اور غیر منقوط تفسیر لکھتا ہوں اور پیر صاحب بھی ایسی ہی تفسیر لکھیں اور تین اہل علم حلفیہ فیصلہ دیں کہ کس کی تفسیر اچھی ہے جس کی تفسیر اچھی ہوگی وہی مناظرہ میں کامیاب سمجھا جائے تو حضرت قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسی تفسیر نہ معجزہ ہے اور نہ کرامت کیونکہ دین الٰہی کے بانی فیضی نے قرآن حکیم کی ایسی تفسیر سواطع الالہام کے نام سے لکھی ہے اس لیئے یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی قلم

دوات اور کاغذ میز پر رکھ دے اور میں بھی قلم دوات اور کاغذ میز پر رکھتا ہوں جس کی قلم از خود لکھنا شروع کر دے وہ سچا ہوگا لیکن قادیانی نے سامنے آنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے اور پھر انگریز کو درخواست دی کہ پیر صاحب کے ساتھ ان کے افغانی مرید ہیں اگر مناظرہ ہوا تو فتنہ وفساد برپا ہو جائیگا۔ جب اس کی اطلاع اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کو ہوئی تو آپ کے ایک افغانی مرید سیٹھی کریم بخش نے ساٹھ ہزار طلائی اشرفیاں نقد ضمانت داخل کرنے کی پیشکش کی کہ اگر ہماری طرف سے فساد ہوا تو یہ تمام ضمانت ضبط کر لی جائے مگر مرزا قادیانی اس کے باوجود نہ آیا اور خطرہ جان کا سہارا لیئے رہا جب حواریوں نے اصرار کیا تو قادیانی نے کہا کہ دراصل یہ لوگ ضمانت کے بدلے میرا قتل چاہتے ہیں اگر میں قتل اور فریق مخالف کی ضمانت ضبط ہوگئی تو مجھے اس کا کیا فائدہ ہوگا اعلیٰ حضرت قبلہ عالم مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قادیانی کے رد میں سیف چشتیائی اور شمس ہدایت ہر دو کتابیں تصنیف فرمائیں اس فقیر کو مستند ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی نے جب ان کتابوں کا مطالعہ کیا تو بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ کون کہتا ہے کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فوت ہو گئے ہیں وہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں زندہ ہیں حضرت مجدد گولڑوی (قدس سرہ العزیز) کے اس مناظرے کی تفصیلات مصر کے اخبارات میں چھپی تھیں کہ ہندوستان میں ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا ہے اور وہاں کے ایک گیلانی فاضل سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ نے اس متنبی کو میدان مناظرہ میں شکست فاش دی جب یہ خبر اس وقت کے نقیب الاشراف سجادہ نشین بغداد شریف نے پڑھی تو بڑے خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمد للہ ہمارے گیلانی بھائی نے یہ خدمت دین سرانجام دی ہے سن 1948ء میں بندہ نے اپنے حضرت سلطان العارفین محبوب الٰہی حضرت قبلہ غلام محی الدین قدس سرہ العزیز کی ہم رکابی میں بغداد شریف کی زیارت کی ہے وہاں ایک معمر صوفی غلام محمد صاحب نے مجھے خود بتایا کہ مصر کی وہ اخبار جس میں مناظرہ کی خبر چھپی تھی میں نے خود اس وقت کے نقیب الاشراف کو پیش کی اور انہوں نے مذکورہ بالا الفاظ میں

خوشی کا اظہار فرمایا کہ قادیانی کو شکست دینا علماء کا روگ نہیں تھا اس لیئے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے یہ معرکہ سرانجام دیا اس کی نظیر حضرت یوسف علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاہ مصر سے عہدہ مانگا تھا کہ مجھے اناج کے ذخیرہ کا محافظ مقرر کیا جائے حالانکہ کوئی عہدہ طلب کرنا درست نہیں تو فقہاء امت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جب کسی عہدہ کا مستحق صرف ایک آدمی ہو تو وہ عہدہ طلب کر سکتا ہے بلکہ طلب کرنا ضروری ہے اس طرح جب اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہ العزیز نے دیکھا کہ زندیق مکار قادیانی کے ساتھ فیصلہ کن مناظرہ دیگر علماء کی طاقت سے باہر ہے تو اس فریضہ کو سرانجام دینے کیلیئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے میدان عمل میں قدم رکھا اور کندن ہو کر نکلے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی کا طریقہ اظہار کرامت نہیں تھا لیکن وقتی ضرورت کیلیئے قادیانی کو قلم کے از خود لکھنے کا چیلنج دیا اس طرح خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ نے دین کی تقویت کیلیئے کرامت کا اظہار فرمایا اور لاکھوں افراد مشرف با اسلام ہوئے اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بحر العلوم تھے لیکن کبھی زبان مبارک سے اپنے علم وفضل کا اظہار نہ فرماتے تھے بلکہ دقیق علمی مباحث میں صرف یہ فرماتے کہ میں نے بھی طالب علمی کی ہے اور اسی طرح نجیب الطرفین گیلانی سید ہونے کے باوجود صرف یہ فرماتے تھے کہ گھنگریالی زلفیں ہم ہاشمیوں کی علامت ہیں۔

دوسرا مقام: جس قرن شیطان کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس کا ظہور نجد میں ہوگا ہندوستان میں اس شیطانی سینگ کا اثر سب سے پہلے مولوی اسماعیل کے ذریعے دہلی میں ہوا علماء اہلسنت نے اس کا شدید مقابلہ کیا ان علماء کرام کے سرخیل مجاہد ملت حضرت مولانا محمد فضل حق خیر آبادی قدس سرہٗ العزیز تھے اس کے بعد اس قرن شیطان کا زیادہ اثر پنجاب میں موضع واں بھچراں ضلع میانوالی میں ہوا۔ جس کے مظہر اتم مولوی حسین علی صاحب تھے حضرت قبلہ عالم مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ مع دیگر علماء کے بہ نفس نفیس واں بھچراں تشریف لے گئے مولوی حسین

علی کے ساتھ مسئلہ علم غیب پر گفتگو کی مولوی حسین علی کے ساتھ بھی اس کے ہم مسلک علماء تھے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے مولوی حسین علی سے فرمایا مسئلہ علم غیب پر آپ کے پاس جو قوی تر دلیل ہے اسے پیش کرو مولوی حسین علی نے کہا کہ مجھے کچھ مہلت دیجئے میں اپنے علماء کے ساتھ مشورہ کرلوں اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے مہلت دے دی مولوی حسین علی اور اس کے حامی علماء کچھ دیر بعد آئے اور آیت مبارکہ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو (پارہ نمبر ۷) پڑھی یعنی غیب کی کنجیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اس کے علاوہ اس کو کوئی نہیں جانتا اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے مولوی حسین علی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا آپ لوگوں کا اس آیت پر ایمان اور تصدیق ہے مولوی حسین علی نے اثبات میں جوابدیا۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا تصدیق کی کتنی اقسام ہیں کتنی مقبول اور کتنی مردود ہیں اور آپ کو اس آیت مبارکہ کے ساتھ کونسی تصدیق ہے مولوی حسین علی یہ سن کر مبہوت ہو گیا اور لگا کہنے کہ ہم دیہاتی لوگ ہیں ایسی پیچیدگیوں کو نہیں جانتے آپ ہم سے ہماری استعداد کے مطابق بات کریں تو اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا اگر آپ دیہاتی لوگ ہوتے تو مسلمانوں کو نماز اور روزہ کے مسائل سکھاتے آپ نے تو خاتم الانبیاء ﷺ کے علم پر ہاتھ ڈالا ہے اس لیئے آپ کو میرے سوال کا جواب دینا ہوگا۔

اس کے بعد مولوی حسین علی مراقبہ[1] میں چلا گیا اور پھر ایک دم اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا لوگ پکڑتے ہی رہ گئے اور جب مولوی حسین علی اٹھ کر بھاگا تو لوگوں نے دیکھا کہ وہ جگہ تر تھی اب جگہ کا تر ہونا ایک لطیفہ ہو گیا۔

کوئی پیشاب اور کوئی پسینہ کی توجیہہ کرتا اس کے علاوہ بھی کئی توجیہات ہیں اگر ان کا ذکر کیا جائے تو مضمون طویل ہو جائیگا۔

[1] ۔راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا ہے کہ قبلہ عالم مجدد گولڑوی علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ مولوی حسین علی مراقبے میں کیا پڑھتا تھا تو حضور اعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ (دعائے حزب البحر) کا عامل تھا اور جب وہ اس مقام یعنی واطمس علی وجوہ

اعدائنا پر پہنچتا جس کا معنی یہ ہے کہ میرے دشمنوں کا منہ بند ہو تو وہ بھول جاتا پھر ابتداء سے شروع کر دیتا لیکن پھر جب اس مقام پر پہنچتا تو پھر بھول جاتا اور جب وہ کامیاب نہ ہوا تو گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جس چیز کا جو آدمی عامل ہوتا ہے وہ اس کو اسی طرح روانگی سے پڑھتا ہے جس طرح نماز میں الحمد شریف پڑھتے ہیں لیکن مولوی حسین علی، حضور اعلیٰ قدس سرہٗ کے سامنے جس چیز کا عامل تھا وہ نہ پڑھ سکا یہ حضور قبلہ عالم مجدد گولڑوی قدس سرہٗ کی کرامت تھی یا آپ کا علمی رعب و دبدبہ تھا جس کے سامنے حسین علی دم نہ مار سکا۔ اور قبلہ استاذی المکرّم ارشاد فرماتے تھے کہ جب مولوی حسین علی سر نیچے کر کے مراقبہ کرتا تھا تو واں بھچراں کے ملک صاحب اپنے عصاء سے حسین علی کے جسم کے ٹھوکر لگاتے اور کہتے کہ اب سر اوپر کر کے قبلہ پیر صاحب کو جواب دو ہمیں تو تم نے یہاں تنگ کر رکھا ہے اور حسین علی پھر مراقبے میں چلا جاتا اور ملک صاحب پھر وہی سلوک کرتے۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میری واں بھچراں کے ان عمر رسیدہ لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے جو کہ مقام مناظرہ میں موجود تھے اور انہوں نے بتایا کہ جس جگہ سے مولوی حسین علی اٹھ کر بھاگا وہ جگہ اس طرح تر تھی جیسا کہ وہاں پر پیشاب کیا گیا ہو۔

اب یہاں راقم الحروف اپنا ایک چشم دید واقعہ تحریر کرتا ہے فوالذی نفسی بیدہٖ غالباً سن 1987ء میں جب بندہ دار العلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف میں شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی دامت برکاتہم سے اکتساب فیض کر رہا تھا تو ایک مرتبہ بندہ کو قبلہ شیخ الحدیث محمد اشرف سیالوی صاحب کے ساتھ جامعہ مظفریہ واں بھچراں میں ایک جلسہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو اس جلسہ میں صاحبزادہ علامہ محمد عبد المالک صاحب چشتی میروی میانوالی بھی تشریف لائے اور اگلے دن ظہر کے بعد قبلہ شیخ الحدیث صاحب کی چکڑالہ میں تقریر تھی تو صبح تقریباً دس بجے قبلہ شیخ الحدیث اور راقم الحروف صاحبزادہ عبد المالک صاحب کے ہمراہ چکڑالہ کی طرف روانہ ہوئے جب واں بھچراں سے باہر چکڑالہ والے روڈ پر پہنچے تو صاحبزادہ عبد المالک صاحب نے مولوی حسین علی کی قبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ مولوی حسین علی کی قبر ہے تو اللہ کی عزت کی قسم ہم سب نے دیکھا کہ مولوی حسین علی کی قبر پر کتا پھر رہا تھا۔

اللہ اللہ یہ ہے عشاق مصطفیٰ ﷺ اور گستاخ مصطفےٰ ﷺ کی پہچان کہ عاشق مصطفےٰ ﷺ حضور تاجدار گولڑہ قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہ العزیز کی مرقد انور پر صبح و شام عشاق مصطفےٰ ﷺ قرآن پاک کی تلاوت کرتے ہیں اور گستاخ مصطفےٰ ﷺ کی قبر پر کتے پھرتے ہیں فیصلہ قارئین خود فرمالیں۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

حضرت استاذ الاساتذہ حضرت علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں اس مناظرہ میں موجود تھا جب مولوی حسین علی مجلس مناظرہ سے فرار ہوا تو میری زبان سے بے ساختہ نکلا فرت من قسورۃ ۔ الایہ۔ ترجمہ:۔ وہ گدھا شیر سے بھاگ گیا۔

حضرت علامہ گھوٹوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے جو سوال مولوی حسین علی سے کیا تھا اس کا جواب نہ تو مولوی حسین علی کو معلوم تھا اور نہ ہی ان علماء کو معلوم تھا جو حضور قبلہ عالم گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ تھے اور اس کی تائید اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ اس فقیر نے حضرت استاد جناب مولانا غلام محمود صاحب رحمہ اللہ علیہ تعالیٰ ساکن پپلاں ضلع میانوالی (جو کہ اس مناظرہ کے شرکاء میں سے تھے) سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں کافی عرصہ تک کتابوں کی ورق گردانی کرتا رہا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اس سوال کا ماخذ کیا ہے ایک عرصہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ اس سوال کا ماخذ فتوحات مکیہ ہے یہ کتاب ویسے بھی مشکل ہے لیکن شیخ اکبر قدس سرہٗ العزیز نے اس سوال کو اس قدر مشکل پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ سمجھنا بڑا دشوار ہے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی نے اس مناظرہ کے ساتھ وہابیت کی ترویج واشاعت کے سامنے سدِ سکندری کھڑی کردی پنجاب میں وہابیت کے خلاف زور وشور سے کام شروع ہوگیا جو آج تک جاری ہے۔

یہ فقیر سراپائے تقصیر بھی مدت مدید تک سوچتا رہا کہ تصدیق کی کتنی قسمیں ہیں کونسی مقبول اور کونسی مردود ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے مولوی حسین علی سے سوال کیا ہے یہ عاجز اپنی بے بضاعتی کے باوجود صرف طلباء کے فائدے کیلئے اس بحث کا کچھ ذکر کرتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کی بھی یہی مراد ہو ملاحظہ فرمایئے۔

علم کی دو قسمیں ہیں: اول تصور، دوم تصدیق۔ ان دونوں کی تعریف کتب

منطق میں مذکور ہے پھر تصور کی آٹھ قسم اور تصدیق کی سات قسم ہیں تصور کے آٹھ اقسام سے چار قسم ایسی ہیں کہ ہر ایک کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے بلکہ چاروں کو تصور ہی کہا جاتا ہے

(۱) صرف ایک چیز کا علم وادراک جیسا کہ زید کا علم۔

(۲) متعدد چیزوں کا علم وادراک جن میں کوئی نسبت نہیں ہے نہ تامہ اور نہ ناقصہ جیسے زید، عمر، بکر ، واحد، اثنان، ثلثہ کا علم وادراک

(۳) متعدد چیزوں کا علم وادراک کہ ان میں نسبت غیر تامہ اور ناقصہ جیسے مضاف اور مضاف الیہ صفت وموصوف کا علم وادراک جیسے غلام زید اور رجل فاضل

(۴) متعدد چیزوں کا علم وادراک جن میں نسبت تامہ انشائی ہے جیسے اضرب اور لا تضرب کا علم و ادراک یہ تصور کی وہ چار قسم ہیں جن کا کوئی مخصوص نام نہیں ہے بلکہ سب کو تصور کے عام نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان چاروں تصورات میں نسبت تامہ خبری نہیں ہے اور پہلی دو قسم میں کوئی نسبت نہیں ہے نہ تامہ اور نہ ناقصہ اور تیسری قسم میں نسبت غیر تامہ اور ناقصہ ہے اور چوتھی قسم میں نسبت تامہ انشائی ہے اور تصور کی چار قسم وہ ہیں جن کا خاص خاص یعنی الگ الگ نام ہے اور چاروں میں نسبت تامہ خبری کا ادراک ہوتا ہے۔

(۱) **تخیل** مثلاً زید قائم کسی نے سنا تو نسبت تامہ خبری کا ادراک اور علم تو حاصل ہوگیا لیکن اس طرف توجہ نہ کی کہ واقعہ میں بھی ایسا ہوا یا نہیں۔

(۲) **تکذیب** کہ نسبت تامہ خبری کا ادراک ہوا اور توجہ کی تو انکار پیدا ہوا کہ ایسا نہیں ہے۔

(۳) **شک** کہ نسبت تامہ خبری کا علم وادراک حاصل ہوا اور توجہ بھی کی لیکن دونوں جانب برابر ہیں ہوسکتا ہے ایسا ہوا ہے اور ہوسکتا ہے ایسا نہ ہو۔

(۴) **وہم** کہ نسبت تامہ خبری کا علم وادراک حاصل ہوا اور توجہ کی تو ایک راجح اور دوسری جانب مرجوع ٹھہری جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک جانب کی طرف زیادہ خیال ہے اور دوسری جانب

کمزور تو مرجوع تو مرجوع اور کمزور جانب کا علم اور ادراک یہ وہم ہے اور یہ تصور کی آخری قسم ہے
اور راجح اور زیادہ جانب کے علم وادراک کا نام ظن ہے اور یہ تصدیق کی پہلی قسم ہے تصدیق کا
آغاز ظن سے ہوتا ہے یہاں تک تصور کی آٹھ قسمیں مکمل ہوگئیں۔

یہ اقسام تصور کی ابتدائی اور اوّلی ہیں اور ان کو اگر آگے بڑھایا جائے تو سینکڑوں اقسام
ہو جاتے ہیں جن کو اجمالی طور پر یہاں ذکر کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ مذکورہ آٹھ تصور یا تو ماشارحۃ
کے جواب میں آئیں گے اور یا ماحقیقۃ کے جواب میں تو اب سولہ قسمیں ہوگئیں اور پھر یہ سولہ پہلی
دفعہ ذہن میں آئیں گی یا ذھول کے بعد دوسری دفعہ جیسا کہ تعریف لفظی ہوتی ہے تو اب بتیس
32 قسمیں ہوگئیں اور پھر ہر ایک تصور یا تو حدِّ تام سے حاصل ہوگا یا حد ناقص سے یا رسم تام سے
یا رسم ناقص سے حاصل ہوگا تو تمام اقسام ایک سو اٹھائیس 128 ہوئیں اور پھر ہر ایک
بداہۃ حاصل ہوگا یا فکر ونظر سے تو اب تمام اقسام دو سو چھپن 256 ہوئیں۔
اس کے بعد تصدیق کی سات قسمیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) ظن جس کی تعریف قبل ازیں گزر چکی ہے کہ ظن اسی جانب غالب کا نام ہے کہ دوسری
جانب مرجوع وکمزور ہو۔

(۲) جہل مرکب: کہ نسبت تامہ خبری کا جزم ہوتا ہے اور دوسری جانب کو جائز نہ سمجھا
جائے۔ اور واقعہ کے خلاف ہو اور کسی کی تشکیک سے زائل نہ ہو۔

(۳) تقلید مخطی:۔ کہ یہ جہل مرکب کی طرح ہوتی ہے لیکن تشکیک سے زائل ہو جائے۔

(۴) تقلید مُصیب:۔ کہ جزم واقع کے مطابق ہو اور تشکیک سے زائل ہو جائے

(۵) علم الیقین۔ (۶) عین الیقین۔ (۷) حق الیقین

یقین کی ان تین اقسام میں نسبت تامہ خبری کا جزم ہوتا ہے اور جانب مخالف کو

جائز نہیں سمجھا جاتا اور مطابق واقع کے ہوتا ہے اور تشکیک سے زائل نہیں ہوتا لیکن علم الیقین میں
جو جزم ہے اس کی بناء حواس اور تجربہ پر نہیں ہے جیسا کہ مسلمانوں کو عذاب قبر کا یقین ہے لیکن یہ
یقین حس اور تجربہ سے حاصل نہیں بلکہ دلائل نقلیہ سے حاصل ہے اور عین الیقین میں یقین کی بناء
حس پر ہے جیسا کہ کوئی مسلمان دیکھے کہ مردہ کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے تو اس مسلمان کو قبل ازیں
صرف علم الیقین تھا اور دیکھنے کے بعد عین الیقین حاصل ہو گیا اور جس کو عذاب قبر ہو رہا ہے اس کو
حق الیقین کا درجہ حاصل ہے اب یہاں ضروری ہوا کہ قرآن پاک کی ایک آیت کو حل کیا جائے
۔قولہ تعالیٰ۔ رب ارنی کیف تحی الموتیٰ قال اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن
قلبی خلاصہ:۔ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رب العزت کی
بارگاہ میں عرض کی کہ اے میرے پروردگار تو مردوں کو کس طرح زندہ فرمائے گا تو رب العزت
نے فرمایا کہ کیا تجھے اس پر ایمان نہیں ہے تو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا ایمان
تو ہے لیکن اطمینان قلبی مطلوب ہے تو یہاں ابراہیم علیہ السلام کو قبل ازیں علم الیقین تھا اور اب حق
الیقین مطلوب تھا اس لیئے انہوں نے پرندوں کو خود ذبح کیا اور مختلف پہاڑوں پر ان کا گوشت
رکھا اور ہر پرندہ کا سر اپنے پاس رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر سب پرندوں کو زندہ کیا تو
اب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق الیقین حاصل ہوا یہاں تک تصدیق کی سات قسمیں آگئی ہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ ان اقسام سے مقبول کتنی ہیں اور مردود کتنی ہیں تو جاننا چاہیے کہ جہل
مرکب اور تقلید مخطی ہر دو بالاتفاق مردود ہیں اور بعض آئمہ کے نزدیک اعتقادیات میں تقلید
مصیب بھی مقبول نہیں اور یہ ایمان مقلد کا مسئلہ ہے کہ تقلید کے ذریعے جو ایمان لائے تو یہ ایمان
مقبول ہے یا نہیں تو اس میں شیخ اشعری اور ابو المنصور ماتریدی رحمہما اللہ کا اختلاف ہے اور چونکہ
اعتقادیات دو قسم ہیں قطعی اور ظنی اعتقاد دلیل ظنی سے حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ
لاشریک ہے تو یہاں تصدیق ظنی کافی ہے اور مقبول نہیں ہے البتہ اعتقاد ظنی میں تصدیق ظنی کافی
ہے جیسے یہ مسئلہ کہ فرشتے افضل ہیں یا آدمی افضل ہے۔ تو یہ ظنی عقیدہ ہے اور قرآن پاک میں ہے

کہ ان الظن لایغنی من الحق شیئاً اور ان بعض الظن اثم ۔مراد یہ ہے کہ جہاں قطعیت مقصود ہو وہاں ظن فائدہ نہیں دیتا اور یہ ظن گناہ ہے ظن گناہ نہیں ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ چار تصدیق مقبول نہیں باقی جو یقین کے اقسام ہیں یہ سب مقبول ہیں بندہ نے اپنی بے بضاعتی کے باوجود اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سوال کی کچھ تفصیل ذکر کی ہے بندہ کو اہل علم کی بے حسی پر افسوس ہوتا ہے کہ کسی اہل علم نے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی سے اس سوال کی تفصیل پوچھ کر بغرض افادہ عام نہیں کی ہے چونکہ یہ سوال بڑا اہم تھا اس لیئے موافق اور مخالف علماء نے اس پر ضرور غور کیا ہوگا اور کچھ نہ کچھ تفصیل وہ جانتے ہونگے لیکن آج ہم ان تفصیلات سے بالکل بے خبر ہیں۔

واقعہ نمبر 3: جنگ عظیم اول کی بات ہے کہ اس دور میں ترکی مسلمان خلافت عثمانیہ کے سلطان کو عالم اسلام کا خلیفہ مانتے تھے انگریز نے دوسری دشمن طاقتوں سے مل کر خلافت عثمانیہ کو ختم کر دیا ہندوستان کے ہندوؤں نے مسلمانوں کو ورغلایا کہ انگریز نے تمہاری خلافت کو ختم کیا ہے اس لیئے ہم ہندوستان کے باشندے آپس میں مل کر متحدہ محاذ قائم کرتے ہیں اور انگریز سے آزادی حاصل کرنے کیلیئے جدوجہد کرتے ہیں اور ترکوں کی مدد کرتے ہیں چونکہ ہندوستان کے مسلمان ترکوں کی شکست کی وجہ سے بہت آزردہ تھے اور انگریز کے خلاف ان کے جذبات مشتعل تھے اس لیئے مسلمان، ہندو کانگریس سے مل گئے اور اس ہندو مسلم اتحاد میں اتنا غلو کیا کہ گاندھی وغیرہ کی مسجدوں کے منبروں سے تقریریں کرائیں اور بڑی قربانیاں دیں پھر ہندوؤں نے مسلمانوں کو یہ سبق دیا کہ ہجرت مسلمانوں کی ایک شاندار روایت ہے اس لیئے ہندوستان کے مسلمان یہاں سے ہجرت کر جائیں مسلمان ہندوؤں کی اس چال میں آگئے اور اپنی جائیدادیں نہایت ارزاں فروخت کر کے افغانستان ہجرت کر گئے ۔لیکن شومئی قسمت سے اس وقت کی حکومت نے ان مہاجرین سے کچھ اچھا سلوک نہیں کیا تو ان لوگوں کی اکثریت کسمپرسی کا

شکار ہو کر رہ گئی اس صورت حال سے مسلمانوں کو شدید مالی و جانی نقصان برداشت کرنا پڑا بعض واپس آئے بعض دوسرے اسلامی ممالک کی طرف نکل گئے اور بعض کو افغانیوں نے پچاس روپے فی کس کے حساب سے انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیا اس ہجرت سے ہندوؤں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان ایک مجاہد قوم ہے اور ہمیشہ ہم پر مسلط رہی ہے اگر چہ ہندوستان میں یہ اقلیت ہیں مگر ہجرت کے بعد یہ اقل قلیل ہو جائیں گے اور ہمارے کسی کام میں رکاوٹ نہیں بن سکیں گے۔

اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے اس تحریک کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا اور اس کے چند وجوہ تھے۔

(۱) اگر انگریز اس ملک سے چلے گئے تو سارا ہندوستان مسلمانوں اور ہندوؤں کا مشترکہ ملک ہوگا اگر مسلمان ہجرت کر گئے تو ہندو مزید اکثریت میں ہوں گے اور مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ مسلمان انگریزوں کے بجائے ہندوؤں کے غلام ہو جائیں گے مسلمانوں کو اپنا علیحدہ وجود اور حیثیت قائم کرنی چاہیے جس کی واحد صورت یہ ہے کہ تمام مسلمان مل کر اسلامی اصولوں کے مطابق علیحدہ تنظیم قائم کریں یہاں تک کہ مستند روایات کے مطابق اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی ایسی علیحدہ تنظیم کیلیئے میں لنگر کی ہر چیز امداد کیلیئے دینے کو تیار ہوں۔

(۲) اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز نے ہندو مسلمان اتحاد کے ان اثرات پر سخت تنقید فرمائی کہ گاندھی وغیرہ مشرکین کو مساجد میں منبر رسول اللہ ﷺ پر بٹھا کر ان کی عزت افزائی کی جائے اور تقاریر کا موقع دیا جائے یہ شرع شریف میں نہایت قبیح ہے۔

(۳) اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کا فرمان تھا کہ مسلمانوں نے ہزار سال ہندوستان پر حکومت کی ہے اور یہ ان کا اپنا ملک ہے مسلمان ہجرت کر کے اپنے ملک کو چھوڑ کر کابل وغیرہ کیوں جائیں؟ ہندوؤں نے جو مسلمانوں کو ہجرت کا مشورہ دیا ہے یہ بدنیتی پر مبنی ہے اس طرح یہ مسلمانوں سے ہزار سالہ دورِ حکومت کا بدلہ لینا چاہتے ہیں اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی

قدس سرہٗ العزیز کو اپنے اس مسلک کی وجہ سے بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا جس کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خندہ پیشانی سے برداشت کیا بہت سے اتحادی لیڈروں نے جید علماء کو اس امر پر امادہ کیا کہ وہ آپ کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد کی شرعی حیثیت پر گفتگو کریں مگر کسی میں تاب سخن نہ تھی آخر وہی ہوا جو حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ تحریک خلافت اور کانگریس میں ہندو مسلم اتحاد کیلئے مسلمانوں نے بیش بہا قربانیاں دیں لیکن یہ تمام قربانیاں گاندھی کے کھاتہ میں لکھی گئیں اور مسلمان اکابر نے جب ہندوؤں کو نزدیک سے دیکھا تو ان پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ ان ہندوؤں کے دلوں میں ہماری کوئی جگہ نہیں بلکہ ان کا خیال ہے کہ انگریز ہندوستان سے چلے جائیں تو مسلمانوں کو غلام بنا کر ان پر حکومت کی جائے اس لیئے مسلمانوں کو اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی علیحدہ تنظیم قائم کرنی چاہیے اور مسلمانوں کو بالا دستی کیلئے کوشاں ہونا چاہیے اعلیٰ حضرت مجدد گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کے کارناموں کا احاطہ کرنا اس فقیر بے بضاعت کی طاقت سے باہر ہے تاہم مشتے نمونہ از خروارے تین مقامات کا یہاں ذکر کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کے طفیل اس فقیر کو مع اپنے اہل وعیال کے دین ودنیا میں کامیاب وکامران فرمائے اور خاتمہ ایمان پر ہو اور قیامت میں بوسیلہ اپنے محبوب پاک صاحب چتر لولاک ﷺ جنت الفردوس عطا فرمائے آمین یارب العالمین

فقط والسلام

حررہٗ الفقیر **عطاء محمد** چشتی گولڑوی

جامعہ حامدیہ رضویہ گلشن رضا کراچی

21 جمادی الثانی **1404**ھ بمطابق **22** فروری **1984**ء

ایک مرتبہ راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ کس شخصیت سے زیادہ متاثر ہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ شخصیت جس سے میں زیادہ متاثر ہوں وہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے علم وفقر میں آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پیر سید محمد صدیق شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ (جو کہ حضور اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء میں سے تھے منگوال والوں سے پیر فیروز الدین شاہ صاحب بھیرہ والوں نے پوچھا کہ تم پیر سید مہر علی شاہ صاحب کے خلفاء مین سے ہو یہ بتاؤ کہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا علم کتنا تھا تو پیر سید صدیق شاہ صاحب نے فرمایا کہ شاہ جی حضرت کا علم کیا پوچھتے ہو وہاں تو علم کا پڑ پھٹا ہوا تھا یعنی وہ چیز جس کی کمیت کا اندازہ نہ لگایا جا سکے۔

اور اس طرح ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد گھوڑے پر سوار ہو کر سیر کو تشریف لے جایا کرتے تھے تو وہاں کے (گولڑہ) قوم کے لوگ آپ کے مخالف تھے تو پیر سید محمد صدیق شاہ صاحب نے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ غریب نواز ان کی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مخالفت ہے اور آپ اکیلے تشریف لے جاتے ہیں اور آپ کا معمول تھا کہ آپ نماز مغرب پڑھ کر آستانہ عالیہ پر تشریف لاتے تو پیر صدیق شاہ صاحب نے عرض کی کہ آپ مغرب کی نماز آستانہ عالیہ پر ادا فرمایا کریں تو حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی واللہ یعصمک من الناس الآیۃ یعنی اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں سے آپ کو محفوظ رکھے گا تو پیر صدیق شاہ صاحب نے کہا کہ یہ ضمیر تو حضور ﷺ کی طرف راجع ہے تو پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم بھی تو اسی (ک) کا سہارا لگائے بیٹھے ہیں) یہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمانا تھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال پاک پتن شریف سالانہ عرس کے موقع پر براستہ لاہور تشریف لے جاتے اور واپسی پر ملتان اور بھکر سے ہوتے ہوئے گولڑہ شریف واپسی ہوتی ملتان شریف کے علماء سارا سال علمی اشکال جمع کرتے تا کہ آپ کی آمد پر آپ سے استفادہ کیا جا سکے ایک بار جو تشریف لائے اور علمی گفتگو کے درمیان فرمایا ہیولہ کی تیرہ 13 قسمیں ہیں علماء نے حیرت سے عرض کیا ہم نے تو نہ کہیں پڑھی اور نہ سنی ہیں فرمایا میں نے پڑھی ہیں۔ علماء نے عرض کیا کہ کتاب دکھائیں فرمایا میں اظہار تشکر کے طور پر کہتا ہوں کہ لکھنے والا سید بھی نہ تھا علم میں بھی برتر نہ تھا اور اب اس دنیا میں بھی نہیں ہے ایک سید، ایک عالم ایک زندہ شخص کہہ رہا ہے۔ کہا یہ کافی نہیں۔ مگر اصرار بڑھا کہ آپ لکھی چیز دکھائیں تا کہ اطمینان ہو جائے آپ نے ایک کتاب منگوائی تب کہیں انہیں اطمینان ہوا اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں نے مردہ کی بات مان لی ہے اور زندہ کی بات نہیں مانی۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے عرس کے موقع پر لنگر شریف کے آٹے میں کتے نے منہ ڈالا تو خدام نے حضور قبلہ پیر خواجہ محمد شمس الدین سیالوی صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) کی بارگاہ میں عرض کی کہ اس آٹے کے متعلق ارشاد فرمائیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شاہ صاحب گولڑہ شریف والوں سے پوچھ لیں تو خدام نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے آٹے کے متعلق پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس جگہ آٹے میں کتے نے منہ ڈالا ہے اتنی جگہ سے آٹا لے کر میری روٹی پکا دیں اور باقی آٹا پاک ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ کے متعلق قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فلا اصلا لہٗ اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ اس واقعہ کا حضور قبلہ پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بڑا سخت رد فرمایا اور فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اس قدر شریعت کے پابند تھے کہ کوئی کام خلافِ شرع دیکھنا

بھی پسند نہ فرماتے تھے اور مذکورہ بالا واقعہ کو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا یہ آپ پر افتراء ہے۔

اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اسی واقعہ کی طرح ایک اور واقعہ جو عام لوگ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انگریز گولڑہ شریف اسٹیشن پر ہاتھ میں (پستول) لیئے کھڑا تھا اور اسی مقام پر حضور قبلہ عالم کے دست اقدس میں تسبیح مبارک تھی تو حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا کمال ہے تو سامنے درخت پر ایک فاختہ بیٹھی ہوئی تھی تو اس نے اسے فائر کر کے مار گرایا الخ۔ اور قبلہ استاذی المکرّم فرماتے تھے کہ یہ واقعہ بھی بلا سند ہے۔

اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو عام لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ قبل از بیعت فرماتے تھے کہ میں اس آدمی کی بیعت کروں گا جس میں یہ چار شرطیں پائی جائیں ۔۱۔ سید ہو ۔۲۔ مجھ سے بڑھ کر عالم ہو ۔۳۔ مجھ سے زیادہ خوبصورت ہو ۔۴۔ سلسلہ بھی اس کا قادری ہو۔ اس واقعہ کی بھی کوئی سند نہیں ہے۔ ہاں البتہ خواجہ معظم دین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ حقیقت ہے کہ دو باتیں ایسی ہیں جو حضور خواجہ محمد شمس العارفین کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں ایک آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم، دوسرا آپ کا حسن و جمال۔ آپ اتنے خوبصورت تھے کہ جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب فرماتے تھے کہ جب میں اپنے استاذ گرامی حضرت مولانا سلطان محمود انگوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سیال شریف حاضر ہوا تو جب میں نے خواجہ محمد شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو دل و جان سے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ پر قربان ہو گیا اور میں نے دل میں کہا کہ اگر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کا سلسلہ قادری ہوتا تو میں آپ کی بیعت کر لیتا یہ بات میرے دل میں گزری تھی کہ خواجہ محمد شمس العارفین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فوراً فرمایا کہ شاہ جی مجھے چاروں سلسلوں کی اجازت ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت عطا فرمائی تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ جی یہ سارا فیض تمہارے گھر کا ہے میرے پاس تمہاری امانت ہے اور میں نے یہ امانت آپ کے سپرد کردی ہے حضرت خواجہ محمد دین صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ثانی لاثانی ارشاد فرماتے تھے کہ جب حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہوا تو ہم بہت غمگین رہتے تھے لیکن حضور پیر سیال اپنی جگہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ گئے ہیں جب ہم ان کو دیکھتے ہیں تو سب غم بھول جاتے ہیں۔

حضرت ثانی سیالویؒ کی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہؒ پر خاص عنایات۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جناب صاحبزادہ محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کے حوالے سے فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ محمد دین المعروف حضرت ثانی صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت قبلہ عالم سے بہت گہرا تعلق تھا اور بہت محبت بھرے خطوط تحریر فرمایا کرتے تھے۔

آکھیں خواجہ شمس دے لال نوں   گوڑھے نیناں والڑے لجپال نوں

ایک مرتبہ حضرت قبلہ عالم (قدس سرہٗ العزیز) نے ناسازیٔ طبع کے باعث عرس سیال شریف کی حاضری سے معذوری کا عریضہ لکھ بھیجا جس وقت یہ خط سیال شریف پہنچا اس وقت قوالی ہو رہی تھی اور قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

پیت کا وعدہ کر کے پیانے پیت نبھانا چھوڑ دیا
مہر کی اکھیاں پھیر لئیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا

حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ خط پڑھ کر غمگین ہو گئے اور قوالوں سے کہا کہ دوسرے مصرعہ کی جگہ یہ پڑھیں۔ مہر نے اکھیاں پھیر لئیں دم دم کا آنا چھوڑ دیا۔ قوال ابھی یہ شعر پڑھ ہی رہے تھے

کہ اطلاع ملی کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز دریا کے پتن پر پہنچ چکے ہیں حضرت قبلہ عالم فرماتے تھے کہ عریضہ روانہ کرنے کے بعد معاً میرے دل میں خیال آیا کہ سیال شریف جانا چاہیے چنانچہ اس وقت تیار ہو کر روانہ ہو پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت اعلیٰ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس پر بعض حضرات نے حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کیے۔ (بعض حضرات سے مراد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری قدس سرہٗ العزیز ہیں) کہ آپ یہاں اپنے پیر کے مسکن پر لوگوں کو بیعت کرتے ہیں بال نہیں کٹواتے مجلس سماع میں قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہیں دیتے اور لباس میں بھی اپنی وضع اختیار کر رکھی ہے۔ یہ تمام امور ہمارے مشائخ کے معمول کے خلاف ہیں حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز تو خاموشی سے سنتے رہے اور کچھ نہ بولے لیکن حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے اعتراضات کے جواب دیئے اور قدرے جذبے کے ساتھ فرمایا کہ معترضین کو غالباً معلوم نہیں ہے کہ جس وقت حضرت اعلیٰ سیالوی نور اللہ مرقدہٗ نے قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو خلافت عطا فرمائی تھی تو خود اپنی موجودگی میں یہاں سیال شریف ایک جید عالم مولوی سید احمد مرحوم ہزاروی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان سے بیعت کروایا تھا اور آپ کے گھنگھریالے خوبصورت بال دیکھ کر فرمایا تھا کہ شاہ جی آپ کے بال بہت خوبصورت ہیں حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص کے بال ہوں اسے ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ نیز حضرت اعلیٰ سیالوی قدس سرہٗ العزیز نے فرمایا تھا کہ شاہ جی اچھا لباس رکھا کرو میں نے طالب علمی کے زمانے سے ہی اپنی سہولت کیلئے بال کٹوانے شروع کر دیئے تھے اور نیلا تہمند اور ٹوپی پہنتا تھا اسے سنت نہ سمجھنا لہٰذا ان معاملات میں شاہ جی اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کر رہے ہیں۔ باقی رہا قوالوں کو خود اٹھ کر عطیہ نہ دینے کا معاملہ تو یہ سوال اس سے کیا جا سکتا ہے جو روپیہ پیسہ اپنے پاس رکھتا ہو اور ان امور کی طرف توجہ رکھتا ہو۔ شاہ صاحب ایسے فارغ عن الدنیا ہیں کہ انہیں خبر ہی نہیں ہوتی کہ کتنی رقم آئی اور کس نے دی اور یہ نذر بردار خدام ہی کے ذمے ہے

کہ مجالس میں عطیہ دے دیا کریں۔ جبکہ حضور پیر سیال کے دیگر ارادت مند آپ کی پیروی میں سنت شیخ سمجھتے ہوئے (سر) کے بال کٹواتے اور ٹوپی وتہمند یعنی چادر پہنتے تھے اور سیال شریف خاص میں کسی کو بیعت کرنا خلاف ادب قرار دیتے تھے۔

حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کے بال لمبے اور گھنگھریالے تھے نیز آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کلاہ ودستار وشلوار پہنتے تھے۔

جبکہ اعلیٰ حضرت سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کی حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز پر خاص نظر عنایت تھی اور آنجناب نے حضرت کی دوسرے مخلصین سے علیحدہ اور جداگانہ رنگ میں تربیت فرمائی۔

علاوہ ازیں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ موسم گرما میں جب سیال شریف حاضر ہوتے تو رات کو مکان کی چھت پر چارپائی بچھوا کر آرام فرماتے جبکہ دوسرے ارادت مند حجروں میں چارپائیاں الٹیں بچھا کر آرام فرماتے تو بعض خلفاء نے حضرت کی اس ادا پر بھی اعتراض کیا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس کا جواب بھی حضرت ثانی لاثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتے کہ حضرت قبلہ عالم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اجازت فرمائی کہ شاہ صاحب ٹھنڈے علاقہ کے باسی ہیں ان کی چارپائی مکان کی چھت پر بچھائی جائے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضور قبلہ عالم سے انوکھا تعلق تھا جب حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز مجلس میں تشریف لاتے تو حضرت ثانی صاحب کھڑے ہو کر قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز سے بغل گیر ہوتے اور جب عرس کے اختتام پر حضور قبلہ عالم واپسی کا ارادہ فرماتے تو حضرت ثانی سیالوی قدس سرہٗ العزیز حضرت قبلہ عالم کی سواری تک آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدل تشریف لاتے تو حضور قبلہ عالم حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ حضرت میں ابھی آپ سے ملاقات کر کے آیا ہوں آپ

یہ تکلیف کیوں کرتے ہیں تو ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جواب میں ارشاد فرماتے کہ وہ ملنا سجادگی کا ملنا ہے یہ ملنا دوستی کا ملنا ہے حضرت ثانی سیالوی علیہ الرحمۃ کا آخری دم تک یہی معمول رہا ہے چنانچہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے تھے کہ ایک دفعہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے میانوالی میں آنکھوں کا آپریشن کروایا تو حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز آپ کی عیادت کیلئے میانوالی تشریف لے گئے عیادت کے بعد جب حضور قبلہ عالم میانوالی ریلوے اسٹیشن پر گاڑی پر سوار ہونے کیلئے تشریف لائے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ثانی سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی چارپائی اٹھوا کر ریلوے اسٹیشن پر تشریف لائے تو حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز نے عرض کی کہ حضرت آپ نے ابھی آنکھوں کا آپریشن کرایا ہے یہ تکلیف آپ نے کیوں فرمائی ہے تو جواباً حضرت ثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میری زندگی کا قانون ٹوٹ نہ جائے اس لیئے اسٹیشن پر دوستی کا ملنا ملنے کیلئے آیا ہوں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ہمارے حضرت قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز کا حضرت خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تحریک خلافت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا جس کی جانب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تحریر میں اشارہ فرمایا ہے اسی اختلاف کی وجہ سے حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ دو یا تین سال تک حضرت اعلیٰ سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے عرس مبارک پر حاضر نہ ہو سکے تو علاقہ ضلع جھنگ وسرگودھا وخوشاب کے متوسلین حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیال شریف حاضری پر زیارت سے مشرف ہوتے تو جب حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف حاضر نہ ہوئے تو معتقدین کی بے چینی بڑھ گئی چنانچہ آپ کے متوسلین میں سے حضرت پیر سید صدیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ منگوال والوں نے نظم کی صورت میں اپنی بے چینی کا اظہار فرمایا۔

نظم از پیر سید صدیق شاہ صاحب علیہ الرحمۃ منگوال

کیوں رانجھڑ سیال وسارے نی — پیا شور اندر جھنگ سارے نی
اسی راہ تکیندیاں کھلیاں نی — سک گھلیاں پیراں دیاں تلیاں نی
اج سج دس اے گلیاں نی — جتھے کیتے کداں اتارے نی
اسی تاڑ رہیاں اج یار آوسی — انہاں راہاں تو شاہ سوار آوسی
او پالن قول قرار آوسی — میں سرچا کر ساں وارے نی
چل رانجھا ساڈیاں وطناں تے — کر ترس اساڈیاں جتناں تے
کھلے لوگ تساڈے پتناں تے — کیوں بہہ رہیوں تخت ہزارے نی
شاہ صدیق ہزارے دا شاہ اوسی — پالنگ سیالاں دے راہ آوسی
درد ماریاں دا درد خواہ آوسی — تاں دور ہوسن دکھ سارے نی
کیوں رانجھڑ سیال وسارے نی — پیا شور اندر جھنگ سارے نی

اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ قبلہ عالم حضور پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی اپنے علم اور ذات پر فخر نہ فرمایا اور نہ کبھی کرامت کا اظہار فرمایا ہاں البتہ اگر اسلام اور کفر کا مسئلہ ہوتا تو پھر آپ کرامت کا اظہار فرماتے مثلاً مرزا قادیانی کو از خود قلم کے لکھنے کا حکم فرمایا۔ اور جب کبھی حضور قبلہ عالم قدس سرہٗ العزیز کسی عالم سے علمی گفتگو فرماتے تو کبھی بھی اپنے علم پر فخر نہ کرتے البتہ اپنے پاؤں پر بیٹھ جاتے اور اپنے بازوؤں کی آستین اوپر چڑھاتے اور ارشاد فرماتے کہ ہم نے بھی طالب علمی گزاری ہے۔ اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میاں صاحبزادہ سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ مجھے مہار شریف والے صاحبزادے کہتے تھے کہ گولڑہ شریف والے شاہ صاحب آپ کے مرید ہیں اس کے باوجود آپ ان کی اتنی چاپلوسی کیوں کرتے ہیں؟ تو میں ان کی باتیں خاموشی سے سنتا

رہتا جب وہ اپنی بات مکمل کر لیتے تو میں انہیں جواب دیتا کہ اسکا ایک جواب تو عارف سعدی رحمہ اللہ نے دیا ہے۔

جوابِ صاحبزادگاں باشد خاموشی (سعدی)

اور دوسرا جواب میں دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرے والد گرامی حضرت ثانی لاثانی قدس سرہٗ العزیز کا حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے وہ بے مثالی ہے اگر میں حلالی ہوں تو پھر مجھے اپنے والدین کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قاری عبد الرحمن جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ خطیب و مفتی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف اور مولانا محمد غازی صاحب علیہ الرحمۃ یہ دونوں حضرت مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے قاری عبد الرحمٰن صاحب آستانہ عالیہ کی مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے ایک دفعہ جماعت کا ٹائم ہو گیا تو قاری صاحب نے کہا تکبیر پڑھیں تو لوگوں نے کہا کہ حضور قبلہ عالم رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لا رہے ہیں تو قاری صاحب نے کہا کہ انہوں نے جماعت سے نماز پڑھنی ہے تو ٹائم پر آجایا کریں انہوں نے تکبیر پڑھ کر جماعت شروع کرا دی بعد میں لوگوں نے حضور قبلہ عالم کو بتایا تو آپ بہت خوش ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے کہ علماء حق اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔

اسی طرح ایک مرتبہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب قدس سرہٗ العزیز نے پوری زندگی میں صرف دو سفر کئے ہیں ایک سیال شریف اور دوسرا پاک پتن شریف تیسرا سفر ثابت نہیں ہے ہاں البتہ اس سفر میں کوئی ارادت مند عرض کرتا تو آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے باقاعدہ طور ان سفروں کے علاوہ کہیں تشریف نہ لے جاتے (الا ماشاء اللہ) اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی صاحب علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر شاگرد لائق ہو تو شہرت استاد کی ہوتی ہے اسی طرح اگر حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کا نام روشن ہے تو یہ ساری شہرت

حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہ' کی ہے۔قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ شاہ صاحب ہمارے بڑے بزرگ پیر تھے یا ویسے ہی لوگ انہیں پیر کہتے تھے تو حضرت خاموش رہے دوبارہ میاں سعد اللہ صاحب نے یہی سوال دہرایا پھر آپ خاموش رہے جب میاں سعد اللہ صاحب نے تیسری دفعہ یہی سوال کیا تو میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے قبلہ شاہ صاحب کی طرف دیکھا تو آپ کے جسم کے تمام بال اٹھے ہوئے تھے اور آنکھیں سرخ اور ابھری ہوئی تھیں اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ تو میرے حضرت صاحب کی اولاد سے ہیں اگر کوئی اور ہوتا تو میں اس کو دوسری دفعہ یہ سوال نہ کرنے دیتا۔

پیر سید نصیر الدین نصیر چراغ گولڑہ مقدسہ کا حضور پیر سیال لجپال نور اللہ مرقدہٗ کی بارگاہ عالیہ میں نذرانہ عقیدت۔

نوٹ: یاد رہے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ سیالوی کا مزاج قلندرانہ اور طبیعت میں مزاحِ لطیف کا عنصر موجود تھا۔

رباعی

چشتی ہیں بڑے فقیر ہیں پیر سیال
ہر رنگ میں بے نظیر ہیں پیر سیال
تھے مہر علی پیر بھی جن پہ قربان
پیروں میں ایسے پیر ہیں پیر سیال

یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرم جب 88-87-1986 میں آستانہ عالیہ مکھڈ شریف درگاہ مولانا محمد علی مکھڈوی علیہ الرحمۃ میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے تو وہاں کے ایک صاحب نے رسالہ شان محبوبیت تحریر کیا جس میں اس صاحب نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر بے جا اور بڑے بُرے الفاظ سے حملہ کیا آل نبی ﷺ اولاد علی

جگر گوشہ غوث جلی رضی اللہ عنہم حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض کی وجہ اس نے آپ کے فتاویٰ مہریہ کی اس عبارت کو ٹھہرایا۔ملاحظہ ہو فتاویٰ مہریہ

اور نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی (فتاویٰ مہریہ)

اس کے جواب میں قبلہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ نے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی ایک مفصل اور محققانہ انداز میں ایک تحریر کو سپرد قلم فرمایا جس میں قبلہ استاذی المکرم نے اس کو آکڑ خان شیخ کہہ کر مخاطب فرمایا اور اپنے مرشد کریم کا صحیح معنوں میں دفاع فرمایا ہے اور محبوبیت قادریہ کے عالمگیر ہونے پر دلائل کے انبار لگا کر حضور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ کے محبّ صادق ہونے کا حق ادا کر دیا ہے اور مکھڈ شریف سے مسند تدریس کو خیر آباد کہنے کا یہی سبب بنا۔

جب قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ مکھڈ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے تو آپ کی نظر سے مکھڈ شریف والوں کا ایک رسالہ تذکرۃ الصدیقین گزرا جس کا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مطالعہ فرمایا اور اس کے صفحہ نمبر 48 پر دوران مطالعہ نوٹس لگائے جو قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔یاد رہے کہ ان عبارات کا تعلق بھی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت سے ہے۔عبارت ملاحظہ ہو۔تذکرۃ الصدیقین

ان حکایات سے چند فائدے حاصل ہوئے ایک فائدہ یہ کہ سالک[1] کو لازم ہے کہ اپنے شیخ سے کسی کو مراتب[2] میں زیادہ نہ سمجھے اس سے اس کے اعتقاد میں نقص آجاتا ہے اور اس نقص اعتقاد سے بہت آفات آجاتی ہیں دوسرا فائدہ یہ کہ اپنے شیخ کے فرمان پر کاربند ہو اگرچہ ظاہر[3] سے مخالف ہو۔

جواب استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر1۔سالک کی اصطلاحی تعریف کیا۔9 12

نمبر 2۔ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ حال اور استقبال کے تمام مشائخ سے افضل ہیں تمام اولیاء نے ان کے آگے گردنیں جھکادیں یہ جمہور اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ 12

نمبر 3۔ مناسب یہ ہے کہ اگرچہ اس کی سمجھ میں نہ آوے حضرت سیدنا موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض خلاف ظاہر کی وجہ سے کیا یہ اعتراض سنت ہے۔ 12

اب قارئین کی خدمت میں قبلہ استاذی المکرّم کی وہ تحریر پیش کی جاتی ہے جس میں قبلہ استاذی المکرّم نے تحقیق کا حق ادا کر دیا اگرچہ یہ تحریر قبلہ استاذی المکرّم تدریسی مصروفیات کی وجہ سے مکمل نہیں کر سکے لیکن جو کچھ لکھ پائے اس آکڑ خان شیخ کے ہاضمے کیلئے کافی ہے۔

ملاحظہ ہو قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر

اہل بیت کرام اور خصوصاً سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مستند فضائل

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ و علی آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد!

فقیر عطا محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ اہل ذوق اہل سنت کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ میرے ایک عزیز علامہ شاہ حسین گردیزی زید مجدہ نے بندہ سے فرمائش کی ہے کہ یہ فقیر حضرت قبلہ سیدی وسندی محبوب الٰہی السید محی الملۃ والدین جناب شاہ غلام محی الدین گولڑوی قدس سرہ کے حالات حیطۂ تحریر میں لائے۔ اگرچہ آپ کے حالات کا احاطہ اس فقیر جیسے ہیچ مدان کے لئے نہایت مشکل اور متعذر ہے بلکہ سمندر کو کوزے میں بند کرنا ہے۔ لیکن بمطابق مقولہ مشہور ما لا يدرك كله لا يترك كله یعنی جس چیز کا پورا ادراک نہ ہوسکے اس کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ اس کو بالکل ترک کر دیا جائے۔

اس بناء پر بندہ اپنے حضرت کے یہاں وہ چند احوال تحریر کرے گا جن کا اس فقیر نے خود مشاہدہ کیا ہے یا کہ نہایت مستند طریقہ سے بندہ کو معلوم ہوئے۔ کوئی سنی سنائی بے سروپا بات یہاں تحریر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس فقیر نے حضرت قبلہ شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی سے سنا ہے کہ اپنے شیخ کے بے سند اور غلط ملفوظات ذکر کرنا ایسا ہے جیسے حدیث موضوع کا وضع کرنا اور لوگوں کو بطور اصلی حدیث بیان کرنا ہے۔

قبل اس کے کہ یہ عاجز اپنے حضرت کے احوال بیان کرے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت نبی اکرم ﷺ کے نہایت مستند فضائل بیان کرے۔ خصوصاً سیدی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔

قرآن پاک میں ہے۔قولہ تعالیٰ

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جزایں نیست کہ اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ نجاست اور پلیدی تم سے لے جائے اور مکمل طور پر تم کو پاک کردے۔

لفظ رجس سے مراد برے عقائد، بری عادتیں اور برے اعمال ہیں اور تطہیر سے مراد روحانی کمالات ہیں۔مذکورہ بالا آیۃ مبارکہ اہل تشیع اور اہل سنت کے درمیان معرکۃ الآراء ہے۔ شیعہ اس آیت سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ ائمہ اہل بیت معصوم ہیں اور ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوسکتا۔ محققین اہل سنت نے شیعہ کے اس استدلال کو چند وجوہ سے رد کیا ہے۔

وجہِ اوّل: شیعہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اہل بیت پیدائشی طور پر معصوم اور گناہوں سے پاک ہیں۔یہ عقیدہ تب ثابت ہوتا کہ قرآن پاک کی آیت اس طرح ہوتی (ان اللہ اذھب عنکم الرجس اھل البیت و طھر کم تطھیرا) یعنی صیغہ ماضی لایا جاتا حالانکہ آیۃ مذکورہ بالا میں صیغہ مضارع لایا گیا ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اذہاب رجس اور تطہیر مستقبل میں ہوگی۔

وجہ دوم: آیت مبارکہ میں ارادہ اذھاب اور ارادۂ تطہیر کا ذکر ہے۔جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارادہ کررہا ہے کہ مستقبل میں اہل بیت سے رجس دور کردے اور اہل بیت کو پاک کردے اور شیعہ کا یہ مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مراد اس کے ارادہ سے متخلف ہوسکتی ہے یعنی جس چیز کا اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز واقعہ میں متحقق بھی ہو تو اس اصل کی بناء پر ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ اذہاب اور تطہیر کیا ہو لیکن یہ مراد پوری نہ ہوئی ہو۔

وجہ سوم: مستقبل میں اذہاب، رجس اور تطہیر تب متصور ہوگی کہ نزول کے وقت اہل بیت میں رجس اور گناہ ہوں اور یہ بھی شیعہ کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

وجہ چہارم: یہ ایک قاعدہ مسلمہ ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ خصوص مورد کا۔قرآن میں لفظ اہل بیت ہے جو کہ مطلق ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد صرف ائمہ اہل بیت ہیں یا کہ مطلق اہل بیت جو قیامت تک آنے والے ہیں۔اگر مراد صرف بارہ ائمہ ہوں تو اس پر کوئی قرینہ نہیں کیونکہ یہ آیہ بارہ ائمہ کے متعلق نازل نہیں ہوئی اور نیز خصوص مورد کا اعتبار نہیں اور اگر مراد قیامت تک آنے والی اہل بیت ہیں تو یہ خلاف مشاہدہ ہے کیونکہ بعض اہل بیت سے کبائر کا صدور بھی ہوا ہے مثلاً زنا اور شرب خمر مزید براں نہج البلاغۃ کے بعض خطبات سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی معصوم نہیں ہیں۔

وجہ پنجم: مذکورہ بالا آیۃ تطہیر کی طرح اہل بدر کے متعلق بھی قرآن پاک میں ایک آیۃ نازل ہوئی ہے۔تو شیعہ پر یہ لازم آئے گا کہ اہل بدر کو بھی معصوم تسلیم کریں حالانکہ تمام اہل بدر شیعہ کے نزدیک معصوم نہیں ہیں۔اب اہل بدر کے متعلق آیۃ ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالیٰ

ولکن یرید لیطھر کم و لاتمّ نعمتی علیکم۔ الآیۃ

یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری تطہیر کا ارادہ فرماتا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کرنے کا۔

اب اس آیۃ کا فائدہ مذکورہ بالا آیۃ تطہیر سے کچھ زیادہ ہی ہے کیونکہ اس آیۃ میں اتمام نعمت کا بھی ذکر ہے تو اب معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اہل بدر کی تطہیر بھی فرمائی اور ان پر نعمت کا بھی اتمام کردیا اور یہ اتمام اسی وقت متصور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کو گناہوں اور شر شیطان سے محفوظ فرمائے۔شیعہ آیتِ تطہیر سے ائمہ اہل بیت کی معصومیت ثابت کرتے ہیں تو پھر دوسری آیۃ سے اہل بدر کی معصومیت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، حالانکہ تمام اہل بدر کی معصومیت کا وہ عقیدہ نہیں رکھتے۔

یہاں تک بندہ نے آیۃ تطہیر سے اہل شیعہ کی دلیل کا رد کیا ہے۔اب بندہ یہ ذکر کرتا ہے کہ اہل سنت نے آیۃ تطہیر کا کیا معنی کیا ہے تو واضح ہو کہ اہل سنت کے نزدیک بھی آیۃ تطہیر میں

آنحضرت ﷺ کی آل داخل ہے اور اس میں اہل بیت کی مدح اور ستائش بیان کی گئی۔

اہل سنت کے نزدیک آیۂ تطہیر کے دو معنی کئے گئے ہیں:

معنی اوّل: ارادہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت ہے یعنی اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے اس بات کو کہ تم سے رجس اور ناپاکی دور کر کے تمہاری تطہیر کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس محبت کا اظہار قرآن پاک میں فرما دیا تاکہ جب تک قرآن پاک کی تلاوت ہوتی رہے گی۔ امت کے سامنے اس محبت اور پسند کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اہل بیت کو پاکیز گی اسی وقت حاصل ہوگی کہ اہل بیت کتاب وسنت اور شرع شریف پر مکمل عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے اظہار سے اہل بیت کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ اہل بیت تم شرع شریف پر پورا عمل کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق جس چیز کو پسند فرماتا ہے وہ چیز متحقق ہو جائے۔

دوسرا معنی: اللہ تعالیٰ نے آیۂ تطہیر سے قبل اوامر اور نواہی کا ذکر فرمایا ہے اور آیۂ تطہیر نواہی اور اوامر کی علت ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نہی کی اور امر بھی۔ نہی اس لئے تاکہ جب تم رک جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ تم سے رجس لے جائے گا اور جب تم امر پر عمل کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری تطہیر کر دے گا تو گویا کہ نواہی سے اجتناب اور اوامر پر عمل یہ ہر دو شرط ہیں اور اذہاب رجس اور تطہیر یہ ہر دو مشروط ہیں یعنی اذہاب، رجس اور تطہیر اس وقت متحقق ہوں گے۔ جب کہ اہل بیت منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ پر عمل پیرا ہوں گے اور یہ معقول امر ہے۔ نیز یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جب کسی چیز پر نقش ونگار کرنے ہوں تو پہلے اس چیز کا تخلیہ کیا جاتا ہے یعنی اس چیز کو ریگ مال سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کے بعد تحلیہ ہوتا ہے یعنی اس چیز پر نقش ونگار کیا جاتا ہے تو اذہاب، رجس سے تخلیہ کی طرف اور تطہیر سے تحلیہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہ دوسرا معنی علامہ صاحب روح المعانی نے کیا ہے۔

اس معنی پر ایک اعتراض ہوتا ہے جس کا علامہ صاحب روح المعانی نے جواب دیا ہے۔

اعتراض یہ ہے کہ اس میں اہل بیت کی کیا تخصیص ہے جو مسلمان بھی منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ کا ارتکاب کرے تو وہاں بھی تخلیہ اور تحلیہ متحقق ہوتا ہے خواہ وہ مسلمان اہل بیت سے ہو یا نہ ہو۔

تو علامہ صاحب روح المعانی نے اس کا جواب دیا ہے۔ جواب کی تقریر علامہ مذکور کی عبارت میں ملاحظہ ہو:

و فیہ ایماء الی قبول اعمالھم و ترتب الآثار الجمیلۃ علیھا قطعًا و یکون ھذا خصوصیۃ لھم و مزیۃ علی من عداھم من حیث ان اولئک الاغیار اذا انتھوا و ائتمروا و لا یقطع لھم بحصول ذالک۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل بیت جو اعمال کرتے ہیں وہ قطعی طور پر مقبول ہوتے ہیں اور ان اعمال پر جو ثواب وغیرہ مترتب ہوتے ہیں۔ یہ ترتب بھی قطعی ہے اور یہ اہل بیت کی خصوصیت ہے جو کہ غیر اہل بیت میں متحقق نہیں ہے اور اہل بیت کو اغیار یعنی غیر اہل بیت پر یہ فوقیت حاصل ہے کیونکہ غیر اہل بیت اگر منہی عنہ سے اجتناب کریں اور مامور بہ کا ارتکاب کریں تو یہ امر قطعی نہیں کہ ان کے اعمال قبول ہوں گے اور نہ ہی یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ ان کو وہ مراتب حاصل ہوں گے جو کہ اہل بیت کرام کو حاصل ہوتے ہیں۔

یہاں تک بندہ نے اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی بزرگی پر ایک آیۂ تطہیر پیش کی ہے اور اس آیۂ کی نہایت مجمل تحقیق کی ہے۔ اب بندہ اہل بیت کے اور خواص ذکر کرتا ہے جو غیر اہل بیت میں نہیں پائے جاتے اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ آج کل کے بعض آکڑ خان مشائخ اور مغرور ومتکبر نام نہاد صالحین کا یہ طریقہ ہے کہ صرف اپنے مشائخ جن کی طرف وہ منسوب ہیں، کی تعریف اور ستائش سننا اور کرنا پسند کرتے ہیں اور دیگر اکابرین امت کی عموماً اور مشائخ اہل بیت کی خصوصاً اگر ایسی تعریف کی جائے جس کی وجہ سے مشائخ اہل بیت کی دوسرے صالحین پر برتری معلوم ہوتی ہے تو یہ آکڑ خان مغرور اس کو پسند نہیں کرتے اور ناک بھوں چڑھاتے ہیں اور اس کا نہایت سخیف طریقہ سے رد کرتے ہیں اور اہل بیت کے اعلیٰ اور ارفع

سردار حضرت غوثِ اعظم السید محی الدین عبدالقادر گیلانی کو جو اللہ تعالیٰ نے مراتب عالیہ عطا فرمائے ہیں اور ان مراتب عالیہ میں حضرت غوثِ صمدانی قطب ربانی رضی اللہ عنہ کا کوئی ولی شریک نہیں ہے۔ جب یہ آکڑ خان ان مراتب خاصہ کا ذکر سنتے ہیں تو ان کا انکار کر دیتے ہیں اور اپنے مشائخ کو ان مراتب خاصہ کے لحاظ سے غوثِ اعظم کے برابر یا زیادہ خیال کرتے ہیں۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مطلق اہل بیت اور مشائخ اہل بیت کے عموماً اور محبوب سبحانی رضی اللہ عنہم کے خصوصاً خواص بیان کئے جائیں جن میں غیر اہل بیت عموماً اور غیر اہل بیت مشائخ شریک اور مساوی نہیں برتر ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

خواص اہل بیت کے ذکر سے قبل بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر مشرب کے لحاظ سے چشتی گولڑوی اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادنیٰ ترین غلام ہے اور تمام سلاسل کے تمام مشائخ کے ساتھ عموماً اور مشائخ چشت اہل بہشت کے ساتھ خصوصاً بڑی عقیدت مندی رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود فرق مراتب کا قائل ہے۔

مشہور مقولہ ہے کہ "گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی" جس طرح ہر مسلمان تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایمان رکھتا ہے، اس کے باوجود فرق مراتب کے ساتھ بھی ایمان رکھتا ہے اور اس فرق مراتب میں دوسرے انبیاء کرام کی گستاخی نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان تمام اولیاء کرام کے ساتھ پوری عقیدت رکھتا ہے۔ اس کے باوجود وہ فرق مراتب کا عقیدہ بھی رکھتا ہے اور حضرت غوثِ صمدانی محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قطب الاقطاب اور سلطان الاولیاء جانتا ہے تو اس میں دوسرے مشائخ کی کوئی گستاخی نہیں ہے۔ آج کل کے آکڑ خان مشائخ کرام کو اپنے پر محمول کرتے ہیں کہ جیسا یہ آکڑ خان اپنے کو اوروں سے برتر سمجھتے ہیں شاید مشائخ کرام کا طریقہ بھی یہی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقبول اپنے کو سب سے کمتر سمجھتے ہیں۔

جیسا کہ حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ ان کے زمانہ میں بارش نہ برسنے کی وجہ سے قحط سالی پیدا ہوگئی۔ لوگوں نے ان سے استدعا کی کہ دعا فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ

باران رحمت برسائے تو حضرت ذوالنون اپنا شہر چھوڑ کر کہیں دور دراز جگہ پر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد ان کے شہر میں بارش ہوگئی جب حضرت ذوالنون واپس اپنے شہر آئے تو لوگوں نے قلب مکانی کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ بارش گناہوں کی وجہ سے بند ہو جاتی ہے۔ میں نے غور کیا تو اس شہر میں مجھے اپنے سے بڑھ کر کوئی گنہگار نظر نہ آیا۔ اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ میرے گناہوں کی وجہ سے بارش رکی ہوئی ہے۔ اس لئے میں نے مناسب خیال کیا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور پھر میرا یہ خیال درست بھی ثابت ہوا کہ میرے جانے کے بعد بارش ہوگئی۔

البتہ بعض مشائخ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ تحدیث نعمت کے طور پر اپنے مراتب عالیہ کا اعلان کریں تو وہ مشائخ اس حکم پر عمل کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔ جیسا کہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ذکر کیا جائے گا۔

بات طویل ہوگئی ہے۔ بندہ دراصل اہل بیت کے فضائل اور خواص بیان کر رہا تھا۔

اب اہل بیت کے خواص نمبروار بیان کئے جائیں گے۔ لیکن یاد رہے کہ بندہ جو چیز بھی ذکر کرے گا وہ مستند کتب مذہب کے حوالہ سے ذکر کرے گا اور کسی غیر مستند ملفوظ کا سہارا نہیں لے گا جیسا کہ اناڑی لوگوں کا وطیرہ ہے۔

خاصہ اوّل: قبل ازیں بندہ علامہ صاحب روح المعانی کی عبارت اور تفسیر سے ثابت کر چکا ہے کہ آیۂ تطہیر میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان کے اعمال قطعی طور پر مقبول ہوں گے اور ان اعمال صالحہ پر ثواب اور دیگر مراتب قطعی طور پر مترتب ہوں گے اور جو مسلمان اغیار سے ہیں یعنی اہل بیت سے نہیں ہیں۔ ان کے اعمال اور مراتب میں یہ قطعیت نہیں ہے۔ اب بندہ اس خاصہ اوّل کو ذرا تفصیل سے ذکر کرتا ہے کہ اہل بیت کی تین اقسام ہیں۔ ادنیٰ، اوسط اور اعلیٰ۔ اسی طرح غیر اہل بیت کی بھی تین اقسام ہیں جو اہل بیت قسم ادنیٰ میں

داخل ہیں۔ ان کے اعمالِ صالحہ کی قبولیت اور اس پر مترتب عالیہ قطعی ہیں اور غیر اہل بیت کی
تینوں اقسام میں یہ قطعیت نہیں ہے۔ جب ادنیٰ اہل بیت کی یہ فضیلت ہے تو اعلیٰ اہل بیت کی
بزرگی کا احاطہ مشکل ترین ہے اور اس کو فضیلت جزئی کہا جاتا ہے جو کہ فضیلت کلی کے منافی نہیں
ہے۔ فافہم وتدبر

خاصہ دوم: علامہ صاحب روح المعانی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

ولذا نجد عباد اهل البيت اتم حالا عن سائر العباد المشاركين لهم فی العبادة
الظاهرة و احسن اخلاقا و ازكى نفساً و اليهم تنتهی سلاسل الطرائق التی مبناها
كما لا يخفى على سالكيها التجلية و التحلية اللتان هما جناحان للطيران الى
خصائر القدس والوقوف على اوكار الانس۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ چونکہ اہل بیت کے اعمال صالحہ قطعی طور پر مقبول ہیں اور ان
اعمال پر مراتب عالیہ کا ترتب بھی قطعی ہے اس لئے مشائخ اہل بیت کے حالات دوسرے مشائخ
سے بہت اتم اور کامل ہیں۔ حالانکہ دوسرے مشائخ عباداتِ ظاہرہ میں مشائخ اہل بیت کے
ساتھ شریک ہیں اور مشائخ اہل بیت دوسرے مشائخ سے اخلاق کے لحاظ سے بہت حسین اور ان
کے نفوس بہت پاکیزہ ہیں اور تمام سلاسل اور طرائق مشائخ اہل بیت کی طرف منتہی ہوتے ہیں اور
ان سلاسل کی بنیاد اعمال، اخلاق اور عقائد ذمیمہ سے تخلیہ اور حسنات سے تحلیہ ہے اور یہ ہر دو تخلیہ
اور تحلیہ دو پر ہیں، جن کے ذریعہ مقاماتِ مقدسہ کی طرف اڑا جاتا ہے۔ اس طویل عبارت سے
بھی واضح ہوگیا کہ مشائخ اہل بیت اور مشائخ غیر اہل بیت اگرچہ اس امر میں شریک ہیں کہ ہر دو
مشائخ منہی عنہ سے اجتناب اور مامور بہ پر عمل کرتے ہیں لیکن مشائخ اہل بیت کے حالات اور
اخلاق دوسرے مشائخ کے حالات اور اخلاق سے اتم اور احسن ہوتے ہیں اور اسی طرح تزکیہ
نفس میں مشائخ اہل بیت کے ساتھ کوئی مشائخ برابر نہیں۔

خاصہ سوم: روح المعانی میں ہے:

ورايت فی مكتوبات الامام الفاروقی الربانی مجدد الف الثانی قدس سره ما
حاصله ان القطبية لم تكن على سبيل الاصالة الا لائمة اهل البيت المشهورين
ثم انها صارت بعدهم لغيرهم على سبيل النيابته عنهم ثم انتهت النوبتة الى السيد
الشيخ عبد القادر الكيلانی قدس سره النورانی فنال مرتبته القطبية على سبيل
الاصالة فلما عرج بروحه القدسية الى اعلىٰ عليين نال من بعده تلك على سبيل
النيابته عنه فاذا جاء المهدی ينالها اصالة كمانا لها غيره من الائمة رضوان الله
عليهم اجمعين۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ امام ربانی مجدد الف ثانی نے مکتوبات میں فرمایا کہ اصلی اور
مستقل قطب بغیر ائمہ اہل بیت کے نہیں ہوا اور ائمہ اہل بیت کے بغیر جس کو یہ رتبہ قطبیت ملتا
ہے۔ یہ قطب اصلی اور مستقل نہیں ہوتا بلکہ آئمہ اہل بیت کا نائب اور ان کا فیض یافتہ ہوتا ہے اور
نیز یہ قطب ائمہ اہل بیت کے زمانہ میں نہیں ہوتا بلکہ آئمہ کے وصال کے بعد ان کا نائب ہوتا
ہے۔ پھر قطبیت کی انتہا سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ پر ہے اور وہ مستقل اور بالاصالۃ قطب
ہیں اور ان کے زمانہ میں ان کے سوا دوسرا کوئی قطب نہ تھا۔ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی
روح مقدس جب اس دنیا سے اعلیٰ علیین میں پہنچی تو اس کے بعد جو قطب بھی اس دنیا میں تشریف
لایا وہ محبوب سبحانی کا نائب اور آپ کا فیض یافتہ ہے۔ جب آخر زمانہ میں حضرت امام مہدی
رضی اللہ عنہ تشریف لائیں گے تو وہ قطب بالاصالۃ ہوں گے جیسا کہ ائمہ اہل بیت قطب
بالاصالۃ تھے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:۔

امرِ اوّل: ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قطب بالاصالۃ ہیں،

ان کے سوا جو قطب بھی ہے وہ ان کا نائب ہے۔ یہ تمام نائب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے آئمہ اہل بیت کے نائب اور ان کے فیض یافتہ تھے۔ اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد تمام قطب حضرت محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ کے نائب اور فیض یافتہ ہیں۔

امر دوم: اہل بیت کے سوا کوئی قطب حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہے۔

امر سوم: حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ اگرچہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مراتب عالیہ عطا فرمائے ہیں۔ اس کے باوجود انہوں نے نہایت دیانتداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت محبوب سبحانی کے علو اور فوقیت کا برملا اعتراف کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام سلاسل کے تمام مشائخ کا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی نظریہ ہے۔ کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ نے یہاں کسی اختلاف کا ذکر نہیں فرمایا۔ آجکل کے نام نہاد مشائخ چشت پر بڑا افسوس ہے کہ وہ محبوب سبحانی کی اس عظمت اور فوقیت کے منکر ہیں اور واہی تباہی دلائل کا سہارا لیتے ہیں اور اپنے مشائخ کو غوث اعظم کے برابر اور برتر مانتے ہیں۔ حالانکہ ان کے مشائخ کا عقیدہ غوثِ اعظم کے متعلق وہ ہے جو کہ حضرت مجدد قدس سرہ نے بیان فرمایا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

پیراں نمی پرند، مریداں ہمی پرانند

خاصہ چہارم: روح المعانی میں ہے:

و اقول ان السید الشیخ عبدالقادر قدس سرہ غمرنا برہ قد نال ما نال من القطبیۃ بواسطۃ جدہ علیہ الصلوۃ والسلام علی اتم وجہ و اکمل حال فقد کان رضی اللہ تعالی عنہ من اجلۃ اہل البیت حسنیا من جہۃ الاب حسینیا من جہۃ الام لم یصبہ نقص والذی غلب علی ظنی ان القطب قد یکون من غیرہم لکن قطب

الاقطاب لا یکون الا منہم لانہم ازکی الناس اصلا و اوفرہم فضلًا و ان من ینال ہذہ الرتبتہ منہم لا ینالہا الا علی سبیل الاصالۃ دون النیابۃ و الوکالۃ۔

اس عبارت میں بندہ سے کچھ تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔ اب خلاصہ عبارت عربی ملاحظہ ہو۔ علامہ صاحب روح المعانی حضرت غوث صمدانی کے متعلق اپنا یہ نظریہ ذکر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جو قطبیۃ کا اعلیٰ رتبہ پایا ہے وہ بیان اور عرفان سے ماوراء ہے۔ یہ رتبہ آپ کو اپنے جد امجد کے واسطہ سے حاصل ہوا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یہ رتبہ اتم اور اکمل ہے اور اتم اور اکمل کیوں نہ ہو۔ آپ اہل بیت کے بزرگ ترین افراد سے ہیں۔ والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان میں کوئی نقص نہیں ہے اور غالب ظن یہ ہے کہ اگرچہ قطب تو غیر اہل بیت سے ہوسکتا ہے لیکن قطب الاقطاب اہل بیت کے بغیر نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ اہل بیت نسب اور اصل کے لحاظ سے سب لوگوں سے پاکیزہ اور بزرگی کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ ہیں اور اہل بیت سے جو کوئی یہ رتبہ حاصل کرتا ہے تو یہ حصول بالاصالۃ ہے، نیابت اور وکالۃ کی وجہ سے نہیں ہے۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محبوب سبحانی کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کوئی ولی اللہ آپ کا ہم رتبہ نہیں ہے۔

جو نام نہاد پیر حضرت محبوب سبحانی کے علو مرتبہ اور فوقیت کے منکر ہیں۔ علامہ صاحب روح المعانی نے ان کی مذمت فرمائی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:

و لا ینکر ذالک الا زندیق او رافضی ینکر صحبۃ الصدیق۔

خلاصہ عبارت یہ کہ ائمہ اہل بیت اور حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جو مراتب عالیہ ہم نے ذکر کئے ہیں۔ ان کا منکر صرف بے دین آدمی یا رافضی ہی ہوسکتا ہے جو کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحابیۃ کا منکر ہے اور وہ نام نہاد جو کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب سے چین بجبین ہوتے ہیں۔ علامہ صاحب روح المعانی کی زبانی اپنے

متعلق فتویٰ سن لیں یہ فقیر کہتا تو گستاخی ہوتی۔

خاصہ پنجم: بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت میں ہے:

و مثل هذا الطعن ما طعن به الشيخ ابن الجوزي على قطب الاقطاب قدمه على رقبته كل ولي الله محى الملة والدين ابن رسول الله فى الحسب والنسب سيدى و سيد هذا الامة السيد عبدالقادر الجيلاني او صله الله فى اعلى الجنان و بوانا فى جواره وقع هذا الطاعن بهذا الطعن فى مهلكة عظيمه و يقال انه كان يكاد ان يسلب ايمانه فعصمه الله تعالى بدعوة هذا القطب و القصة مشروحته فى شرح المشكوة الفارسى للشيخ عبدالحق الدهلوى و كرامات هذا القطب متواترة لا ينبغى ان ينكرها الامعاند سفيه فاحفظ الادب فى رجال الله و تثبت۔

خلاصۂ عبارت یہ ہے کہ جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ پر منکرین نے طعن کئے اور ان کے کمالات کا انکار کیا۔ اسی طرح محدث ابن جوزی نے حضرت غوثِ اعظم پر طعن کیا اور آپ کے کمالات کا انکار کیا حالانکہ وہ قطب الاقطاب ہیں اور ان کا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر تھا۔ انہوں نے ملت اور دین کو زندہ کیا اور وہ حسب اور نسب پر ہر دو لحاظ سے جناب نبی کریم ﷺ کے لاڈلے بیٹے ہیں اور میرے اور ساری امت کے سردار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ جنت میں جگہ دے اور ہم کو ان کے پڑوس میں آباد کرے اور ابن جوزی محدث اس طعن اور انکار کی وجہ سے ایک بڑی ہلاکت میں پڑ گیا اور مرتے وقت ایمان سے محروم ہونے کو تھا کہ حضرت غوثِ اعظم کی دعاء سے اس کا ایمان محفوظ رہا اور حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامات متواتر ہیں اور ان کا انکار وہی کرتا ہے جس کے دل میں حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق عناد ہے اور وہ کمینہ اور احمق ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رجال کا ادب ملحوظ رکھنا لازم ہے۔

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:

امرِ اوّل: حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالاصالۃ قطب اور قطب الاقطاب ہیں۔ قطب الاقطاب صرف ائمہ اہل بیت کی اولاد سے ہوتا ہے۔ حضرت غوثِ اعظم کے بعد جو قطب بھی آیا وہ سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب ہوگا۔

امرِ دوم: غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم اللہ تعالیٰ کے ہر ولی کی گردن پر ہے یعنی جو بھی اللہ تعالیٰ کا ولی ہے غوثِ اعظم کا قدم اس کی گردن پر ہے۔ اگر کسی کی گردن پر غوثِ اعظم کا قدم نہیں ہے تو وہ پھر اللہ تعالیٰ کا ولی نہیں ہے اگر اس دور کا کوئی آکڑ خان[1] شیخ یہ کہتا ہے کہ میرے تمام یا فلاں فلاں شیخ کی گردن پر غوثِ اعظم کا قدم نہیں ہے تو وہ آکڑ خان دبی زبان سے یہ اقرار کر رہا ہے کہ میرے مشائخ اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں تو آکڑ خان نے اپنے مشائخ کی توہین کی ہے حالانکہ وہ اس انکار سے اپنے مشائخ کی تعریف کرنا چاہتا ہے، غالباً ایسے ہی بے ادب لوگوں کے متعلق کہا گیا ہے۔ ان تحبط اعملکم و انتم لا تشعرون۔

امرِ سوم: چونکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو جہاں بھی کوئی ولی ہوگا وہاں تک غوثِ اعظم کا تصرف ہوگا اور اولیاء تمام قطعاتِ زمین میں موجود ہیں لہٰذا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصرف تمام قطعاتِ زمین کو محیط اور آپ کی محبوبیت عالمگیر ہے۔ چونکہ یہ رتبہ اور کسی ولی کو حاصل نہیں لہٰذا کسی ولی کا تصرف اور اس کی محبوبیت عالمگیر اور تمام

---

[1] ایک پیر صاحب نے ایک رسالہ "شانِ محبوبیت" کے نام سے لکھا تھا جس میں انہوں نے فاتح قادیانیت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ایک عبارت کا ناشائستہ انداز میں رد کیا تھا، جس میں حضرت پیر صاحب نے سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان کا بیان کیا تھا، حضرت استاذ الاساتذہ مولانا عطا محمد چشتی گولڑوی قدس سرہ نے جگہ جگہ "آکڑ خان" کہہ کر ان کا رد کیا ہے۔ بصیر پور کے مولوی محمد احمد چشتی نے حکایت "قدم غوث" میں بارگاہِ غوثیت میں بڑی سوءِ ادبی اور جسارت کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ کتاب حضرت استاذ گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نہ تھی ورنہ اس کی بھی دھجیاں بکھیر دیتے۔ (مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی)

قطعات الارض کو محیط نہیں ہے اور حضرت سیدنا شیخ نظام الدین محبوب الٰہی بھی اس میں داخل ہیں۔لہٰذا فتاویٰ مہریہ میں جو یہ مذکورہ ہے (اور نیز محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات ارض تک نہیں پہنچی) بالکل حق اور مطابق دلائل کے ہے۔اور اس کا انکار حضرت غوثِ اعظم کے مراتب کا انکار ہے جو کہ موجب خسران اور خذلان ہے۔

امر چہارم: حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن اور آپ کے مراتب اور کمالات کا انکار ایمان کے لئے خطرہ اور ایسے منکر کو خطرہ ہے کہ مرنے کے وقت اس کا ایمان سلب ہو جائے گا جیسا کہ محدث ابن جوزی کو یہ خطرہ پیش آیا اور مرنے کے وقت اس کے ایمان کو خطرہ لاحق ہو گیا اور حاضرین نے محسوس کیا کہ یہ نحوست حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کی وجہ سے ہے تو چونکہ یہ غوثِ اعظم کا دور تھا اس لئے حاضرین غوث پاک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابن جوزی کی طرف سے معافی مانگی تو آپ نے ابن جوزی کو معاف کر دیا اور اس کی سلامتی ایمان کی دعا فرمائی تو ابن جوزی سلامتی ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا۔

یاد رکھیں جیسے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کے سردار اور سب انبیاء سے افضل ہیں اور کسی نبی کو بزرگی میں آپ ﷺ کے برابر خیال کرنا آنحضرت ﷺ کی گستاخی اور آپ کے کمالات کا انکار ہے۔اسی طرح حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاءِ امت کے سردار ہیں اور سب اولیاء سے افضل ہیں اور کسی ولی کو بزرگی اور شرافت کے لحاظ سے غوثِ اعظم کے برابر خیال کرنا آپ کی گستاخی اور آپ کے کمالات کا انکار ہے۔کسی اہلسنّت نے کیا خوب کہا ہے:

غوثِ اعظم درمیان اولیاء
چوں محمد ﷺ درمیان انبیاء

اور جس طرح آنحضرت ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام

سے افضل ہیں اور رتبہ کے لحاظ سے کوئی نبی آپ ﷺ کے برابر نہیں، اس عقیدہ سے دوسرے انبیاء کی توہین نہیں اور گستاخی نہیں ہوتی۔اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اور کوئی ولی رتبہ کے لحاظ سے حضرت غوثِ اعظم کے برابر نہیں تو اس میں دوسرے اولیاء کی گستاخی اور توہین نہیں ہے لیکن آج کل کا آکڑ خان شیخ اس کو گستاخی خیال کر کے حضرت غوثِ اعظم کی افضلیت کا منکر ہے۔اس منکر کو بھی ایمان کا خطرہ ہے اور اس کا کوئی سفارشی نہیں ہوگا۔

امر پنجم: حضرت غوثِ اعظم کی تمام کرامات تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں اور تواتر یقین کا فائدہ دیتا ہے۔لہٰذا غوثِ اعظم کا دوسرے اولیاء سے افضل ہونا اور تمام اولیاء کی گردن پر آپ کا قدم ہے، یہ سب کرامات متواتر اور یقینی ہیں اور ان کا انکار تواتر اور یقین کا انکار ہے اور یہ ان کا صرف معاند اور کم عقل ہی کر سکتا ہے۔

یہاں تک ان امور کا ذکر ہوا جو علامہ بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت سے معلوم ہوتے ہیں۔یاد رکھنا چاہیے کہ علامہ بحر العلوم علماء ظاہر اور صوفیاء ہر دو میں بڑے رتبہ کے مالک ہیں اور مثنوی مولانا روم پر ان کی کئی جلدوں میں شرح علماء اور صوفیاء کے نزدیک مستند ہے۔اب اسی بحر العلوم کی ایک اور عبارت پیش خدمت کی جاتی ہے۔یہ عبارت بھی شرح مسلم الثبوت میں ہے۔

" و اذا تاملت فی مقامات الاولیاء و اذا واقهم کمقامات الشیخ محی الدین قطب الوقت السید محی الملة والدین السید عبد القادر الجیلانی الذی قدمه علی رقاب کل ولی - الخ"

اس عبارت میں علامہ بحر العلوم نے اولیاء کرام کے الہام پر بحث کی ہے کہ یہ الہام حجت ہے یا نہیں اور یہ کہ الہام سے یقین حاصل ہوتا ہے یا نہیں اور اس عبارت میں چند اکابر اولیاء کرام کا ذکر کیا ہے۔اور اس عبارت میں پھر تصریح کر دی کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی

گردن پر ہے اور کوئی ولی اس سے خارج نہیں ہے اور جن مشائخ کو آ کڑ خان شیخ حضرت غوث
اعظم کے برابر خیال کرتے ہیں، ان مشائخ کی گردن پر بھی غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم
ہے لہٰذا رتبہ میں غوثِ اعظم کے برابر نہیں ہو سکتے اور یہ ان مشائخ کی قطعاً گستاخی نہیں اور نہ ہی
ان کے کمالات کا انکار ہے بلکہ ایک حقیقت واقعیہ بیان کرنا ہے۔ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی
گردن پر ہے اگر چہ اس دور کے آ کڑ خان شیخ اس کو گستاخی تصور کرتے ہیں لیکن ان اولیاء کرام
سے پوچھو تو وہ اس قدم کو اپنے لئے فخر خیال کرتے ہیں۔ مقولہ:

پیران نمی پرند مریداں ہمی پرانند

بلکہ حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض تمام سلاسل میں ہے۔ چنانچہ حضرت
خواجہ مولانا محمد نظام الدین اورنگ آبادی جو کہ سلسلہ چشتیہ کے اکابر مشائخ میں سے ہیں، نے
کتاب نظام القلوب میں فرمایا کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سیدنا عبدالقادر رضی
اللہ عنہ سے مستفید ہیں۔ جب چشتیوں کا ایک بہت بڑا شیخ استفادہ کی تصریح کر رہا ہے تو کسی
آ کڑ خان چشتی کو انکار کرنا زیب نہیں دیتا۔ لہٰذا فتاویٰ مہریہ کی مندرجہ ذیل عبارت بالکل درست
اور موافق تصریح علماء اور اصفیاء ہے۔

عبارت مبارکہ یہ ہے کہ:

"چنانچہ سیدنا عبدالقادر و سیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں مگر
حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادی حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی
حضرت سیّد عبدالقادر رضی اللہ عنہ سے مستفید ہیں۔ نظام القلوب ملاحظہ ہو اور نیز محبوبیت قادریہ
عالم گیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی۔"

فتاویٰ مہریہ کی مذکورہ بالا عبارت کی مثال یہ ہے کہ کوئی اہل سنت یہ کہے کہ آنحضرت ﷺ اور
دوسرے تمام انبیاء علیہم السلام نفس نبوت میں شریک ہیں اس کے باوجود دوسرے انبیاء سے افضل
ہیں۔ اور نبوۃ محمدیہ عالمگیر ہے اور دوسرے انبیاء کی نبوۃ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی تو جس

طرح اس مثال میں دوسرے انبیاء کی گستاخی اور توہین نہیں ہے بلکہ بیان واقع اور فرق مراتب
ہے بعینہٖ اسی طرح فتاویٰ مہریہ کی عبارت میں بھی خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی اور سیدنا عبد
القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر دو کو محبوبیت میں شریک ذکر کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود فرق
مراتب کے ذکر سے خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی کی گستاخی کا شائبہ تک نہیں ہے اور صرف
آ کڑ خان شیخ کو ہی گستاخی محسوس ہو رہی ہے اور فرق مراتب کا انکار کر رہا ہے۔ حالانکہ اس انکار
کی مذمت کے لئے یہ مصرعہ کافی ہے۔ ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اب آ کڑ خان شیخ کو غور کرنا چاہیے کہ اس انکار سے اس کو کون سا لقب ملا یعنی بڑے
اچھے بھلے شیخ زندیق ٹھہرے۔

فتاویٰ مہریہ میں ایک اور عبارت بھی ہے لہٰذا مناسب ہے کہ اس کی توضیح کر کے فرق
مراتب کو اجاگر کیا جائے۔ عبارت یہ ہے:

"رہا لفظ سبحانی و الٰہی سو مقام جذب و محبوبیت سے جیسا تناسب لفظ سبحان کو ہے لفظ اللہ
کو نہیں۔ کما قال اللہ تعالیٰ سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً اور نہ لفظ الٰہ ذات بحت پر
دال ہے بلکہ سبحان کہ رتبہ ذات کا نام ہے۔"

تفصیل عبارت یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کو محبوب سبحانی کہا جاتا ہے اور خواجہ نظام
الدین دہلوی کو محبوبِ الٰہی کہا جاتا ہے اور سبحانی اور الٰہی دونوں میں یاء نسبت ہے۔ پہلے کا معنی
منسوب الیٰ سبحان اور دوسرے کا معنی منسوب الیٰ اللہ ہے اور سبحان کے لفظ کو جذب اور محبوبیت
سے زیادہ مناسبت ہے اور لفظ اللہ کو وہ مناسبت نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ آیہ مبارکہ ہے:

قولہ تعالیٰ: سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً

دلیل اس طرح ہے کہ عبدہ سے مراد آنحضرت ﷺ ہیں اور اس میں عبد کی اضافت
اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو عبدہ کا معنی ہو گا انقطاع من الخلق الی الخالق اور یہ جذب ہے اور چونکہ

آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں لہٰذا عبدہ کی دلالت جیسی جذب پر ہے اسی طرح محبوبیت پر بھی ہے۔ اب یہاں سبحان کا لفظ لایا گیا ہے نہ کہ اللہ کا لفظ کیونکہ سبحان جذب اور محبوبیت میں زیادہ مناسب ہے کیونکہ سبحان کا معنی پاکیزگی ہے اور پاکیزگی جذب اور محبوبیت کے زیادہ مناسب ہے اور یہ معبود بحق کے ساتھ فی الحقیقۃ مختص ہے برخلاف لفظ اللہ کے کہ یہ معبود بحق اور معبود باطل دراصل اس کا اطلاق دونوں پر آتا ہے اگرچہ سبحان اور اللہ دونوں سبحانی اور الٰہی میں معبود بحق سے عبارت ہیں لیکن اصل کے لحاظ سے ہر دو میں فرق ہے۔ سبحان معبود بحق کے ساتھ مختص ہے اور اللہ عام ہے اور یہی مطلب ہے کہ اللہ کا لفظ ذات بحت پر دلالت نہیں کرتا اور سبحان ذات بحت کے ایک رتبہ کا نام ہے۔

حضرت غوثِ اعظم کا قدم جو ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس پر اور دلائل ملاحظہ ہوں۔ مولانا جامی نے نفحات الانس میں فرمایا ہے:

شیخ عبد القادر جوان بودو در صحبت شیخ حماد می بود دروزے بادب تمام در صحبت وی نشسته بود چون برخاست و بیرون رفت شیخ حماد گفت این عجمی را قدمے است در وقت وی بر گردن همه اولیاء خواهد بود و هر آئینه مامور شود بآنکه بگوید قدمی هذہ علی رقبة کل ولی الله و هر آئینه آنرا بگوید و همه اولیاء گردن نهند (الی آن قال) گویا که می بینم ترا در بغداد که به منبر آمدہ و میگوئی قدمی هذا علی رقبته کل ولی الله و مے بینم که اولیاء وقت همه گردنها خود را پست کرده اند اجلال و اکرام ترا و هر چه نسبت شیخ عبدالقادر گفت واقع شود۔

خلاصہ عبارت یہ ہے کہ حضرت غوثِ اعظم جوانی میں شیخ حماد کی مجلس میں بیٹھتے تھے۔ ایک دن نہایت ادب کے ساتھ شیخ حماد کی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ جب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو شیخ حماد نے فرمایا کہ ایک وقت میں اس عجمی کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہوگا اور اس عجمی کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے یہ حکم ہوگا کہ وہ کہے قدمی ھذا علی رقبة کل ولی اللہ اور پھر یہ عجمی ایسا کہے گا اور تمام اولیاء اپنی گردن رکھ دیں گے۔ تا آنکہ فرمایا کہ میں تجھے دیکھ رہا ہوں کہ تو بغداد میں منبر پر بیٹھ کر کہہ رہا ہے میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام اولیاءِ وقت نے اپنی گردنیں تیری عزت کے لئے نیچے کر دیں۔ اور حضرت حماد نے جو جناب غوثِ اعظم کے متعلق فرمایا اور اسی طرح واقع ہوا۔

اس عبارت سے چند امور واضح ہوئے:

امر اوّل: غوثِ اعظم کی یہ کرامت کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ اس کرامت کی قبل از وقوع اولیاء کرام بشارت دیتے رہے ہیں۔

امر دوم: حضرت غوثِ اعظم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو حکم تھا کہ ایسا کہو اور پھر آپ نے ایسا کہا اور پھر تمام اولیاء نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے جھکا دیں۔

امر سوم: اولیاء کرام کے ایک شطحیات ہوتے ہیں کہ بلا ارادہ اور غلبہ عشق و مستی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں اور اگر غلبہ ذوق و مستی نہ ہوتا اور وہ صحو میں ہوتے تو یہ امور ان سے صادر نہ ہوتے۔

مذکورہ بالا کلام سے یہ واضح ہوا کہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ کلام قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ یہ از قبیل شطحیات نہیں ہے کیونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ جملہ کہنے کا حکم تھا اور آپ رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ فرما کر اس حکمِ الٰہی کی تعمیل کی اور اللہ تعالیٰ شطحیات کا حکم نہیں فرماتا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہمیشہ ارادہ سے ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ از قبیل شطحیات نہیں ہے بلکہ حالت صحو میں ارادہ کے ساتھ ہے۔

امر چہارم: تمام اولیاء کرام نے جو اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے رکھ دیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل انسان کے لئے باعث عزت اور فخر ہے لہٰذا اولیاء اللہ کا گردن جھکا دینا ان کے نزدیک باعثِ عزت تھا اور یہ خیال باطل ہے کہ جن اولیاء نے اپنی گردنیں جھکا دیں اس میں ان کی کسر شان اور ذلت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض آکڑ خان مشائخ نے حضرت غوثِ اعظم کی اس کرامت کا انکار کر دیا اور اسے شطحیات پر محمول کیا۔

بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا تمام صحابہ اور اولیاء کرام نماز کے وقت کعبہ کی طرف منہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اسی طرف منہ کر کے سجدہ کرتے ہیں حالانکہ خانہ کعبہ پتھروں کا بنا ہوا ہے اور کبھی کسی نبی یا ولی کو یہ خیال نہیں آیا کہ پتھروں کی طرف منہ کر کے سجدہ کرنے میں ہماری ذلت ہے۔ یہ خیال اس لئے نہیں آتا کہ ہم کو یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کعبہ اور پتھروں کی طرف منہ کر کے کرو چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے، اس لئے اس میں انسان کی عزت ہے نہ کہ ذلت۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ قدمی ھذہ علی رقبتہ کل ولی اللہ اور پھر آپ نے یہ اعلان کر دیا۔

اب یہ اعلان سچا اسی وقت ہو سکتا ہے کہ تمام اولیاء کرام اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے جھکا دیں تو تمام اولیاء کرام نے گردنیں جھکا کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اس کو سچا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں اولیاء کرام کی عزت ہے۔ اس دور کے آکڑ خان شیخ کا یہ خیال خام ہے کہ اگر میرے مشائخ غوثِ اعظم کے آگے گردنیں جھکا دیں اور ان کی گردنوں پر غوثِ اعظم کا قدم آ جائے تو اس میں ان مشائخ کی بے عزتی ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ غور کریں خانہ کعبہ کی بناء پتھروں سے ہے اور خانہ کعبہ احکامِ الٰہیہ کے ساتھ مکلف نہیں ہے۔ نہ اس نے نماز پڑھی اور نہ حج

کیا، نہ روزہ رکھا نہ زکوٰۃ دی اور نہ جہاد کیا۔ اس کے باوجود اس کی طرف منہ کر کے خداوند تعالیٰ کو سجدہ کرنا عزت ہے تو غوثِ اعظم کے سامنے اولیاء کرام کا گردنیں جھکانا بطریقِ اولیٰ عزت ہوگی کیونکہ غوثِ اعظم مکلف ہیں، انہوں نے نمازیں پڑھیں اور روزے رکھے، حج کیا، مجاہدہ کیا اور خصوصاً آنحضرت ﷺ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ صفات خانہ کعبہ میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد نفحات الانس کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

روزے شیخ عبدالقادر در رباط خود در مجلس میگفت و عامه مشائخ قریب به پنجاه تن حاضر بودند و ازاں جمله شیخ علی هیتی و شیخ بقا بن بطوء و شیخ ابو سعید و شیخ ابو النجیب و شیخ ابو سعود وغیره ایشاں از مشائخ کبار ناگاه در اثنائے سخن گفت قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله شیخ ابو سعید قیلوی گفت که چوں شیخ عبدالقادر گفت قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله حق سبحانه و تعالی بر دل وی تجلی کرد و رسول الله ﷺ بر دست طائفه از ملائکته مقربین بمحضر اولیاء متقدمین و متاخرین که آنجا حاضر بودند احیاء باجساد خود و اموات بارواح خود خدخلعتے دروی پوشانید ندو بروئے زمین هیچ ولی نماند مگر که گردن خود را پست کرد و بعضے گفته اند که یك کس از عجم تواضع نه کردو حال وی از وی متواری شد و فی تاریخ امام یافعی رحمه الله تعالی و اردو کراماته یعنی شیخ عبد القادر رحمه الله تعالی خارجة عن الحصر و قد اخبرنی من ادرکت من اعلام الائمة ان کراماته تواترث او قربت من التواتر و معلوم بالاتفاق انه لم یظهر ظهور کراماته لغیره من شیوخ الافاق۔

قبل ازیں گزر چکا ہے کہ شیخ حماد نے حضرت غوثِ اعظم کے متعلق پہلے پیش گوئی فرمائی تھی کہ ایک وقت آئے گا کہ یہ عجمی یعنی غوثِ اعظم بغداد میں منبر پر اعلان کریں گے قدمی ھذا علی رقبة کل ولی اللہ اور یہ پیشین گوئی وقوع پذیر ہوئی۔ اب عبارت مذکورہ بالا میں اس

پیشین گوئی کے وقوع کا ذکر ہے۔ خلاصہ عبارت یہ ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عبدالقادر اپنے لنگر خانہ میں مجلس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور تقریباً پچاس مشائخ اس مجلس میں حاضر تھے۔ ان میں سے شیخ علی ہیتی وغیرہ بھی تھے ناگاہ گفتگو کے دوران غوثِ اعظم نے فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور اسوقت آپ کے دل پر اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی اور آنحضرت ﷺ اور مقربین فرشتے اور متقدمین و متاخرین اولیاء کرام جو کہ وہاں موجود تھے، جو زندہ تھے وہ جسموں کے ساتھ اور جو فوت ہو چکے تھے وہ ارواح کے ساتھ حاضر تھے اور ان سب نے حضرت غوثِ اعظم کو خلعت پہنائی اور روئے زمین پر کوئی ولی ایسا نہیں تھا کہ اس نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن نہ جھکائی ہو اور بعض نے کہا کہ عجم کے ایک آدمی نے گردن نہ جھکائی تو اس کی ولایت ختم ہو گئی اور تاریخ امام یافعی رحمہ اللہ میں ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی کرامات گنتی سے باہر ہیں اور بڑے بڑے ائمہ نے مجھے خبر دی ہے کہ غوثِ اعظم کی کرامات متواتر یا قریب تواتر کے ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ تمام عالم میں کسی ولی سے اتنی کرامات ظاہر نہیں ہوئیں جتنی کہ حضرت غوثِ اعظم سے صادر ہوئی ہیں۔

اس عبارت سے بھی چند امور واضح ہوئے۔

امر اوّل: جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے غوثِ اعظم کو ایک خاص رتبہ عطا فرمایا اور اس وقت آنحضرت ﷺ اور مقربین فرشتوں کا ایک گروہ اور تمام اولیاء، متقدمین اور متاخرین وہاں حاضر تھے، زندہ بھی اور فوت شدہ بھی۔ زندہ اپنے جسم عنصری کے ساتھ اور فوت شدہ اپنی ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ اور روئے زمیں پر جو ولی بھی تھا ہر ایک نے گردن جھکا دی اور ان میں سے سلاسلِ اربعہ کے تمام مشائخ داخل ہیں۔ لہٰذا سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے جھکا دیں اور ان میں آکڑ خان شیخ کے مشائخ بھی داخل ہیں اور ان کی گردنوں پر بھی غوثِ اعظم کا قدم ہے۔

امر دوم: جب غوثِ اعظم نے یہ اعلان فرمایا تو ہر ولی نے گردن جھکا دی۔ صرف ایک عجمی نے گردن نہیں جھکائی اور اس سے ولایت سلب ہو گئی۔ اب اگر کوئی آکڑ خان یہ کہے کہ فلاں فلاں شیخ نے غوثِ اعظم کے آگے گردن نہیں جھکائی تو اس کا یہ معنی ہو گا کہ ان مشائخ سے بھی ولایت سلب ہو گئی جو کہ صراحتاً غلط ہے۔ کیونکہ صراحتاً گزر چکا ہے کہ صرف ایک عجمی نے گردن نہ جھکا کر تواضع کا اظہار نہیں کیا۔

امر سوم: حضرت امام یافعی رحمہ اللہ جو کہ اکابر علماء اور مستند صلحاء سے ہیں انہوں نے تصریح فرمادی کہ جتنی کرامات غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ سے صادر ہوئی ہیں، اتنی کرامات کسی ولی سے صادر نہیں ہوئیں حتیٰ کہ آکڑ خان شیخ کے مشائخ سے بھی اتنی کرامات صادر نہیں ہوئیں لہٰذا فتاویٰ مہریہ کا یہ فرمان بالکل حق ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے کیونکہ تمام عالم کے ولیوں کی گردن پر اس کا قدم ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی کیونکہ اس کا قدم تمام عالم کے ولیوں کی گردن پر نہیں ہے۔ آکڑ خان مشائخ کو واضح ہو کہ محبت اور چیز ہے اور حقیقت اور چیز جیسا کہ ہر آدمی کو اپنا بیٹا سب سے خوبصورت معلوم ہوتا ہے، یہ محبت ہے لیکن خلافتِ حقیقت ہے۔ حقیقت دلائل سے ثابت ہوتی ہے نہ کہ صرف محبت سے خواجہ سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی دہلوی کے ساتھ ہر اہل سنت کو پوری محبت اور عقیدت ہے لیکن حقیقت اپنی جگہ پر ہے۔

حضرت شیخ ابوالمعالی لاہوری قدس سرہ نے تحفہ قادریہ میں مضمون ماقبل کو بایں الفاظ بیان فرمایا ہے:

نقل از شیخ ابی صالح نصر ابن حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے پرسید از قول آنحضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قدمی ہذہ علی رقبتہ کل ولی اللہ فرمود شنیدہ ام از والد خود عبدالرزاق و اعمام خود ابو عبدالرحمٰن عبداللہ عبدالوہاب و ابو اسحاق ابراہیم رضوان اللہ علیہم کہ فرمودند حاضر

بودیم در مجلس که والد ما رضی الله عنه این قول را فرموده بود دران مجلس پنجاه و چند از اکابر اعیان مشائخ عراق همه رقاب پیش کشیدند و سرفرود آوردند و رسید خبر بما از مشائخ آنوقت که در اطراف و امصار بودند همه اعناق خود را بخشوع تمام پست کردند و خبر کردند که دران زمان شیخ محی الدین عبد القادر فرموده است قدمی هذہ علی رقبته کل ولی اللّٰه این وضع رقاب از بهر آنست از شیخ ابو سعید قیلوی رضی اللّٰه عنه که چون حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی الله عنه فرمود قدمی هذہ علی رقبته کل ولی اللّٰه حق سبحانی تعالٰی تجلی کرده بود بر دل او رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی و سلم بر دست طائفه از ملائکة مقربین بمحضر اولیاء متقدمین و متاخرین که حاضر بودندا احیاء باجساد و اموات بارواح خود خلعتے دروی پوشانیدند و هیچ ولی درروئے زمین نماند مگر پست گردانید گردن خود را بآنحضرت رضی اللّٰه عنه از شیخ ابو البرکات که خبر کرد مرا و الدمن که پر سیدم عم خود شیخ عدی مناف بن مسافر رضی اللّٰه عنه که میدانی که هیچ یکے از مشائخ متقدمین و متاخرین گفته است قدمی هذہ علی رقبته کل ولی اللّٰه غیر شیخ محی الدین عبدالقادررضی اللّٰه عنه گفت نے گفتم پس این چه معنی دارد که فرموده است گفت از مقام فردیت خود اظهار کرده است گفتم در هر وقت فردے بوده است گفت مامور شده، نمی بینی بسوئے ملائکة که سجده نه کرده اند مهتر آدم علیه السلام مگر از جهت ورود امر سبحانه و تعالٰی بر ایشان از شیخ عارف ابو محمد علی بن ابی بکر که وقتے گفت سیدی عبد القادر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قدمی هذه علی رقبته کل ولی اللّٰه برخواست شیخ علی بن هیتی رضی اللّٰه تعالٰی عنه بسوئے آنحضرت و گرفت قدم اوونهاد بر گردن خود و در آمد زیر دامن او و بعضے از اصحاب پرسیدند

که این چرا کردی گفت از انکه او مامور شد بگفتن این قول و اذن شده مرا او را به عزل هر که منکر شود او را اولیاء پس خواستم که من باشم اول کسے که مسارعت کند درا انقیاد او ، از شیخ ابو الفرح حسن که چون مامور شد حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللّٰه تعالٰی عنه باین که بگوید قدمی هذه علی رقبته کل ولی اللّٰه دیدم اولیاء در مشرق و مغرب که گردن نهادند همه اولیاء مگر یك مرد از زمین عجم پس گم شد حال او۔

اس طویل عبارت کا حصہ اوّل تقریباً وہی ہے جو کہ مولانا جامی نے نفحات الانس میں فرمایا اور قبل ازیں نقل کیا جاچکا ہے۔خلاصہ تمام عبارت یہ ہے کہ حضرت غوث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے شیخ ابی صالح نصر سے جو کہ حضرت عبدالرزاق کے بیٹے ہیں، حضرت غوثِ اعظم کے اس قول کے متعلق پوچھا گیا ''قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه ''تو شیخ ابی صالح نے جواباً فرمایا کہ میں نے اپنے والد عبدالرزاق اور اپنے چچوں سے سنا ہے جن کے یہ نام ہیں ابو عبدالرحمٰن عبداللہ عبدالوہاب اور ابواسحاق ابراہیم رضوان اللہ علیہم کہ فرمایا انہوں نے کہ ہم اس مجلس میں حاضر تھے جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:'' قدمی هذه علی رقبة کل ولی اللّٰه ''اور اس مجلس میں پچاس سے زیادہ عراق کے اکابر مشائخ تھے، سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے پیش کردیں اور سر جھکا دیئے اور اس وقت کے مشائخ سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ سب نے نہایت عاجزی کے ساتھ اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ جس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی محی الدین عبدالقادر نے فرمایا قدمی هذا علی رقبة کل ولی اللّٰه تو اللہ تعالیٰ نے حضرت غوثِ اعظم کے دل پر تجلی فرمائی اور آنحضرت ﷺ اور ایک گروہ ملائکہ مقربین اور اولیاء کرام متقدمین اور متاخرین حاضر تھے، جو زندہ تھے وہ اپنے جسموں کے ساتھ اور جو فوت شدہ ہیں، وہ اپنی ارواح کے ساتھ حاضر تھے اور سب نے حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلعت پہنائی اور روئے زمین پر جو ولی تھا اس نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن

جھکادی اور شیخ ابوالبرکات سے منقول ہے کہ میرے باپ نے مجھے کہا کہ میں نے اپنے چچا شیخ عدی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے سوا مشائخ متقدمین اور متاخرین سے کسی نے کہا ہے؟

"قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" تو شیخ عدی نے جواباً فرمایا کہ غوثِ اعظم کے بغیر کسی ولی نے ایسا نہیں کہا۔ میں نے دوبارہ سوال کیا کہ غوثِ اعظم نے جو فرمایا ہے اس کا کیا مطلب ہے تو شیخ عدی نے فرمایا کہ حضرت غوثِ اعظم مقام فردیت میں تھے۔ آپ کا یہ فرمان مقام فردیت کا اظہار ہے۔ سائل جو کہ شیخ ابوالبرکات کا والد ہے، اس نے پھر اپنے چچا شیخ عدی سے پوچھا کہ ہر وقت میں کوئی نہ کوئی ولی مقام فردیت میں ہوتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ قول غوثِ اعظم کے بغیر اور کسی ولی نے تو نہیں کہا تو شیخ عدی نے جواب دیا کہ حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ نے یہ کہنے کا حکم دیا تھا اور غوثِ اعظم کے بغیر اور کسی ولی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نہیں ہوا اس لئے غوثِ اعظم نے یہ قول فرمایا اور آپ کے سوا کسی نے یہ قول نہ کیا۔ چونکہ غوثِ اعظم کے اس قول میں نظر بظاہر خودستائی ہے اور گردن جھکانے والوں کی سوءِ ادبی کا پہلو نکلتا ہے اس لئے شیخ عدی نے اس مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ایک بہترین مثال دی ہے کہ غور کرو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو فرشتوں نے سجدہ صرف اس لئے کیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور امرِ الٰہی کی تعمیل میں عزت ہے نہ کہ سوءِ ادب اور ذلت اور نیز اللہ تعالیٰ کے امر پر عمل کرنا خودستائی نہیں ہے بلکہ تحدیثِ نعمت ہے تو غوثِ اعظم کا یہ فرمان "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" خودستائی نہیں کیونکہ آپ مامور ہیں اور خودستائی کا امر نہیں ہوتا بلکہ خودستائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور اولیاء کرام نے جو اس امر پر عمل کیا یہ باعث عزت ہے نہ کہ ذلت اور شیخ عارف ابومحمد علی بن ابی بکر سے روایت ہے کہ جس وقت سیدی شیخ عبدالقادر نے فرمایا "قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله" تو شیخ علی ہیتی رضی اللہ عنہ اٹھ کر غوثِ اعظم کی طرف گئے اور ان کا قدم اپنی گردن پر رکھا اور آپ کے دامن کے نیچے داخل

ہوئے۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو شیخ علی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ غوثِ اعظم کو اس قول کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر ہوا تھا اور نیز آپ کو اس بات کا اذن دیا گیا کہ جو ولی آپ کے اس قول کا انکار کرے آپ اس کو معزول کر سکتے ہیں یعنی اس کی ولایت سلب کر سکتے ہیں تو میں نے چاہا کہ جو لوگ آپ کے تعمیل ارشاد میں جلدی کرتے ہیں میں ان سے سبقت حاصل کروں اور شیخ ابوالفرح حسن سے منقول ہے کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آپ کہیں قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله تو میں نے مشرق اور مغرب کے درمیان تمام اولیاء کو دیکھا کہ سب نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے آگے رکھ دیں۔ البتہ ایک مرد نے جو کہ زمین عجم سے تھا اس نے گردن نہ رکھی تو اس کی ولایت سلب ہو گئی۔
یہاں تک تحفہ قادریہ کی فارسی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اب اس عبارت سے جو امور واضح ہوتے ہیں، ان کو ملاحظہ فرمائیں۔

امر اوّل: حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے جو فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ یہ قول شطحیات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور امر تھا اور غوثِ اعظم نے اللہ تعالیٰ کے امر کی تعمیل کی ہے۔

امر دوم: جب غوثِ اعظم نے یہ قول فرمایا تو تمام روئے زمین پر مغرب سے مشرق تک جو اولیاء کرام تھے سب نے غوثِ اعظم کے آگے گردنیں جھکا دیں، صرف ایک عجمی مرد نے گردن نہ جھکائی تو اس کی ولایت سلب اور ختم ہو گئی۔

امر سوم: غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اذن ملا کہ جو ولی آپ کے آگے گردن نہ جھکائے، آپ اس کو ولایت سے معزول کر دیں۔

امر چہارم: جس ولی نے غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے آگے گردن نہ جھکائی وہ ولایت سے معزول ہوگیا۔

امر پنجم: تمام اولیاء کرام سے صرف ایک عجمی مرد نے غوثِ اعظم کے سامنے گردن نہ جھکائی اور ولایت سے معزول ہوگیا۔

امر ششم: جب غوثِ اعظم نے مذکورہ بالا قول فرمایا، اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل پر خصوصی توجہ اور تجلی فرمائی اور اس وقت آنحضرت ﷺ اور ملائکہ مقربین سے ایک طائفہ اور تمام اولیاء، متقدمین اور متاخرین حاضر تھے زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور فوت شدہ اپنے ارواح کے ساتھ حاضر تھے۔ اور سب نے آپ کو خلعت پہنایا۔

امر ہفتم: شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا یہ خاصہ تھا کہ آپ نے یہ قول فرمایا۔ آپ کے سوا کسی ولی نے یہ قول نہیں کیا۔

امر ہشتم: فتاویٰ مہریہ میں جو وارد ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ تمام روئے زمین پر مغرب سے مشرق تک جو اولیاء ہیں، سب نے غوثِ اعظم کے آگے اپنی گردنیں جھکا دیں اور یہ مرتبہ کسی ولی کو عموماً اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو خصوصاً حاصل نہیں ہے۔

امر نہم: جب غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے تو تمام سلاسل کے جو مشائخ اس وقت موجود تھے، سب نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ خصوصاً خواجہ غریب نواز اجمیری نے بھی اپنی گردن جھکا دی تو خواجہ غریب نواز کے بعد سارا سلسلہ چشتیہ عموماً اور خواجہ

نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی خصوصاً غریب نواز کے حکم میں داخل ہو گئے تو گویا سب نے غوثِ اعظم کے سامنے اپنی گردنیں جھکا دیں۔ لہٰذا تمام سلاسل کے تمام مشائخ سے غوثِ اعظم افضل ٹھہرے۔ لہٰذا محبوبیت قادریہ عالمگیر ہوئی اور کسی ولی کی محبوبیت عالمگیر نہیں ہے اور کئی قطعاتِ ارض تک نہیں پہنچی اور حضرت شیخ نظام الدین محبوب الٰہی بھی اس میں داخل ہیں۔

امر دہم: غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے چونکہ غوثِ اعظم کو اس قول کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم اور امر تھا لہٰذا غوثِ اعظم کا یہ قول اللہ تعالیٰ کا فرمان ہوا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ولی کو حکم دیا کہ تم اپنی گردن کو غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے جھکا دو تو ہر ولی نے اپنی گردن جھکا دی لیکن ایک مردِ عجمی نے اپنی گردن غوثِ اعظم کے سامنے نہ جھکائی تو اس کی ولایت سلب ہوگئی تو حضرت شاہ ابوالمعالی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحفہ قادریہ میں اس کی مثال نقل کی ہے کہ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ربّ العزت جل شانہ نے تمام فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو تمام فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا لیکن ایک ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو وہ مردود ہوا حالانکہ سجدہ کا معنی غایت تذلل ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے فرشتوں نے اسے ذلت نہ سمجھا بلکہ عزت خیال کیا۔ البتہ ابلیس نے اسے ذلت سمجھتے ہوئے سجدہ سے انکار کر دیا اور ملعون ہوا۔ اسی طرح ربّ العزت نے حضرت غوثِ اعظم کے ذریعہ تمام ولیوں کو حکم دیا کہ اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے قدم کے نیچے رکھ دو تو تمام ولیوں نے اللہ کے امر کی تعمیل کرتے ہوئے گردنیں جھکا دیں اور اس کو اپنی عزت خیال کیا نہ کہ ذلت مگر ایک مردِ عجمی نے اس کو ذلت سمجھتے ہوئے گردن نہ جھکائی اور ولایت سے محروم ہوگیا۔

خلاصہ یہ کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ فتاویٰ مہریہ میں جو ہے کہ محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ روئے زمین اور مغرب اور مشرق تک جتنے ولی ہیں، سب کی

گردن پر غوثِ اعظم کا قدم ہے اور سب اولیاء نے اپنی گردنیں غوثِ اعظم کے سامنے جھکا دیں اور یہ رتبہ صرف اور صرف غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے اور کسی کو حاصل نہیں۔تو ثابت ہوا کہ سب اولیاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عالمگیر محبوبیت صرف حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل ہے اور کسی کو یہ محبوبیت حاصل نہیں ہے تو حضرت شیخنا السید السند غوث زمان قطب دوران سید مہر علی شاہ قدس سرہ نے فتاویٰ مہریہ میں فرمایا ہے کہ:

"محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات زمین تک نہیں پہنچی۔"

یہ فرمان بالکل حق اور تمام اولیاء کرام کا اس پر اجماع ہے۔صرف ایک مرد عجمی نے اس کا انکار کیا اور محروم ہو گیا تو اس دور کے جس آکڑ خان شیخ نے حضرت غوث اعظم کے اس مرتبہ اور خصوصیت کا انکار کیا ہے وہ اسی مرد عجمی کی طرح محروم ہے اور اگر بالفرض اس میں ولایت ہے تو وہ سلب ہو گئی ہے۔نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

بندہ نے جو حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مرتبہ اور آپ کی محبوبیت عالمگیر کے متعلق ذکر کیا ہے، اس کی وجہ ابتداء میں ذکر کی گئی ہے اور دوبارہ مفصل طور پر ذکر کرتا ہوں۔بندہ نے کچھ عرصہ ہوا ایک رسالہ دیکھا جس کا نام "شانِ محبوبیت" ہے اور مصنف کا نام "محی الدین" ہے اور اس رسالہ میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خصائص کا انکار کیا گیا ہے۔مثلاً محبوبیت قادریہ عالمگیر ہے، یہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے جو کہ کسی دوسرے ولی کو نہیں ملا حتیٰ کہ شیخ المشائخ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو بھی یہ مرتبہ نہیں ملا اور اس میں محبوب الٰہی دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے ادبی نہیں بلکہ فرق مراتب ہے اور یہ صاحب فرق مراتب کا انکار کر رہے ہیں۔شاید ان جیسوں کے حق میں کہا گیا ہے:

"گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی"

تو غوثِ اعظم کے مراتب عالیہ اور خواص کا انکار صریح زندقہ ہے۔صاحب روح المعانی اپنی تفسیر میں غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

قد نال ما نال من القطبية بواسطة جده عليه الصلوٰة والسلام على اتم وجه و اكمل حال فقد كان رضى الله تعالى عنه من (اجلة اهلبيت حسنيا من جهة الاب حسينيا من جهة الام لم يصبه نقص لو ان و على و ليت و لا ينكر ذالك الا زنديق او رافضى ينكر صحبة الصديق-"

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ حضرت غوث اعظم نے وہ رتبہ قطبیت حاصل کیا ہے کہ اس کا احاطہ متعذر ہے۔یہ رتبہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے حاصل نہیں کیا بلکہ اپنے جد جناب نبی کریم ﷺ کے واسطہ سے حاصل کیا اور اتم وجہ اور اکمل حال پر حاصل کیا اور یہ کہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بزرگ اہل بیت سے تھے، والد کے لحاظ سے حسنی سید اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حسینی سید تھے۔اور لو، ان، علی اور لیت کا نقص ان میں نہیں تھا اور غوثِ اعظم کے کمالات اور خواص کا انکار صرف اور صرف زندیق کرتا ہے یا کہ رافضی جو کہ صحبت صدیق رضی اللہ عنہ کا انکار کرتا ہے

غور فرمائیں!!! غوثِ اعظم کے کمالات اور خواص کے منکر کو علامہ صاحب روح المعانی نے یا زندیق کہا ہے یا رافضی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جو آدمی غوثِ اعظم کی ولایت کا تو قائل ہے لیکن دوسرے ولیوں کو غوثِ پاک کا تمام کمالات میں ہم پلہ مانتا ہے، یہ زندیق ہے کہ فرق مراتب نہیں کرتا اور جو آدمی غوثِ اعظم کی ولایت کا ہی منکر ہے وہ رافضی ہے کیونکہ رافضی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سیّد ہی تسلیم نہیں کرتے۔

مصنف "شانِ محبوبیت" سے بھی زندقہ یا رفض کی بو آتی ہے اور مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے حضرت غوثِ زماں قطب وقت قدس سرہ کے متعلق نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کی ہے اور رکیک حملے کئے ہیں اور فتاویٰ مہریہ کی ایک نہایت درست عبارت کا ردّ کیا ہے اور مصنف رسالہ کو تو کسی علم دین سے بھی کوئی خاص مس نہیں ہے اور قبلہ عالم اعلیٰ حضرت سیّد مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ علومِ دینیہ کسبیہ اور وہبیہ میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔کہاں پیر مہر علی شاہ اور کہاں مصنف "رسالہ شانِ محبوبیت"۔۔۔چھوٹا منہ اور بڑی بات۔۔۔

بندہ نے غور کیا کہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے غوثِ زماں کے متعلق یہ جسارت کیوں کی ہے؟ تو اس کی دو وجہ معلوم ہوئیں۔

وجہ اوّل: مصنف رسالہ کے دل میں چونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق صرف اس وجہ سے عناد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے مراتب سے سرفراز فرمایا کہ مصنف رسالہ کے مشائخ کو وہ رتبہ نصیب نہیں ہوا کیونکہ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے۔ عموماً اور مصنف رسالہ کے مشائخ کو خصوصاً یہ رتبہ حاصل نہ ہوا۔ اس وجہ سے مصنف رسالہ کو غوثِ اعظم سے اللہ تعالیٰ کی عطا پر حسد ہے اور یہ ایک قاعدہ ہے کہ باپ کے ساتھ بغض اور کینہ ہو تو اولاد کے ساتھ بھی بغض ہوتا ہے اور چونکہ حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور صحیح النسب گیلانی سید ہیں۔ اس لئے مصنف رسالہ کو ان کے ساتھ بھی بغض اور کینہ ہے بلکہ مصنف رسالہ کو غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری اولاد سے بغض ہے۔

وجہ دوم: حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ نے فتاویٰ مہریہ میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کا وہ رتبہ بیان فرمایا ہے جو کہ مصنف رسالہ کے مشائخ کو حاصل نہیں۔ اس لئے سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کے متعلق غلیظ زبان استعمال کی ہے۔ حالانکہ مصنف رسالہ کے مشائخ کے دل میں غوثِ اعظم کے متعلق احترام ہے نہ کہ عناد۔ نہ معلوم مصنف رسالہ کو یہ عناد کہاں سے وراثت میں ملا ہے؟ قبل ازیں علامہ صاحب روح المعانی کی عبارت میں گزر چکا ہے کہ یہ وراثت زنادقہ یا روافض کی ہے اور مصنف رسالہ ان کے وارث ہیں۔

اب بندہ فتاویٰ مہریہ کی عبارت نقل کر کے اس کا مطلب بیان کرے گا جس سے کسی منصف کو کوئی انکار نہیں ہوگا۔ باقی رہا معاند تو اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس کے بعد مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کے رکیک اعتراض نقل کر کے اس کا دندان شکن جواب دے گا۔ فتاویٰ مہریہ کی

عبارت ملاحظہ ہو۔ حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریح ہذا سے نتائج ذیل ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ عالی جناب نہ صرف مقامِ غوثیت کے مالک تھے بلکہ اس سے بالاتر تھے۔

۲۔ آپ ہر شے پر سوائے خدا عزوجل کے غالب و متصرف تھے۔

۳۔ ایسا شخص لاف زن اور کم ظرف نہیں ہوتا بلکہ سچا اور صاحب تمکین ہوا کرتا ہے۔

۴۔ ہر زمانہ میں ایسا ولی ہونا چاہیے۔ اسی باب میں ہے وہ عبارت جس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے مگر خوفِ طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کی گئی۔ حضرت شیخ کے زمانہ میں اس تصرف کا مالک حسبِ تصریح شیخ رضی اللہ عنہ ایک ولی تھے۔ مگر اس باب میں لکھتے ہیں کہ گو یہ ولی مقام ھو القاھر فوق عبادہ میں ہے۔ لیکن شیخنا عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں علاوہ مقام ہذا کے اور وجوہِ فضیلت بھی موجود تھے۔

فتاویٰ مہریہ کی یہ عبارت فتوحاتِ مکیہ کے باب ۷۳ کا خلاصہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ولی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مظہر ہوتا ہے:

و ھو القاھر فوق عبادہ

اور حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس فرمان کے مظہر تھے اور اس فرمان کا مظہر وہ ولی اللہ ہوتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے پر غالب اور متصرف ہوتا ہے۔ لہٰذا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے پر غالب اور متصرف تھے۔ یہاں اس کا ذکر بھی ضروری ہے کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں اسماء الحسنٰی کی توضیح میں تصریح کی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مظہر تھے و

ھو القاھر فوق عبادہ

یہاں ایک اعتراض ہوتا ہے جس کا شیخ اکبر صاحب فتوحاتِ مکیہ نے جواب دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا بھی اس فرمان و ھو القاھر فوق

عبادہ کا مظہر ہو سکتے ہیں تو پھر ان ولیوں میں اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ میں کوئی فرق نہ رہا اور یہ خلافِ اجماع ہے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو پھر جو ولی غوثِ اعظم کے سوا فرمانِ الٰہی و ھو القاھر فوق عبادہ کے مظہر ہیں۔ ان کی گردن پر بھی غوثِ اعظم کا قدم ہوگا تو پھر برابری نہ رہی۔ اس سوال کا جواب شیخ اکبر ابن عربی نے یہ دیا کہ یہ اعتراض تب ہے کہ سیدنا عبدالقادر جیلانی میں صرف یہی فضیلت ہو کہ وہ فرمانِ الٰہی کے مظہر ہیں جیسے کہ دوسرے ولی مظہر ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں کیونکہ غوثِ اعظم میں اس فضیلت کے سوا اور فضائل بھی ہیں جو کہ اور ولیوں میں نہیں ہیں۔ خصوصاً یہ فضیلت کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو اب مساوات لازم نہ آئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ کے نزدیک بھی غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تمام ولیوں سے افضل اور برتر ہیں اور کوئی ولی جملہ مراتب میں آپ کا شریک نہیں۔

اب بندہ یہاں حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عبارت مذکورہ بالا کا خلاصہ ذکر کرتا ہے اور قارئین سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس خلاصہ پر غور کریں۔ صاحب ''رسالہ شانِ محبوبیت'' کو یہیں سے دھوکا ہوا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جناب شیخ اکبر نے حضرت غوثِ اعظم اور دوسرے ولیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درمیان ایک مابہ الاشتراک ذکر کیا ہے اور ایک مابہ الامتیاز ذکر کیا۔ مابہ الاشتراک تو یہ ہے کہ فرمانِ الٰہی و ھو القاھر فوق عبادہ کا مظہر غوثِ اعظم بھی ہیں اور دوسرے ولی بھی اور مابہ الامتیاز یہ ہے کہ غوثِ اعظم میں اور فضائل بھی ہیں جو کہ دوسرے ولیوں میں نہیں ہیں مثلاً یہ کہ غوثِ اعظم کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے اور یہ غوثِ اعظم کا خاصہ ہے جو کہ دوسرے کسی ولی کو حاصل نہیں ہے۔

غور کا مقام یہ ہے کہ شیخ اکبر نے فرق مراتب بیان کیا ہے اور اس فرق مراتب سے کسی ولی کی نہ گستاخی ہوتی ہے اور نہ سوءِ ادب لیکن صاحب رسالہ ''شانِ محبوبیت'' کا زعم باطل ہے کہ اس فرق مراتب سے دوسرے ولیوں کی ہتک ہو جاتی ہے تو اب صاحب رسالہ پر لازم ہے کہ وہ

حضرت شیخ اکبر کے ردّ پر بھی ایک رسالہ تصنیف کریں اور اس میں بھی وہی غلیظ زبان استعمال کریں جو کہ انہوں نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ کے متعلق استعمال کر کے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کیا ہے۔

اگر وہ یہ جواب دیں کہ مجھے صرف غوثِ اعظم کی اولاد سے حسد اور بغض ہے تو ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ بھی حضرت غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ فرق یہ ہے کہ سیدنا مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوری اولاد ہیں اور شیخ اکبر معنوی اولاد ہیں۔ مصنف رسالہ کو جاننا چاہیے کہ شیخ اکبر بھی غوثِ اعظم کو حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سے افضل اور برتر مانتے ہیں جیسا کہ وضاحت سے گزر چکا ہے۔

مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔۔۔۔

اس پر اجماع ہے کہ غوثِ اعظم نے فرمایا (قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ) اور مستند طریق سے ثابت ہے کہ حضرت غوثِ اعظم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ یہ کہو اور کسی ولی نے یہ نہیں کہا اور نہ اس کو حکم ہوا۔ یہ ایسی فضیلت ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کو حاصل نہیں اور نہ ہی چشتی سلسلہ کے کسی اور شیخ کو حاصل ہے بلکہ خواجہ غریب نواز کو بھی حاصل نہیں ہے۔ بلکہ خواجہ غریب نواز نے بھی اپنی گردن جھکائی ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے لہٰذا اس میں کسی ولی کی ذلت نہیں ہے بلکہ عزت ہے جیسا کہ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے سب مسلمان پانچ وقت میں کئی بار سجدہ کرتے ہیں حالانکہ خانہ کعبہ پتھروں کا بنا ہوا ہے اور اس میں ذلت اس لئے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح تو غوثِ اعظم کے آگے ولیوں کا گردن جھکانا چونکہ امر خداوندی کی تعمیل ہے لہٰذا اس میں کسی ولی کی ہتک نہیں اب صاحب رسالہ ''شانِ محبوبیت'' کے پاس غوثِ اعظم کی اس خصوصیت کا کیا جواب ہے؟

وہ اگر تمام جنوں اور انسانوں کو جمع کر لیں تو بھی کوئی جواب نہیں دے سکتے۔ فتاویٰ مہریہ میں اسی خصوصیت کو ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے کہ غوثِ اعظم کی محبوبیت عالمگیر ہے اور خواجہ نظام الدین

دہلوی کی محبوبیت عالمگیر نہیں۔۔نعوذ باللہ من سوء الفهم و اغواء الشيطان

نیز شیخ اکبر ابن عربی نے فتوحات میں تصریح کی ہے کہ غوثِ اعظم کو و هو القاهر فوق عباده کا مقام حاصل ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے سوا سب پر غالب اور متصرف ہیں۔حتیٰ کہ خواجہ غریب رحمہ اللہ بھی اس میں داخل ہیں اور کسی مستند نقل سے یہ ثابت نہیں ہے کہ خواجہ محبوب الٰہی دہلوی کو و هو القاهر فوق عباده کا مقام حاصل ہے اور اگر بالفرض یہ مقام حاصل ہو تو پھر بھی بحسب تصریح شیخ اکبر غوثِ اعظم میں وہ فضائل ہیں جو کہ خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی میں نہیں تو کیا مصنف رسالہ ''شانِ محبوبیت'' میں طاقت ہے کہ غوثِ اعظم کی اس خصوصیت کا مستند طریقہ سے جواب دے۔

مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ کی مذکورہ بالا عبارت کو نقل نہیں کیا۔۔

اس کی دو وجہ ہیں:

وجہ اوّل: مصنف رسالہ میں تصوف کی عبارت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

وجہ دوم: مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ کی عبارت مذکورہ بالا کو سمجھا تو ہے لیکن اس عبارت کو نقل اس لیے نہیں کیا کہ اس عبارت میں شیخ اکبر نے تصریح فرمائی ہے کہ کوئی ولی خواہ اس کو و هو القاهر فوق عباده کا مقام بھی حاصل ہو وہ فضائل کے لحاظ سے حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر نہیں۔اگرچہ وہ ولی حضرت نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ بات مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کے مقصد کے منافی ہے کیونکہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت حضرت محبوب الٰہی دہلوی کو محبوب سبحانی بغدادی کے برابر ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے عبارت مذکورہ بالا کو مصنف رسالہ نے ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ عبارت برابری کی نفی کرتی ہے۔

فتاویٰ مہریہ کی وہ عبارت جس میں غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کو تمام ولیوں سے افضل قرار

دیا گیا ہے۔اس کے تین حصے ہیں۔حصہ اوّل ختم ہوا اور اس کا مطلب غوثِ اعظم اور دوسرے ولیوں میں فرق بیان کرنا ہے خواہ کوئی فرق ہو۔کوئی خصوصی فرق بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

اب عبارت کا حصہ دوم ملاحظہ ہو۔

''سیدنا عبدالقادر سیدنا خواجہ نظام الدین ہر دو مقام پر محبوبیت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آباد حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی دہلوی سیدنا عبدالقادر سے مستفید ہیں۔''

یہ عبارت حصہ دوم مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے اپنے رسالہ میں نقل کی ہے اور اس کو تعصب پر محمول کیا ہے۔حالانکہ یہ عبارت بالکل حق اور مطابق واقع ہے۔کوئی عقل کا اندھا ہی اس کو تعصب پر محمول کر سکتا ہے۔

اب بندہ یہاں بیان کرتا ہے کہ یہ عبارت کئی وجہ سے حق ہے۔

وجہ اوّل: فتاویٰ مہریہ کی یہ عبارت بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی اہل سنت یہ کہے کہ سرورِ دو عالم ﷺ اور دوسرے تمام انبیاء صلوات اللہ علیہم مقام نبوت میں شریک ہیں مگر حسب تصریح قرآن پاک اور حدیث مقدس آنحضرت ﷺ دوسرے تمام انبیاء سلام اللہ علیہم سے افضل ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ سے مستفید ہیں۔اب اہلسنت کا یہ قول اور عقیدہ بالکل حق ہے اور اس میں تعصب کا شائبہ تک نہیں ہے اور اس میں دوسرے انبیاء علیہم السلام کی کوئی گستاخی نہیں ہے۔کوئی کور باطن ہی اس عقیدہ کو تعصب اور گستاخی پر محمول کر سکتا ہے کیونکہ اس میں فرق مراتب کو بیان کیا گیا ہے جو کہ قرآن کے مطابق ہے:

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات۔

اس آیۃ مبارکہ میں انبیاء کے درمیان فرق مراتب بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت ﷺ کو تمام

انبیاء علیہم السلام سے افضل قرار دیا گیا ہے اور اسی طرح یہ قول حدیث مقدس کے بھی مطابق ہے:

انا سید ولد آدم و بیدی لواء الحمد۔

جیسا کہ اہل سنت کا یہ قول اور عقیدہ حق ہے۔ بعینہٖ اسی طرح فتاویٰ مہریہ کی عبارت کا حصہ دوم حق ہے کہ سیدنا عبدالقادر اور سیدنا نظام الدین ہر دو مقام محبوبیت میں شریک ہیں لیکن سیدنا عبدالقادر رضی اللہ عنہ کو سیدنا خواجہ نظام الدین دہلوی پر فضیلت ہے کہ خواجہ نظام الدین نے سیدنا عبدالقادر سے استفادہ کیا ہے جیسا کہ مرید اپنے شیخ سے استفادہ کرتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ مفیض کا درجہ مستفیض سے بالاتر ہوتا ہے لہٰذا اس لحاظ سے سیدنا عبدالقادر کا رتبہ سیدنا محبوبِ الٰہی سے برتر ہے اور فتاویٰ مہریہ میں اس فضیلت کو مولانا نظام الدین اورنگ آبادی کی تصریح سے ثابت کیا گیا ہے جو کہ چشتیہ کے بڑے عظیم مشائخ سے ہیں۔ فتاویٰ مہریہ کی عبارت حصہ دوم سے صرف مطلق فرق مراتب بیان کرنا مقصود ہے اور یہ مقصود حضرت مولانا اورنگ آبادی کی تصریح سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔ وہ بڑا کم فہم ہے جو یہ کہتا ہے کہ اس تصریح سے یہ فرق مراتب ثابت نہیں ہوتا۔

اب بندہ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کی وہ عبارت نقل کرتا ہے جس میں مولانا اورنگ آبادی کی تصریح کا جواب دیا گیا اور پھر اس کا دندان شکن جواب دے گا۔ عبارت ملاحظہ ہو:

"رہا نظام القلوب کا حوالہ تو وہ مدعی کے دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ محبوبیت قادریہ محیط ہے اور محبوبیت نظامیہ محدود ہے۔ افادہ اور استفادہ کا ذکر ہے اور وہ بھی ایک ذکر کے متعلق، جس سے رتبہ کی کمی اور زیادتی معلوم نہیں ہوتی کما لا یخفی علی من لہ ادنی بصیرۃ۔"

اس عبارت کے ردّ سے پہلے بندہ حضرت مولانا سعدی شیرازی کی ایک حکمت یہاں ذکر کرتا ہے

(حکمت) دو کس دشمن ملک و دین اند پادشاہ بے حلم و زاھد بے علم۔

یعنی جس بادشاہ میں تحمل اور بردباری نہیں وہ اپنے ملک اور سلطنت کا دشمن ہے اور زاہد اور نیک

آدمی کہ جس میں علم دین نہیں ہے وہ دین کا دشمن ہے۔ مصنف رسالہ شانِ محبوبیت کی عبارت مذکورہ ذیل چند وجوہ مردود ہے۔

وجہ اوّل: فتاویٰ مہریہ میں قطعاً اس سے پہلے محبوبیت قادریہ اور نظامیہ کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی نظام القلوب کے حوالہ سے اس کو ثابت کرنا ہے اور نہ ہی یہ دعویٰ ہے اور نہ ہی نظام القلوب کے حوالہ سے اس دعویٰ کا ثابت کرنا مطلوب ہے۔ بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ غوثِ اعظم کا رتبہ ہر ولی سے برتر ہے خواہ من وجہ ہو اور یہ دعویٰ فتاویٰ مہریہ کی عبارت حصہ اوّل میں کیا گیا ہے جو کہ شیخ اکبر کی عبارت کا خلاصہ ہے۔

حصہ دوم میں ایک مثال کے ذریعہ اس دعویٰ کو نظام القلوب کے حوالہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ اگرچہ غوثِ اعظم اور محبوبِ الٰہی محبوبیت میں شریک ہیں لیکن غوثِ اعظم سے حضرت محبوب الٰہی نے استفادہ کیا ہے لہٰذا غوثِ اعظم کو اس لحاظ سے برتری حاصل ہے اور افادہ اور استفادہ سے رتبہ کی کمی اور زیادتی واضح ہے۔ اس کا انکار کور باطن ہی کر سکتا ہے۔

خلاصۂ عبارت حصہ دوم یہ ہے کہ محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی کے درمیان ایک ما بہ الاشتراک اور دوسرا ما بہ الامتیاز ہے۔ ما بہ الاشتراک یہ ہے کہ ہر دو اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور ما بہ الامتیاز یہ ہے کہ محبوب سبحانی مفیض اور مفید اور محبوب الٰہی مستفیض اور مستفید ہیں اور مفیض کا درجہ مستفیض سے زیادہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ یہاں مطلق افاضہ اور استفاضہ مراد نہیں ہے بلکہ ایک ولی کا دوسرے ولی سے روحانی افاضہ اور استفاضہ مراد ہے۔

وجہ دوم: مصنف رسالہ شانِ محبوبیت نے فتاویٰ مہریہ پر یہ اتہام لگایا ہے کہ اس میں محبوبیتِ قادریہ کو محیط اور محبوبیتِ نظامیہ کو محدود کہا ہے حالانکہ یہ صریح بہتان ہے۔ اس عبارت سے قبل نہ محیط کا ذکر ہے اور نہ ہی محدود کا اور نہ ہی اس کا ثابت کرنا مقصود ہے۔ بلکہ اس عبارت سے صرف یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ چونکہ محبوبِ الٰہی نے محبوبِ سبحانی سے استفادہ کیا ہے لہٰذا محبوب سبحانی

کا رتبہ اس لحاظ سے محبوبِ الٰہی سے برتر ہے اور یہ امر شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کی تصریح سے واضح ہے اور مصنف رسالہ کا یہ کہنا کہ افادہ اور استفاضہ کی وجہ سے رتبہ کی کمی، زیادتی معلوم نہیں ہوتی۔۔۔یہ بالکل باطل ہے ورنہ صاحب رسالہ اپنے مشائخ سے بلحاظ رتبہ برابر ہوگا۔

☆......☆......☆......☆

نوٹ:

حضرت رئیس المدرّسین کشور تدریس کے تاجدار اس کے بعد حضرت خواجہ غلام محی الدین گولڑوی (بابوجی) رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بھی لکھنا چاہتے تھے لیکن جس طرح کہ آغازِ رسالہ میں بیان فرمایا' ان کی تدریسی اور دوسری عملی مصروفیات نے اس طرف توجہ دینے کا موقع نہ دیا۔ (نذر حسین چشتی گولڑوی)

حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات حسرتِ آیات کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے تجدید بیعت حضور سلطان العارفین محبوب الٰہی جگر گوشہ حضور قبلہ عالم پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب چشتی گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کے دستِ حق پرست پر فرمائی اس تجدید کا باعث یہ تھا کہ کچھ پیر بھائی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کو تو حضرت صاحب کہتے اور سجادہ نشین سید غلام محی الدین شاہ صاحب کو صاحبزادہ صاحب کہتے۔ یہ بات قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بہت ناگوار گزرتی تھی یہاں تک کہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کئی دفعہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ مجھے اپنے دست حق پرست پر بیعت فرمالیں تو حضرت سید غلام محی الدین شاہ صاحب انکار فرماتے اور کہتے کہ کیا بڑے حضرت صاحب کی بیعت ختم ہوگئی ہے حتیٰ کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کئی سال آپ سے یہی عرض کرتے رہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب آتا رہا۔ آخر کار قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ آرزو حضور پیران پیر سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کے دربار گوہر بار بغداد شریف میں پوری ہوئی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جب میں اپنے حضرت یعنی سید غلام محی الدین شاہ صاحب کی ہمرکابی میں 1948ء میں بغداد شریف حاضر ہوا تو پھر بندہ نے عرض کی بالآخر حضرت کریم نے بندہ کو اپنے پاس آنے کا اشارہ فرمایا جب بندہ قریب آیا تو اس عاجز کو مزار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس بیعت فرمایا۔ فالحمدللہ حمداً کثیراً والشکر للہ شکراً عظیماً۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے شیخ یعنی سید غلام محی الدین شاہ صاحب سے بے حد عقیدت تھی یہ بات سفرنامہ بغداد کے مطالعہ سے عیاں ہوتی ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنے حضرت کا نام بابوجی کہہ کر نہیں پکارا قبلہ استاذی المکرّم جب قبلہ سید مہر علی شاہ

نوٹ: قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے 1948ء میں اپنے حضرت یعنی پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں بحری جہاز پر سفر بغداد فرمایا جس میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سفر کی مکمل روائیداد تحریر فرمائی جو کہ سفرنامہ بغداد شریف کی صورت میں مطبوعہ ہو چکا ہے

رضی اللہ عنہ کا نام لیتے تو آپ فرماتے (حضور اعلیٰ) اور سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب کو
میرے حضرت صاحب کہہ کر یاد فرماتے اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں لالہ جی
صاحبان کو کبھی لالہ جی کہہ کر نہ بلاتے بلکہ آپ فرماتے میرے حضرت صاحب اور قبلہ استاذی
المکرّم فرمایا کرتے تھے کہ بابو جی کو حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ بچپن میں بابو جی
کہہ کر پکارا کرتے تھے تو یہ حضور اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بابو جی ہیں جبکہ
ہمارے حضرت صاحب ہیں اسی طرح لالہ جی صاحب کے متعلق فرماتے کہ گولڑہ شریف کے
علاقہ میں بڑے بھائی کو لالہ جی کہہ کر پکارتے ہیں تو یہ پیر سید شاہ عبدالحق صاحب مدظلہ العالی
کے لالہ جی ہیں جبکہ ہمارے حضرت صاحب ہیں اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جب بھی
اپنے پیر و مرشد یعنی سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر فرماتے تو آپ جھوم
جاتے اور فرماتے کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے۔

نوٹ:۔ (اب اس کتاب میں جہاں بھی میرے حضرت صاحب کا ذکر آئے گا تو اس سے مراد
سیدنا غلام محی الدین شاہ صاحب ہونگے) اور حقیقت یہ ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم فنافی الشیخ کے
مقام پر فائز تھے اور اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ جب راقم الحروف بھکھی شریف میں قبلہ استاذی
المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے اکتساب فیض کر رہا تھا تو ایک مرتبہ حضور سلطان العارفین حضرت سخی
سلطان باہو صاحب قدس سرہٗ العزیز کی اولاد امجاد سے صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن صاحب
قادری سروری قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت عالیہ میں تشریف لائے مختلف
موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی تو جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب سے
مخاطب ہوتے تو آپ فرماتے کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے چاہے اس گفتگو کا تعلق
دین سے ہوتا یا دنیا سے ہوتا تو جب صاحبزادہ سلطان فیاض الحسن صاحب قادری سروری ملاقات
سے فارغ ہوئے تو راقم الحروف کو فرمانے لگے کہ تمہارے استاذ فنافی الشیخ کے مرتبہ پر فائز ہیں
ہم نے جس موضوع پر بھی گفتگو کی ہے تو آدھی باتیں آپ نے اپنے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف

منسوب کی ہیں کہ میرے حضرت صاحب یہ فرماتے تھے۔

پیر سید غلام محی الدین شاہؒ کی قبلہ استاذی المکرّمؒ پر عنایات

1948ء میں قبلہ استاذی المکرّم علیہ الرحمۃ اپنے حضرت کی معیت میں بغداد شریف
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پر انوار پر حاضری کیلئے تشریف لے گئے قبلہ
استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں اس وقت آستانہ عالیہ سیال شریف میں تدریس
کے فرائض سرانجام دے رہا تھا کہ میرے حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ آپ بھی میرے
ساتھ بغداد شریف چلیں میں نے عرض کی جیسے آپ حکم فرمائیں تو میرے حضرت صاحب نے
فرمایا کہ آپ میرے ساتھ ضرور چلیں جب میں نے اس کا ذکر حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد
قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سے کیا تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ جا رہے ہیں طلباء کا
کیا بنے گا؟ لہٰذا آپ بغداد شریف جانے کا پروگرام ترک کر دیں تو میں نے اس کا ذکر اپنے حضر
ت صاحب سے کیا تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا آپ وہاں ملازم ہیں تو ملازم کو جس وقت
چھٹی کی ضرورت ہو تو اس کو چھٹی ملنا چاہیے اس کے بعد میں نے اپنا ارادہ مصمم کر لیا کہ میں نے
اپنے حضرت صاحب کی معیت میں ضرور جانا ہے۔ اس کا ذکر میں نے حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ
تعالیٰ کے سامنے کر دیا تو آپ نے پھر وہی ارشاد فرمایا تو میں نے کہا کہ میرے آنے تک میرے
بھائی علامہ علی محمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) طلباء کو پڑھائیں گے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا
کرتے تھے کہ میں نے اپنے حضرت صاحب کے حکم پر بغداد شریف کی تیاری شروع کر دی اس
سفر کی ایک خاص بات یہ ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بغداد شریف کا سفر بغیر تصویر
کے کیا ہے جس کا تذکرہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سفرنامہ بغداد میں فرمایا ہے۔

بغیر تصویر کے سفر۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ستائیس مارچ کو
کراچی میں تھے کہ ایک مشکل پیش آگئی آج میرے حضرت صاحب مدظلہ العالی کا ارشاد ہوا کہ

بغیر فوٹو کے عراق شریف جانا مشکل ہے لہٰذا ابھی فوٹو والا آئیگا یہ بات سن کر طبیعت پر بڑا اثر پڑا کیونکہ ہم اس ذاتِ گرامی کے دربارِ دُربار پر حاضر ہو رہے ہیں جن کو محی الدین کا لقب اس لیئے عطا ہوا کہ آپ نے شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سے ہر ایک بدعت کو دور کر کے از سرِ نو دین کو زندہ فرمایا اب اگر ہم ارتکاب بدعت کر کے ان کے دربار پر حاضر ہوں تو بظاہر سوء ادب ہے۔ چونکہ آپ نے ایک شرعی مسئلہ کے پیش نظر فوٹو نہیں کھنچوائی تھی اس لیئے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت غریب نواز (رحمہ اللہ تعالیٰ) اس حقیر سراپا تقصیر پر ناراض معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے دل پر بڑی تنگی آئی ہے تم نے کبھی باہر کا سفر نہیں کیا جب تم سفر کرو گے تو تم کو معلوم ہو جائیگا اور مقدمات وغیرہ میں تم لوگ کئی غیر شرعی حرکات کرتے ہو یہ سب مجبوریاں ہیں کیا کیا جائے چنانچہ حضرت غریب نواز کے ساتھ اس حقیر کا بڑا نازک تعلق ہے لہٰذا اس سرزنش نے کمر توڑ دی اور بہت رنج ہوا کہ میری وجہ سے حضرت مدظلہ العالی کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی آپ نے فرمایا کہ فوٹو نہ بنواؤ آئندہ دیکھا جائیگا اب بڑی فکر ہے کہ اگر آگے چل کر کوئی سرکاری گڑبڑ ہوئی تو پھر قبلہ حضرت صاحب کو بڑی کوفت ہوگی اور میں ناکارہ آپ کیلئے بارِ خاطر ثابت ہوں گا ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ رب العزت اپنے محبوب بندوں کے وسیلہ سے اس فوٹو والی مصیبت کو سر سے ٹال دے آج کل اس وجہ سے طبیعت بڑی مضطرب ہے دل میں ہزاروں خیال آتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

یا مسبب الاسباب یا رحمٰن اغثنی

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ امدنی فی سبیل اللہ۔

کیا کیا جائے؟ کیا ہی اچھا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ یہ مذاق عطا فرماتا۔

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرے مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا

اللھم انی اعوذبک من غضبک و غضب حبیبک و غضب اولیائک وغضب عبادک

الصالحین۔

چنانچہ بغیر تصویر کے دس اپریل کو بغداد شریف پہنچ گئے حضرت غوث الوریٰ کے دربار کے خادم نے کہا کہ آپ کے پاسپورٹ پر تصویر نہیں ہے لہٰذا تصویر بنوائیں اتنے میں میرے حضرت تشریف لائے آپ نے خادم صاحب سے فرمایا کہ ہم نے کراچی سے پوچھا تھا تو انہوں نے کہا تھا کہ اگر ایک ماہ تک رہنا ہو تو فوٹو کی ضرورت نہیں خادم صاحب نے عرض کی کہ کل ہائی کمشنر صاحب کے پاس جا کر تفتیش کریں گے تو ہمارے حضرت قبلہ نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کو ضرور مستثنٰی کروائیں گے الحمد للہ کیسے کریم خاندان کی غلامی حاصل ہوئی ہے ۔زہے عز و شرف

واما بنعمة ربك فحدث (القرآن)

اے اللہ تو ہی عصیاں سے بچانے والا ہے اپنے محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صدقے اس بلا کو اپنے اس عاجز بندے کے سر سے ٹال۔

حق پرستوں کی اگر کی تو نے دلجوئی نہیں
طعنہ دینگے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں
غوث اعظم ؓ بے من بے سرو سامان مددے
قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے
اس پر خطا کی شرم تمہارے ہی ہاتھ ہے
اور اس تنگ دوجہاں کا وسیلہ تمہی تو ہو
جو دستگیر ہے وہ تمہارا ہی ہاتھ ہے
جو ڈوبنے نہ دے وہ سہارا تمہی تو ہو

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے وسیلہ جلیلہ اور مرشد گرامی کی نظر عنایت سے مشکل آسان ہوگئی اور فوٹو سے مستثنٰی قرار دے دیئے گئے چنانچہ قبلہ

استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے سفرنامہ بغداد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نمازِ عصر سے قبل بندہ کچھ لکھ رہا تھا کہ ہمارے حضرت صاحب اس کمرہ میں تشریف فرما ہوئے جس میں اس فقیر سراپائے تقصیر کا قیام ہے بندہ کی پشت چونکہ دروازہ کی طرف تھی لہٰذا مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کے ساتھ نقیب صاحب کے ایک خادم تھے انہوں نے بندہ کو السلام علیکم فرمایا بندہ نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آفتاب سعادت و ناز طلوع پذیر ہے خادم صاحب نے بندہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ کاغذ ہے اس پر تمہارا فوٹو لگا دیا جائیگا تو میں نے جواب دیا کہ اچھا اگر ضروری ہے تو لے لیں اس پر میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ تم کو مبارک ہو کہ تمہیں تصویر کی معافی دے دی گئی ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین اللھم اجعلنا فی امان الغوث الاعظم (رضی اللہ عنہ) یا اللہ ہمیں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی امان میں رکھنا۔

چنانچہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ محرر سطور ٹیکہ لگوانے کیوجہ سے راستے میں محموم مبتلائے بخار ہو گیا طبیعت پر بڑی گرانی اور پریشانی کی فراوانی تھی لیکن صاحبزادہ بلند اختر حضرت پیر سید شاہ عبدالحق صاحب اطال اللہ عمرہٗ کے ساتھ سلم العلوم اور مَیبذی کی تکرار رہتی اس لیئے غم غلط ہوتا رہا۔ اللہ رب العزت میرے حضرت کی اولاد کو تا قیامِ قیامت سلامت با کرامت رکھے کیونکہ یہ گوہر نایاب اپنے پناہ گزینوں پر اکرام بلیغ فرماتے ہیں چنانچہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہر ایک سبق کی تقریر پانچ چھ دفعہ صاحبزادہ عالیجاہ کی خدمت میں عرض کرتا پھر آپ اتنی دفعہ اس کا اعادہ فرماتے پھر بندہ سبق کی تقریر کرتا جاتا تھا اور آپ اس کو ایک کاپی پر قلمبند کرتے جاتے تھے اللہ تعالیٰ آپ کو علم باعمل مکمل جامع اور نافع عطا فرمائے تاکہ یہ علم کا گھر ہمیشہ ظاہری اور باطنی علوم کا مخزن رہے اور اگر یہ خدمت بندہ کے ذریعے انجام پذیر ہو تو زہے عز و شرف بس یہی نجات کیلئے کافی ہے۔

قبلہ استاذی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سولہ 16 اپریل بروز جمعہ خطیب صاحب نے حدیث جبرائیل پر تقریر فرمائی (ما المسئول عنھا با علم من السائل) میں حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام کے علم بالقیامت کی نفی کی جب فارغ ہوئے تو بندہ محرر ایں سطور نے عرض کیا۔

یا سیدی انت قلت لا علم لرسول اللہ ﷺ بالساعۃ کیف یفھم ھذا لمطلب من ھذا الحدیث فَاَجاب بان النفی الظاھر قلت النفی اذ ورد علی اسم التفضیل فالنفی راجع الی الزیادۃ لا الی نفس الفعل فاجاب بان ھذا المعنی ایضاً قال بہ الشارحون لکن ھھنا عواماً لا یفھمون الدقائق العلمیۃ وما قلت صحیح لا تنکر فاعطانی رسالۃ فیھا الموعظۃ والنصیحۃ للمسلمین باتباع الشرعیۃ وبعد ذالک حضرت مجلس حضرتنا فقبلت یدہ الشریفۃ بعد المصافحۃ ادام اللہ یدہ علیٰ رؤوسنا مادامت الارض ساکنۃ والفلک دائرا فقال لم فقلت ھکذا تعوذنا یوم الجمعۃ معتاداً وبعد ذالک حضرت مجلس القمرین النیرین ادام اللہ بقائھما وفعلت مثل السابق۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سفر میں میری ملاقات حضرت علامہ سید محمود الوسی رحمہ اللہ تعالیٰ (صاحب روح المعانی) کے پوتے سے بھی ہوئی جو بغداد شریف کے ممتاز علماء میں سے ہیں چونکہ میں نے روح المعانی سے بڑا استفادہ کیا ہے لہٰذا ان کے پوتے کو دیکھ کر بڑی خوش ہوئی علامہ سید آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پوتے نے بندہ کے ساتھ کئی علمی مذاکرات بھی کیئے کہ تفسیر بیضاوی ہند میں کتنی پڑھائی جاتی ہے؟ اور بیضاوی کے کون سے حواشی ہند میں پائے جاتے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا کہ بیضاوی صرف سورۃ بقرۃ تک پڑھائی جاتی ہے۔ اور اس کے چار حواشی میں نے دیکھے ہیں۔ (۱) عبدالحکیم سیالکوٹی، (۲) شیخ زادہ (۳) خفاجی (۴) کازرونی۔ نیز علماء کی تعداد پوچھی تو میں نے عرض کیا کہ صحیح تعداد تو معلوم نہیں ہے لیکن تقریباً بیس 20 ہزار علماء ضرور ہونگے اس طرح مساجد کی تعداد پوچھی تو میں نے کہا کہ بے شمار ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سفر میں جامعہ اعظمیہ

بغداد شریف کے خطیب حضرت مولانا عبد القادر آفندی سے سند احادیث اور فقہ حاصل کی استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ آفندی کے سامنے سیاح ستہ کی تمام کتب سے اول اور آخر کی احادیث مبارکہ تلاوت کی اور علامہ آفندی سے صحاح ستہ کی اجازت حاصل کی علامہ آفندی رحمہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ کتب فقہ کی سند بھی تحریر کر دوں گا چنانچہ حسب وعدہ انہوں نے سند فقہ بھی عنایت فرمائی۔

الحمد لله والشكر لله

نوٹ: قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی سند امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے لے کر سرکار دو عالم ﷺ سے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ تک متصل ہے اور ایسی اتصال والی سند بہت قلیل علماء کے پاس ہے۔

بســـم الله الرحمن الرحـــــــیم

الحمد لله الذی رفع قدر الفقهاء ۔ وجعلهم ورثة الانبیاء ۔ والصلاة والسلام علی صاحب الشریعة الغراء ۔ وعلی آله واصحابه البررة النجباء ۔ والتابعین لهم من ذوی الاصطفاء ۔ سیما فقهاء الملة ابنـــاء حنیفة رئیس العلماء ۔ اما بعد فانی اروی السلسلة الفقهیة المتصلة بأئمتنا الحنفیة ۔ اغدق الله علـــی اجداثهم سحائب رحمة الرضوان الی امامنا الاعظم ۔ والمجتهد الأقدم الامام ابی حنیفة النعمان بن ثابـــت الکوفی ۔ جوزی خاطر بالحاجات وکوفی ۔ عن السید الفاضل عبد الحمید بن السید احمد امام وخطیب جامـــع سیدنا الشیخ رضی الله عنه عن شیخ الطریقة ۔ العلامة الشیخ قاسم بن محمد عن علامة زمانه ابی الهدی ۔ عیسی صفاء الدین بن موسی جلال الدین عن العلامة الدراکة الشیخ حسین کمال الدین الترکولی الحنفـــی عن خیر الدین والدنیا الفقیه المعمر خیر الدین الرملی صاحب الفتاوی الخیریة عن الشیخ محمد بن محمـــد الحانوتی عن والده عن محب الدین بن شرباش عن ابی الخیر محمد بن محمد الرومی عن الجد ابی الفتـــح محمد بن محمد بن علی الجریری عن ابیه عن القوام امیر کاتب بن عمر الاتقانی عن الحسام الحسین بن علـــی السغناقی عن حافظ الدین ابی البرکات عبد الله بن احمد النسفی صاحب المنار والکنز والمدارک عن شمـــس الاسلام محمد بن عبد الستار الکردری ویروی الکردری عن البرهان المرغینانی من غیر واسطة ایضا عن الامـــام قاضی خان عن برهان الدین ابی الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی صاحب الهدایة عن برهان الدین الکـــبیر عبد العزیز بن عمر بن مازة ومحمود بن عبد العزیز الاوزجندی وهما عن شمس الأئمة السرخسی عن شمس الأئمة الحلوانی عن ابی علی الحسین بن خضر النسفی عن ابی بکر محمد بن الفضل عن الاستاذ ابی محمد عبد اللـــه بن محمد بن یعقوب السبذمونی الحارثی عن القدوة ابی حفص الصغیر عبد الله عن والده الامام الشهیر بابـــی حفص الکبیر احمد بن حفص البخاری عن الامام ابی عبد الله محمد بن حسن الشیبانی عن الامام الاعظـــم المجتهد الاقدم ابی حنیفة النعمان بن ثابت الکوفی رضی الله تعالی عنه عن حماد بن سلمة عن ابراهـــیم النخعی عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه عن سید المرسلین وخاتم النبیین محمد صلـــی الله علیه وسلم عن أمین الوحی جبریل علیه الصلاة والسلام عن الله تبارک وتعالی شأنه وتقدست اسماؤه ۔ وصفاته هذا وقد اجزت بهذه السلسلة الفقهیة المتصلة بأئمتنا الحنفیة الشیخ العالم المولوی عطاء محمد بن الله بخش اعوان الفنجابی الباکستانی واجزته بان یجیز کل من یتودد الیه ویقرأ علیه ورآه اهـــلا لذلک وعلیه ان لا ینسانی ومشائخی المذکورین من دعواته الصالحة ووصیتی لنفسی وایاه تقوی الله فی الســـر والعلانیة ونسأله تعالی حسن الختام وان یرحمنا وایاه فی . لله من ذکر من الأئمة الکرام وان یدخلنا جوار سید الانام علیه افضل الصلاة واکمل الســـلام ۔

تحریرا فی بغـــداد
فی ٥/ شـــعبان / ١٣٦٧ هجریة
الموافق ١٢ /حزیران/ ١٩٤٨ میلادیـــة .

الحـــــرر
تراب اقدام العلمــــاء
عبد القادر عبد الرزاق المدرس بمدرسة منورة خاتـــون
والخطیب بجامع الامام الاعظم رضی الله تعالـــی
عنـــــــه .

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي انزل السنة الغراء اضوء من الصبح الابلج · كما انزل احسن الحديث كتابا متشابها غير ذي عوج · والصلاة والسلام على سيدنا محمد خير مرسل بافضل من الى السماء عرج · واعظم من اوتي الحكمة وجاء بالمعجزات والحجج · وعلى آله طيبي الأرج · وعوالي الرتب والدرج · واصحابه الذين بذلوا في احياء سنته المهج · ومن في نظام سلكهم اندرج ·

اما بعد فيقول الراجي ألطاف ربه الخلاق · الحاج عبد القادر بن المرحوم الشيخ عبد الرزاق رحمه الله تعالى رحمة واسعة · انه قد قرأ علىّ الشيخ مولانا عطاء محمد بن الله بخش اعوان من اهل فنجاب في دولة الباكستان اوائل كتب الصحاح الست مع اواخرها فاجزته اجازة بمجموعها عامة تامة وبكل ما يجوزلي روايته من كتب الحديث والجوامع · والسنن والمسانيد · والاجزاء والمستخرجات والمستدركات والمسلسلات · وغير ذلك · من كتب التفسير وعلومه · كعلوم الحديث واصوليهما كما اجازني شيوخي الكرام عليهم رحمة الله المنعام · مثل مولانا العلامة الشهير في كل نادي · شيخ مدينة الحدباء الحاج احمد بن العلامة الشيخ عبد الوهاب الجوادي حفظه الله تعالى بحفظه السرمدي · كما اجازه مشائخه الكرام مثل مولانا مهاجر الحرمين الشريفين العلامة المحدث فخر المجالس والنوادي الشيخ عبد الحق بن مولانا المولوي الشيخ الشاه محمد الاله آبادي · تغمده تعالى برحمته · واسكنه بحبوحة جنته كما اجازه مشائخه الكرام · مثل مولانا العلامة المحدث محمد قطب الدين الدهلوي المكي · ومولانا العلامة المحدث الشاه عبد الغني الدهلوي المدني وغيرهما واسانيدهم مذكورة في حصر الشارد والانتباه · واليانع الجني · والرسالة المسماة بالعجالة النافعة · وغيرها · وقد اجزت له ايضا ان يجيز كل من يراه اهلا لذلك · وصلى الله على سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وصحبه اجمعين · والحمد لله رب العالمين · آمين ·

المجيز

تراب اقدام العلماء

عبد القادر عبد الرزاق

المدرس بمدرسة منورة خاتون

وخطيب الحضرة النعمانية ببغداد

عبد القادر

الخطيب في جامع الامام الاعظم

تحريرا في بغداد

في ٢٣ جمادى الأخر سنة ١٣٦٧ هـ

الموافق ٢ مايس سنة ١٩٤٨ م

اسی سفر نامہ بغداد میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ 26اپریل 1948، بروز پیر بعد نماز عشاء پیر سید ابراہیم شاہ صاحب (جو کہ حضرت غوث ثقلین رضی اللہ عنہ کی اولاد امجاد سے ہیں) کی زیارت کیلئے ان کی رہائش گاہ حاضر ہوئے آپ نے بوسہ کے مسئلہ پر بڑی اچھی تقریر فرمائی اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ایک ملفوظ شریف بیان فرمایا جو کہ عربی میں تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ بعض ہاتھ ایسے ہوتے ہیں جن کو چوما جاتا ہے حالانکہ وہ ہاتھ کاٹنے کے مستحق ہوتے ہیں تو آدمی کو ایسے ہاتھ چومنے سے بچنا چاہیے یہ گفتگو آپ نے اس وقت فرمائی جب بندہ نے بعد از مصافحہ آپ کے پاؤں مبارک کو ہاتھ لگایا اسی ملاقات میں حضرت پیر سید ابراہیم صاحب نے فرمایا تھا کہ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے مجھے دو خاص احادیث کی اجازت ہے بندہ نے درخواست کی کہ ان احادیث کی بندہ کو بھی اجازت فرمائیں آپ نے وعدہ فرمایا کہ جمعہ کا دن متبرک ہے لہٰذا جمعہ کو بتلا دوں گا۔

28اپریل بروز بدھ بعد از نماز عشاء بندہ پیر سید ابراہیم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی محفل میں حاضر ہوا اور یہی پیر سید ابراہیم شاہ صاحب بہت مدت ہندوستان میں رہے ہیں اور بڑے خلیق اور عالم ہیں آپ نے بہت اچھی اچھی باتیں فرمائیں ابن سعود کے بارے میں فرمایا کہ یہ بڑا خبیث ہے اگر مجھے طاقت ہو تو اس سے جہاد کروں ابن تیمیہ کے متعلق فرمایا کہ میں نے اپنے (نانا) مرحوم نقیب عبد الرحمٰن شاہ صاحب سے اس کی بڑی تعریف سنی ہوئی تھی کہ ابن تیمیہ حدیث کا بڑا عالم ہے۔ جب میں ہندوستان گیا تو مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی سے ملاقات ہوئی دوران گفتگو ابن تیمیہ کا تذکرہ آیا تو میں نے اس کی تعریف کی تو مولانا عبد الماجد نے فرمایا کہ ابن تیمیہ تو سرکار دو عالم ﷺ کا گستاخ ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کے فتوٰی کی تیسری جلد لاؤ میرے پاس اسکا فتوٰی موجود تھا تیسری جلد منگوائی مولانا نے جو اس جلد کو کھولا تو وہی جگہ نکلی نہ ایک ورق ادھر نہ ادھر وہاں لکھا تھا کہ ولا یجوز شد الرحال للزیارت مرقد النبی ﷺ ولواشدھا فلا یقصر الصلوٰۃ لان ھذا سفر

لمعصیة۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کیلئے کجاوے باندھنا یعنی (سفر کی تیاری کرنا) جائز نہیں ہے اور اگر کجاوے باندھے تو نماز قصر نہ کرے (یعنی چار رکعت والی فرض نماز کے دو فرض نہ پڑھے)۔ کیونکہ یہ سفر گناہ کا سفر ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

جب میں نے یہ دیکھا تو مجھے اتنا غصہ آیا کہ میں نے کتاب اٹھا کر پھینک دی اور کہا نکالو اس کتاب کو یہاں سے بعد میں مجھے پشیمانی ہوئی کہ کتاب میں تو آیات اور احادیث بھی تھیں چنانچہ میں نے توبہ کی۔

چنانچہ 30 اپریل بروز جمعہ جب ہم آپکے درِ دولت پر حاضر ہوئے تو آپ معہ چند مہمانوں کے کھانا تناول فرمارہے تھے ہم کو بھی اندر بلالیا اور کھانے کا حکم فرمایا چنانچہ راقم السطور نے آپ کے ساتھ کھانا تناول کیا یہاں عام طور پر روسا، چھری اور کانٹے کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں لیکن اپنے بندہ کو فرمایا تم ہاتھ سے روٹی کھاؤ بعد از فراغت دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے اور وہاں جا کر مصافحہ اور تشبیک کے ساتھ ہر دو مقدس حدیثوں کی اجازت فرما کر اجازت نامہ تحریر فرمادیا اور یونہی تیسری حدیث کی اجازت بھی فرمائی۔ فالحمد للہ والشکر لہ

چنانچہ بندہ کو پیر سید ابراہیم شاہ صاحب سے تین احادیث طیبہ کی اجازت ہے۔

(۱) حدیثِ مصافحہ جو کہ بوقتِ اجازت مصافحہ کیا جاتا ہے۔

(۲) حدیث تشبیک کہ بوقت اجازت تشبیک کی جاتی ہے۔

(۳) حدیث رحمت۔

نوٹ:۔ عرب ممالک میں علماء اور محدثین بڑے شوق سے اپنے مشائخ یا اساتذہ محدثین سے حدیث کی اجازت لیتے ہیں لیکن پاکستان میں علماء کرام اس مبارک طریقہ محدثین سے نا آشنا ہیں الا ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ بھلا کرے حضرت علامہ مولانا علی احمد سندھیلوی (دامت فیوضہم) کا کہ انہوں نے پاکستان میں اس مبارک طریقہ کو رائج کیا ہے چنانچہ راقم الحروف کو بھی علامہ سندھیلوی صاحب سے چند احادیث طیبہ کی خصوصیت کے ساتھ اجازت عامہ حاصل ہے۔ الحمد للہ والشکر للہ۔

چنانچہ 10 مئی بروز پیر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محمد شفیع صاحب (پنڈی والے) نے بندہ کو آکر فرمایا کہ قبلہ حضرت تم کو یاد فرمارہے ہیں جب بندہ سیکنڈ کلاس کے برآمدہ میں اپنے حضرت کے دربارِ گوہر بار میں حاضر ہوا تو ہمارے حضرت دام بقاۂ اور حضرت مدنی صاحب اور ایک اجنبی عرب کرسیوں پر تشریف فرما تھے یہ عرب صاحب کچھ نجدی خیال کے ابن سعود کے مداح معلوم ہوتے تھے اور ہمارے حضرت سے حیات انبیاء علیہم السلام پر گفتگو کررہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے (انك ميت وانهم ميتون) ہمارے حضرت دام بقاۂ نے بندہ کو حکم فرمایا کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے؟ اور حیاتِ انبیاء کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہے؟

بندہ نے عرض کیا کہ اولاً اس آیت کریمہ میں اشکال ہوتا ہے کہ اس آیت میں مخاطب جناب نبی کریم ﷺ ہیں حالانکہ نزول آیت کے وقت آپ ﷺ کا وصال مبارک نہیں ہوا تھا تو آپ ﷺ کو میّت کیوں کہا گیا؟ تو جواب یہ ہے کہ یہاں دو صورتیں ہیں ایک ہے مَیْتٌ، جو کہ بالفعل مردہ ہو اور دوسرا مَیِّتٌ، جو کہ آئندہ زمانے میں مرنے والا ہو تو یہاں آپ ﷺ کو مَیِّتٌ فرمایا گیا یعنی اَنَّكَ تَمُوتُ اور یہ درست ہے کہ ہر نبی علیہ السلام پر کل نفس ذائقۃ الموت کا وعدہ پورا کرنے کیلئے ایک ان میں موت طاری ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام قبر میں جا کر پھر اسی حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ زندہ ہوجاتے ہیں ابن قیم نے اس پر دلیل قائم کی ہے کہ امہات المومنین رضوان اللہ علیہن اجمعین بعد از وصال نبی کریم ﷺ اس لئے نکاح نہیں کرسکتی کہ ان کے زوج زندہ ہیں اور زندہ کی بیوی نکاح نہیں کرسکتی اس پر عرب صاحب نے اعتراض کیا کہ مردہ کو سوال و جواب کے وقت ہی زندہ کرتے ہیں تو پھر فرق کیا ہوا تو بندہ نے جواب دیا کہ سوال و جواب منکر نکیر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں اول یہ ہے کہ جو عام کتب عقائد میں مذکور ہے کہ روح قبر میں واپس بدن میں داخل نہیں ہوتی البتہ روح کے تعلق کی وجہ سے مردہ جواب پر قادر ہوتا ہے اور ثواب و عقاب کو بھی محسوس کرتا ہے اب فرق ظاہر ہے۔ دوسرا یہ کہ سوال و جواب کے وقت روح

واپس لوٹتی ہے لیکن ہمیشہ روح بدن میں نہیں رہتی اب بھی فرق ظاہر ہوا اس کے بعد ہمارے حضرت نے ابن سعود پر اعتراض فرمایا کہ وہ خود تو اپنے لئے معمولی لفظ بھی برداشت نہیں کرسکتا لیکن اس کے علماء جناب نبی کریم ﷺ کے حق میں نہایت گستاخانہ کلام کرتے ہیں چنانچہ آپ نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک نجدی مولوی نے کہا کہ نعوذ باللہ نبی کریم ﷺ میری چھڑی کا کام بھی نہیں دے سکتے کیونکہ چھڑی سے اونٹنی کھڑی ہوجاتی ہے اور حضور ﷺ کا نام نامی ہزار بار بھی لیا جائے تو بھی اونٹنی کھڑی نہیں ہوتی چنانچہ اس نجدی نے ایک اونٹنی پر کئی بار آپ ﷺ کا نام نامی پکارا تو وہ کھڑی نہ ہوئی اور پھر چھڑی ماری تو وہ کھڑی ہوگئی اس پر راقم نے عرض کیا یہی دلیل بعینہٖ اللہ تعالیٰ کے متعلق بھی ہوسکتی ہے تو گویا نجدیوں کے نزدیک نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ بھی بے کار ہے استغفر اللہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے حضرت کی معیت میں کربلا معلّٰی اور نجف اشرف کی زیارت کیلئے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک گاؤں محمودیہ ہے وہاں کچھ دیر ٹھہر گئے یہ سطور یہیں محمودیہ میں بس میں بیٹھ کر لکھی جارہی ہیں آپ ویگن سے ذرا باہر تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے تو بندہ کو فرمایا کہ یہ لکھنے کی کیا زحمت گوارہ کررکھی ہے اور بندہ کو ایک بسکٹ عطا فرما کر فرمایا یہ بھی لکھ لو یہ مذاق کے طور پر فرمایا راقم السطور نے عرض کی کہ یہی تو ایک بات لکھنے کے قابل ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت پیر غلام محی الدین شاہ صاحب کے ساتھ انتہائی گہرا تعلق تھا اور حضرت صاحب آپ کے علمی مقام کے صحیح قدر دان تھے اور ان کی رائے کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ سفر بغداد شریف میں حضرت کی موجودگی میں فوٹو کا مسئلہ زیر بحث آگیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تصویر حرام ہے اگرچہ کسی امر مسنون کو ادا کرنے کیلئے ہی بنوائی جائے کیونکہ فقہاء کا قاعدہ ہے کہ اگر سنت اور بدعت اس طرح جمع ہو جائیں کہ بدعت سے بچے بغیر سنت ادا نہ کی جاسکے تو سنت ترک کردی جائے اس مجلس میں حاضر پیر بھائی بہت برہم ہوئے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے حضرت دام

ظلہ نے ان کو فرمایا یہ شرعی مسئلہ ہے اس میں رائے کو دخل نہیں۔

اس طرح ایک محفل میں مسئلہ تصویر پر گفتگو ہوئی تو پیر صاحب نے تین تصاویر لاکردیں جن میں ایک تصویر حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کی تھی اور دوسری دو تصویریں دو محترم شخصیات کی تھیں اس کے ساتھ فرمایا کہ میرے پاس صرف یہی تصویریں ہیں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ وہ تصویریں لے آئے ان کیساتھ کمرے میں مولانا محمد حسین شوق صاحب (پپلاں) ٹھہرے ہوئے تھے مل کر غور کیا کہ ان تصویروں کا کیا جائے؟ طے پایا کہ انہیں پانی میں بھگو دیا جائے جب حل ہوجائیں تو پانی کسی محفوظ جگہ انڈیل دیا جائے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تو دوپہر کے وقت آرام فرمانے کیلئے لیٹ گئے بیدار ہوئے تو پانی کا جگ خالی تھا دریافت کرنے پر مولانا محمد حسین شوق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ مجھے پیاس لگی تو میں نے وہ پانی پی لیا ہے یہ تھی احکام شریعت کی پاسداری وعزت اور علماء دین کا احترام سبحان اللہ۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب یعنی حضرت قبلہ پیر سید غلام محی الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانے میں فوٹو بیچنے والے گولڑہ مقدسہ میں مشائخ کے فوٹو بیچنے کیلئے آئے تو میرے حضرت صاحب نے خدام کو حکم دیا کہ ان کو ڈنڈے مار کر آستانہ عالیہ سے باہر نکال دیں اللہ اکبر یہ تھی میرے حضرت کی نظر میں شریعتِ مطہرہ کی پاسداری۔

نوٹ:۔ آج کل ہر آستانہ پر فوٹو بازی کی بھر مار ہے الا ماشاء اللہ' اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے نقوش کا امین بنائے۔ آمین

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی تحقیق اور احتیاط کی بناء پر افطار کے مروج وقت سے چار پانچ منٹ کے بعد روزہ افطار فرماتے یہ اس زمانے کی بات ہے جب آپ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے ایک دن کسی مرید نے قبلہ پیر صاحب سے بطور شکایت کہا کہ حضور آپ نے تو روزہ افطار کرلیا ہے مگر مولوی صاحب نے افطار نہیں کیا بلکہ چار پانچ منٹ کے بعد افطار کیا تو قبلہ پیر صاحب خلافِ معمول جلال میں آگئے اور اس شخص کو

دوطمانچے رسید کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ عالم دین ہیں تمہیں ان پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے؟ دراصل واقعہ اس طرح ہے کہ جس آدمی نے قبلہ پیر صاحب کی خدمت میں شکایت کی اس آدمی نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہٗ العزیز کے دور سے ہم اسی طرح افطار کرتے آرہے ہیں کیا آپ حضرت اعلیٰ سے بڑے عالم ہیں تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضرت اعلیٰ کا مرید تو ہوں مقلد تو نہیں ہوں۔ مقلد تو امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہوں۔

اس کے جواب میں اس آدمی نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدتمیزی کی جب اس واقعہ کا علم حضرت پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب کو ہوا تو آپ نے اس آدمی کو بلا کر دوطمانچے رسید کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ یہ مرید تو حضرت اعلیٰ کے ہیں اور مقلد امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں اللہ اللہ کیا توقیر تھی علم کی اور کیا احترام تھا علماء کا؟

پیر صاحب نے اگر پہلے روزہ افطار کیا تھا تو یقیناً یہی سوچ کر افطار کیا تھا کہ وقت ہو چکا ہے اس کے باوجود انہوں نے گوارا نہ کیا کہ ایک متبحر عالم دین کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے حقیقت بھی یہی ہے کہ دین اور تصوف نے علماء دین سے بیزاری نفرت اور ان کی توہین کا درس نہیں دیا بلکہ ان کی تعظیم اور تکریم کا سبق دیا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم بغداد شریف سے واپس بحری جہاز پر سوار ہو کر آئے تو راستے میں میرے حضرت صاحب نے ایک آدمی میری طرف بھیجا کہ آپ یاد فرمارہے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کافی دیر حاضر خدمت رہا لیکن آپ نے کوئی بات ارشاد نہ فرمائی میں واپس اپنی جگہ چلا گیا دوسرے دن پھر عصر کے بعد آپ نے یاد فرمایا پھر بندہ حاضر ہوا کافی دیر بیٹھا رہا لیکن آپ نے کوئی بات ارشاد نہ فرمائی تیسرے دن پھر بلاوا آیا کہ آپ یاد فرمارہے ہیں میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بیٹھ گیا تو آپ نے

ارشاد فرمایا کہ آپ مولوی لوگ ہیں میں آپ کو کیا بتاؤں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضور اعلیٰ فرمایا کرتے تھے کہ (قل ھو اللہ احد) اس طرح پڑھی جائے تو یہ فائدہ ہے اور اگر اس طرح پڑھی جائے تو یہ فائدہ ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سفرنامہ بغداد شریف میں ایک خاص واقعہ ہے کہ جو فقیر کو میرے حضرت نے بتایا تھا اور میں نے اس کو تحریر کیا تھا اور اس واقعہ پر دائرہ لگا دیا تھا کہ جب سفرنامہ شائع کیا جائیگا تو اس واقعہ والے صفحہ کو پھاڑ لوں گا یعنی صرف اپنی یادداشت کیلئے لکھا تھا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم پاکستان واپس پہنچے تو میں نے سفرنامہ پر نظر ثانی کی تو مجھے اس سفرنامہ میں تلاشِ بسیار کے باوجود وہ صفحہ جس پر وہ واقعہ تحریر تھا نہ ملا بلکہ غائب ہو گیا۔

راقم الحروف ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ عرس کے موقع پر حاضر ہوا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے دورانِ گفتگو قبلہ لالہ جی یعنی پیر سید غلام معین الدین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے سفرنامہ بغداد کے متعلق گفتگو ہوئی تو اسی واقعہ کا ذکر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لالہ جی سے کیا تو لالہ جی صاحب نے فرمایا کہ وہ واقعہ کیا ہے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنے حضرت صاحب کی زندگی میں یہ واقعہ کسی کو نہیں بتایا یعنی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ وہ واقعہ بیان نہیں فرمانا چاہتے تھے تو لالہ جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب تو بابوجی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا ہے۔ اب آپ بیان کردیں تو راقم الحروف کی موجودگی میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے لالہ جی کو وہ واقعہ سنایا تو چونکہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ واقعہ سفرنامہ بغداد میں تحریر نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کو سوائے لالہ جی صاحب کے بتایا اگرچہ راقم الحروف کو وہ واقعہ معلوم ہے لیکن قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے ہوئے بندہ وہ واقعہ لکھنے سے قاصر ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت کی شان میں مندرجہ ذیل اشعار بڑے ذوق شوق سے پڑھتے تھے۔

قَدِ اجْتَمَعَتْ هٰذِهِ الْخَلِيْقَةُ لِيْ
اِنَّكَ يَا ابْنَ النَّبِيِّ اَوْحَدُهَا
(متنبی)

ترجمہ: تحقیق جمع ہوگئی ہے یہ ساری مخلوق میرے ساتھ کہ اے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر ساری مخلوق میں تیرا ثانی کوئی نہیں ہے۔

سراپا حسن در عالم یگانہ
نہ دیدہ مثل او چشمے زمانہ

ترجمہ: یعنی آپ جہان میں حسن کے لحاظ سے ایک ہیں آپ کی مثل آسمان کے تارے نے بھی نہیں دیکھا۔ (نوٹ) (چشمے زمانہ سے مراد ہے آسمان کی آنکھ کا تارا)

میں نیواں میرا مرشد اچا تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

یہ وہ اشعار ہیں جو آپ اپنے حضرت کی مدح میں پڑھتے اور مچل جاتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حضرت کے متعلق محبت کی چند باتیں

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر اپنے حضرت کا ذکر خیر فرماتے اور فرماتے کہ تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ ۔ (الحدیث)

ترجمہ: ''نیک لوگوں کے تذکرہ کے وقت رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے''

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میرے حضرت کا وصال ہوا تو جنازہ کے بعد واپسی پر میں آستانہ عالیہ سلطانیہ (کالا دیو) نزد جہلم خواجہ خواجگان خواجہ محمد صادق صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت کے وصال کا ذکر ہوا تو خواجہ محمد صادق صاحب قدس

سرہٗ العزیز نے افسوس کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب سورج غروب ہوگیا ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب کے پاس کنگھی تھی جو بسیار استعمال کے بعد اس کے دانتے ٹوٹنے شروع ہوگئے تو متعلقین نے عرض کیا کہ حضرت آپ نئی کنگھی استعمال میں لائیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا کہے گی کہ میں کس کے زیر استعمال رہی ہوں۔

لجپال پریتاں نوں توڑدے نئیں
جھدی بانہہ پھڑدے پھر چھوڑدے نئیں
کجھ خیر خزانیوں پا دیندے
در آئیاں نوں خالی موڑدے نئیں

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک مفرل تھا جب وہ پرانا ہوگیا تو متعلقین نے عرض کی حضرت آپ نیا مفرل استعمال میں لائیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ مفرل کیا کہے گا کہ میں کس کے زیر استعمال رہا ہوں۔ متعلقین نے جب دوبارہ عرض کیا تو پھر آپ نے یہی جواب دیا جب تیسری دفعہ متعلقین نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے نیا لے لیں لیکن اس کو اس کے اندر سی لیں۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں نے اپنے حضرت کے حکم کے مطابق میلاد شریف کے موقع پر تقریر کی تو آپ اتنے خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ حضور اعلیٰ کا زمانہ یاد آگیا ہے۔

رنگ تو اچھے ہیں سب عیسیٰ مگر
سب سے اچھا مہر علی کا رنگ ہے

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک عورت میرے حضرت صاحب کی مرید تھی جب وہ آپ کے سامنے آئی تو اس عورت نے کہا کہ آپ نے مجھ کو پہچانا ہے؟

تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا نہیں تو اس عورت نے کہا کہ آپ مجھے قیامت میں کس طرح پہچانیں گے تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں نے تجھے پہچانا ہے یا نہیں پہچانا کل قیامت کے دن تم مجھے پہچانے رکھنا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرت صاحب کے علم کی بہت تعریف کرتے تھے کہ میرے حضرت صاحب بہت تبحر عالم ہیں لیکن آپ نے کبھی اپنے علم پر فخر نہیں کیا بلکہ عاجزی انکساری فرماتے تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک رسالہ دیا کہ اس کا مطالعہ کریں تو بندہ نے اس کا مطالعہ کیا بعد از مطالعہ میرے حضرت صاحب نے مجھے حکم فرمایا کہ اس کا مطلب بیان کرو جب میں نے اس کا مطلب بیان کرنا شروع کیا تو آپ سنتے رہے جب میں خاموش ہو گیا تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب مجھ سے سنو کہ مجھے یاد ہو گیا ہے کہ نہیں جب میرے حضرت صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب بیان کرنا شروع فرمایا تو میں سنتا رہا جب آپ خاموش ہو گئے تو میں نے سمجھا کہ جو کچھ آپ نے بیان کیا ہے وہ صحیح ہے اور جو مفہوم میں نے بیان کیا ہے وہ اس کے برعکس ہے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں پیر سید شاہ عبد الحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو گیراج میں (سلم العلوم یا میبذی) کا سبق تکرار کرا رہا تھا۔

تو قبلہ استاذی المکرّم کا طریقہ کار یہ تھا کہ ایک ہی جائے نماز پر آپ اور قبلہ شاہ عبد الحق زیدہ مجدہٗ تعالیٰ تشریف رکھتے۔ جب سبق کا تکرار شروع ہوتا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جائے نماز سے اتر جاتے از روئے احترام کے۔ اسی دوران ایک دفعہ پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ گیراج میں تشریف لائے تو ارشاد فرمایا کہ عبد الحق مولوی صاحب نیچے بیٹھے ہیں اور تم اوپر بیٹھے ہو۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دوران سبق میرے حضرت صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔ اور آپ کھڑے ہو کر سبق سماعت فرماتے رہے دوران سبق ایک ایسا مقام تھا کہ قبلہ شاہ عبد الحق صاحب زیدہ مجدہٗ تعالیٰ کو سمجھنے میں دشواری ہو رہی تھی اور میں نے اسی مقام کی تین چار مرتبہ تقریر کی میرے حضرت صاحب نے شاہ عبد الحق صاحب سے فرمایا کہ عبد الحق مدظلہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی؟ مولوی صاحب یہ فرما رہے ہیں عبد الحق مدظلہ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی؟ مولوی صاحب یہ فرما رہے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ جب میرے حضرت صاحب نے تقریر فرمائی تو میں سمجھا کہ میری تقریر پایہ صحت کو نہیں پہنچی تھی جبکہ میرے حضرت صاحب کی تقریر بالکل صحیح تھی۔

(نوٹ) یاد رہے کہ ان دونوں گزشتہ واقعات میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ احتراماً کسر نفسی کا اظہار فرماتے ہیں۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب نے ایک دفعہ محبوب قوال کو حکم فرمایا کہ مولوی صاحب کو قوالی میں کریما سعدیؒ سناؤ جب محبوب صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں بندہ کو کریما سعدیؒ بطرز قوالی سنایا تو جب قوالی ختم ہوئی تو میرے حضرت نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کریما بہ بخشائے بر حال ما۔ کہ ہستم اسیر کمند ہوا۔

کہ آپ نے اس کا کیا مطلب سمجھا ہے تو میں نے کہا کہ کوئی عاشق محبوب کی زلفوں میں پھنس گیا ہے اور فریاد کرتا ہے کہ کریما بہ بخشائے بر حال ما تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہاں آپ نے اس کا مطلب صحیح سمجھا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جس زمانے میں گولڑہ شریف میں فرائض تدریس سرانجام دے رہے تھے انہیں دنوں میں آپ کے ایک صاحبزادے فدا محمد ڈھائی سال کی عمر میں وصال کر گئے۔

تو قبلہ پیر سید غلام محی الدین شاہ صاحب بمع اپنے دونوں صاحبزادگان کے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گاؤں ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ میں فاتحہ خوانی کیلئے تشریف

لائے اس زمانے میں ڈھوک ڈھمن کیلئے کوئی پکی سڑک کا راستہ نہ تھا تو قبلہ پیر صاحب نے اپنی گاڑیاں (پیل) میں کھڑی کیں اور ڈھوک ڈھمن کیلئے کچے راستے پر پیدل چل پڑے یہ سفر تقریباً چار پانچ کلو میٹر کا ہے۔

پیدل چلتے چلتے سورج غروب ہو گیا اور اندھیرا چھا گیا اندھیرے کی وجہ سے راستے کا کوئی پتہ نہ چل سکتا تھا کہ گاؤں کس طرف ہے؟ آخر قبلہ سید غلام محی الدین شاہ صاحب نے اپنے ساتھیوں کو آذانیں دینے کا حکم فرمایا جب آذانیں دی گئیں تو گاؤں کی طرف سے ایک روشنی ظاہر ہوئی تو آپ نے حکم فرمایا کہ اس طرف چلیں جب آپ ڈھوک ڈھمن پہنچے تو آپ پیاس کی شدت محسوس فرما رہے تھے اور آپ ایک گھر میں تشریف لے گئے اور پانی نوش فرمایا اور پھر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور فاتحہ خوانی کے بعد کچھ لمحے ٹھہرے بعد ازاں پیدل سفر فرما کر پیل تشریف لائے اور گاڑیوں پر سوار ہو کر واپس آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے اسی لیئے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ۔

میں نیواں میرا مرشد اچا تے میں اچیاں دے سنگ لائی
صدقے جاواں انہاں اچیاں کولوں جنہاں نیویاں نال نبھائی

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب بھی مجھ پر کوئی پریشانی آتی تو میں اپنے حضرت کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اور دعا کی درخواست کرتا تو میرے حضرت صاحب دعا فرماتے اور جو باتیں میرے دل میں ہوتی تھیں میرے حضرت صاحب دعا میں بیان فرماتے کہ یا اللہ ان کی یہ مشکل بھی آسان فرما دے اور یہ مشکل بھی آسان فرما دے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں اپنی کسی پریشانی کو حضرت صاحب کے سامنے ظاہر نہ کرتا لیکن جب میرے حضرت صاحب دعا فرماتے تو میری تمام پریشانیوں کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ذکر فرماتے

اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ میں اپنے اہل وعیال کے ہمراہ آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور ایک کمرہ میں قیام کیا تو میں نے اپنے حضرت صاحب سے عرض کی

کہ میرے ساتھ میرے گھر والے ہیں زیارت کیلئے کوئی وقت عنایت فرمائیں تو میرے حضرت صاحب نے ارشاد فرمایا کہ آپ کس کمرے میں مقیم ہیں میں نے عرض کی کہ فلاں کمرے میں؛ جب مجلس شریف ختم ہوئی تو میں اپنے کمرہ میں آیا تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے حضرت صاحب خود ہمارے کمرے میں تشریف لائے اور زیارت سے مشرف فرمایا یہ تھی میرے حضرت کی بندہ پر کرم نوازی۔

لجپال پریت نوں توڑدے نہیں
جیندی بانہہ پھڑ دے انہوں چھوڑدے نہیں

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کو عرس کے موقع پر سرائے نمبر 2 میں کمرہ نمبر 26 الاٹ تھا جو میرے حضرت صاحب نے خود مجھے عطا فرمایا تھا اس کا طریقہ کار یہ تھا کہ پوری سرائے کے کمروں کا نقشہ میرے حضرت کے سامنے حاضر کیا جاتا تو میرے حضرت صاحب خود ہر کمرے پر آدمی کا نام تحریر فرما دیتے کہ یہ فلاں کی رہائش ہے جبکہ کمرہ نمبر 26 پر میرے حضرت صاحب نے اپنے ہاتھوں سے میرا نام تحریر کیا کچھ عرصہ کے بعد ایک خادم حاجی صابر صاحب نے آستانہ عالیہ کے ساتھ ایک کوٹھی بنوائی اور لنگر شریف کے منتظمین سے کہا کہ چند خواص حضرات کو میری کوٹھی میں رہائش دے دیں تا کہ انہیں وضو اور طہارت کیلئے آسانی میسر ہو اسی کوٹھی میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی قیام کیلئے ایک کمرہ دیا گیا بعد ازاں خدام نے کہا کہ آپ کو کمرہ نمبر 26 بھی الاٹ کیا گیا ہے اور کوٹھی میں بھی اور اس میں وضو اور طہارت کیلئے آپ کو آسانی ہے جبکہ کمرہ نمبر 26 میں یہ سہولت میسر نہیں ہے لہٰذا کمرہ نمبر 26 لنگر شریف کو واپس دے دیں تو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کمرہ نمبر 26 پر تو میرے حضرت صاحب نے خود اپنے ہاتھوں سے میرا نام لکھا ہے وہ تو میں آپ کو ہرگز واپس نہیں کروں گا البتہ کوٹھی والا کمرہ آپ واپس لے سکتے ہیں یہ تھی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے حضرت صاحب سے عقیدت ۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے

ہیں کہ ہم اپنے حضرت صاحب کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ کر راولپنڈی جارہے تھے جب گولڑہ شریف اسٹیشن پر پہنچے تو میرے حضرت صاحب کے متعلقین میں سے ایک سید صاحب پیدل سفر کررہے تھے میرے حضرت صاحب نے گاڑی سید صاحب کے حوالے کر دی کہ آپ اس میں بیٹھ کر تشریف لے جائیں اور آپ گولڑہ شریف اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور محکمہ ریلوے سے ٹھیلہ طلب فرمایا محکمے والوں نے آپ کو ٹھیلہ دے دیا آپ اور میں اس ٹھیلے میں سوار ہو کر راولپنڈی جارہے تھے تو جس طرف لائن کا کانٹا ہوتا تھا اسی لائن پر ٹھیلا چلتا تھا تو میرے حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ مولانا صاحب یہ نسبت کا مسئلہ حل ہو رہا ہے دیکھئے جس طرف لائن کا کانٹا ہے اسی طرف ہمارا ٹھیلہ جارہا ہے قیامت کے دن اسی طرح جن مریدین کی نسبت جس پیر صاحب کے ساتھ ہوگی مرید خود بخود اس کے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔

خدا دے یہ نسبت بڑی چیز ہے

اللہ تعالیٰ بروز محشر ہمیں بھی اپنے مرشد کریم کے جھنڈے تلے جگہ عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ اگر تصوف نام ہے اچھے کپڑے پہننے اچھا کھانا کھانے اچھی سواری پر سوار ہونے کا تو پھر ہم سے بڑھ کر کوئی ولی اللہ نہیں ہے اور جو تصوف کتابوں میں لکھا ہے اس کی تو ہمیں ہوا بھی نہیں لگی اللہ اللہ یہ تھی میرے حضرت صاحب کی عاجزی وانکساری اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے حضرت صاحب کو ٹرین کے ساتھ بڑا انس تھا حتیٰ کہ میرے حضرت صاحب خود بھی ٹرین چلا لیتے تھے ایک دفعہ آپ ٹرین چلا رہے تھے کہ یکدم ایک آدمی گاڑی کے سامنے آگیا تو جب میرے حضرت صاحب نے دیکھا کہ آدمی لائن کے درمیان میں کھڑا ہے اور گاڑی بھی بالکل اوپر پہنچ چکی ہے تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا۔

(دم دستگیر) جب گاڑی گزر گئی تو میرے حضرت صاحب نے جو پیچھے دیکھا تو وہ آدمی لائن سے

باہر صحیح سلامت کھڑا تھا۔

اور اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم بغداد شریف سے واپس لوٹے تو میں گھر سے جب آستانہ عالیہ گولڑہ شریف حاضر ہوا تو سفر بغداد شریف کے جو انچارج صاحب تھے میں ان کے پاس حاضر ہوا اور خرچ سفر کی تفصیل معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ اتنی رقم ہے اور حضرت صاحب کا حکم ہے کہ مولوی صاحب سے سفر کا خرچ مت لینا میں اپنے حضرت صاحب کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور آپ انچارج صاحب کو حکم فرمائیں کہ وہ مجھ سے رقم لے لے تو آپ نے انکار فرمادیا۔ تو پھر میں نے اپنے حضرت صاحب کی بارگاہ میں عرض کی کہ اگر آپ مجھ سے رقم وصول کرنے کا حکم نہیں فرماتے تو میں یہ سمجھوں گا کہ میں ویسے ہی سیر وتفریح کیلئے گیا تھا المختصر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ رقم لنگر شریف میں جمع کروادی۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ میاں محمد سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف کے حوالے سے اپنے حضرت صاحب کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک آدمی میرے حضرت صاحب کا مرید تھا تو جب مسلم لیگ اور کانگریس کے ووٹ ہو رہے تھے تو میرے حضرت صاحب مسلم لیگ کی حمایت کر رہے تھے اور آپ کے ایک مرید نے کہا کہ میں نے تو اپنا ووٹ کانگریس کو دینا ہے تو پیر صاحب کو نذرانہ زیادہ دے دونگا اور وہ راضی ہو جائیں گے اس بات کا علم میرے حضرت کو ہو گیا میرے حضرت صاحب جب سیال شریف عرس پر تشریف لائے تو اس آدمی نے جو ضلع خوشاب کا تھا میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ کو عرض کی کہ حضرت صاحب کو مجھ سے راضی کرادیں تو میاں سعد اللہ نے میرے حضرت صاحب کو کہا کہ یہ مرتا ہے آپ مہربانی فرما کر اس سے راضی ہو جائیں تو میرے حضرت صاحب نے فرمایا کہ راضی تو ہو جاؤں گا لیکن نذرانہ نہیں لوں گا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک یہ بھی وصف خاص تھا کہ آپ جب عرس

شریف کے موقع پر گولڑہ مقدسہ شریف لے جاتے تو وہاں قیام فرماتے لیکن جب اپنے کسی اور کام کیلئے تشریف لے جاتے تو دربار شریف پر حاضری دے کر واپس آجاتے قیام نہ فرماتے راقم الحروف کو یاد ہے کہ جب آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن تھے تو آپ اجلاس میں شرکت کیلئے اسلام آباد تشریف لے جاتے اور راقم الحروف بھی ساتھ ہی ہوتا تو کبھی کبھی اجلاس میں ایک دو دن کا وقفہ بھی ہو جاتا اور میں عرض کرتا حضور چلیں گولڑہ شریف قیام کریں گے تو آپ فرماتے کہ ہم اپنے کام کیلئے آئے ہوئے ہیں لہٰذا لنگر شریف پر بوجھ نہیں بنتے بلکہ آپ ہوٹل ہی میں قیام فرماتے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مرشد گرامی کے آستانہ سے تعلق

آپ جہاں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تو پہلے شرائط میں یہ بات طے کر لے جاتی کہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں جتنی اعراس کی مجلسیں منعقد ہوتی ہے بندہ ان تمام میں ضرور شریک ہوگا انشاء اللہ۔ اگر یہ شرائط منظور کر لی جاتیں تو آپ وہاں خدمت تدریس سرانجام دیتے اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ جب تک تندرست رہے عرس کی ہر مجلس میں باقاعدگی کے ساتھ شریک ہوتے۔ اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے کہ بندہ کا بڑا عرس شریف یعنی حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا جو گولڑہ شریف ربیع الثانی کی (۹،۱۰،۱۱) کو منعقد ہوتا ہے پچاس سالوں میں کبھی قضا نہیں ہوا۔ ایک دفعہ آپ کے استاذ بھائی مولانا منور شاہ صاحب بھلیل شریف نزد نور پور والوں نے بطور خوش طبعی فرمایا آپ ہر سال عرس کے موقع پر گولڑہ شریف جاتے ہیں یہ تو بتائیں آپ نے ولایت کا کونسا مقام حاصل کیا ہے؟ تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے فرمایا ۔شاہ صاحب آپ اچھے خاصے عالم[1] ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قانونچہ کیھوالی بھی یاد نہیں جس میں لکھا ہے کہ ہر علم کے شروع کرنے سے پہلے اس کی غرض و غایت معلوم ہونی چاہیے کہ بیعت کا اولین مقصد زمرہِ اولیاء کے ساتھ عقیدت و تعلق ہے یعنی غوث الاعظمؒ اور خواجہ غریب نوازؒ کے ساتھ تعلق کا ٹکٹ حاصل کرنا ہے جس طرح ٹکٹ چیکر گاڑی سوار کا ٹکٹ دیکھ کر اسے کچھ

نہیں کہتا اس طرح انشاء اللہ العزیز قبر اور میدان حشر میں دامن اولیاء سے وابستگی کا ٹکٹ دیکھ کر عذاب کے فرشتے ہمیں کچھ نہیں کہیں گے۔

آپ جہاں بھی فرائض تدریس سرانجام دیتے چاہے کراچی میں ہوں یا بھکھی شریف میں یا مکھڈ شریف یا بندیال شریف میں تو جب بھی عرس شریف کا موقع آتا تو آپ پہلے گھر تشریف لاتے اور گھر سے مکمل تیاری فرما کر آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی طرف روانہ ہوتے جس طرح آدمی بیت اللہ شریف کے سفر کیلئے جاتا ہے اسی اہتمام سے آپ تیاری کر کے اپنے مرشد گرامی کی بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوتے حتیٰ کہ عمر کے آخر تک آپ کا یہی معمول رہا اور جب آپ رحمہ اللہ تعالیٰ گھر سے روانہ ہوتے تو اپنا بستر اپنے ہمراہ لے جاتے تا کہ لنگر کا بستر کسی اور پیر بھائی کے کام آجائے اور لالہ جی صاحب کے دور میں عرس شریف کی مجلس تقریباً دو تین گھنٹوں تک جاری رہتی تھی اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سراپائے ادب ہو کر اختتام مجلس تک مجلس میں تشریف رکھتے اور محفل سماع سے خوب لطف اندوز ہوتے جبکہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کمزوری اور ضعف کے باوجود خود اٹھ کر قوالوں کو نذرانہ پیش فرماتے باوجود اس کے آپ کے ساتھ عموماً طلباء ہوتے لیکن پھر بھی آپ نذرانہ دینے کیلئے خود کھڑے ہوتے۔

۱۔ مولانا منور شاہ صاحب یہ قبلہ استاذی المکرمؒ کے استاد بھائی ہیں اور قبلہ استاذی المکرم کے ساتھ جامع فتحیہ لاہور میں پڑھاتے رہے ہیں علاقہ ونہار میں بڑی علمی شخصیت ہو گزرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک پر رحمتیں نازل فرمائے آمین۔

۷۸۶

ایدفضل اک العیل مشکل

میرے محسن و محترم دامت عنایتکم

تسلیم و نیاز ۔ یاد فرمائی [illegible] کا شکریہ ادا کرنے سے

قاصر ہوں ۔ آج بالکل شریعت سے زیادہ [illegible] ہو ۔ کل سرکار

ادھر بدن [illegible] درد ہے ۔

خود بخود سختی لیا عرض کردوں ۔ ممکن ہے میری نیاز کا ثبوت

دیا گیا ہو ۔ کیونکہ ہمیشہ سے [illegible] معتوب [illegible] ۔

مگر کسی پر [illegible] شکوہ ہے ۔ اپنی قسمت پر راضی ہوں ۔ بفضلہ تعالیٰ

[illegible] سے جو نیاز ہے [illegible] کسی قسم کی کمی نہ ہوگی ۔

[illegible] قصور [illegible] ہیں ۔ بہیں [illegible]

گستاخی معاف ۔ زیادہ نیاز ۔ [illegible] نیاز مند

[illegible]

قبلہ استاذی المکرّم کی اپنے شیخ کی اولاد کے ہر فرد سے عقیدت

چنانچہ جب حضور لالہ جی[1] صاحب غلام معین الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال پر ملال ہوا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ ان دنوں علیل تھے اور ہم نے پیر صاحب کے وصال کی اطلاع قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہیں دی کیونکہ آپ بہت زیادہ علیل تھے دو دن کے بعد جب ہم نے آپ کو پیر صاحب کے وصال کی خبر دی تو آپ نہایت رنجیدہ ہوئے کہ تم نے مجھے بروقت کیوں نہیں بتایا اور اس کے بعد آپ نے رونا شروع فرمایا اور روتے روتے آپ کی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی بعد ازاں راقم الحروف اور صاحبزادہ فداء الحسن صاحب کو فاتحہ کیلئے بھیجا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مرشد گرامی اور آپ کی اولاد کے ہر فرد سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے بالخصوص صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نرالا پیار اور انوکھا تعلق تھا اور آپ ان کے ساتھ بڑی علمی گفتگو فرماتے تھے اور پیر صاحب بھی آپ کا بہت احترام فرماتے تھے اور پیر صاحب فرماتے تھے کہ مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ رشتے میں میرے چچا استاد ہیں کیونکہ میرے استاد گرامی مولانا فتح محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا عطا محمد صاحب یہ دونوں فقیر العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اس لیئے رشتے میں میرے چچا استاد ہیں ایک مرتبہ دوران گفتگو پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں سرکار دوعالم نور مجسم ﷺ کے عمین مکرمین یعنی حضرت سیدنا امیر حمزہ و حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا اور حضرت ابو طالب کا ذکر نہیں کیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

---

[1] نوٹ:۔ اگر لالہ جی صاحبان کے ساتھ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی عقیدت دیکھنی ہو تو سفر نامہ بغداد شریف ملاحظہ فرمائیں۔

نے پرانے مصنفین کا طریقہ اختیار فرمایا ہے یعنی آپ نے حضرت سیدنا امیر حمزہ اور حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کے نام کے ساتھ فقط کی قید نہیں لگائی اگر آپ ان کے نام کے ساتھ فقط کی قید لگاتے تو پھر یہ بات ثابت ہوتی کہ حضور قبلہ عالم کے نزیک صرف حضور ﷺ کے ہی عمین مکرمین ہی مسلمان ہیں چونکہ حضرت سیدنا امیر حمزہ وحضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کا اسلام مشہور ہے اس لئے متقدمین کی طرز پر ان کا نام ذکر فرمایا اور حضرت ابو طالب[1] کا نام ذکر نہیں فرمایا کیونکہ ان کا اسلام لانا مشہور نہیں ہے۔

جب قبلہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب نام ونسب شائع کروائی تو اس کتاب کا ایک نسخہ پیر صاحب نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو عنایت فرمایا تو آپ کتاب دیکھ کر خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہر کتاب حاشیہ کی محتاج ہوتی ہے اور میں اس کتاب پر حاشیہ لکھوں گا انشاء اللہ۔ لیکن علالت کی وجہ سے کتاب مذکورہ پر حاشیہ نہ لکھ سکے۔

صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گیلانی علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف نام ونسب (شائع شدہ 1989) میں اس مسئلہ پر بڑے معقول اور مدلل انداز میں روشنی ڈالی ہے تفصیل کیلئے کتاب نام ونسب ملاحظہ فرمائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ دور حاضر میں صاحبزادہ نصیر الدین صاحب گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت نے قرون اولی کے متدین اور متصلّب علماء کرام کی یاد تازہ کر دی اس عالمگیر قسم کی مخالفت متعصبانہ برتاؤ اپنوں اور بیگانوں کے طعن وتشنیع اور طرح طرح کی دل آزاریوں اور پھر ایک مہیب دباؤ کو صرف شریعت کی بالادستی ثابت کرنے کیلئے اس خندہ پیشانی کے ساتھ قبول اور برداشت کرنا بالخصوص شاہانہ ماحول میں پروان چڑھنے والے ایک صاحبزادہ کیلئے ناممکن سی بات لگتی ہے اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کسی بھی مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے کتاب وسنت فقہاء امت کی تحقیقات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ محض بزور بیان وقوت قلم یا

نوٹ: ا۔ تحقیق ایمان ابوطالب پر قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ منظر عام پر آچکا ہے۔

جذباتی گفتگو سے تو علمی اور دینی تحقیق کا حق ادا نہیں کیا جاسکتا پھر مسائل دینیہ میں افہام وتفہیم کی ضرورت ہوتی ہے کسی پر خواہ مخواہ اپنا موقف ٹھونسنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہوتی اور نہ کوئی شخص کسی شرعی مسئلہ کو اپنی انا کا مسئلہ بنالینے کا شرعاً مجاز ہے جو شخص حق کے واضح ہوجانے پر بھی ہتھیار نہیں ڈالتا تو پھر وہ براہ راست شریعت مطہرہ سے ٹکر لے رہا ہے اور شریعت سے ٹکر لینے کا انجام کسی سے بھی پوشیدہ نہیں یہی وہ شریعت کی پاسداری ہے جس پر قبلہ پیر سید نصیر الدین شاہ رحمہ اللہ تعالی جبل استقامت بنے رہے اپنوں اور غیروں کے ظلم سہے لیکن شریعت کا علم بلند کئے رکھا اور اسی پر آپ کا وصال مبارک ہوا۔

عجب در ویست اندر دل اگر گوید زباں سو زد
وگر پنہاں کنم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات ان کی
انہی کی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات ان کی
فقط میرا ہاتھ چل رہا ہے انہی کا مطلب نکل رہا ہے
انہی کا مضمون انہی کا کاغذ قلم انہی کا دوات ان کی

علماء اہلسنت پر خصوصاً واضح ہو کہ 1992ء میں گولڑہ شریف میں تقریب عرس حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ پر ایک نام ونہاد مفتی واعظ نے برسر منبر یہ دعویٰ کیا کہ غیر سید ہاشمی ہو یا قریشی سیدہ فاطمیہ کی کفو نہیں ہے اس لیئے ان دو کے درمیان نکاح جائز اور منعقد ہی نہیں ہوتا خواہ یہ نکاح سیدہ کے ولی اقرب کی اجازت ورضامندی سے ہو یا بغیر رضامندیٔ ولی۔ لہٰذا سیدہ کے غیر سید سے نکاح کی صورت میں تعلقات زوجیت زنا کے زمرے میں داخل ہونگے (العیاذ باللہ)

اس کے جواب میں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے سیف العطا علی اعناق من طغی واعرض عن دین المصطفیٰ ﷺ کتاب نکاح سید وغیر سید کے سلسلے میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور فتاویٰ کی تشریح فرمائی اور شریعت میں اس نکاح کے حکم کو بیان فرمایا یقیناً آپ کی یہ کتاب ایک لافانی، مدلل، حق گوئی اور غیر متذلزل حقائق وشواہد پر مبنی ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے جس میں آپ نے اپنے پیرو مرشد پر لگائے جانے والے الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ بندہ کے نزدیک کتاب سیف العطاء کی وہی حیثیت ہے جو فتاویٰ عالمگیری کی ہے۔ متلاشیان تحقیق کتاب سیف العطاء مطالعہ کر کے نتیجہ اخذ کر لیں۔ بندہ ناچیز فتاویٰ مہریہ پر گفتگو کرنے سے عاجز ہے کیونکہ یہ مقام ادب ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی مہریہ کی عبارت

۔

اس میں تو یہ ہے العجمی لا یکون کفواً للعربیۃ ولو عالما او سلطاناً وھو الاصح یار لوگوں نے اس عبارت کا یہ مطلب بیان کیا کہ غیر سید ہاشمی ہو یا قریشی سیدہ فاطمیہ کی کفو نہیں ہے اور ان میں نکاح جائز نہیں خواہ ولی راضی ہو یا نہ ہو اور اگر نکاح ہوا تو زفاف اور تعلقات زوجیت زنا ہے اس مطلب کو اعلیٰ حضرت گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کی طرف منسوب کیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ اس لئے بہتان لگایا گیا ہے کہ یار لوگوں نے العجمی کا معنی ہاشمی اور قریشی کیا ہے حالانکہ العجمی ان کی ضد ہے ۔یاد رہے کہ 1992ء میں حضور غوث پاک رضی اللہ عنہ کے عرس مبارک کے موقع پر آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ میں مفتی عبدالشکور قبلہ استاذی المکرمؒ کے کمرے میں آیا اور قبلہ استاذی المکرمؒ سے کفو کے مسئلہ میں حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہؒ کے فتاوی کے متعلق گفتگو کی ۔تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے فرمایا کہ تدریسی مصروفیات کی وجہ سے میں نے اس فتویٰ پر غور وخوض نہیں کیا لہٰذا میری طرف سے نہ ہاں ہے اور نہ نہ ہے۔ اور نہ ہی عرس شریف کی مجلس میں میری طرف کوئی بات منسوب کرنا ہوا یہ ہے کہ جب عرس شریف کی مجلس شروع ہوئی تو مفتی عبدالشکور تقریر کیلئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے تقریر کے آغاز میں ہی مرکز رحمت پر کھڑے ہو کر قبلہ استاذی المکرمؒ کیلئے ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے کہ سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو گئے لیکن قبلہ استاذی المکرمؒ مجلس

کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجسمہ سکوت بنے رہے ورنہ اگر قبلہ استاذی المکرمؒ کھڑے ہو کر مجلس کے آداب کو بالائے طاق رکھ کر مفتی سے اس فتویٰ کی حقیقت دریافت کرتے تو مفتی آپ کے سامنے تو کیا آپ کے ایک ادنیٰ سے تلمیذ کی حیثیت سے بھی گفتگو نہ کر پاتا۔ قبلہ استاذی المکرمؒ صرف اپنے مرشد خانہ اور حضور غوث اعظمؓ کی مجلس کے آداب کو مد نظر رکھتے ہوئے خاموش رہے جس کا مفتی نے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے طوفان بدتمیزی برپا کیا اور اس نام ونہاد مفتی کی علمی لیاقت تو اتنی تھی کہ قرآن پاک کی آیت فاذکرونی اذکرکم کو فاذکرونی اذکُرُکم یعنی بضم الراء تکرار کرتا رہا جس پر مجلس میں موجود علماء کرام تبسم بلب رہے اختتام مجلس پر جب مفتی صاحب کی توجہ اس طرف مبذول کرائی گئی تو مفتی صاحب نے ذَکَرَا،یَذْکُرُ کی گردان شروع کر دی اور جب متکلم کے صیغے زبان پر لائے تو کہنے لگے یہ دیکھو اَذْکُرُ نَذْکُرُ نہیں ہے؟ اس بے چارے مفتی کی علمی لیاقت یہ تھی کہ اس کو معلوم نہیں تھا کہ جزم کس وجہ سے واقع ہوئی ہے تو کسی طالب علم نے کہا کہ مفتی صاحب یہ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ اسی طرح اکثر مفتی صاحب گلستان اور بوستان کے اشعار بھی غلط پڑھتے تھے جس پر علماء حیران رہتے تھے صرف اسی مجلس پر مفتی صاحب نے اکتفاء نہیں کیا بلکہ کئی سال عرس شریف کی ہر مجلس میں قبلہ استاذی المکرمؒ کے متعلق ”بے حیاء ہر چہ خواہی باش کن“ کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اب مفتی صاحب اس دنیا سے چلے گئے ہیں اور شرح شریف کا حکم یہی ہے کہ مرنے والے کو اچھے الفاظ سے یاد کیا جائے ورنہ ہمارے دماغ میں ایسے میزائل تھے جو ہم مفتی صاحب پر چلاتے اور مفتی آنے والی نسلوں کو سبق سکھاتے کہ شرفاء کی پگڑیوں کو نہیں اچھالنا چاہیے۔

بعد ازاں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ گھر تشریف لائے اور آتے ہی بندہ کو حکم فرمایا کہ میرے کتب خانہ سے بحر الرائق، شامی، ہدایہ وغیرہ کتابیں نکال کے لے آؤ۔ بندہ نے کتابیں نکال کر دیں تو قبلہ استاذی المکرمؒ نے اسی دن سے کتاب سیف العطاء لکھنے کا آغاز فرمایا اور طبیعت پر بوجھ بھی تھا اور قبلہ استاذی المکرمؒ نے ناسازی طبیعت کے باوجود اتنی مدلل اور ضخیم

کتاب کو صرف ڈیڑھ ماہ میں مکمل فرمایا۔ اسی پریشانی کی وجہ سے قبلہ استاذی المکرّم کو دماغ پر فالج کا حملہ ہو گیا اور یہی جاں لیوا ثابت ہوا۔ یاد رہے کہ قبلہ استاذ المکرّم کی کتاب معرض وجود میں آنے سے پہلے آستانہ عالیہ سے مسئلہ کفو پر وقتاً فوقتاً مختلف رسائل شائع ہوتے رہے مگر جب قبلہ استاذی المکرّم کی اس مسئلہ پر شہرہ آفاق کتاب سیف العطاء شائع ہوئی تو اس کے بعد آج تک اس مسئلہ پر کوئی رسالہ یا کتاب منظر عام پر نہیں آئی۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء۔

ایک دفعہ صاحبزادہ والاشان پیر سید نصیر الدین نصیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ شیخ الجامعہ یعنی مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کس علم میں ماہر تھے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیخ الجامعہ صاحب اور استاد بندیال شریف والے استاد صاحب پیلانوالے یعنی مولانا غلام محمود صاحب اور استاد صاحب اچھرہ والے یعنی مولانا مہر محمد صاحب یہ تمام شخصیات جس علم میں لب کشائی فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ یہ اس فن میں ماہر ہیں الغرض یہ علماء ہر فن میں ماہر تھے سوائے استاد صاحب بندیال شریف والوں کے تمام کی بیعت گولڑہ مقدسہ میں حضور قبلہ عالم سے تھی تو پھر حضور قبلہ عالم کے علم کا عالم کیا ہوگا؟

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غلام یحییٰ کتاب پر جو حاشیہ ہے علماء کرام کہتے ہیں کہ یہ حاشیہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحبزادی صاحبہ رحمہا اللہ کا ہے۔

یعنی آپ اتنی بڑی فاضلہ تھیں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی اسباق پڑھ کر جب گھر تشریف لاتے تو اپنی اسی ہمشیرہ صاحبہ سے تکرار فرماتے اور وہ اتنی فاضلہ تھیں کہ وہ تکرار میں مولانا عبد الحق صاحب کو زیر کر دیتی اور فرماتیں کہ آپ ایسے ہی طلباء کا بیڑا غرق کریں گے اور جب مولانا عبد الحق صاحب تحصیل علوم

سے فارغ ہونے کے بعد طلباء کو اسباق پڑھاتے تو آپ کی ہمشیرہ صاحبہ پردے کی اوٹ میں سماعت فرماتیں اور جب آپ گھر تشریف لے جاتے تو وہ فرماتیں کہ آپ ایسے ہی طلباء کا بیڑا غرق کرتے رہتے ہیں یاد رہے کہ آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا یہ فرمانا کہ آپ طلباء کا بیڑا غرق کرتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے علامہ عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اسباق پڑھانے میں کمزور تھے بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپکی ہمشیرہ محترمہ آپ سے زیادہ علوم وفنون میں مہارت رکھتی تھیں۔ اور جب مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار ہوتے تو طلباء سے کہہ دیتے کہ مائی صاحبہ سے سبق پڑھ لینا مائی صاحبہ پس پردہ زبانی سبق پڑھاتی تھیں اور بعینہٖ اپنے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسی تقریر فرماتیں۔ مائی صاحبہ کی قابلیت دیکھ کر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی فرمایا کرتے کہ کاش کہ تو عبد الحق ہوتی۔

آپ نے فرمایا کہ خیر آبادی بہت متبحر علماء ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہدایت پر تھے اگر خدانخواستہ کسی دوسرے عقیدے پر ہوتے تو کیا کیا کرتے۔ مولانا عبد السلام خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ جو مذکورہ مائی صاحبہ کے صاحبزادے ہیں مولانا عبد السلام خیر آبادی کی والدہ ماجدہ کو ان کے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود پڑھایا تھا وہ پڑھاتے وقت طلباء سے پس پردہ استفسار فرماتی تھیں کہ بچو کون سی کتاب پڑھنے کیلئے لائے ہو اور کہاں سے پڑھنی ہے طلباء کے کہنے پر اس مقام سے زبانی تقریر فرمایا دیا کرتی تھیں طلباء سے عبارت بالکل نہیں سنتیں تھیں اور تمام اسباق زبانی پڑھایا کرتی تھیں یہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صاحبزادی اور مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہمشیرہ صاحبہ اور مولانا عبد السلام کی والدہ ماجدہ تھیں رحمہم اللہ علیہم اجمعین۔

اب مولانا عبد الحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کا اندازہ لگائے مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے والد گرامی سے تحصیل علوم سے فراغت حاصل کی تو مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جید علماء کو بلوایا کہ مولانا عبد الحق صاحب رحمہ

اللہ تعالیٰ کا امتحان لیں جب وہ علماء آئے تو انہوں نے عبدالحق صاحب سے ہدایہ شریف کا ایک مقام حل کرنے کو کہا جب مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام کی تقریر کی تو وہ تمام علماء عش عش کر اٹھے اور مولانا عبدالحق صاحب کی تحسین فرمائی جب وہ تحسین فرما چکے تو مولانا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں نے یہ تقریر غلط بیان کی ہے اب اس کا رد سنئے۔ جب علماء نے یہ تقریر سنی تو وہ حیران رہ گئے کہ واقعی یہ تقریر ٹھیک ہے اور انہوں نے مولانا عبدالحق صاحب کی تحسین کی جب وہ خاموش ہو گئے تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ یہ تقریر بھی میں نے غلط بیان کی ہے اب اس کا رد سنیں علیٰ ہذا القیاس آپ نے متعدد تقاریر کیں اور ان کا رد بیان کیا آخر وہ علماء عاجز آکر چلے گئے اور مولانا فضل حق خیر آبادی سے کہنے لگے کہ عبدالحق صاحب کا امتحان لینا ہمارے بس کا کام نہیں ہے۔

اب مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

ہندوستان میں ایک بہت بڑے مایہ ناز عالم دین ہو گزرے ہیں جن کو دنیا استاذ کل کے نام سے یاد کرتی ہے جن کا نام نامی اسم گرامی مولانا لطف اللہ[1] صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اپنے دور میں ان کا بہت علمی چرچا تھا ایک دن مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ ان کا سبق پڑھانا ملاحظہ فرمانے کیلئے تشریف لے گئے جب مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ تعالیٰ طلباء کو اسباق پڑھا رہے تھے تو مولانا عبدالحق صاحب قریب سے گزرے اور گزرتے ہوئے سبق سماعت فرمایا اور کہنے لگے کہ مولانا لطف اللہ صاحب ترجمہ اچھا کرتے ہیں

اسی طرح جب مولانا عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے جب آپ طلباء کو اسباق پڑھاتے تھے تو اپنے سر پر وہ دستار فضیلت سجاتے تھے جو تحصیل

۱۔ یکے از استاذ گرامی حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ

علوم کے بعد آپ کے والد گرامی نے آپ کے سر پر سجائی تھی آپ سر پر دستار سجائے ہوئے طلباء کو اسباق پڑھا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے اعتراض کیا آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا پھر اس نے سوال کیا تو آپ نے جواب دیا اسی طرح وہ طالب علم دو تین دن سوال کرتا رہا اور آپ جواب ارشاد فرماتے رہے آخر آپ اس کو ناراض ہو کر ارشاد فرمانے لگے کہ آئندہ اعتراض نہ کرنا گویا کہ اس طالب علم نے اعتراضات کی گٹھڑی اٹھائی ہوئی تھی آخر وہ طالب علم دل برداشتہ ہو کر مولانا فضل حق خیر آبادی صاحب کی بارگاہ میں چلا گیا اور سارا ماجرا بیان کیا مولانا فضل حق خیر آبادی اس طالب کے ساتھ مولانا عبدالحق صاحب کے پاس تشریف لے آئے جہاں طلباء کا جم غفیر آپ سے استفادہ کر رہا تھا مولانا فضل حق صاحب نے آتے ہی مولانا عبدالحق صاحب کو ایک تھپڑ رسید کیا جس سے آپ کے سر مبارک سے دستار گر گئی اور فضل حق صاحب نے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے بسم اللہ کے گنبد کے نیچے بیٹھ کر علم حاصل کیا تم کو طلباء کی کیا قدر ہے اگر تم باہر جا کر پڑھتے تو تمہیں علم ہوتا کہ طلباء کی کیا شان ہے؟ آخر آپ نے اس طالب علم کو فرمایا کہ کل سے میرے پاس آنا جب دوسرے دن وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کے اعتراضات کا جواب دیا اور دو تین اعتراض اس پر کر دیئے کہ اس کا جواب لا کر ہمیں دو وہ طالب علم ان اعتراضوں کا جواب تلاش کرنے کیلئے پوری دنیا میں گھومتا رہا لیکن کسی نے بھی اس کو جواب نہ دیا آخر وہ فوت ہو گیا۔

ان مذکورہ واقعات سے مولانا عبدالحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم پر روشنی پڑتی ہے کہ آپ کتنے بڑے بلند پایہ عالم دین تھے اور آپ کی ہمشیرہ کے علم کا کیا کہنا اور پھر مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا علم کتنا ہوگا جو کہ ان دونوں ہستیوں کے استاد ہیں۔

یوں تو مولانا فضل حق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علم منطق کے مسلم امام ہیں یعنی آپ نے منطق میں روح پھونکی اس کے باوجود آپ نے کبھی اپنے آپ کو منطقی نہ کہا ویسے تو آپ ہر علم کے مسلم امام تھے باوجود اس کے فرمایا کرتے کہ مجھے ادب میں کچھ دسترس ہے۔

اب بندہ مولانا فضل حق صاحب خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر کو قارئین کی نظر کرتا ہے۔

اے فرقتی در کعبہ رفتی بارہا
نا مسلمان نا مسلمانی ہنوز

فرقتی مولانا فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تخلص ہے اس شعر میں مولانا نے اپنے آپ کو خطاب فرمایا دراصل معنی یہ ہے کہ اگر کعبہ میں بار بار جانے سے حالت تبدیل نہ ہو بری عادات اسی طرح رہیں تو نا مسلمان نا مسلمانی والا مصرعہ صادق آتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تقریباً ساڑھے آٹھ سال تک آستانہ عالیہ سیال شریف میں فرائض تدریس سرانجام دیتے رہے یہ دور حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمرالدین سیالوی نوراللہ مرقدہٗ کا دور تھا اور یہ بڑا سنہری اور علمی دور تھا اور قبلہ استاذی المکرّم اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما یہ دونوں ہستیاں علم کے بلند مرتبے پر فائز تھیں۔اور ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمرالدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ فقہ کی کتابوں میں آتا ہے کہ شمس الدین نام رکھنا منع ہے جبکہ حضور پیر سیال نوراللہ مرقدہٗ کا اسم گرامی شمس الدین ہے تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں حضور پیر سیال نوراللہ مرقدہٗ کے ہاتھ مبارک کے دستخط موجود ہیں اور ان پر لکھا ہوا ہے محمد شمس الدین (رحمہ اللہ) یعنی حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پیر سیال علیہ الرحمۃ کا صحیح نام محمد شمس الدین ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ عنہ نے تقریباً 12 سال مکھڈ شریف میں مولانا محمد علی صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے علم دین حاصل کیا اور دورہ حدیث شریف کابل (افغانستان) میں حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا حضرت علامہ مولانا غلام نبی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ للٰہی للہ شریف اور خواجہ محمد شمس الدین نے

اکٹھا دورہ حدیث شریف حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کیا ہے ان دونوں حضرات کی آپس میں بہت زیادہ محبت تھی حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث گزرے ہیں اور یہ شارح بخاری شریف ہیں اور ان کی شرح کا نام (منح الباری) ہے۔قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس شرح کے ہوتے ہوئے بخاری شریف کی کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں ہے یہ شرح فارسی زبان میں ہے اور حضرت شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ کی شرح کی طرز پر ہے اور یہ کسی دور میں ایک دفعہ چھپی بھی ہے اور پشاور کی یونیورسٹی میں اس کا مسودہ موجود ہے اور اس کے پہلے پارے کی جلد آستانہ علیہ مکھڈ شریف اور بندیال شریف میں موجود ہے اور یہ حافظ دراز صاحب رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کا قاضی مبارک پر حاشیہ ہے اور ان کا صحیح نام حافظ محمد احسن صاحب المعروف حافظ دراز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہ پشاور کے مضافات قصبہ خاشاب کے رہنے والے تھے اور انہوں نے مولوی اسماعیل قتیل کے خلاف تقریری اور تحریری جہاد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔اور قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ منح الباری شرح بخاری کے بڑے دلدادہ تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی اس شرح کو شائع کرادے تو اس کا اہلسنت وجماعت پر بہت بڑا احسان ہوگا۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خواجہ محمد شمس الدین صاحب سیالوی نوراللہ مرقدہٗ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) خواجہ محمد دین صاحب۔(۲) خواجہ فضل دین صاحب۔(۳) خواجہ شعاع الدین صاحب سیالوبین رحمہم اللہ تعالیٰ (سیال شریف)

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا روضہ شریف حضرت ثانی غریب نواز کے زمانے میں تعمیر ہوا جو مستری، ثانی صاحب نے کام پر لگایا اس نے روضہ شریف کی بنیاد کھودنا شروع کردی وہ بہت گہرائی تک لے گیا حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا تو فرمانے لگے کہ اتنی گہرائی تک چلے گئے ہو اب کھودنا ختم کردو ثانی صاحب اتنا فرماتے اور گھر آجاتے اور مستری دوبارہ کھودائی

شروع کر دیتے اور جب ثانی صاحب دوبارہ تشریف لاتے تو مزدور کام ختم کر دیتے جب ثانی صاحب چلے جاتے تو وہ پھر کھودنا شروع کر دیتے۔ ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جب دو تین دن اسی طرح دیکھا تو ثانی صاحب نے حکم دیا کہ اب کھودنا بالکل ختم کر دو مستری صاحب نے کہا کہ اب میں کھودنا تو ختم کر دیتا ہوں لیکن میری تسلی نہیں ہوگی ثانی صاحب کے زمانے میں بہت سخت سیلاب آیا تو سیال شریف میں پانی داخل ہو گیا جب ثانی صاحب نے یہ منظر دیکھا تو بہت خوش ہو کر کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ مستری کی قبر کو ٹھنڈا کرے اگر وہ میرے کہنے پر چلتا تو آج کام بگڑ جاتا۔

یاد رہے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے روضہ کی بنیادیں پانی کی تہہ تک ہیں۔ حضور پیر سیال لجپال رضی اللہ عنہ کے روضہ کی بنیادیں بڑی بڑی لکڑیوں کی گیلیوں سے رکھی گئیں ہیں سیال شریف کا علاقہ سیم زدہ ہے روضہ شریف کی بنیادوں کیلئے بڑی بڑی گیلیاں کشمیر سے لائی گئیں اس وقت اور کوئی ذریعہ نہ تھا وہ دریا کے ذریعے حکومت کی نگرانی میں وہ لکڑی سیال شریف دریا کے کنارے پہنچائی جاتی ایک دفعہ بہت بڑی گیلی آئی تمام خدام آستانہ عالیہ اس لکڑی کو باہر نکالنے سے عاجز آ گئے انہوں نے مشورہ کیا صاحبزادہ فضل دین صاحب بہت زیادہ طاقت ور ہیں آج انہیں آزماتے ہیں خادموں نے حضرت ثانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ آپ صاحبزادہ فضل دین صاحب کو حکم فرمائیں کہ وہ لکڑی باہر نکلوائیں۔ ثانی صاحب نے فرمایا کہ بھائی فضل دین ذرا ان کی مدد کرنا فضل دین صاحب دریا کے کنارے تشریف لے گئے خادموں نے کہا کہ آج ہم ان کو لکڑی باہر نہیں نکالنے دیں گے اس لکڑی کو خادموں نے بڑی بڑی رسیوں سے باندھا اور طے کیا کہ جب فضل دین صاحب باہر کھینچیں گے تو ہم لکڑی کو اندر کی طرف دھکیلیں گے ایک طرف سے صاحبزادہ صاحب نے پکڑا اور دوسری طرف سے خادموں نے اور جب آپ نے لکڑی کو اپنی طرف کھینچا تو خادموں نے مخالف سمت زور لگایا تو جب صاحبزادہ فضل دین صاحب نے زور لگایا تو لکڑی باہر نہ آئی دوبارہ آپ نے نعرہ لگایا اور قوت سے لکڑی کو کھینچا تو

لکڑی باہر آ پڑی اور خادم دور دور جا گرے صاحبزادہ فضل دین صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ جسمانی قوت عطا فرمائی تھی۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صاحبزادہ فضل دین صاحب کڑانہ کی پہاڑیوں پر تشریف لے جاتے اور دس دس من کے پتھر اٹھا کر اپنے ہاتھوں پر گیند کی طرح اچھالتے رہتے اور جب لنگر شریف میں تشریف لاتے ثابت نمک کو اپنے ہاتھوں پر مروڑ کر پیس دیتے اور فرماتے کہ ہمیں بھی لنگر کی کچھ خدمت کرنے دو۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ بڑے بڑے لکڑی کے دانوں والی تسبیح پڑھتے اور تسبیح کو اس قدر زور سے گھماتے کہ ہفتہ دس دن کے بعد اس تسبیح کے دانے ٹوٹ جاتے۔

جس وقت حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا روضہ شریف تعمیر ہو رہا تھا تو بڑے بڑے پہلوان لوگ صاحبزادہ فضل دین صاحب کے ہاں تشریف لاتے ایک دن ایک پہلوان آیا اور آپ سے کہنے لگا کہ آج دیکھتے ہیں کہ کون زیادہ اینٹیں روضہ شریف کے اوپر لے جاتا ہے وہ پہلوان تقریباً پچاس اینٹیں لیکر بڑی مشکل سے روضہ کے اوپر چڑھ گیا اور جب صاحبزادہ فضل دین رحمہ اللہ تعالیٰ کی باری آئی تو آپ ستر 70 اینٹیں اٹھا کر اوپر تشریف لے گئے۔

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے تیسرے صاحبزادے شجاع الدین صاحب ہیں صاحبزادہ شجاع الدین صاحب بڑی ہی لطیف طبیعت کے مالک تھے اگر آپ کے سامنے کوئی آدمی بادام توڑ رہا ہوتا تو جب توڑنے والا کڑوے بادام کو توڑتا آپ اتنے لطیف تھے کہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ کڑوا بادام ہے اور آپ تھوکنے لگ جاتے اور فرماتے کہ پھینک دو اس بادام کو یہ کڑوا ہے۔ اور جب کبھی تیز ہوا چلتی اور آپ بوٹیوں کی خوشبو محسوس فرماتے تو آپ کو فوراً زکام لگ جاتا۔

جب حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کا روضہ شریف زیر تعمیر تھا تو صاحبزادہ شجاع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ روضہ شریف کے قریب سے گزر نہ فرماتے کہ کہیں روضہ شریف اوپر نہ گر جائے جب حضرت ثانی صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں اتنی محنت سے

روضہ شریف بنوا رہا ہوں اور آپ قریب سے بھی نہیں گزرتے ڈرتے ہیں کہ کہیں اوپر نہ گر
جائے۔

حضور پیر سیال لجپال رضی اللہ عنہ کا روضہ مبارک جس مستری صاحب نے تیار کیا ہے
اس کا محمد بخش ہے اس مستری نے نقشے کے مطابق کام شروع کر دیا جب اس کو آگے کام کی سمجھ نہ
آئی تو پھر وہ کام چھوڑ کر ملتان شریف کے علاقہ چلا جاتا وہ کام کسی ماہر مستری سے سمجھ کر آتا اور پھر
کام دوبارہ شروع کرتا روضہ شریف میں جو چونے کا پلستر ہوا ہے یہ پلستر کرنا بہت مشکل کام ہے
اس مستری کو اس پلستر کی سمجھ نہ آتی تھی وہ پھر ملتان شریف گیا جہاں چونے کے پلستر کا کام ہو رہا
تھا وہاں یہ مستری پھٹے پرانے کپڑے پہن کر گیا بال اس کے بڑھے ہوئے تھے یعنی نا سمجھ بن کر
گیا جس مالک کا کام ہو رہا تھا اس سے یہ کہنے لگا کہ میں غریب آدمی ہوں کسی کے آگے ہاتھ
پھیلاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے اور آپ کا کام مستری کر رہے ہیں مجھے بھی مزدوری پر کام
کرنے دیں میں ان مستریوں کے ساتھ مزدوری کروں گا اس نے کہا کیا بات ہے آپ مزدوری
کریں اس نے مستریوں کے ساتھ مزدوری شروع کر دی وہ مستری جو کام کر رہے تھے وہ چونے
کا پلستر تھا وہ مستری جب چونے کا مسالہ تیار کرتے اس وقت تمام مزدوروں کو باہر نکال دیتے
یعنی کوئی دیکھ نہ لے کہ ہم کس طرح مسالہ بناتے ہیں جب وہ مستری مسالہ بنا کر اس میں پانی
ڈال دیتے اس وقت مزدوروں کو کہتے اس کو تنگاریوں میں ڈال کر ہمیں دیں وہ مستری بھی
مزدوروں کے ساتھ تنگاری اٹھا کر مستریوں تک پہنچانے لگا مستری کہتے کہ یہاں رکھ اور وہ وہاں
رکھ دیتا وہ پھر کہتے کہ اس کو یہاں رکھو لیکن یہ پھر اٹھا کر تنگاری کو کسی اور جگہ پر رکھ دیتا ان مستریوں
نے سمجھا کہ یہ کوئی بیوقوف ہے لیکن یہ بھی بہت ماہر مستری تھا انہوں نے کہا کہ ہم مسالہ بھی اس
سے بنوائیں گے انہوں نے مسالہ بھی اس سے بنوانا شروع کر دیا اس نے صحیح طور پر سمجھ لیا کہ یہ
مسالہ کس طرح بناتے ہیں اور کس طرح پلستر کرتے ہیں ایک دن ان مستریوں نے دوپہر کے
کھانے کیلئے کام چھوڑا وہ مستری تمام دن میں ایک ہاتھ کام کرتے تھے جب انہوں نے کام

چھوڑا تو اس نے کام شروع کر دیا اس نے ایک گھنٹہ میں دو ہاتھ کام کیا جب وہ مستری واپس کام
پر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ یہ کام کس نے کیا ہے اس نے کہا کہ میں نے کیا ہے ان کے کام اور
اس کے کام میں کوئی فرق معلوم نہ ہوتا تھا آخر اس نے پندرہ روپے ان مستریوں کو دیئے اور ان کو
کہا السلام علیکم تم ہمارے استاد اور میں شاگرد یہ پندرہ روپے آپ کا نذرانہ ہے اور اس نے واپس
سیال شریف آ کر اس طرح چونے کے پلستر کا کام شروع کر دیا۔

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور پر جو ڈولی بنی ہوئی ہے اور اس پر جو جالیاں لگی
ہوئی ہیں اس مستری کو جالیاں بنانے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ جالیوں کا کام سمجھنے کیلئے آگرہ تاج
محل (ہندوستان) گیا وہاں سے کام سمجھ کر آیا اور پھر شروع کر دیا۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سردیوں
میں ہمیشہ بنگلے شریف میں ایک مکان میں رہتے تھے اور ساری رات آگ جلایا کرتے تھے اور
اسے تاپتے تھے اس کمرے میں ایک دھواں کش بنا ہوا تھا اور اس کمرے سے دھواں باہر چلا جاتا
تھا اور اس کمرہ میں ایک ڈاٹ بنی ہوئی تھی اس پر پلستر کیا ہوا تھا اور اس مستری نے اپنے ایک
شاگرد کو سمجھایا تھا کہ جس وقت آپ کو ڈاٹ بنانے کی سمجھ نہ آئے تو اس پلستر کو اکھیڑ کر سمجھ لینا روضہ
شریف بنگلہ شریف اور مجلس خانہ اسی مستری نے بنایا تھا اور مسجد شریف حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد
قمر الدین سیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنوائی تھی حضرت صاحب نے ساہیوال کے مستری
کام پر لگا رکھے تھے اور مسجد کے دروازوں پر جب ڈاٹیں بنانے کی باری آئی وہ ڈاٹیں بناتے اور
غلط ہو جائیں آخر حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کو معلوم تھا کہ اس مستری نے اپنے ایک شاگرد کو
بتایا تھا یہاں سے پلستر اکھیڑ کر دیکھ لینا آپ نے اس شاگرد کو بلوایا اور فرمایا کہ ڈاٹوں کی سمجھ نہیں
آ رہی اس نے پلستر اکھیڑ کر ڈاٹ دیکھیں اور تمام مستریوں نے اس کی کل پیمائش کر کے پھر
دروازوں پر ڈاٹیں بنائیں تو بالکل وہ صحیح بنیں وہ مستری اتنے خوش ہوئے کہ مسجد میں ناچنے
لگے۔

جس وقت حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ، مولانا معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ کے ہاں اجمیر شریف میں تعلیم حاصل کر رہے تھے تو اجمیر شریف کے آستانہ عالیہ پر ایک اسمبلی منعقد ہوتی تھی جس طرح حکومتی اسمبلی کا اجلاس ہوتا ہے اس اجلاس میں چشتی سلسلہ کے تمام مشائخ عظام حاضر ہوتے تھے اور حضرت خواجہ غریب نواز اجمیری رضی اللہ عنہ کے آستانہ عالیہ کے سجادہ نشین اس اجلاس کی صدارت کرتے تھے اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ہر اجلاس میں شامل ہوتے تھے اور پھر جب آپ سیال شریف واپس تشریف لائے تو پھر یہاں سے اجمیر شریف اجلاس میں شرکت کیلئے جایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے عم مکرم میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا کہ اس دفعہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں میاں سعد اللہ صاحب نے کہا کہ جناب آپ تو شہنشاہ آدمی ہیں اور میں غریب آدمی ہوں اتنا خرچہ برداشت نہیں کر سکتا تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کا خرچہ برداشت کروں گا۔ تو میاں سعد اللہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میں اکیلا نہیں جاؤں گا میرے ساتھ میرے خدام بھی ہونگے تو حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ میں ان کا خرچہ بھی برداشت کرونگا تو میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ میں راستے میں اور خرچہ بھی کراؤنگا۔ تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ٹھیک ہے میں وہ بھی برداشت کروں گا یعنی میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا جانے کا ارادہ نہ تھا میاں سعد اللہ صاحب نے حساب کیا تو آپ کا کل خرچہ تین ہزار 3000 روپے بنتا تھا تو حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے میں برداشت کرونگا آخر کار میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ اتنا خرچہ کیوں برداشت کر رہے ہیں؟ تو حضرت صاحب علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ثواب ہوگا تو میاں سعد اللہ صاحب نے کہا کہ اگر آپ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو آپ 3000 ہزار روپے مجھے دے دیں میں اپنے اہل وعیال کی پرورش کروں گا اور آپ کو ثواب مل جائیگا۔

یاد رہے کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت قلندرانہ تھی اور آپ نہایت ہی خوش طبع تھے۔

اسی طرح قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے میاں سعد اللہ صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک ملفوظ سنایا۔ ملفوظ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کا سیال شریف میں عرس منایا جا رہا تھا بڑی مخلوق عرس پر حاضر تھی خصوصاً مستورات کا بڑا انبوہ تھا گھر میں اتنی بھیڑ تھی کہ مستورات کو لیٹنے کیلئے چارپائی نہیں ملتی تھی آخر خدا خدا کر کے عرس شریف ختم ہوا اور مخلوق خدا اپنے اپنے گھروں کو واپس ہونے لگی صاحبزادہ میاں سعد اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے جب لوگوں کو گھر جاتے دیکھا تو میرے منہ سے یہ نکلا کہ شکر ہے پیر بھائی گھروں کو جانے لگے ہیں گھر میں اٹھنے بیٹھنے کیلئے جگہ نہیں میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ جب میرے والد گرامی جناب ثانی صاحب نے میری یہ بات سنی تو مجھے زور سے پکارا کہ سعد اللہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کی جناب کیا کہہ رہا ہوں؟ پیر بھائیوں نے تنگ کر رکھا ہے اٹھنے بیٹھنے کیلئے جگہ نہیں ہے۔ اب پیر بھائی گھروں کو جا رہے ہیں اب کچھ آسانی ہوگی۔ حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا تو یہ خیال ہے لیکن اپنے باپ سے نہیں پوچھتے میرا تو جی چاہتا ہے کہ ان پیر بھائیوں کے ساتھ ان کے گھروں کو چلا جاؤں۔ حضرت ثانی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی اپنے مریدین کے ساتھ محبت عشق کی حد تک تھی اور مریدین کی محبت بھی اسی طرح تھی۔

میاں سعد اللہ سیالویؒ کے قلندرانے بازبانِ استاذ العلماءؒ:

قبلہ استاذی المکرمؒ فرماتے تھے کہ میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیالوی فقیر کے دنیاداری کے استاد ہیں میاں سعد اللہ صاحب سیالویؒ کا شمار دانائے زمانہ لوگوں میں سے ہوتا ہے اور آپ کی طبیعت میں مزاح لطیف کا عنصر موجود تھا اور آپ کے قلندرانے مشہور تھے قبلہ استاذی المکرمؒ اکثر و بیشتر ان کو دوران اسباق بیان فرماتے اور سامعین کی طبیعت کو خوش فرماتے۔ بندہ ناچیز نے قبلہ استاذی المکرمؒ سے آپ کے جو قلندرانے سنے ہیں انکو قارئین کی نظر کرتا ہے۔

☆۔ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالویؒ فرماتے تھے کہ جس طرح اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھتے ہیں اسی طرح اعوذ باللہ من الگان والبان بھی پڑھنا چاہیے، گان سے مراد صاحبزادگان اور بان سے مراد گاڑی بان ہے۔

☆۔ اسی طرح آپ فرماتے تھے کہ تقدیر تو اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے ٹلتی نہیں لیکن جان بوجھ کر تقدیر کو انگشت نہیں دینی چاہیے۔

☆۔ جہاں کہیں حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ مناظرے کی تاریخ مقرر فرماتے تو میاں سعد اللہ صاحبؒ استاذی المکرمؒ کو فرماتے کہ مولوی صاحب سنا ہے ہمارے گدی نشین کہیں میچ رکھا ہے۔

☆۔ کشف القبور کے متعلق فرماتے تھے کہ فلاں آدمی کہتا ہے کہ مجھ کو کشف القبور ہے کشف القبور تو ''بجو'' کو ہوتا ہے تم ''بجو'' ہو

☆۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا لائسنس ہوتا ہے گھی بیچنے کا، تمباکو، نسوار وغیرہ بیچنے کا لیکن پیری مریدی ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی لائسنس نہیں جو بھی چادر کھول دے وہی غوث زماں بن جاتا ہے۔

☆۔ ایک دفعہ میاں سعد اللہ صاحبؒ نے قبلہ بابو جی یعنی غلام محی الدین گولڑویؒ کو فرمایا کہ آپ تمام بال بچے چھوٹے بڑے لے کر حج و عمرہ کیلئے ہر سال چلے جاتے ہیں آپ نے مدینہ لاہور بنایا ہوا ہے۔

☆۔ ہوائی جہاز کے متعلق فرماتے تھے کہ اس پر سفر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس وقت اس کو آگ لگتی ہے نہ اس وقت کوئی داد سنتا ہے نہ فریاد۔ بلکہ منٹوں اور سیکنڈوں میں جل جاتا ہے۔ اور نہ ہی آدمی کسی درخت کی ٹہنی پکڑ سکتا ہے۔

☆۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ پتا نہیں مجھے کتنی خلافتیں ہیں لیکن پیری مریدی والا کتا کام ہم سے نہیں ہوتا۔

☆۔ آپ منہ میں سبز نسوار ڈالتے تھے اگر آپ کے پاس نسوار ختم ہو جاتی تو کوئی آدمی جو باہر سے آتا اور آپ اس آدمی سے فرماتے کہ نسوار ہے اور اگر وہ کہتا کہ میرے پاس نہیں ہے تو آپ فرماتے کہ بڑا بے ذوق آدمی ہے۔

☆۔ ایک مرتبہ آپ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ پیر صاحب ہمارے بڑے بزرگ کوئی پیر شیر بھی تھے یا ویسے ہی پکھنڈ بنایا ہوتھا تو حضرت صاحب خاموش ہو گئے تیسری مرتبہ حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہؒ نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ فرماتے ہیں کہ آپ کے جسم کے تمام بال اٹھے ہوئے تھے آنکھیں سرخ اور ابھری ہوئی تھیں تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ آپ تو میرے اعلیٰ حضرت جناب شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کی اولاد سے ہیں اگر کوئی اور ہوتا تو میں دوسری دفعہ ہی اس کو آگے نہ کہنے دیتا۔

☆۔ ایک دفعہ میاں سعد اللہ صاحبؒ سیالوی مہار شریف تشریف لے گئے تو وہاں کے صاحبزادگان نے آپ سے کہا کہ دیکھو گولڑہ شریف والے آپ کے مرید ہیں لیکن آپ ان کی بڑی چاپلوسی کرتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ ایک تو اس کا جواب عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ جواب صاحبزادگان باشد خموشی اور دوسرا جواب میرا ہے کہ میرے بزرگ خصوصا

حضرت ثانی لاثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کا بے حد احترام کرتے اگر میں حلالی ہوں تو اپنے بزرگوں کا عقیدہ اپناؤں اور پھر حضرت ثانی صاحبؒ کا آپ سے تعلق بیان کرتے۔

☆۔ میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ مرید ویسے تو بہت عقیدت مند ہوتے ہیں اور کہتے ہیں جی ہم آپ کے کتے ہم آپ کے غلام، اگر ان کو کہا جائے کہ ووٹ ادھر دینا ہے تو وہ بالکل نہیں دیں گے۔

☆۔ آپ فرماتے تھے جس وقت مولوی لوگ گھر سے کہیں باہر جاتے ہیں تو عورتوں کی طرح تمام سرخی پاؤڈر ساتھ لے جاتے ہیں۔

☆۔ آپ کا ایک کوٹ تھا اس کے اندر ایسا کپڑا لگا ہوا تھا جس طرح جانور کی کھال ہوتی ہے آپ جس وقت اپنا کوٹ مانگتے تو فرماتے کہ اوفلاں! میرا ریچھ لے آؤ۔

☆۔ جس وقت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں اسباق پڑھا رہے ہوتے تو چھوٹے لڑکے اگر شور مچاتے تو میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے کہ کہاں گئے ہیں داخلی منصوبہ بندی والے۔

☆۔ جب کوئی موذن اذان دیتا تو اگر اس کو اذان میں کھانسی آجاتی تو آپ فرماتے کہ بس کر ان فلو نزلہ نہ پھیلا۔

☆۔ جب حضور قبلہ حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے صاحبزادوں کے ہمراہ آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوتے تو آپ صاحبزادہ سعد اللہ صاحب کے ڈیرہ پر قیام فرماتے اور آپ اپنے صاحبزادوں کو ارشاد فرماتے کہ اپنی جوتیاں خود اٹھاؤ اور ایک کمبل لے لو اور دونوں بھائی نیچے چٹائی پر آرام کر لو جبکہ حضور بابو جیؒ چارپائی پر آرام فرماتے تو میاں سعد اللہ صاحبؒ بابو جیؒ سے فرماتے کہ آپ نے صاحبزادوں کی مٹی پلید کر رکھی ہے۔

☆۔ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ پیروں کو مرید برباد کرتے ہیں کیونکہ پیر صاحب اگر غلط بات بھی کرتے ہیں تو مرید کہتے ہیں ٹھیک ہے! جی حضور! چاہے حضور غلط

فرما رہے ہوں اس لئے کہ مرید حضور کی ہر بات پر جی حضور! جی حضور! کرتے ہیں تو پیر صاحب سمجھتے ہیں کہ ہم جو بات بھی کرتے ہیں وہ ٹھیک ہوتی ہے اور واقعہ میں اس کے خلاف ہوتی ہے۔

☆۔ آپ فرماتے تھے کہ عورت مرد کو کہے کہ میرے لئے بازار سے جوتے لے آنا تو جو آدمی عورت کیلئے جوتے لاتا ہے تو اس کی ساری زندگی پھر جوتے لاتے ہی گزر جاتی ہے۔

نوٹ:۔ بندہ نے صاحبزادہ میاں سعد اللہ سیالوی علیہ الرحمۃ کے قلندرانے لکھے ہیں ہو سکتا ہے کہ قارئین میں سے کسی کی طبع کے موافق نہ ہوں تو بندہ کو اس میں معذور سمجھیں کیونکہ بندہ نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بارہا دفعہ یہ سنے ہیں آپ اکثر اسباق میں بیان فرماتے تھے میں اس لئے ان کو تحریری صورت میں لایا ہوں تا کہ قبلہ استاذی المکرّمؒ کے حلقہ تلازم میں ان کا ذکر ہوتا رہے اور صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب سیالویؒ کی یاد تازہ ہوتی رہے کیونکہ قبلہ استاذی المکرّمؒ کا ان کے ساتھ ایک انوکھا تعلق تھا۔

نوٹ: جگر گوشہ استاذ العلماء صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کا حکم تھا کہ صاحبزادہ میاں سعد اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا کتاب میں کسی نہ کسی ذریعے سے ذکر ضرور کرنا ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ ساہیوال نزد سیال شریف ضلع سرگودھا میں جو بلوچ رہتے تھے حکومت کا نظام ان کے ہاتھ میں تھا اور جو بلوچوں کا سردار تھا وہ حضور خواجہ محمد شمس الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں گزرا ہے یہ بلوچ حضور پیر سیال علیہ الرحمۃ کے ساتھ تونسہ شریف حضور پیر پٹھان حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور بلوچ نے حضور پیر پٹھان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کی کہ حضور دنیاداری میرے پاس بہت ہے میں دنیا سے رج گیا ہوں آپ دعا فرمائیں کہ میری موت ایمان پر ہو تو حضور پیر پٹھان غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''واہ۔ واہ۔ واہ بلوچ'' یعنی تین دفعہ آپ نے واہ واہ فرمایا پھر وہ واپس لوٹ گیا جیسا کہ پیر پٹھان علیہ الرحمۃ نے تین دفعہ واہ واہ فرمایا تین پشتوں تک وہ مذہب حق پر رہے تین پشتوں کے بعد وہ مذہب شیعہ اختیار کر گئے۔

نگاہ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

قانونچہ کھوالی کا جو مصنف ہے یہ حضور پیر پٹھان علیہ الرحمۃ کا غلام تھا اس نے آپ کی بارگاہ میں عرض کی کہ دعا کریں میں علم صرف کا امام بن جاؤں اس کو علم صرف کا بہت شوق تھا تو پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یہ دعا کرا کے میری موت ایمان پر ہو پھر اس نے کہا کہ دعا کریں کہ میں علم صرف کا امام بن جاؤں پیر پٹھان علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تو صرف کا امام تو بن جائیگا لیکن بے ایمان ہو کر مرے گا اس کے بعد وہ مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا اور اس کا تمام خاندان مرزائی ہو گیا تو قانونچہ کا مصنف کہا کرتا تھا کہ میرے پیر نے جو یہ فرمایا تھا کہ تو صرف کا امام بن جائیگا تو میں صرف کا امام تو بن گیا لیکن آپ نے جو یہ فرمایا تھا کہ تو بے ایمان ہو کر مرے گا حالانکہ میں مرزا قادیانی کا مرید ہو گیا ہوں (لعن بما قال المصنف)

حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ شیخ جلیل رحمہ اللہ تعالیٰ وہ شیخ جلیل کے رہنے والے تھے جو کہ سیال شریف کے مضافات میں ہے۔ وہ صبح کی نماز شیخ جلیل میں پڑھ کر سیال شریف تشریف لاتے اور شام کو واپس شیخ جلیل چلے جاتے ایک دن شام یا عشاء کی نماز پڑھنے کیلئے آپ اپنے گاؤں کی مسجد میں تشریف لے گئے وہاں مسجد میں ایک مسافر موجود تھا آپ نے ان سے پوچھا کہ آپ مسافر ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں! تو خلیفہ شیخ جلیل مسجد سے اٹھے اور دو تین گھروں سے تھوڑی تھوڑی روٹی اور سالن مانگ کر لے آئے اور یہ کھانا اس مسافر کو پیش کیا اور آپ نماز پڑھ کر گھر تشریف لے گئے پھر جب صبح کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں تشریف لائے تو وہ مسافر وہاں موجود نہیں تھا یعنی آپ کے آنے سے پہلے کہیں چلا گیا۔ اور آپ نماز پڑھ کر سیال شریف روانہ ہوئے تو وہ مسافر سیال شریف ایک کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اور حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے پہلے اس مسافر نے روٹی والا واقعہ حضور پیر سیال کو سنایا اتنے میں شیخ جلیل بھی حاضر ہوئے تو اس مسافر نے حضور پیر سیال کو اشارہ کیا کہ یہ

آدمی ہے رات والا بس یہی کہہ کر وہ مسافر چلا گیا مسافر کے جانے کے بعد حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے شیخ جلیل کو فرمایا کہ آپ اپنے گھر سے اس مسافر کو روٹی لا کر دیتے کیا تم کو معلوم ہے وہ مسافر کون تھا؟ انہوں نے عرض کی نہیں! تو حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ وہ مسافر قطب زمانہ تھا وہ ولیوں کو آزمانے کیلئے آتا ہے وہ ایک قدم یہاں رکھتا ہے تو دوسرا قدم دِلی میں۔

حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے محمد قاسم سے گھوڑے پر سواری کرنا سیکھا ایک دن حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ گھوڑے پر سوار ہو کر دار العلوم کی طرف جا رہے تھے کہ آپ کا گھوڑا ایک دم ڈرا اور بہت گرد و غبار اڑی اور حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ گھوڑے سے گر پڑے اور لوگ آپ کی طرف دیکھ رہے تھے لیکن کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں جونہی میں گھوڑے سے نیچے گرا پھر پھرتی سے دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گیا یعنی لوگوں کو پتہ بھی نہ چلا کہ میں گھوڑے سے گرا ہوں یا نہیں۔

ایک دفعہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم رحمہ اللہ تعالیٰ تونسوی اور آپ کے صاحبزادے حافظ محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ اجمیر شریف تشریف لے گئے تو وہاں مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ بھی موجود تھے مولانا عبد الحق صاحب خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے غائبانہ شاہ اللہ بخش تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی ہوئی تھی اور آپ کے ہمراہ تقریباً تین سو طلباء تھے۔ خواجہ اللہ بخش کریم تونسوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے حافظ محمد موسیٰ صاحب کو مولانا عبد الحق صاحب نے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب کیا پڑھتے ہو؟ تو جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں تو مولانا عبد الحق صاحب نے کہا کہ صاحبزادہ صاحب کچھ معقول بھی پڑھا کرو تو انہوں نے جواب دیا کہ میں معقول سمجھ کر مشکوٰۃ شریف پڑھتا ہوں تو مولانا عبد الحق صاحب پسینہ پسینہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ کسی نے سچ کہا ہے کہ شیر کا بچہ شیر ہوتا ہے

ایک دفعہ فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے والد گرامی سے زیادہ عالم ہیں۔

مولانا احمد دین گانگوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ کا وصال با کمال ہوا مجھے یاد ہے لیکن میں نے زیارت نہیں کی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کے پیٹ میں تکلیف تھی آپ کو معلوم ہوا کہ دلی میں حکیم اجمل خان کے مدرسہ میں ایک مولوی صاحب حکیم ہیں آپ یعنی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا احمد دین گانگوی صاحب اور آپ کے کچھ ساتھی دلی میں اس حکیم کے پاس گئے جب دلی کے چاندنی چوک میں پہنچے تو وہاں ایک کباب والے کی دکان تھی حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ کبابوں کو پسند فرماتے تھے آپ اور آپ کے ساتھی اس دکان میں داخل ہو گئے وہاں ایک سفید ریش آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ آپ کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگا آخر کار وہ آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا اور آپ کو مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ کیا آپ پنجابی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں پھر اس نے کہا کیا آپ ضلع سرگودھا کے رہنے والے ہیں؟ ہم نے کہا ہاں پھر اس نے کہا کیا آپ سیال شریف کے رہنے والے ہیں؟ مولانا احمد دین گانگوی نے کہا یہ اب سیال شریف کے سجادہ نشین ہیں اس نے کہا ٹھیک ہے اس نے کہا آپ کا یہاں کیسے آنا ہوا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پیٹ میں تکلیف ہے فلاں حکیم کے پاس جا رہے ہیں اس نے کہا وہ حکیم میں ہی ہوں اس حکیم نے کہا کہ کل آپ کی دعوت میرے ہاں ہے آپ تشریف لے آئیں آپ وہاں تشریف لے گئے دراصل اس حکیم کا تعلق سیال شریف حضرت ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھا وہ بچپن میں بیعت ہوا اور پھر دلی چلا گیا پھر پاکستان نہیں آیا اور وہ اصل میں ضلع خوشاب کا رہنے والا تھا۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے اہل تشیع کے رد میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام تحفہ اثنا عشریہ ہے کسی شیعہ نے آج تک اس کا رد نہیں لکھا مغلیہ دور کے بادشاہوں کی بیویاں شیعہ ہوتی تھیں کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ کسی مجتہد عالم کو بلا

کر شاہ عبد العزیز صاحب سے مناظرہ کروائیں حتیٰ کہ انہوں ایران سے ایک مجتہد شیعہ عالم کو بلایا وہ مجتہد شیعہ دلی میں آیا اس نے کہا کہ میں شاہ صاحب سے مناظرہ کروں گا۔ یہ بات مشہور ہوگئی جب شاہ صاحب کے طالب علموں کو پتہ چلا تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ شاہ صاحب بہت بڑے عالم دین ہیں اور یہ مجتہد شیعہ نامعلوم آدمی ہے اس میں شاہ صاحب کی ہتک ہے کہ آپ اس سے مناظرہ کریں انہوں نے مشورہ کیا اور ایک درخواست لکھ کر بادشاہ کے سامنے پیش کی کہ آپ کے علاقہ میں شاہ صاحب بہت بڑے عالم ہیں اور وہ شیعہ نامعلوم آدمی ہے اگر شاہ صاحب اس کے ساتھ مناظرہ کریں تو یہ آپ کی ہتک ہے بادشاہ نے کہا کہ پھر میں کیا کروں ان شاگردوں نے کہا کہ پہلے وہ شیعہ ہمارے ساتھ مناظرہ کرے اگر وہ ہم پر غالب آجائے تو پھر شاہ صاحب کے ساتھ مناظرہ کرے بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ وہ شیعہ شاہ صاحب کے مدرسہ میں آیا اور شاہ صاحب کے شاگردوں سے ملاقات ہوئی اور اس نے پوچھا کہ شاہ صاحب کہاں ہیں انہوں نے کہا کہ کیا آپ مناظرہ کرنے کیلئے آئے ہیں تو اس شیعہ نے کہا ہاں تو انہوں نے کہا کہ پہلے آپ ہم سے مناظرہ کریں اگر آپ ہم سے جیت گئے تو پھر شاہ صاحب سے مناظرہ کریں اس نے کہا ٹھیک ہے شاہ صاحب کے تمام شاگرد اس شیعہ مجتہد کے سامنے بیٹھ گئے اس مجتہد نے کہا کہ آپ لوگوں نے کچھ پڑھا بھی ہے ان شاگردوں میں مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی تھے انہوں نے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا ہم تمام پڑھے ہوئے ہیں (یاد رہے کہ مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بارہ سال کی عمر میں تمام کتب سے فراغت حاصل کر لی تھی) شیعہ مجتہد نے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا آپ نے کچھ پڑھا ہے تو آپ نے ہاں میں جواب دیا اس نے کہا کہ آپ نے منطق کی کتاب افق المبین پڑھی ہوئی ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ صرف پڑھی ہی نہیں بلکہ اس کا رد بھی پڑھا ہوا ہے اس نے وہ کتاب کھول کر آپ کے سامنے رکھ دی اور کہا کہ اس جگہ سے تقریر کریں۔ آپ نے وہاں سے تقریر شروع کی اور پھر اس کا مطلب بیان کیا پھر اس پر اعتراض کیا پھر اس کا جواب دیا

پھر اس نے جو اعتراضات کیئے تھے آپ نے ان تمام اعتراضات کا جواب دیا آخر میں آپ نے مجتہد کو لاجواب کر دیا اس نے کہا کہ میں کل پھر آؤں گا اور اس شیعہ مجتہد نے کہا کہ جس شاہ صاحب کے شاگردوں کا یہ مقام ہے ان کا اپنا کیا مقام ہوگا اور وہ رات ورات ایران بھاگ گیا۔

انگریز کے دور میں جبکہ ملکہ وکٹوریہ کی حکومت تھی تو مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دلی کی جامع مسجد میں بیٹھ کر فتویٰ دیا کہ مسلمانوں پر جہاد فرض ہو گیا ہے آپ کے ساتھ سات سو آدمی جنہوں نے سر پر کفن باندھ رکھا تھا کہ ہم جہاد کیلئے تیار ہیں جب یہ فتویٰ مجسٹریٹ کے ہاں پہنچا اس نے اس فتویٰ کی تصدیق کرنی تھی۔ تو اس نے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بلایا مولانا فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ نے اس فتویٰ پر ایک سنی آدمی کے سامنے دستخط کیئے تھے مجسٹریٹ نے اس سنی گواہ کو بھی طلب کیا تو دوسرے مسلمانوں نے کہا کہ اتنے بڑے عالم ہیں مجسٹریٹ ان کو سزا دے گا تو ان مسلمانوں نے اس گواہ سے کہا کہ آپ گواہی دیں کہ یہ دستخط مولانا فضل حق صاحب نے نہیں کیئے وہ گواہ جب مجسٹریٹ کے سامنے گیا تو مولانا فضل حق خیر آبادی بھی وہاں موجود تھے۔ اس نے کہا کہ یہ دستخط مولانا فضل حق خیر آبادی کے ہی ہیں مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ فضل حق ہیں یا کوئی اور فضل حق ہیں جب مولانا فضل حق خیر آبادی نور اللہ مرقدہٗ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ یہ گواہ غلط کہہ رہا ہے یہ دستخط میرے ہیں اور میں ہی فضل حق ہوں آخر آپ کو کالے پانی میں بھیج دیا گیا اور آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے اور وہیں کالے پانی میں آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ اللہ اکبر۔ یہ ہے ہمارے اکابرین کی حق گوئی اور بے باکی۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روبائی

اسی طرح ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بانی دار العلوم دیو بند مولوی قاسم نانوتوی صاحب کو کسی مقدمہ میں گرفتاری کا سامنا تھا جب پولیس انہیں گرفتار کرنے کیلئے

آئی تو یہ پولیس کو دیکھ رہے تھے جونہی انہوں نے پولیس کو دیکھا تو اپنی جگہ سے ایک فٹ دائیں بائیں ہو کر بیٹھ گئے جب پولیس پہنچی تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ مولانا قاسم نانوتوی کون ہیں؟ تو مولانا قاسم نانوتوی نے اس جگہ جہاں پہلے بیٹھے ہوئے تھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا کہ تھوڑی دیر ہوئی یہاں بیٹھے ہوئے تھے اس طرح غلط بیانی سے اکابر دیو بند گرفتاری سے بچ گیا علماء دیو بند مولانا قاسم نانوتوی کی یہ کرامت بیان کرتے ہیں کہ یہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی کرامت ہے۔

قارئین! آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ کہاں ہے مولانا فضل خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حق گوئی کہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ دستخط میں نے خود کیئے ہیں اور کہاں ہے بانی دار العلوم دیو بند کی دروغ گوئی کہ سامنے بیٹھا ہے اور کہتا ہے تھوڑی دیر ہوئی ہے یہاں بیٹھا ہوا تھا۔

لعنة الله علی الکذبین

جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ مولانا معین الدین اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس پڑھتے تھے تو جب حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب کی عبارت پڑھتے تو مولانا اجمیری صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے اب یہ بن گیا ہے اب یہ بن گیا ہے تو خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سارا سبق ذہن میں آ جاتا تھا۔ جب مؤذن اذان میں اشھد ان محمد رسول اللہ ﷺ کہے تو سننے والے کہتے ہیں قرة عینی بك یا رسول الله ﷺ لیکن حضور شیخ الاسلام جب یہ سنتے تھے تو کہتے کہ قرة عینی بتراب اقدامك یارسول الله ﷺ ۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم تونسوی رحمہ اللہ تعالیٰ فریضہ حج ادا کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو آپ نے قبلہ غلام محی الدین صاحب (مکھڈوی) کو پیغام بھیجا کہ آپ بھی حج کیلئے ہمارے ساتھ چلیں تو خواجہ شاہ اللہ بخش صاحب بحری جہاز پر بمبئی سے سوار ہوئے تو آپ کے ساتھ دوسرے لوگوں کے علاوہ

آپ کے صاحبزادے خواجہ محمود صاحب بھی تھے۔ جبکہ حضرت مکھڈوی اس جہاز پر نہ پہنچ سکے اور دوسرے جہاز پر سوار ہوئے تو جس جہاز میں خواجہ اللہ بخش صاحب سوار تھے جب اس جہاز نے تھوڑا سا فاصلہ طے کیا تو بہت سخت طوفان آگیا جہاز بالکل غرق ہونے کو تھا جہاز کے عملہ نے ترکی والوں کو اطلاع دی کہ حاجیوں کا بھرا ہوا جہاز تباہ ہونے کو ہے یعنی جہاز کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے خواجہ اللہ بخش صاحب جب جہاز پر سوار ہوئے تو آپ کا سر مبارک چکرا گیا اور آپ سو رہے تھے کہ خواجہ محمود صاحب نے آپ کو جگایا اور کہا کہ قبلہ آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کیا ہو گیا ہے؟ آپ سوئے ہوئے ہیں جہاز ڈوبنے والا ہے تیاری کر لیں آپ نے سر مبارک جھکا کر مراقبہ کیا تو فوراً ہوا مخالف ہو گئی اور جہاز سلامت رہا خواجہ محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے مراقبہ میں کیا پڑھا ہے تو خواجہ صاحب کہنے لگے کہ میں نے اپنے پیرو مرشد کا تصور کیا ہے ادھر خواجہ محمد شمس العارفین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ بڑے بے قرار تھے دو دو منٹ کے بعد لوگوں سے کہتے کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ میرے پیر کو خیریت سے واپس لے آئے جب شاہ اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ حج سے واپس آئے تو لوگوں سے کہنے لگے کہ مولوی صاحب سیالاں والے نے ہماری کچھ مدد کی ہے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت خواجہ ضیاء الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی ثالث غریب نواز اتنے خوبصورت تھے کہ آپ ایک دفعہ کہیں باہر تشریف لے گئے اور ایک ہوٹل میں قیام فرمایا آپ ایک کمرے میں تھے اور دوسرے ساتھ والے کمرے میں میم انگریز تھی جب میم نے حضرت ثالث غریب نواز کو دیکھا تو وہ عاشق ہوگئی جب رات کو آپ آرام کیلئے سوئے تو میم دوسرے کمرے سے اٹھ کر آدھی رات کو آپ کے کمرے میں آگئی تو جب حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو دیکھا تو اتنی زور سے اس کو ضرب لگائی کہ وہ گر پڑی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نے ارشاد فرمایا کہ اعلیٰ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اتنے خوبصورت تھے جس کی کوئی انتہا نہیں آپ ابھی نوعمر بچے تھے آپ اپنے ماموں میاں احمد دین رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ پڑھنے کیلئے مکھڈ شریف تشریف لے گئے جب آپ نے دریائے جہلم کو عبور کیا تو وہاں بہت سی عورتیں کھڑی تھیں اور وہ عورتیں آپ کو دیکھ کر حیران رہ گئیں کہ اتنا خوبصورت بچہ یہ جو آدمی اس بچہ کے ہمراہ ہے یہ اس کو اغواء کر کے لے جا رہا ہے تو عورتوں نے آپ سے پوچھا بیٹا یہ آپ کے ساتھ کون ہے تو آپ نے فرمایا یہ میرے ماموں جان ہیں تو عورتوں نے کہا کہ بچے کی ماں کی آنتیں نہیں بلکہ رسیاں ہیں یعنی اس بچے کی والدہ میں ترس کا مادہ نہیں ہے۔

جس وقت اعلیٰ حضرت خواجہ محمد شمس العارفین نور اللہ مرقدہٗ کا وصال مبارک ہوا تو پوری دنیا میں بڑا سخت زلزلہ آیا تو جو پیر سیال لجپال کے خلفاء تھے جس وقت انہیں معلوم ہوا تو وہ اس غم میں نڈھال ہو گئے اور جس طرف ان کا منہ ہوا اسی طرح چل دیئے کوئی مکۃ المکرمہ جا پہنچا تو کوئی مدینہ منورہ اور کوئی دلی، کوئی کابل جا پہنچے اور جب حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ چلا تو آپ اس غم میں لاہور کے قریب شاہدرہ کے جنگلات میں رہنے لگے اور دن کے وقت بادشاہی مسجد میں اسباق پڑھانے کیلئے تشریف لے جاتے اور رات جنگل میں بسر کرتے معلوم نہیں کہاں سے کھاتے پیتے تھے۔

اعلیٰ حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک خلیفہ آپ کی مزار پر انوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ (واہ آپ لگ گئے او تے سانوں اتھے ای چھوڑ گئے او) یعنی آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور ہمیں یہیں چھوڑ گئے ہیں جب اس نے یہ کلمات کہے تو فوراً حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور شق ہو گئی اور وہ قبر میں چلا گیا آج تک اس کا کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت صاحبزادہ خواجہ ظہیر الدین صاحب سیالوی مدظلہ یہ حضرت ثالث غریب نواز کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں اور ان کی طبیعت بہت سخت ہے حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ جو کچھ یہ ہم کو کہتے ہم خاموش ہو جاتے جس وقت حضرت ثالث غریب نواز کا

وصال ہوا تو آپ چھوٹے تھے لیکن باتیں کر لیتے تھے حضرت ثالث غریب نواز ایک دفعہ آرام فرما رہے تھے کہ صاحبزادہ ظہیر الدین صاحب آپ کی چارپائی کے نزدیک کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ (بابا مرگیاں) جب یہ بات حضرت صاحب کے گھر والوں نے سنی تو وہ آپ پر ناراض ہو نے لگے اس کے بعد حضرت ثالث غریب نواز کا بہت قریب یعنی تھوڑے دنوں کے بعد وصال ہو گیا۔

حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ حضرت ثالث غریب نواز کا وصال بہت جلدی ہوا ہے آپ زیادہ علیل نہیں تھے بلکہ معمولی طبیعت خراب تھی حکیم صاحب سے دوائی لی حکیم صاحب کہنے لگے کہ دو دن کے بعد بالکل ٹھیک ہو جائینگے یعنی جو آگے جمعہ آرہا ہے حضرت صاحب مسجد میں آکر نماز پڑھیں گے اور وہ جمعہ آیا بھی نہیں تھا کہ حضرت ثالث غریب نواز رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا حضور شیخ الاسلام فرماتے تھے کہ اگر ہمیں پتہ چل جاتا کہ اتنا جلدی آپ کا وصال ہو جانا ہے تو ہم پڑھائی اور گھر کا کاروبار چھوڑ کر ان سے بہت کچھ طلب کر لیتے۔

حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے آگے دیکھا تو پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حلیہ نظر آیا آپ نے دوسری دفعہ دیکھا تو پھر بھی ایسا ہی ہوا تیسری مرتبہ دیکھا تو باہر سے ایک آدمی تار لے کر آیا کہ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔تو حضور شیخ الاسلام رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آخری وقت بھی حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے پیرو مرشد کے روضہ انور کی حاضری دے کر گئے اور پھر آپ کا وصال مبارک ہوا۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ میانوالی کو میانوالی کیوں کہتے ہیں میانوالی میں سید بہت رہتے تھے اور وہ بدکاری بہت کرتے تھے ان کے ایک بڑے آدمی نے کہا کہ ہم سید ہو کر بدکاری کرتے ہیں یہ سیادت کی توہین ہے تو اس نے کہا کہ ہم تمام میانے بن جائیں اس کے بعد اس علاقہ کا نام میانوالی ہو گیا۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں راولپنڈی گیا اور وہاں سے

گولڑہ شریف گیا اس وقت حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا جب آپ گولڑہ شریف پہنچے تو وہاں بابو جی علیہ الرحمۃ موجود نہ تھے آپ نے وہاں کھانا کھایا اور پھر واپس چل پڑے جب آپ گولڑہ شریف کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کے آنے میں کچھ وقت باقی تھا اور آپ ویٹنگ روم میں تشریف فرما ہو گئے جب وہاں بیٹھے تو آپ کے سامنے ایک میز پڑی تھی اور اس میز پر کوئی چیز موجود نہ تھی تھوڑی دیر کے بعد آپ نے دیکھا تو اسی میز پر کچھ رقم پڑی ہوئی تھی آپ نے وہ رقم اٹھا کر گنی تو وہ اتنی ہی تھی جتنی کہ حضرت بابو جی علیہ الرحمۃ آپ کے نذرانے کیلئے مقرر کر رکھی تھی اس لیئے آپ نے وہ رقم اپنے قبضہ میں لے لی۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ کی نسوار ختم ہو گئی (یاد رہے کہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ ناک میں نسوار استعمال فرماتے تھے) تو آپ نے بابو جی علیہ الرحمۃ سے فرمایا کہ میری نسوار ختم ہو گئی ہے تو بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ بذات خود اپنی گاڑی پر سوار ہو کر راولپنڈی تشریف لے گئے اور پوری راولپنڈی میں اپنی گاڑی کو گھمایا لیکن کہیں سے نسوار نہ ملی۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ سلانوالی میں ایک تاریخی مناظرہ کرایا دیوبندیوں کی طرف سے مولوی منظور نعمانی تھا اور اہلسنت و جماعت کی جانب سے شیر بیشہ اہل سنت و جماعت مولانا حشمت علی خان صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے علم غیب پر مناظرہ ہوا۔دیوبندی مولوی نے دلیل دی کہ قرآن پاک میں ہے کہ واللہ عندہ علم الساعۃ الایہ مولانا حشمت علی صاحب نے سوال کیا کہ عموم السلب مراد ہے یا سلب العموم (عموم السلب کا یہ معنی ہے کہ ہر بندہ کسی وقت بھی قیامت کا علم نہیں رکھتا اور سلب العموم یہ ہے کہ ہر کوئی علم قیامت نہیں رکھتا یعنی سارے نہیں جانتے پہلے معنی میں ہر ایک سے نفی ہے علم قیامت کی اور ہر وقت میں یعنی جمیع اوقات میں اور ان جمیع اوقات میں قیامت کا دن بھی ہے یہ دن بھی جمیع اوقات کا ایک فرد ہے یعنی قیامت کے دن بھی اسے قیامت کا علم نہ ہو

اور دوسرے معنی کے لحاظ سے ہر ایک سے علم کی نفی نہیں ہوتی بعض کو تو علم ہو اور بعض کو نہ ہو پھر کہہ سکتے ہیں کہ سارے نہیں جانتے وہ مولوی تھا اس نے سمجھ لیا کہ سلب العموم سے تو میرا مدعا ثابت نہیں ہوتا تو اس نے کہا کہ عموم السلب بایں معنی کہ قیامت کے قیام سے پہلے ہر ایک اور ہر وقت میں نفی ہے تو اس کے جواب میں شیر بیشہ اہلسنت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے بڑا مذاق اڑایا ادھر عموم السلب اور پھر بائیں معنی یعنی تقیید مطلق بھی اور مقید بھی یہ قید کہاں سے نکل آئی آپ نے فرمایا کہ تین دن مناظرہ رہا مولانا صاحب کے دلائل کے جواب دیوبندی مولوی نہ دے سکا۔

نوٹ:۔قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ سلب العموم سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے ہیں اور ہم نہیں جانتے اور عموم السلب وہ لے نہیں سکتے کیونکہ جب قیامت آجائیگی تو ہر ایک کو قیامت کا علم آجائیگا پھر عموم السلب کہاں رہا ۔دین میں کوئی اختلاف نہیں اختلاف ہمارے دماغ اور ہماری سمجھ میں ہے اس لیئے مولانا روم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ماز قرآں مغزھا بردا شتیم

استخواں را پیشِ سگاں اندا ختیم

اللھم ارنا الحق حقا

حضور پیر پٹھان رحمہ اللہ تعالیٰ کا زمانہ تھا اور آپ کا ایک مرید تھا جو کہ پشاور کے مضافات میں رہتا تھا اور اسی علاقہ میں ایک بہت بلند پایہ عالم دین اخوند صاحب رہتے تھے جو کہ حقہ کو بہت قبیح جانتے تھے اور کہتے تھے کہ جس زمین پر تمبا کو کاشت کیا جائے بعد میں اسی زمیں پر گندم کاشت کر کے اس گندم کا کھانا بھی منع ہے یاد رہے کہ نسوار بھی تمبا کو سے ہی بنتی ہے پیر پٹھان رضی اللہ عنہ نسوار استعمال فرماتے تھے آپ کا مرید اس اخوند صاحب کے خرافات سن سن کے تنگ آچکا تھا وہ مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا شیخ! میرا ایمان بہت کمزور ہو

گیا ہے آپ نے پوچھا تو اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور عرض کیا کہ میں اس کا جواب دینے سے قاصر ہوں تو آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اپنا ایک آدمی وہاں بھیجیں گے اس اخوند صاحب کا یہ طریقہ تھا کہ جو شخص نیا عالم بن کر آتا وہ اخوند صاحب اپنے چالیس علماء اس نئے عالم دین کے پاس بھیجتا اور کہتا کہ یا اس فتویٰ پر دستخط کر دو یا پھر ان چالیس علماء سے مناظرہ کرو ۔جب حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ تاجدار گولڑہ مقدسہ کا زمانہ آیا اور آپ علوم دینیہ سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو وہ چالیس علماء بھی آپ کے پاس پہنچے اور انہوں نے اپنا مدعا ظاہر کیا اور فتویٰ پر دستخط کرنے کو کہا آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور آپ نے ان چالیس علماء سے مناظرہ کیا اور دلائل کی روشنی میں انہیں لاجواب کر دیا (یہ ملفوظ حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ نے بیان فرمایا) یاد رہے کہ اخوند صاحب نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا۔

جب محکمہ موسمیات والے ریڈیو پر یہ خبر نشر کرتے کہ کل آسمان پر مطلع صاف رہے گا یا کل بارش ہوگی تو جب حضور شیخ الاسلام والمسلمین رحمہ اللہ تعالیٰ سنتے تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ دیکھو غیب بک رہے ہیں۔

ایک دفعہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نے ہیر رانجھا تو سنا ہے جب رانجھا، ہیر کے گھر اس کے باپ کا نوکر بنا تو وہ ان کی بھینسیں چرانے باہر جاتا تھا تو ان کے گھر کی ایک خادمہ رانجھا کو روٹی دینے جاتی تھی تو رانجھا روٹی کو درخت پر لٹکا دیتا اور خود اس کے نیچے بیٹھ کر روتا تھا ایک دن اس خادمہ سے ہیر کی والدہ نے پوچھا کہ تم رانجھے کو روٹی دیتی ہو کہ نہیں تو اس نے کہا کہ وہ روٹی کو لٹکا دیتا ہے اور خود نیچے بیٹھ کر رونے لگ جاتا ہے اور جہاں وہ روتا ہے اس جگہ ایک چھوٹا سا گڑھا بن گیا ہے جب رانجھا روتا تھا تو وہ گڑھا خون سے بھر جاتا تھا جب یہ واقعہ خادمہ نے ہیر کی والدہ کو سنایا تو اس وقت ہیر کی والدہ چرخہ کات رہی تھی اور ہیر ساتھ بیٹھ کر غور سے سن رہی تھی تو ہیر کی والدہ نے چرخے کا ترکلا نکالا اور ہیر کے بازو میں دے مارا لیکن خون کا ایک قطرہ

بھی باہر نہ آیا تو ہیر کی والدہ نے کہا کہ رانجھے کا خون تو ابھی باقی ہے لیکن ہیر کا خون اس کے عشق میں بالکل ختم ہو چکا ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ غریب نواز یعنی معین الملت والحق والدین خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ امام شافعی کے مقلد تھے آپ شافعی المسلک تھے اور آپ نے فرمایا کہ خواجہ غریب نواز نے شافعی مسلک پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جو کہ آستانہ عالیہ سیال شریف کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

ایک دفعہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مائی بانو رحمہا اللہ جو کہ اعلیٰ حضرت حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کی خادمہ تھیں اور اپنے مرشد سے والہانہ عقیدت رکھتی تھیں اگر کسی آدمی کی اولاد نہ ہوتی تو وہ مائی بانو سے عرض کرتے کہ آپ حضور پیر سیال سے دعا کرائیں کہ اللہ تعالیٰ نرینہ اولاد عطا فرمائے تو مائی بانو حضور پیر سیال کی بارگاہ میں اس طرح عرض کرتیں ''میرا سوہنا اگر فلاں آدمی کو اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو اس کا نام کیا رکھیں تو آپ ارشاد فرماتے کہ یہ نام رکھیں پھر مائی صاحبہ رحمہا اللہ عرض کرتیں کہ میرا سوہنا اگر اللہ تعالیٰ اور بیٹا عطاء کرے تو پھر کیا نام رکھیں پھر آپ نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے کہ یہ نام رکھیں پھر مائی صاحبہ عرض کرتیں کہ میرا سوہنا اگر پھر اللہ تعالیٰ بیٹا عطا کرے تو کیا نام رکھیں تو آپ کوئی اور نام ارشاد فرماتے علی ہذا القیاس جتنی دفعہ مائی بانو صاحبہ عرض کرتیں اتنے ہی اللہ تعالیٰ بیٹے عطا فرماتا۔

حضور پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ مائی بانو صاحبہ رحمہا اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرائیں کہ میں نسوار استعمال کرنے لگ جاؤں تو میں آپ کو توشہ کھلاؤں گا (یاد رہے کہ حضور پیر سیال نور اللہ مرقدہٗ ناک میں نسوار استعمال فرماتے تھے) تو مائی بانو نے حضور پیر سیال کی بارگاہ میں عرض کی کہ میرا سوہنا دعا کرو کہ پیر حیدر علی شاہ نسوار ستعمال کرنے لگ جائیں پھر ہم توشہ کھائیں گے تو حضور پیر سیال لجپال نے پیر حیدر علی شاہ صاحب کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ شاہ صاحب جب ہم مکھڈ شریف میں پڑھتے تھے

اور رات کو مطالعہ کرتے تھے تو نیند آجاتی تھی اس لیئے نسوار استعمال کرتے تھے کہ نیند نہ آئے یہ کوئی کارِ ثواب نہیں ہے۔ اسے ہماری سنت نہ سمجھنا۔

ایک دفعہ حضور پیر سید غلام حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری نور اللہ مرقدہٗ سخت علیل ہو گئے تو حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ پیر حیدر علی شاہ صاحب سخت بیمار ہیں تو خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں دعا فرمائی کہ ''یا اللہ میری ساری زندگی کی کمائی پیر حیدر علی شاہ صاحب ہیں اے اللہ ان کو شفا کاملہ عطا فرما''۔

ایک دفعہ حضرت ثانی لاثانی خواجہ محمد دین صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سخت بیمار ہو گئے اور زندگی سے مایوس ہو گئے تو جب حضور پیر سید غلام حیدر شاہ صاحب کو معلوم ہوا تو آپ نے زندگی کا کچھ حصہ حضرت ثانی لاثانی صاحب کو دے دیا۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش کریم صاحب تونسوی رضی اللہ عنہ نے حضرت ثانی سیالوی غریب نواز کو حکم فرمایا کہ آپ پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب کو ہمارے ہاں بھیجیں جب یہ دونوں ہستیاں تونسہ شریف پہنچیں تو حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کیلئے دربار شریف میں داخل ہو گئے لیکن پیر حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ دربار شریف کے اندر داخل نہ ہوئے بلکہ دروازے کی چوکھٹ پر بیٹھ کر حاضری دے کر واپس آ گئے کسی آدمی نے حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بتایا کہ پیر حیدر علی شاہ دربار شریف کے اندر داخل نہیں ہوئے تو خواجہ اللہ بخش صاحب نے پوچھا کہ آپ دربار شریف میں داخل کیوں نہیں ہوئے تو پیر حیدر علی شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ میرا مرشد اس چوکھٹ سے گزر کر اندر جاتا تھا اس لیئے اسی چوکھٹ کو چوم رہا ہوں آگے نہیں جاتا کیوں کہ بے ادبی ہوتی ہے۔

اوچ شریف کے سادات بہت مشہور ہیں گیلانی اور بخاری۔ گیلانی وہ ہیں جو کہ حضرت سیدنا خلیفہ خامس امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں اور بخاری وہ ہیں جو کہ حضرت

سیدنا شہید کربلا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں تو یہ اوچ شریف کے سادات ان
کا طریقہ یہ تھا کہ دوسرے علاقوں میں جو سادات آباد تھے یہ انہیں اوچ شریف بلا کر یا خود جا کر
شجرہ نسب پوچھتے تو پھر وہ تصدیق کرتے کہ یہ سید ہیں انہی سادات میں سے یعنی اوچ شریف
والوں میں سے ایک سید صاحب جلالپور تشریف لے آئے اور پیر سید حیدر علی شاہ صاحب نور اللہ
مرقدہٗ سے کہنے لگے کہ آپ اپنا شجرہ نسب بتائیں تو حضرت پیر سید حیدر علی شاہ صاحب نے ارشاد
فرمایا کہ سنو میرا شجرہ نسب میں پتر سیال دا سیال پتر پٹھان دا پٹھان پتر کھرل دا کھرل پتر سیدٔ دا۔
تو اوچ شریف والے شاہ صاحب پیر سید حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنے مشائخ سے
عقیدت دیکھ کر خاموش ہو گئے۔

جب حضور پیر حیدر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف تشریف لے جاتے تو
جب دربار شریف میں داخل ہوتے تو نیچے دیکھتے رہتے اوپر نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے آپ ارشاد
فرماتے تھے یہ بے ادبی ہے اس وقت حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کا روضہ تعمیر ہو رہا تھا تو حضور پیر
حیدر علی شاہ صاحب لوگوں سے پوچھتے کہ میرے پیر صاحب کا روضہ کیسے تعمیر ہو رہا ہے جب کوئی
آدمی پیر سید حیدر علی شاہ صاحب کے پاس آتا کہ میں نے سیال شریف جانا ہے میرے لئے دعا
کریں تو آپ فرماتے کہ چلیں میں آپ کو الوداع کہنے کیلئے ایک میل تک آپ کے ساتھ چلتا
ہوں جب ایک میل ختم ہوتا پھر فرماتے کہ ایک میل اور آگے جاؤں گا جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر
فرماتے کہ ایک میل اور آگے جاؤں گا حتیٰ کہ ایسے کرتے کرتے آپ آستانہ عالیہ سیال شریف پہنچ
جاتے۔

ایک دفعہ راقم الحروف نے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ یہ جو لوگوں
میں مشہور ہے کہ حضور پیر سیال نے ارشاد فرمایا کہ مکھن پیر سید حیدر علی شاہ صاحب جلالپوری رحمہ
اللہ تعالیٰ لے گئے ہیں اور باقی پھوگ رہ گیا ہے یہ بات کہاں تک صحیح ہے تو قبلہ استاذی المکرّم
رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ غلط ہے اس طرح تو پھر حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیض بھی

باقی نہیں رہتا۔

ایک دفعہ مولوی حسین علی واں بھچروی آستانہ عالیہ سیال شریف پر آیا حضرت ثالث
غریب نواز کا زمانہ تھا یہ مولوی اس لیئے آیا تھا کہ میرے مسلک کی اشاعت ہو تو حضرت ثالث
غریب نواز نے اپنے چھوٹے بھائی میاں سعد اللہ صاحب کو فرمایا کہ یہ مولوی ہمارے آستانہ پر
آیا ہے اس کو علیحدہ بٹھائیں اور خدمت کریں میاں سعد اللہ صاحب سیالوی فرماتے ہیں کہ میں
نے مولوی کو علیحدہ بٹھا دیا اور اس کی خدمت کی مولوی صاحب کو کبھی دودھ کبھی لسی کبھی چائے
پلاتے رہے یعنی مولوی صاحب کی خوب مہمان نوازی کی میاں سعد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ
مولوی حسین علی سے میں نے کہا کہ میں آپ سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ کہیے تو
میاں سعد اللہ صاحب نے فرمایا کہ "ہمارے چشتی بزرگ اجمیر شریف سے لیکر چاچڑ شریف تک
الخ ہیں۔ آپ تمام کو برا بھلا کہیں لیکن یاد رکھنا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات طیبہ کو گالیاں
مت دینا۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام
والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کتاب دستور العلماء اپنے ساتھ گاڑی میں
رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام والمسلمین رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ محمد پیر بخش
صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ آف خواجہ آباد شریف یہ بزرگ بیس سانسوں میں سیال شریف حاضر
ہوتے تھے یاد رہے کہ خواجہ آباد شریف سیال شریف سے بیس کوہ سفر پر ہے خواجہ محمد پیر بخش
صاحب اپنا سانس بند کر کے ایک کوہ تک دوڑتے تھے پھر سانس لیتے تھے اور پھر اس طرح سانس
بند کر کے ایک کوہ دوڑتے تھے۔الخ۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ استاد صاحب بندیال
والے یعنی فقیہ العصر مولانا یار محمد صاحب بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ موطا امام مالک کی شرح زرقانی کو

بہت پسند فرماتے تھے اور اس کی بہت تعریف فرماتے تھے لیکن یہ کتاب آپ کو کہیں سے میسر نہ ہوئی میں نے اس کا ذکر حضور شیخ الاسلام (نور اللہ مرقدہٗ) سے کیا اس وقت یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو چکی تھی اور آستانہ عالیہ سیال شریف میں میسر تھی تو حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ اگر آج آپ کے استاذ گرامی یعنی فقیہ العصر صاحب (نور اللہ مرقدہٗ) حیات ہوتے تو یہ فقیر یہ کتاب سر پر اٹھا کر فقیہ العصر صاحب کی بارگاہ میں پیش کرتا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب یہ فقیر آستانہ عالیہ سیال شریف میں خدمت تدریس سرانجام دے رہا تھا تو ایک مرتبہ خواجہ خان محمد تونسوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سیال شریف تشریف لائے تو اس فقیر کو حکم فرمایا کہ مولوی صاحب یہ حدیث شریف نہیں مل رہی (العمامة تیجان العرب) یعنی عمامہ شریف اہل عرب کا تاج ہے جب میں نے یہ حدیث شریف آپ کو تلاش کر کے دی تو آپ بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کو عربی زبان بولنے پر بڑی مہارت حاصل تھی جب آپ حج یا عمرہ کی ادائیگی کیلئے تشریف لے جاتے جب آپ وہاں کے عربیوں سے گفتگو فرماتے تو وہ یہ گمان کرتے کہ یہ شخص عربی النسل ہے۔

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ (باغ فدک) یہ کھجور کے پانچ یا دس درخت تھے اگر تم میں سے کسی کی بیٹی عدالتوں میں جائے کیا یہ آپ گوارا کریں گے وہ تو خاتون جنت تھیں اور سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لخت جگر تھیں وہ کس طرح پانچ دس درختوں کے پیچھے عدالت[1] جاتیں۔

۱۔ ان میں اکثر ملفوظ وہ ہیں جو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین صاحب سے بڑی عقیدت تھی راقم الحروف نے کئی مرتبہ سنا ہے کہ اگر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو کوئی سخت پریشانی لاحق ہوتی تو قبلہ استاذی المکرم حضور پیر سیال رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے دعا فرماتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو پریشانیوں سے نجات عطا فرماتا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ مرتبہ سیر فی اللہ پر فائض تھے اور حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سیر الی اللہ کے مرتبہ پر فائض تھے۔

اب بندہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریر سے سیر فی اللہ اور سیر الی اللہ کی تفصیل بیان کرتا ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ کو رب العالمین فرمایا گیا ہے اور العالمین عالم کی جمع ہے اور عالم آلہ کا صیغہ ہے جس چیز سے کسی شئی کا علم آئے اور جو چیز کسی کے وجود پر دلیل ہو اس کو عالم کہا جاتا ہے چونکہ عام کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل ہے اس لیئے اس کو عالم کہا جاتا ہے اور عالم موجود ما سوا اللہ کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ اور معدومات پر عالم کا اطلاق نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید یہ ہے کہ اس کو دلیل سے حاصل کیا جائے کیونکہ عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید کی دلیل ہے لہٰذا اس عالم کا جتنا زیادہ کسی کو علم ہوگا اتنی ہی اس کی توحید کامل ہوگی اور جس کو عالم کا تھوڑا علم ہوگا اس کی توحید ناقص ہوگی اس لیئے اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم ہے لہٰذا آپ ﷺ کی توحید کامل اور مکمل ہے اور اگر کسی نام ونہاد مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ عالم کی فلاں چیز کا علم حضور ﷺ کو عطا نہیں ہوا یا آپ ﷺ فلاں فلاں چیز کو نہیں جانتے تو گویا وہ شخص حضور اکرم ﷺ کی توحید کو (العیاذ باللہ) ناقص اور غیر مکمل خیال کرتا ہے۔ اور یہ جاننا ضروری ہے کہ عالم کی تمام اشیاء متناہی اور محدود ہیں اور عارف باللہ پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ اس کو عالم کی تمام اشیاء کا علم آجاتا

ہے اور اس کی توحید مکمل ہو جاتی ہے اس کو سیر الی اللہ کہا جاتا ہے یہ سیر متناہی اور محدود ہے عارف باللہ اس کو ختم کر لیتا ہے اس کے بعد سیر فی اللہ شروع ہو جاتی ہے یعنی عارف باللہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم آنا شروع ہو جاتا ہے یہ سیر غیر متناہی لامحدود ہے عارف اس میں ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے اور یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی۔ مذکورہ بالا حدیث پاک میں جو فرمایا گیا ہے۔

لا یزال عبدی یتقرب الی (الحدیث) اس میں سیر فی اللہ کا ذکر ہے اور سیر الی اللہ کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے۔ والذین جھدوا فینا لنھدینھم سبلنا یعنی جو لوگ ہم میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم انہیں اپنے رستوں تک پہنچاتے ہیں یا اپنے رستے دکھاتے ہیں۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے اس کے وجود اور توحید کے دلائل ہیں اور وہ دلائل عالم کی ہر چیز ہے یہاں تک سیر کی دو قسموں کا ذکر ہے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، سیر کی یہ دو قسمیں ان اولیاء اللہ کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں جو نبی نہیں ہیں پھر انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصاً ہر دو قسم کی سیر بطریق اولیٰ حاصل ہے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ، کے کمال کا تو کوئی تصور ہی نہیں کر سکتا۔

قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ اس آیت شریف میں اولیٰ اور آخرہ سے مراد صرف دنیا اور قیامت ہی نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی ہر آنے والی ساعت اور ہر آخری گھڑی پہلی ساعت سے بہتر ہے۔ حدیث پاک میں وارد ہے۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لا ستغفر اللہ فی الیوم مائۃ مرۃ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میرے دل پر پردے چڑھائے جاتے ہیں اور دن میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک کا معنی سمجھنے میں علماء محدثین حیران ہیں کہ قلب مصطفیٰ ﷺ جو کہ ازکیٰ اور اطہر ہے اس پر پردہ کا کیا معنی ہے؟

تو اس حدیث پاک میں سیر فی اللہ کی طرف اشارہ ہے کہ ساعت اول میں حضور سرور عالم ﷺ سیر فی اللہ کے ایک مرتبہ پر سرفراز ہوتے ہیں پھر دوسری ساعت میں سیر فی اللہ میں ترقی ہوتی ہے اور وہ ترقی اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ اسکے مقابلے میں ساعت اول کی ترقی گناہ معلوم ہوتی ہے اور اس سے استغفار فرماتے ہیں اور سیر فی اللہ میں یہ ترقی ابدالآباد تک ہے مطلب یہ ہوا کہ آپ اس ظاہری حیات دُنیوی میں بھی سیر فی اللہ میں ترقی کرتے رہے اور اب عالم برزخ میں بھی ترقی فرما رہے ہیں اور قیامت اور جنت میں بھی یہ ترقی کرتے رہیں گے اور چونکہ سیر فی اللہ غیر متناہی اور لامحدود ہے لہٰذا نہ تو سیر فی اللہ ختم ہوگی اور نہ اسمیں ترقی ختم ہوگی اور پہلی ساعت اور دوسری ساعت ہر دو کی ترقی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی ساعت کی ترقی دوسری ساعت کی ترقی کے مقابلہ میں گناہ معلوم ہوتی ہے اور اسی سے استغفار کرتے ہیں اور یہ معاملہ ابدالآباد تک جاری رہے گا تو ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ جو سیر فی اللہ میں ترقی فرما رہے ہیں اور ابدالآباد تک ترقی کرتے رہیں گے اس کا تصور اور احاطہ مشکل تر ہے اور اب ہم یہاں شیخ محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو انہوں نے اسی حدیث شریف کے سلسلہ میں سپرد قلم کی ہے۔

کان یکشف علی قلبہ الشریف فی کل ساعۃ من انوار صفات الحق وکان یترقیٰ فی کل اٰن فی ھذا التجلیات و یعد بعد الترقی الیٰ درجۃ الفوق ماتحتھا بمشابھۃ ذنب یستغفر منہ وھکذا حال قلبہ ﷺ دائماً بل الیٰ ابد الاباد

خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر پر ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ کی صفات کے انوار کی تجلی پڑتی ہے اور آپ ان تجلیات میں ہر آن و ہر لحظہ ترقی کرتے رہتے ہیں اور جب اوپر کے درجہ پر فائز ہوتے ہیں تو فوقانی اور تحتانی ہر دو درجہ میں اتنا فرق عظیم ہوتا ہے کہ نچلے درجہ کو بمنزلہ گناہ کے خیال فرما کر اس سے توبہ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کے قلب اطہر کا دائما بلکہ ابد الآباد یہی حال ہے

قرآن پاک میں جو وارد ہے کہ ولا خرۃ خیر لك من الاولی اس آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور یہی حالت اولیاء اللہ کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی ظاہری اور دُنیوی زندگی مبارکہ میں سیر الی اللہ ختم کر چکے ہیں اور یہ اس وقت ممکن ہے جبکہ آپ ﷺ کو عالم کے ہر ذرہ کا علم ہو اور آپ ﷺ اپنی ظاہری حیات طیبہ میں سیر فی اللہ میں شروع ہو چکے ہیں لیکن چونکہ سیر لامحدود ہے لہذا کبھی ختم نہ ہوگی۔

یہاں ایک دوسرا عقیدہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو عالم کی ہر چیز کا علم نہیں اب ان کے نزدیک آپ ﷺ کو پوری سیر الی اللہ ہی حاصل نہیں لہذا آپ ﷺ سیر فی اللہ مین شروع ہی نہیں ہوئے اور جب آپ سیر فی اللہ میں شروع نہیں ہوئے اور سیر الی اللہ ختم نہیں کی تو ان عقیدہ والوں کے نزدیک کسی ولی کی سیر الی اللہ ختم نہیں ہوتی اور کوئی ولی سیر فی اللہ میں داخل نہیں ہوا گویا ان کے نزدیک سیر کا ایک ہی قسم ہوا۔ سیر الی اللہ۔

حالانکہ مستند تفاسیر میں سیر کے دو قسم مذکورہ ہیں۔ اس انکار کی وجہ بغور یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مکتبہ فکر کے دل میں اولیاء اللہ اور حضور اکرم ﷺ کا بغض بھرا ہوا ہے ورنہ وہ ایسی غیر معقول بات ہر گز نہ کرتے۔ اب ہم مقصود اصلی کی طرف لوٹتے ہیں۔

ایک مرتبہ جندوڈا شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور پیر سیال خواجہ محمد شمس العارفین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ دعا فرمائیں کہ خدا اپنی محبت عطا فرمائے اور اس ہستی موہوم سے چھٹکارا ملے۔ فرمایا یہ محض عطیہ خداوندی ہے خدا جسے چاہے عنایت کرتا ہے سائل نے پھر عرض کیا میں آپ کو محبوب سبحانی سمجھتا ہوں مجھے اس کا جام وصال پلا دیجئے۔ آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

کملے لوک میتھوں ماہی دے پچھدے جھوک
میں تاں آپ ماہی نوں ڈھونڈنی آں

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ حضور پیر سیال رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل تھا اور وہ جو قبلہ استاذی المکرّم نے فرمایا ہے کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو سیر الی اللہ کا مقام حاصل تھا اس کی دلیل یہ شعر ہے۔

ارے تھیں اوہے اریرے ہے پریرے پرے تھیں
بے شک آپے آپ ہے اساں سبھے جھوکاں بھالیاں

واللہ ورسولہ اعلم بالصواب

---☆☆☆---☆☆☆---

خط بنام حضور شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

آستانہ عالیہ سیال شریف

از طرف: قبلہ استاذی المکرّم حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب

بخدمت سیادت پناہ غریب پرور جناب قمر الملۃ والدین ادام اللہ تعالیٰ برکاتہ العالیہ از طرف
خادم عطاء محمد بندیال السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بندہ مدت سے خدمت عالیہ میں ایک عریضہ
لکھنے کا خیال کر رہا ہے لیکن اپنی بے بضاعتی ہمیشہ مانع رہی کیونکہ مضمون عریضہ کی کچھ یوں مثال ہے
کہ سورج کو چراغ دکھانا یا لقمان کے سامنے حکمت پیش کرنا لیکن جناب کے کرم پر اعتماد کرتے ہوئے
جسارت کر رہا ہوں اسلئے امید ہے کہ عفو سے کام لیتے ہوئے اس فقیر کی گذارشات پر ضرور توجہ
فرمائیں گے۔ جناب والا بندہ تقریباً سات آٹھ سال آستانہ عالیہ پر خدمت گذار رہا ہے اور اس دوران
کئی سیاسی اور مذہبی مدوجزر رونما ہوئے لیکن جہاں تک اس فقیر کو علم ہے میں نے کبھی جناب والا کو غلط
مشورہ نہیں دیا اور اب بھی جو عرض کرنا چاہتا ہے اس کی بنیاد بھی محض خیر خواہی پر ہے اپنا کوئی شخصی فائدہ
مقصود نہیں ہے بلکہ شریعت مطہرہ کی تائید اور امداد مقصود ہے اور اس کا منشا صرف آپ کے اس خادم کی
ذات ہے کسی اور کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے کسی کا قول ہے (تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی) بندہ بھی قبل از
مقصود ایک تمہید عرض کرنا چاہتا ہے لیکن کوشش کرونگا کہ طویل عمل نہ ہو۔ عرض یہ ہے کہ ہندوستان کی آزادی
میں حضرت شمس العارفین رضی اللہ عنہ اور آپکی اولاد امجاد کا بڑا حصہ ہے جسکا ذکر ایک مرتبہ نہیں متعدد مواقع
کے صفحات ان کارناموں سے پر ہیں۔ اور پاکستان کی آزادی بھی ہندی آزادی کا ایک حصہ ہے اور قیام پاکستان
میں آنجناب کے مساعی جمیلہ ماضی قریب کا ایک سنہری باب ہے اور یہ عرض بھی ضروری ہے کہ قیام پاکستان کوئی مقصود
نہ تھا بلکہ حصول مقصد کا ایک ذریعہ تھا جیسا کہ وضو نماز کیلئے ہے اصل مقصد اس ملک میں شرع شریف کا
اجراء اور اسلام کا بول بالا تھا اور یہ بات آنحضرت اس حقیر سے بہت بہتر جانتے ہیں اور یہ مقصد تا حال حاصل نہیں ہوا
بلکہ اسلامی شعائر کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں اور نہایت مکاری کے ساتھ مسلمانوں کو ضلالت کے راستہ پر ڈالا جا
رہا ہے جسکی تفصیل عرض نہیں کر سکتا کیونکہ جناب پر عیاں ہے خلاصہ یہ کہ اعزہ کو ذلیل اور اذلہ کو عزیز کرنے کا سامان ہے
اس وقت جتنی سیاسی پارٹیاں ہیں انمیں مذہبی جماعتیں صرف تین ہیں۔ جمعیۃ علماء پاکستان اور جمعیۃ علماء اسلام اور
جماعت اسلامی آخری دو جماعتیں صرف برائے نام اہل سنت ہیں سواد اعظم ان کا ہم عقیدہ نہیں ہے اب صرف
جمعیۃ علماء پاکستان ہی ایسی ہے جو کہ اہل سنت کی سیاسی جماعت بھی ہے اور مذہبی بھی میرے خیال میں کوئی بے دین
اس جماعت کا رکن نہیں ہے اگر کسی بہتری کی امید ہو سکتی ہے تو اسی جماعت سے ہو سکتی ہے میرے خیال میں آنجناب کی بھی
یہی جماعت ہے اور سابقہ الیکشن میں اس جماعت نے جناب کی سرپرستی میں بڑی نمایاں کامیابی حاصل کی ہے میرے
ناقص خیال میں آپکی اس جمعیۃ کی مثال وہ ہے جو کہ صراط مستقیم کی حدیث شریف میں ہے کہ صراط مستقیم درمیان ہو

اور بے دینی کے راستے گرد اگرد ہیں جیسا کہ محدثین نے کچھ اس طرح بنایا ہے۔ صراط مستقیم ہے
جناب نے جمعیۃ سے توجہ ہٹالی ہے تو یہ یتیم ہو گئی ہے اور اپنے گھر میں پردیسی ہے یہ امر بالکل درست ہے کہ جمعیۃ نے جناب
کی وہ قدر نہیں کی جو کہ لائق تھی لیکن یہ فقیر عرض پرداز ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیاوی مال سے نفع اٹھایا
انکو ہمیشہ یہ خیال رہا کہ کہیں اللہ تعالیٰ نے ہمکو دنیا میں ہی نیک اعمال کا بدلہ تو نہیں دیدیا اسی طرح اگر جناب کی شایان
قدر نہیں کی گئی تو مضائقہ نہیں کیونکہ پوری خیر و برکت عقبیٰ کا حصہ بن گئی ہے اس طولانی تمہید کے بعد یہ فقیر عرض
گذار ہے کہ آنجناب صرف اللہ تعالیٰ جل مجدہ اور اسکے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر اب جمعیۃ علماء پاکستان
کی سرپرستی فرمائیں اور یہی درخواست بندہ جناب کی خدمت میں پیش کرتا ہے اور خواہش یہ ہے کہ دین اسلام
کی خدمت پر خاتمہ ہو جائے اکابرین جمعیۃ کے ساتھ اس معاملہ میں کئی دفعہ بات ہوئی لیکن وہ ڈرتے ہیں
کہ ناراض نہ ہو جائیں لیکن وہ غیر متعلق ہیں اسلئے انکو آنجناب کے کرم اور تسامح کا علم نہیں ہے
اب الیکشن آرہا ہے آپکو کئی لوگ آکر تنگ کرینگے لیکن اگر آنجناب اپنا موقف جمعیۃ کی امداد کے متعلق
واضح فرمادیں تو لوگوں کی تنگی سے چھوٹا جا سکتا ہے مجھے اچھی طرح علم ہے کہ جمعیۃ علماء پاکستان کی امداد میں بھی
جناب کیلئے بڑی پریشانیاں اور موانع ہیں لیکن جنت کے گرد بھی کانٹوں کی باڑ ہے بندہ اردو کا کوئی
ادیب نہیں ہے کہ لچھے دار مضمون سے آنجناب کو متاثر کرے بندہ تو صرف عاجزی اور انکساری کو ہی وسیلہ پیش
کر رہا ہے فقط والسلام

نیاز آگین عطاء محمد مدرس دار العلوم بندیال

بخدمت حضرت قبلہ غریب پرور سید سند دام ظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ سیال شریف سے واپس سنبڑیال آیا تو جناب کا نوازش نامہ موصول ہوا ذرہ نوازی کا بیحد ممنون ہوں اگرچہ آنحضرت کا جواب لاجواب ہے لیکن بموجب مقولہ کرم تو کرد مرا گستاخ چند معروضات پیش خدمت ہیں امید قوی ہے کہ نظر کریمانہ سے مایوس نہیں فرمائیں گے قبل از معروضات ایک مقدمہ تمہید عرض کرتا ہوں (تمہید) حضرت مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ نے بارگاہ [illegible] میں جناب عرض کی تھی قولہ تعالیٰ رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا (مقصد یہ تھا کہ لڑکا عطا ہوگا لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو جناب الٰہی میں عرض کی قولہ تعالیٰ رب انی وضعتہا انثیٰ) تو [illegible] رب العزت [illegible] کو اس کا علم تھا تو انہوں نے کیوں عرض کی تو جواب دیا کہ مقصد خبر دینا نہیں تھا بلکہ تحسر اور اظہار افسوس تھا۔ بندہ جناب کو یہ تمہید اور معروضات جو پیش کر رہا ہے اس سے بھی یہی مقصد ہے نہ کہ اخبار کیونکہ آنجناب فقیہ ہیں اور ہر بات [illegible] آپ بہت بہتر جانتے ہیں۔ اب معروضات پیش خدمت ہیں

معروض اول جن مرسیات کا جناب نے اپنے مکتوب گرامی میں ذکر فرمایا ہے قبل ازیں بھی بندہ نے سنے تھے لیکن جب [illegible] سے بندہ نے [illegible] استفسار کیا تو انہوں نے [illegible] کانوں پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ یہ [illegible] بدگمانی پیدا کرنے کیلئے پھیلایا ہے اور اگر بالفرض [illegible] سے یہ گستاخی ہوئی ہے تو [illegible] معافی مانگنے کو تیار ہیں اور توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے۔ معروض دوم [illegible] اس قسم کی الزام تراشیوں سے بچنا بہت مشکل ہے خواہ کسی پارٹی کے ساتھ منسلک ہو جائے [illegible] جو الزام تراشی ہو رہی ہے تو [illegible] خصوصاً [illegible] کے حلقوں میں [illegible] بلکہ عموماً ایک جگہ [illegible] کام کرتا ہے مولوی [illegible] فرمایا [illegible] الزام بازی سے گھبرانا نہیں چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کے متعلق [illegible] نے کہا (ان اللہ ثالث ثلٰثۃ) معروض سوم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق بندہ نے پڑھا ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو [illegible] سپہ سالاری سے معزول فرمایا تو وہ جہاد میں بہت زیادہ جوش سے حصہ لیتے تھے بعض لوگوں کو حیرانی ہوئی کہ باوجود عزل کے زیادہ کوشش کیوں کرتے ہیں اور [illegible] وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ اگر میں اب جہاد میں سستی کروں تو ڈر لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائے گا کہ خالد تم عہدہ کیلئے بہادری دکھاتے تھے اگر میرے لئے جہاد کرتے تو عزل کے بعد بھی [illegible] کوشش کرتے۔ معروض چہارم قیام پاکستان میں ہمارے مشائخ نے کارہائے نمایاں دکھائے تھے لہٰذا مشائخ کے [illegible] مجالس میں سر اونچا کر کے جاتے تھے اور کوئی معترض نہیں ہوتا تھا کہ تمہارے مشائخ نے اس کار خیر میں حصہ نہیں لیا تھا [illegible] قیام پاکستان سے مقصود اجرائے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھا لیکن اب جبکہ نفاذ شریعت کا مرحلہ آیا ہے تو ہمارے مشائخ یا تو غیر جانبدار ہیں [illegible] سوشلزم کا [illegible] دونوں صورتوں میں سوشلزم کی [illegible] اب منکرین مشائخ [illegible] رہے ہیں کہ تمہارے مشائخ نے پاکستان دہریت پھیلانے کیلئے بنایا تھا نہ کہ اسلام کیلئے کیونکہ اگر قیام پاکستان کا مقصد شریعت مطہرہ کا نفاذ ہوتا تو اب مشائخ ان جماعتوں کی امداد کرتے جن کی سعی نفاذ شرع کیلئے ہے اور ہم اس اعتراض کا جواب [illegible] جو کہ انصاف پر مبنی ہو اس فقیر کے پاس نہیں ہے اور [illegible] مشائخ کے ساتھ عقیدت میں ضعف پیدا ہو رہا ہے کیونکہ ایسے حالات میں شیطان اپنا جال زیادہ پھیلاتا ہے۔ معروض پنجم بندہ کا عقیدہ [illegible] کے ساتھ تو متعلق ہے [illegible] اپنے عقیدہ کو [illegible] درست نہیں ہے بندہ کا عقیدہ اس وقت ذیل میں مندرج ہے

(عقیدہ) واللہ الذی الحق فی دینی [illegible] ہو السواد الاعظم الذی ارضی سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم باتباعہم فی کل زمان وکلف بلزوم [illegible] والانحراف عنہ۔ فقط والسلام

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی [illegible] سنبڑیال

حضرت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات وفرمودات

۱۔ میری عمر صرف دس سال کے قریب تھی مجھ پر آقا دو عالم ﷺ نے احسان عظیم فرمایا اور اپنی زیارت سے سرفراز فرمایا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ پرواز فرمار ہے ہیں مجھے پتہ چلا کہ حضور ﷺ ہیں اور پرواز فرمار ہے ہیں بس میں نے کہا کہ میں بھی اڑنا چاہتا ہوں میں نے خیال کیا اور پھر اڑنا شروع کر دیا مجھے جو مقام ملا اور جو شہرت ملی میں سمجھتا ہوں کہ اسی خواب کی برکت ہے۔

۲۔ الحمد اللہ! ایک سو سے زائد میرے ساتھی (یعنی شاگرد) اس وقت شیخ الحدیث مفتی اور صدر مدرس کے مناصب پر کام کر رہے ہیں۔

۳۔ میرے تجویز یہ ہے کہ مدارس میں بھرتی نہیں بلکہ وہی طلبہ لیئے جائیں جو واقعی اخلاص کے ساتھ دین پڑھنا چاہتے ہیں (محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ) کی خدمت میں پیش کردہ تجویز سے اقتباس۔

۴۔ علم جدید ہو یا قدیم ضرور حاصل کرنا چاہیے علم نور ہے اور اس کے حصول میں تاخیر ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔

۵۔ دنیاداری میں میرے استاد حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچا خواجہ محمد سعد اللہ صاحب سیالوی ہیں۔

۶۔ الحمد للہ! جب میں اپنے حضرت یعنی پیر سید غلام محی الدین چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں بغداد شریف حاضر ہوا تو جامع امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطیب اور نامور عالم دین حضرت الشیخ عبد القادر آفندی نے مجھے حدیث پاک اور فقہ کی سند عطا فرمائی۔

۷۔ انگریزی تعلیم حاصل کرنیوالا اگر ڈپٹی کمشنر بھی بن جائے تو کمشنر کے آنے پر تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائیگا اور سلام کرے گا کمشنر وزیر کی آمد پر تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائیگا وزیر صدر اور وزیر اعظم کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے مگر صحیح عالم دین کسی کی تعظیم کیلئے نہیں جھکتا۔ سب وزیر اور صدر اس کی تعظیم کیلئے جھکتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص علم دین کی تکمیل ہی نہ کرے اور پھر

بے قدری کی شکایت کرے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

۸۔ میں نے ہدایہ شریف کے ساتھ ہی درمختار تک فقہ پڑھی بھی اور پڑھائی بھی ہے لیکن بندیال میں حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہتے ہوئے جتنا عبور مجھے اس وقت جزئیات فقہ پر حاصل تھا اب نہیں رہا۔

۹۔ لوگ مجھے صرف معقولی سمجھتے ہیں وہ میرے پاس آ کر فقہ اور اصول فقہ پڑھیں اور تفسیر وغیرہ پڑھیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ کیا میں صرف معقولی ہوں؟۔

۱۰۔ میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سالوں میں پچاس مدرسین ضرور تیار کیے ہیں۔ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا اللہ بخش صاحب واں بھچراں شیخ الحدیث غلام رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد اشرف سیالوی، غلام رسول سعیدی، مولانا عبد الحکیم شرف قادری، مولانا عبد الحق بندیالوی، مولانا محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ، مولانا محمد کمال الدین کشمیری وغیرہ شامل ہیں۔

۱۱۔ میں 1946ء سے عملی سیاست میں ہوں مگر اس وقت صرف جمعیت علمائے پاکستان ہی نظام مصطفیٰ ﷺ کی مخلص تحریک ہے اس سے تعاون کرنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں خوش قسمتی ہے کہ جمعیت کو مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحتیں موجود ہیں۔

۱۲۔ الحمد للہ! میں صرف دو واسطوں سے قائد تحریک آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوں کیونکہ میرے استاذ محترم حضرت علامہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ہدایت اللہ جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اور وہ براہ راست قائد تحریک آزادی محدث خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں

۱۳۔ میرا پیغام یہ ہے کہ علماء درس نظامی کی تصحیح کریں مناسب تبدیلیاں عمل میں لائیں جس مدرسہ سے ان کا تعلق ہے اس کے طلباء کو فرمانبرداری اور ادب سکھائیں اپنا کردار درست کریں

اور بچوں کو علم دین کی طرف راغب کریں اور ان سب کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہو کیونکہ جو دنیا کے حصول کو مقصد بنائے گا اس کو دنیا تو مل جائیگی لیکن یہ مقصد ٹھیک نہ ہوگا اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی ہی اصل مقصودِ حیات ہونا چاہیے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازات

رحمٰن و رحیم اور قدیر و بصیر خدا نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم و عمل درس و تدریس، وعظ و تبلیغ، رشد و ہدایت، تحریر و تقریر اور عبادت و ریاضت میں بے کنار امتیازات سے سرفراز فرمایا تھا اور ایک عالم آپ کے ان امتیازات اور اوصاف کا گواہ ہے چند دلربا جھلکیاں ملاحظہ ہوں۔

۱۔ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم دین اور اپنے عہد کے سب سے عظیم استاذ ہونے کے باوجود بے حد سادہ مزاج کے حامل تھے لباس سادہ، خوراک سادہ، انداز گفتگو سادہ، رہن سہن کے طور طریقے سادہ یوں لگتا جیسے سادگی کا پیکر ہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے کمال درجے کے استغناء سے آپ کو نوازا تھا دنیا کی کوئی لالچ کوئی حرص آپ کی شان استغنا کو متاثر کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی بڑے بڑے جاگیرداروں اور نامور گدی نشینوں کے صاحبزادوں نے آپ کی شاگردی کو سعادت جانا۔ لیکن عمر بھر آپ نے ذاتی ضرورت کیلئے کبھی ان سے رجوع کرنے کا تصور تک نہ کیا اور اگر کسی نے کوئی پیشکش کرنا بھی چاہی تو شان بے نیازی سے ٹھکرا دی۔

کیا عشق نے سمجھا ہے کیا حسن نے جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

۳۔ آپ کا طریقہ تدریس جداگانہ اور والہانہ تھا طالب علم عبارت پڑھتا آپ اصلاح فرماتے پھر جب پڑھی ہوئی عبارت پر تقریر فرماتے تو طالب علم کے ذہن کی گرہیں ایک ایک کر کے کھلتی چلی جاتیں اس کے دل میں چھپے اشکال حل ہوتے جاتے اس کے سوچے ہوئے

اعتراضات ازخود ختم ہوتے محسوس ہوتے اور جب امام المناطقہ اپنی گفتگو ختم کرتے تو لگتا علم وفن کا متلاطم سمندر اپنے علم کا نور بانٹ کر قدرے پرسکون ہوگیا ہے ہاں کوئی طالب علم کسی بات کی مزید وضاحت چاہتا کوئی سوال کرنے کا ارادہ کرتا کوئی بات تشنہ محسوس کرتا تو ایسے طالب علم پر خوش ہوتے کمال شفقت سے لمحوں میں اس کی پیاس بجھا دیتے اور وہ طالب علم زندگی بھر اپنے بختوں پر نازاں ہوتا پھر یہی تقریر طلباء سے سنتے اور وہ بیان کرنے میں کامیاب ہو جاتا تو مطمئن ہوتے کوئی طالب علم اگر کوئی مشکل سے مشکل کتاب کسی اور جگہ کسی نامور مدرس سے پڑھ کر آتا اور وہی کتاب استاذ العلماء سے پڑھنے بیٹھتا تو ایسے پتہ چلتا تدریس کسی اور چیز کا نام ہے علم کسی اور شے کو کہتے ہیں آپ کے استاذی ذی وقار علامہ یار محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادے اور آپ کے شاگرد رشید علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ العالی نے خوب فرمایا جب میں پڑھی ہوئی کتابیں حضرات استاذ المکرم سے پڑھیں تو آپ کی لیاقت علمی اور خداداد ملکہ تدریس پر قربان ہونے کو جی چاہا یوں لگا علمی نکات اور قواعد کے دریا ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔

۴۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ قول کے پکے اور عمل کے سچے منفرد عالم دین تھے دلائل وبراہین کے ساتھ اپنے موقف کو واضح فرماتے پھر جس بات کو حق جانتے برملا اس کا اظہار فرما دیتے اور پھر اپنے قول وقرار پر چٹان کی مانند ڈٹ جاتے کوئی رعب کوئی دبدبہ، کوئی خوف، کوئی دھونس، کوئی دھمکی، کوئی لالچ آپ کو آپ کے موقف سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو پاتی لوگوں نے بارہا آزمایا اور استاذ العلماء نے ہر بار عزم واستقلال بن کر دکھایا۔ اپنی کتاب سیف العطاء میں ایک مقام پر فرماتے ہیں دربار عالیہ گولڑہ شریف میں منعقدہ مجلس عرس میں سرعام مجھ پر زہر آلود اور توہین آمیز جملوں سے حملہ کیا گیا بندہ مفتی[1] بدباطن کی بدکلامی کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان سمجھتا ہے کہ کیا ایسے مفتیوں کے دباؤ اور ان کی بدکلامی سے مرعوب و برانگیختہ ہو کر حق پر ثابت قدم رہتا ہے یا نہیں اور مفتیوں کے بہتان کو اپنے حضرت اعلیٰ سے دور

۱۔ مفتی سے مراد مفتی عبدالشکور ہزاروی ہے۔

کرتا ہے یا ان کے رعب کی وجہ سے حق سے منحرف ہو جاتا ہے ان مفاد پرست ابن الوقت کاسہ لیس ایمان فروش مفتیوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس فقیر کا ایمان اور صبر بحمدہٖ تعالیٰ کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔

۵۔ انتہائی سکون اور حد درجہ خشوع وخضوع سے نماز ادا فرماتے حد یہ ہے کہ حالت سفر میں بھی خشوع وخضوع کی دولت ہاتھ سے نہ جانے دیتے آپ کے بے شمار شاگرد شاہد ہیں کہ نماز پڑھتے وقت آپ کو دنیا ومافیہا کا ہوش نہ رہتا۔

۶۔ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ امتیاز رہا ہے کہ آپ کسی بھی فن کی کوئی بھی کتاب پڑھا رہے ہیں یا اپنے تلامذہ کو کوئی بھی صرفی اور نحوی قاعدہ سمجھا رہے ہیں کمال فن سے اپنے عقیدہ کو بھی ثابت کر رہے ہیں شاید ہی یہ وصف کسی استاذ کو حاصل رہا ہو کہ قواعد نحویہ وصرفیہ میں اپنے عقیدہ کے حق اور سچ ہونے پر دلائل ارشاد فرما رہے ہیں۔ ایک بار ''ف'' اور ''ثم'' کی بحث آئی تو اس سے دعا بعد جنازہ کا حق ہونا ثابت فرمایا۔ بتایا کہ ''ف'' تعقیب بلا خیر کیلئے آتا ہے اور ''ثم'' تعقیب مع التاخیر کیلئے آتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ سرور کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا صلیتم علی المیت فاخلصوله الدعا'' جب تم میت پر نماز (جنازہ) پڑھ لو تو خالص اس میت کیلئے دعا کرو''

نمبر۷:۔ فرمایا جنازہ میں حاضر وغائب مذکر ومونث صغیر وکبیر سب کیلئے دعا ہے جب تک نماز جنازہ کے معا بعد مرنے والے کیلئے خالصتاً دعا نہ کی جائے تو اس حدیث پر عمل نہیں ہو پاتا لہٰذا جنازہ کے بعد دعا مانگی ضروری ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے امتیازی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل تھی اگر کوئی آدمی راستے میں یا گاڑی میں آپ سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا تو آپ فرماتے کہ میں نے کوئی مسئلے جیب میں ڈالے ہوئے ہیں یعنی بہت احتیاط فرماتے اور فرماتے کہ میں کتاب سے دیکھ کر مسئلہ بتاؤں گا سبحان اللہ یہ تھی آپ کی علم دین میں احتیاط اگر کوئی معمولی مسئلہ بھی ہوتا تو

کتب سے دیکھ کرارشادفرماتے۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ مستند کتب سے حوالہ پیش کرتے فقہ میں خصوصاً ہدایہ شریف فتح القدیر، بحرالرائق شرح وقایہ، مراقع الفلاح، درمختار شامی وغیرہ۔عقائد میں نبراس تفاسیر میں احکام القرآن ابوبکر جصاص تفسیر کبیر امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اورروح المعانی وتفسیر بیضاوی وغیرہ اور احادیث شریف میں صحاح ستہ اوراس کے حواشی مشکوٰۃ شریف اورشرح مشکوٰۃ مرقات ملاعلی قاری وغیرہ پرآپ بہت اعتماد فرماتے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا کہ جب میرے حضرت صاحب یعنی غلام محی الدین بابو جی کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کوارشادفرمایا کہ میرے سنگیوں کاخیال رکھنا آپ نے یہ نہ فرمایا کہ میرے مریدوں کا خیال رکھنا بلکہ فرمایا میرے سنگیوں کاخیال رکھنا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے مرشد کریم کے نقش قدم پرعمل پیرا ہوتے ہوئے آپ بھی اپنے شاگردوں کوشاگرد کہہ کریادنہیں فرماتے تھے بلکہ آپ فرماتے کہ یہ میرے سنگی ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا شان استغناء:

ایک مرتبہ غزالی زمان رازی دوراں علامہ سید سعید احمد شاہ کاظمی نوراللہ مرقدہٗ بندیال شریف قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لائے فرمایا۔

میں جامعہ عباسیہ بہاولپور (بہاولپور یونیورسٹی) میں اکیلا ہوں وہاں آپ جیسے فاضل اورفائق استاذ کی ضرورت سے انتظامیہ مبلغ دس ہزارروپے تنخواہ پیش کرے گی گاڑی بنگلہ اوردیگر ضروریات کا انتظام واہتمام ہوگا آپ اس پیشکش کوقبول فرمائیں اور بہاولپور یونیورسٹی کی اس ملازمت کیلئے مان جائیں۔واضح رہے کہ اس وقت (غالباً 1963ء) بندیال شریف میں استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تنخواہ صرف -/350 روپے تھی رات بھرقبلہ کاظمی شاہ صاحب کا اصراررہا

آپ نے جواب میں فرمایا۔

قبلہ شاہ صاحب! میں دووجھوں سے یہ پیشکش قبول کرنے سے معذورہوں۔

ا۔ اپنے استاذ کبیر علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ویران کرنے کی ہمت نہیں

ب۔ میرے اساتذہ کرام نے کبھی گھنٹیوں پرنہیں پڑھایا (مرادتھی پیریڈختم ہونے پرگھنٹی بجتی ہےاورکلاس ختم ہوجاتی ہے چاہے سبق مکمل ہویانہ ہو) اورمیں بھی گھنٹیوں پرنہیں پڑھاناچاہتا جب تک بات مکمل نہ ہوجائے جب تک طلباء مطمئن نہ جائیں چاہے 3 گھنٹے صرف ہوں یازیادہ

جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ
آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں

طلبہ پر بے حدشفیق ہونے کے باوجوداستغناء بھی درجہ کمال کوپہنچاہواتھا۔ایک دفعہ کسی کتاب کے ختم ہونے پر چھ سات بڑے بڑے طلباء نے مل کر درخواست کی کہ خیالی شروع کرادیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب رسالہ قطبیہ شروع ہوگا طلبہ نے گزارش کی رسالہ قطبیہ صرف دوطالب علموں نے پڑھنا ہے باقی سب پڑھ چکے ہیں جب کہ خیالی سب نے پڑھنی ہے۔استاذ صاحب نے فرمایا جس نے پڑھنا ہے پڑھے جونہیں پڑھنا چاہتا نہ پڑھے۔راقم کا خیال ہے کہ شاید طلبہ اس ذہنی دھچکے کوبرداشت نہیں کریں گے اورمدرسہ چھوڑکرچلے جائیں گے لیکن دوسرے دن حیرت کی انتہا نہ رہی سب طلبہ کمال اشتیاق سے رسالہ قطبیہ ہی پڑھ رہے تھے اس سے آپ کے ساتھ طلباء کی عقیدت اوروابستگی کا بخوبی اندازہ لگایاجاسکتا ہے۔

علامہ مولاناپیرمحمد چشتی (پشاور) فرمایا کرتے تھے کہ استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ الصمد کا مظہرہیں۔

شان تدریس۔

آپ ان معدودے چند اساتذہ میں سے ہیں جنہوں نے فرائض تدریس کو عبادت سمجھ کر ادا کیا آپ نے عمر عزیز کے شب و روز محض تدریس میں صرف کر دے وعظ و خطابت اور تصنیف و تالیف کی طرف بہت کم توجہ فرمائی۔

درج ذیل سطور میں آپ کی چند تدریسی خصوصیات پیش کی جاتی ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ آپ کی شان تدریس کو ضبط تحریر میں لانا راقم الحروف کے بس کی بات نہیں ہے۔

۱۔ بیسوں دفعہ درسی کتب پڑھانے کے باوجود ہر کتاب باقاعدہ مطالعہ کر کے پڑھاتے پھر یہی نہیں کہ کتاب پر ایک سرسری نظر ڈال لی بلکہ نظر غائر سے ملاحظہ فرماتے ایک دفعہ ایک ایسا اتفاق ہوا کہ گرمیوں کے موسم میں آپ نے ہدایہ آخرین کا مطالعہ شروع کیا ادھر راقم الحروف نے بھی وہی کتاب دیکھنا شروع کی مطالعہ کرنے کے بعد دیکھا تو پتہ چلا کہ آپ ابھی کتاب ملاحظہ فرما رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ ہر دفعہ نئے نئے مضامین نئے انداز میں بیان فرماتے۔

۲۔ طلباء سے مطالعہ کی سخت پابندی کرواتے کسی طالب علم کے متعلق اگر محسوس کرتے کہ اس نے پوری طرح مطالعہ نہیں کیا تو اسے اچھی خاصی سرزنش فرماتے اس لیئے وہاں غیر محنتی طالب علم کی بہت کم گنجائش ہوتی۔

۳۔ مشکل سے مشکل مقام کو اس خوش اسلوبی سے بیان فرماتے کہ اس مطلب کے مشکل ہونے پر اعتبار نہ آتا انداز بیان ایسا پاکیزہ اور سہل ہوتا کہ ہر بات دل و دماغ میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی عبدالغفور نحو کی ایک مشکل ترین کتاب ہے اس کا ایک مقام پڑھتے وقت راقم حسن بیان سے اس قدر محظوظ ہوا جس کا اثر آج تک دل و دماغ میں محسوس ہوتا ہے بس یوں سمجھئے کہ نظریات کو بدیہی کر دکھاتے ہیں۔

۴۔ جب تک پڑھنے والے کو شرح صدر حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک انہیں اطمینان نہ

ہوتا بعض اوقات ذہن طلباء کسی مطلب کی تکرار کو طوالت سمجھنے لگتے ہیں لیکن آپ کے پیش نظر ہر قسم کے طلباء ہوتے ہیں اس لیئے آپ بالکل اکتاہٹ محسوس نہ کرتے حد یہ ہے کہ ان کی نظر عبارت کے ہر گوشہ پر ہوتی اور اس بات کو روا نہیں رکھتے کہ کسی پہلو کو نظر انداز کر دیا جائے۔

۵۔ طلباء کے سامنے ان کی تعریف نہیں کرتے چاہے وہ کتنا ہی لائق و فائق کیوں نہ ہوں خاص طور پر جو طالب علم ان کی زیادہ خدمت کرے ان کی بہت کم رعایت کرتے اس کا اثر یہ ہوتا ہے طلباء میں خواہ مخواہ غرور پیدا نہیں ہوتا بلکہ جذبہ محنت بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے رئیس الاذکیاء مولانا محمد اشرف صاحب سیالوی جب وزیر آباد جا کر دورہ قرآن اور فیصل آباد دورہ حدیث پڑھا اور دیگر مدارس کے طلباء کی علمی قابلیت کا جائزہ لیا تو ایک موقع پر بطور خوش طبعی فرمایا۔

باہر جا کر پتہ چلا کہ ہم بھی علامہ ہیں ورنہ یہاں (بندیال) میں تو استاذ صاحب نے ہمیں احساس ہی نہیں ہونے دیا کہ ہمیں بھی کچھ آتا ہے۔

۶۔ تعلیم علوم کے ساتھ ساتھ طلباء کی اخلاقی اور علمی اصلاح پر بھی خاص توجہ فرماتے اکثر کمزوریوں کی نشاندہی فرما کر اخلاق صالحہ اور اعمال حسنہ کی ہدایت فرماتے رہتے۔

ایک دفعہ مولانا حافظ شاہ محمد صاحب خطیب مدینہ کالونی والٹن لاہور ایک جگہ تدریس کے لئے جانے لگے تو آپ نے دیگر ہدایات کے علاوہ خاص طور پر فرمایا۔

طلباء سے اوقات تدریس کے علاوہ زیادہ اختلاط نہ رکھنا اس سے بہت سی خرابیوں کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے دور طالب علمی میں تمام طلباء سے بے تکلفی اور عام اختلاط ہوتا ہے اس سے دور تدریس میں اس عادت کو چھوڑنا خاصا دشوار ہوتا ہے مزید فرمایا کہ اگر ہو سکے تو اپنے کپڑے بھی خود دھو لیا کریں۔

۷۔ فخر المدرسین حضرت علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالی کی مسند تدریس کے جانشین علامہ غلام محمد تونسوی (صدر مدرس جامعہ نوشاہیہ جہلم) ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے شرح جامی مولوی کالا صاحب سے پڑھی ہے اور وہ شرح جامی پڑھانے میں یکتائے زمانہ تھے اس کے بعد میں

نے دوبارہ شرح جامی علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی تو پتہ چلا کہ مولوی کالا صاحب علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عشر عشیر بھی نہیں ہے بلکہ آپ کے مقابلے میں ابھی طفل مکتب ہے۔

۸۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ جدید علوم کی طرف توجہ نہیں فرماتے تھے بلکہ قدیم مروج درس کو بہت زیادہ اہمیت دیتے تھے خصوصاً ابتدائی کتابیں جو اردو میں ہیں اور درس نظامی کے نصاب میں شامل ہیں ان کی مخالفت کرتے اور ارشاد فرماتے کہ پرانے علماء کے ابتدائی رسائل جو درس نظامی کے نصاب میں شامل ہیں ان کی بہت تعریف فرماتے مثلاً نحو میر زرادی ،زنجانی ،دستور مبتدی ،مراح الارواح مجموعہ منطق وغیرہ اور فرماتے کہ ان علماء کی کتابوں میں برکت ہے اور یہ علماء ہمیشہ باوضو کتابیں تصنیف کرتے تھے بخلاف موجودہ علماء کے ہوسکتا کہ تصنیف کے وقت وضو بھی کرتے ہیں یا نہیں اس لیئے ان کی کتابوں میں برکت نہیں ہے۔

ملفوظات قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جنتیوں کی ایک سوبیس صفیں ہونگی۔ مندرجہ ذیل حدیث شریف کی مکمل تفصیل بیان فرمائی۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ اھل الجنة عشرون ومائة صف ثمانون منها من هذاالامة واربعون من سائر الامم۔ (رواہ الترمذی ولدارمی والبیہقی)

یعنی قیامت میں جنتیوں کی ایک سوبیس صفیں ہونگی جن میں سے اسی صفیں امت محمدیہ ﷺ کی ہونگی اور چالیس صفیں دوسری امتوں سے ہوں گے یعنی دوتہائی جنتی اس امت سے ہوں گے اور ایک تہائی دوسری امتوں سے ہوں گی اور یہ صفیں زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہونگی۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ دوتہائی اس امت کے لوگ ہیں؟ تو گزارش ہے کہ اس امت میں کئی مکاتب فکر ہیں۔ اہل سنت والجماعت کے سوا کوئی مکتبہ فکر ایسا نہیں جو دوتہائی صفوف پوری کر سکے اہل سنت کے سوا تمام مکاتب فکر اکٹھے کئے جائیں تو ان سے ایک صف بھی پوری نہیں ہو سکتی تو ان دوتہائی صفوف کو اہل سنت و جماعت ہی پورا کریں گے اور اہل سنت یا تو سلاسل اربعہ کے مشائخ ہیں یا ان کے متوسلین، بغداد شریف سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز اٹھیں گے اور ان کے ہمراہ اربوں قادری ہونگے اسی طرح اجمیر شریف سے حضرت خواجہ والیِ ہند نور اللہ مرقدہٗ اٹھیں گے ان کے ہمراہ اربوں چشتی ہوں گے۔ اسی طرح دہلی شریف سے حضرت خواجہ باقی باللہ اور سرہند شریف سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما اٹھیں گے ان کے ہمراہ اربوں نقشبندی ہوں گے اسی طرح حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ بغداد شریف سے اٹھیں گے ان کے ساتھ اربوں سہروردی ہونگے ان سلاسل اربعہ کے مشائخ اور متوسلین سے دوتہائی صفوف قیامت میں پوری ہوں گی گویا عالم کی بقا بھی اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی برکت سے اور قیامت میں جنت کی آبادی اور رونق بھی۔ عباد اللہ الصالحین سے ہوگی۔

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ دین حق کی خدمت کرنے والے عام طور پر دو گروہ ہیں

گروہ اول مشائخ کرام اور اولیاء عظام ہیں جو عام مسلمانوں کو طریقت اور حقیقت اور معرفت کی تربیت دیتے ہیں۔

گروہ دوم علمائے کرام ہیں جو کہ ظاہر شرع اور کتاب وسنت کی تدریس وتبلیغ کرتے ہیں علماء کرام کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ مشائخ کرام اور اولیاء اللہ ابتداء میں ظاہری علم اور کتاب وسنت کی تعلیم علماء کرام سے حاصل کرتے ہیں۔لیکن مشائخ کرام اور اولیاء کرام کو علماء کرام پر چند وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔

۱۔ علماء کرام کندن اس وقت بنتے ہیں جبکہ ان کی بیعت کسی شیخ کامل کے ساتھ ہو ورنہ ان کو شیطان اپنے مکر میں پھنسالیتا ہے اور وہ اہل سنت کے عقائد سے انحراف کر کے نئے مذہب کی بنیاد ڈالتے ہیں اور مسلمانوں میں افتراق وتشتت کا باعث بن جاتے ہیں برخلاف مشائخ کرام کے کہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں اتفاق واتحاد پیدا ہوتا ہے اور ہر شیخ دوسرے سلاسل کے مشائخ کا احترام کرتا ہے۔

۲۔ شاید ہی کوئی عالم ہوگا جس کے ہاتھ پر ایک ہزار آدمی مسلمان ہوا ہو برخلاف مشائخ کرام کے کہ ان کے ہاتھوں پر لاکھوں انسانوں نے اسلام قبول کیا جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز خواجہ اجمیری قدس سرہٗ العزیز کے ہاتھ پر نوے لاکھ انسانوں نے اسلام قبول کیا اس طرح دوسرے مشائخ کے توسل سے لاتعداد انسان مشرف بہ اسلام ہوئے ۔چنگیز اور ہلاکو خان جو کہ تاتاری کافر تھے انہوں نے تمام عالم اسلام کو تہ وبالا کیا اور بغداد شریف کی خلافت کو ختم کیا ان تاتاریوں کی اولاد سے شاہ غازان مسلمان ہوا اور اس کی متابعت میں اس کے لشکر اور لاکھوں آدمیوں نے اسلام قبول کیا شاہ غازان کو حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایک خلیفہ نے مسلمان کیا۔ہندوستان میں چوغطہ خاندان حکمران رہا ہے اس خاندان سے اکبر بادشاہ نے ایک نیا دین ایجاد کیا اس کا مقابلہ حضرت مجدد الف ثانی سرہندی نور

اللہ مرقدہٗ نے کیا اور قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا اس خدمت دین کے سلسلہ میں مشائخ کرام کا کوئی عالم مقابلہ نہیں کرسکتا۔

۳۔ مسلمانوں میں جتنے مکاتب فکر ہیں ان میں شدید اختلاف ہے ہر مکتبہ فکر اپنے سوا دوسرے کو مسلمان ہی نہیں سمجھتا یہ سب اختلاف علماء کا پیدا کردہ ہے مشائخ کی وجہ سے کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوا۔

۴۔ اس وقت تمام عالم اسلام میں جو مسلمان بھی مذہب حقہ اہل سنت وجماعت پر مضبوطی سے قائم ہیں یہ مشائخ کی برکت ہے کیونکہ کوئی عالم خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو اس کے مقتدیٰ اور تابعین زیادہ سے زیادہ دو ہزار ہوں گے برخلاف مشائخ کے کہ ہر شیخ کے متوسلین لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور ان کے اسلام کی پختگی مشائخ کی برکت سے ہے مشائخ نے اپنے متوسلین کو کبھی ایسے عقیدہ کی تلقین نہیں کی جو اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہو اور وہ عقیدہ کفریہ ہو برخلاف اس کے علماء کی وجہ سے لاکھوں مسلمانوں کا عقیدہ عقائد اہل سنت کے خلاف ہوگیا اور عقیدہ کفریہ ہوگیا۔غور کیجئے مرزا قادیانی مشائخ سے نہیں تھا بلکہ علماء کے گروہ سے تھا اس کی وجہ سے لاکھوں مسلمان گمراہ ہوکر خارج از اسلام ہوگئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم گرمیوں کے موسم میں موٹے کپڑے پہنتے اور سردیوں میں باریک یعنی پتلے کپڑے پہنتے مندرجہ ذیل احادیث بیان فرمائی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہما اپنے باپ ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہا اور وہ اس وقت ان کے ساتھ چل رہے تھے کہ لوگ آپ کی کچھ باتوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے ہیں آپ موسم سرما میں دو چادروں سے باہر نکلتے ہیں اور موسم گرما میں موٹے اور کھردرے کپڑے پہن کر باہر آتے ہیں تو آپ نے فرمایا کیا تو جنگ خیبر میں ہمارے ساتھ نہ تھا؟ انہوں نے کہا میں آپ کے ساتھ تھا۔آپ نے فرمایا رسول

اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خیبر کے فتح کرنے کیلئے جھنڈا دے کر بھیجا تو وہ بغیر فتح کے واپس آ گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دے کر بھیجا تو وہ بھی بغیر فتح کئے واپس آ گئے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب میں اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور وہ فرار ہونے والا نہیں ہے اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا یعنی میری طرف پیغام بھیجا اور میں آشوب چشم میں مبتلا تھا آپ نے میری آنکھوں میں لعاب دہن ڈال کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ اے اللہ! علی (رضی اللہ عنہ) کی گرمی اور سردی سے حفاظت کر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی کا احساس ہوا اور نہ کبھی سردی محسوس ہوئی۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم علم کے بلند مرتبہ پر فائز تھے جب آپ علم کی باریکیاں بیان کرتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی آپ کے علم کی جھال نہ جھل سکتا اور آپ رضی اللہ عنہ جنگل میں تشریف لے جاتے اور کنویں میں منہ ڈال کر علم کی بھراس نکال دیتے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کا واقعہ بیان فرمایا کہ ایک آدمی تھا کہ اس کے گھر بچی پیدا ہوئی پھر وہ بڑی ہوئی گھر والوں کی بے توجہی سے ان کو پتہ نہ چلا کہ یہ بچی ہے یا خنثہ مشکل ہے گھر والوں نے بچی سمجھ کر اس کی شادی کر دی اور اس کے خاوند نے اس کو حق مہر میں گولی یعنی لونڈی دی یہ بچی یعنی خنثہ مشکل جو تھا اس میں عورت والی علامات بھی پائی جاتی تھیں اور مرد والی علامات بھی۔ کچھ عرصہ کے بعد اس خنثہ نے بچہ جنا اور اس خنثہ کو خاوند نے حق مہر میں لونڈی دی تھی خنثہ نے لونڈی سے جماع کیا اور لونڈی نے بھی بچہ جن دیا اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ یہ خنثہ عورت ہے یا مرد کیونکہ اس میں دونوں علامات تھیں یعنی عورت بھی ہے کہ اس نے بچہ جنا ہے اور مرد بھی ہے کہ اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے مسئلہ یہ ہوا کہ خاوند کا نکاح خنثہ کے ساتھ کیسا ہے اگر عورت ہے پھر تو ٹھیک ہے اور اگر مرد

ہے تو مرد کا مرد کے ساتھ نکاح ناجائز بلکہ حرام ہے یہ مسئلہ بڑے بڑے علماء اور مفتی حضرات کے ہاں پیش ہوا لیکن سب کے سب اس کے حل کرنے سے عاجز آ گئے آخر لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنا مسئلہ پیش کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کی دائیں اور بائیں جانب کی پسلیاں گنتی کریں اگر دونوں طرف کی برابر ہیں تو یہ عورت ہے اگر بائیں طرف کی ایک کم ہے تو یہ مرد ہے لوگ آپ کے اس جواب پر بڑے حیران ہوئے کہ آپ نے یہ مسئلہ کہاں سے نکالا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت حواء رضی اللہ عنہا حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئیں اس طرح مرد کی بائیں طرف کی ایک پسلی کم اور عورت کی دونوں طرف کی برابر ہیں۔

امام المعقولات حضرت علامہ مولانا محمد دین بدھوی رحمہ اللہ تعالیٰ

قیام بندیال کے دوران ایک دفعہ مولانا محمد عبد الحق صاحب بندیالوی ابن فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ نے مطالعہ کے لئے شرح حمد اللہ لا کر رکھ دی امام منطق وفلسفہ نے دیکھا تو کہا کتاب لے جاؤ فقیر کو مطالعہ کی ضرورت نہیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ فرمایا اگر وہ مطالعہ کر کے پڑھاتے تو حافظہ اس قدر قوی اور ذہن اتنا عالی تھا کہ متقدمین اہل فن کے برابر ہوتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو لوگ بڑے استاد کہہ کر پکارتے (یعنی استاد وڈے) اس سے مراد علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی ہوتے تھے۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی کسر نفسی سے کام لیتے اور فرماتے کہ تم نے بڑے استاد دیکھے نہیں (اس سے مراد آپ کی مولانا یار محمد بندیالوی، مولانا مہر محمد اچھروی، مولانا غلام محمود پپلانوی رحمہم اللہ تعالیٰ ہوتے) اگر میرے زمانے میں مجھ جیسا مدرس ہوتا تو میں اس کی طرف دیکھتا بھی نہ۔ تم نے بڑے عالم دیکھے ہی نہیں اب وہ چلے گئے ہیں اور ہم کو ان کی جگہ فائز کر دیا ہے۔ اللہ اکبر علواً کبیرا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ کا خاص انعام

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ آخری عمر میں جب وضو کرنے کیلئے عینک اور گھڑی وغیرہ اتار کر رکھتے بسا اوقات وضو کرنے کے بعد آپ کو یہ بات بھول جاتی کہ میں نے عینک اور گھڑی کہاں رکھی ہے لیکن جب آپ قاضی حمد اللہ تفسیر بیضاوی شریف وغیرہ پڑھاتے تو دوران اسباق آپ ارشاد فرماتے اس مقام پر استاد صاحب بندیال شریف والے یہ تقریر کرتے تھے استاد صاحب اچھرہ والے یہ تقریر کرتے تھے یعنی طالب علمی کے اسباق آپ کو یاد تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں کہ طالب علمی کے زمانے کے اسباق ابھی یاد میں اور وضو کرنے کیلئے عینک اتار کر رکھتا تو بھول جاتا ہوں۔

اور یہ بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کا خاص انعام تھا کہ اسی سال سے زائد عمر ہونے کے باوجود آپ کی نظر اور قوت سماعت بالکل ٹھیک تھی بسا اوقات آپ بغیر عینک کے اخبار کا مطالعہ فرماتے۔

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں یہ بات شامل تھی کہ آپ کسی کا گلہ وغیرہ بالکل نہیں کرتے تھے جن مدارس میں آپ نے تدریس کے فرائض سرانجام دیئے ہیں ان میں دوسرے مدرس بھی خدمت سرانجام دیتے تھے عام مدارس میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ مدرس ایک دوسرے کا گلہ کرتے رہتے ہیں لیکن قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی دوسرے کا گلہ نہیں کیا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر خیر فرمایا کہ منافقین نے جو آپ پر تہمت لگائی تھی جب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ بیان فرمایا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایسی پاک دامنی ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سورۃ نور میں

قرآن کی آیتیں نازل فرمائی ہیں اس کے بعد قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل واقعہ بیان فرمایا کہ پشاور کے مضافات میں ایک مولوی تقریر کر رہا تھا دوران تقریر اس نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں نازیبا کلمات کہے تو سامعین میں سے ایک پٹھان چاقو نکال کر کھڑا ہو گیا کہ میں اس کو قتل کرتا ہوں کہ اس نے میری ماں کو گالی دی ہے لوگوں نے کہا کہ یہ تیری ماں کا نام تک نہیں جانتا اس نے تیری ماں کو گالی کس طرح دی ہے تو اس پٹھان نے کہا کہ دیکھو ایک میری وہ ماں ہے جس نے مجھے جنا ہے اس کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور ایک میری وہ ماں ہے جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ یہ تیری ماں ہے یعنی نبی علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یہ مومنوں کی مائیں ہیں اس مولوی نے میری اس ماں کو گالی دی جس کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ یہ تیری ماں ہے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بے حد احترام کرتے تھے ایک مرتبہ آستانہ عالیہ جلال پور شریف تشریف لائے یہ ان دنوں کی بات ہے جب آپ بھکھی شریف میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے راقم الحروف کے علاوہ صاحبزادہ پیر سید مظہر قیوم شاہ صاحب سجادہ نشین بھکھی شریف بھی آپ کے ہمراہ تھے جب ہم آستانہ عالیہ جلال پور شریف حاضر ہوئے روضہ شریف پر حاضری کے بعد جب ہم صاحبزادہ سید تنویر حیدر شاہ صاحب سے ملے تو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے قبلہ تنویر حیدر شاہ صاحب کے قدموں پر ہاتھ لگایا یعنی قدم پکڑ لئے صاحبزادہ تنویر حیدر شاہ نے آپ کو قدموں سے اٹھایا اور معانقہ فرمایا لوگ حیران تھے کہ علم کا کوہ ہمالیہ اہلبیت کے قدموں پر ہاتھ رکھے ہوئے۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ سب علم اہلبیت کرام کے صدقے سے ہمیں نصیب ہوا ہے ایسی عاجزی اور انکساری علماء میں بہت کم نظر آتی ہے۔ اسی طرح جب آپ آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ حاضر ہوتے تو جب آپ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی نور اللہ مرقدہٗ کو ملتے تو آپ ان کے قدموں پر ہاتھ لگاتے اور پھر آپکے ہاتھ کو بوسہ دیتے یہ ہمیشہ آپ کا معمول تھا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں جامعہ فتحیہ اچھرہ میں زیرِ تعلیم تھا ان دنوں میرے استاذ محترم مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار تھے کہ علمائے دیوبند کا خود ساختہ شیخ القرآن غلام خان نے موضع چھدرو مضافات واں بھچراں میں اس نے فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کو مناظرہ کا چیلنج کیا فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ بیمار تھے تو آپ نے مجھے حکم فرمایا کہ غلام خان نے مناظرہ کا چیلنج کیا ہے اور یہ زبان دراز ہے اور میری صحت اجازت نہیں دیتی آپ مولانا محمد عمر صاحب اچھروی کو ساتھ لے کر فوراً چھدرو پہنچیں اور غلام خان کے ساتھ مناظرہ کریں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں مولانا محمد عمر صاحب کے پاس گیا تو آپ نے عذر پیش کیا کہ میں اس وقت آپ کے ساتھ جانے سے قاصر ہوں قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پھر میں مرکزی امیر حزب الاحناف سید ابو لبرکات صاحب کے پاس گیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ مولانا ابھی چلتے ہیں۔ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور سید صاحب دونوں کچھ کتابیں لے کر سیدھے چھدرو پہنچے غلام خان بھی وہاں موجود تھا مناظرے کے انتظام مکمل تھے پولیس وغیرہ بھی موجود تھی سید صاحب نے مجھے کہا کہ ان کے ساتھ شرائط مناظرہ طے کریں کچھ شرائط طے ہوئیں ایک شرط غلام خان نے یہ لگائی کہ پہلی تقریر بھی میری ہوگی اور آخری تقریر بھی میری ہوگی ہم نے کہا کہ ٹائم مقرر کر لیں اگر ٹائم میں آخری تقریر آپ کی آگئی تو ٹھیک ہے جبکہ غلام خان اس پر باضد تھا کہ پہلی اور آخری تقریر میری ہوگی غلام خان اس ضد کی وجہ سے شرائط مناظرہ پر دستخط نہیں کرتا تھا آخر سید صاحب نے فرمایا کہ ہم بغیر شرائط کے مناظرہ کرتے ہیں مناظرہ کا ٹائم تقریباً ساڑھے چار گھنٹے مقرر ہوا اور یہ مناظرے کا اصول ہوتا ہے کہ پہلی تقریر مثلاً 15،15 منٹ کی ہوگی اور آگے 10،10 منٹ کی۔ پہلی تقریر غلام خان نے کی پھر سید صاحب نے۔ مناظرہ چلتا رہا حتیٰ کہ جب آخری منٹ رہ گئے وہ سید صاحب کے حصہ میں آئے اس وقت غلام خان خوب چلایا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب غلام

خان چلایا تو سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے غلام خان کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے فرمایا کہ۔

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ وار وار سے پار ہے

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی طرف انگلی کا شارہ کر کے یہ شعر پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ غلام خان کے سینہ میں تیر پیوست ہو گیا ہے اور وہ چیخ اٹھا اور کھڑا ہو گیا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو کتابوں کے حوالے نکال کر دیتا تھا جبکہ سید صاحب مناظرہ کر رہے تھے جب سید کی آخری تقریر کی باری آئی تو میں نے حسین علی واں بھچروی کی تفسیر بلغۃ الحیران کھول کر سید صاحب کو دی تو سید صاحب نے بلغۃ الحیران کو ہاتھ میں لے کر تقریر کی اور خوب اس کا رد کیا سید صاحب کی آخری تقریر نے خود ساختہ شیخ القرآن کے تابوت میں آخری میخ نصب کر دی تو اللہ تعالیٰ نے مذہب حقہ اہلسنت و جماعت کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مناظرہ میں سید صاحب کی دو کرامتیں ظاہر ہوئیں۔

ا۔ یہ کہ غلام خان کہتا تھا کہ پہلی اور آخری تقریر میری ہوگی جب مناظرہ شروع ہوا تو اختتام مناظرہ میں آخری تقریر سید صاحب کے حصہ میں آئی۔

۲۔ جب سید صاحب نے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں نور اللہ مرقدہٗ فاضل بریلی شریف کا مذکورہ شعر پڑھا تو ایسا معلوم ہوا کہ غلام خان کے سینہ میں نیزہ پیوست ہو گیا ہے اور وہ چیخ اٹھا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اختتام مناظرہ پر سید صاحب نے مجھے کہا کہ ہم حسین علی کو دیکھنے جائیں گے اس وقت حسین علی زندہ تھا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے سید صاحب سے عرض کی وہ ہمارے دشمن ہیں اور ہم پر حملہ کر دیں گے آخر

سید صاحب نے کہا تم یہاں ٹھہرو اور میں جاتا ہوں آخر سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حسین علی کو دیکھنے کیلئے گئے بسیار کوشش کے باوجود سید صاحب کو لوگوں نے اندر داخل نہ ہونے دیا۔ سید ابوالبرکات صاحب نے فرمایا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ حسین علی پیشاب کھاتا ہے اور سنگلوں سے جکڑا ہوا ہے اور جب اس کو کھولتے ہیں تو وہ بھاگ جاتا ہے آخر اس کا بہت بُرا انجام ہوا اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی سے بچائے آمین ثم آمین۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائی ملک فتح محمد مرحوم کے ختم قل پر ارشاد فرمایا کہ صدقہ کیلئے صرف بالغ بچے ہی قرآن پاک پڑھ سکتے ہیں نابالغ نہیں پڑھ سکتے البتہ برکت کیلئے نابالغ پڑھ سکتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ یہ مسئلہ مجھے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتلایا اور میں نے سنا اور فرمایا کہ میت کو دفنانے کے بعد تلقین لازمی کرنی چاہیے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ سرکار دو عالم ﷺ جا رہے تھے اور پیچھے پیچھے عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ جا رہے تھے اور یہ کلام پڑھ رہے تھے بلغ لعلی بکمال کشف الدجا بجمالہ حسنت جمیع خصالہ صلو علیہ وآلہ تو سرکار دو عالم ﷺ مسکرا رہے تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام آپ کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ملفوظ سنایا کہ حضور غوث الاعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور کا عباسی بادشاہ شراب پیتا تھا اور شراب کے مٹکے دریائے دجلہ کے درمیان کشتی میں رکھے ہوئے ہوتے تھے تاکہ ٹھنڈے ہوتے رہیں حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ تقریر میں بادشاہ کی بہت مذمت کی جب بادشاہ کو پتہ چلا تو اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں کہوں گا کہ یا اللہ میں عاجز تھا کہ اس کے بغیر میرا گزارا نہیں ہوتا تھا جب اس بات کا علم حضور غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

ہوا تو آپ نے پھر تقریر میں بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم کھڑے ہو کر میرے آگے کہو کہ میں عاجز ہوں بادشاہ کے ہوش وحواس اڑ گئے زبان بند ہو گئی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ادنیٰ غلام ہوں آپ میرے سامنے نہیں بول سکتے تو اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں تم کیسے بول سکو گے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک ملفوظ پڑھا ہے کہ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ قیامت کے دن مجھے اختیار دے دے تو میں بجائے جنت جانے کے جہنم کا راستہ اختیار کروں گا کیونکہ دنیا میں میں نے نفس کو بہت تنگ کیا ہے مگر جیسا تنگ کرنے کا حق تھا ایسا نہ کر سکا اس لئے جہنم کی آگ سے اس کو سیدھا کروں گا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب سیف چشتیائی کا ایک مشکل مقام تھا جو مجھے سمجھ نہیں آ رہا تھا میں نے اس مقام کو شیخ جامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا اور عرض کی کہ اس مقام کی سمجھ نہیں آ رہی تو شیخ الجامعہ نے اس مقام کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا اور خوب تقریر بیان فرمائی قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی تقریر مجھے مطمئن نہ کر سکی بندہ ناچیز آپ سے سیف چشتیائی کا وہ مقام دریافت نہیں کر سکا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ مرشد گرامی کی تلاش میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچے تو دل میں وسوسہ پیدا ہوا کیونکہ خواجہ عبید اللہ احرار بہت امیر کبیر آدمی تھے سو گھوڑے دو سو اونٹ کئی غلام وغیرہ تھے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے دل کی کیفیت معلوم کر کے فرمانے لگے کہ جامی غافل نیست یعنی میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہوں اس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے قدموں پر گر گئے اور بیعت کیلئے عرض کی اور آپ حضرت

خواجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیعت ہو گئے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آستانہ عالیہ سیال شریف میں دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام میں مولانا محمد حسین صاحب صدرا پڑھا رہے تھے اور اس میں شمّیٰ باتقریر کا درس دے رہے تھے اور طالب علموں کے نزدیک سے راستے میں ایک ڈاچی اور اس کا بچہ یعنی ٹوڈا گزرا طالب علموں نے کہا او، ٹوڈا! جب مولانا محمد حسین صاحب نے یہ سنا تو انہوں نے کتاب فوراً بند کر دی اور طالب علموں کو اٹھا دیا' یاد رہے کہ مولانا محمد حسین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی طبیعت میں سختی تھی اتنے میں مولانا محمد حسین صاحب مرحوم کے مزاج شناس دوست آئے مولانا نے ان کو مکمل واقعہ سنایا اور کہا کہ میں شمّیٰ باتقریر کررہا تھا اور طالب علموں نے کہا" او ٹوڈا!" اس مزاج شناس دوست نے مولانا کو عرض کی کہ اصل بات یہ ہے کہ جب آپ سبق پڑھا رہے تھے تو آپ کے نزدیک سے ایک ڈاچی اور اس کا بچہ یعنی ٹوڈا گزرا ہے اور ٹوڈا بڑا خوبصورت تھا طالب علموں نے کہا کہ ہم اپنے استاد صاحب کو یہ خوب صورت ٹوڈا دکھائیں تو طالب علموں نے کہا او ٹوڈا تو جب مولانا محمد حسین صاحب نے یہ بات سنی تو آپ بہت خوش ہوئے اور دوبارہ طالب علموں کو پڑھانا شروع کر دیا۔

(یاد رہے کہ اس وقت دارالعلوم موجود حویلی خواجہ ظہیر الدین صاحب مدظلہ میں واقع تھا)

ایک مرتبہ ایک آدمی نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے دریافت کیا کہ غیر موکدہ سنتوں میں یعنی عصر اور عشاء کی سنتوں میں دوسری رکعت میں التحیات کہاں تک پڑھنا ہے تو آپ نے فرمایا کہ درود شریف تک یعنی اللھم بارک علی محمد الخ تک یعنی رب اجعلنی آخر رکعت میں پڑھنی چاہیے آپ نے فرمایا رب اجعلنی دعا ہے اور دعا آخر میں مانگنی چاہیے۔

اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ التحیات میں ہاتھ اور پاؤں کی تمام انگلیوں کا رخ قبلہ شریف کی طرف ہونا چاہیے خصوصاً دونوں پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رخ ہونا بڑا مشکل ہے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں پاؤں کو کھڑا کیا

جائے اور بائیں پاؤں کی انگلیوں کو دائیں کے ساتھ ٹیک لگا کر انگلیوں کے سرے کو قبلہ رخ کرنا چاہیے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ حافظ قرآن تھے اور آپ نے تیراں 13 مصلے سنائے یعنی 13 مرتبہ قرآن پاک کو نماز تراویح میں سنایا اس کے علاوہ قبلہ استاذی المکرم نے ساری عمر علوم وفنون کی تدریس میں گزاری ہے نہ آپ نے امامت فرمائی اور نہ خطابت فرمائی قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے پورا ہفتہ تدریس میں گزارتا ہوں اور ہفتہ میں ایک دن بھی دماغ کو فرصت نہ دینا یہ دماغ پر ظلم ہے اس سبب سے آپ نے امامت اور خطابت کے فرائض سرانجام نہ دیئے بلکہ ایک ہی طرف اپنی توجہ کو مبذول رکھا یعنی تدریس میں اسی فن میں آپ نے افق کی بلندیوں پر پرواز فرمائی اور آسمان تدریس پر چھائے رہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مصنف شرح وقایہ نے اس کو بارہ سال میں تالیف کیا تھا تالیف کرنے کے بعد اپنے مسودے کو سر پر اٹھا کر بادشاہ وقت کے حضور حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ اس کو کتابی صورت میں شائع کرا دیں بادشاہ نے کہا کہ آپ اس مسودہ کو لے کر مسجد میں جائیں وہاں میرے دس قاضی موجود ہیں اگر انہوں نے اس کو پسند کیا تو میں اس کو شائع کرادونگا جب مصنف اپنا مسودہ لے کر مسجد میں گیا اور مسجد میں موجود بادشاہ وقت کے جو قاضی تھے انہوں نے اس مسودہ کو ملاحظہ فرمایا اور کہا کہ اس کو شائع کرنے کی ضرورت نہیں ہے یعنی ابتدائی طالب علم کو اس کی سمجھ نہیں آئیگی یعنی نور الایضاح قدوری شریف وغیرہ والے کو اور منتہی طالب علم کو اس کی ضرورت نہیں ہے یعنی اس کیلئے ہدایہ شریف ہی کافی ہے آخر مصنف شرح وقایہ دل برداشتہ ہو کر مسودہ سر پر رکھ کر چل دیا خدا کی قدرت کہ جب یہ مسودہ اٹھا کر مسجد سے باہر نکلا ہی تھا کہ مسجد کا گنبد گرا اور بادشاہ کے دس کے دس قاضی گنبد کے نیچے دب کر فوت ہو گئے اور اس دن جمعۃ المبارک تھا جمعہ کا وقت قریب تھا اس سے پہلے ان قاضیوں میں سے کوئی ایک خطبہ جمعہ ارشاد فرماتا تھا جبکہ وہ تمام کے تمام وصال فرما چکے تھے بادشاہ وقت کو اس

کی خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ آج ہی ایک مولوی صاحب اپنا مسودہ لے کر میرے پاس آئے تھے ان کو تلاش کر کے لے آؤ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور اس کو تلاش کر کے بادشاہ کے حضور حاضر کیا بادشاہ نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے قاضیوں نے تیرا مسودہ پسند فرمایا یا نہیں اب آپ میرے قاضی ہیں بادشاہ نے ان سے مسئلہ دریافت کیا کہ جمعہ کا وقت بھی ہے اور ان قاضیوں کے جنازے بھی تیار ہیں پہلے جمعہ پڑھیں یا نماز جنازہ تو اس نے کہا کہ جمعہ فرض عین ہے اور نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لیئے پہلے نماز جمعہ ادا کریں انہوں نے ہی نماز جمعہ کی امامت کے فرائض سرانجام دیے اور فی البدیع فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو عاجزی اور انکساری کا مظہر تھا۔

الحمد لله الذی قَبَّرَنِیْ بِمَوْتِ الْقُبَرَاء

یعنی بڑے عالم فوت ہو گئے اور ہم کو ان کی جگہ فائز کر دیا گیا۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالی یہ تیمور لنگ کے زمانے میں ہوا ہے ایک دن بڑی طوفانی بارش ہوئی نہری نالے بہہ گئے اتفاق سے علامہ تفتازانی اور تیمور لنگ ایک ہی جگہ موجود تھے علامہ تفتازانی بالا خانہ میں موجود تھے جبکہ تیمور لنگ نیچے کمرے میں تھا جب پانی زیادہ آیا تو تیمور لنگ اپنے کمرہ سے نکل کر محفوظ جگہ جانے لگا۔ تاکہ کوئی جانی نقصان نہ ہو جب علامہ تفتازانی نے دیکھا تو ان سے کہا کہ یہیں ٹھہرے تیمور لنگ نے کہا اگر میرا جانی نقصان ہو گیا تو ملک کیسے چلے گا اس کے جواب میں علامہ تفتازانی نے کہا اگر آپ مر گئے تو ایک اور احمق کو پکڑ کر تخت پر بٹھا دیں گے اگر میرے ساتھ کچھ ہو گیا تو پھر آپ کو میرے جیسا آدمی ملنا بڑا مشکل ہے جس نے ساری زندگی مسجد کی صفوں پر بیٹھ کر علم پڑھا اور پڑھایا ہے۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ام فروہ تھا ام فروہ حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں اور حضرت قاسم رضی اللہ عنہ محمد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے اور

محمد رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے، حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے والد گرامی حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تھے اور امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تھے اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لخت جگر تھے حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی مائی شہربانو رضی اللہ تعالی عنہا تھا مائی شہربانو رضی اللہ عنہا شاہ ایران یزدجرد کی شہزادی تھیں جب امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ایران فتح کیا تو اس وقت شاہ ایران کی تینوں شہزادیاں قید ہو کر آئیں اور حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالی عنہ کے مشورے سے ایک شہزادی کا نکاح حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے اور ایک کا نکاح محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما سے اور ایک کا نکاح عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کر دیا گیا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر امام زین العابدین رضی اللہ عنہ تولد ہوئے اور محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے گھر حضرت قاسم رضی اللہ عنہما تولد ہوئے جبکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر حضرت سالم رضی اللہ تعالی عنہ تولد ہوئے تو زین العارین، قاسم، سالم رضی اللہ تعالی عنہم یہ تینوں خالہ زاد ہیں۔

ایک دفعہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید کی آیت مبارکہ وان المسجد لله فلا تدعو مع الله احداً۔ ترجمہ: تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو کے متعلق تفسیر احمدیہ کے حوالے سے فرمایا کہ پانچ مقامات ایسے ہیں کہ اگر اس میں انسان دنیاوی بات کرے تو اس کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔ وہ پانچ مقامات مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ مسجد، ۲۔ قبرستان، ۳۔ دوران اذان، ۴۔ دوران تلاوت قرآن پاک۔ یعنی ایک آدمی تلاوت قرآن پاک کر رہا ہے اور دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہیں ان باتیں کرنے والوں کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔ ۵۔ علماء کی تقریر کے دوران۔ یعنی ایک عالم دین قرآن و احادیث کی وضاحت فرما رہا ہے۔ دو آدمی آپس میں باتیں کر رہے ہیں ان باتیں کرنے والوں کی چالیس سال کی عبادت ضائع ہو جائیگی۔

ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکومت کی شدید الفاظ میں مذمت فرمائی جس موقع پر حکومت نے میل کو ختم کیا اور اس کی جگہ کلومیٹر مقرر کئے آپ نے فرمایا کہ حکومت جاہل ہے میل عربی لفظ ہے اس میں ان کو کیا بو آئی کہ اس کو ختم کر کے کلومیٹر لائے اور کتابوں میں کسر نماز کے متعلق معلوم کرنا ہو تو اس کا حساب کتابوں میں میل کے اندازے سے معلوم کیا جاتا ہے اب علماء کو میل اور کلومیٹر کا صحیح اندازہ کرنا مشکل ہے کہ اس میں کیا نسبت ہے اسی طرح زکوٰۃ کے نصاب میں سونے اور چاندی کا نصاب مقرر ہے جو کہ تولوں میں ہے یعنی 52 تولے چاندی اور ساڑھے سات تولے سونا اور حکومت نے تولے ختم کر دیئے ہیں اور اس کی جگہ گرام مقرر کر دیے۔ اب یہ مسئلہ بھی علماء کیلئے بڑا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ کس طرح حساب کیا جائے اسی طرح فطرانہ کا مسئلہ تھا یعنی سیر کے حساب سے اب حکومت نے سیر ختم کر دیے ہیں اور ان کی جگہ کلوگرام مقرر کر دیئے ہیں اب اس میں بھی علماء کو بڑی پیچیدگی کا سامنا ہو رہا ہے اگر حکومت ان پرانے پیمانوں کو ختم نہ کرتی جو کتابوں میں مذکور ہیں تو اس میں علماء کو بڑی آسانی تھی اب علماء بڑی پریشانی میں مبتلا ہیں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبانی آپ کا ایک انٹرویو ملاحظہ فرمائیں جو 1990ء میں علامہ شبیر احمد ہاشمی نے جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف ضلع منڈی بہاؤالدین میں لیا جس میں آپ نے اجمالاً اپنے حالات کا ذکر فرمایا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

امام علم و حکمت الحاج الحافظ علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی کا انٹرویو

عرصہ سے حضرت مولانا حافظ عطاء محمد بندیالوی سے انٹرویو کیلئے ذہن میں آرزو کا پودا پالتا رہا تھا آج برادر محترم علامہ صاحبزادہ پیر سید محمد مظہر قیوم شاہ صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سجادہ نشین آستانہ عالیہ جلالیہ بھکھی شریف اور جمعیت علماء پاکستان پنجاب کے نائب صدر حضرت صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی کی وساطت سے قدرے اپنی زندگی کی پہلی تفصیلی ملاقات ہوئی حضرت بندیالوی آج کل بھکھی شریف میں حضرت حافظ الحدیث علامہ سید محمد جلال الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مسند پر شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہیں مولانا بندیالوی طلباء کے لئے مرجع خاص ہیں جہاں ہوں طلباء کی فوج ظفر موج ان کے گرد و پیش ہوتی ہے تقریباً پچاس سال سے تدریس فرما رہے ہیں مگر طلباء میں روزِ ازل سے ایک محبوب استاد کا درجہ رکھتے ہیں چنانچہ جامعہ محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف میں بھی طلباء کے وہی لشکر موجود ہیں صاحبزادہ سید محمد محفوظ مشہدی نے میرا تعارف کرایا تو جمعیت کی نسبتوں سے پہلے ہی مجھ سے متعارف معلوم ہوئے ہیں میں نے ندائے اہلسنت کیلئے انٹرویو کی درخواست کی تو آپ نے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ اپنی کتاب حیات کے ورق میرے سامنے الٹے۔ برصغیر کی علمی تاریخ طالب علمانہ زندگی کی جفاکشی علم کے اجڑے ہوئے دیاروں پر اظہار افسوس کے علاوہ ملک کی سیاسی صورتحال جمعیت علماء پاکستان کا تذکرہ دینی مدارس کی حالت زار مدرسین اور مہتمم حضرات کے تعلقات اہل سنت کی مجموعی علمی اور قومی زندگی پر خاصی سیر حاصل بحث فرمائی ٹھنڈی صبح میں دو ابلے ہوئے انڈے اور گرم گرم چائے سے استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ ناشتہ بھی فرماتے جاتے تھے اور میرے ساتھ مسلسل محو گفتگو بھی رہے جو سوال و جواب کی صورت میں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سوال۔ اپنی کتاب زندگی سے ہمارے قارئین کو آگاہ فرمائیں؟

جواب۔ میں اعوان قوم کا ایک فرد ہوں 1916ء میں موضع پدھراڑ (جو آجکل ضلع خوشاب

میں ہے) میں ایک متوسط زمیندار ملک اللہ بخش اعوان مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر میں پیدا ہوا ۔والد ماجد ملک اللہ بخش اعوان مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ کی خواہش تھی کہ ان کے بچے حافظ قرآن ہو جائیں ہم پانچ بھائی تھے موضع ''وسنال''، ضلع چکوال میں میں نے حضرت حافظ الٰہی بخش صاحب مرحوم سے حفظ قرآن پاک کی دولت حاصل کی یہ 28-1927 کا زمانہ تھا میں نے تین سال میں قرآن پاک یاد کرلیا۔ وسنال ایک مشہور جگہ ہے جہاں اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل حضرت قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ ہوئے ہیں جو حضور پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اول تھے اور حضرت بابو جی یعنی حضرت اعلیٰ گولڑوی کے شہزادے سید غلام محی الدین گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاد تھے۔ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاضی عبدالرحیم رحمہ اللہ تعالیٰ اتنے بڑے فاضل ہیں کہ وہ قاضی حمد اللہ وامور عامہ وغیرہ اس طرح پڑھاتے تھے جیسے کریما نام حق پڑھایا جاتا ہے اس علمی دیار وسنال ضلع چکوال سے حفظ قرآن پاک کے بعد میں نے قاضی محمد بشیر صاحب وسنالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے فارسی کی ابتدائی کتابیں کریما نام حق پڑھیں ہمارے علاقے میں ایک بزرگ مولانا محمد امیر صاحب ہوتے تھے جو آج کل فیصل آباد میں موجود ہیں پیر محمد ابراہیم کے دادا تھے ان کا بھی مجھ پر فیضان ہے ایک اور ہمارے علاقے کے مولوی فضل کریم تھے (جو مشہور مولوی حسین علی واں بھچروی کے ہم عقیدہ تھے) سے بھی کچھ کتابیں پڑھیں میں نے فارسی کریما سے لیکر تحفۃ الاحرار جامی تک صرف شافیہ تک نحو شرح جامی تک فقہ کنز تک میراث میں سراجی اصول فقہ میں حسامی تک اور منطق میں قطبی تک پڑھنے کے بعد اچھرہ میں مشہور ادارہ جامع فتحیہ میں داخل ہوا وہاں میرے استاد مولانا مہر محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جن سے میں نے بالائی کتابیں ملا حسن قاضی حمد اللہ شرح عقائد امور عامہ مختصر معانی مطول وغیرہ پڑھیں اس اثناء میں میں اگر اپنے استاذ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کروں تو یہ تاریخ سے انصاف نہیں ہوگا استاذ محترم اپنے وقت کے بہت بڑے جید بزرگ، علم وفضل کے پیکر اور قلزم تھے۔ میں نے برسوں ان کی خدمت میں رہ کی

علمی فیضان حاصل کیا وہ طلب علم کیلئے دیوبند گئے اس زمانے میں دیوبند میں مولوی محمود الحسن دیوبندی حدیث پڑھاتے تھے لیکن ہمارے استادوں کے معیار پر نہ اترتے تھے کیونکہ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مولوی محمود الحسن حدیث میں کمزور تھے۔ حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبند چھوڑ کر آلہ باد چلے گئے وہاں پر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مجازِ اعظم مولانا محمد حسین آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے حضرت مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سلسلہ بیعت کا شرف پایا مگر ان کا طریقہ تھا کہ وہ کم از کم تین سال اپنے پاس رکھ کر مرید کرتے تھے استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اسی مطلب میں تین سال ان کی خدمت میں آلہ باد میں رہے مولانا محمد حسین آلہ بادی رحمہ اللہ تعالیٰ زمین پر سوتے تھے ان کے احترام میں چاروں طرف کم از کم دو دو میل تک تمام لوگ زمین پر سوتے تھے مولانا آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ پختہ فکر کے چشتی اور وجودی تھے قوالی کے دوران ان کا وصال ہوا ہمارے استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد پندرہ سال بنارس میں پڑھاتے رہے اسی طرح میں نے اپنے جلیل القدر استاذ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل کیا جو ظاہری اور باطنی علوم کے بطل جلیل تھے حضرت مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کے پیر حضرت مولانا محمد حسین آلہ آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس مجلس قوالی میں وصال فرمایا اس میں قوال حضرت خواجہ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

گفت قدوس ِ فقیر در بقاو در فنا
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

سوال:۔ آپ مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا تذکرہ فرما رہے تھے کیا وہ سنی عقیدہ رکھتے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں! وہ بڑے پکے سنی تھے حضور اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید تھے ایک دفعہ ان کی خدمت میں مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان والی عبارت پیش کی گئی تو انہوں نے

برملا فرمایا کہ یہ عبارت دیکھ کر یہ ثابت ہوا ہے کہ دیوبندیوں کے "صوفی" بھی گستاخ ہوتے ہیں
مولانا مہر محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اس طرح
وہ خیر آبادی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ میں بھی سلسلہ خیر آبادی ہی کا ایک طالب علم ہوں
اس میں کسی بدعقیدہ کا کیا دخل؟۔

سوال:۔ خیر آبادی حضرات تدریس کا کوئی خاص طریقہ رکھتے ہیں۔

جواب:۔ کچھ ایسا ہی ہے کہ ہمارے ہاں پڑھانے کا ایک خاص طریقہ کہ استاد پہلے طالب علم سے عبارت پڑھواتا ہے اور اس کے اعراب طرز ادا تلفظ پر گہری نظر رکھتا ہے اس کے بعد پورے سبق کو استاد تقریر کرتا ہے اور تقریر میں یہ لحاظ رکھا جاتا ہے کہ نفس عبارت پر وارد ہونے والے تمام سوالات کا جواب تقریر میں دے دیا جائے اس کے بعد وہی تقریر طالب علم سے کروائی جاتی ہے جب تک طالب علم استاد کی کی گئی تقریر کو پوری طرح ضبط نہ کر لے اس وقت تک استاذ تقریر دہراتا ہے یوں خیر آبادی مدرسین رحمہ اللہ تعالیٰ علیہم کتاب کا "مالہٗ" و "ماعلیہ" پوری طرح طالب علم کے ذہن میں منتقل کر دیتے ہیں۔

سوال:۔ آپ کے استاد مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند میں پڑھا یوں آپ صرف خیر آبادی نہیں رہے بلکہ اساتذہ میں دیوبند بھی داخل ہو گیا ہے؟

جواب:۔ میں نے اپنے استاد حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دینیات نہیں بلکہ عقلیات پڑھی ہیں میری دینیات تمام کی تمام سنی اور خیر آبادی حضرات سے متعلق ہیں اس طرح الحمد للہ دیوبند میرے دینیات میں داخل نہیں ہو سکا۔

سوال:۔ آپ کل کتنی مدت پڑھتے رہے؟

جواب:۔ میری طالب علمی کی زندگی کل دس سال ہے۔

سوال:۔ عمل تدریس کب سے ہے؟

جواب:۔ اس سے پہلے یہ بات سن لیں جن دونوں میں اچھرہ میں پڑھتا تھا اس وقت ہمارا امتحان لینے کیلئے اپنے وقت کے دو بڑے فاضل حضرات کو بلایا گیا ان میں پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسر سید محمد طلحہ تھے اور دوسرے دیوبند کے مشہور مدرس جن کا نام سن کر طالب علم کانپ جاتے تھے وہ تھے مولوی رسول خان۔ انہوں نے مطول میں میرا امتحان لیا اور خاص علمی بحث کے بعد جو کیف اور قار اجزاء پر مشتمل تھی میں نے خدا کے فضل سے ایک ہونہار طالب علم ہونے کا ثبوت دیا
میرا تدریسی عمل 1941ء سے شروع ہوا اس سے پہلے میں نے اپنے ہی جامعہ فتحیہ اچھرہ میں پڑھانا شروع کیا پہلے سال میری زیر درس اسباق ملا حسن، قاضی، حمد اللہ، صدرا، توضیح تلویح سمیت ۱۳ اسباق تھے۔ اور اس زمانے میں مجھے بیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ 1943ء میں لاہور ہی میں سید المفسرین حضرت بحر العلوم الشیخ سید ابو البرکات رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعوت پر حزب الاحناف میں مدرس ہو گیا اس زمانے میں سید صاحب کے صاحب زادے علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ میرے پاس پڑھتے تھے ان کے اسباق بیضاوی شریف، ہدیہ سعیدیہ مختصر معانی وغیرہ تھے مگر رضوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ معقولات کی طرف زیادہ مائل نہ تھے اور حضرت سید صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کو فرمایا کرتے تھے کہ محمود معقول پڑھا کرو ورنہ صرف مُلّے کے مُلّے رہ جاؤ گے۔

1946ء میں میں بھیرہ چلا گیا یہ وہ زمانہ تھا جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اور پیر محمد کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے والد پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مجاہد کامل تھے اور تحریک پاکستان کے زبردست مجاہد حضور شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ اس علاقہ میں مسلم لیگ کے صدر تھے حضرت پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بھرپور دورہ کرتے تھے جس کا پروگرام باقاعدہ چھپتا تھا اس سال اس دورے میں انہوں نے مجھے بھی شریک کر لیا اس طرح پورا مدرسہ دورے میں شریک ہو گیا سارے طالب علم ساتھ تھے ہم نگر نگر مسلم لیگ کا پیغام

بھی پہنچا رہے تھے اور اسباق کا بھی کوئی ناغہ نہیں ہونے دیا مطالعہ بھی برابر جاری رہا ہمارے علاقے میں فضل حق پراچہ، جہانیاں شاہ، قلندر حسین، ممتاز ٹوانہ، یونینسٹ کے خضر حیات ٹوانہ گروپ کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہے تھے ان دنوں امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس فتوے کا بڑا چرچا تھا کہ جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ علماء نے بھی اس فتوے کی توثیق کردی تھی بندیال قبیلہ، لینڈ لارڈ اور خضر حیات کا حامی تھا مگر میرے استاد علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بندیال میں رہ کر مسلم لیگ کی حمایت کی انہوں نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کانگریس اور یونینسٹ کیا چاہتے ہیں؟ اور مسلم لیگ کیا چاہتی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ مسلم لیگ صرف یہ چاہتی ہے کہ مسلمانوں کا الگ ملک ہو جس میں مسلمان آزادی سے اپنے دین پر عمل کر سکیں استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ اخبار وغیرہ نہیں پڑھتے تھے اس بات پر پکے ہوگئے کہ بندیالویوں کی ہزار لجاجت کے باوجود وہ مسلم لیگ کے ساتھ رہے جب 1947ء میں پاکستان بنا میں اس رمضان شریف میں گولڑہ شریف میں تھا۔ گولڑہ شریف ہی میں میں نے قیام پاکستان کا اعلان سنا ادھر گھر والے پریشان ہوگئے لیکن حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعا سے میں باعافیت گھر پہنچ گیا۔

سوال:۔ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ نے احراریوں کی کوئی بات نہیں سنائی؟

جواب:۔ ان کی کیا بات کرتے ہیں یہ ابن الوقتوں کا ایک ٹولہ تھا ضرورت پڑنے پر وہ کسی مذہب اور عقیدے کے پابند نہیں ہیں اچھرہ میں ہمارے مدرسہ کے ایک بزرگ میاں قمر دین رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جو پکے سنی تھے جہاں آج گلبرگ ہے یہاں پر ان کی زمینیں بہت تھیں اور یہ احراری سنی بن کر ختم نبوت کے نام پر ان سے بہت سی رقمیں بٹورتے رہے۔ عطاء اللہ بخاری اور بڑے بڑے جغادری، احراری، میاں قمر دین کا طواف کیا کرتے تھے اس سے میں یہ سوچتا ہوں کہ اگر قائد اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی مناسب قیمت لگا دیتے تو یہ تحریک پاکستان کی حمایت

کرسکتے تھے مگر کانگریس نے ان کو پہلے خرید لیا تھا میاں قمر دین کے پاس یہ سب لوگ چندہ لینے جب آتے تو خوشامد اور لجاجت کی انتہاء کر دیتے میاں قمر دین بھی بھولے آدمی تھے انہوں نے اپنی پوری جائیداد بیچ کر کچھ مدرسے پر لگا دی اور کچھ احراریوں کو چٹا دی۔

سوال:۔ جب آپ بھیرہ میں پڑھاتے تھے کیا حضرت پیر کرم شاہ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بھی آپ سے کچھ پڑھا۔

جواب:۔ وہ ان دنوں مولوی فاضل کی تیاری کر رہے تھے اشارات کے کچھ اسباق انہوں نے مجھ سے پڑھے اور اچھرہ میں اس وقت جامعہ رضویہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے بھی مجھ سے بیضاوی شریف اور اقلیدس وغیرہ سال بھر پڑھی۔

سوال:۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد اس وقت تقریباً کتنی ہوگی؟

جواب:۔ میں تقریباً پچاس سال سے تدریس کر رہا ہوں یوں تو بھیڑ کی بھیڑ ہے مگر مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میں نے پچاس سال میں پچاس مدرس ضرور تیار کئے ہیں جن میں مولانا اللہ بخش (رحمہ اللہ تعالیٰ) واں بھچراں، شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی (رحمہ اللہ تعالیٰ)، علامہ غلام رسول سعیدی، مولانا محمد اشرف سیالوی، مولانا محمد رشید کشمیری (رحمہ اللہ تعالیٰ)، مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری (رحمہ اللہ تعالیٰ) وغیرہ شامل ہیں۔

سوال:۔ آپ کی سیاسی عمر کیا ہے؟

جواب:۔ میں 1946ء میں عملی سیاست میں ہوں مگر اس وقت صرف جمعیت علماء پاکستان ہی نظام مصطفےٰ ﷺ کی مخلص تحریک ہے اس سے تعاون کرنا انتہائی ضروری سمجھتا ہوں خوش قسمتی سے جمعیت کو مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (نور اللہ مرقدہٗ) کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحتیں موجود ہیں مسلمانوں کے انتہائی اہم بادشاہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں بھی امامت کی ساری صلاحتیں موجود

نہیں تھیں انہوں نے بھی عباسی خلیفہ کو لکھا تھا کہ ہندوستان کی سلطنت تم سنبھال لو مجھے صرف گورنر بنا دو جب کہ خدا کے فضل و کرم سے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) امام کی تمام صلاحیتوں سے آراستہ ہیں میری تجویز یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت امامت کی جائے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو انتہائی با اخلاق، ملنساز حق گو، صالح، پرہیزگار، متقی اور بزرگ عالم دین ہیں ان کے بارے میں تاثر بالکل غلط ہے کہ وہ سخت طبیعت ہیں بلکہ میرا مشاہدہ ہے کہ مولانا ہمیشہ سراپا احترام رہتے ہیں۔ کراچی میں بھی جب کبھی جمعیت کا کوئی پروگرام ہوتا تو مولانا نورانی خود مجھے دعوت دینے تشریف لاتے میں خود اپنے ذاتی مشاہدہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہ صرف دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے مولانا نورانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) بالفرض اگر مجھے بھی اجلاس سے نکال دیں تو میں اپنا ووٹ پھر بھی جمعیت ہی کو دوں گا۔

سوال:۔ جماعت اہلسنت کا کیا معاملہ تھا؟

جواب:۔ مجھے ایک دھڑے کا صدر بنا دیا گیا تھا میں خود نہیں بنا تھا بلکہ یہ فیصلہ میری غیر موجودگی میں کیا گیا تھا مگر میرے لاہور پہنچے پر منت سماجت سے صرف اس بات پر راضی کر لیا گیا تھا کہ میں تردید نہ کروں ورنہ میں سنیوں کی کسی دھڑے بندی پر یقین نہیں رکھتا۔

سوال:۔ آج کل مشائخ کو جمعیت سے تعلق کا پیغام پیش کرنے کی ضرورت ہے آپ کیا کریں گے؟

جواب:۔ دنیاداری میں میرے استاد شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے چچا حضرت خواجہ محمد سعد اللہ سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ پیروں کو ان کے مرید خراب کرتے ہیں اصل میں پیروں کے ارد گرد دنیاداروں کا ایک حلقہ ہوتا ہے وہ ہر وقت اپنے مطلب کی باتیں ان کے کانوں میں انڈیلتے رہتے ہیں اس لئے مشائخ بھی پوری طرح صورت حال سے آگاہ نہیں ہوتے اس لئے ضرورت ہے کہ جمعیت مشائخ سے رابطہ کو بڑھائے

۔تا کہ انہیں پوری طرح جمعیت کی طرف مائل کیا جا سکے۔

سوال:۔ آپ کبھی حضرت شیخ الحدیث مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد قادری رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملے تو کیسا پایا؟

جواب:۔ مجھے ان سے بارہا شرف ملاقات حاصل رہا وہ مسلم الثبوت علمی کمال رکھتے تھے ہر فن میں امامت کے درجے پر فائز تھے وہ فرمایا کرتے تھے کہ دینی ادارے کارخانے کی حیثیت رکھتے ہیں جن میں مدرس، خطیب، مفتی، مناظر، واعظ، سجادہ نشین اور پیشواء پیدا ہوتے ہیں حضرت مولانا سردار احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ قرون اولیٰ کے اسلاف کا نمونہ، محبت کا پیکر اور عشق رسول ﷺ میں ان کا انگ انگ گندھا ہوا تھا وہ تمام علوم عقلی اور نقلی کو عشق رسول ﷺ کے نمونہ میں دیکھتے تھے انہوں نے اہلسنت کی بے پناہ فکری اور علمی خدمت کی۔ اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے سچا نمونہ تھے مجھے ان سے تعلقات پر فخر ہے۔

سوال:۔ آپ خیرآبادی سلسلہ کے شاگرد ہیں مگر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے آپ کا تعلق بہت نیازمندانہ ہے؟

جواب:۔ الحمد للہ! میں صرف دو واسطوں سے تحریک آزادی علامہ فضل حق خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد ہوں کیونکہ میرے استاذ محترم حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا ہدایت اللہ خان جون پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اور وہ براہ راست قائد تحریک آزادی محدث خیرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد ہیں اور حدیث شریف میں میں نے بغداد شریف کے بہت بڑے محدث، فقیہ اور امام الآئمہ، کاشف غمہ، سراج الامہ، سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامعہ مسجد کے خطیب مولانا عبد القادر آفندی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سند حدیث کے علاوہ فقہ میں بھی انہی سے سند حاصل کی اس طرح بظاہر سرکار بریلی اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اگرچہ شرف تلمذ نہیں مل سکا تاہم میرے اکثر اساتذہ

محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر محبت کے طور پر کیا کرتے تھے اور خود جب مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا تو اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے میرے مطالعہ میں وسعت پیدا کی آپ کا جیسے جیسے علم پختہ ہوتا جائیگا اعلیٰ حضرت کی کتابیں پڑھتے جایئے آپ ان سے عقیدت رکھنے پر مجبور ہو جائیں گے۔کوئی عنوان ایسا نہیں جس پر امام اہلسنت کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو اس لئے میں اپنے اساتذہ کی طرح ہی سرکار اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کو بطور حجت پیش کرتا ہوں۔

سوال:۔ طاہر القادری سے متعلق آپ کا فتویٰ کیا تھا؟

جواب:۔ اس نے دیت کے موضوع پر اجماع امت سے انحراف کیا تھا سنی ملت میں فتنہ پیدا کر دیا سنیوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا میں نے صرف اس کو راہ راست پر لانے گمراہی سے ہٹانے اور صراط مستقیم پر چلانے کیلئے لغوی کفر کا فتویٰ دیا تھا اس سے میری مراد مصطلح کفر نہ تھا مگر علماء میں جب غلط فہمی نے جنم لیا تو میں نے اس کی بھی وضاحت کر دی اب میرے نزدیک طاہر القادری کی سیاسی جماعت میں شامل ہونا شرعی طور پر جائز نہیں ہے اس کی سیاست کی منزل خود اس کی نظروں ہے اوجھل ہے اجماع امت سے منحرف ہے عقیدے اور مسلک کی کوئی تمیز نہیں ہے تمام تر لاتعلقی کے باوجود کبھی نظام مصطفوی ﷺ کبھی سوشلسٹوں والے نعرے اس کا طرہ سیاست ہیں اس لئے میرا مشورہ ہے کہ کسی بھی سنی کو جمعیت علماء پاکستان کے علاوہ کسی بھی سیاسی جماعت کیلئے سوچنا بھی گناہ ہے۔

شکریہ ماہنامہ ندائے اہلسنت لاہور بابت ماہ فروری 1990ء

اہل حدیث کی افترا بازی

ازقلم: جناب حضرت مولانا حافظ عطاء محمد صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ بھیرہ شریف

(استاذ الاساتذہ، ملک المدرسین، مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مقالہ ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں دو قسطوں میں اپریل 1946ء کے آخری ہفتے اور مئی کے پہلے ہفتے مین شائع ہوا، یہ مقالہ جناب عابد حسین شاہ، بہاؤالدین زکریا لائبریری بمقام چھمی، تحصیل چوا سیدن شاہ ضلع چکوال کی عنایت سے ہمیں موصول ہوا جس کیلئے راقم ان کا شکرگزار ہے اس کے بعد کی قسط ہمیں نہیں مل سکی، ریکارڈ کی حفاظت کے لئے اسے شائع کیا جا رہا ہے)۔

حضرات! (مجلہ) اہل حدیث 24 ربیع الآخر کی اشاعت میں میری نظر سے ایک مضمون گزرا جس کا عنوان یہ تھا ''عیسائی اور رضائی''، مضمون نگار کوئی نور الٰہی صاحب گرجاکھی نے نہایت گندی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے سواد اعظم علمائے اہلسنت پر جو کذب وافتراء اور مکرودغا کا طومار باندھنے کی ناکام کوشش کی ہے وہ واقعی اہل حدیث امرتسر کے نامہ نگاروں کے بائیں ہاتھ کا کرشمہ ہے اور پھر مدیر صاحب کی متعصبانہ روش بھی تعجب انگیز ہے کیونکہ مدیر صاحب عموماً نامہ نگاروں کے بعض جملوں پر حاشیہ کی صورت میں تنقید کرتے ہیں۔گرجاکھی صاحب کے بہتان وتلبیس پر کوئی غور نہیں کیا گیا کہ اس مضمون کو سچ سے بھی مناسبت ہے یا نہ؟ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدیر صاحب یا تو بدترین قسم کے ہٹ دھرم ہیں یا وسیع معلومات سے کورے ہیں اور گانٹھ کے پورے نظر آتے ہیں ہم اس جگہ گرجاکھی صاحب کی بے بصیری کے چند نمونے قارئین (ہفت روزہ) ''الفقیہہ'' کو پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں نامہ نگار کا مقصدِ قبیح یہ ظاہر کرنا ہے کہ علمائے اہل سنت کے عقائد عیسائیوں جیسے ہیں نعوذ باللہ من ہذا الخرافات تحریر کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

"اتخذو احبارھم ورھبانھم اربابا من دو ن اللہ"

ترجمہ یہ کیا ہے۔ ''ان پر خدا کی مار جنہوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو علماء کے سوا رب بنالیا''

معلوم نہیں ہوتا کہ نامہ نگار ''ان پر خدا کی مار'' یہ کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے؟ مضمون نگار نے علماء اہل سنت پر اتہام باندھ رکھا ہے کہ وہ بنی اسرائیل کی طرح اپنی طرف سے لکھ کر خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ دراصل وہ صرف خود ہی اس قبیح ورطہ میں غوطہ زن ہے اور پھر گرجاکھی صاحب (من دون اللہ) کا معنی علماء کے سوا تحریر کرتے ہیں تو گویا لفظ اللہ کا معنی ان کے نزدیک علماء ہے کیا یہی علم لغت کی مہارت ہے؟ لفظ اللہ مفرد ہے اور علماء جمع مضمون نگار نے تفسیر بالمبائن کا اضحوکہ (وہ بات جسے سن کر ہنسا جائے) پیش کر کے یقیناً اہل حدیث کو چار چاند لگا دیئے۔ پھر اس ترجمہ میں آپ کو ایک الٹی گنگا بہتی نظر آئے گی کیونکہ اس ترجمہ کے لحاظ سے مطلب یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ وہ علماء کو رب بنانے کا جواز قرآن سے ثابت کر رہے ہیں اور یہ ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے تو جو شرک وہ دوسرے کے سر تھوپنا چاہتے ہیں اسی کا خود اقرار کر رہے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ''مدعی پہ لکھ بھاری ہے گواہی تیری'' اور پھر لفظ اللہ اور علماء میں کوئی خاص تشابہ خطی بھی نہیں ہے۔ اس لئے کاتب کی غلطی کا عذر بھی کمزور ہی ہوگا آگے چل کر قمطراز ہیں کہ کتاب وسنت کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے جائز وناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے۔ اس جملہ میں جو فصاحت کے موتی ہیں وہ مخفی نہیں ہیں مزید برآں جو عوام غیر مقلد بے لگام ہیں کیا وہ ہر جائز وناجائز پر کتاب وسنت کی سند یاد رکھتے ہیں؟ اور جب جواب نفی میں ہے اور یہ عوام حسن ظن کے طور پر غیر مقلدین مولویوں پر ہی اعتماد رکھتے ہیں کہ یہ مولوی ضرور کوئی نہ کوئی سند کتاب ولغت رکھتے ہونگے۔

اس طرح اگر اہل سنت اسی حسن ظن پر عمل کریں تو یہ کونسا شرک ہے؟ اور اس حسن ظن کے اعتماد کو یہود ونصاریٰ کی روش پر محمول کرنا مضمون نگار کی کور باطنی کی بین دلیل ہے۔ اب ذرا فرق اور امتیاز پر غور ہو۔ یہود ونصاریٰ کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر ان کے علماء مشائخ کسی چیز کو بغیر سند

کتاب اللہ جل جلالہ حلال کر دیں تو وہ حلال ہو جاتی ہے اگر حرام کر دیں تو حرام، اگرچہ فرمان الٰہی اس کے مخالف بھی ہو اور اس کو مضمون نگار خود مانتا ہے حالانکہ مسلمانوں پر وہی بے بنیاد افتراء باندھنا چاہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں اور مضمون نگار کسی سے ثابت نہیں کرسکتا ہے۔ (۱)

بلکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے علماء کرام نے اپنی کتابوں میں ہر ایک مسئلہ کو کتاب و سنت کے براہین قاطعہ سے منور کیا ہے۔ لہٰذا ان کے مسائل وعقائد پر عمل کرنا اہل سنت بڑا اہم فرض جانتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل سنت قرآن وحدیث پر عمل کرنا فرض جانتے ہیں کیا غیر مقلد اس کو شرک قرار دیں گے؟ اب اس امتیاز سے ثابت ہو گیا کہ مضمون نگار گرجاکھی کی کس قدر دریدہ دہنی ہے کہ عمل بالکتاب السنۃ کو یہود ونصاریٰ کی روشنی پر محمول کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید اور کتب احادیث کے سوا سینکڑوں کتابیں اردو، فارسی، عربی میں غیر مقلدین نے تحریر کی ہیں عوام غیر مقلد انکو پڑھ کر عمل پیرا ہیں تو کیا غیر مقلد مولوی اس سے خدا بن گئے ہیں؟ اور عوام ان کے مشرک؟ مضمون نگار کو ہوش سے کام لینا چاہیے۔ آگے چل کر مضمون نگار نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر ایک سوقیانہ حملہ کیا ہے اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی وصایا شریف سے یہ عبارت نقل کی ہے میرا دین ومذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے اس عبارت کو مضمون نگار نے بنی اسرائیل علماء کے اس قول پر منطبق کیا ہے۔

یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ

(۱) ہفتہ روزہ الفقیہہ، امرتسر شمارہ 21 تا 28 اپریل 1946ء ص 7,8

میں نے قبل ازیں بیان کیا ہے کہ علماء اہل سنت کی کتب میں یہ مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے خصوصاً اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تالیفات میں تو مسائل پر قرآن و حدیث کے دلائل قاہرہ ہوتے ہیں کہ وہ ان کو بھی جانے بغیر چارہ نہیں ہے اور علماء بنی اسرائیل اپنی طرف سے مسائل گھڑ کر جن پر کوئی دلیل کتاب الٰہی سے نہیں ہوتی تھی بلکہ کلام الٰہی اس کے

مخالف ہوتی اور وہ اس من گھڑت چیز کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے اب جو دلائل کتاب وسنت سے مبرہمن ہیں ان کو مسائل بنی اسرائیل پر قیاس کرنا اہل نجد خصوصاً گرجاکھی کی ہمت ہے ۔اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے بیان شدہ قرآن وحدیث کے مسائل ہیں لہٰذا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اور اہل سنت کا اس پر عمل بیشک اہم فرض ہے مزید برآں کیا اخبار اہل حدیث، کتب مدونہ غیر مقلدین یہ بھی تو علماء کی کتابیں ہیں اور یہ کتاب پڑھنے والے یہود ونصاریٰ بن گئے ہیں؟ گرجاکھی صاحب کے فتویٰ سے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث علماء اہل سنت پر جو فتویٰ صادر کرنا چاہتے ہیں خود بھی اس سے نہیں بچ سکتے۔

آگے چل کر نامہ نگار نے بددیانتی کی انتہا کردی تحریر کرتا ہے کہ بریلوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں:۔

زمانہ میں گرچہ آخر ہوا
وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہاں

ان اشعار پر مضمون نگار اعتراض کرتا ہے کہ ان اشعار میں احمد رضا خان رضی اللہ عنہ اور انبیاء علیہم السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔قبل اس کے کہ اس اعتراض پر تنقید کی جائے ہم حیران ہیں کہ مضمون نگار نے اتنی بددیانتی اور بداخلاقی کا مظاہرہ کیا اسلام کا دعویٰ کر کے اتنی خیانت سے کام لینا کس قدر پست ذہنیت کا ثبوت دینا ہے ہم کو بعض دفعہ اہل حدیث کا پرچہ دیکھنے کا موقع ملا ہے لیکن جو خرافات اس پرچہ میں شائع ہونے شروع ہوئے ہیں ان کی نظیر مشکل، شائد سردار صاحب کے ارذل العمر تک پہنچنے کی وجہ سے بعض بے باک نامہ نگار ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ اشعار اگرچہ فی نفسہ درست ہیں لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نہیں ۔مضمون نگار نے فاضل

بریلوی کے ذمہ لگا کر جس اخلاق کا مظاہرہ کیا ہے اسے کوئی بااخلاق آدمی مستحسن نہیں سمجھتا۔ہم مضمون نگار کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے کھوسٹ معاون کی امداد سے بھی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ اشعار حسام الحرمین شریف میں اعلیٰ حضرت کے ہیں ۔گرجاکھی صاحب نے تعصب بھری نظر سے جب دیکھا یہ اشعار حسام الحرمین میں ہیں تو سمجھ بیٹھا کہ ضرور فاضل بریلوی کے ہی ہوں گے۔حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ واضح طور پر موجود ہیں اور اصل میں یہ اشعار عربی میں ہیں ۔اردو میں ان کا ترجمہ کیا گیا اب ہم حسام الحرمین شریف سے وہ عبارت نقل کر کے ہدیہ قارئین کرتے ہیں علامہ ابوالخیر مکی نے اعلیٰ حضرت کی شان میں پہلے بہت تعریف لکھی ہے آخر میں فرماتے ہیں:

کشاف العلوم فی الباطن والظاهر یحق لکل من وقف علی فضله ان یقول کم ترك الاول الاخر الاخیر زمانة

ترجمہ:۔علوم کی مشکلات ظاہر وباطن کا نہایت کھولنے والا، جو اس کے فضل پر آگاہ ہوا اسے سزاوار ہے کہ اگلے پچھلوں کیلئے بہت کچھ چھوڑ گئے۔

اِنِّیْ وَاِنْ کُنْتُ الاَخِیْرَ زَمَانَهٗ
لَاٰتٍ بِمَا لَمْ تَسْتَطِعْهُ الْاَوَائِلُ
وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ
اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

زمانہ میں گرچہ میں آخر ہوا
وہ لاؤں جو اگلوں سے ممکن نہ تھا
خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان
کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

اسی طرح علامہ اسمٰعیل خلیل فاضل بریلوی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ولو لم یکن الجبل الارفع لما وقع منهم ذلك بل اقول لو قیل فی حقه انه

مجدد هذا القرآن لكان حقا و صدقا

وَلَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ

اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِىْ وَاحِدٍ

ترجمہ:۔اگروہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگراس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ صحیح ہے۔

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان

کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

کسی میں اگر ذرہ برابر دانش اور علم ہو تو وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ اشعار مولانا موصوف کے نہیں ہیں لیکن غیر مقلدوں میں علم ودانش، حسن ظن تو غلط ثابت ہوتا ہے اب ہم مضمون نگار کو مع مدیر کے یہ مشورہ دیں گے کہ وہ اپنے افترا کا اعلان کر کے تھوڑے بہت اخلاق کا ثبوت دیں مضمون طویل ہو گیا ہے، اسلئے ان اشعار کا اصل مطلب اور مضمون نگار کے بقیہ اعتراض کا جواب اگلی اشاعت میں ہدیہ قارئین ہوگا۔ضرور انتظار رکھیں۔

قبلہ استاذی المکرمؒ کی اسانید کا عکس۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فنون میں بندہ کی تین سندیں ہیں۔ الاول انی قد قرأت علی فقیہ العصر
وفضل العلماء فی اوانہ مولانا العلامۃ الاستاذ المدقق مولانا یار محمد قدس سرہ البندیالوی وہو رحمہ اللہ تعالیٰ قد قرء علی
الامام المحقق والفاضل المتبحر مولانا [illegible] الجولفوری وہو قرء علی امام المتکلمین زبدۃ الحکماء الراسخین
المجاہد فی سبیل اللہ الشہید الجزائری الاستاذ المطلق مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ وہو قرء علی ابیہ الامام الہمام
مولانا محمد فضل امام قدس سرہ وہو قرء علی شیخہ الماجد مولانا عبد الواجد الخیرآبادی قدس سرہ وہو قرء علی شیخہ الامام
الاعلم مولانا محمد اعظم قدس سرہ وہو قرء علی الاستاذ الکامل مولانا کمال الدین وشیخ العلماء مولانا نظام الدین
استاذ الکل قدس سرہما وشیخ العلماء قد قرء علی الحافظ العلامۃ امان اللہ البنارسی وعلی ابیہ ملا قطب الدین الشہید قدس سرہ
وہو قرء علی مولانا عبد السلام الدیوی قدس سرہ وہو قرء علی استاذ الدہر مولانا دانیال قدس سرہ وینتہی سندہ
الی المحقق الدوانی وملا شریف العلامۃ الجرجانی وسندہما مشہور بین الآفاق۔ السند الثانی انی قد قرأت کثیرا
من الفنون الحکمیۃ والعلوم الادبیۃ علی الاستاذ الکامل والنحریر الفاضل مولانا العلامۃ الحافظ محمد محمد قدس سرہ
صدر المدرسین بجامعۃ فتحیۃ اچھرۃ من مضافات لاہور وہو قدس سرہ قد قرء علی الامام الذکی والفاضل الالمعی
مولانا العلامۃ غلام محمد قدس سرہ شیخ الجامعۃ العباسیۃ ببہاولپور وہو رحمہ اللہ تعالیٰ قد قرء علی البحر الزاخر
خاتم الحکماء مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ الرامپوری محشی میر زاہد امور عامہ وہو قرء علی شمس العلماء استاذ العرب
والعجم مولانا العلامۃ عبد الحق الخیرآبادی قدس سرہ

وہو قد قرء علی ابیہ الاستاذ المطلق مولانا محمد فضل الحق قدس سرہ والبقیۃ السند قد سلف فی السند الاول فاحفظ
السند الثالث۔ انی قد قرأت جما غفیرا من العلوم الحکمیۃ وکتبا کثیرۃ من الفنون الادبیۃ علی الاستاذ الکامل
مولانا العلامۃ الحافظ مہر محمد قدس سرہ وہو قد قرء علی الامام الذکی مولانا العلامۃ غلام محمد شیخ الجامعۃ العباسیۃ
فی ببہاولپور قدس سرہ وہو قرء علی محقق الزمن مولانا العلامۃ الحافظ احمد حسن الکانپوری قدس سرہ وہو
قد قرء علی امام المتکلمین ورئیس المہندسین مولانا لطف اللہ العلی گڑھی قدس سرہ وسندہ مکتوب فی رسائل احوالہ
وایضا قد قرأت لبعض کتب علم الہیئۃ علی الامام المحقق فقیہ العصر ماہر العلوم الریاضیۃ مولانا استاذ العلماء
غلام محمود پپلانوی قدس سرہ وہو قرء جمیع کتب الہیئۃ علی العلامۃ والنحریر الفہامۃ الاستاذ المطلق مولانا
احمد الدین الچکوالی وہو قرء علی امام العلماء ورئیس المہندسین مولانا رحمت اللہ المہاجر المکی رحمہم اللہ رحمۃ
واسعۃ ما دام تتعاقب اللیالی والنہار ولما قد قرء عندی الاخ الاعز مولانا ___ بن
المتوطن
جمیع / بعض کتب العلوم العقلیۃ والنقلیۃ المتداولۃ فی المدارس العربیۃ الاسلامیۃ المعروفۃ بالدرس
النظامی المنسوب الی استاذ الکل مولانا نظام الدین بن ملا قطب الدین الشہید قدس سرہما
فاجزتہ تدریس الکتب المذکورۃ واجازتہا لمن یراہ اہلا لہا واوصیہ ان یشتغل

ثم هذا التشبث لرضاء الله تعالى ولرضاء حبيبه صلى الله عليه وآله وسلم فقط وتيسير من بالعقائد البهية
والاخلاق المرضية والاعمال السنية ويدعو لي ولاهلي واولادي بالحسنات الدنيوية والاخروية
بحسن الخاتمة والصحة آه تنبيه لجميع طلاب علوم الدين على عادتهم غير مرضية وهي
ان لطالب العلم الدين شيخين الاول الشيخ الذي بايعه الثاني شيخه الاستاذ الذي تعلم عنده
الكتب الدينية وبينهما فرق وامتياز لان فيض الشيخ الاول لايحسه اكثر الطلاب يعني لا
يجترئ كل طالب العلم ان يقول اني مذ بايعت الشيخ قد وصلت الى المرتبة العلانية من السلوك ولكن فيوض الشيخ
الثاني الاستاذ محسوسة للطلاب لايجترئ احد ان ينكرها لان الطالب حتى لم يدخل في درس الاستاذ كان جاهلا واذا فرغ
بعد التكميل يكون عالما ويميز بين الحالتين بالبداهة ولا يجترئ ان يقول كما كنت قبل الدخول جاهلا في حالتي بعد الفراغ و
التكميل كذالك ومع هذا اكثر طلاب العلم يغلطون ويكرمون الشيخ الاول اكثر كثيرا من اكرام الشيخ الاستاذ معنوي
انزلة الحادثة (؟)

مختلف کتب پر
قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ
کی تقریظات

استاذالاساتذہ ملک المدرسین مولانا علامہ عطا محمد چشتی گولڑوی قدس سرہٗ

کی تقریظ رسالہ "غایۃ الاحتیاط فی جواز حیلۃ الاسقاط"

اَلحمدُ لاھلہ وَالصّلوٰۃُ وَالسّلامُ علیٰ اَھلھا امابعد: حیلہ اسقاط ایصال ثواب کا ایک طریقہ ہے جس کے جواز میں کسی اہل علم کو کلام نہیں ہو سکتا۔ منکرین اگرچہ نفس ایصال ثواب کا زبانی اقرار تو کرتے ہیں۔ لیکن اس کلی کے جملہ افراد کا انکار کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ دراصل ایصال ثواب کے ہی منکر ہیں یا اس کلی کو افراد کے بغیر مانتے ہیں جس کو مثل افلاطونیہ کہا جاتا ہے۔ کتنا ظلم ہے اگر اہلسنت اولیاء کرام کے توسل سے طلب حاجت کریں تو منکرین شرک کا فتویٰ لگا دیتے ہیں اور اگر بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے حاجت روائی کا التماس کریں تو منکرین بدعت کا حکم کرتے ہیں اب عوام بیچارے کدھر جائیں عزیز القدر حضرت مولانا الفاضل العلامہ المولوی محمد عبدالحکیم صاحب نے نہایت محققانہ انداز میں اس مسئلہ کے ہر پہلو پر کافی روشنی ڈالی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہلسنت کو اس سے نفع عطا فرمائے منصف کے لئے ایک حرف بھی کافی ہے اور معاند کے لئے دفاتر بھی بے سود ہیں۔

حررہ الفقیر الی اللہ الصمد العبد ابوالحافظ عطا محمد الچشتی الگولڑوی عفی عنہ

تقریظ عالیہ

از جناب جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول علامۃ الفہامہ
استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطا محمد صاحب مدظلہ العالی چشتی گولڑوی
صدر مدرس دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ اما بعد فمن ادعی النبوۃ بعد نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فہو کافر و دجال کذاب یعنی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی نبی کا پیدا ہونا باتفاق اہل اسلام محال ہے اور شریعت مطہرہ کی پاسبانی علماء ربانی کا فریضہ ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے العلماء ورثۃ الانبیاء اور نیز حدیث شریف میں ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے علماء کو پیدا فرمائے گا کہ غلط کاروں کی تحریفات اور بدعات کو وہ علماء مٹا دیں گے اور دین مبین کو صاف ستھرا اپنی اصل شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کریں گے۔ لہٰذا تقریباً چودہ سو برس میں جب بھی دین اسلام میں تغیر پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اور قرآن و حدیث کو غلط معانی کا لباس پہنایا گیا تو علمائے حق نے ان باطل فرقوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور آخر کار حق کو فتح مبین اور باطل کو شکست حاصل ہوئی موجودہ دور میں جتنے فتنے ہیں مثلاً نجدیت مرزائیت اور رفض وغیرہم ان سب فتنوں کا اگرچہ علماء اہل سنت نے رد بلیغ فرمایا ہے لیکن اکثر کتب اور رسائل ایسے ہیں کہ ان سے اہل علم ہی پورا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور عوام اور نوجوان طبقہ ان کو کما حقہ سمجھنے سے قاصر ہے اور ایسے مسائل ہیں کہ عوام جن سے زیادہ دلچسپی کا اظہار فرماتے ہیں لیکن علماء کی تشنگی کا سامان ان میں نہیں ہے۔ اس لئے مدت سے اس کی ضرورت تھی کہ ایک ایسی جامع کتاب ہو جو کہ قدیم و جدید اور خواص و عوام ہر ایک کو مطمئن کر سکے بحمد اللہ کہ اہل سنت کے فاضل نوجوان میرے عزیز القدر جناب علامہ محمد عبدالحکیم صاحب چشتی صاحب سلمہ ربہ تعالیٰ نے اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش فرمائی ہے حاکم صاحب نے اپنی کتاب گیارہویں شریف میں مخالفین کے تمام اقوال نہایت دیانتداری سے مکمل طور پر نقل فرمائے ہیں۔ اور پھر ان کا رد نہایت انصاف اور عالمانہ محققانہ طور پر کیا ہے [illegible] کتاب کا مطالعہ کر کے مصنف کی محنت سے کام لیا ہے امید ہے کہ موافق و مخالف سبھی گروہ کوشش کی داد دیں گے اور ہر گروہ کے لئے یہ کتاب گیارہویں شریف زیادتی علم کا باعث ہو گی خصوصاً اہل سنت کو چاہئے کہ اس کتاب گیارہویں شریف کی اس قدر قدر کریں کہ مصنف کی پوری پوری حوصلہ افزائی ہو۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ جناب حاکم صاحب کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اہل سنت کو توفیق دے کہ اس کی قدر کریں۔ فقط والسلام

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی
مدرس دار العلوم مظہریہ امدادیہ بندیال ضلع سرگودھا

جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علامہ عطا محمد بندیالوی
چشتی گولڑوی مدظلہ العالی، بندیال ضلع سرگودھا

اَلحَمدُ لِاَھلِہٖ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ اَھلِہَا اَمَّا بَعدُ،

ابتدائے آفرینش انسان سے رحمانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی آویزش رہی ہے۔ ہر دور میں ہر قوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، ہابیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نمرود، موسےٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا تو سید الانبیاء کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابو جہل سے ہوا اور پھر ہر صد سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجددین کی ایک جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مبطلین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔ علماء نے ان مجددین کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گذشتہ صدی کے

آخر اور آئندہ صدی کے اول میں ان کے علم و رشد و ہدایت کا شہرہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا العلامہ ابی الخیر شیخ الحدیث فقیہِ اعظم محمد نور اللہ صاحب قدس سرہ میں (مجدد ہونے کی) یہ علامت بدرجۂ اتم پائی جاتی ہے۔

یہ فقیر محرر ایں سطور ایک مدرس ہے۔ تدریس کے بغیر دیگر کسی علمی شغل سے قاصر ہے لیکن فقیہِ اعظم رحمہ اللہ باوجود اس امر کے کہ ان کی صحت قابلِ رشک نہ تھی بے شمار صلاحیتوں کے مالک تھے۔ بندہ یہاں آپ کی چند صلاحیتوں کی نشاندہی کرتا ہے:

اول

دار العلوم حنفیہ فریدیہ کی عالیشان تعمیر اور بہت بڑا کتب خانہ۔

دوم

اس دار العلوم میں سینکڑوں دینی طلباء کی رہائش، کتابوں اور خورد و نوش کا انتظام یعنی فقیہِ اعظم اس عظیم دار العلوم کے ناظمِ اعلیٰ تھے اور کسی دار العلوم کی نظامت اتنی عظیم ذمہ داری ہے کہ دوسری طرف توجہ بہت مشکل ہے۔

سوم

حضرت فقیہِ اعظم اس دار العلوم کے شیخ الحدیث تھے۔

چہارم

آپ بلند پایہ مفتی بھی تھے اور آپ کا فتویٰ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی مقبولِ عام تھا۔

پنجم

چونکہ آپ سلسلۂ عالیہ قادریہ کے مجاز تھے اس لئے مریدین و متوسلین کا ایک عظیم حلقہ رکھتے تھے اور متوسلین کی رشد و ارشاد کا بھاری بوجھ بھی آپ کے کاندھوں پر تھا۔

ششم

تبلیغِ دین کے لئے جلسوں اور کنونشنوں میں تشریف لے جاتے اور سامعین کو محظوظ فرماتے۔

ہفتم

اہلِ سنت کی سیاسی اور مذہبی تنظیموں میں مجلسِ عاملہ اور شوریٰ کے رکن تھے۔

ہشتم

اکثر علماء و مشائخ کو دیکھا گیا ہے کہ ان کی اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برائے نام عالمِ دین اور یا دنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن فقیہِ اعظم نے اپنے تمام بیٹوں کو علمِ دین کی اعلیٰ تعلیم دی۔

نہم

حضرت فقیہِ اعظم ایک بلند پایہ مصنف بھی تھے چنانچہ فتاوٰے نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔ فتاوٰے نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تبحرِ علمی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ سائل نے اگر سوال میں اجمال سے کام لیا ہے تو مفتیِ اعظم نے سوال کی تمام شقوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاوٰے نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فتاوٰے کے بعض مسائل پر بعض علماء کو خلاف یا اختلاف ہو لیکن اکثر مسائل، صواب کی داد دینی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر یہ خلاف اور اختلاف ہوتا ہے، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

فان رد فقد رد قبلی الوف

کل واحد منهم يقابل بصفوف

"یعنی میری تحقیق اگر رد کر دی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل ہزاروں کو رد کر دیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک تن تنہا صفوں کا مقابلہ کرتا تھا۔"

اس وقت دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے ناظمِ اعلیٰ مولانا ابو الخیر محمد محب اللہ صاحب نوری زید مجدہٗ ہیں جو کہ جید عالم اور علم دوست ہیں اور مفتیِ اعظم کے سجادہ نشین بھی ہیں۔

ہر بہی خواہ کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم باپ کے عظیم مشن کو کامیابی سے جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے

آمین یا رب العالمین

حررہ الفقیر عطا محمد چشتی گولڑوی

تقریظ

از قلم فیض رقم امام المناطقہ رئیس الفلاسفہ استاذ الاساتذہ فخر الجہابذہ جامع المعقول والمنقول العلامۃ الفہامۃ الحافظ الحاج مولانا عطا محمد صاحب چشتی گولڑوی دامت برکاتہم العالیہ صدر مدرس دارالعلوم "مظہریہ امدادیہ" بندیال ضلع سرگودھا

(نوٹ، حضرت ممدوح نے زیرِ نظر مضمون کو بغور ملاحظہ فرما کر "تحذیر الناس" کی عبارت کا رد اور اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہ العزیز کی عبارت شریفہ پر اعتراض کرنے والوں کا اجمالی جواب نہایت محققانہ انداز میں تحریر فرما کر آخر میں زیرِ نظر مضمون (التبشیر برد التحذیر) کی تائید و توثیق فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ حضرت ممدوح مدظلہٗ نے اپنے علمی و تدریسی مشاغل میں انتہائی مصروفیت کے باعث کمال اجمال سے کام لیا ہے۔ اس لئے تا حصول تفصیل از ان ممدوح موصوف ہم اس رد اور اجمالی جواب کی اشاعت کو ملتوی کرتے ہوئے زیرِ نظر مضمون کی تائید و توثیق سے متعلق حضرت ممدوح کی تقریظ کا آخری حصہ بصد شکریہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

(ناشر)

غزالیِ زماں محقق دوراں علامہ احمد سعید شاہ صاحب کاظمی دامت برکاتہم العالیہ ایسے بحرِ مواج کی معمولی سی لہر کا مطالعہ کرنا چاہیے جس میں حضرت موصوف نے نہ صرف اعلیٰحضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ پر زبانِ طعن دراز کرنے والوں کو دنداں شکن جواب دیا۔ بلکہ تحذیر الناس کی عبارت کو پامال بے نظیر رد کر کے ہبا منثورا کر دیا۔ میں نے اسے گہری نظر سے مطالعہ کیا۔ حضرت موصوف کے علمی تبحر اور صداقت مسلک کو ہر جگہ موجزن پایا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے انبیاء کرام کی عزت و عصمت پر ناپاک حملے کرنے والوں سے حفاظت کے لئے دنیائے سنیت میں ایسے یگانۂ روزگار محقق مقرر فرمائے جو اپنے گرانمایہ علمی نکات اور بے لاگ تحقیقات کے ذریعہ ہر مخالف کے دلائل واھیۂ اِھانات کے ایسے جواب دیتے ہیں کہ کسی کو مجالِ تکلم نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کو تادیر دینِ متین مسلکِ اہلِ سنت و جماعت کی خدمات کا موقعہ عطا فرمائے۔

آمین۔

حررہ الفقیر خادم العلماء عطا محمد الچشتی الگولڑوی

المدرس بدار العلوم مظہریہ امدادیہ فی بلدۃ بندیال ضلع سرگودھا

شرائط مناظرہ بین اہل السنۃ وبین اہل البدعۃ

۱۔اہل سنت کے نزدیک دلائل چار ہیں۔کتاب وسنت اور اجماع وقیاس اور ہر فریق کے خلاف اس کے اکابرین کی کتابیں پیش کی جائیں گی۔

اہل سنت بریلوی کے نزدیک اکابر یہ ہیں۔

۱۔اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ العزیز

۲۔مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۳۔مولانا محمد امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

دیوبندیوں کے اکابر یہ ہیں۔

۱۔مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی ۲۔مولوی محمد رشید احمد صاحب گنگوہی

۳۔مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ۴۔مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی

۵۔مولوی محمود الحسن صاحب شیخ الہند ۶۔مولوی حسین احمد صاحب مدنی

۷۔مولوی انور شاہ صاحب کشمیری

۸۔شبیر احمد صاحب عثمانی ومولوی اسماعیل صاحب دہلوی وحافظ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم وغیرہم مثلاً مولوی حسین علی صاحب واں بھچروی۔

۲۔جس لفظ کے معنی حقیقی کے علاوہ معنی مجازی بھی ہے تو معنی حقیقی کیلئے کسی قرینہ کی ضرورت نہیں ہوگی البتہ معنی مجازی کیلئے قرینہ کی ضرورت ہوگی اصل حقیقی معنی ہے مجازی معنی اس وقت لیا جائیگا کہ معنی حقیقی متعذر ہو نیز معنی مجازی سے حقیقی معنی نہیں توڑا جائیگا مثلاً لفظ اسد کا حقیقی معنی حیوان مفترس ہے اور مجازاً لفظ اسد کا استعمال رجل شجاع میں ہوتا ہے تو اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ چونکہ اسد کا استعمال رجل شجاع میں ہوتا ہے لہٰذا اسد کا معنی حیوان مفترس نہیں ہے تو اس شخص کا یہ کہنا غلط ہوگا۔

۳۔قرآن وحدیث اور دوسری عبارات کا صحیح معنی وہ ہوگا جو اصول احناف اور علوم عربیہ مثلاً صرف ونحو اور معانی بیان کے مطابق ہوگا اور جو معنی مذکورہ بالا علوم کے خلاف ہوگا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

۴۔اگر قرآن وحدیث کی تفاسیر اور شروح میں اختلاف ہوا تو وہ معنی معتبر ہوگا جو کہ تفاسیر وشروح مستند احناف کے مطابق ہوگا اور اگر کتب احناف میں اختلاف ہوا تو زیادہ مستند احناف کے قول کا اعتبار ہوگا۔

۵۔اگر کسی آیت یا حدیث کے دو معنی ہوں اور ایک دوسری آیت یا حدیث کا صرف ایک معنی علماء نے ذکر کیا ہو تو جو فریق دوسری آیت سے استدلال پیش کرے گا اس کو اس فریق پر ترجیح ہوگی جو پہلی آیت کے صرف ایک معنی سے استدلال کرتا ہے۔مثلاً ایک آیت سے پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا منع ہے لیکن اس آیت میں ایک دوسرا احتمال بھی ہے اور دوسری آیت سے پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جائز ہے تو دوسری آیت سے استدلال کو ترجیح ہوگی۔

۶۔درسِ نظامی کی کتب پر جو شروح وحواشی ہیں اور دیوبندی بریلوی اختلاف سے ان کی تصنیف پہلے ہے تو جو فریق ان کو تسلیم نہیں کرے گا اس پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی مستند طریقہ سے دلیل پیش کرے گا۔وہ اس شرح اور حاشیہ کو کیوں نہیں مانتا؟ مطلب یہ ہے کہ اس فریق کو ثابت کرنا ہوگا کہ کس مستند کتاب میں تحریر ہے کہ فلاں شرح وحاشیہ قابل اعتماد نہیں ہے۔اور اگر دوسرا فریق یہ مطالبہ کرے گا کہ تم تحریر کردو کہ فلاں شخص یا فلاں کتاب قابل اعتماد نہیں ہے تو یہ تحریر کر دینا اس فریق پر لازم ہوگا اور اسی طرح ایک فریق کوئی بات کہتا ہے اور دوسرا فریق اس کی تحریر کا مطالبہ کرتا ہے تو تحریر کر دینا لازم ہوگا۔

۷۔اگر ایک فریق اپنے وقت میں دوسرے فریق پر کوئی سوال کرتا ہے یا اور کوئی مطالبہ کرتا ہے تو دوسرے فریق پر لازم ہوگا کہ اپنے وقت میں اس سوال اور مطالبہ کا جواب دے اور بہتر یہ ہے کہ اپنے وقت میں پہلے اسی سوال کا جواب دے۔

۸۔مناظرہ میں علم مناظرہ کی پابندی لازم ہوگی اور وہی سوال و جواب معتبر ہوگا جو کہ علم مناظرہ کے مطابق ہو۔

۹۔احناف کا یہ قاعدہ مسلم ہے کہ المطلق یجری علی اطلاقہ اور خبر واحد سے بھی مطلق کی تقیید نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ کوئی آدمی اپنی طرف سے تقیید کرے۔

۱۰۔احکام کے کتنے اقسام ہیں؟ اور ہر قسم کس کس دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔

۱۱۔اولیاء کرام رحمہ اللہ علیہم جو دور سے دیکھتے اور سنتے اور تصرف فرماتے ہیں یہ بطور معجزہ اور کرامت کے ہوتا ہے اور یہ سب افعال اللہ تعالیٰ کے نور کی تجلی سے ہوتے ہیں۔

۱۲۔اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے کوئی بھی بلا سبب نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا سبب ہوتا ہے اور ہر چیز کا حقیقی سبب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات ہے۔

۱۳۔حواس خمسہ ادراک کے سبب عادی ہیں اللہ تعالیٰ کی عادت جاری ہے کہ ہر حس کے استعمال سے وہ ادراک حاصل ہوتا ہے جو کہ اس کے ساتھ مختص ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغیر استعمال حس کے ادراک حاصل ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ باوجود استعمال حس کے ادراک حاصل نہ ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آنکھ ادراک سمع کا فائدہ دے اور کان ادراک بصر کا فائدہ دے۔

۱۴۔نقل عقل پر موقوف ہے لہٰذا جب دلیل عقلی اور نقلی میں تعارض ہوگا تو دلیل عقلی کو ترجیح ہوگی۔

۱۵۔اگر کسی آیت یا حدیث کے مستند علماء نے دو معنی ذکر کئے ہیں اور ان میں تضاد وغیرہ نہیں ہے تو دونوں معنی حق ہونگے ورنہ ایک عالم مستند کی تغلیظ بلا دلیل لازم آئیگی اور اسی آیت اور حدیث سے اس کے ہر معنی پر استدلال جائز ہوگا اور اس کو استدلال باحد التفسیرین کہا جاتا ہے اور یہ استدلال بالاحتمال نہیں ہے اور اس کی مثال قرآن پاک میں یہ آیت ہے۔ان الذین کفروا سوآء علیھم ءاء نذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اس آیت میں دو احتمال ہیں۔

احتمال اول: لفظ الذین سے مخصوص لوگ مراد اور موصول عہد خارجی کیلئے ہو اور اس سے مراد ابولہب اور ابوجہل وغیرہما ہو۔

احتمال دوم: لفظ الذین یہ موصول جنس کیلئے ہو اب احتمال اول پر بعض اشاعرہ نے اس آیت سے تکلیف مالایطاق پر استدلال کیا ہے جس کو علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں نقل فرمایا ہے تو علامہ عبدالحکیم رحمہ اللہ تعالیٰ اس استدلال کے متعلق بیان فرماتے ہیں والاستدلال مبنی علی ان المراد بالموصول ناس باعیانھم فھو فی الحقیقہ استدلال باحد وجھی۔

قبلہ استاذی المکرم نور اللہ مرقدہٗ کی یہ تحریر ہمیں یہاں تک ہی ملی ہے جو قارئین کی نظر کر دی گئی ہے۔

(نذر حسین چشتی گولڑوی)

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے علمی جواہر پارے (انمول موتی)

س ا:۔ پارہ اول میں ہے (وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبد نا فاتو بسورۃ من مثلہ) اس آیۃ کریمہ میں مانزلنا سے مراد قرآن پاک کتاب اللہ ہے اور لفظ عبدنا سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ ہیں اب آیۃ مذکورہ بالا میں جو لفظ من مثلہ ہے اس کی تفسیر میں صاحب کشاف وغیرہ نے یہ فرمایا ہے کہ من مثلہ یا تو ظرف مستقر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے اور یہ سورۃ کی صفت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے بالسورۃ الکائنۃ من مثلہ اور اس صورت میں مثلہ کی ضمیر مانزلنا اور عبد نا دونوں کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ لفظ من مثلہ ظرف مستقر نہیں ہے بلکہ اس کا متعلق آیۃ میں مذکور ہے یعنی فأتوا کے متعلق ہے اور اس صورت میں من مثلہ کی ضمیر عبد کی طرف راجع ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صورت میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع نہیں ہوسکتی ہے اب یہاں دو اشکال ہیں۔

اول:۔ یہ کہ دوسری ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف کیوں راجع نہیں ہوسکتی کونسی خرابی آتی ہے اور اگر ضمیر عبد کی طرف راجع ہو تو وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی۔

دوم:۔ پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہوسکتی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ خلاصہ یہ ہے کہ پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہوسکتی ہے اور دوسری ترکیب میں راجع نہیں ہوسکتی وجہ فرق کیا ہے نیز دوسری ترکیب میں اگر ضمیر مانزلنا کیطرف راجع ہو تو جو خرابی لازم آتی ہے پہلی ترکیب میں وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی علماء نے اس اشکال کو بایں الفاظ ذکر فرمایا ہے۔ فی الکشاف من مثلہ متعلق بسورۃ صفۃ لھا ای بسورۃ کائنۃ من مثلہ والضمیر لما نزلنا اولعبدنا و یجوز ان یتعلق بقولہ فاتو والضمیر للعبد حیث جوّز فی الوجہ الاول کون الضمیر لما نزلنا تصریحا و خطرہ فی الوجہ الثانی تلویحا فلیت شعری ماالفرق بین سورۃ کائنۃ من مثل مانزلنا وفأتو امن مثل مانزلنا البسورۃ

وھل ثمہ حکمۃ خفیۃ اونکتۃ معنویۃ اوھو تحکم بحت وھذا مستبعد من مثلہ ایک دوسری جگہ پر ہے وعلم ان الزمخشری لما جوّز فی الوصفیۃ عود الضمیر لما ولعبدوا قتصر علی الثانی فی تعلقہ بقولہ فأتو اورد علیہ انہ لم لا یجوز ان یکون الضمیر حینئذٍ لما نزلنا ایضاً

کما جاء ذالك علی تقدیر کون الظرف صفۃ کما حکینالك آنفاً۔ خلاصہ سوال یہ ہے کہ اگر ظرف من مثلہ صفت سورۃ ہو تو ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہوسکتی ہے لیکن اگر ظرف فأتو کے متعلق ہو تو ضمیر مانزلنا کی طرف راجع نہیں ہوسکتی بلکہ ضمیر صرف عبد کی طرف راجع ہوگی اس فرق کی کیا وجہ ہے؟ ظاہر ہے کہ دوسری ترکیب میں اگر ضمیر مانزلنا کی طرف راجع ہو تو کوئی خرابی لازم آتی ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کونسی خرابی آتی ہے اور کیوں آتی ہے اور وہ خرابی پہلی صورت میں کیوں لازم نہیں آتی اور دونوں ترکیب میں اگر ضمیر عبد کی طرف راجع ہو تو وہ خرابی کیوں نہیں آتی یہاں تک بندہ نے قرآنی آیت پر جو اشکال ہے اس کو ذکر کیا ہے۔

اسی سوال نمبر 1 کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سیف العطاء میں اور انداز میں ذکر کیا ہے لاحظہ ہو۔

قرآن پاک میں ہے (وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ من مثلہ) تفسیر کشاف اور بیضاوی شریف میں من مثلہ کی دو ترکیب ذکر کی گئی ہیں۔

ا۔ ترکیب اول:۔ من مثلہ سورۃ کی صفت ہے اور جارہ کا متعلق محذوف ہے معنی یہ ہوگا سورۃ جو ہونے والی ہے اس کی مثل سے۔ اس ترکیب میں مثلہ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں۔ یہ ضمیر مانزلنا کی طرف بھی راجع ہوسکتی ہے اور عبد کی طرف بھی صورت اول میں معنی یہ ہوگا مانزلنا یعنی قرآن کی مثل۔ دوسرے احتمال میں معنی یہ ہوگا کہ عبد کی مثل سے۔

ترکیب دوم:۔ میں من مثلہ متعلق ہے فأتو کے اب معنی یہ ہوگا کہ لاؤ تم اس کی مثل سے اس ترکیب میں مثلہ کی ضمیر مانزلنا کی طرف کیوں راجع نہیں ہوسکتی دوسری ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی

طرف راجع ہو تو اگر کوئی خرابی لازم آتی ہے تو پہلی ترکیب میں ضمیر مانزلنا کی طرف راجع کریں تو
وہ خرابی کیوں لازم نہیں آتی اس سوال کے جواب میں کتاب حمداللہ کو شدید دخل ہے حمداللہ میں دو
اصطلاحات ہیں وہ اصطلاحات یہ ہیں۔

رفع المقید اور الرفع المقید

اب بندہ اپنی کم علمی کے باوجود اس کے جواب دینے کی جسارت کرتا ہے۔

جواب:۔ اگر من مثلہ صفت بنائیں سورۃ کی تو یہ مقید ہوگا یعنی سورۃ مقید ہے مثلہ قید ہے۔
اور فأتوا امر تعجزی ہے (یعنی نہیں لے آسکتے تم) (تو یہ صورت رفع المقید ہے) تو یہ یعنی فأتو رفع
ہے (رفع کا معنی نفی ہے) جو مقید کے اوپر داخل ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ نفی اثبات قیدوں کی طرف
راجع ہوتے ہیں تو قید ہے مثل تو نفی مثل کی ہوگی تو اس سے یہ لازم آیا کہ مثل ہے ہی نہیں اور اگر
فأتو کے متعلق کریں من مثلہ کو تو پھر فأتو خود مقید ہو جائیگا کیونکہ من مثلہ متعلِق ہے تو فأتو متعلَق
ہے بفتح الام اور متعلِق اپنے متعلَق کی قید ہوتا ہے تو فأتو تھا رفع اور مثلہ قید۔ لہٰذا یہ الرفع المقید ہوگا
یعنی نفی خود مقید ہوگی تو نفی قید کو نہیں اڑائے گی کیونکہ قید کے اوپر نہیں لہٰذا مثلہ کی نفی نہ ہوگی اب
اگر مثلہ کی ضمیر مانزلنا کی طرف راجع کریں تو خرابی یہ لازم آئے گی کہ قرآن کی مثل تو ہو لیکن تم
نہیں لے آسکتے۔ حالانکہ قرآن کی مثل ہے ہی نہیں تو اس صورت میں مانزلنا کی طرف راجع نہیں
کرسکتے ورنہ مثلیت قرآن لازم آئیگی۔ قرآن نے چیلنج یہ دیا ہے کہ قرآن کی مثل ہے ہی نہیں یہ
کلام الٰہی معجز ہے تو تم عاجز ہی ہو نہ یہ کہ مثل تو ہو اور اس کے لے آنے میں عاجز ہو۔ واللہ اعلم
بالصواب

سوال 2:۔ اب حدیث شریف پر جو اشکال ہے اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے
(ماشاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن) اس حدیث میں دو جملے ہیں۔ اول جملہ کی دوسری
جزء کان ہے جس کا معنی وجود اور موجود ہے دوسرے جملہ کی دوسری جزء لم یکن ہے جس کا
معنی عدم الوجود ہے جملہ اول میں وجود کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کا تعلق ہے اور

دوسرے جملہ میں عدم الوجود کے ساتھ عدم مشیت کا تعلق ہے اشکال یہ ہے کہ مخلوق کا وجود اور عدم
اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ کے تابع ہے دوسرے جملہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عدم الوجود تابع
ہے عدم مشیت کے مناسب یہ تھا کہ ایسی عبارت ہوتی جس سے یہ پتہ چلتا کہ وجود اور عدم
دونوں کے ساتھ مشیت اور ارادہ کا تعلق ہے لہٰذا عبارت حدیث اس طرح ہوتی (ماشاء اللہ
کان وماشاء اللہ لم یکن) حدیث شریف میں جو وجود اور عدم الوجود میں فرق کیا گیا ہے اس
کی کیا وجہ ہے جو عبارت بندہ نے ذکر کی ہے کہ مناسب یہ تھی اس میں کون سی خرابی ہے کہ اس کو
ذکر نہیں فرمایا گیا۔

جواب:۔ کان وجود ہے اور لم یکن عدم ہے وجود کی علت ضروری ہے اور وہ مشیت الٰہی ہے
اور عدم کی علت وجود کی علت کا عدم ہوتا ہے اس لئے لم یشاء فرمایا کیونکہ لم یشاء یہ عدم مشیت ہے
اور مشیت یہ وجود کی علت ہے تو عدم کی علت عدم مشیت ہوگی۔ یشاء شاء کی نقیض ہے اور وجود اور
عدم آپس میں ضدیں ہیں تو وجود کی علت کا عدم عدم کی علت ہوگا وجود کی علت مشیت ہے اور عدم
کی علت عدم مشیت ہوگی کیونکہ عدم کی علت وجود کی علت کا عدم ہوتا ہے شاء علت ہے کون کی اور
لم یشاء علت ہے لم یکن کی۔ کیونکہ اگر مشیت علت ہو عدم کی تو پھر عدم نہ رہے گا وجود ہوگا حالانکہ
فرض کیا ہے عدم کیونکہ جس کے ساتھ مشیت کا تعلق ہو وہ وجود ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سوال 3:۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔ (کنتم امواتاً فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم
الآیۃ) اس آیۃ مبارکہ میں دو موتوں اور دو حیاتوں کا ذکر ہے کنتم امواتا میں پہلی موت کا ذکر ہے
فاحیاکم میں پہلی حیات کا ذکر اور فعل میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ ثم یمیتکم میں دوسری
موت کا ذکر ہے اور ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے ثم یحییکم میں دوسری حیات کا ذکر ہے اور ضمیر
اللہ کی طرف راجع ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر دو حیاتوں میں محیی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو
زندہ کیا یا زندہ کرے گا لیکن دو موتوں میں دوسری موت میں ممیت کا ذکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ تم کو
موت دے گا لیکن پہلی موت میں ممیت کا ذکر نہیں کہ تمہیں کس نے موت دی بلکہ صرف یہ فرمایا

کہ تم مردہ تھے خلاصہ یہ کہ دو حیاتوں میں محیی کا ذکر ہے لیکن دو موتوں میں صرف دوسری میں ممیت ذکر کیا گیا۔ نہ کہ موت اول میں ایسا کیوں ہے؟

جواب:۔ موت اول الذکر کا ممیت نہیں ہے کیونکہ موت اول عدم محض ہے اور عدم محض عدم اصلی قدیم ہے اور عدم محض کی علت نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر علت مانیں تو پھر حادث ہوگا حالانکہ عدم اصلی قدیم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نوٹ:۔ یہ تینوں سوال قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب سیف العطاء میں مفتی عبدالشکور پر کئے تھے اور انہوں نے آخری دم تک ان کا جواب نہیں دیا۔ بندہ ناچیز نے جو جواب دیئے ہیں یہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت کا اثر ہے۔

سوال 4:۔ خاتم النبیین اعتراض یہ ہے کہ النبیین یہ جمع کا صیغہ ہے اور الف، لام استغراق کا ہے اور یہ اپنے تمام افراد کو شامل ہوتا ہے ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں داخل ہیں یا نہیں۔ اگر کہو کہ داخل ہیں تو ختم الشئی لنفسہ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور اگر کہو کہ داخل نہیں ہیں تو پھر یہ عام مخصوص البعض بن جائیگا اور اس کا حکم ظنی ہوتا ہے قطعی نہیں تو پھر حضور ﷺ کا تمام انبیاء کیلئے خاتم ہونا قطعی طور پر ثابت نہ ہوا۔

جواب:۔ یہ ہے کہ مخصص عقل ہے تو اگر عام کیلئے مخصص عقل ہو تو اس کی قطعیت ختم نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے جیسے کہ ان اللہ علی کل شیءٍ قدیر میں شیٔ کے مفہوم سے اللہ تعالیٰ کی تخصیص عقل کے ساتھ ہے تو اس کی قطعیت باقی ہے اس طرح یہاں بھی باقی رہیگی۔

نوٹ:۔ خاتم صفت ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام موصوف ہیں اگر آپ انبیین میں داخل ہوں تو صفت موصوف پر مقدم ہوگی حالانکہ صفت مقدم نہیں ہو سکتی۔

سوال 5:۔ عن ابی ھریرۃ عن رسول اللہ ﷺ انہ قال والذی نفس محمد ﷺ بیدہ لا یسمع بی احد من ھذہ الامۃ یھودی ولا نصرانی ثم یموت

ولم یومن بالذی ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان جلد 1)

مندرجہ بالا حدیث مبارک میں تین اعتراض ہیں۔

۱۔ صرفی۔ ۲۔ نحوی۔ ۳۔ لغوی۔

۱۔ صرفی اعتراض تو یہ ہے کہ لایسمع صیغہ کیا ہے؟ بظاہر تو یہ مضارع منفی کا صیغہ ہے حالانکہ یہ نہیں ہے۔

۲۔ نحوی اعتراض یہ ہے کہ احد ترکیب میں کیا واقع ہوا ہے؟ بظاہر تو یہ یسمع کا فاعل ہے حالانکہ یہ نہیں ہے۔

۳۔ لغوی اعتراض یہ ہے کہ حدیث شریف کا معنی جو بظاہر ہے یہ تکلیف مالا یطاق ہے یعنی نہیں کوئی سنتا مجھے الخ۔

جواب نمبر ۱۔ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مضارع مثبت ہے اور لا مشبہ بہ لیس ہے۔

نمبر ۲۔ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ احدٌ یہ لاء کا اسم ہے۔

نمبر ۳۔ اعتراض کا جواب یہ ہے کہ نفی احدٌ پر آئے گی نہ کہ یسمع پر۔ اب معنی ٹھیک ہوگا۔ نہیں کوئی ایک تجھ میں سے سنتا مجھے الخ۔

س 6:۔ کتب حدیث میں عبداللہ بن ابی کا نسب اس طرح مذکور ہے۔

عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ اُبَیٍّ اِبْنُ سَلُوْلَ اس کی ترکیب بیان کرو اور یہ بتاؤ کہ عبداللہ اور سلول کے درمیان کونسا رشتہ ہے لفظ سلول منصرف ہے یا غیر منصرف۔ اور اس کی وجہ بیان کرو۔

جواب:۔ ترکیب عبد مضاف اللہ مضاف الیہ، مضاف، مضاف الیہ مل کر موصوف ابن مضاف ابی مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر پہلی صفت عبداللہ کی ابن سلول مضاف مضاف الیہ مل کر دوسری صفت عبداللہ کی۔ معنی یہ ہوگا عبداللہ ایسا عبداللہ جو ابن ہے ابی کا اور ایسا عبداللہ جو ابن

ہے سلولؒ کا۔ درج کلام میں ہمزے وصل گرادیں عبداللہ بیٹا ہے اور سلولؒ اس کی ماں ہے سلولؒ ابی کی بیوی ہے اور عبداللہ کی ماں ہے سلولؒ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ علم ہے اور مؤنث ہے کیونکہ اس میں ''ت'' مقدر ہے زینب کی طرح عبداللہ مرفوع ہے کیونکہ مبتداء ہے اعراب تقدیری ہے اس لئے ابنؒ دونوں صفتوں میں پڑھیں گے۔

س 7:۔ مدینہ پر الف، لام۔ داخل ہوتا ہے اور مکہ پر الف، لام داخل نہیں ہوتا۔

جواب:۔ مدینہ اسم جنس ہے اس لئے اس پر الف لام داخل ہوتا ہے اور مکہ علم ہے اس لئے مکہ پر الف، لام داخل نہیں ہوتا۔

س 8:۔ محذوفات قرآنیہ قرآن ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اعتراض یہ ہے کہ قرآن تو کلمات منزل ہے یہ منزل کلمات نہیں ہیں اگر قرآن نہیں ہے بندوں کی کلام ہے تو پھر قرآن اپنا معنی سمجھانے میں بندوں کی کلام کی طرف محتاج ہوئی لہٰذا معجزہ نہ ہوئی حالانکہ معجز ہے۔

جواب:۔ قرآن ہیں اور قرآن انہیں مستلزم ہے (یہ قرآن کو لازم ہیں) جب قرآن آیا وہ بھی ساتھ آگئے کیونکہ جو علم نحو نہیں جانتا مثلاً عرب لوگ سمجھ جاتے ہیں معلوم ہوا قرآن انہیں مستلزم ہے اور قرآن معنی سمجھانے میں خود مستقل ہے۔ (مثال محذوف کی مثلاً الحمدللہ ثابتٌ اس میں مقدر نکالتے ہیں۔

سوال 9:۔ یومنون بالغیب بعض نے ترجمہ کیا غیب کو جانتے ہیں یہ ترجمہ صحیح نہیں۔

جواب:۔ یومنون ایمان سے ہے ایمان جاننے کا نام نہیں ہے ماننے کا نام ہے کیونکہ جاننے کو ماننا لازم نہیں آتا لیکن ماننے کو جاننا لازم ہے مانے گا تب جب جانے گا لہٰذا ترجمہ کریں غیب کو مانتے ہیں۔

سوال 10:۔ یا اللہ میں ہمزہ نہیں گرتا باللہ، تاللہ، واللہ میں گر جاتا ہے فرق کیا ہے؟۔

جواب:۔ ال کے دو اعتبار ہیں دو لحاظ ہیں با اعتبار ذات کے یہ ہمزہ وصلی ہے درج کلام میں گرنا چاہیے اور یہ خیال کرو کہ اللہ اصل میں الٰہٌ تھا پھر ہمزہ کو بمع حرکت حذف کیا پھر ابتداء

میں اس کے عوض ال لے آئے تو ال ہمزہ کے عوض آیا ہے ہمزہ قطعی تھا اور ال اس کے عوض آیا ہے اور یہ بھی قطعی ہوگا اور ہمزہ جو ال کی جزء ہے یہ بھی قطعی ہوگا تو پھر یہ ہمزہ قطعی ہوگا لہٰذا درج کلام میں نہیں گرنا چاہیے اور قاعدہ ہے کہ کسی کلمے میں جتنے اعتبار ہوں سب کا لحاظ کرتے ہیں کبھی کسی کا لحاظ اور کبھی کسی اعتبار کا لحاظ جب اللہ پر یا آیا تو ہم یہ اعتبار کرتے ہیں کہ اللہ کا ہمزہ عوض کا ہے جو ال کی جزء تھا اور الٰہٌ کے ہمزے کے عوض آیا تھا جیسا کہ تفصیل آچکی ہے اور یہ ہمزہ قطعی ہوگا اور نہیں گرے گا اگر ہم یہاں ہمزے کا دوسرا اعتبار لیں کہ ال تعریف کا ہے یہ ہمزہ وصلی ہے تو پھر یا آلہ تعریف کا اور ال بھی تعریف کا تو پھر دو آلے تعریف کے اکٹھے ہو جائیں گے یہ غلط ہے اس لئے ہم یہاں ال کو عوض کا بنائیں گے لیکن باللہ، تاللہ، واللہ میں اگر ہم ال کو تعریف کا بنائیں اور ہمزہ وصلی بنائیں تو آلے تعریف کے اکٹھے نہیں ہوتے تو کوئی خرابی لازم نہیں آتی اسلیئے ہم نے یہاں ہمزہ وصلی بنایا ہے۔ اور باللہ، واللہ، تاللہ میں گرادیا۔

س 11:۔ کلمۃ التوحید۔ لا الہ الا اللہ میں لفظ الا کونسا ہے؟

جواب:۔ اس میں اختلاف ہے لفظ اللہ کلی ہے یا جزی۔ علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں جزی ہے اور علم ہے علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ لفظ اللہ کلی ہے۔ لا الہ الا اللہ۔ ایک معبود برحق۔ دوسرے باطل۔ اگر اس کا معنی کریں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ معبود باطل بھی تو ہیں مثلاً بت وغیرہ۔ اصل معنی یہ ہے کہ کوئی معبود برحق نہیں مگر اللہ تعالیٰ۔ اب باطل معبودوں کی نفی ہوگئی ہے اور معبود برحق کا اثبات۔ لا الہ الا اللہ میں اِلّا استثناء کا ہے صفت کا یعنی غیر نہیں کیونکہ جو اِلّا صفت کا ہوتا ہے اس کیلیئے شرائط کافیہ میں درج ہیں دوسرا اللہ یہ علم ہے اور جزی ہے اور مطلق اِلٰـہ یہ کلی ہے جزی کا استثناء کلی سے جائز ہے اگر تمام الہ برحق ہوں تو پھر استثناء الشئی عن نفسہٖ لازم آئے گا جو باطل ہے کیونکہ مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ مغائر ہوتے ہیں مستثنیٰ منہ اور ہوتا ہے اور مستثنیٰ اور۔ کلمہ میں الا استثناء کا ہوگا نہ کہ صفت کا۔ اگر اِلّا بمعنی غیر ہو تو معنی یہ ہوگا۔ اگر زمین و آسمان میں بہت خدا ہوتے ایسے خدا جو غیر ہیں اللہ کے۔ تو زمین و آسمان تباہ ہو جاتے۔ زمین و آسمان تباہ

نہیں ہوئے اس لئے اللہ کا کوئی غیر ہے ہی نہیں غیروں کی نفی ہوگئی ہے۔

مختلف کتب پر
قبلہ استاذی المکرمؒ کے نوٹس

النبراس

شرح

شرح العقائد

فخر المتکلمین مولانا علامہ محمد عبد العزیز پرہاروی

قدس سرہ العزیز

ملنے کا پتہ

شاہ عبد الحق محدث دہلوی اکیڈمی

دار العلوم مظہریہ امدادیہ

بندیال شریف (سرگودھا)

از نفی دلیل نفی حکم نشود ص ۲۳۷

عموم فی المجاز ص ۹۵

عموم الصفات ص ۷۹

جمع بین الحقیقۃ والمجاز محال ص ۹۸

ص ۱۹۲ حاشیہ

ولفظ الدابۃ مشروع کو مان بلا شرط اور بالشرط من جانب واجب

والعمل اخبار و تفصیل ثلاث النهیۃ ص ۱۹۰ حاشیہ

نکرۃ فی الاثبات خاصۃ ص ۲۰۳

تحت تعلیما

فوریۃ عن المیت ص ۳۹

باع باقل مما اشتری ص ۲۰۴

زید بن ارقم رضی اللہ عنہما ص ۲۱۷

نسخ وصف الحکم لا اصلہ ص ۲۲۳

المحتمل لا یصلح دلیلا ص ۲۰۷

الاستدلال بلا دلیل وتفصیلہ فی الحاشیہ ص ۲۲۱

الفعل بالنسبۃ الیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فہو قطعی ص ۲۱۳

اصل در اشیاء اباحت ص ۲۳۲

اختلاف فی افعالہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص ۲۱۳

الاشارہ ابلغ فی التعریف من التسمیہ ص ۲۲۴

اصل در نصوص تحلیل است ص ۲۲۸

فرق بین الاجیر المشترک والخاص ص ۲۱۵

مطلق در جمیع قیود نفس است

تبیانا لکل شیء ما فرطنا فی الکتاب ص ۲۲۵

ما یکون مخالفا للقیاس لا یقاس علیہ ص ۲۲۹

ید اللہ علی الجماعۃ ومن یشا فق الرکول ص ۲۲۱

الساکت عن الحق ص ۲۱۹

حدیث حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ص ۲۲۲

لان الاباحۃ اصل فی الدنیا ص ۱۹۷

قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ کی زندگی کا سنہری واقعہ

آپ کی زندگی کا سنہری واقعہ یہ ہے کہ 23 مارچ 1984ء میں بادشاہی مسجد لاہور میں ایک بد بخت نے نعرہ رسالت کے جواب میں ایمان سوز نعرہ بلند کیا جس سے پورا عالم اسلام آتش زیر پا ہو گیا اس سلسلہ میں متعدد اجلاس ہوئے۔

21 مئی کو ملک بھر کے علماء مشائخ کا جو اجلاس (حزب الاحناف) لاہور میں منعقد ہوا اس کی صدارت قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمائی اہلسنت کا مطالبہ حکومت سے یہ تھا کہ گستاخ کو گرفتار کر کے سزا دی جائے اور شاہی مسجد کے خطیب کو برطرف کیا جائے ورنہ ہم 21 مئی کو شاہی مسجد میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کانفرنس منعقد کریں گے گورنر پنجاب نے مطالبات سن کر ان پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔

خصوصی اجلاس کے بعد حزب الاحناف لاہور ہی کے پنڈال میں جلسہ منعقد کیا گیا عوام سے جب دریافت کیا گیا کہ گورنر کی یقین دھانی کے باوجود شاہی مسجد چلنا ہے؟

تو سب نے کہا ضرور جانا ہے 5:15 سوا پانچ بجے بعد دوپہر جلوس روانہ ہوا علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علالت کے باوجود جلوس کی قیادت کر رہے تھے عوامی جوش و خروش دیکھ کر پولیس نے راستے سے رکاوٹیں اٹھا دیں اس طرح جلوس بخیریت شاہی مسجد پہنچ گیا علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ سخت علیل تھے اس لیے وہ شاہی مسجد میں دعا کر کے واپس آ گئے انکے علاوہ دیگر علماء بھی چلے آئے لیکن خیر آبادی کھچار کے شیر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علیہ وہیں تشریف فرما رہے یہاں تک کہ کچھ علماء بعد میں اور کثیر عوام بھی آ گئے اور اس طرح یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کانفرنس شروع ہو گی جو رات ساڑھے بارہ بجے تک جاری رہی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ نے صدارتی تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ یا رسول اللہ کانفرنس کو فرقہ واریت قرار دیا جا رہا ہے یہ ملک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اگر اس میں ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا تحفظ نہیں ہو سکتا تو (واہگہ) بارڈر ختم کر دو

میں خیر آبادی ہوں چاپلوسی سے کام نہیں لوں گا قاتل نامعلوم ہو تو پرچہ کاٹ دیا جاتا ہے شاہی مسجد کے معاملے پر پرچہ کیوں نہیں کاٹا گیا؟

گورنر سے بات ہوئی ہے اس نے ہمیں ٹالنے کیلئے کہا ہے یہ وفاقی مسئلہ ہے ہمارا مطالبہ ہے کہ اسے فوراً تبدیل کیا جائے میں نے مسجد شہید گنج کی تحریک دیکھی اور امیر ملت سید پیر جماعت علی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت بھی کی اس تحریک میں انگریز کی گولیاں کھا کر چھ چھ مسلمان گرتے رہے یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے تحریک پاکستان بھی دیکھی ہے یہ تحریک اس سے بھی اہم ہے یہ تحریک پاکستان کے مقصد کی حفاظت کیلئے ہے ہم نے تحریک ختم نبوت بھی دیکھی کسی قادیانی کی جرأت نہیں ہے کہ وہ مردہ باد کا نعرہ لگائے کیا آپ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیلئے قربانی دینے کیلئے تیار ہیں؟

سب نے بیک زبان کہا ہم تیار ہیں گویا کہ قبلہ استاذی المکرم زبان حال سے فرما رہے تھے کہ

بتلا دو گستاخ نبی کو غیرت مسلم زندہ ہے
دین پہ مرمٹنے کا جذبہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچا کل بھی تھا اور آج بھی ہے

رات کو ساڑھے بارہ بجے یہ کانفرنس سلام اور دعا کے بعد اختتام کو پہنچی۔

خاک ترتب بھی ہو جائے گی تیری عنبر فشاں
لوح عشق مصطفیٰ ﷺ اس پر نصب ہونے کے بعد

تحریک پاکستان اور قبلہ استاذی المکرمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ

1946ء میں جب آپ بطور مدرس دار العلوم محمدیہ غوثیہ (بھیرہ شریف) ضلع سرگودھا میں تشریف فرما تھے ان دنوں میں تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی۔

ضلع سرگودھا میں مسلم لیگ کے صدر حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی صاحب علیہ رحمتہ تھے اور پیر محمد شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین بھیرہ شریف ایک مجاہد کامل تھے۔ حضرت قبلہ شاہ صاحب علاقہ کا ایک بھرپور دورہ کرتے تھے اس مرتبہ انہوں نے قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ کو بھی دورہ میں شامل کر لیا اور قبلہ استاذی المکرمؒ کی شرکت کی وجہ سے تمام طلباء بھی اس دورے میں شریک ہوئے گویا کہ پورا مدرسہ اس دورے میں شریک ہوا آپ نے قریہ قریہ نگر نگر اور بستی بستی مسلم لیگ اور پاکستان کا پیغام پہنچایا اور اس شان سے کہ اپنا مشن تدریس بھی ترک نہ کیا بلکہ مطالعہ بھی جاری رہا اور درس و تدریس کا سلسلہ بھی اِدھر آپ کے استاذی گرامی فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمتہ اللہ علیہ بھی مسلم لیگ کی ڈٹ کر حمایت کر رہے تھے ان دنوں پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فتویٰ جو مسلم لیگ کو ووٹ نہ دے اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے گا بڑا چرچہ تھا آپ نے بھی اس کی تصدیق کی اور مسلم لیگ کی حمایت میں سینہ سپر ہو گئے۔

تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں قبلہ استاذی المکرمؒ رحمہ اللہ کا کردار

قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ نے جمعیت علماء پاکستان کے سٹیج سے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں بھرپور کردار ادا کیا آپ جمعیت علماء پاکستان کی مجلس شوریٰ کے چیئرمین اور نائب صدر کی حیثیت سے علماء اہلسنت و جماعت کی مساعی میں بھرپور شرکت کرتے رہے اور باوجود گوناگوں مصروفیات کے جمعیت کے اجلاسوں میں باقاعدہ شرکت فرماتے تھے اور آپ قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی قیادت پر مطمئن تھے اور آپ کو امامت

کا حقدار سمجھتے تھے قبلہ استاذی المکرّم فرماتے تھے کہ خوش قسمتی سے جمعیت علماء پاکستان کو مولانا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی قیادت حاصل ہے اور ان میں اسلام کے نظریہ امامت کے مطابق مسلمانوں کے امام بننے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں میری تجویز یہ ہے کہ ان کے ہاتھ پر بیعت امامت کی جائے۔

مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ

نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو انتہائی بااخلاق ملنسار حق گو صالح پرہیزگار متقی اور بزرگ عالم دین ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مولانا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ بالفرض اگر مجھے بھی کسی اجلاس سے نکال دیں تو میں پھر بھی اپنا ووٹ جمعیت کو دوں گا۔ کیونکہ جمعیت کا پروگرام پاکیزہ ہے اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفاذ ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ آخری دم تک جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ رہے اور مولانا شاہ احمد نورانی کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے رہے اس طرح قائد اہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام فرماتے اور آپ کی تجاویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے جب مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملتے تو انتہائی عاجزی اور انکساری کے ساتھ ملتے کبھی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رومال چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور کبھی آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور کبھی آپ کا عصا مبارک چوم کر آنکھوں پر لگاتے یہ تھی قبلہ نورانی صاحب نور اللہ مرقدہ کی استاذی المکرّم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت اور علماء دین کی عزت افزائی۔

تواضع کند ہوشمند گزین
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

جمعیت علماء پاکستان

خط نمبر ۲۸۶
مورخہ ۲۷ رجب ۱۴۱۰ھ

گرامی قدر والا مرتبت استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد صاحب بندیالوی زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ طالب دعا بخیریت ہے

جمعیت علماء پاکستان کی عاملہ وشوریٰ کا مشترکہ اجلاس ۲۸ فروری بروز بدھ صبح ۱۰ بجے دفتر جمعیت علماء پاکستان اسلام آباد میں فقیر نے طلب کیا ہے۔ آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اپنے قیمتی وقت میں تھوڑا وقت ضرور عنایت فرمائیں اور اپنے ارشادات سے ہمیں مستفید فرمائیں

آپ کی تشریف آوری کا منتظر

احباب و مدرسہ کی خدمت میں سلام مسنون

فقیر شاہ احمد نورانی

کوچہ سیاست کی چکا چوند میں بے داغ کردار کا نام شاہ احمد نورانی ہے حضرت نورانی میاں خلیفہ اعلیٰ حضرت حضرت مولٰنا شاہ عبدالعلیم صدیقی مرٹھی رحمتہ اللہ علیہ کے نور نظر تھے بے داغ کردار پختہ استدلال میٹھا لہجہ میٹھا دلکش انداز بیان دیانت اور متانت یہ نورانی میاں کی ایسی خوبیاں تھیں جو کہ کم ہی کسی کو عطا ہوتی ہیں صاحب طرز خطیب تھے اور جب دوران خطبہ آیات الٰہی کی تلاوت فرماتے تو سماں باندھ دیتے عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم آپ کا طرہ امتیاز تھا مستقل مزاجی اور زرہ نوازی آپ کی فطرت میں ایسی ودیعت کر گیں کہ دنیا پرستی دولت اندوزی اور زرگری کے دور میں بھی جس حجرے سے نکل کر وادی سیاست میں آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے سب پر چھا گئے اسی حجرے میں اپنی حیات مستعار کے شب و روز بسر کر دیے جس مسجد میں نماز تراویح[1] میں قرآن حکیم کی تلاوت شروع کی آخری سال تک اسی مسجد کے منبر و محراب کو رونق بخشی۔

کئی بازیچہ اطفال کو آپ نے انگلی پکڑ کر سیاست کے میدان میں چلنا سکھایا اور جب وہ کچھ چلنا سیکھ گئے تو خود ہی رہبر بن گئے خدا کی قدرت ان گمشدہ بچوں کے سامنے اس وقت نورانی میاں جیسا کوہ ہمالیہ بھی نہیں ہے' راستہ بالکل صاف ہے' تو پھر ان بلند و بانگ دعوؤں کے ساتھ میدان عمل میں کیوں نہیں اترتے جن کا ذکر حیات نورانی میں بڑے بھدے انداز میں ہوتا تھا۔ حضرت نورانی صاحب نسبی طور پر طرفین کی جانب سے خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد[2] میں سے تھے۔

1۔ راقم الحروف کو بھی قبلہ نورانی صاحب رحمتہ اللہ کی امامت میں نماز تراویح پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے آپ بالکل سنت کے مطابق نماز تراویح پڑھاتے یعنی چار رکعت پڑھا کر بیٹھ جاتے اور اتنی ہی دیر ذکر و اذکار کرتے تھے پھر چار رکعت پڑھا کر بیٹھ جاتے۔

2۔ ایک مرتبہ راقم الحروف کی موجودگی میں قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ نے قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ کو فرمایا کہ جب غار ثور میں سانپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ڈسا تھا اس کا نشان آپ کے جسم پر تھا اللہ تعالٰی کی شان دیکھیے جو آدمی بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہو اس کے جسم پر بھی ضرور نشان ہوتا ہے تو آپ بھی صدیق اکبرؓ کی اولاد سے تھے اور آپ کے جسم پر بھی نشان تھا جو قبلہ استاذی المکرم کو دکھایا۔ راقم الحروف نے قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کے چھوٹے صاحبزادے صاحبزادہ شاہ اویس نورانی سے پوچھا کیا آپ کے جسم پر بھی نشان موجود ہے آپ نے اپنے قدم پر مجھے نشان دکھایا۔

خون صدیقیؓ ہی کا اثر تھا کہ آپ نے اپنی ساری زندگی تحفظ ناموس رسالت اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے لیے وقف کر دی تحریک ختم نبوت 1953ء میں کراچی کی سطح تک خدمات سرانجام دیں اور تحریک ختم نبوت 1974ء میں قائدانہ کردار ادا کیا اسی تحریک میں آپ نے قومی اسمبلی میں ملت اسلامیہ کی جانب سے قادنیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے قرارداد پیش کی۔

جیسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا اور قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیے گئے۔ مرزا قادیانی کے خلاف جس ہستی نے سب سے پہلے علم بلند کیا وہ میرے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت فخر اہلسنت نائب غوث الوریٰ، جبل العلوم، آیۃ من آیت اللہ، حجۃ اللہ علی الارض حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی ہے اور آپ کے بعد قادنیوں کے خلاف جس ہستی نے کام کیا ہے وہ قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی نور اللہ مرقدہ کی ذات گرامی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کی مرقدوں پر اپنی رحمتوں کا نزول برسائے آمین ثمہ آمین

تحریک ختم نبوت 1984ء میں بھی آپ نے قائدانہ کردار ادا کیا اس نتیجے میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا جس کی بدولت قادنیوں کی طرف سے شعائر اسلام کے استعمال پر پابندی عائد کی گئی۔

نصف صدی سے زائد آپ نے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عظمت و رفعت اور مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے علم کو اٹھائے رکھا ان گنت قادیانی آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر کے آغوش امن میں آئے آج جمعیت علمائے پاکستان ورلڈ اسلامک مشن فدایان ختم نبوت اور دیگر گئی ادارے اپنے محبوب حق کو اور بے لوث قائد کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ لیکن صدیقی شہزادہ ان سے بہت دور عالم ارواح میں خاتم النبین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے ہیں اور

جب بھی کونسل کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوتا تو قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ ضرور قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی سے ملاقات فرماتے ایک مرتبہ دورانِ گفتگو قائد اہلسنت نے قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت فرمایا کہ کیا حضور پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے بھی دیوبندیوں اور وہابیوں کی تکفیر فرمائی ہے۔

تو قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ علیہ نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کی کتاب اعلاءِ کلمۃ شریف سے مندرجہ ذیل عبارت پڑھ کر آپ کو سنائی۔

عبارت الحاصل مابین اصنام و ارواح کمل فرقیست بین و امتیازیست باهر پس آیات وارده فی حق الاصنام رابر انبیاء و اولیاء صلوات الله و سلامه علیهم اجمعین حمل نمودن کمافی تقویة الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع۔

مندرجہ ذیل عبارت سن کر قائد اہلسنت خوب خوش ہوئے قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت کی وضاحت فرمائی اور فرمایا کہ حضور قبلہ عالم پیر مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے پرانے علماء درسِ نظامی کا طریقہ اختیار فرمایا ہے اور فرمایا کہ کمافی تقویة الایمان تحریفی است قبیح و تخریبی است شنیع حضور پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح نہیں فرمایا کہ مولوی اسماعیل گفتہ بلکہ فرمایا فی تقویة الایمان تحریفی است قبیح اگر آپ مولوی اسماعیل گفتہ فرماتے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی کہے کہ "تقویۃ الایمان" اسماعیل دہلوی کی تصنیف نہیں ہے تو آپ نے متقدمین علماء کا طریقہ اختیار فرمایا ہے۔

اب راقم الحروف اپنا ذاتی مشاہدہ قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی کے متعلق تحریر کرتا ہے میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کامل میں جو اوصاف پائے جاتے ہیں قائد اہلسنت میں بدرجہ اتم وہ تمام اوصاف موجود تھے بندہ ناچیز ان میں سے صرف ایک کا ذکر کرتا ہے۔

قائد اہلسنت مولٰنا شاہ احمد نورانی حد درجہ کے سخی آدمی تھے اور ہر وقت آپ کے ہاتھوں سے خیرات تقسیم ہوتی رہتی تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا السخی حبیب الله کہ سخی اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے بے شک قائد اہلسنت اللہ کے حبیب تھے رمضان المبارک میں آپ کا نورانی دسترخوان اس طرح سجتا ہے جس طرح مسجد نبوی شریف میں دسترخوان سجتے ہیں سحری اور افطاری کے وقت نورانی صاحب کے دسترخوان پر تقریباً سوافراد سے لیکر دوسوافراد تک لوگ سحری اور افطاری کرتے ہیں جس میں دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے پیش کیے جاتے ہیں اور انفرادی طور پر ہر آدمی سے نورانی صاحب پوچھتے تھے کہ کوئی چیز چاہیے اگر کوئی آدمی کہتا کہ ہاں تو آپ اپنے ہاتھوں سے ان تک وہ چیز پہنچاتے اب آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادگان والاشان بھی اپنے والدگرامی کی طرح رمضان المبارک میں سحری اور افطاری کا اہتمام بڑے ذوق وشوق سے کرتے ہیں آپ کے دسترخوان کا دولہہ صاحبزادہ شاہ اویس نورانی زید مجدہ ہوتے ہیں جو اپنے والد گرامی کی طرح مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں جس سے نورانی میاں کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اللہ تعالیٰ نے قائد اہلسنت کو دو صاحبزادے عطا فرمائے ہیں بڑے صاحبزادے شاہ انس نورانی صدیقی جو شکل صورت میں نورانی میاں کے مشابہ ہیں دوسرے صاحبزادے شاہ اویس نورانی صدیقی میں جو سیرت میں نورانی میاں کے مشابہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ دونوں صاحبزادگان کو عمرِ خضری عطاء فرمائے آمین ثم آمین۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسلامی نظریاتی کونسل میں خدمات

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن رہے ہیں اور آپ کسی عام مولوی کی طرح آبلہ مسجد نہ تھے بلکہ ایک وجود میں مختلف انواع کی بیشمار خوبیوں کا خوبصورت مجموعہ تھے آپ نے قوانین اسلام کی تدوین کے سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے فورم پر بھی کام کیا اور اسلامی نظریاتی کونسل جیسے عظیم ادارے میں اپنی خدمات کا لوہا منوا کر علمی وتحقیقی کام سرانجام دینا آپ ہی کا خاصہ تھا۔

نوٹ: (اسلامی نظریاتی کونسل میں ہر مکتبہ فکر کے لوگ تھے)

جب کہ اہلسنت و جماعت میں سے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ کے علاوہ صاحبزادہ سید حامد سعید شاہ صاحب کاظمی مفتی شجاعت علی صاحب قادریؒ کراچی اور مفتی محمد اطہر نعیمی صاحب صاحبزادہ سعید احمد گجراتی صاحب' صاحبزادہ میاں عبدالباقی صاحب ہمایوں شریف' جیسی ہستیاں نمایاں تھیں یہ تمام حضرات قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ کی تجاویز کو تمام فیصلوں میں حتمی قرار دیتے علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کے تمام اراکین خواہ وہ کسی بھی مکتبہ فکر سے منسلک تھے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ کی تجویز کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اسلامی نظریاتی کونسل میں علماء کے علاوہ وکلا و سیاسی حضرات بھی موجود تھے ایک دفعہ ایک صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار انگریزی زبان میں کیا تو قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کا ترجمہ بیان کریں تو انہوں نے کہا کہ آپ کو انگریزی پڑھی چاہیے تھی تو پھر جب قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر کی باری آئی تو آپ نے اپنے خیالات کا اظہار فصیح عربی میں فرمایا جس پر تمام حضرات بشمول چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل سراپائے عجز ہو گئے اور کہنے لگے کہ بندیالوی آپ اس کا ترجمہ بیان کریں تو آپ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کو عربی کی تعلیم حاصل کرنی چاہیے تھی اس کے بعد جو صاحب بھی انگلش میں بات کرتا اس کا ترجمہ بھی بیان کرتا۔

ایک مرتبہ اسلامی نظریاتی کونسل میں اجلاس کے دوران فقہ کے متعلق بات چل پڑی

تو قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ نے فقہ کی جزئیات کی انبار لگا دیے اسلامی نظریاتی کونسل کے رکنوں میں سے ایک رکن ڈاکٹر عبدالواحد حالی پوتہ صاحب تھے وہ فرمانے لگے بندیالوی صاحب ہم تو آپ کو صرف منطقی خیال کرتے تھے آج پتہ چلا ہے آپ فقہ میں ابوحنیفہ کے جانشین معلوم ہوتے ہیں۔

یاد رہے کہ جو بھی اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس ہوتا تھا پہلے اس کا اجنڈا طے ہوتا تھا کہ اجلاس میں مندرجہ ذیل مسائل پر گفتگو ہو گی تو قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پوری تیاری کر کے اجلاس میں شریک ہوتے اور اپنے ساتھ کتابوں کا ذخیرہ رکھتے جب کہ دوسرے رکن خالی فائیل لے کر اجلاس میں شریک ہوتے۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظریاتی کونسل میں ایک رکن کی حیثیت سے بے شمار خدمات سرانجام دی ہیں اور مقالہ جات تحریر کیے ہیں جو اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کا حصہ ہیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اسلامی نظریاتی کونسل میں خدمات

انبیاء کرامؑ واولیاء کرامؒ اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی توہین اوراس کی سزا۔

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین بذلوا فی اشاعتہ الدین مھجہ، امابعدوزارت مذہبی امور کی طرف سے اسلامی نظریاتی کونسل سے یہ پوچھا گیا ہے کہ ایسے شخص کا کیا حکم ہے جو پیغمبروں اولیاء کرام اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی بھی توہین کرتا ہے اس کی کیا سزا ہے مذکورہ بالا سوال کی تین اجزاء ہیں۔

جزءاول۔ جوآدمی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کسی ایک کی توہین کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔

جزدوم۔ اولیاء اللہ تعالیٰ سے کسی کی توہین کاارتکاب کرتا ہے اس کو کیا سزاملنی چاہیے۔

جزسوم۔ الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی کی توہین کرتا ہے اس جرم کی کیا سزا ہے بندہ تینوں اجزاء کا بالترتیب یہاں جواب عرض کرتا ہے۔ جزاول کے متعلق عرض یہ ہے کہ قرآن پاک کی سورۃ بقرہ میں ہے۔ قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین آمنو لا تقولو راعنا وقولو انظرنا واسمعو اوللکافرین عذاب مھین) خلاصہ مطلب آیۃ کریمہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کوخطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے مومنو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کوکسی خاص موقع پرخطاب کرنا چاہو تو لفظ راعنا کے ساتھ خطاب نہ کرو بلکہ تم پرضروری ہے کہ لفظ اُنظرنا کے ساتھ خطاب کرواور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خطبہ اور تقریر فرماویں تو توجہ اور کان لگا کرسنیں تاکہ تم کو اُنظرنا کی بھی ضرورت نہ پڑے اور کافروں کیلئے سخت عذاب ہے۔ آیۃ مبارکہ کی تفصیل سے قبل بندہ تین تمہیدی مقدمات ذکر کرتا ہے تاکہ آیت مبارکہ کے سمجھنے میں

آسانی ہو۔

مقدمہ اول۔ آیۃ مذکورہ بالا میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کوایک لفظ سے نہی اور منع فرمایا ہے اور وہ ہے لا تقولو ا راعنا یعنی راعنا کالفظ نہ کہو لا تقولوا گریمر کے لحاظ سے نہی کا صیغہ ہے اوراس نہی کے ذریعہ لفظ راعنا سے منع فرمایا ہے اوراحناف کے نزدیک نہی میں اصل تحریم ہے یعنی جس شئی سے اللہ تعالیٰ نہی اور منع فرمادے وہ چیز نہی کے بعد حرام ہوجاتی ہے چونکہ آیۃ مذکورہ بالا میں لفظ راعنا سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا بعدازنہی اس لفظ راعنا کا تلفظ مسلمانوں پر حرام ہوگیا ہے نیز اسی آیۃ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کوایک لفظ کا امر کیا ہے اور حکم فرمایا ہے وہ ہے قولو انظر نا یعنی انظرنا کالفظ کہو قولوا گریمر کے لحاظ سے امر کا صیغہ ہے اوراس صیغہ امر کے ذریعہ لفظ انظرنا کا حکم دیا ہے اوراحناف کثیرہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک امر میں اصل ایجاب اوروجوب ہے یعنی جس شئی کا اللہ تعالیٰ امر کرے اور حکم فرمائے یہ شئی بعدازامر مسلمانوں پرواجب ہوجاتی ہے اوراس شئی کا ترک حرام ہوجاتا ہے چونکہ آیۃ مبارکہ میں لفظ انظرنا کاامر کیا گیا ہے لہٰذا بعدازامر انظرنا کا تلفظ مسلمانوں پرواجب ہوگیا۔

یہاں تک مقدمہ اول ختم ہوا۔

مقدمہ دوم۔ انسان باعتبار ذہن اورزکاوت کے تین قسم ہیں۔

قسم اول۔ ذکی کہ جب کوئی مسئلہ سناتو فوراً سمجھ گیا اگرچہ وہ مسئلہ پیچیدہ کیوں نہ ہو

قسم دوم۔ متوسط یعنی اس میں درمیانہ درجہ کی زکاوت ہو کہ اگر پہلی فرصت میں تو مشکل مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا لیکن ذراغور کیا جائے تو سمجھ آجاتا ہے۔

قسم سوم۔ غبی یعنی اس میں زکاوت قسم دوم متوسط سے کم ہوتی ہے کہ مشکل مسئلہ تب سمجھتا ہے کہ مقرر یا تو مسئلہ کو آہستہ آہستہ بیان کرے یا کہ مسئلہ کی تقریر متعدد بار کرے حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو تقریر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین میں

فرماتے عموماً اس کو تین دفعہ دھراتے ۔ محدثین نے اس کی یہی وجہ بیان کی ہے کہ انسان عموماً
زکاوت کے لحاظ سے تین قسم ہوتے ہیں۔
اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تین دفعہ تقریر سے ہر طبقہ کی رعایت فرماتے مقدمہ دوم ختم
ہوا۔

مقدمہ سوم ۔ آیۃ مذکورہ بالا میں جو لفظ راعنا ہے عربی گریمر کے لحاظ سے اس میں دو احتمال
ہیں۔

احتمال اول ۔ ''راع'' امر کا صیغہ ہے اور لفظ ''نا'' ضمیر متکلم ہے اور یہ رعایت اور مراعات سے
مشتق ہے اور باب مفاعلہ سے ہے جس کا یہ معنی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے
خطاب اور تقریر میں ہماری رعایت فرماویں یعنی آپ آہستہ آہستہ تقریر فرماویں یا کہ دوبارہ تقریر
فرماویں تا کہ ہم مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں جو صحابہ کرام مشکل مسائل کو پورا پورا نہیں سمجھ سکتے تھے وہ
راعنا کے لفظ کا استعمال کرتے تھے کہ آپ ہماری رعایت فرماویں اور تقریر آہستہ آہستہ کریں تا
کہ ہم مشکل مسئلہ اچھی طرح سمجھ لیں اس احتمال اول میں کوئی گستاخی نہیں ہے۔

احتمال دوم ۔ یہ کہ لفظ راعنا اسم فاعل کا صیغہ ہے اور رعونۃ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی جہالت
ہے اور راعِنٌ اسم فاعل کا صیغہ جسکا معنی جاہل ہے اور آخر میں الف اطلاق کا ہے جو عربی محاورۃ
میں آواز کو طویل کرنے کیلئے آتا ہے اور حرف نداء یہاں محذوف ہے جس طرح عربی محاورۃ
میں یازیدا مستعمل ہوتا ہے تو اس احتمال دوم میں لفظ راعنا کا معنی ای جاہل ہوگا اور اس میں شدید
توہین اور گستاخی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں جو یہودی مدینہ شریف میں
رہتے تھے وہ لفظ راعنا بول کر یہ دوسرا معنی مراد لیتے تھے اور ان کا مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ
والہ وسلم کی توہین اور گستاخی تھا اور یہ خبیث معنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دل میں نہیں ہوتا
تھا بلکہ اس معنی خبیث کا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا ان تین

مقدمات کے بعد بندہ آیۃ مبارکہ مذکورہ بالا کا مطلب بیان کرتا ہے آنحضرت سرور دو عالم صلی
اللہ علیہ والہ وسلم جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مسائل کی تبلیغ فرماتے تو جو صحابہ تقریر کو پورا نہ
سمجھ پاتے وہ راعنا کا لفظ استعمال کرتے جس کا مطلب یہ تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ
وسلم تقریر میں ہماری رعایت فرماویں اور تقریر آہستہ آہستہ کریں اور دوبارہ تقریر فرمائیں تا کہ ہم
سمجھ جائیں مدینہ منورہ کے یہودی جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دشمن تھے اور آپ کی
توہین اور گستاخی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے جب انہوں نے سنا کہ صحابہ کرام لفظ
راعنا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہیں اور ان کی مراد رعایت اور مراعات
ہے تو یہودیوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راعنا کہنا شروع کر دیا اور وہ دل میں
دوسرا معنی مراد لیتے تھے یعنی راعنا کو رعونت سے مشتق خیال کرتے تھے اور ان کا مقصد گستاخی
تھا۔ تو چونکہ اللہ تعالیٰ نے علام الغیوب اور علیم بذات الصدور ہے اور یہود کے بد ارادہ کو جانتا تھا
اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین اور گستاخی کو بہت ہی ناپسند فرمایا تھا اس لیے اللہ
تعالیٰ نے مومنوں اور صحابہ کرام کو بھی راعنا کے لفظ کے استعمال سے منع کر دیا کہ اگرچہ صحابہ کرام
لفظ راعنا سے گستاخانہ معنی مراد نہیں لیتے تھے لیکن یہود کو اس لفظ راعنا سے گستاخی کا موقع مل گیا
اور یہ لفظ گستاخی کا سبب بن گیا تو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مسلمانوں کو بھی یہ لفظ استعمال کرنے سے
منع کر دیا اور فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو انظرنا سے خطاب کرو جس کا معنی یہ
ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہماری طرف توجہ فرماؤ اور مسائل کی تقریر اس طرح فرماؤ
کہ ہم بھی سمجھ جائیں چونکہ لفظ انظرنا کے ایسے دو معنی نہیں کہ ان میں ایک گستاخانہ ہو تو یہ لفظ
گستاخی کا سبب نہیں بنے گا۔ اسی آیۃ میں اسمعوا کا لفظ ہے یہ اس لیے فرمایا کہ تم کو جو لفظ
انظرنا کا حکم ہوا ہے اور اس کی اجازت مل گئی ہے تو اس لفظ کو بھی بے موقع اور بغیر ضرورت کے
استعمال نہ کرو بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تقریر فرماویں تو بڑی توجہ سے سنو تا کہ تم کو
انظرنا کہنے کی بھی ضرورت نہ پڑے غور فرماویں اس آیۃ میں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے اپنے

حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت وحرمت کا کس قدر لحاظ فرمایا ہے اس کے بعد فرمایا قولہ تعالیٰ و للکافرین عذاب مھین یعنی کافروں کے لیے عذاب ہے یہاں پر بعض تفاسیر میں ایک اعتراض اور اس کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ علم بلاغت کا قاعدہ ہے کہ جب ایک چیز کا ذکر آ جائے اور پھر بعد میں اسی چیز کا ذکر کرنا ہو تو پھر اگر دوبارہ اس کو ذکر کرنا ہو تو اسکو ضمیر کر کے لاتے ہیں تو اس قاعدہ کے مطابق وللکافرین کی جگہ ولھم عذاب کیوں نہیں لایا گیا۔ تو اس کا جواب دو طرح پر دیا گیا ہے۔

وجہ اول۔ اگر ولھم کہا جاتا تو یہ معلوم نہ ہوتا کہ اس نہی کے بعد اگر پھر کوئی راعنا کہدے تو اس کا کیا حکم ہے تو جب وللکافرین کہا تو پتہ چلا کہ اس نہی کے بعد اگر کسی نے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو راعنا کہدیا تو اس نے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اہانت کی تو وہ اہانت کی وجہ سے کافر ہو جائے گا اگرچہ یہ کہنے والا مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

وجہ دوم۔ اگر وللکافرین کی جگہ ولھم عذاب مھین کہا جاتا تو یہ پتہ نہ چلتا کہ یہ عذاب شدید ان کو کیوں ہوگا تو جب للکافرین عذاب مھین کہا گیا تو پتہ چلا کہ عذاب شدید کفر اور نبی صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کی اہانت کیوجہ سے ہے اس آیۃ کریمہ سے یہ پتہ چلا کہ اگر ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی درست اور اس میں توہین کا شائبہ نہ ہو اور دوسرے معنی میں توہین ہو تو ایسا لفظ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق استعمال کرنا کفر ہے اگر استعمال کنندہ کی مراد معنی اول ہو او ہو اس کا یہ عذر قبول نہ ہوگا کہ میری مراد اہانت والا معنی نہیں ہے بلکہ میری مراد وہ معنی ہے جس میں اہانت کا احتمال نہیں ہے۔ آیت مذکورہ بالا اگرچہ آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے متعلق ہے لیکن سب انبیاء علیہم والصلوٰۃ والسلام کا حکم ایک ہے لہذا ثابت ہوا کہ ہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر ہے تو اب وزارت مذہبی امور کی طرف سے جو سوال کیا گیا اس کی جزء اول کا جواب قرآن کریم کی روشنی میں واضح ہو گیا کہ انبیاء اللہ سے کسی ایک کی توہین کفر ہے اب اسی جزء اول کا جواب فقہ کے لحاظ سے واضح کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو۔ درر الاحکام شرح غرر الاحکام میں

ہے (اما اذا سبہ او واحد امن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علھیم اجمین مسلم فانہ یقتل حد ا ولا توبۃ لہ ا اصلا سواء بعد القدرۃ علیہ والشھادۃ اوجاء تائبا من قبل نفسہ کالزندیق لانہ حدو جب فلا یسقط بالتبوتہ ولا یتصور خلاف لا حد لا نہ حد تعلق بہ حق العبد فلا یسقط بالتبوتہ کسائر حقوق الا دمین وکحد القذف لا یزول بالتوبہ ولکونہ حق الخیر قلنا اذا شتمہ سکر ان لا یعفی ویقتل ایضا حدا وھذا مذھب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والا مام الاعظم والثوری واھل الکوفہ والمشھورمن مذھب مالك واصحابہ قال الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلما وقال ابن سحنون المالکی اجمع العلماء ان شاتمہ کافر وحکمہ القتل ومن شك فی عذابہ وکفرہ کفر وقد استوفی الکلام فی ھذا الباب فی الکتاب المسمٰی بالیسف المسلول علی من سب الرسول) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان نے آنخضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا کسی اور نبی کی گستاخی اور اہانت کی تو وہ حد کی طور پر قتل کیا جائے گا اور اگر وہ توبہ بھی کرے تو حد ساقط نہ ہوگی کیونکہ یہ حد حقوق العباد ہے لہذا اس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا بلکہ جس بندہ کا حق ہے وہی معاف کر سکتا ہے لہذا جس مسلمان نے کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کی اور وہ واجب القتل ہوا تو یہ قتل اس نبی کا حق ہے اور اس کو وہی نبی معاف کر سکتا ہے لہذا گستاخی کرنے والے کی توبہ سے یہ قتل کی سزا ساقط نہ ہوگی جیسا کہ دوسرے حقوق العباد کا حکم مثلاً کسی مسلمان پر حد قذف ثابت ہوئی اور پھر قاذف نے توبہ کر لی تو اس توبہ سے حد قذف زائل نہ ہوگی کیونکہ یہ حد قذف بھی حقوق العباد سے ہے اور اس کو وہی معاف کر سکتا ہے جس کا یہ حق ہے لہذا توبہ سے حد قذف زائل نہ ہوگی اس طرح کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جب کوئی مسلمان گستاخی اور توہین کرتا ہے اور وہ حد کی طور پر واجب القتل ہوتا ہے تو یہ قتل بھی اسی نبی کا حق ہے جس کی توہین کی گئی لہذا اس قتل کو وہی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم معاف کر سکتا ہے نہ کہ کوئی اور لہذا توبہ سے یہ حد زائل

نہ ہوگی اور اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ حقوق العباد توبہ سے زائل نہیں ہوتے اسی لیے اگر کسی مسلمان نے نشہ کی حالت میں کسی نبی کی گستاخی اور توہین کی تو یہ بھی حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور چونکہ یہ قتل بھی حقوق العباد سے ہے لہذا اس کو معاف نہیں کیا جائے گا اور یہ مندرجہ ذیل بزرگوں کا مذہب ہے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام اعظم سیدنا ابوحنیفہ اور امام ثوری اور اہل کوفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہم اور حضرت خطابی نے فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان کسی نبی کی توہین کرے تو یہ مسلمان واجب القتل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور ابن سحنون مالکی نے کہا کہ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ کسی نبی کا گستاخی کافر اور اس کی سزا قتل ہے اور جو مسلمان اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اور اس مسئلہ کی پوری تفصیل اس کتاب میں ہے جس کو امام ابن تیمیہ نے تصنیف کیا اور اس کتاب کا نام السیف المسلول علیٰ من سب الرسول ہے یہاں تک بندہ نے قرآن پاک اور اجماع امت اور درر الحکام جو کہ فقہ حنفی کی مستند کتاب ہے سے ثابت کیا ہے کہ کسی نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کرنے والا مسلمان کافر واجب القتل بطور حد ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہے اسی مسئلہ کو علامہ شامی ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی ذکر کیا ہے عبارت ملاحظہ ہے (وکذالک ذکر جماعته آخرون من اصحابنااى الحنابله انه يقتل ساب الرسول صلى الله عليه واله وسلم ولا تقبل توبته سواء كان مسلماء وكافرا) علامہ ابن عابدین نے یہ عبارت ابن تیمیہ کی ذکر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حنابلہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی ہے اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر علامہ ابن عابدین نے ایک اور جگہ پر اپنا مختار ان الفاظ میں ذکر فرمایا (والحاصل انه لاشك ولا شبهته فى كفر شاتم الرسول صلى الله عليه واله وسلم وفى استباحته قتله و هوا المنقول عن الائمته الاربعة وانما الخلاف فى قبول توبته اذا اسلم فعندنا وهو المشهور عند الشافعية القبول

وعند لمالكيته والحنابله عدمه) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی اور توہین کی اس کے کفر اور قتل میں کوئی شک اور شبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے ائمہ میں اختلاف صرف اس میں ہے کہ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو اس کی توبہ قبول ہو گی یا نہ احناف اور امام شافعی کا مشہور قول یہ ہے کہ توبہ قبول ہوگی اور مالکیہ اور حنابلہ کا یہ قول ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہوگی یہ جاننا ضروری ہے کہ جو حکم جناب محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی گستاخی کا ہے وہی حکم دوسرے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا ہے مذہبی امور کی وزارت کی طرف سے جو سوال نظریاتی کونسل کی طرف آیا تھا اس سوال کے تین اجزاء تھے یہاں تک جزء اول کا جواب ختم ہوا اب جز دوم کا جواب ملاحظہ ہو۔

جز دوم۔ یہ تھی کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سوا جو اولیاء اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں اگر کوئی آدمی ان کی گستاخی اور توہین کرے تو اس کا کیا حکم اور اس کی کیا سزا ہے تو گزارش ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰ والسلام کی اکثریت میں تو مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن کسی ولی کی ولایت میں تو اختلاف ہوسکتا ہے کہ ایک آدمی کہہ دے کہ جس ولی کی گستاخی اور توہین کا مجھ پر الزام ہے اس کو میں ولی نہیں مانتا لہذا میں نے کسی ولی کی نہ تو گستاخی کی ہے اور نہ توہین تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی آدمی کی ولایت کس طرح ثابت کی جائے گی تو اس سوال کے دو جواب ہیں۔

جواب اول۔ کئی اولیاء کرام ایسے ہیں کہ ان کی ولایت تواتر سے ثابت ہے لہذا ان کی ولایت کا انکار تواتر کا انکار ہے لہذا ان کی ولایت کا انکار معتبر نہ ہوگا جس آدمی نے ان کی توہین اور گستاخی کی ہے اس نے یقیناً ولی کی گستاخی اور توہین کی ہے اب بندہ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہے۔ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی قدس سرہ العزیز خواجہ غریب نواز اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ بہاول حق زکریا ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ تعالیٰ لہذا جو آدمی اس قسم کے اولیاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گستاخی اور توہین کرے گا یہاں اس کا حکم بیان کیا جائے گا۔

جواب دوم۔ جو آدمی کسی ولی کی گستاخی اور توہین کرتا ہے اگرچہ وہ آدمی تو اس کو ولی نہیں مانتا
لیکن دوسرے مسلمانوں کے نزدیک تو وہ ولی ہے تو جب کسی نے اس ولی کی گستاخی اور توہین کی تو
اس نے ان مسلمانوں کا دل دکھایا جن کے نزدیک وہ ولی ہے اور کوئی قانون اس امر کی اجازت
نہیں دیتا کہ مسلمانوں کے بزرگوں کی توہین اور گستاخی کر کے ان کے معتقدین کا دل دکھائے
یہاں ایک اور سوال بھی ہوتا ہے کسی نے جو کسی ولی کی توہین کی ہے تو یہ فیصلہ کون کرے گا کہ یہ
توہین ہے وہ آدمی کہہ سکتا ہے کہ جس توہین کا مجھ پر الزام ہے یہ توہین ہی نہیں ہے تو اب توہین کا
بھی کوئی معیار ہونا چاہیے جس سے پتہ چلے کہ یہ توہین ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ توہین کا معیار
عرف ہوگا عرف عام اور عرف خاص سے پتہ چل جائے گا کہ یہ توہین ہے یا نہ اور توہین کرنے
والا بھی اپنے عرف کے ذریعہ معلوم کرلے گا کہ میں نے توہین کی ہے لہذا وہ توہین سے انکار نہیں
کرے گا اور اگر انکار کرے تو چند دیانتدار ماہرین سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا یہ توہین ہے؟ یا نہ تو
ان کا فیصلہ ناطق ہوگا لہذا اس توہین پر سزا دی جاسکتی ہے اب یہ جاننا ضروری ہوگا کہ اس توہین پر
کونسی سزا دی جائے گی اب بندہ اس کی تحقیق کرتا ہے کہ وہ توہین یا تو ایسی ہوگی جس پر شرع
شریف میں حد معین کی گئی ہے اور یہ توہین ایسی نہیں اگر توہین ایسی ہے کہ اس پر شرعاً حد ہے مثلاً
کسی نے زنا کی تہمت لگائی اور زنا ثابت نہ کرسکا تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو حد قذف لگائی
جائیگی اور اگر وہ توہین ایسی ہے کہ اس پر شرعاً حد مقرر نہیں ہے تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی اور
تعزیر کا تعین جج اور قاضی اپنی رائے سے مقرر کریگا جیسا کہ شرع شریف کا قانون ہے اور تعزیر کی
تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے یہاں تک بندہ نے نفس توہین پر بحث کی کہ وہ توہین کیسی ہے تو
اب بندہ اس ذات پر بحث کرتا ہے کہ جس ذات کی توہین کی گئی ہے اس کے دو قسم ہیں۔

قسم اول۔ وہ ذات حضرت ابوبکر صدیق ہے یا امیر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور یا ام المومنین عائشہ
صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اگر کسی نے ابوبکر عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی گستاخی یا توہین کی تو
اس کے متعلق تنویر الابصار اور درمختار میں مذکور ہے ملاحظہ ہو (من سب الشیخین او طعن

فیھما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتویٰ وجزم
به فی الاشباہ واقرہ المصنف قائلا وھذا یقوی القول بعدم قبول توبته ساب
الرسول صلی اللہ علیه واله وسلم وھو الذی ینبغی التعویل عیه فی الافتاء
والقضاء رعایته لجانب حضرة المصطفےٰ صلی اللہ علیه واله وسلم) خلاصہ عبارت یہ
ہے اگر کسی نے ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں یا ایک کی گستاخی اور توہین کی یا
کہ ان میں طعن کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اسی کے ساتھ دبوسی اور ابو
اللیث نے فتویٰ دیا اور یہی فتویٰ کیلئے مختار ہے اور کتاب اشباہ والنظائر میں جزم کیا گیا ہے اور اسی
کو مصنف نے پختہ کیا اور مصنف نے کہا کہ جب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی
گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس کی توبہ قبول نہیں تو جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی
توہین کرتا ہے وہ بطریق اولیٰ کافر ہوگا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی تو اس سے پتہ چلا کہ یہ جو
کتابوں میں ہے کہ گستاخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی توبہ قبول ہوگی یا نہ تو اس سے معلوم
ہوا کہ راجح یہی ہے کہ اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اور اسی میں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عزت
ہے لہذا قاضیوں اور مفتیوں کو اسی پر اعتماد کرنا چاہیے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہے اور اگر کسی نے ام
المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی اور ان پر وہ تہمت لگائی جس کا ارتکاب
منافقین نے کیا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں براءة فرمائی تو اس کے متعلق ابن عابدینؒ نے
یہ فرمایا (لاشك فی تکفیر من قذف السیدة عائشه رضی اللہ تعالی عنھا اوانکر
صحبته الصدیق او اعتقد الا لوھیته فی علی رضی اللہ تعالیٰ عنما اوان جبرئیل
غلط فی الوحی او نحوذ الك من الکفر الصریح المخالف للقرآن) خلاصہ عبارت یہ
ہے کہ مندرجہ ذیل چار اشخاص کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

شخص اول۔ جس نے ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی۔

شخص دوم۔ جس نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبۃ اور صحابی ہونے کا انکار کیا۔

شخص سوم۔ جس کا یہ عقیدہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں الوہیۃ حلول کر گئی۔

شخص چہارم۔ جس کا یہ عقیدہ ہے کہ وحی الٰہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نازل ہونا تھی لیکن جبرئیل سے خطاء ہوئی یہ سب خلاف قرآن ہے لہذا یہ چاروں شخص کافر ٹھہرے اور ان کے کفر میں کوئی شک نہیں بندہ کا مضمون ذرا طویل ہو گیا ہے بحث اس میں تھی کہ جو آدمی اولیاء اللہ کی توہین کرتا ہے اس کی کیا سزا ہے تو بندہ نے پہلے ان الفاظ کے دو قسم بیان کئے جن سے توہین کی گئی اور پھر ان لوگوں کے دو قسم ذکر کئے گئے جن کی توہین کی گئی ان لوگوں کے

قسم اول میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا داخل ہیں اب قسم دوم بیان کیا جاتا ہے۔

قسم دوم۔ میں وہ اولیاء اللہ داخل ہیں جو کہ قسم اول میں مذکور تین حضرات کے سوا ہیں ان میں صحابہ کرام اور بعد میں آنے والے اولیاء اللہ داخل ہیں ان کی توہین کا بھی وہی حکم ہے۔ جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ اگر ان کی توہین ان الفاظ سے کی گئی ہے کہ اس پر حد شرعی معین ہے جیسے قذف یعنی کسی پر زنا کی تہمت لگائی تو ان توہین کرنے والے پر حد قذف لگائی جائے گی اور اگر توہین کے الفاظ ایسے نہیں ہیں جن پر حد شرعی معین ہو تو پھر ان توہین کرنے والے پر قاضی اپنی رائے سے تعزیر لگائے گا جو وہ مناسب خیال کرے گا۔ یہاں تک سوال کی جزء دوم کا جواب اور تحقیق ختم ہوئی اب جزء سوم پر بحث کی جاتی ہے۔ جزء سوم یہ ہے الہامی کتابوں کے پیروکاروں سے کسی کی توہین کرے تو اس جرم کی کیا سزا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تیسری جزء بالکل بے فائدہ اور اس سے سوال کرنا بھی بے معنی ہے وجہ یہ ہے کہ الہامی کتابوں کے پیروکار صرف عیسائی اور یہودی ہی نہیں ہیں بلکہ مسلمان بھی ان میں داخل ہیں تو اب مطلب یہ ہوا کہ اگر مسلمان عیسائی یا یہودی کی توہین کرے یا کہ عیسائی یا یہودی مسلمان کی توہین کرے یا عیسائی یہودی کی یا یہودی عیسائی کی توہین کرے یا مسلمان مسلمان کی توہین کرے تو اس کی کیا سزا ہے تو یہ سوال بے فائدہ

اس لیے ہے کہ اس توہین کیلئے کوئی قانون بنانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ ازالہ حیثیت کا مسئلہ ہے اور اس کے لیے پہلے قانون موجود ہے فقط والسلام مع الف اکرام

حررہٗ

الفقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی

14 محرم الحرام 1413ھ/ 16 جولائی 1992ء

حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا مقام

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ الذین نصر الدین واقام الاسلام بعدہ اما بعد فقیر عطاء محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) چونکہ اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کا رکن ہے لہذا کونسل نے بندہ کو حکم دیا ہے کہ وہ ذیل کے مسئلہ پر تحقیقی اظہار خیال کرے مسئلہ یہ ہے کہ حدود کی سزاؤں کے نفاذ کے لیے عورتوں کی شہادت کا کیا مقام ہے۔ اس لیے بندہ اپنی علمی استطاعت کے مطابق اس مسئلہ پر اظہار خیال کرتا ہے اصل مقصد سے قبل چند تمہیدی مقدمات پیش خدمات ہیں تا کہ اصل مقصد کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

مقدمہ اول۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ مجھے فلاں علم میں دسترس ہے اور اس علم کے مسائل پر وہ گفتگو اور بحث کر سکتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس اس علم کی سند ہو جس میں اس کے تمام اساتذہ کا ذکر ہو جن سے اس آدمی نے بلاواسطہ یا بالواسطہ وہ علم حاصل کیا ہے مثلاً حدیث شریف کے عالم کے لیے ضروری ہے کہ اس کے پاس ایسی سند ہو جس میں اس کے تمام اساتذہ حدیث کا ذکر ہو اور یہ سند آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جا کر ختم ہو یعنی اس سند میں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم تک تمام استادوں اور مشائخ کا ذکر ہو اسی طرح علم فقہ اور اس کے مسائل پر وہ آدمی بحث کر سکتا ہے کہ اگر وہ حنفی المذہب ہے تو اس کے پاس ایسی سند کا ہونا ضروری ہے کہ اس میں امام ابوحنیفہ تک اس کے تمام اساتذہ کا ذکر ہو اور یہ سند بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر جا کر ختم ہو اور اس طرح علم تفسیر اور دوسرے علوم کا حکم ہے اگر کسی آدمی کے پاس کسی خاص علم کی سند نہیں ہے تو اس آدمی کو ہرگز نہ یہ حق پہنچتا کہ وہ اس علم میں گفتگو یا بحث کرے مزید براں اس کی گفتگو اور بحث کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور وہ قابل قبول نہ ہوگی اور یہ مقدمہ واضح ہے اس کا کوئی ذی عقل انکار نہیں کر سکتا مثلاً جس آدمی کے پاس پٹوار کی سند نہیں ہے حکومت اس کو کبھی پٹوار کی ملازمت نہیں دیگی اسی طرح جس آدمی کے پاس قانون کی سند اور

ڈگری نہیں ہے حکومت اس کو کبھی سول جج یا سیشن جج کی ملازمت نہیں دیگی مزید براں اس مقدمہ پر اسلامی کتب سے دلیل ملاحظہ ہو شرح نخبۃ الفکر جو کہ اصول حدیث کی مستند کتاب ہے اور اس کا مصنف علامہ ابن حجر شارح بخاری ہے اور اس پر علامہ علی قاری حنفیؒ کا حاشیہ ہے علامہ علی قاریؒ اپنے اس حاشیہ میں عبداللہ بن مبارک کا قول نقل فرماتے ہیں (قال ابن المبارک الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء وقال ابن سیرین ان ھذا الامر دین فانظر واعمن تاخذون دینکم) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ سند اور اسناد دین سے ہے اور دین کی جزء ہے اور اگر اسناد نہ ہو تو ہر شخص جو چاہے گا کہے گا یعنی علم کی صحت اور عدم صحت اسناد پر ہے اور ابن سیرین نے فرمایا کہ یہ علم کتاب وسنت دین ہے لہذا تم کو خود اور احتیاط کرنا چاہیے کہ اپنا دین کس سے حاصل کر رہے ہو۔ اس عبارت مذکورہ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم دو قسم ہے علم دینی اور دنیاوی دینی علم کے سند جزء دین ہے جو عالم سند نہیں رکھتا وہ دین کے لحاظ سے ناقص ہے

مقدمہ دوم۔ اصول دین چار ہیں کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس ان سے کتاب اللہ بڑا اہم اصل ہے اور سب سے مقدم ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی نے تفسیر اتقان میں جو بیان فرمایا ہے وہ یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو (قال اللہ تعالیٰ مافرطنافی الکتاب من شیء) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے کتاب اللہ میں کوئی چیز نہیں چھوڑی یعنی قرآن پاک میں ہم نے ہر چیز کا ذکر کیا ہے آیۃ مذکورہ بالا میں لفظ شئی نکرہ ہے اور اس پر نفی وارد ہے اور اصول فقہ کا مسلم مسئلہ ہے کہ نکرہ حیز نفی میں عموم کا فائدہ دیتا ہے خلاصہ یہ کہ کوئی ایسا دینی مسئلہ نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو (قال اللہ تعالیٰ ونزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء) اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے تم پر ایسی کتاب یعنی قرآن کریم نازل فرمائی جو کہ ہر چیز کا واضح بیان ہے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک میں ہر مسئلہ کا صرف ذکر ہی نہیں بلکہ تبیان اور بیان واضح ہے یہاں یہ جاننا لازم ہے کہ یہاں تین لفظ ہیں۔ اجمال اور بیان اور تبیان لفظ اول یعنی اجمال میں خفا ہوتا ہے اور لفظ بیان میں وضاحت اور

تبیان میں زیادہ وضاحت ہوتی ہے آیۃ مذکورہ بالا میں نہ تو اجمال کا ذکر ہے اور نہ بیان کا ذکر ہے لفظ تبیان ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن پاک میں ہر مسئلہ کا بہت زیادہ واضح بیان ہے یہاں لفظ کل کا ذکر ہے جو کہ عموم پر دلالت کرتا ہے اور لفظ عام کی دلالت عموم پر احناف کے نزدیک قطعی ہے جس کی تخصیص صرف قرآن پاک اور خبر متواتر سے ہوسکتی ہے نہ کہ خبر واحد سے آج کل المیہ یہ ہے کہ بعض بزعم خویش علماء قرآن پاک کے لفظ عام کی تخصیص اپنی رائے سے کرتے ہیں یہاں تک ان دو آیات مبارکہ کا ذکر ہے جن میں فرمایا گیا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا واضح اور مفصل بیان ہے اس کے بعد علامہ سیوطی نے چند احادیث اور اقوال ائمہ کا ذکر ہے احادیث اور اقوال کی عبارت ملاحظہ ہو (قال صلی اللہ علیہ والہ وسلم ستکون فتن قیل وما المخرج منها قال کتاب اللہ فیه نباء ماقبلکم و خبر مابعد کم وحکم مابینکم اخرجه الترمذی وغیرہ واخرج سعید بن منصور عن ابن مسعود رضی اللہ عنهم قال من ارادالعلم فعلیه بالقرآن لان فیه خبر الاولین والآخرین واخرج البیهقی عن الحسن قال انزل اللہ ماۃ واربعة کتب اودع علومها اربعة منها التوراۃ والانجیل الزبور و الفرقان ثم اودع علوم الثلاثته الفرقان وقال الامام الشافعی رضی اللہ عنه جمیع ماتقوله الامة شرع للسنة وجمیع السنة شرح للقرآن وقال ایضا جمیع ماحکم به النبی صلی اللہ علیه واله وسلم فهو مما فهمه من القرآن (الی) قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما لوضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب اللہ) خلاصہ مذکورہ بالا عبارت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے پیدا ہونگے آپ سے عرض کیا گیا ان فتنوں سے نکلنے کا کیا رستہ ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب یہ نکلنے کا رستہ ہے۔ اس لیے کہ اس میں تم سے پہلے اور بعد کی خبریں ہیں اور تمہارے درمیان پیدا ہونے والے مسائل کے احکام خلاصہ یہ کہ ماضی اور مستقبل اور حال میں پیدا ہونے والے مسائل کا حل اور حکم قرآن میں ہے غور فرماویں حدیث شریف میں جن فتنوں کا ذکر ہے اس سے مراد قیامت تک کے

اختلافی مسائل ہیں اسلامی نظریاتی کونسل میں جن مسائل پر بحث ہوتی ہے اور اراکین کونسل کا جن مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے یہ مسائل بھی ان فتنوں میں داخل ہیں ان کا حل بھی قرآن پاک سے تلاش کرنا چاہیے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو آدمی علم کا ارادہ کرتا ہے کہ وہ عالم بن جائے تو اس پر لازم ہے کہ قرآن پاک میں غور کرے کیونکہ اس میں اولین اور آخرین یعنی ماضی اور مستقبل کی خبریں ہیں اس حدیث شریف میں زمانہ حال کا ذکر نہیں ہے کیونکہ زمانہ حال پائے دار نہیں ہے حال اس آن سے عبارت ہے کہ پہلے مستقبل میں داخل تھی اور اب زمانہ ماضی میں چلی گئی ہے لہذا زمانہ حال یا تو ماضی میں داخل ہے اور یا مستقبل میں لہذا اس کا علم اور حکم بھی قرآن پاک سے حاصل ہوتا ہے اور حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یکصد چار 104 کتابیں نازل فرمائیں اور ان سب کے علوم انہیں سے چار کتابوں میں ودیعت فرمائے اور چار کتابیں یہ ہیں تورات شریف اور انجیل مقدس اور زبور شریف اور قرآن پاک اور پھر پہلی تین کتابوں کے علوم قرآن پاک میں ودیعت فرمائے خلاصہ یہ کہ یکصد چار کتابوں کے علوم قرآن پاک میں ہیں قرآن پاک میں تورات شریف کے متعلق فرمایا گیا کہ (تفصیلا لکل شئ) یعنی تورات شریف میں ہر شئ کی تفصیل ہے اور جب کہ تورات شریف کے علوم کا قرآن پاک حامل ہے تو پھر قرآن پاک میں بھی ہر شئ کی تفصیل ہے جیسا کہ قبل ازیں اور آیات سے بھی ثابت کیا گیا ہے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس امت نے جو کچھ کہا یہ حدیث کی شرح ہے اس امت سے مراد علماء اور ائمہ مجتہدین ہیں اور تمام حدیث یہ قرآن کی شرح ہے خلاصہ یہ ہے کہ علماء اور ائمہ مجتہدین نے جو کچھ فرمایا یہ قرآن پاک کی شرح ہے اور نیز امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم جو دنیا میں حکم کیا ہے یہ سب آپ نے قرآن پاک سے سمجھا ہے اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا ہے کہ اگر میرے اونٹ کا ڈھنگا یعنی وہ رسی جس سے اونٹ کے پاؤں باندھے جاتے ہیں اگر یہ رسی گم ہو جائے تو میں اس کو کتاب اللہ میں پالونگا کہ وہ رسی کہاں پڑی

ہے اس کے بعد علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں فرمایا ملاحظہ ہو (جمع القرآن علوم الاولین والآخرین بحیث لم یحط بها علما حقیقته الا المتکلم بها ثم رسول الله صلی الله علیه واله وسلم خلا ما استاثر به سبحانه و تعالیٰ ثم ورث عنه معظم ذالك سادات الصحاواعلامهم مثل الخلفاء الاربعة وابن مسعود وابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم ثم ورت عنهم التابعون باحسان ثم تقاصرت الهم وفترت العزائم و تضاءل اهل العلم وضعفوا عن حمل ماحمله الصحابة والتابعون من علومه وسائر انوعه علومه وقامت کل طائفة بفن من فنونه الخ) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو علوم اولین اور آخرین ہیں ان کا پورا احاطہ صرف متکلم یعنی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو ہے البتہ بعض علوم اللہ تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں دوسرے کی ان تک رسائی نہیں ہے اس کے بعد بڑے بڑے صحابہ کرام نے یہ علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے بطریق وراثت حاصل کئے اور وہ خلفاء اربعہ اور ابن مسعود اور ابن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور پھر صحابہ کرام سے تابعین نے یہ علوم بطور وراثت حاصل کیے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس کے بعد علماء کی ہمتیں کمزور پڑ گئیں اور ان کے ارادے سست ہو گئے اور اہل علم کمزور ہو گئے اور صحابہ اور تابعین کے علوم اٹھانے سے عاجز آ گئے تو انہوں نے قرآن پاک کے علوم کے تمام انواع علیحدہ کر لیے اور علماء کے ہر طائفہ نے صرف ایک ایک فن کو اختیار کر کے ساری عمر اس فن کی خدمت کی علامہ سیوطی نے قرآن پاک کے علوم کے متعدد انواع ذکر کیے ہیں مثلاً لغت اور علم نحو اور علم تفسیر اور علم کلام اور علم اصول فقہ اور علم فقہ اور علم تاریخ اور علم قرءۃ و تجوید علم و وعظ و خطابت علم تعبیر الرویاء و علم الفرائض و علم المواقیت و علم معانی بیان بدیع و علم تصوف و علم طب و علم الہیۃ و علم مقابلہ و علم ہندسہ و علم خبر و علم نجامتہ اور اسکے سوا اور علوم ہیں اور علامہ سیوطی نے ان آیات کی نشاندہی کی ہے جن سے یہ علوم مستنبط کئے گئے ہیں تقریباً اکیس علوم ہیں جو کہ قرآن پاک سے مستنبط ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور سادات اور عظمائے صحابہ کرم اور تابعین ان تمام علوم کے ماہر تھے اس کے

بعد علم میں ضعف پیدا ہوا تو علماء نے صرف ایک ایک فن میں مہارت حاصل کی اس طویل تقریر سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ تابعین کے بعد علوم قرآن میں کمزوری پیدا ہوئی اور دن بدن یہ کمزوری جاری رہی تو اب اس پندرویں صدی میں کمزوری انتہاء کو پہنچ چکی ہے اب یہ کتنا المیہ ہے کہ اس پندرویں صدی کے علماء جن کے پاس ہر علم کی سند بھی نہیں ہے یہ علماء صحابہ کرام اور تابعین رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلہ پر تنقید کریں۔

مقدمہ سوم۔ علامتہ شبیر احمد دیوبندی نے اپنی تفسیر القرآن بزبان اردو میں لکھا ہے کہ یہ جو علماء بریلی اور علماء دیوبند میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے علم کلی عطاء فرمایا ہے یا کہ علم جزئی تو یہ اختلاف کائنات اور موجودات کے علم میں ہے اور علم شرعیات میں اتفاق ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے علم کلی عطاء فرمایا ہے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وہ شرعیات کا تمام علم اپنی امت کو بیان فرمایا قرآن پاک میں ہے (یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك) اب اسلامی نظریاتی کونسل میں جو مسائل زیر بحث آتے ہیں ان کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے لہٰذا ان کا علم حتمی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو عطاء ہوا اور آپ نے اپنی امت کو بذریعہ تبلیغ بیان فرمایا لہٰذا بندہ کا خیال یہ ہے اراکین کونسل پر لازم ہے کہ ہر زیر بحث مسئلہ کے متعلق اراکین سوچیں کہ اس کا ذکر قرآن پاک کی کس آیۃ میں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کس حدیث شریف میں اس مسئلہ کو بیان فرمایا اور صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے یہی ایک طریقہ ہے کہ انسان خطاء سے بچ جاتا ہے۔

مقدمہ چہارم۔ اگر کوئی قاضی ایسا حکم کرتا ہے کہ وہ (اجماع کے خلاف ہے یا کہ ائمہ اربعہ کے خلاف ہے تو ایسے ماضی کی قضاء نافذ نہیں ہوتی اشباہ والنظائر میں ہے (مما لاینفذُ القضاء به ما اذا قضی بشئ مخالف الاجماع و هو ظاهر وما خالف لائمة الاربعة مخالف الاجماع وان کان فیه خلاف لغیر هم فقد صرح فی التحریر ان للاجماع انعقد

علی عدم العمل بمذہب مخالف للاربعة لا نضباط مذاہبھم وانتشار ہا وکثرة اتباعھم) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ اگر قاضی قضا بھی کر دے تو اس کی قضاء نافذ نہ ہوگی ان مسائل اور جگہوں سے ایک یہ ہے کہ ایک مسئلہ پر امت کا اجماع ہے اور قاضی اس اجماع کے خلاف حکم اور قضاء کرتا ہے تو یہ قضاء نافذ نہ ہوگی اور یہ ظاہر ہے اور دوسری جگہ یہ ہے کہ مثلاً ایک ایسا مسئلہ ہے کہ ائمہ اربعہ سے کوئی امام اس کا قائل نہیں اور چاروں ائمہ اس کے خلاف ہیں تو یہ مسئلہ بھی خلاف اجماع ہے اگر قاضی نے اس مسئلہ پر قضاء کر دی تو یہ قضاء بھی نافذ نہ ہوگی اب اس پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ کئی لوگ ائمہ اربعہ کے خلاف ہیں لہذا ائمہ اربعہ کی مخالفت اجماع کا خلاف نہیں ہے تو مصنف نے جواب دیا کہ جن لوگوں نے ائمہ اربعہ کا خلاف کیا تو یہ غیر معتبرہ لہذا ان کی مخالفت اجماع کے خلاف نہیں ہے یعنی ان کی مخالفت کے باوجود اس مسئلہ پر اجماع ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن ہمام نے کتاب تحریر میں تصریح کی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ جس چیز کے ائمہ اربعہ خلاف ہیں اس پر عمل کرنا منع ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مضبوط اور تمام عالم اسلام میں پھیلے ہوئے ہیں اور ائمہ اربعہ کے تابعین عالم اسلام میں کثرت سے ہیں اور ان کے مخالفین قلت میں ہیں اور حدیث شریف میں ہے (اتبعو السواد الاعظم) یعنی سب سے بڑے گروہ کی اتباع کرو نہ کہ اقلیت کی اور ایک حدیث میں ہے (ید اللہ علی الجماعة) یعنی اللہ تعالیٰ کی امداد اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بڑی جماعت پر ہے

مقدمہ پنجم ۵۔ قرآن پر زیادتی نسخ ہے اور قرآن کا نسخ یا تو قرآن سے ہوتا ہے اور حدیث متواتر سے قرآن کا نسخ خبر واحد سے ہوتا اور یہ احناف کا مذہب ہے اس کی مثال ملاحظہ ہو قرآن کریم میں ہے (الزانیة والزانی فاجلدو اکل واحد منھما مأة جلداء) یعنی زناء کی حد یکصد کوڑا ہے اور ایک حدیث خبر واحد میں ہے کہ اس حد کے علاوہ سال کی جلاوطنی بھی ہے تو اس حدیث خبر واحد سے قرآن پر زیادتی ہوتی ہے لہذا احناف کے نزدیک سال کی جلاوطنی حد میں داخل نہیں ہے البتہ تعزیر کے طور پر سال کی جلاوطنی دے سکتے ہیں اور اس صورت میں قرآن پر

زیادتی نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک نے یکصد کوڑا حد کے طور پر ذکر کیا ہے اور جلاوطنی کی تعزیر کی نفی نہیں کی البتہ زیادتی بطور حد کی نفی کی اور حدیث شریف نے جلاوطنی بطور تعزیر ذکر فرمائی تو اب حدیث مخالف قرآن نہ ہوئی۔

مقدمہ ششم ۶۔ بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن کریم میں تمام مسائل شرعیہ کی تفصیل اور واضح بیان ہے اب اس مقدمہ میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ تمام مسائل کی تفصیل اور واضح بیان کی کیا صورت ہوتی ہے تو گزارش ہے کہ قرآن کے بیان کی کئی صورتیں ہیں مثلاً عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور مقتضے النص اور بیان کا ایک اور قسم بھی ہے (السکوت فی معرض البیان بیان) اور اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم ایک چیز کا حکم بیان کر رہا ہے اور حکم بیان کرنے کے قرآن نے سکوت اختیار کیا تو یہ سکوت اس امر کا بیان ہے کہ اس چیز کا صرف یہی حکم ہے اور کوئی نہیں ہے بندہ یہاں اس کی دو مثال پیش کرتا ہے۔

مثال اول۔ قرآن پاک میں ہے (السارق والسارقة فاقطعو ایدیھما جزاء بما کسبا) یعنی چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹو اور یہ سزا اس کی ہے جس کا انہوں نے کسب کیا تو قرآن پاک نے اس آیۃ میں چور نے جتنا جرم کیا ہے اس کی سزا کا ذکر ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹو اور قرآن پاک یہ سزا کا ذکر کر کے خاموش ہو گیا تو یہ بیان ہے کہ چور کی صرف یہ یہی سزا ہے اور کوئی نہیں تو احناف نے اس سے مسئلہ مستنبط کیا کہ جو مال چور نے چرایا ہے اگر وہ چور کے پاس صحیح وسالم موجود ہے تو یہ مال مالک کو واپس کیا جائے گا اور یہ ایسی سزا میں داخل نہیں ہے اور اگر چور سے وہ مال ضائع ہو گیا مثلاً وہ مال جانور تھا اور وہ اتفاق سے مر گیا اور اب چور پر اس مال کی ضمانت نہیں ہوگی کیونکہ یہ سزا ہے اور قرآن نے حد اور سزا صرف ہاتھ کاٹنا بیان فرمائی اور سکوت اختیار کیا تو یہ بیان ہے کہ چوری اور حد اور سزا نہیں ہے تو ہلاکت کی صورت میں ضمانت کو سزا اور حد میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

مثال ۲۔ قرآن کریم میں ہے (الزانیة والزانی فاجلدو اکل واحد منهما ماة جلدا)

اب اس آیۃ مبارکہ میں زانی عورت اور زانی مرد کی سزا کا ذکر ہے کہ یکصد کوڑے ہیں قرآن نے یہ سزا ذکر کرنے کے بعد خاموشی اور سکوت اختیار کیا تو یہ بیان ہے کہ زانیہ اور زانی کی حد صرف کوڑے ہیں اور کوئی نہیں ہے تو اب سال کی جلاوطنی کو حد میں داخل نہیں کیا جائے گا تو حدیث شریف میں جس جلاوطنی کا ذکر ہے وہ اس آیۃ سے منسوخ ہے درر الاحکام شرح غرر الاحکام میں اس مسئلہ کو بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے (لا یجمع فی البکر بین جلد ونفی ولشافعی یجمع بینهما فیجلد ماة ویغرب سنتہً لقوله صلی الله علیه واله وسلم البکر بالبکر جلد ماة و تغرب عام ولنا قوله تعالیٰ فاجلدواحیث لم یذکر التغریب والسکوت فی موضع الحاجةالی البیان تمام البیان کما تقرر فی الاصول وما رواه منسوخ الاسیاسةً) خلاصہ عربی عبارت یہ ہے کہ اگر کنوارے نے کنواری کے ساتھ زنا کیا تو اس کو یکصد کوڑے لگائے جائینگے اور جلاوطن نہیں کیا جائے گا اور حضرت امام شافعیؒ جلاوطنی بھی بطور حد سزا کے طور پر دیتے ہیں اور اس کی دلیل یہ حدیث شریف کہ باکرہ باکرہ کیساتھ زناء کرے تو یکصد کوڑے اور ایک سال جلاوطنی کی سزا دی جائے اور احناف کی دلیل قرآن پاک کی وہ آیت ہے جس میں صرف کوڑوں کا ذکر ہے اور جلاوطی کا ذکر نہیں اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جہاں ضرورت بیان کی ہو اور سکوت اختیار کیا جائے تو یہ بیان اس امر کا ہے کہ بس حکم اسی قدر ہے اور نہیں تو آیت شریف میں قرآن پاک زانی کی حد اور سزا ذکر فرما رہا ہے اور یکصد کوڑے ذکر کرنے کے بعد قرآن پاک نے خاموشی اختیار کی تو معلوم ہوا کہ زناء کی حد صرف یکصد کوڑے ہیں جلاوطنی حد میں داخل نہیں تو جس حدیث شریف میں جلاوطنی کا ذکر ہے احناف نے اس کے دو جواب دے۔

اول یہ کہ یہ حدیث قرآنی آیۃ سے منسوخ ہے

دوم ۲ یہ کہ قرآن نے جو جلاوطنی کی نفی کی یہ بطور حد ہے کہ جلاوطنی حد میں داخل نہیں اور حدیث شریف میں جو جلاوطنی کا ذکر ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جلاوطنی حد میں داخل ہے یا کہ قرآن کے معارض ہو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے جلاوطنی بطور تعزیر اور سیاستہ کے دی جائے اور یہ احناف کے نزدیک جائز ہے کہ کوڑے بطور حد لگائے جائیں اور جلاوطنی کی سزا بطور تعزیر اور سیاست دی جائے یہاں حد اور تعزیر میں فرق بیان کیا جاتا ہے کہ حد میں قاضی کمی زیادتی نہیں کرسکتا اور تعزیر میں کمی زیادتی کرسکتا ہے۔

مقدمہ ہفتم۔ مبسوط امام سرخسی میں ہے کہ چار گواہ صرف اور صرف جرم زناء کے اثبات کیلئے اور کسی جرم کے اثبات کیلئے نہیں امام سرخسی نے فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا تمام قبائح سے افحش اور برا ہے اور اس کی اشاعت قرآن پاک میں ممنوع ہے دلیل۔ ملاحظہ ہو قولہ تعالیٰ ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشته فی الذین آمنوا لهم عذاب الیم فی الدنیاء و الاخرة اس عبارت شریف میں فاحشہ سے مراد زناء ہے اور زناء کی تشہیر کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے اگر زناء کے اثبات کیلئے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کافی ہو تو اس میں اشاعت فاحشہ ہے کیونکہ یہ گواہ اکثر مل جائیں گے اور زناء کا اثبات کثرت سے ہوگا اور یہی اشاعت فاحشہ ہے اس لیے شرح شریف نے اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری قرار دیئے ہیں اور یہ چار گواہ بہت کم دستیاب ہونگے کیونکہ زناء کی گواہی کیلئے یہ ضروری ہے کہ گواہ حلفاً یہ کہے کہ میں نے عورت اور مرد کو یہ برا فعل کرتے ہوئے اس طرح دیکھا ہے جیسے کالمیل فی المکحله یعنی سرمچو سرمدانی میں تو ایسے چار گواہ بہت کم ملیں گے لہذا اثبات زناء بھی کم ہوگا اور اس صورت میں اشاعتہ فاحشہ نہ ہوگا بلکہ صرف اثبات کیلئے فاحشہ ہوگا اسی مضمون کو امام سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط میں اس طرح بیان فرمایا (الشهادة ینقسم ثلاثة اقسام فی اشتراط العدد فقسم یشترط فیه عدد الاربعة فی الشهود وهوالزناء الموجب للحد ثبت

ذالک بقولہٖ تعالیٰ فاستشھدعلیھن الاربعة منکم و قولہ تعالیٰ ثم لم یأ توابار بعة شھداء ولا یشرط عدد الا ربعة فیما دون الزناء العقوبات وغیر العقو بات فی ذالک سواء ولیس فی ذالک معنیً سواان اللہ تعالیٰ یحب الستر علی العباد ولا یرضی باشاعة الفاحشة فلذ لک شرط فی الزناء زیادة العددفی الشھود الخ) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ شہادۃ دو قسم ہے۔

اول ا۔ یہ کہ ایسی چیز پر شہادۃ کہ اس کو صرف عورتیں دیکھ سکتی ہیں۔(ا) جیسے بکارت پر شہادت یا کہ ایسے زخم پر کہ ایسی جگہ پر ہے کہ مرد اس جگہ کو نہیں دیکھ سکتے اور جگہ سے مراد عورت کی جگہ ہے اس صورت میں صرف عورت گواہی دے سکتی ہے اگرچہ مرد اس کے ساتھ نہیں ہے۔ شہادۃ کا قسم

دوم۔ یہ کہ جس چیز پر شہادۃ ہے اس کو مرد بھی دیکھ سکتے ہیں یہاں صرف عورتوں کی شہادۃ ناجائز اور قابل قبول نہیں ہے پھر یہ قسم دوم دو قسم ہے۔

قسم اول یہ کہ اس شہادۃ سے مدعی علیہ کو عقوبت اور سزا دی جاتی ہے جیسے چوری اور قتل عمد اور زناء وغیرہم

قسم دوم۔ یہ کہ اس شہادۃ سے مدعا علیہ کو کوئی سزا نہیں دی جاتی مثلاً قرض اور دین اور دوسرے حقوق مالیہ پھر جس شہادۃ سے مدعا علیہ پر عقوبت اور سزا آتی ہے اس کے پھر دو قسم ہیں اول قسم زنا، قسم دوم چوری اور قتل وغیرہما ان سب اقسام شہادۃ سے صرف زناء میں چار مرد گواہ ضروری ہے اور زناء کے سوا کسی شہادۃ میں چار گواہ ضروری نہیں خواہ ان میں عقوبت اور سزا ہو یا نہ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا (قولہ تعالیٰ فاستشھدوا علیھن اربعة منکم) یعنی اگر عورتیں بدکاری کریں تو اس بدکاری کے اثبات کیلئے عورتوں کے خلاف چار مرد گواہ پیش کرو۔ اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ فاذلم یأ توابا لشھداء فاؤلئک عنداللہ ھم الکاذبون) یعنی اگر وہ چار مرد گواہ نہ پیش کرسکیں تو وہ خداوند تعالیٰ کے نزدیک

جھوٹے ہیں اور ایک جگہ پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا قولہ تعالیٰ (لو لا جاء واعلیہ باربعة شھداء) یعنی جو لوگ کسی پر بدکاری کی تہمت لگائیں تو ان پر لازم ہے کہ چار مرد گواہ پیش کریں وہ یہ چار مرد گواہ کیوں نہیں لائے ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا قولہ تعالیٰ (ثم لم یأتوابا ربعةشھداء فاجلد وھم ثمانین جلدة) یعنی کسی پر بدکاری اور زناء کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر اس کے اثبات کیلئے چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے تو ان کو حد قذف کے طور پر اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی کبھی گواہی قبول نہ کرو اس لیے کہ وہ فاسق ہیں ان چار آیات قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور چار مرد گواہوں کو نہ پیش کرنے والا جھوٹا اور فاسق ہے اور اس کی گواہی قبول نہیں اور اس کو اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا دی جائے اور اس نے اشاعت فاحشہ کا ارتکاب کیا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کو دردناک عذاب ہوگا اور رسوائی ہوگا یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ جیسا کہ زناء کی تہمت لگانے والا چار مرد گواہ نہ پیش کرے تو اس کے لیے مذکورہ بالا وعیدات ہیں اسی طرح اگر حکومت ایسا قانون بنائے کہ اثبات زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری نہیں ہیں یا کہ حکومت کو کوئی اس قسم کا مشورہ دے تو یہ سب ان وعیدات میں داخل ہیں لہذا اسلامی نظریاتی کونسل کو ایسا مشورہ ہرگز نہیں دینا چاہیے۔ تو امام سرخسیؒ نے زناء کے چار گواہوں کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کو محبوب رکھتا ہے کہ اس کے بندوں کی بدکاری ظاہر نہ ہو اور وہ پردہ میں رہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندوں کے متعلق اشاعت فاحشہ ہو یہاں تک اثبات زناء کی شہادۃ کا ذکر ہے اور یہ شہادت کا قسم اول ہے۔

قسم دوم۔ شہادۃ کا یہ ہے کہ اس سے زناء کے غیر کا اثبات مقصود ہے اور اس میں عقوبت ہے جیسے چوری اور قتل اس کے اثبات کیلئے ضروری ہے کہ کم سے کم دو مرد گواہ ہوں یہاں عورتوں کی شہادۃ نامقبول اور ناجائز ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ ہو۔

قسم سوم شہادۃ کا یہ ہے کہ اس میں مدعیٰ علیہ پر کوئی عقوبت اور سزا نہیں ہے جیسے مالی امور تو ان

میں دومردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے صرف عورتوں کی گواہی کہ مرد ساتھ نہ ہو اس قسم میں قابل قبول نہیں۔قبل ازیں بندہ نے امام سرخسیؒ کی عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ فعل زناء سب قبیح افعال سے افحش ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس کے اظہار اور پرچار کو پسند نہیں فرماتا اور اس کے ستر اور پردہ پوشی کو محبوب فرماتا ہے۔امام سرخسیؒ نے زناء کے افحش ہونے پر ایک اور دلیل دی ہے دلیل کی عبارت ملاحظہ ہو (ولهذا جعل النسبته الى هذا الفاحشه فى الاجناب موجباً للحدو فى الزوجات موجباً للعان بخلاف سائر الفواحش) یعنی زناء کے افحش ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی کی طرف اس فاحشہ یعنی زناء کی نسبت کرے تو اگر وہ اس کی بیوی ہے تو نسبت کرنے پر لعان لازم ہوگا اور اگر وہ منسوب الیہ اس کی بیوی نہیں ہے بلکہ اجنبی ہے تو حد قذف اسی ۸۰ کوڑا نسبت کرنے والے کو مارا جائے گا برخلاف دوسرے فواحش کے کہ ان کی نسبت سے اس قسم کی سزا لازم نہیں آتی بندہ نے اس مقدمہ ہفتم میں یہ ثابت کیا ہے کہ زناء کے چار مرد گواہ اس لیے کئے گئے ہیں کہ یہ چار گواہ بہت کم میسر آئیں گے لہذا اس فاحشہ کا اثبات بہت کم ہوگا اور اس کی اشاعت بہت کم ہوگی اور اس پر پردہ پڑا رہے گا جو کہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اب اگر حکومت کو مشورہ دیا جائے زناء کے اثبات کیلئے چار مرد گواہ ضروری نہیں ہیں بلکہ مردوں اور عورتوں یا محض عورتوں کی شہادت سے بھی یہ فاحشہ ثابت ہو جاتی ہے تو یہ اشاعت فاحشہ کے علاوہ سابقہ وعیدات میں بھی داخل ہوگا۔

مقدمہ ہشتم اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں ایک ایک مسئلہ پر مہینوں بحث ہوتی ہے لیکن پھر بھی کوئی فیصلہ نہیں ہوتا۔بندہ نے غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بحث کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی اس لیے بحث سے قبل بنیاد مقرر کرنی ضروری ہے بندہ اس بنیاد کی صرف چند مثالیں یہاں ذکر کرتا ہے۔

مثال نمبر۱۔ اول مستند کتب فقہ میں مصرح ہے کہ کسی مسئلہ میں ایسا قول کیا جائے کہ ائمہ اربعہ مذکورہ کے خلاف ہو یعنی چار ائمہ سے کسی امام نے [illegible] نہیں کیا تو یہ قول مردود ہے اگر کسی قاضی

نے اس قول کے مطابق قضاء کی تو یہ قضاء نافذ نہ ہوگی اب اگر یہ بنیاد تسلیم کرلی جائے جو کہ بالکل حق ہے تو نظریاتی کونسل میں بہت سی بحثوں کا بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا کیونکہ کونسل میں بعض اراکین ایسی رائے کا اظہار کرتے ہیں جس کا ائمہ اربعہ سے کسی نے وہ قول نہیں کیا حالانکہ وہ رکن اپنی رائے پر بضد اور مصر ہوتا ہے باوجود اس امر کے کہ وہ رائے باطل اور مردود ہوتی ہے۔مذکورہ بالا بنیاد کے تسلیم کرنے سے وہ رکن اپنی رائے پر اصرار نہیں کریگا۔

مثال نمبر۲۔ اگر کوئی رکن یہ دعویٰ کرے کہ بینک اور دوسری کئی کمپنیاں لوگوں کو جو منافع دیتی ہیں یہ ربٰو اور سود ہے تو اس رکن پر لازم ہوگا کہ وہ ربا کی تعریف کرے اگر وہ تعریف منافعہ مذکورہ پر صادق آتی ہے تو یقیناً وہ منافعہ سود اور حرام ہوگا اور اگر اس منافعہ پر وہ تعریف صادق نہیں آتی تو وہ منافعہ سود کی طرح حرام نہ ہوگا اور رکن کو اپنے دعویٰ ربا سے دست بردار ہونا چاہیے۔

مثال نمبر۳۔ اگر کسی مسئلہ میں چند احتمال ہیں ایک احتمال کے وہ درست اور دوسرے احتمال کے مطابق نادرست تو اس مسئلہ کو اس احتمال پر محمول کرنا چاہیے کہ وہ درست اور جائز ہو نہ کہ اس مسئلہ پر کہ وہ نادرست اور ناجائز ہو کیونکہ یہ قاعدہ مسلم ہے کہ اِنَّ الدِّیْنَ یُسْرٌ ان آٹھ مقدمات کے بعد بندہ اصلی مقصد کی طرف رجوع کرتا ہے اصل مقصد کی چند اجزاء ہیں۔

جز اول۔ حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا مقام بندہ نے جو تحقیق کی ہے اس کے مطابق یہ شہادت چند وجوہ سے مردود ہے خواہ صرف عورتیں جتنی تعداد میں ہوں اور ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ

وجہ اول۔ مبسوط امام سرخسی میں ہے (هذا النوع من الشهادة ينقسم ثلاثة اقسام فى اشتراط العدد فقسم يشترط فيه عدد الاربعة فى الشهود و هوالزناء الموجب للحد وفى قسم يشترط فيه شهادة رجلين وهوا القصاص والعقوبات التى تندء

بالشبهات وقسم يشترط فيه شهادت رجلين او رجل وامرء تين وذالك فيما يثبت مع الشبهات بيانه فی قوله تعالیٰ فان لم رجلين فرجل وامرء تان والآيته فی المدانيات ولكن ذالك فيما لا يندراء بالشبهات فيكون ذالك دليلا علی جوازالعمل بشهادة رجل والمرء تين فيما لا يندرء بالشبهات والنكاح والكلاق والعتاق والنسب من هذا الجملته عند نا وقال الشافعی رحمه الله تعالیٰ المعنیٰ فی المدانيات كثرة المعاملات فيما بين الناس فانما يجعل شهادة النساء مع الرجال حجته فی ذالك خاصته وهی الاموال وحقوقها فاما فيما سویٰ ذالك فلا بدمن شهادة رجلين) اب اس طویل عربی عبارت کا خلاصہ مطلب ملاحظہ ہو عبارت کے ابتداء میں جو یہ الفاظ ہیں ثم هذا النوع من الشهادة تو اس عبارت میں اشارہ اس شہادت کی طرف ہے جو کہ ایسی چیز پر ہے جس کو مرد بھی دیکھ سکتے ہیں یہ شہادۃ تین قسم ہے۔

قسم اول یہ ہے کہ اس میں چار مرد شرط ہیں اور وہ زناء ہے جس سے حد لازم آتی ہے اور اس کی دو آیۃ ہیں آیۃ نمبرا فاستشهدوا عليهن اربعة منكم یعنی اگر عورت پر بدکاری اور زناء کی تہمت ہو تو تم مردوں کو چار گواہ شہادت کے طور پر پیش کرنا لازم ہے۔ آیۃ نمبر ۲ ثم لم ياتوا باربعة شهداء یعنی کوئی آدمی کسی پر زناء کی تہمت لگائے اور پھر چار مرد گواہ پیش نہ کرے تو اس کو حد قذف لگاؤ اس آیۃ میں بھی اربعہ سے مراد چار مرد ہیں کیونکہ آیۃ اول میں اربعة منكم ہے جس سے مراد چار مرد ہیں تو دوسری آیۃ میں بھی اربعة منكم مراد ہوگا جس کا معنی چار مرد ہیں کیونکہ دونوں جگہ اربعة سے ایک چیز ہی مراد ہے مزید براں اربعة اور شہداء مذکر کے صیغہ ہیں

قسم دوم۔ وہ شہادت جس میں دو مرد شرط ہیں اور وہ قصاص اور عقوبات جو کہ شبہ سے ساقط ہو جاتے ہیں، جیسے چوری وغیرہ اور زناء بھی اگرچہ عقوبات سے ہے لیکن چونکہ اس کا حکم گزر چکا ہے لہذا ان عقوبات سے زناء خارج ہے۔

قسم سوم۔ وہ شہادۃ ہے کہ جہاں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہوتی ہے اور یہ شہادت ان امور میں ہے جو شبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور باوجود شبہ کے یہ امور شہادۃ سے ثابت ہوتے ہیں جیسے امور مالیہ دین اور قرض اور بیع وشعراء اور اس کی دلیل یہ آیۃ مبارکہ ہے (قوله تعالیٰ و استشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرء تان) اور یہ آیۃ مدانیات یعنی دین اور مالی امور میں نازل ہوئی ہے اب اس قسم سوم میں آئمہ مجتہدین کا اختلاف ہے احناف کا مذہب یہ ہے کہ اگر یہ آیۃ دین میں نازل ہوئی ہے لیکن اس سے مراد وہ امور ہیں جو کہ شبہ سے ساقط نہیں ہوتے لہذا انکاح وطلاق اور عتاق اور نسب کا حکم بھی وہی ہے جو کہ دین کا ہے یعنی یہ امور بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جائیں گے اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے صرف اور صرف مالی امور ثابت ہوتے ہیں اور نکاح وطلاق اور عتاق اور نسب مرد اور عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے دو مردوں کی شہادت ضروری ہے اب مبسوط کی اس طویل عبارت سے سے چند امور واضح ہوئے۔

امر اول۔ مذکورہ بالا شہادۃ کے تین اقسام سے قسم اول اور قسم دوم میں ائمہ اربعہ کا کوئی اختلاف نہیں ہے اگر اختلاف ہوتا تو صاحب مبسوط ضرور ذکر کرتا جیسا کہ شہادۃ سوم میں اختلاف تھا تو اس کو ذکر کیا

امر دوم۔ زناء میں ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ یہ صرف چار مردوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے نہ صرف عورتوں کی شہادت سے خواہ ان کی تعداد کتنی ہو اور نہ ہی مردوں اور عورتوں کی ملی جلی شہادت سے نیز زناء کے سوا حدود وقصاص کیلئے صرف دو مردوں کی شہادت ضروری ہے یہاں بھی عورت کی شہادت مقبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ۔

امر سوم۔ یہ قول کرنا کہ زناء اور دیگر حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت مقبول ہے یہ قول ائمہ

اربعہ کے خلاف ہے ائمہ اربعہ سے کسی نے یہ قول نہیں کیا لہذا یہ مردود اور باطل ہے جیسا کہ سابقہ خدمات میں بحوالہ اشباہ والنظائر ذکر کیا جاچکا ہے۔

امر چہارم۔ قبل ازیں بندہ نے دو آیۃ کا ذکر کیا ہے جن کا مطلب یہ ہے کہ زناء صرف چار مردوں کی شہادۃ سے ثابت ہوتا ہے ان ہر دو آیۃ میں لفظ اربعہ ہے بندہ نے قبل ازیں کہا ہے کہ یہ مذکر کا صیغہ ہے اور اس کی دلیل یہ تھی کہ نحو کا قاعدہ ہے کہ تین عدد سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد پر حرف تاء آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو تو عدد پر حرف تاء نہیں آتا چونکہ لفظ اربعۃ میں عدد پر حرف تاء ہے لہذا معدود مذکر ہوگا تو اربعۃ کا معنٰی چار مرد ہوئے تو بعض کم علم لوگ اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نحو کا یہ قاعدہ غلط ہے بعض جگہ پر معدود مذکر ہوتا ہے اور حرف تاء نہیں ہوتا اور بعض جگہ معدود مؤنث ہوتا ہے اور حرف تاء ہوتا ہے تو یہ اعتراض نادانی پر مبنی ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ عربی کے قواعد کلیہ نہیں ہوتے بلکہ اکثریہ ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر جگہ عربی کا قاعدہ جاری کیا جائیگا اور ہر عربی کلمہ کو اسی قاعدہ پر محمول کیا جائے گا اور اگر کسی کلمہ میں وہ عربی قاعدہ جاری نہیں ہے تو اس کلمہ کو خلاف قاعدہ اور شاذ کہا جائے گا نہ کہ خلاف قاعدہ اور شاذ سے قانون توڑا جائے گا مثلاً علم صرف کا متفقہ قانون ہے کہ واو اور یاء متحرک ماقبل مفتوح ہو تو اس واو اور یاء کو الف سے بدلنا واجب ہے حالانکہ عَوِرَ اور صَیِدَ میں واوَ اور یاء متحرک ماقبل مفتوح ہے اور واؤ اور یاء کو الف سے نہیں بدلا گیا تو اسکا یہی جواب دیا گیا کہ صرف کا قانون اور قاعدہ اپنی جگہ پر برحق اور درست ہے البتہ عور اور صید خلاف قانون اور شاذ ہے یہ بڑی نادانی ہے کہ خلاف قانون اور شاذ سے قانون اور قیاس کو توڑا جائے ورنہ عربی کا کوئی قاعدہ سالم نہیں رہے گا کیونکہ ہر قاعدہ کے خلاف بطور شاذ پایا جاتا ہے اور اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔ نیز ہر دو آیۃ میں جو لفظ اربعہ ہے تمام مفسرین نے اس سے مراد اربعہ رجال لیا ہے۔

امر پنجم۔ بندہ نے قبل ازیں مبسوط امام سرخسیؒ سے استدلال کیا ہے اب یہاں مبسوط کے متعلق

تحریر کیا جاتا ہے کہ اس کا احناف کے نزدیک کیا مرتبہ ہے تو معلوم ہو کہ حنفی مذہب کی مدار امام محمد بن حسن شیبانی کی تصنیفات پر ہے جن کی کل تعداد تین صد ساٹھ ۳۶۰ ہے ان سے چھ کتابوں کو ظاہر الروایۃ کہا جاتا ہے ان چھ کتابوں میں جو مسائل ہیں وہ تواتر طور پر امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہیں ان چھ کتابوں کے نام یہ ہیں جن کو چند شعروں میں ذکر کیا گیا ہے۔

شعر اول ☆ کتب ظاہر الروایۃ اتت ☆ ستا وبالاصول ایضاً سمیت

ترجمہ: یعنی ظاہر الروایۃ چھ کتابوں کا نام ہے اور ان کو اصول بھی کہا جاتا ہے۔

شعر دوم ☆ صنفها محمد شيباني ☆ حرر فيها المذهب النعماني

ترجمہ: یعنی ان چھ کتابوں کو امام محمد شیبانی نے تصنیف فرمایا اور ان میں ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب ذکر فرمایا۔

شعر سوم ☆ الجامع الصغير والكبير ☆ والسير الكبير والصغير

شعر چہارم ☆ ثم الزيادات مع المبسوط ☆ تواترت بالسند المضبوط

ترجمہ: ان چھ کتابوں سے اول جامع صغیر، دوم جامع کبیر سوم سیر کبیر اور چہارم سیر صغیر اور پنجم زیادات اور ششم مبسوط خلاصہ یہ کہ مبسوط امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ یہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اور بہت مستند ہے یہاں تک ایک وجہ سے ثابت کیا گیا کہ عورتوں کی شہادت حدود اور قصاص میں مردود اور باطل ہے اب اسی بطلان پر وجہ دوم ملاحظہ ہو۔

وجہ دوم۔ امام ابوبکر جصاص نے اپنی تفسیر احکام القرآن میں فرمایا (قال ابو حنيفه وابو يوسف و محمد وزفر وعثمان بنی رحمهم الله لا تقبل شهادة النساء مع الرجال لا فی الحدود ولا فی القصاص وتقبل فيما سواذالك من سائر الحقوق و قال مالك لا تجوز شهادة النساء مع الرجال فی الحدود والقصاص وقال الثوری تجوز شهادتهن

فی کل شئی الا الحدود وروی عنه انها لا تجوز فی القصاص ایضاً وقال الشافعیؒ لا تجوز شهادة النساء مع الرجال فی غیر الاموال) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور امام زفر اور عثمان بتی اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں کیساتھ اگر مرد ہوں تو ان کی شہادۃ حدود اور قصاص میں غیر مقبول ہے اور امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں کی مخلوط شہادۃ غیر اموال میں اسے قبول کرنا جائز نہیں اور حدود وقصاص بھی چونکہ غیر اموال ہیں لہذا امام شافعی کے نزدیک بھی حدود وقصاص میں عورتوں اور مردوں کی مخلوط شہادۃ قابل قبول اور جائز نہیں اور امام شافعی نے غیر اموال کا لفظ اس لیے بیان کیا اس کے نزدیک نکاح اور طلاق اور نسب میں بھی عورتون اور مردوں کی مخلوط شہادۃ جائز نہیں تو غیر اموال اس لیے فرمایا تا کہ نکاح اور طلاق کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ یہ بھی غیر اموال کے قبیلہ سے ہیں جیسا کہ حدود وقصاص غیر اموال سے ہیں باقی رہی یہ بات کہ عربی عبارت مذکورہ بالا میں شہادۃ النساء کے ساتھ مع الرجال کی قید کیوں لگائی گئی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے قوله تعالیٰ واستشهدوا شهیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرء تان) خلاصہ آیۃ مبارکہ یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ کم ازکم مالی امور میں دو مرد گواہ ہوں اور اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت مقبول ہے تو قرآن پاک نے شہادۃ کے صرف دو قسم بیان فرمائے ہیں اگر مالی امور میں شہادۃ کا تیسرا قسم ہوتا تو قرآن پاک ضرور بیان کرتا تو اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی شہادت مالی امور میں اسی وقت مقبول ہے کہ عورتوں کے ساتھ مرد گواہ بھی ہو اگر مرد ساتھ نہیں ہے صرف عورتیں گواہ ہیں تو ان کی شہادۃ مالی امور اور غیر مالی امور دونوں میں غیر مقبول ہے اور اگر عورتوں کے ساتھ مرد گواہ بھی ہو تو یہ شہادت مالی امور میں تو مقبول ہے لیکن غیر مالی امور مثلاً حدود وقصاص میں مقبول نہیں ہے بلکہ حدود وقصاص میں صرف مردوں کی شہادت مقبول ہے اگر زناء ہو تو چار مرد گواہ ضروری ہیں اور زناء کے سوا دوسرے حدود وقصاص میں کم ازکم دو مردوں کی شہادۃ ضروری

ہیں اب اس عبارت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ائمہ اربعہ سے ابوحنیفہؒ اور امام مالک اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادۃ نامقبول ہے خواہ ان کے ساتھ مرد گواہ ہو یا نہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد اور زفر اور امام ثوری کا بھی یہی مذہب ہے۔

اب بندہ یہاں امام ابوبکر جصاص صاحب تفسیر احکام القرآن کا کچھ تعارف ذکر کرتا ہے مولانا محمد عبدالحی لکھنوی نے اپنی کتاب تراجم الحنفیہ میں امام ابوبکر جصاص کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے (کان امام الحنیفة فی عصره وانتهت الرحلة الیه هو امام اصحاب ابی حنیفة فی وقته مات سابع ذی الحجه سنة سبعین وثلاثماة وکان مولده ببغداد سنته خمس وثلا ثماة) یعنی امام ابوبکر جصاص اپنے زمانہ میں حنفیوں کا امام تھا اور دور دور سے لوگ اس کی طرف سفر کرتے تھے اور اس کی وفات ذوالحج ۳۷۰ ھ میں ہوئی اور وہ بغداد شریف میں ۳۰۵ ھ کو پیدا ہوا اب یہاں تک وجہ دوم ختم ہوئی کہ عورتوں کی شہادۃ حدود وقصاص میں بالکل مردود ہے اب اسی پر وجہ سوم ملاحظہ ہو۔

وجہ سوم (بدایة المجتهد ونهایة التقصد مصنفہ ابن رشد اندلسی مالکی میں ہے (اما النظر فی العدد والجنس فان المسلمین اتفقو اعلی انه لا یثبت الزناء باقل من اربعة عدول ذکو رو اتفقو اعلی انه تثبت جمیع الحقوق ما عدا ا الزناء بشاهدین عدلین ذکرین فالذی علیه الجمهور انه لا تقبل شهادة النساء فی الحدود لا مع رجل ولا مفردات وقال اهل الظاهر تقبل اذاکان معهن رجل وکان النساء اکثر من واحدة) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ شہادۃ میں ایک عدد شرط ہے کہ دو گواہ ہوں یا کہ چار اور دوسرا جنس شرط ہے کہ مذکر ہوں یا مونث تو تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زناء چار عادل مذکر سے کم سے ثابت نہیں ہوتا یعنی زناء میں چار مذکر عادل ضروری ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ زناء کے سوا تمام حقوق دو عادل مذکر کی گواہی سے ثابت ہو جاتے ہیں اور جمہور علماء اور ائمہ کا یہ مذہب ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں ہے خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ عورتیں

اکیلی ہوں البتہ اہل ظاہر یہ کہتے ہیں کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد ہو اور عورتیں ایک سے زائد ہوں تو حدود میں ان کی گواہی مقبول ہے یاد رہے کہ جن حدود میں جمہور اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے وہ زناء کے سوا ہیں یعنی چوری وغیرہ کیونکہ زناء میں ایک تو نص قطعی سے چار گواہ مذکر عادل شرط ہیں نیز اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اگر چار عادل مذکر گواہ نہ ہوں بلکہ کم ہوں تو اس سے زناء ثابت نہیں ہوتا نیز عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اگر عورتوں کے ساتھ مرد نہ ہوں تو ان کی شہادت حدود میں اہل ظاہر کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محض عورتوں کی شہادت حدود میں اجماعاً قابل قبول نہیں ہے قبل ازیں بندہ ثابت کر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام ثوری اور ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ حدود میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں اور عبارت مذکورہ بالا سے ثابت ہوا کہ اس امر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ زناء صرف چار مرد عادل کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے اور چار مردوں سے کم کی شہادت کے ساتھ زناء ثابت نہیں ہوتا اور نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ مع اہل ظاہر اس پر بھی تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ محض عورتوں کی شہادت سے کہ ان کے ساتھ مرد نہ ہو حدود ثابت نہیں ہوتے تو اب اگر اسلامی نظریاتی کونسل یہ سفارش کرے کہ حدود میں اور خصوصاً زناء میں محض عورتوں کی شہادت جائز ہے اور اس شہادت سے حدود اور زناء ثابت ہو جاتا ہے تو یہ سفارش نص قرآنی کے خلاف ہونے کے باوجود اجماع مسلمین اور اجماع ائمہ مجتہدین کے بھی خلاف ہے جو کہ بہت نامناسب ہے۔ یہاں تک وجہ سوم ختم ہوئی اب وجہ چہارم ملاحظہ ہو کہ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں نامقبول اور باطل اور مردود ہے۔

وجہ چہارم۔ مغنی ابن قدامہ حنبلیؒ اور اس کے متن میں ہے (ولا یقبل فی الزناء الاربعة رجال عدول احرار مسلمین (اجمع المسلمون علی انه لا یقبل فی الزناء اقل من اربعة شهود و قد نص الله تعالی علیه بقوله سبحانه تعالیٰ لو لا جاؤ علیه باربعة شهداء فاذلم یا توا بالشهداء فاولئك عندالله هم الکاذبون) فی آی سواها وقدروی

عن النبی صلی الله علیه واله وسلم انه قال اربعة والا حد فی ظهرك واجمعو اعلی انه یشترط کو نهم مسلمین عدو لًا وجمهور العلماء علی ان یشترط ان یکونوا رجالا احرار فلا تقبل شهادة النساء ولا العبید وبه یقول مالكؒ والشافعیؒ واصحاب الراء وحکی عن عطاء وحماد انهما قالا تجوز شهادة ثلاثة رجال او امرء تین لا نه نقص واحد من عدد الرجال تقام مقامه امراء تان) مغنی ابن قدامہ اور اس کا متن دونوں حنبلی مذہب کے بیان میں ہیں لہٰذا ان میں جس مسئلہ کا ذکر ہو گا وہ حنبلی مذہب کے مطابق ہو گا اب حنبلی مذہب یہ ہے کہ زناء میں صرف چار مردوں کی گواہی قبول ہو گی جو آزاد اور مسلمان ہوں اور مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ زناء میں چار مرد گواہوں سے کم کی شہادۃ قبول نہ ہو گی اور اس پر قرآن پاک کی یہ نص ہے کہ اگر کسی نے کسی اور پر زناء کی تہمت لگائی تو وہ چار مرد گواہ کیوں نہیں لایا اگر وہ مطلوبہ گواہ نہ لائے تو یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں اور دوسری آیات میں بھی چار مرد گواہوں کا ذکر ہے مثلاً قولہ تعالیٰ فاستشهدوا علیهن اربعةمنکم اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کسی نے دوسرے پر زناء کی تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا کہ چار گواہ لاؤ ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف ماری جائے گی اور اس پر اجماع ہے کہ زناء کے چاروں گواہ مسلمان عادل ہوں اور جمہور علماء کا یہ مذہب ہے کہ زناء کے چاروں گواہ مرد اور آزاد ہوں تو زناء میں عورتوں اور غلاموں کی گواہی قبول نہ ہو گی اور یہی امام مالک اور امام شافعی اور اہل رائے کا مذہب ہے اہل رائے سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں اور چونکہ مغنی حنبلی مذہب کی کتاب ہے لہٰذا امام احمد حنبل کا بھی یہی مذہب ہے تو اب ائمہ اربعہ کا اس امر پر اتفاق ثابت ہوا کہ زناء میں چار مردوں کی شہادت ضروری ہے اور عورتوں کی شہادت سے زناء ثابت نہیں ہوتا خواہ ان کے ساتھ مرد گواہ ہو یا نہ ہوں البتہ عطاء اور حماد سے یہ حکایت کی گئی ہے کہ زناء پر تین مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ جائز اور مقبول ہے مصنف مغنی نے عطاء اور حماد کے مذہب کو حکایت سے نقل کر کے اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ یہ ان ہر دو کا مذہب ہے بلکہ

محض حکایت اور افواہ ہے یہ بات تو زناء کے متعلق ہے کہ ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہے کہ زناء عورتوں کی شہادۃ سے ثابت نہیں ہوتا خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ ہو البتہ عطاء اور حماد کی طرف یہ منسوب ہے کہ وہ زناء میں تین مرد اور دو عورتوں کی گواہی جائز قرار دیتے ہیں اس حکایت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ محض عورتوں کی شہادۃ سے جب کہ ان کے ساتھ مرد نہ ہو عطاء اور حماد کے نزدیک بھی زناء ثابت نہیں ہوتا اور زناء کے سواء دوسرے حدود و قصاص میں بھی ائمہ اربعہ کا اجماع ہے کہ ان میں کم از کم دو مرد گواہ ضروری ہیں اور ان میں بھی عورتوں کی شہادۃ جائز نہیں ہے البتہ اہل ظواہر نے کہا ہے کہ ان حدود میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ جائز ہے لیکن اگر عورتوں کے ساتھ مرد نہ ہو تو عورتوں کی شہادت اہل ظواہر کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے اب خلاصہ اس وجہ چہارم کا یہ ہے کہ تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام حدود و قصاص میں محض عورتوں کی شہادۃ سے ان کے ساتھ مرد نہ ہوں حدود و قصاص ثابت نہیں ہوتے اور ائمہ اربعہ کا اس پر اجماع ہوا کہ زناء کم سے کم چار مرد گواہوں اور دوسرے حدود کم سے کم دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوتے ہیں اب اس دور میں ایسا قول کرنا کہ اجماع امت اور اجماع ائمہ اربعہ کے خلاف ہو یہ قول باطل اور مردود ہے یہاں تک وجہ چہارم ختم ہوئی کہ حدود و قصاص میں عورتوں کی شہادۃ جائز نہیں۔

وجہ پنجم ۔ ملاحظہ ہو قبل ازیں بندہ مقدمہ دوم میں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ قولہ تعالیٰ نزلنا علیك الکتاب تبیانا لکل شی) کہ ہم نے جو کتاب اے محمد صلی اللہ علیہ والہ آپ پر ۲۳ سال میں نازل فرمائی ہے یہ کتاب ہر شئی کا واضح بیان ہے دوسری جگہ پر ہے وتفصیلا لکل شی یعنی اس کتاب میں ہر شئی کی تفصیل ہے اجمال نہیں ایک اور جگہ پر ہے قولہ تعالیٰ مافرطنا فی الکتاب من شیء یعنی ہم نے قرآن پاک میں ہر چیز کا ذکر کیا ہے کسی شئی کو نہیں چھوڑا اب دیکھنا یہ ہے کہ ان آیات کے مطابق مطلق شہادۃ اور عورتوں کی شہادۃ کا قرآن میں ضرور ذکر ہوگا اور یہ ذکر تفصیل سے ہوگا اور اس کا واضح بیان اگر کوئی اس کا انکار کرے تو یہ قرآن کا انکار ہے اب غور کرنا ہے کہ مذکورہ شہادۃ کا بیان قرآن میں کہاں ہے تو

جواب یہ ہے کہ بندہ قبل ازیں مقدمہ ششم میں ذکر کر چکا ہے کہ قرآن میں جو تمام امور شرعیہ کی تفصیل اور واضح بیان ہے تو اس بیان کی کئی صورتیں ہیں مثلاً عبارۃ النص اور اشارۃ النص اور دلالۃ النص اور مقتضی النص اب بندہ یہاں آیات کا ذکر کرتا ہے جن میں عبارۃ النص سے ثابت ہے کہ زناء میں چار مرد مسلمان آزاد کی شہادت ضروری ہے اس میں زیادتی تو جائز ہے لیکن کمی اور نقصان جائز نہیں ہے اور اس کا ذکر آیات میں ہے۔

آیۃ اول والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم یعنی تمہاری عورتوں سے اگر کوئی عورت زناء کا ارتکاب کرے تو تم پر لازم اور ضروری اور واجب ہے کہ تم ان کے خلاف اپنے سے چار مرد مسلمان آزاد گواہ پیش کرو اب اس آیۃ سے عبارۃ النص سے ثابت ہوا کہ زناء کے لیے چار مرد گواہ ضروری ہے۔

آیۃ دوم لو لا جاؤا علیه باربعة شهداء فاذلم یاتو ابا لشهداء فاولئك عند الله هم الکاذبون ۔ یعنی زناء کی تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہیں لائے پس جس وقت وہ مطلوبہ گواہ نہیں لائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں آیۃ کریمہ میں لولا کا لفظ تنبیہ کیلئے ہے یعنی ان کو شرم دلایا گیا کہ تم پر چار مرد گواہ لانے لازم تھے تم کیوں نہیں لائے اس آیۃ کریمہ میں بھی عبارۃ النص سے مذکور ہے کہ زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری ہیں اب اس آیۃ میں جو یہ مذکور ہے کہ جب وہ چار مرد گواہ نہیں لائے تو یہ جھوٹے ہیں اب چار مرد گواہ نہ لانے کی تین صورتیں ہیں چار سے زیادہ مرد گواہ ہوں مثلاً پانچ یا چھ مرد یا چار سے کم مرد گواہ مثلاً تین مرد اور تیسری صورت یہ ہے کہ گواہ عورتیں ہوں ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ پہلی صورت کہ پانچ یا چھ گواہ ہوں اتفاقاً جائز ہے لہذا اس پر کذب عند اللہ کا وعید نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک میں جو چار مرد گواہوں کا ذکر ہے تو یہ لابشرط شئی ہے یعنی پانچواں ان کے ساتھ ہو یا نہ کیونکہ اگر پانچ یا چھ مرد گواہ ہوئے تو چار مرد گواہ بھی ضمناً پائے جائیں گے لہذا زیادہ کی صورت کذب کے وعید میں داخل نہیں ہے لہذا چار مرد گواہ نہ لانے کی دو ہی صورتیں ہونگی

اول۔ تین مرد گواہ

دوم۔ عورتوں کی شہادت ان دونوں صورتوں میں گواہ پیش کرنے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے اب اشارۃ النص سے ثابت ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی ناجائز اور باطل ہے خواہ ان عورتوں کے ساتھ مرد ہو یا نہ تو اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورتوں کی گواہی زناء میں جائز اور مقبول ہوتی تو عورتوں کی گواہی لانے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک صادق ہوتا نہ کہ کاذب یونکہ جائز شہادت لانے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب نہیں ہوتا۔

آیۃ سوم قولہ تعالیٰ والذین یرمون المحصنات ثم لم یا تو اباربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ الایۃ یعنی جولوگ محفوظ عورتوں پر زناء کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے ان کو حد قذف طور پر اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور ان کی کوئی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ لوگ نافرمان ہیں اس آیۃ شریفہ میں بھی عبارۃ النص نے ذکر کیا گیا کہ زناء کے اثبات کیلئے چار مرد گواہوں کا ہونا ضروری ہے اور اگر مدعی چار مرد گواہ نہ لائے تو اس کی سزا اسی ۸۰ کوڑے ہیں اور اس کی کوئی شہادت کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ نافرمان ہیں ان وعیدات سے اشارہ النص سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کی شہادۃ زناء میں مقبول نہیں ہے وہ اس طرح کہ چار مرد گواہ نہ لانے کی چار صورتیں ہیں

اول۔ یہ کہ پانچ یا چھ گواہ لائیں۔

دوم۔ یہ کہ تین مرد گواہ لائیں۔

سوم۔ یہ کہ عورتیں گواہ لائیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ۔

چہارم۔ یہ کہ سرے سے کوئی گواہ نہ لائیں صورت اول یہاں مراد نہیں کیونکہ آیۃ میں چار مرد گواہوں کا حکم ہے اور اگر وہ پانچ یا چھ مرد گواہ لایا تو ضمناً چار مرد گواہ بھی آ گئے تو اب چار مرد گواہ نہ

لانے کی صرف تین صورتیں ہیں اور یہ تینوں ناجائز ہیں کیونکہ تینوں صورتوں پر وعید ہے کہ مدعی کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور اس کی کبھی کوئی شہادت قبول نہ کرو اور وہ نافرمان ہے تو اب جس مدعی نے زناء کی تہمت لگائی اور چار مرد گواہ نہ لایا بلکہ عورتیں گواہ لایا خواہ ان کی تعداد جتنی بھی ہو تو اس مدعی کو اسی ۸۰ کوڑے حد قذف لگائی جائیں گی اور اس کی گواہی کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے تو معلوم ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی ناجائز اور مردود ہے کیونکہ اگر اس صورت میں عورتوں کی گواہی جائز ہوتی تو مدعی کو سزا نہ دی جاتی کیونکہ جائز شہادت پیش کرنے والا مستحق سزا نہیں ہوتا اب تین مذکورہ بالا قرآنی آیات سے بطریقہ عبارت النص ثابت ہوا کہ زناء کیلئے چار مرد گواہ ضروری ہیں لہذا عورتوں کی شہادۃ زناء میں ناجائز اور نامقبول ہے اور دو آخری آیۃ سے بذریعہ اشارۃ النص ثابت ہوا کہ زناء میں عورتوں کی شہادت پیش کرنے والا مدعی اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا اور نافرمان اور اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا کا مستحق ہے اور اس کی کبھی گواہی قبول نہ ہوگی تو معلوم ہوا کہ زناء میں عورتوں کی گواہی نامقبول اور ناجائز ہے یہاں تک اس مسئلہ پر وجہ پنجم ختم ہوئی۔

وجہ ششم۔ ملاحظہ ہو قرآن پاک میں تین قسم کی شہادۃ کا ذکر ہے دو قسم اس آیۃ شریفہ میں قولہ تعالیٰ واستشھدوا شھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرا ءتان (الآیتہ)

قسم اول۔ یہ ہے کہ گواہ دو مرد عادل ہوں اور یہ شہادۃ میں اصل ہے کہ گواہ مرد ہوں ان دو مردوں کی گواہی مالی امور میں بھی مقبول ہوگی اور زناء کے سوا حدود وقصاص میں بھی۔

قسم دوم۔ اگر دو مرد گواہ نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں عادل کو گواہ بناؤ یہ قسم شہادۃ اصل نہیں ہے بلکہ ضرورت اور مجبوری کے وقت ہے اور یہ قسم شہادۃ حدود وقصاص میں مقبول نہیں ہوگا بلکہ مالی امور میں معتبر ہوگا۔

قسم سوم۔شہادۃ کا ذکر اس آیۃ کریمہ میں ہے قولہ تعالیٰ والتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة) یہ قسم ثالث زناء کے ساتھ مختص ہے کہ زناء میں صرف کم از کم چار مرد گواہوں کی شہادۃ مقبول ہے عورتوں کی شہادۃ مقبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب ان ہر دو آیۃ پر ایک اشکال ہے پہلی آیۃ پر اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فان لم یکونا رجلین فرجل وامرء تان) اس کے بعد یہ کیوں نہ فرمایا کہ فان لم یکونا رجلا و امرتین فاربع نسوة)

کیونکہ جیسے دو مرد دستیاب نہیں ہوتے گاہ گاہ ایک مرد اور دو عورتیں بھی دستیاب نہیں ہوتیں یہ ایک اہم سوال ہے جس کا جواب صاحب تفسیر احمدی نے ان الفاظ میں دیا ہے عبارت ملاحظہ ہو (وفی جعل المرئتین قائمة مقام رجل حال کونهما مع رجل آخر اشارة الی انهما لا تقومان مقام رجل واحد مطلقاحتی یجوز شهادة اربعة نسوة مقام رجلین بل لایجوز شهادتهن علی الانفراد الا فیما لا یطلع علیه الرجال مثل الولادة والبکارة) خلاصہ جواب یہ ہے کہ آیۃ مبارکہ میں دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر اس صورت میں ٹھہرایا گیا کہ ان کے ساتھ ایک اور مرد ہو تو یہ اشارہ ہے کہ دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر ایک خاص صورت میں ٹھہرایا جاتا ہے جب کہ ان کے ساتھ دوسرا مرد ہو اگر ان کے ساتھ مرد نہیں ہے بلکہ دو عورتیں ہوں اور یہ چار عورتیں دو مرد کے برابر کی جائیں تو یہ منع ہے کیونکہ اس صورت میں عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد لازم آئے گی اور یہ صرف اور صرف اس صورت میں جائز ہے کہ شہادۃ ایسی چیز پر ہو جس پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے اور مرد اس کو دیکھ نہیں سکتے جیسے ولادت اور بکارت وغیرہا اب اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محض عورتوں کی شہادۃ مالی امور میں بھی مقبول نہیں ہے چہ جائیکہ حدود و قصاص میں اور پھر خصوصاً زناء میں یہاں تک پہلی آیت مبارکہ پر اشکال اور اس کا جواب ختم ہوا اب دوسری آیۃ شریف پر اشکال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو دوسری آیۃ مقدسہ

پر اس قسم کا اشکال جسطرح پہلی آیۃ مبارکہ پر اشکال کی تقریر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تو فرمایا فاستشهدوا علیهن اربعة اور اس کے بعد یہ کیوں نہ فرمایا کہ (فان لم تکن شهداء اربعة فثمانیة نسوة) یعنی اگر چار مذکر گواہ نہ ہوں تو آٹھ عورتیں گواہ ہونگی جیسا کہ آیۃ شریف اول میں فرمایا کہ (فان لم یکونا رجلین فرجل وامرء تان) تو جواب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسطرح فرماتا تو لازماً آتا کہ زناء پر عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد قابل قبول ہو حالانکہ یہ شہادۃ مالی امور میں بھی قبول نہیں چہ جائیکہ حدود و قصاص اور خصوصاً زناء میں یہ شہادۃ قابل قبول ہو اس وجہ ششم میں بندہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ از روئے قرآن زناء میں صرف چار مردوں کی شہادت قبول ہے اور عورتوں کی شہادت قبول نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب یہاں ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو سوال یہ ہے کہ قرآن کی جن تین آیات شریفہ میں زناء پر گواہوں کا ذکر ہے تو وہاں لفظ اربعۃ ذکر کیا گیا ہے مذکر اور مونث کا ذکر نہیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ اربعہ عام ہو مرد اور عورت دونوں کو شامل ہو تو اب یہ معنی ہوگا کہ جیسا کہ چار مردوں کی گواہی سے زناء ثابت ہوتا ہے اسی طرح چار عورتوں کی گواہی سے بھی زناء ثابت ہو جاتا ہے تو اس سوال کے کئی جواب ہیں۔

جواب اول: اس صورت میں عورتوں کی شہادت علی الانفراد زناء میں جائز ٹھہری حالانکہ یہ باطل ہے جیسا کہ قبل ازیں بحوالہ گزر چکا ہے کہ عورتوں کی شہادۃ علی الانفراد صرف ان امور میں جائز ہے۔صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکتی ہیں مرد مطلع نہیں ہو سکتے۔

جواب دوم: قبل ازیں گزر چکا ہے کہ آیۃ اول میں اس طرف اشارہ ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام اس وقت ہوتی ہیں کہ ان کے ساتھ اور مرد ہو اور اس صورت میں کہ اربعہ سے مراد چار عورتیں ہوں تو ان کے ساتھ مرد نہیں ہے صرف چار عورتیں ہیں تو اب دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام نہیں ہونگی اور اصل شہادۃ مردوں کی ہے عورتوں کی شہادت اس وقت مقبول ہوگی کہ وہ مرد کے قائم مقام ہوں۔

جواب سوم: بندہ قبل ازیں ذکر کر چکا ہے کہ لغت عرب میں اربعۃ کا لفظ مذکر کے لیے ہوتا ہے اگر مونث مراد ہو تو اربع کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور اگر کہیں اس قاعدہ کا خلاف ہے تو وہ خلاف قیاس اور خلاف قانون اور شاذ ہے جو کہ اپنے مورد پر منحصر ہے اس سے عربی کا قاعدہ نہیں ٹوٹتا۔

جواب چہارم: ائمہ اربعہ کا اجماع ہے قرآن پاک میں جو زناء کے گواہوں کے متعلق اربعۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس سے مراد چار مرد ہیں لہذا اس لفظ سے مرد اور عورتیں اگر دونوں مراد ہوں تو یہ ائمہ اربعہ کا خلاف ہے جو کہ باطل ہے۔

جواب پنجم: اگر اربعہ سے مراد عام ہو کہ خواہ چار مرد گواہ ہوں یا چار عورتیں تو دونوں صورتوں میں زناء ثابت ہو گا تو چونکہ یہ امر مسلم ہے اور نص قرآنی سے ثابت ہے کہ دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام ہوتی ہیں تو چار عورتیں دو مردوں کے قائم مقام ہونگی تو اب آیۃ مبارکہ واستشھدوا علیھن اربعۃ منکم کا یہ معنیٰ ہو گا کہ اگر زناء کے گواہ مرد ہوں تو چار مرد ضروری ہیں اور اگر گواہ عورتیں ہوں تو اتنی تعداد میں کہ دو مردوں کے قائم مقام ہوں اور یہ قرآن میں تحریف ہے کیونکہ لفظ اربعہ سے چار مرد بھی مراد ہونگے اور دو مرد بھی تو زناء دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہوا جو کہ بداہۃً باطل ہے لہٰذا یقینی طور پر اربعہ سے چار مرد مراد ہونگے چونکہ زناء میں گواہ چار مرد ہی ہوتے ہیں لہٰذا قرآن کریم میں اربعہ کے ساتھ رجل کی قید کو ذکر نہ کیا گیا۔ یہاں تک وجہ ششم ختم ہوئی کہ حدود وقصاص میں عورتوں کی شہادت جائز نہیں خواہ ان کے ساتھ مرد ہو یا نہ اب وجہ ہفتم ملاحظہ ہو۔

وجہ ہفتم۔ قرآن پاک میں دو آیۃ ہیں جن میں زناء پر چار مرد گواہ نہ لانے والے کیلئے وعید شدید ہے۔

آیۃ اول لولا جاؤا علیہ باربعۃ شھداء فان لم یاتوا بالشھداء فاولئک عند اللہ ھم الکاذبون) یعنی زناء پر چار مرد گواہ نہ لانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب اور جھوٹا ہے تو اب

جو مدعی اثبات زناء کیلئے عورتیں بطور گواہ لایا تو وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہے کہ وہ چار مرد گواہ نہیں لایا لہٰذا اس وعید میں بھی وہ داخل ہو گا کہ وہ مدعی اپنے دعویٰ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹا ہے تو جو مدعی اپنے دعویٰ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک کاذب ہے اس جھوٹے دعویٰ اور قطعی جھوٹے دعویٰ پر اس کی پیش کردہ شہادت کیسے قبول کی جا سکتی ہے تو اب اگر نظریاتی کونسل حکومت کو سفارش کرے کہ زناء میں عورتوں کی شہادت جائز ہے تو اس کا یہ مطلب ہو گا کہ جو مدعی یقینی طور پر اپنے دعویٰ میں کاذب ہے اس کی پیش کردہ شہادت قبول کی جائے اور جھوٹ کو سچ ثابت کیا جائے اور یہ امر مذموم ہے یہاں تک آیۃ اول پر بحث ختم ہوئی

آیۃ دوم ملاحظہ ہو۔ قولہ تعالیٰ ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدۃ یعنی زناء پر چار مرد گواہ یعنی زناء کی تہمت لگا کر جو لوگ چار مرد گواہ پیش نہیں کرتے ان کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور انکی کوئی شہادت قبول نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان میں تو اب جو مدعی اثبات زناء پر عورتیں بطور گواہ لایا وہ اس فرمان الٰہی میں داخل ہے ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء لہٰذا اس وعید میں بھی داخل ہو گا کہ اس کو اسی ۸۰ کوڑے لگاؤ اور اس کی کبھی شہادت قبول نہ کرو تو جو مدعی اپنے دعویٰ کیوجہ سے تین وعیدوں کا مستحق ٹھہرا اس کی شہادۃ پیش کردہ اپنے دعویٰ پر کیسے قبول ہو سکتی ہے تو اب نظریاتی کونسل اگر حکومت کو سفارش کرے کہ زناء پر عورتوں کی گواہی جائز ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ جو آدمی غلط دعویٰ کی وجہ سے حد قذف کا مستحق ہوا اور آدائیگی شہادت سے محروم اور اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوا اس کی پیش کردہ عورتوں کی شہادت اس کے غلط دعویٰ پر جائز ہے اور ظاہر ہے یہ درست نہیں

وجہ ہشتم قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن کریم میں شہادۃ کے صرف تین قسم ہیں۔

قسم اول اثبات زناء پر شہادۃ صرف چار مرد ہونگے عورت گواہ نہیں ہوگی۔

قسم دوم مالی امور میں کم از کم دو مردوں کی شہادۃ۔

قسم سوم مالی امور میں ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادۃ اب اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اثبات زناء پر شہادۃ کا دوسرا قسم بیان نہیں اور مالی امور کے اثبات کیلئے شہادۃ کا تیسرا قسم بیان نہیں فرمایا خلاصہ یہ کہ اثبات زناء پر صرف ایک قسم شہادۃ کا ذکر ہے اور مالی امور کے اثبات پر صرف دو قسم شہادۃ کا ذکر ہے اور اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے کہ سکوت فی معرض البیان بیان یعنی کسی حکم کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اور کچھ فرمانے کے بعد سکوت اختیار کیا تو یہ سکوت بیان ہے اس امر کا کہ اس حکم کے متعلق جو کچھ بیان کیا جا چکا ہے بس وہی معتبر ہے اور غیر مذکور معتبر نہیں مثلاً اثبات زناء کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ چار مرد گواہ ضروری ہیں اور اس پر سکوت فرمایا تو یہ بیان ہے اس امر کا اثبات زناء کا صرف ایک قسم شہادۃ ہے دوسرا قسم نہیں ہے اب اگر اثبات زناء کیلئے عورتوں کی شہادۃ جائز قرار دی جائے تو یہ اثبات زناء کا دوسرا قسم شہادۃ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا سکوت اس امر کا بیان تھا کہ اثبات زناء کیلئے دوسرا قسم شہادۃ یعنی عورتوں کی شہادت پر جائز نہیں ہے اسی طرح مالی امور کے اثبات کیلئے اللہ تعالیٰ نے دو قسم شہادۃ بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا تو یہ بیان ہے اس امر کا کہ مالی امور کے اثبات کیلئے تیسرا قسم شہادۃ جائز نہیں اب اگر یہ کہا جائے کہ مالی امور صرف عورتوں کی شہادت سے ثابت ہو جاتے ہیں تو یہ اس سکوت کے منافی ہے اور سکوت اس کی نفی کرتا ہے۔

وجہ نہم اثبات زناء کیلئے اللہ تعالیٰ نے صرف ایک قسم شہادت ذکر فرمایا ہے اور مالی امور کے اثبات کیلئے دو قسم شہادۃ بیان فرمائے اب اگر اثبات زناء کیلئے دوسرا قسم شہادۃ اور اثبات مالی امور کیلئے تیسرا قسم شہادۃ جائز قرار دیا جائے تو یہ زیادتی علی النص ہے اور زیادتی علی النص احناف کے نزدیک نسخ ہے اور نسخ قرآن یا تو قرآن سے ہوتا ہے یا حدیث متواتر سے خبر واحد اور قیاس سے نسخ قرآن نہیں ہوتا اور کوئی قرآن کی آیۃ اور حدیث متواتر ایسی نہیں ہے جس کا منطوق اور مطلب یہ ہوا کہ عورتوں کی شہادت سے اثبات زناء ہو جاتا ہے بلکہ بندہ کہتا ہے کہ کوئی صحیح خبر واحد بھی ایسی نہیں ہے جس سے اثبات زناء کیلئے عورتوں کی شہادت کا جواز ثابت ہوتا ہو جو اس

جواز کے متمنی ہیں ان کی دلیل ان کا صرف قیاس ہے اور قیاس مجتہد کا معتبر ہے اور چونکہ وہ مجتہد نہیں لہذا ان کا قیاس غیر معتبر ہے۔

جاری ہے۔

ہمیں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مضمون اتنا ہی ملا ہے جو قارئین کی نظر کر دیا گیا ہے۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

اسٹام ایکٹ کی شرعی حیثیت

گرامی قدر جناب سید محمد صفدر علی شاہ صاحب زید مجدہ وسلمہ ربہ تعالیٰ از طرف مولوی عطاء محمد بندیالوی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جناب نے بندہ کو لکھا تھا کہ ایکٹ اسٹام پر اپنی شرعی رائے کا اظہار کروں جس کو شمال مغربی صوبہ سرحد کی حکومت نے آپ کو استفسار کے طور پر روزانہ کیا ہے اور جس میں یہ درج ہے کہ ایک معزز رکن اسمبلی نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا ایک نص صریح کا حکم ہے اور نص صریح اس عریضہ کے ساتھ لف ہے گزارش ہے کہ بندہ کی عادت ہے کہ جب کس مسئلہ پر قلم اٹھاتا ہے تو اس کے تمام پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور پھر بسا اوقات مضمون اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ پڑھنے والا کچھ اکتا جاتا ہے آپ کے مرسلہ مضمون پر جب بندہ بحث کرنے بیٹھا تو یہ خیال آیا کہ یہ بحث پانچ مقدمات پر مبنی ہے ان مقدمات کے بغیر مسئلہ واضح نہیں ہوگا لیکن وہ پانچ مقدمات ختم ہونے پر ۱۴ بڑے صفحات اس کی نذر ہو گئے لہذا خیال آیا کہ اتنا طویل مضمون نامناسب ہے لہذا اس کو مختصر کر کے روانہ خدمت ہے اب صرف ایک مقدمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے اگر ضرورت محسوس ہوئی تو سارا مضمون پیش خدمت کر دیا جائے گا۔

مقدمہ: جو آیات سوال کے ساتھ لف ہیں ان کی ابتداء اس طرح ہے قولہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنو اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا ولیکتب بینکم کاتب بالعدل ولا یأب ان یکتب الآیۃ آیۃ شریفہ میں جو دین کا لفظ ہے اس کا معنی قرض نہیں ہے کیونکہ قرض میں اجل معین نہیں اور آیۃ میں اجل معین ہے تو جن لوگوں نے آیۃ میں دین کا معنی قرض لیا ہے یہ غلط ہے اب بندہ بحوالہ تفاسیر اس نص کو بیان کرتا ہے نص میں جو لفظ تداینتم ہے اس کا معنٰی امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا ہے ملاحظہ ہو (تداینتم تبایعتم بدین) یعنی تباین سے مراد وہ تجارت ہے جس میں دین اور ادھار ہے اس کا یہ حکم ہے کہ ضابطہ

تحریر میں لائی جائے اور اگر اس تجارت میں ادھار نہیں ہے بلکہ ایک ہاتھ سے لینا اور دوسرے ہاتھ سے دینا ہے تو یہاں تحریر کی ضرورت نہیں ہے علامہ روح المعانی نے اس کی تفسیر یہ کی ہے ملاحظہ ہو (تداینتم ای تعاملتم وداین بعضکم بعضا) یعنی تداین سے مراد وہ معاملہ ہے جس میں ایک آدمی کا دوسرے پر دین اور ادھار ہے تو اس کو ضابطہ تحریر میں لایا جائے اور اگر ایسا معاملہ ہے کہ اس میں دین اور ادھار نہیں ہے تو وہاں تحریر کی ضرورت نہیں اور اس کا ذکر آئندہ آیات میں ہے ملاحظہ ہو (قولہ تعالیٰ الا ان تکون تجارۃ حاضرۃ تدیر ونھا بینکم فلیس علیکم جناح ان لا تکتبوھا) یعنی اگر ایسی تجارت ہے کہ کوئی چیز خرید کر اس پر قبضہ کیا اور اسی وقت اس کی قیمت ادا کر دی تو اس صورت میں اگر تحریر نہ کیا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے لہذا جس معزز رکن اسمبلی نے یہ کہا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا نص صریح کا حکم ہے کہ مطلق درست نہیں ہے اگر لین دین میں ادھار ہے پھر تو اسے ضبط تحریر میں لانے کا حکم ہے اور اگر ادھار نہیں تو پھر نص صریح کا یہ حکم ہے کہ اسے ضبط تحریر لانے کی ضرورت نہیں ہے اور وہ نص صریح بندہ نقل کر چکا ہے معزز رکن اسمبلی نے آیات کے پہلے حصہ کو تو دیکھا لیکن دوسرے حصہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی نیز جب لین دین میں ادھار ہو تو نص صریح میں جو تحریر کا حکم ہے اس کو صیغہ امر سے ذکر کیا گیا ہے اب اس میں اختلاف ہے کہ یہ امر وجوب کیلئے ہے یا کہ ندب اور استحباب کیلئے تو جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ امر استحباب کیلئے ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ یہ امر وجوب کیلئے ہے لیکن ان کے نزدیک یہ وجوب بعد میں آنے والی ایک آیۃ سے منسوخ ہے اور وہ آیۃ یہ ہے قولہ تعالیٰ (فان امن بعضکم بعضا فلیئود الذی اتمن امانۃ ولیتق اللہ ربہ) یعنی اگر تمہارا ایک دوسرے پر اعتماد ہے تو اب ضبط تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کے باوجود فرمایا گیا کہ جب اعتماد کی بناء پر تحریر نہیں لی گئی تو جس پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اعتماد کرنے والے کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائے اور وقت مقررہ پر دین ادا کر دے بہر حال خواہ امر وجوب کیلئے ہو یا ندب کیلئے تو تحریر اب ضروری نہیں ہے ندب کی صورت میں تو ظاہر ہے اور وجوب کی صورت

میں چونکہ وجوب منسوخ ہے لہذا وجوب ساقط ہوگیا۔ اس پر دلیل ملاحظہ ہو روح المعانی میں ہے (والجمهور على استحبابه) یعنی جمہور مفسرین اور فقہاء کے نزدیک دین کو ضبط تحریر میں لانا مستحب ہے ضروری نہیں تفسیر کبیر میں ہے قال آخرون هذا الا مر محمول على الندب وعلى هذا جمهور الفقهاء المتجهدين) یعنی جمہور کا یہ مذہب ہے کہ جس تجارۃ میں دین اور ادھار ہے وہاں اس کو ضبط تحریر میں لانا مستحب ہے ضروری نہیں ہے نیز یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ جس تحریر اور کتابت کا حکم نص میں ہے یہ مطلق کتابت ہے خواہ اشٹام پر ہو جس کی قیمت ادا کی گئی یا کہ اس پر ٹکٹ لگایا جائے اور یا ایک سادہ کاغذ پر ہے جس کی نہ تو قیمت ادا کی گئی اور نہ اس پر کوئی ٹکٹ چسپاں ہے ہر دو کا حکم ایک ہے اور ہر صورت میں حکم خداوندی پر عمل ہے اب اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کتابت کا حکم اس لیے تھا کہ دین پختہ ہو جائے اور کسی کو انکار کی جرأت نہ ہو اور یہ پختگی اشٹام میں ہے نہ کہ سادہ کاغذ میں تو جواب یہ ہے کہ اس کے بعد قرآن پاک میں ہے قولہ (واستشهدوا شهيدين من رجالكم) تو اس آیہ مبارکہ میں جو دو گواہوں کا ذکر ہے تو یہ شہادۃ اس تحریر اور کتابت پر ہوگی کہ فلاں فلاں کے درمیان یہ تحریری معاہدہ ہوا ہے تو اصل لین دین کی پختگی کی مدار گواہوں پر ہے اگر کوئی فریق انکار کرے گا تو یہ گواہ اسکو جھوٹا کریں گے کتابت اور تحریر صرف احتیاط کے لیے تھی کہ ہر فریق کو یہ یقین رہے کہ میں نے یہ دین دینا اور لینا ہے اور گواہوں کو بھی شہادۃ دینے میں آسانی ہوگی کہ ہم نے یہ شہادۃ دینی ہے خلاصہ یہ ہے کہ تحریر خواہ اشٹام پر ہو یا کہ سادہ کاغذ پر دونوں کا مقصد ایک ہے اور اصل مدار گواہوں پر ہے اگر تحریر اشٹام پر ہے اور کسی فریق نے انکار کر دیا تو محض اشٹام منکر کو جھوٹا نہیں کر سکتا بلکہ دو گواہ منکر کو جھوٹا کریں گے پاکستانی عدالتوں کا جو یہ طریقہ ہے کہ اگر تحریر اشٹام پر ہے تو اس کا اعتبار ہے اور حکومت اس کو نافذ کرے گی اور اس صورت میں حکومت کی مشینری استعمال ہوگی اور اگر یہ تحریر کسی سادہ کاغذ پر ہے اور اشٹام ڈیوٹی ادا نہیں کی گئی تو عدالت کے نزدیک اس کا اعتبار نہیں ہے اور انتظامیہ مشینری اس کو نافذ نہیں کرے گی یہ امر خلاف شرع ہے شرع شریف میں ہر دو تحریر کا حکم

ایک ہے اگر دو عامل گواہ ہیں تو ہر دو کا اعتبار ہے اور حکومت کی مشینری پر لازم ہے کہ وہ اسکو کرے اور اگر اس تحریر پر گواہ نہیں ہیں تو اس کا اعتبار نہیں ہے اور مشینری اس کو نافذ نہیں کریگی یا چاہیے کہ گواہ کی ضرورت اس وقت ہوگی جب مدعیٰ علیہ انکار کرے گا ور اگر انکار نہیں ہے تو حق اقرار سے ثابت ہو جائیگا اب گواہوں کی ضرورت نہیں ہے اب بندہ اس پر دلیل دیتا ہے کہ قرآن میں جس شہادۃ کا ذکر ہے یہ تحریر اور کتابت پر شہادۃ ہے روح المعانی میں ہے (اى اطلبو هماليتو لآء الشهادة علىٰ ماجرىٰ بينكما) یعنی دو گواہوں کو اس لیے طلب کرو کہ جو معاملہ کتاب تمہارے درمیان جاری ہوا اس کی شہادۃ تو برداشت کریں تفسیر کبیر میں ہے۔ (المقصود من الكتابة هو الاستشهاد لكى يتمكن بالشهود عندالجحود من التوصل الىٰ تحصيل الحق) خلاصہ یہ کہ تحریر اس لیے تھی کہ اس پر گواہ قائم کریں گے تا کہ اگر کوئی فریق انکار کر دے تو گواہ اس کو جھوٹا کرینگے اور کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی خلاصہ یہ ہے کہ اصل حقوق کی مدار گواہوں پر ہے اشٹام اور سادہ کاغذ ہر دو کا حکم ایک ہے حکومت نے جو اشٹام کا طریقہ رائج کیا ہے یہ محض استحصال ہے جو کہ شرعاً جائز نہیں ہے اب گزارش یہ ہے کہ جس معزز رکن صوبہ سرحد نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ لین دین کو ضبط تحریر میں لانا نص صریح کا حکم ہے ان کو چاہیے تھا کہ یہ بھی کہتے کہ تحریر کہ طرح شہادۃ کا حکم بھی نص صریح میں ہے بلکہ کتابت سے اصل مقصد گواہ مقرر کرنا ہے اس کے بعد بندہ جناب عرفانی صاحب کے نوٹ پر بحث کرتا ہے اور اشٹام ایکٹ اپنی رائے پیش کرتا ہے عرفانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایکٹ اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ ڈیوٹی ادا کئے بغیر اس معاہدہ کو انتظامی مشینری نافذ نہیں کریگی یہ مذکورہ بالا نص صریح کے خلاف ہے جیسا کہ گزر چکا کہ خواہ ڈیوٹی ادا ہو یا نہ، اگر اس تحریر پر دو حامل گواہ ہیں تو انتظامی مشینری پر لازم ہے کہ وہ اسے نافذ کرے اور نافذ نہ کرنا خلاف شرع ہے۔ نیز ڈیوٹی ادا کرنے کی صورت میں اگر انتظامیہ مشینری انکار کی صورت میں محض اشٹام پر اعتماد کر کے حکم نافذ کرتی ہے تو یہ بھی خلاف شرع ہے بغیر گواہوں کے مشینری حکم نافذ نہیں کر سکتی گواہوں کا ہونا نفاذ کیلئے ضروری ہے نیز عبدالمالک عرفانی صاحب

اپنے نوٹ میں فرماتے ہیں کہ دستاویزات کو نافذ کرنے کیلئے حکومت کو کئی قسم کے اخراجات کرنے پڑتے ہیں یہ اخراجات زکوٰۃ اور عشر سے پورے نہیں کئے جا سکتے لہذا وہ لوگ جو دستاویزات کو نافذ کرنے کی صورت میں حکومت کی مشینری استعمال کرتے ہیں ان اخراجات کو پورا کرنے میں حکومت کی یہ امداد کریں کہ دستاویز کی ڈیوٹی ادا کریں۔ جناب عرفانی صاحب کی رائے پر چند اعتراضات ہیں۔

اعتراض اول: یہ درست ہے کہ یہ اخراجات زکوٰۃ اور عشر سے پورے نہیں کئے جا سکتے لیکن کیا حکومت کے پاس زکوٰۃ اور عشر کے علاوہ اور کوئی فنڈ نہیں ہے کہ یہ اخراجات اس سے پورے کئے جائیں حکومت کئی قسم کے ٹیکس وصول کرتی ہے جو کہ زکوٰۃ وعشر کے علاوہ ہیں کیا یہ اخراجات ان ٹیکسوں سے پورے نہیں کئے جا سکتے یقیناً پورے کئے جا سکتے ہیں غور کریں آج کل حکومت میں جو فلور کراسنگ جاری ہے اور ارکان اسمبلی کی خرید وفروخت ہو رہی اس کے اخراجات زکوٰۃ وعشر سے پورے کئے جا رہے ہیں ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ حکومت کے پاس کئی اور فنڈ اور ڈیوٹی کے اخراجات ان سے پورے کئے جا سکتے ہیں۔

اعتراض دوم: حکومت کے دو محکمے ہیں انتظامیہ اور عدلیہ انتظامیہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے تو حکومت ٹیکس وصول کر سکتی ہے لیکن عدلیہ کے اخراجات پورے کرنے کیلئے ڈیوٹی لگانا شرعاً اور اخلاقاً بہت نامناسب ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عدل وانصاف کو فروخت اور بیچا جا رہا ہے جو کہ مناسب نہیں ہے۔

اعتراض سوم: آیات مذکورہ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کو ضبط تحریر میں لانے اور ان پر گواہ قائم کرنے میں کن اخراجات کی ضرورت ہے تو فرمایا گیا قولہ تعالیٰ (ولا یضار کاتب ولا شهید) اگرچہ ان الفاظ کے دو معنی ہیں لیکن بندہ یہاں ایک معنی کا ذکر کرتا ہے کہ کاتب اور گواہ کو ضرر اور نقصان نہ پہنچایا جائے کاتب کو یہ ضرر دیتا ہے کہ تم کاغذ اور قلم دوات اپنے

پیسہ سے خرید داور تم کو کتابت کی مزدوری بھی نہیں دی جائیگی تو اس نقصان سے منع کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ کاغذ اور قلم دوات کا خرچہ فریقین کو ادا کرنا ہوگا اور کاتب کو مزدوری بھی دینا لازم ہے یہاں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ کاغذ کی قیمت اگرچہ فریقین کو ادا کرنی ہے لیکن یہ کاغذ عام ہے جو اشٹام ہو جسکی ڈیوٹی ادا کی گئی خواہ سادہ کاغذ ہو جس پر ڈیوٹی نہیں ہے خلاصہ یہ کہ کاغذ کے متعلق فریقین کو اختیار ہے کہ جو کاغذ وہ چاہیں اس پر کاتب تحریر کردے فریقین کو مجبور کرنا کہ وہ کاغذ استعمال کرو جس کی تم نے ڈیوٹی ادا کی ہے یہ امر خلاف شرع ہے اور گواہ کو یہ ضرر دینا ہے کہ گواہ جب عدالت میں گواہی دینے جائے گا تو وہ آمد ورفت اور کھانے پینے کا خرچہ خود برداشت کرے اس سے منع کیا گیا ہے کہ گواہ کا یہ خرچہ فریقین برداشت کریں گے خلاصہ یہ کہ جس تحریر اور کتابت کا ذکر قرآن پاک کے نصوص میں مذکور ہے اس میں کاتب اور گواہ کا خرچہ فریقین پر ہے اور کوئی خرچہ فریقین پر نہیں ہے لہذا دستاویزات کے نفاذ میں حکومت کا جو خرچہ ہوگا یہ خرچہ حکومت خود برداشت کرے گی اور جو لوگ دستاویزات کے نفاذ میں حکومت کی مشینری استعمال کرتے ہیں یہ انکا حق ہے لہذا اس پر جو خرچہ آئے گا یہ استعمال کرنے والوں سے نہیں لیا جائے گا بندہ یہاں اس کی ایک واضح مثال پیش کرتا ہے مثلاً شہر میں دنگا فساد شروع ہو جاتا ہے اور حکومت امن وامان قائم کرنے کیلئے پولیس بھیجتی ہے تو ان شہر والوں کو حکومت یہ کہے کہ تم پولیس کا خرچہ برداشت کرو تو یہ امر بہت نامناسب ہوگا کیونکہ امن اور عدل وانصاف قائم کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے حکومت اس کی قیمت اور معاوضہ وصول نہیں کر سکتی لہذا ایکٹ اشٹام کا یہ کہنا کہ اگر دستاویز کی ڈیوٹی ادا کی گئی ہے تو اس کے نفاذ کی حکومت ذمہ دار ہے اور ڈیوٹی ادا کنندہ حکومت کی مشینری استعمال کر سکتا ہے ورنہ نہیں یہ امر خلاف شرع اور اس کی مثال یہ ہے کہ بدامنی کی صورت میں حکومت شہریوں کو یہ کہے کہ اگر تم پولیس کا خرچہ برداشت کرو تو پولیس کو استعمال کر سکتے ہو ورنہ نہیں اور یہ امر بھی خلاف شرع ہے بندہ نے (قولہ تعالیٰ ولا یضار کاتب ولا شهید) کے متعلق جو قبل ازیں ذکر کیا اس پر دلیل ملاحظہ ہو روح المعانی میں ہے (والنہی عن الضرار

بان لا یعطی الکاتب حقہ من المجھی او یحمل الشاھد منونتہ المجئی من بلد)
یعنی کاتب اور گواہ کو ضرر پہنچانے سے جو منع کیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی مزدوری کا حق نہ دیا جائے اور گواہ کو آمد ورفت کے خرچہ کو خود برداشت کرے اب اگر اشٹام کی ڈیوٹی فریقین کو ادا کرنا ہوتی نہ کہ حکومت کو تو یہ حکم بھی دیا جاتا کہ حکام کو بھی کاتب اور شاہد کی طرح ضرر اور نقصان نہ دیا جائے کیونکہ کتابت اور اشٹام کا نفاذ حکومت کو کرنا ہے اور شہادۃ بھی حکومت کی مقررہ کردہ عدالت میں پیش ہونی ہے تو معلوم ہوا کہ کتاب میں حکومت اور کاتب اور گواہوں کا یکساں تعلق ہے تو اگر اشٹام کی ڈیوٹی بھی فریقین کو برداشت کرنا ہوتی نہ کہ حکومت کو تو پھر اس کا ذکر بھی لازم تھا اور یہ فرمایا جاتا کہ حکام کو ضرر نہ دیا جائے جیسا کاتب اور شاہد کے ضرر سے منع فرمایا گیا اب تمام مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اشٹام ایکٹ نص قرآنی کے خلاف ہے اور عرفانی صاحب کا یہ کہنا کہ اس ایکٹ میں کوئی چیز خلاف شرع نہیں ہے بندہ کے نزدیک درست نہیں ہے اگرچہ مضمون کچھ طویل ہو گیا ہے لیکن آیات مذکورہ بالا اور نصوص قرآنیہ کے متعلق ایک گزارش آخر میں پیش کی جاتی ہے امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ قرآن پاک کا اگرچہ عمومی طرز یہ ہے کہ ہر بات کو اختصار سے بیان کیا جاتا ہے لیکن آیات اور نصوص قرآنیہ مذکورہ بالا میں بسط اور طوالت کو اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو بیان کیا گیا تا کہ مسلمان کو معاش اور اقتصادیات اور معاشرت کیلئے مال کی ضرورت ہے کیونکہ ملک مالدار ہوگا تو لوگوں کا معیار زندگی بلند ہوگا اور ملک میں ہر چیز وافر مقدار میں ہوگی اور ملک ہر چیز میں خود کفیل ہوگا کوئی چیز باہر سے منگوانے کی ضرورت نہ ہوگی ملک مالدار ہوگا تو اپنے ملک کا دفاع آسانی سے کر سکے گا ملک میں کارخانے ہونگے جن میں اور چیز کے علاوہ ہر قسم کا اسلحہ تیار ہوگا ملک میں نہروں کا جال بچھا ہوگا غلہ وافر پیدا ہوگا اور سستا ہوگا افراط زر کا مسئلہ پیدا نہ ہوگا بعض ممالک اپنے بعض منصوبے صرف اس بناء پر مکمل نہیں کر سکتے کہ ان کے پاس مال نہیں ہوتا باہر سے قرضہ لیا جائے تو ایک تو سود ادا کرنا ہوگا جس کا لین دین دونوں حرام ہیں دوسرا سیاسی طور پر دوسروں کا

تابع ہونا پڑے گا جو کہ ملک کیلئے مضر بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں مال خرچ کرنا ایک بڑی عبادت اور تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نافرمانی سے بچنا یہ بھی شرع شریف میں بہت بڑی عبادت ہے یہ ہر دو عبادتیں بغیر مال کے بہت مشکل ہیں اسی لیے علماء نے ہر وہ لذت اور نفع جو حرام طریقہ سے حاصل ہوتا ہے اسی قسم کا نفع اور لذۃ حلال سے بھی حاصل ہو سکتا ہے بہر حال مال حلال دنیا میں مسلمان کیلئے بہت ضروری ہے آیات اور نصوص مذکورہ میں حلال مال کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے طریقہ بیان فرمایا اور جن اسباب سے حلال مال حاصل ہو جاتا ہے ان اسباب کی نشانی دہی ہے اور اس کو بسط سے بیان فرمایا گیا اور یہاں نو چیزوں کا ذکر ہے بندہ یہاں ان سے چند کا ذکر کرتا ہے کہ کوئی آدمی مثلاً ادھار لیتا ہے اور پھر انکار کر دیتا ہے تو یہ مال کے تلف کا اس لیے فرمایا کہ ادھار کو ضبط تحریر میں لاؤ پھر تحریر میں کاتب بددیانتی کرتا ہے کہ اصل سے تھوڑا مال لکھا یا زیادہ تو مال تلف کا سبب ہے اس لیے فرمایا کاتب عادل اور دیانتدار ہو پھر ہو سکتا ہے کہ تحریر اور کتابت کے باوجود کوئی فریق کہدے کہ یہ کتابت جعلی ہے تو حکم ہوا کہ تحریر پر دو عادل گواہ ٹھہرائیں اب یہ ہو سکتا ہے کہ انکار کی صورت میں گواہ گواہی سے انکار کر دیتے ہیں تو گواہوں کو ڈرایا گیا کہ یہ بڑا برا کام ہے اس سے تمہارا مال پلید اور نجس ہو جائیگا اسی طرح کاتب لکھنے سے انکار کر دیتا ہے تو اس کو حکم ہوا کہ ایسا نہ کرو کیونکہ اللہ جل شانہ نے تم کو کتابت کی نعمت سے نوازا ہے لہٰذا اس نعمت کا شکریہ یہ ہے کہ تم بوقت ضرورت کتابت سے انکار نہ کرو اب چونکہ کاتب کو حکم ہے کہ وہ کتابت کرے اور کتابت سے انکار نہ کرے اور اسی طرح شاہد کو حکم ہے کہ وہ شہادۃ سے انکار نہ کرے تو اب یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ کتابت کے بغیر کاتب اور گواہ کو مجبور کریں کہ کتابت اور ادا شہادۃ کا تم کو حکم ہے لہذا ہم نہ تو کاتب کو کتابت کی مزدوری دیں گے اور نہ ہی گواہ کو آنے جانے کا خرچ دیں گے تو فریقین کو حکم خداوندی ہوا کہ کاتب اور شاہد اگرچہ اپنا فرض ادا کریں گے لیکن تم ان کو نقصان اور ضرر نہ پہنچاؤ کاتب کو مزدوری اور شاہد کو آمد ورفت کا خرچہ ادا کرو اب پھر بندہ دوبارہ عرض کرتا ہے کہ اگر اشٹام کی ڈیوٹی فریقین پر لازم ہوتی نہ کہ جس کو

یہاں یہ بھی فرمایا جاتا ہے کہ حکومت کو بھی ضرر نہ دو اور اہتمام کی ڈیوٹی خود ادا کرو کیونکہ تم حکومت کی انتظامیہ کی مشینری استعمال کر رہے ہو لیکن ظاہر ہے کہ ایسا نہیں فرمایا گیا تو معلوم ہوا کہ فریقین یہ مشینری مفت استعمال کریں گے اور کوئی معاوضہ ادا نہیں کریں گے کیونکہ عدل وانصاف بیچا نہیں جاتا جو حکومت ایسا کرتی ہے یعنی عدل وانصاف کو فروخت کرتی ہے وہ حکومت کرنے کی اہل نہیں ہے ان آیات مذکورہ پر مزید بھی لکھا جا سکتا ہے لیکن طوالت سے بچنے کیلئے اسی پر اکتفاد کیا جاتا ہے فقط والسلام مع الف اکرام

حررہٗ عطاء محمد بندیالوی عفی عنہ

مدرس دار العلوم محمدیہ نوریہ رضویہ بھکھی شریف

ڈاک خانہ خاص ضلع گجرات تحصیل پھالیہ

11 محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۲ اگست ۱۹۹۰ء

سعادت عظمیٰ

1963ء میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ایک سعادت عظمیٰ سے بہرہ ور فرمایا اور وہ سعادت جس کی طلب ہر ایک مسلمان کے دل میں پائی جاتی ہے حرمین شریفین کی حاضری کا شرف حاصل ہوا اور حج اکبر وزیارت کی تمنا پوری ہوئی خوب زیارات کیں ملتزم کو پکڑ کر دعائیں مانگنے کا موقع ملا۔

روضہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر حاضر ہو کر سنہری جالیوں کے سامنے صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا شرف حاصل ہوا گنبد خضریٰ کی زیارت کر کے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی باغ جنت میں نوافل پڑھ کر لذت عبادت حاصل کی حج وزیارت سے واپسی پر ذوق وشوق ورقت میں مزید اضافہ ہو گیا بات بات پر آنکھیں پرنم ہو جاتیں۔ اہل بیت کے ذکر پر آبدیدہ ہو جاتے کوئی نعت پڑھتا تو آنکھوں سے محبت کے موتی چھلک پڑتے قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہر کام میں احتیاط کا پہلو اختیار فرماتے چنانکہ جب آپ نے حج کی سعادت حاصل کی تو آپ نے طحطاوی علی مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ساتھ رکھی اور اس کتاب سے رہنمائی حاصل کر کے ہر رکن ادا فرماتے جس سال قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حج کی سعادت حاصل کی اسی سال آپ کے پیرومرشد یعنی سلطان العارفین محبوب الٰہی سیدنام غلام محی الدین چشتی گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی حج کی سعادت حاصل کی جب آپ اور قبلہ بابوجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے رش کیوجہ قبلہ بابوجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حجر اسود کو بوسہ دے لیا اور آپ حجر اسود تک نہ پہنچ سکے۔

اور آپ نے استلام فرمایا قبلہ بابوجی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ آپ نے حجر اسود کو بوسہ کیوں نہیں دیا تو جواب میں قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا جناب آپ کا ایک بوسہ میری سات پشتوں تک کافی ہے سبحان اللہ یہ تھی آپ کی اپنے پیرومرشد سے

عقیدت حضرت خواجہ فقیر سلطان علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آستانہ عالیہ شاہ والا شریف فرماتے ہیں کہ 1963ء میں جب حضرت استاذ العلماء حج بیت اللہ شریف کیلئے روانہ ہوئے اسی سال ہم بھی حج کیلئے گئے ایک دن مکہ شریف میں حرم شریف کے اندر ایک عالم طلباء کو حدیث شریف پڑھا رہا تھا حضرت استاذ العلماء بھی تشریف لائے اور بیٹھ گئے آپ نے اس عالم سے ایک سوال کیا وہ جواب نہ دے سکا اور ایک دوسرے عالم کو بلایا وہ بھی جواب دینے سے قاصر رہا بعدازاں حضرت استاذ المکرم نے خود جواب کی تقریر فرمائی اور دونوں عالم حیران رہ گئے حضرت کی تقریر سے بہت متاثر ہوئے اور وہ دونوں اٹھ کر بغلگیر ہو کر حضرت سے ملے حضرت قبلہ فقیر سلطان علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ان عربوں سے کہا ھذا عالم کبیر فی الباکستان (یہ پاکستان کے بڑے عالم ہیں) لیکن استاذ العلماء مجھے بار بار ایسا کہنے سے منع کرتے تھے۔

نوٹ: عربی عالم طلباء کو مندرجہ ذیل حدیث شریف پڑھا رہا تھا کہ قیامت کے دن جہنمی کی داڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عالم پر یہ سوال کیا کہ کیا بعینہ داڑھ احد پہاڑ جتنی ہوگی یا اس کے ساتھ کوئی اور چیز لگائیں اگر بعینہ یہ احد پہاڑ جتنی ہوگی تو یہ عقلاً محال ہے اگر ساتھ کوئی اور چیز لگائیں تو یہ تعذیب بلا معصیت ہے (یعنی اس نے تو کوئی گناہ نہیں کیا اور عذاب ہو رہا ہے) اس کا جواب دینے سے وہ عالم عاجز آ گیا۔

آخر آپ نے اس کا جواب عنایت فرمایا اور مبیندی کی تقریر فرمائی جس میں تخلخل اور تکاسف کی بعث ہے اور وہ عالم حیران رہ گئے۔

شادی خانہ آبادی

جب قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دارالعلوم ضیاء شمس الاسلام سیال شریف) میں تشنگان علم کو سیراب فرما رہے تھے تو آپ نے سنت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء) النکاح من سنتی پر عمل کیا

اور آپ کی شادی آپ کے گاؤں ڈھوک ڈھمن داخلی پدھراڑ میں آپ کے رشتہ داروں میں ہوئی۔

اولاد امجاد

اللہ تعالیٰ نے قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو چار صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ فداء محمد عطا فرمایا جن دنوں آپ گولڑہ شریف میں پڑھاتے تھے وہ صاحبزادہ یعنی فداء محمد صغر سنی میں داغ مفارقت دے گیا تمام نیازمندوں کی دلی خواہش تھی کہ مولیٰ کریم جل شانہ آپ کو نرینہ اولاد عطاء فرمائے آخر دعائیں بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئیں اور یکم رمضان المبارک 1390ھ ہجری 1970ء میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ عطا فرمایا جن کا نام فداالحسن[1] رکھا گیا۔ صاحبزادہ صاحب ماشاءاللہ شادی شدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹا عطا فرمایا ہے جن کا نام قبلہ استاذی المکرم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے صاحبزادہ محمد اجمل عطاء تجویز فرمایا ہے۔ جن کی عمر اس وقت تقریباً 12 سال ہے۔

قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے پوتے کا نام ہندوستان کے مشہور عالم دین مصنف فتاویٰ اجملیہ ورد شہاب ثاقب ورد سیف یمانی لکھنوی وتھانوی، اجمل العلماء افضل الفضلاء سلطان المناظرین امام الواعظین حضرت علامہ محقق الحق والدین مولانا مولوی الحاج محمد اجمل شاہ صاحب فقی سند قدس سرہ العزیز کے نام گرامی کی نسبت سے تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد اجمل عطاء کو استاذ العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا عکس جمیل بنائے اور صحیح جانشین بنائے آمین ثم آمین۔

جب قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ فداالحسن (نور اللہ مرقدہٗ) عطا فرمایا تو اس موقع پر جناب صوفی اصغر علی اصغر اڈا مرید والا فیصل آباد نے پنجابی اشعار میں ہدیہ تبرک پیش کیا جو درج ذیل ہے۔

۱۔ صاحبزادہ فداءالحسن صاحب چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کا 2011ء میں وصال ہو چکا ہے۔

عطاء اللہ دی عطاء محمدی اے
سنیا نیک فرزند عطا ہویا
گولا گولڑے داکرم چشتیاں دا
مہر پاک دا صدقہ فدا ہویا
غوث پاک دی کرم نوازیاں تھیں
پورا اج بڑھاپے دا چا ہویا
قدرت دتی ضعیف نوں بخش لاٹھی
آخر وقت وچ فضل خدا ہویا
سن کے خوشی دا رہیا نئیں کوئی حد بنہ
سجدے شکر دے پیا گزار دا ہاں
اصغر اپنے استاذ دے باغ اندر
طلبگار میں سدا بہار دا ہاں

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ

قبلہ استاذ المکرّم نوراللہ مرقدہٗ کا سفرآخرت

جو شخص بھی دنیا میں پیدا ہوا ہے اسے ایک نہ ایک دن یہاں سے رخت سفر باندھنا ہے اور باب موت سے گزر کر اپنے خالق عزوجل کے حضور پیش ہونا ہے تو پھر انسان کو ہمہ وقت اس کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

کل نفس ذائقة الموت۔ کے تحت جانا تو ہر کسی نے ہے لیکن کسی کا جانا ویرانے کا سبب ہوتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال پر ملال پر یہ حدیث شریف صادق آتی ہے۔ موت العالم موت العالم

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
اک شخص سارے ملک کو ویران کر گیا

چنانچہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایام زندگی میں ہمیشہ موت کو یاد رکھا اور اپنی زندگی میں اپنا تابوت تیار کروا کے رکھا اور بیماری کے ایام میں راقم الحروف کو قبرستان میں لے گئے اور اپنی آخری آرام گاہ کی نشاندھی فرمائی اور حکم فرمایا کہ قبرستان میں ہی میری قبر بنوانی ہے علیحدہ قبر مت بنوانا اور قبر کیلئے جگہ بھی زیادہ نہ لینا اتنی ہی جگہ لینا جہاں آسانی سے قبر بن جائے اور ہم نے آپ کی وصیت کے مطابق اسی جگہ قبر بنوائی جہاں آپ نے نشاندہی فرمائی قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں سید غلام دستگیر شاہ صاحب وڑچھ شریف والوں کی خبر دیکھی اور آپ نے وصیت فرمائی کہ میری قبر بھی اسی طرح بنوانا چنانچہ قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زندگی میں خواہش ظاہر کی کہ میں اپنی قبر زندگی میں بنوا جاؤں چنانچہ آپ نے اپنے شاگرد سید مسعود الحسن شاہ وڑچھ شریف کو حکم دیا کہ وڑچھ شریف سے قبر تیار کرنے والے آدمی لے کر ڈھمن آئیں چنانچہ صاحبزادہ سید مسعود الحسن شاہ صاحب آدمی لے کر ڈھمن آئے اور استاد صاحب نے قبر کی نشاندہی کی اور حکم فرمایا کہ اس جگہ قبر تیار کروائیں آخر صاحبزادہ مسعود الحسن شاہ صاحب کی آنکھوں میں آنسوں آگئے اور کہنے لگے کہ جناب ہمارا حوصلہ کام نہیں کرتا کہ آپ کی زندگی میں قبر تیار کریں البتہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جب آپ کا وصال ہوا تو آپکی حسب منشاء قبر تیار کروائیں گے جب قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ہوا تو میں نے صاحبزادہ مسعود الحسن شاہ صاحب کو اطلاع دی تو آپ فوراً قبر تیار کرنے والے آدمی لے کر حاضر ہو گئے اور استاد صاحب کی حسب منشاء قبر تیار کروائی قبر کی شکل وصورت کچھ اس طرح ہے کہ پہلے چورس قبر کھود کر تیار کی جائے پھر قبر کے اندر چاروں طرف پتھر لگا کر مکان کی طرح تیار کی جائے اور درمیان میں طابوت رکھ کراوپر چوڑے پتھر رکھ دیں قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے زندگی میں مجھے اس طرح قبر تیار کرانے کا طریقہ سمجھایا اور ارشاد

فرمایا کہ قبر کے اندر صرف پتھر استعمال کرنے ہیں پکی اینٹ بالکل استعمال نہیں کرنی اگر وقت ہو تو پتھر لگا کر اوپر کچی مٹی سے لیپ کر دیں جب قبر کھودنے والوں نے قبر کھود لی پھر جب پتھر لگانے کی باری آئی تو وہاں قبر پر آپ کے شاگرد رشید حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی موجود تھے وہ بذات خود دور سے پتھر اٹھا کر قبر پر پہنچاتے رہے اور مستری قبر میں لگاتے رہے میں نے جلالی صاحب سے عرض کی کہ آپ آرام فرمائیں طالب علم پتھر اٹھا کر لے جائیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لیے یہ سعادت ہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے لیے پتھر خود اٹھاؤں بالآخر قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حسب منشاء قبر تیار ہوگی یاد رہے کہ صاحبزادہ مسعود الحسن شاہ صاحب نے اپنی زیر نگرانی استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی مکمل قبر تیار کروائی۔

آمدم برسر مطلب

چنانچہ بیماری کی ایام میں جو احباب آپ کی عیادت کیلئے آتے تو آپ ان کو حکم فرماتے کہ آپ نے گواہ رہنا ہے اور پھر یہ حدیث شریف تلاوت فرماتے رضینا باللہ رباً وبالا سلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیاً الخ. اور اسی طرح ایک دن راقم الحروف کو حکم فرمایا کہ میرے کتب خانے سے (شامی) لے آؤ اور یہ عبادت نکال کر بندہ کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ عبارت میرے کفن پر کچی پنسل یا چاک مٹی سے لکھ دینا جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریك له لا اله الا الله له الملك وله الحمد لا اله الا الله ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

نوٹ:۔ اس عبارت کو علامہ شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے علاوہ امام ترمذی نے نوادرالاصول میں روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو یہ دعا کسی پرچہ پر لکھ کر میت کے سینے پر کفن کے نیچے رکھ دے تو اسے عذاب قبر نہ ہوگا اور نہ منکر نکیر نظر آئیں گے۔

چنانچہ اسی دعا کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 4 کتاب

الجنائز میں ذکر فرمایا ہے اسی طرح قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرے تابوت میں مٹی لازمی ڈالنی ہے اور اسی طرح ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے احرام کی چادریں سنبھال کر رکھی ہوئی ہیں مجھے انہی میں کفن دینا۔

آخر کار وہ جانکاہ گھڑی چار ۴ ذیقعد ۱۴۱۹ھ 21 فروری 1999ء بروز اتوار صبح 9 بجے ہمیں دیکھنی پڑی اس حال میں کہ راقم الحروف نے آخری پانی کا چمچ آپ کے دھن مبارک میں ڈالا بعد ازاں میں نے دیکھا کہ آپ کے لب مبارک حرکت کر رہے تھے پس بندہ کو یاد نہیں کہ آپ سورۃ فاتحہ یا آیت الکرسی کی تلاوت فرما رہے تھے ان دونوں میں کوئی ایک ضرور تھی جو کہ آپ کا آخری کلمہ بنی اور آپ کے رعب اور دبدبہ کا عالم یہ تھا کہ راقم الحروف نے ڈرتے ڈرتے آپ کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وان الیہ راجعون

بہ چہ ناز رفتہ باشد زجہان نیاز مندی
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسید باشی

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

وہ صورت بے صورتی کے عالم سے باہر آئی یعنی صورت اختیار کی اور پھر اسی کی طرف لوٹ گی اور یوں دنیا تدریس کا سورج ہمیشہ کیلئے غروب ہوگیا۔

رحمتہ اللہ علیہ رَحمۃً واسِعۃً کامِلۃً

جانے والے تجھے روئے گا زمانہ برسوں

علم وفضل کا گھر بے چراغ ہوا۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کا صدمہ ایسا نہیں ہے کہ ملک وقوم اس کو بھلا سکے اس حادثہ سے صرف سلسلہ خیر آبادی کا چراغ ہی گل نہ ہوا بلکہ سارے پاکستان سے ہی یہ فخر معدوم ہوگیا اور پاکستان کے ساتھ عرب وعجم سے بھی کچھ شک نہیں ایسے آفتاب علم و

فضل کے پنہاں ہونے سے دنیائے اسلام تاریک ہوگئی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اکابر علمائے اسلام کے عجیب قابل قدر یادگار تھے سچ پوچھئے تو آج تمام زندہ نام علماء تہ خاک ہوگئے ایک ذات واحد میں ایسے کمالات غریبہ اور اوصاف عجیبہ کا جمع ہوجانا ایک کرامت سے کم نہ تھا۔

زمانہ تو صرف صورت ظاہری کا معاوضہ بھی ادا نہیں کرسکتا وہ نورانی چہرہ وہ خندہ روئی وہ زندہ دلی وہ سراپا علم وہ رعب کمال وہ شان ادب وہ فضل وجلال دیکھنے والے کیلئے صورت ہی پکار اُٹھتی تھی کہ دنیا اسلام کو فخر وناز آج اسی قدسی صفات بزرگ پر ہے۔

ہر دل کہ بہ توحید خدا زندہ شد
تا ابد او زندہ و پائندہ شد

علالت کے دنوں میں آپ جس کمرے میں مقیم رہے تو راقم الحروف دن میں اسی کمرے میں اکتساب فیض کرتا اور رات بھی اسی کمرے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بسر کرنے کی سعادت نصیب ہوتی ایک وقت تھا کہ اس کمرے پر بہار تھی کہ اس کمرے میں اس زمانے کا علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کتب کے انبار لگے ہوئے ہوتے تھے لیکن اب

ویران ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کی خبر۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کی خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی 21 فروری بروز اتوار صبح 9 بجے آپ کا روح قفس عنصری سے پرواز ہوا اس کے بعد راقم الحروف دھمن سے پیل روزانہ ہوا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے احباب کی طرف ٹیلی فون کا سلسلہ جاری کیا سب سے پہلے راقم نے جامع نظامیہ لاہور میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف فون کیا لیکن آپ کی عدم موجودگی کی

وجہ سے راقم نے مخدوم اہلسنت حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی مدظلہ العالی سے رابطہ کیا اور آپ کو قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کی خبر دی اور عرض کی کہ لاہور میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے احباب کو بھی خبر دے دیں دوسرا فون میں نے بندیال شریف کیا وہاں سے مجھے یہ خبر ملی کہ ہمیں اطلاع مل چکی ہے علی ہذا القیاس اس کے بعد میں نے جس طرف فون کیا وہاں سے یہی اطلاع ملی کہ ہمیں اطلاع مل چکی ہے تو گویا آن فان پورے ملک میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کی خبر پھیل گئی۔

اس کے بعد آپ کے گاؤں ڈھوک دھمن میں قافلوں کی آمد شروع ہوگئی۔

22 فروری بروز پیر وار آپ کے گاؤں ڈھوک دھمن میں تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی ہر طرف لوگ ہی لوگ تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آج ہر شہر ہر گاؤں کا رخ اللہ تعالیٰ نے ڈھوک دھمن کی طرف پھیر دیا ہے اور لوگ جوق در جوق جنازے میں شرکت کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔

22 فروری بروز پیر تقریباً صبح 10 بجے آپ کے غسل کا اہتمام کیا گیا جس میں علامہ عبدالحکیم شرف قادری (رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) مولانا محمد حنیف صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) خطیب جامع مسجد بغدادی قائدآباد، مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی زیدہ مجدہٗ لاہور، مولانا علی احمد سندھیلوی زیدہ مجدہٗ لاہور اور راقم الحروف شریک ہوئے زیادہ تر یہ خدمات مولانا محمد حنیف صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے انجام دی عین غسل کے درمیان حضرت علامہ عبدالحق بندیالوی صاحب مدظلہ العالی تشریف لائے اور آتے ہی قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں کو بوسہ دیا اور غسل کے بارے میں ہدایات دیتے رہے غسل کے بعد آب زمزم میں ترکیے ہوئے کفن کو معطر کیا گیا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زیب تن کیا گیا حسب پروگرام ساڑھے دس بجے علم وفضل کے ہمالہ کا جنازہ وسیع میدان میں آہوں سسکیوں اور کلمہ طیبہ کے ورود کے جلو میں پہنچایا گیا دیکھنے والوں نے بچشم حیرت دیکھا کہ ضلع خوشاب کے ایک دور افتادہ گاؤں ڈھوک دھمن میں عوام وخاص کا جم غفیر نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مجتمع تھا بڑے بڑے

شہروں میں بھی اتنے علماء ومشائخ کا اجتماع نظر نہیں آتا جو اس دورافتادہ گاؤں میں دیکھنے میں آیا۔

دن کے گیارہ بجے آپ کی نماز جنازہ بحسب وصیت جگر گوشہ شیخ الاسلام والمسلمین امیر شریعت حضرت خواجہ حمید الدین سیالوی مدظلہ العالیٰ کی اقتداء میں ادا کی گئی جس میں آپ کے شاگردوں کے علاوہ ملک کے کونے کونے سے علماء مشائخ اور طلباء عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی سعادت حاصل کی گویا اس دن آپ کے گاؤں میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی قبلہ استاذی المکرم کے جنازے کی ایک خاص بات یہ ہے کہ کوئی بدمذہب آپ کے جنازہ میں شریک نہیں ہوا۔عاشق مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کا جنازہ صرف عشاق ہی نے پڑھا آپ کے جنازے میں علماء مشائخ وطلباء کی اتنی کثرت تھی کہ ہمیں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ داڑھی منڈانے والا یا کترانے والا کوئی ایک بھی جنازہ میں شریک نہیں ہے یعنی اکثریت کے چہرے پر سنت مصطفےٰ ﷺ کی بہار تھی راقم الحروف نے اپنی زندگی میں شاید ہی کوئی ایسا پاکیزہ جنازہ دیکھا ہو جس میں ہر کام سنت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہوا ہو۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کی چارپائی کو زیارت کیلئے رکھ دیا گیا جب آپ کی زیارت کیلئے باباجی سید طاہر حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جوہرآباد چارپائی کے بائیں طرف سے آئے تو باباجی سید طاہر حسین شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں استاد صاحب نے مجھے فرمایا (اوز ورے وراء) یہ آپ کا تکیہ کلام تھا' تم سید ہو دائیں طرف سے آؤ پھر باباجی دائیں طرف سے آئے باباجی فرماتے ہیں اس وقت آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے۔

زیارت کے بعد آپ کا جسدِ اطہر قصیدہ بردہ شریف اور نعتوں کی گونج میں قبرستان میں لایا گیا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

تقریباً 1 بجے دوپہر سینکڑوں علماء نے قصیدہ بردہ شریف وکلمہ طیبہ شریف کی گونج میں آپ کو سپرد خاک کیا۔

اس طرح علم وحکمت کا آفتاب نصف صدی نور کی روشنی پھیلانے کے بعد ہمیشہ کیلئے پردے میں چلا گیا رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رَحمۃً واسِعۃً کامِلۃً

ہوا ختم ہستی کا اپنی فسانہ
بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ

عصر کے وقت حضرت صاحبزادہ پیر سید نصر الدین نصیر گولڑہ شریف تشریف لائے مزار شریف پر حاضری دی اور ایصال ثواب کیا وہ غم اور صدمہ میں نڈھال تھے روتے ہوئے درخواست کی کہ استاد جی قیامت کے دن مجھ سے بازپرس نہ کرنا اتنی دیر سے کیوں پہنچے؟ میری گاڑی راستے میں خراب ہوگئی تھی اور یہ میری زندگی کا پہلا واقعہ ہے مجھے اپنے جنازے میں شریک سمجھیں۔

رہے نام اللہ تعالیٰ کا اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

بعداز وصال قبلہ استاذی المکرمؒ کے جسداطہر پر نور کی برسات

جب قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تابوت قبر میں اتارا جارہا تھا تو قبر پر حاضرین قصیدہ بردہ شریف پڑھ رہے تھے تو صاحبزادہ فدا الحسن صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے راقم الحروف کو بتایا کہ دیکھو یہ نور کی برسات ہے جب میں نے غور سے دکھا تو واقعی قبلہ استاذی المکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے تابوت پر آسمان سے نور کی برسات برس رہی تھی تو میں نے اس کا مشاہدہ حاضرین قبر کو بھی کرایا تو انہوں نے تصدیق کی کہ ایسی ہی نور کی برسات محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قدس سرہٗ العزیز کے جنازے پر ہوئی تھی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت لا

علم کی شمع کو روشن جو کیا کرتے ہیں
زندہ رہتے ہیں ہمیشہ وہ کہاں مرتے ہیں
بعد وفات تربت ما درزمیں مجو
درسینہ ہائے مردم عارف مزار ما

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (سورۃ مجادلہ/۱۳)

1999ء

قطعہ تاریخ رحلت

نجم ثاقب علامہ عطاء محمد چشتی گولڑویؒ

1999ء

عطاء محمدؒ افتخارِ اذکیاء
ماہتاب علم و فضل واتقا

وہ محدث اور مفکر بے مثال
دیدہ ور نکتہ شناس عقدہ کشا

سر گروہِ عالماں عظمت مآب
پاسبانِ فکرِ نعمانؒ و رضاؒ

فلسفہ منطق معانی اور کلام
حاوی تھا ہر علم پر وہ خوش ادا

وہ ہوا مہر علیؒ سے فیض یاب
شمس دینؒ کے وہ خلیفہ ذی علیٰ

چارتھی ذی قعد کی یک شنبہ روز
پی گیا وہ جامِ وصل کبریا

محفل طلابِ حق سوئی ہوئی
آفتابِ دین و دانش چھپ گیا

پُر ضیاء اس کی سدا مرقد رہے
پائے جنت میں وہ قربِ مصطفیٰ ﷺ

سالِ رحلت یوں کہوں فیض الامین
"عطا محمد اخترِ اہلِ ہُدا"

1419ھ

بہرِ سالِ عیسوی آئی ندا
"صدرِ رحمت فخرِ اربابِ صفا"

1999ء

قطعاتِ تاریخِ وصال

(۱)

خیرآبادی کمال علم و منطق کا نشان
آفتابِ فلسفہ مہتاب عقل و نقل کا

اس کا طارقؔ نے کہا با حزن و غم سالِ وصال
نیّرِ عرفان و استدلال علامہ عطاء

1419ھ

(۲)

دل گرفتہ ہیں اولیاء کے محب
غم زدہ بزم اہل سنت ہے

عارف و عالم و محقق تھا
دل شکن مردِ حق کی رحلت ہے

اس کا سالِ وصال اے طارقؔ
آفتاب صواب و عظمت ہے

1999ء

(۳)

بندیالوی بزرگ افاضل بھی چل بسے
علمی زیان ہے یہ ہے نقصانِ معرفت

وہ زیب و زینت اوبستان و مدرسہ
حسن و جمال صحن گلستانِ معرفت

وہ پیکر کمال علوم و فنون تھے
لاریب تھے وہ مشعل ایوانِ معرفت

حکمت کا احتشام بصیرت کی آب و تاب
تعلیم کا وقار و حشم شان معرفت

دریائے فلسفہ و یم عقل و نقل تھے
اک قلزم معانی و عمانِ معرفت

استاذ تھے اساتذہ باکمال کے
خورشیدِ آگہی مہ تابانِ معرفت

رحلت سے ان کی غم زدہ و دل فگار ہیں
شیدائیانِ علم و محبانِ معرفت

طارقؔ نے مردِ حق کا کہا یوں سن وصال
الحق وہ جان جوہر فیضانِ معرفت

1999ء

(۴)

گل خوش رنگ بانِ علم و عرفاں — جہاں افروز لعلِ معدنِ فیض
سجا اس کے قدِ بالا پہ کیا خوب — لباس معرفت پیراہن فیض
رہا سایہ فگن اس مردِ حق پر — شہان گولڑہ کا دامنِ فیض
بہ فرمانِ خدا، دُرجِ لحد میں — ہوا مستور دُرِ مخزنِ فیض
چھپا آنکھوں سے وہ ایوانِ معنی — نہ ہو گا بند اس کا رزونِ فیض
کہا طارقؔ نے اس کے وصل کا سال — وہ زیب حق وہ حسن گلشنِ فیض

1419ھ

(۵)

ہوا آہ بزمِ زمانہ سے رخصت — جو تھا تاجدارِ جہانِ بصیرت
تلافی بظاہر نہیں جس کی ممکن — وہ نقصان ملت کا ہے اُس کی رحلت
سرِ دیدہ ور سے کہا اس کا طارقؔ — سنِ وصل خورشیدِ عرفان و حکمت
4 — 1995+4= ۱۹۹۹ء

محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطان پوری (حسن ابدال)

۸۶/۹۲ء

استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تاریخ وصال: 21 فروری 1999ء

14 ذوالقعدہ 1419ھ

مادہ ہائے تاریخ (سال وصال)

عطائے محمد، موت العالم موت العالم	1419ھ
عطا شہر حقیقت و معرفت	1999ء
اوجِ جہان ہدا، آہ استاذ العلماء	1419ھ
امیر کاروان فیض	1419ھ
ابر بہارِ فیضِ حسن	1419ھ
خوبی گلشن عرفاں	1419ھ
زیب مہرِ درخشاں	1419ھ
مجمع عشق و معرفت	1419ھ
فیض ورجت بشر	1999ء

خورشید اوجِ علم وماہِ جہاں تحقیق

1 9 9 9ء

محمد عبدالقیوم طارقؔ سلطان پوری (حسن ابدال)

تاریخ پیدائش عیسوی	1916ء
تاریخ پیدائش ہجری	1336ھ
تاریخ وصال عیسوی	1999ء
تاریخ وصال ہجری	1419ھ
کل عمر	83سال

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ کا ختم قل شریف

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد تیسرے دن آپ کا ختم قل شریف ادا کیا گیا جس میں ملک کے نامور علماء مشائخ نے شرکت کی اور آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا گیا جس دن قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ختم قل تھا اسی رات راقم الحروف کو حضرت علامہ مولانا عبدالحق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی کہ آپ نحیف البدن سر پر عمامہ سجائے ہوئے اور ساتھ میں عصاء مبارک لیے کھڑے ہو کر وعظ فرما رہے ہیں اور آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں، میں کہ جس طرح آپ کے استاد محترم نے ہمارے سلسلہ کی آبیاری کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے تیسرے دن آپ کے شاگرد رشید نائب شیخ الاسلام امیر شریعت خواجہ حمید الدین سیالوی زیدہ مجدہٗ سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف ایک قافلے کی صورت میں اپنے استاذ محترم کی قبر پر چادر شریف کا نذرانہ پیش کرنے کیلئے حاضر ہوئے یاد رہے کہ یہ وہ چادر تھی جو حضرت خواجہ شمس العارفین رضی اللہ عنہ کے مزار سے متبرک ہوتی رہی آپ نے اپنے استاد محترم کی قبر پر چادر چڑھائی اور ایصال ثواب کے بعد آپ نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ استاد صاحب کی قبر کی تصویر بنائیں انہوں نے آپ کے حکم کی تعمیل فرمائی۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ کا ختم چہلم شریف۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ختم چہلم شریف بڑی شان وشوکت کے ساتھ منایا گیا جس میں آپ کے شاگردوں کے علاوہ ملک کے نامور علماء مشائخ نے شرکت کی اور اس پر وقار تقریب میں خصوصی خطاب چراغ گولڑہ پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اور قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ کا گھر کوہستانی علاقہ میں ہے اور پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے تو قبلہ پیر صاحب نے

پہاڑوں کو دیکھ کر مندرجہ ذیل شعر سے تقریر کی ابتداء فرمائی۔

آ سکو تو آؤ انہی پتھروں پہ چل کے آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں

تو قبلہ پیر صاحب کی تقریر نے سامعین کے دلوں کو تازگی بخشی اس کے علاوہ قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مرقد منورہ پر چالیس دن حفاظ کرام بیٹھ کر تلاوت کلام مجید فرماتے رہے اور ملک کے کونے کونے سے آپ کے شاگردوں کے علاوہ دوسرے لوگ آپ کی فاتحہ خوانی کیلئے تشریف لاتے رہے ایک دن راقم الحروف آپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ آپ کے شاگرد مولانا غلام محمد صاحب اختر مرحوم نزد شادیہ آپ کی قبر پر حاضر ہوئے اور قدموں کو بوسہ دے کر فرمایا کہ ایک وقت تھا جب آپ بندیال شریف میں پڑھاتے تو پرندے بھی آپ کے رعب اور دبدبہ سے کانپتے تھے لیکن آج آپ مٹی میں محو استراحت ہیں اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس کے بعد جب آپ کے وصال شریف پر سال مکمل ہوا تو آپ کا سالانہ عرس مبارک بڑے اہتمام سے منایا گیا جس میں آپ کے شاگردوں کے علاوہ نامور علماء مشائخ تشریف لائے اور آپ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے اور اس سال آپ کا تیرہواں سالانہ عرس منایا گیا ہے جو ہر سال ۴ ذوالقعد کو آپ کے گاؤں ڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب میں انعقاد پذیر ہوتا ہے جس میں تقریباً آپ کے تمام شاگرد حاضر ہوتے ہیں اور اپنے محسن و مربی استاذ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں اور آپ کے لائق فائق شاگرد اپنے علم سے لوگوں کے دلوں کو منور کرتے ہیں اور محفل میں عجب سماں باندھ دیتے ہیں اور قبلہ استاذی المکرم کی یاد کو تازہ فرما دیتے ہیں۔

بقول پیر سید نصیر الدین نصیر گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

وہی بزم ہے وہی دھوم ہے وہی عاشقوں کا ہجوم ہے
ہے کمی تو بس اسی چاند کی جو تہِ مزار چلا گیا

آپ کے عرس کی سالانہ تقریب صبح ۹ بجے سے نماز ظہر تک انعقاد پذیر ہوتی ہے نماز کے بعد لنگر شریف کا خصوصی انتظام کیا جاتا ہے اس کے ساتھ عرس شریف کی تقریبات اختتام پذیر ہوتیں ہیں اور لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔

قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سالانہ عرس کی صدارت آپ کے لخت جگر صاحبزادہ فدا الحسن چشتی گولڑوی (نور اللہ مرقدہٗ) فرماتے اور مہمانوں کیلئے خصوصی لنگر شریف کا اہتمام فرماتے تھے۔ اب آپ کی جگہ آپ کے لخت جگر گل گلستان عطاء صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ اپنے والد محترم کے مقصد کو آگے بڑھاتے ہوئے کوشاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ صاحبزادہ صاحب کے ذریعے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا باغ سر سبز و شاداب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ہدیہ عقیدت

امینِ عظمت اسلاف سیدی سندی نگین خاتم اخلاف سیدی سندی

دلیل مسلک انصاف سیدی سندی فروغ مذہب احناف سیدی سندی

نگار جامع اوصاف سیدی سندی

بہار گلشن اشراف سیدی سندی

تمہارے علم کی تابش سے جگمگا اٹھے

تمام دہر کے اطراف سیدی سندی

بفیضِ خواجہ مہر علی تمہاری نظر بنی ہے چشمہ الطاف سیدی سندی

تمہارے فیضِ ہمایوں سے بہرہ ور ہوتے جو ہوتے صاحب کشاف سیدی سندی

تمہارے فضل و کمال و جلال کا ڈنکا

بجا ہے قاف سے تا قاف سیدی سندی

بناؤ نورِ نظر سے فقیر کا دل بھی

مثالِ آئینہ شفاف سیدی سندی

نتیجہ فکر:۔ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی زید مجدہٗ شاہ والاشالی

فکروفن کا آشیاں ہیں حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

دین حق کے ترجمان ہیں حضرت بندیالویؒ

ایک میر کارواں ہیں حضرت بندیالویؒ

ہر طرف ان کے معارف نے بھری ہے روشنی

علم و فن کی کہکشاں ہیں حضرت بندیالویؒ

کشور تدریس کے وہ ایک یکتائے تاجور

فضل حق کے راز داں ہیں حضرت بندیالویؒ

جن کے پھولوں سے معطر چار سو دانش کدے

وہ سراپا گلستاں ہیں حضرت بندیالویؒ

اللہ اللہ وہ ادائے درس کی باریکیاں

نکتہ بین و نکتہ داں ہیں حضرت بندیالویؒ

جامع المعقول بھی ہیں جامع المنقول بھی

فکر و فن کا آشیاں ہیں حضرت بندیالویؒ

اہلسنت کے لئے وہ شاہ بطحاؐ کی عطاء

کنز حکمت بے گماں ہیں حضرت بندیالویؒ

وہ طریقت میں فدائے تاجدار گولڑہ

عظمتوں کی داستاں ہیں حضرت بندیالویؒ

شعر آصف کیا بتائے ان کی عظمت کا عروج

رفعتوں کا آسماں ہیں حضرت بندیالویؒ

نتیجہ فکر: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

حضرت علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ مرشد افکار

عظمت اسلاف ہے مرشد افکار ہے تو
اے داماں علم مفخر اودار ہے تو
پچاس برس تو نے وقف تدریس کیے
معلم عصر ہے عہد کا معمار ہے تو
متاع گراں ہے سنیت میں تیرا وجود
نسیم شوق ہے پر تو انوار ہے تو
رواں تجھ سے جہاں میں خیر آبادیؒ طریق
اصابت نظر اور تدریس کا معیار ہے تو
تیرا درس تفسیر و حدیث بھی روح کمال
نہ صرف منطق و حکمت میں نامدار ہے تو
شاہ جلال و نورانی میری تاب فکر
شیخ کردی ہے اور قلزم اسرار ہے تو
تیرے خرمن سے خوشہ چینی پہ نازاں ہوں کہ میں
کشت ویراں ہوں اور ابر گہر بار ہے تو

نتیجہ فکر: ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

تعزیت کے زرد پھول

بحضور استاذ العلماء والمشائخ، امام المنقول والمعقول، حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی

بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً

روشن تھا اس کے دل میں چراغ جلالِ علم ۔۔۔ آنکھوں سے پھوٹتا تھا فروغ جمالِ علم
ہم عصر اہل فکر و نظر کی نگاہ میں ۔۔۔ اس کے سوا کوئی بھی نہیں تھی مثالِ علم
وہ بو علیؔ عصر تھا، رازیؔ دہر تھا ۔۔۔ اس کی وفات بن گئی روز وصالِ علم
مرقاتِ فلسفہ تھا وہ صدرائے وقت تھا ۔۔۔ بدرِ منیر تھا وہی، باقی ہلالِ علم
برگد کا پیڑ تھا چمن علم و فن میں وہ ۔۔۔ اور اس کے زیر سایہ سبھی تھے نہالِ علم
مفتی، فقیہ، شیخ، سبھی اس کے خوشہ چین ۔۔۔ ہیں صید اس کمند کے سارے غزالِ علم
پھوٹے ہیں اس کے درس دل افروز سے کئی ۔۔۔ سر چشمہ ہائے آبِ حیاتِ زلالِ علم
تحریر تھی کہ جیسے بنائے جبالِ فضل ۔۔۔ تقریر تھی کہ جیسے ہوائے شمالِ علم
طرزِ بیانِ حجت و برہاں میں لاشریک ۔۔۔ تاثیر میں وہ ابرِ ترِ برشگالِ علم
حمداللہ و مطولؔ و قطبیؔ کا راز داں ۔۔۔ لب بستہ اس کے سامنے تھی قیل و قالِ علم
عقدہ کشا خیالیؔ و ملاحسنؔ کا تھا ۔۔۔ تصریحؔ و میبذیؔ بھی رہیں پَرو بالِ علم
وہ مسلک آئمہ احنافؔ کا امیں ۔۔۔ مہر منیرؔ عشق تھا وہ خوش خصالِ علم
مہر علیؔ کے طورِ تجلی کا وہ کلیم ۔۔۔ وہ صاحب عطائےؔ در لایزالِ علم
بحرالعلومؔ ہو کے فقیری میں خوش رہا ۔۔۔ وہ گنج بخش نعمتِ مال و منالِ علم

بالخیر عاقبت ہوئی کہتے تھے سب یہی — اچھا ہوا اس سے بڑھ کے بھلا کیا مآلِ علم

ڈوبا لحد میں جس گھڑی وہ شمس بازغہ — خود علم رو پڑا کہ ہے وقتِ زوالِ علم

ہے کوئی آج مرثیہ خواں قحطِ فکر کا؟ — ہے کوئی آج پوچھنے جائے جو حالِ علم

روئے گا انحطاطِ مدارس پہ اب کوئی — اُس کی طرح سے آئے گا کس کو خیالِ علم

وہ سلم العلوم طریقت بھی تھا معیّن

منطق میں مانتے ہیں جسے سب کمالِ علم

نتیجہ فکر: صاحبزادہ پروفیسر غلام معین الدین نظامی
لیکچرار شعبہ فارسی
پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور
11 مارچ 1999ء بروز جمعرات

موت عالم ہے مرگ جہان

اشک میرے نہ کیوں ہوں رواں
غمزدہ آج سارا جہاں
عطائے محمد بقا کو چلے
غم کا ماحول غم کا سماں
یہ رسول معظم ﷺ کا فرماں
موت عالم ہے مرگ جہاں
زندگی ساری دین پر نثاری
ان کی عظمت ہو کیسے بیاں
پیر مہر علی جیسا مرشد
فیض جن کا ہے ان پر عیاں
عشق آقا سے لبریز دل تھا
نغمہ ہائے محبت سے شیریں دہاں
ہر طرف فیض ان کا بسا ہے
تو یہاں دیکھے یا وہاں
درس و تدریس کے مشغلے میں
روز و شب محو تھے بے گماں
اے خدا یہ دعائے دلی ہے
ان کا مرقد ہو رحمت نشاں

نتیجہ فکر: مولانا آفتاب احمد رضوی زیدہ مجدہٗ

مہر تاباں و درخشاں بر سپہرِ علمِ دیں

ہو گیا روپوش مہر و آفتابِ علمِ دیں	کر گیا کتنے فروزاں وہ کواکبِ علم دیں
رب کا انعامِ گرامی اور محمدؐ کی عطاء	مہر تاباں و درخشاں بر سپہرِ علمِ دیں
فیض یاب بارگاہِ خواجہ مہر علیؒ	مقتداء و پیشوائے صاحبانِ علمِ دیں
جامع معقول و منقول وہ مدرس عالی قدر	جس کے دم سے ہوگیا بندیال مرکزِ علمِ دیں
اس کے شاگردوں میں کیسے کیسے دُرِ شہسوار	کر گئے وہ تابدار کتنے مراکزِ علمِ دیں
کتنے ہیں ان میں مفسر اور محدیث اور فقیہہ	اور مبلغ اور مدرس ماہرین علمِ دیں
اٹھ گیا علماء کے سر سے سایہ اس استاذ کا	جو تھا مثلِ ابرِ نیسان و سحابِ علم دیں
عام ہے فیضان اس کا مثلِ بحرِ بیکراں	جاری ہیں اس بحر سے انہار فضلِ علمِ دیں
عظمتؔ باب مدینہ علم کا وہ پاسباں	قاسمِ انوارِ عالم تاب مہر علمِ دیں

نتیجہ فکر: ابولازہر سید عظمت علی شاہ ہمدانی
دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ کراچی

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف

۱۔سیف العطا علیٰ اعناق من طغیٰ واغرض عن دین المصطفیٰ

زیر نظر کتاب نکاح سید با غیر سید کے سلسلہ میں حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کے مشہور فتویٰ کی تشریح اور شریعت میں اس نکاح کے حکم کا بیان ہے یقیناً آپ کی یہ کتاب ایک لافانی مدلل حق گوئی اور غیر متزلزل حقائق وشواہد پر مبنی ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھی ہے جس میں آپ نے اپنے پیرومرشد پر لگائے جانے والے الزامات کا دندان شکن جواب دیا ہے یہ کتاب بڑے سائز کے ۴ سو ہے زائد صفات پر مشتمل ہے (مطبوعہ)

۲۔رویت حلال کی شرعی تحقیق

زیر نظر کتاب قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی چالیس سالہ تحقیق کا نچوڑ ہے اور یہ ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتی ہے جس میں آپ نے ثابت کیا ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھا جائے اور چاند دیکھ کر عید الفطر منائی جائے زیر نظر کتاب میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پیر کرم شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ الازہری سے اختلاف فرمایا ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے مندرجہ ذیل کتاب علماء مدرسین اور طلباء کیلئے ایک تحفہ سے کم نہیں ہے زیر نظر کتاب ۲ دوسو سے زائد صفات پر مشتمل ہے۔(مطبوعہ)

۳۔دیت المراۃ

زیر نظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے پروفیسر طاہر القادری کے باطل نظریے کا رد فرمایا ہے جس میں طاہر القادری صاحب نے کہا کہ عورت اور مرد کی دیت برابر ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ حنفی اور جمہور فقہائے حنفیہ کی کتب سے ثابت کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس رسالہ کے بعد طاہر القادری صاحب نے سکوت اختیار فرمایا لیا قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ

علیہ کا یہ رسالہ ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔(مطبوعہ)

۴۔مسئلہ حاضروناظر: القول السدید فی بیان معنیٰ الشاہد والشہید

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن وحدیث اور اقوال آئمہ دین کی روشنی میں اس اہم مسئلے پر تحقیقی گفتگو فرمائی ہے اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے زیرنظر رسالہ میں آپ نے اہلسنت وجماعت کے صحیح عقیدہ کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ علیہ السلام کے حاضروناظر ہونے کے متعلق ہمارا کیا عقیدہ ہے اس رسالے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وضاحت فرمائی ہے کہ نبی علیہ اسلام اپنے مقام ارفع واعلیٰ پر تشریف فرما ہیں اور آپ ناظر ہیں جب کہ ہم آپ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہیں یہ رسالہ حقائق پر مبنی قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک نایاب تحریر ہے۔(مطبوعہ)

۵۔قوالی کی شرعی حیثیت

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے قوالی کے جواز پر زبردست تحقیق فرمائی ہے اب تک اس رسالہ کے کئی ایڈیشن شائع ہو کر عوام تک پہنچ چکے ہیں اور عوام سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں یہ رسالہ ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔(مطبوعہ)

۶۔عقیدہ اہلسنت

نمبر۱۔ اس لاثانی تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ادلہ اربعہ سے ثابت کیا ہے کہ کسی سنی کے جنازے میں کوئی شیعہ شریک نہیں ہوسکتا قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ رسالہ ایک فتوی کی حیثیت رکھتا ہے رسالہ پورے ملک میں مقبول عام ہے خصوصاً وادی سون سکیسر ضلع خوشاب کے اندر اس کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ ملک فتح خان اعوان ولد شیر محمد پنجوال موضع پدھراڑ نے اس رسالہ کو ہزاروں کی تعداد میں شائع کرا کے عوام میں مفت تقسیم کیے ہیں ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔

نمبر۲۔ اس رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے یزید علیہ ماعلیہ کے متعلق مکمل وضاحت فرمائی ہے کہ ہمارا یزید علیہ ماعلیہ کے متعلق کیا عقیدہ ہے اس تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر کا حق دار کر دیا ہے صدائے عام ہے یاران فکتہ دان کیلئے دوسرا اس رسالے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عطاء اللہ بندیالوی دیوبندی کی کتاب یزید کی شخصیت جس میں اس نے یزید کو امیر المومنین کہا ہے کی خوب خبر لی ہے اور اس کا رد بلیغ فرما کر اس کی کتاب کے پرخچے اُڑا دیے ہیں اور تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس رسالے کا ہر سنی مسلمان کے پاس ہونا ضروری ہے۔ مطبوعہ

۷۔اسلام میں عورت کی حکمرانی

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شریعت مطہرہ سے ثابت کیا ہے کہ عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی جب کہ سربراہ حکومت بن سکتی ہے اور جمعیت علماء پاکستان کے اختلاف پر بحث فرمائی ہے علماء حضرات کے پاس اس رسالہ کا ہونا ازحد ضروری ہے اور یہ ایک علمی شاہکار کا درجہ رکھتا ہے۔(مطبوعہ)

۸۔امامت کبریٰ اور اس کی شرائط

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے امامت کبریٰ پر بحث فرمائی اور اس میں ذکر کیا ہے شرعی امام میں کن کن شرائط کو ہونا ضروری ہے اگر امام میں شرعی شرائط پائی جائیں تو ٹھیک ہے اگر امام میں شرعی شرائط نہ پائی جائیں تو ہماری موت جہالت کی موت ہے اور مشہور حدیث الآئمۃ من قریش پر مکمل بحث فرمائی ہے اس اہم مسئلہ پر آپ کی یہ تحریر سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے اور آپ کے قلم سے اس تحریر کا وجود ایک نعمت عظمیٰ سے کم نہیں ہے اور اس مسئلہ پر قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ اہم مضمون انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔(مطبوعہ)

٩۔درس نظامی کی ضرورت اور اہمیت: (مقالہ)

زیرنظر مقالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درس نظامی کی اہمیت پر خوب روشنی ڈالی ہے اور درس نظامی کی اہمیت پر خوب لکھا ہے یہ مقالہ مدرسین اور طلباء کیلئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور اس کا مطالعہ انتہائی ضروری ہے۔(مطبوعہ)

١٠۔صرف عطائی (فارسی منظوم)

قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ زمانہ طلب علمی (١٩٣٧ء) کی تحریر ہے جس میں صرف کے مسائل بیان کے گئے ہیں اس کے ساتھ اردو ترجمہ بھی شامل اشاعت ہے مدرسین حضرات صرف عطائی کو اگر صرف بہائی کی جگہ پڑھائیں تو طلباء کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا۔(مطبوعہ)

١١۔سفرنامہ بغداد (١٩٤٨ء)

قبلہ استاذی المکرّم نور اللہ مرقدہٗ نے ١٩٤٨ء میں حضرت خواجہ غلام محی الدین چشتی گولڑوی (بابوجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے ہمراہ تقریباً ایک سو افراد کے قافلے کے ساتھ بغداد شریف کا سفر فرمایا تھا یہ کتاب اسی سفر کی دلربا روئیداد ہے تقریباً ایک سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ روئیداد سفر معلومات افزاء بھی ہے اور عقیدت ومحبت کی داستان شوق بھی اس میں تجربات بھی ہیں اور معلومات بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاریخ وار واقعات سفر قلم بند کیے اور حسن عقیدت کے پھول بکھیرے جن کی خوشبو مشام جان وایمان کو معطر کرنے کیلئے کافی ہے بغداد شریف کے علاوہ یہ قافلہ کربلا معلیٰ نجف اشرف اور کوفہ بھی حاضر ہوا روح پرور یادوں کا یہ مجموعہ استاذ العلما اکیڈمی (ڈھوک دھمن خوشاب) نے دیدہ زیب طباعت کے ساتھ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔(مطبوعہ)

١٢۔تحقیق ایمان ابوطالب

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایمان ابوطالب پر خوب سیر حاصل بحث فرمائی اور آپ کا ایمان ثابت کیا ہے جن علمانے آپکا عدم ایمان ثابت کیا ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہی دلائل سے ہے آپ کا کا ایمان ثابت کیا ہے اور یہ رسالہ آپ کی انتہائی علمی تحقیق ہے اور قابل مطالعہ ہے۔زیرنظر رسالہ کو بھی استاذ العلماء اکیڈمی نے شائع کرنی کی سعادت حاصل کی ہے۔(مطبوعہ)

١٣۔التحقیق الفرید فی تراکیب کلمۃ التوحید

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلمۃ التوحید لا الــــہ الا اللہ محــمــد رسول اللہ پر مکمل بحثیت فرمائی ہے اور کلمہ کی ترکیب بیان فرمائی ہے اور ثابت کیا ہے کہ کلمہ توحید میں لفظ الا یہ استثناء کیلئے ہے علماء اور طلباء کیلئے تحفہ نایاب ہے اور ہردو کیلئے یکساں مفید ہے۔زیرنظر رسالہ کو بھی استاذ العلماء اکیڈمی نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔(مطبوعہ)

١٤۔قدم غوثِ اعظم اور فضائل اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس مضمون میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رسالہ شان محبوبیت کا دندان شکن رد فرمایا ہے مصنف رسالہ شان محبوبیت نے حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مذکورہ بالا عبارت جو فتویٰ مہریہ میں مذکور ہے ملاحظہ ہو۔

محبوبیت قادریہ عالمگیر اور محبوبیت نظامیہ کئی قطعات زمین تک نہیں پہنچی کے جواب میں مصنف رسالہ شان محبوبیت نے حضور قبلہ عالم رضی اللہ تعالیٰ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں اس کے رد میں قبلہ استاد المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مضمون قلمبند فرمایا اگرچہ بعض مصروفیات کی وجہ سے استاد صاحب یہ مضمون مکمل نہیں کر سکے تا ہم جتنا مضمون لکھا ہے مصنف رسالہ شان

محبوبیت اور بصیر پور کے مولوی محمد احمد چشتی کے ہاضمے کے لیے یہ کافی ہے اس مضمون میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عقلی نقلی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں یہ مضمون آپ کو مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔

اس مضمون کو بھی استاذ العلماء اکیڈمی نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ (مطبوعہ)

نوٹ: یہ مضمون سفرنامہ بغداد کے ابتداء میں کتاب کی زینت ہے۔

۱۵۔ تحقیق وقت افطار

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے روزہ افطار کے وقت میں قرآن وحدیث اور علم ریاضی کی روشنی میں خوب وضاحت فرمائی ہے اور حدیث شریف میں جو سرکار دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے وقت افطار میں جو نشانیاں بیان فرمائی ہیں ان کی تحقیق کے بعد روزہ افطار کرنا چاہیے اس کی مکمل وضاحت فرمائی ہے اور موجودہ دور کے ٹائم ٹیبلوں کا سخت رد فرمایا ہے اور حدیث شریف پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی ہے علماء حضرات کو اس کا مطالعہ ازحد ضروری ہے۔ (مطبوعہ)

۱۶۔ ماہ صیام اور باجماعت نماز وتر

زیرنظر رسالہ میں قبلہ استاذی المکرّم نوراللہ مرقدہٗ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اگر کسی آدمی نے رمضان مبارک میں نماز عشاء کے فرض جماعت کے ساتھ نہیں پڑھے تو یہ آدمی نماز وتر باجماعت ادا کرسکتا ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فقہائے احناف کی مستند کتب سے اس مسئلہ پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ (مطبوعہ)

۱۷۔ مسئلہ سود

اس اہم مسئلہ پر قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحقیق کا حق ادا کردیا ہے اور بلاسود بنکاری پر بھی بحث فرمائی۔ (مطبوعہ)

۱۸۔ اذان سے قبل اور بعد درود شریف کا حکم

اس مسئلہ پر قبلہ استاذی المکرّم نوراللہ مرقدہٗ نے قرآن وسنت کی روشنی سے واضح کیا ہے کہ اذان سے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اس کا قرآن وحدیث میں ثبوت موجود ہے اس رسالے میں قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے عقائد باطلہ کا رد فرمایا ہے اور اپنے مذہب پر بے شمار دلائل نقل کئے ہیں یہ رسالہ عوام اور علماء کیلئے بے حد مفید ثابت ہوا ہے۔ (مطبوعہ)

۱۹۔ نظام عدل اور فقہ حنفی (مقالہ)

اس مقالہ کو قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے دارالعلوم امجدیہ ٹرسٹ کراچی میں امام اعظم ابوحنیفہ کانفرنس کے موقع پر پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور علمائے اہلسنت نے اس کو خوب سراہا اور برملا اعتراف کیا کہ اس مقالہ کو اس انداز میں پیش کرنا یہ آپ ہی کا کام تھا زبردست علمی مقالہ ہے اس میں امام اعظم ابوحنیفہ اور فقہ حنفی پر خوب روشنی ڈالی گئی ہے۔ (مطبوعہ)

۲۰۔ انبیائے کرام اولیاء کرام اور الہامی کتابوں کے پیروکاروں میں سے کسی ایک کی توہین اور اس کی سزا کا حکم۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں تین اجزاء پر بحث کی ہے۔

نمبر۱ جو آدمی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کسی ایک کی توہین کرتا ہے۔
اس کا کیا حکم ہے۔

نمبر۲ اولیاء اللہ تعالیٰ سے کسی ایک کی توہین کا ارتکاب کرتا ہے اس کو کیا سزا ملنی چاہیے۔

نمبر۳ الہامی کتابوں کے پیروکاروں سے کسی کی توہین کرتا ہے اس جرم کی کیا سزا ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تینوں اجزا پر قرآن وسنت کی روشنی میں خوب وضاحت فرمائی ہے علماء کے لیے نایاب تحفہ ہے۔ (مطبوعہ)

۲۱۔حدود کی سزاؤں کے نفاذ کیلئے عورتوں کی شہادت کا حکم

اس اہم مسئلہ پر قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فقہ حنفی کی رو سے دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں علماء اور مدرسین کیلئے بے حد مفید ہے۔(مطبوعہ)

۲۲۔ایکٹ اشٹام کی شرعی حیثیت

یہ مضمون بھی قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم کا شاہکار ہے اور آپ کے علم کا منہ بولتا ثبوت ہے وکیل حضرات اور علماء کیلئے بے حد مفید ہے۔(مطبوعہ)

نوٹ: یہ تینوں رسائل ذکر عطاء فی حیاتِ استاذ العلماء میں مذکور ہیں۔

۲۳۔جہاد کی اہمیت

یہ مضمون اس وقت قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے معرض وجود میں آیا جب امریکہ نے ۱۹۹۰ء میں عراق پر حملہ کیا اور ناحق مسلمانوں کا خون بہایا اس پر قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسلمان ممالک کی غیرت کو بیدار کرنے کیلئے جہاد کے موضوع پر ایک اہم مضمون تحریر فرمایا اور جہاد کی اہمیت کو اجاگر کیا۔(مطبوعہ)

۲۴۔سیاہ خضاب

مندرجہ ذیل تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیاہ خضاب کے جواز پر تحقیق فرمائی ہے یاد رہے کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے اس مسئلہ پر ایک محققانہ تحریر ہے۔(مطبوعہ)

۲۵۔تصویر (یعنی فوٹو) کی شرعی حیثیت

اس تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ فوٹو بنوانا حرام ہے اور آپ نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ فوٹو بنوانا چاروں مذہبوں میں حرام ہے آپ کی یہ تحریر اس زمانہ میں بہت اہمیت کی حامل ہے جہاں ہر طرف فوٹو بازی کا بازار گرم

ہے۔(مطبوعہ)

۲۶۔مسئلہ علم غیب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

اس مسئلہ میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی علیہ السلام کے علم غیب شریف کو قرآن وحدیث کی روشنی سے ثابت کیا ہے اور اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ انکار کی گنجائش باقی نہیں رہتی یہ ایک محققانہ عالمانہ تحریر ہے۔(مطبوعہ)

۲۷۔مسئلہ نور و بشر

اس تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نبی السلام کے نور ہونے پر عقلی نقلی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی حقیقت نور ہے یہ ایک بہت ہی اہم تحریر ہے۔(مطبوعہ)

۲۸۔شان ولایت

اس تحریر میں قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں اولیاء کرام کے مقام کو واضح کیا شان اولیاء کے موضوع پر قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ ایک انوکھی تحریر ہے۔(مطبوعہ)

۲۹۔مسئلہ کذب

مسئلہ کذب پر قبلہ استاذی المکرّم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک مبسوط فتویٰ موجود ہے جس میں آپ کے علم کے جھلک چمکتی نظر آتی ہے۔(مطبوعہ)

مقالہ درس نظامی کی اہمیت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و حدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدی و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ

امابعد! فقیر سراپا تقصیر عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ عرض پرداز ہے کہ علوم شرعیہ کی تحصیل دو قسم ہے۔

قسم اول:۔ وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض عین ہے مثلاً نماز ، روزہ جس مسلمان پر فرض ہے تو اسکے ضروری مسائل معلوم کرنے اس پر فرض عین ہیں اسی طرح جو مسلمان تجارت یا اور کوئی کاروبار کرتا ہے تو اس کے ضروری مسائل حاصل کرنا اس مسلمان پر فرض عین ہیں۔ فرض عین وہ ہے کہ جس پر فرض ہے اسی کو ادا کرنا ضروری ہے دوسرا اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا مثلاً جس پر نماز اور روزہ فرض ہے تو یہ فرض تب ہی ادا ہوگا جب وہ خود ادا کرے گا کوئی دوسرا آدمی اس کی طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔

قسم دوم:۔ وہ علوم شرعیہ جن کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے یعنی فرض تو ہر ایک پر ہے لیکن اگر بعض نے ادا کر دیا تو سبکی طرف سے ادا ہو جائیگا لیکن اگر کسی نے بھی ادا نہیں کیا تو ہر مسلمان کو پورے فرض کے ترک کرنے کا گناہ ہوگا۔ جیسا کہ کوئی مسلمان فوت ہو جائے تو جن مسلمانوں کو اس فوتیدگی کا علم ہوگا ہر ایک پر جنازہ فرض ہو جائیگا لیکن اگر بعض مسلمانوں نے جنازہ پڑھ لیا تو سب کا فرض ادا ہو جائیگا اور اگر جنازہ کسی نے بھی نہیں پڑھا تو جن مسلمانوں کو فوتیدگی کا علم ہوا ہر ایک کو پورے فرض کے ترک کا گناہ ہوگا۔ بالفرض اگر سارے عالم اسلام کو فوتیدگی کا علم ہوا اور کسی نے بھی جنازہ نہ پڑھا تو سارا عالم اسلام گنہگار ہوگا اور ہر ایک مسلمان کو فرض کے ترک کا گناہ ہوگا اسی طرح قرآن اور حدیث سے کما حقہ واقفیت حاصل کرنی اور قرآن وحدیث کے اسرار اور رموز حاصل کرنے ہر ایک مسلمان پر فرض ہیں لیکن یہ فرض کفایہ ہے اگر

مسافتِ قصر یعنی اڑتالیس میل کے اندر ایک ایسا عالم موجود ہے جس کو کتاب وسنت پر پورا عبور ہے تو سب کا فرض ادا ہو جائیگا لیکن اگر مسافتِ قصر میں ایسا ماہر عالم موجود نہیں ہے تو ہر مسلمان کو فرض کے ترک کا گناہ ہوگا اس کی مختصر طور پر دلیل ملاحظہ ہو قرآن پاک میں ہے (والذین یومنون بما انزل الیک آلایۃ) اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ (وبالاول دون الثانی تفصیلا من حیث انا متبعدون بتفاصیلہ فرض ولکن علی الکفایۃ لان وجوبہ علی کل احد یوجب الحرج وفساد المعاش) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ جو چیز آنحضرت ﷺ کی طرف اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے چونکہ ہم مسلمان اس کی تفصیل کے ساتھ مکلف ہیں لہٰذا اس وحی منزل کا تفصیلی علم حاصل کرنا ہم پر فرض ہے لیکن فرض کفایہ ہے کیونکہ اگر ہر ایک پر فرض عین ہو تو پھر دنیا کا انتظام خراب ہو جائیگا کیونکہ اگر تمام لوگ کتاب وسنت کا علم تفصیلی حاصل کرنے میں مصروف ہو جائیں تو پھر تجارت اور کھیتی باڑی اور دیگر کاروبار کون کرے گا حالانکہ دنیاوی کاروبار کے بغیر دنیاوی انتظام نہیں چل سکتا اسی لئے مشہور مقولہ (لولا الحمقاء الخربت الدنیا) یعنی اگر احمق اور بے عقل نہ ہوتے تو ساری دنیا خراب اور برباد ہو جاتی۔ مذکورہ بالا مقولہ میں حمقاء سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ دنیاوی کاروبار کرتے ہیں یعنی اگرچہ دنیاوی کاروبار کرنے والے احمق اور بے عقل ہیں لیکن انکی حماقت اور بے عقلی بڑی قابل قدر ہے کہ دنیاوی انتظام اسی پر چل رہا ہے اور اس مقولہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ عقل مند اور سمجھدار وہ ہے جو کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے میں تمام عمر مصروف اور مشغول رہتا ہے اور اپنا فرض بھی ادا کرتا ہے اور دوسروں کا فرض بھی برخلاف دنیاوی کاروبار کرنے والوں کے کہ وہ نہ تو اپنا فرض کفایہ ادا کرتے ہیں اور نہ ہی دوسروں کا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو کہ تفصیلی طور پر کتاب وسنت کے اسرار ورموز حاصل کر کے اپنا اور دنیاوی کاروباروالوں کا فریضہ ادا کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اسلامی اور دینی مدارس قائم کر رکھے ہیں اور پھر وہ طلباء جو کہ اس مدارس میں علم دین حاصل کر کے عالم دین بن کر فارغ ہوتے ہیں تو اب

یہ بات واضح ہوگئی کہ جودنیاوی کاروبار کرنے والے لوگ دینی مدارس اوران مدارس میں علم دین حاصل کرنے والے طلباء کی مالی امداد کرتے ہیں ان کو دینی مدارس اور طلباء کا احسان مند ہونا چاہیے کہ یہ مدارس اور طلباء اپنا اور امداد کنندوں کا فریضہ ادا کررہے ہیں اگر یہ طلباء بھی دنیاوی کاروبار کرتے اور علم دین حاصل نہ کرتے تو یہ طلباء خود بھی گنہگار تارک فرض ہوتے اور امداد کنندگان بھی فرض کے ترک کیوجہ سے گنہگار ہوتے چونکہ امداد کنندگان اپنے اس فرض سے غافل ہیں اس لئے یہ لوگ مدارس اور طلباء پر احسان جتلاتے ہیں جو کہ حد درجہ غیر معقول اور قبیح ہے ۔بندہ نے علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی جو عبارت اوپر نقل کی ہے فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے حاشیہ میں اس کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔(لا بد فی مسافة القصر من شخص يعلم ذالك و يحصل به الكفاية والالكان كل من قدر علىٰ تعلمه و لم يتعلم آثما) خلاصہ عبارت یہ ہے کہ چونکہ تفصیلی طور پر کتاب وسنت کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے۔لہٰذا اڑتالیس میل جو کہ مسافتِ قصر ہے اس مسافت کے اندر ایسے عالم کا ہونا ضروری ہے جو کہ کتاب وسنت کا مکمل عالم اور ماہر ہو اور اگر ایسا نہیں ہے تو ہر وہ آدمی جو کہ علم دین حاصل کرنے پر قادر ہے اور اس نے علم دین نہیں پڑھا گنہگار ہوگا اور یہ وہ گناہ ہوگا جو کہ ترک فرض پر مترتب ہوتا ہے۔فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ تعالیٰ تفصیلی علم شرع کے فرض کفایہ ہونے پر قرآن پاک سے بھی ایک آیۃ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں آیۃ ملاحظہ ہو(وما كان المومنين لينفر وا كافة فلو لا نفرمن كل فرقته منهم طائفة ليتفقهوا فى الدين ولينذرو اقومهم اذار جعو اليهم لعلهم يحذرون) خلاصہ عبارت آیۃ کریمہ یہ ہے کہ تمام مسلمان تحصیل علم شرعی کیلئے سفر نہیں کرسکتے تو پھر تم پر ضروری ہے کہ تم سے ایک گروہ ایسا ہو کہ وہ علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر کرے اور پھر علم میں مہارت تامہ حاصل کرے اور جب وہ تحصیل علم کے بعد اپنی قوم میں واپس آئے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے اور انہوں نے علم دین حاصل نہیں کیا وہ عالم ان کو تبلیغ دین کرے تو یہ لوگ بھی احکام خداوندی سے واقف ہو جائینگے۔اس آیۃ شریفہ میں

بھی مسلمانوں کے دو گروہ کا ذکر ہے۔

اول:۔ وہ جو علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر کرے اور علم دین پر پورا عبور حاصل کرے۔

دوم:۔ گروہ وہ ہے جو کہ پیچھے رہ گیا اور دنیاوی کاروبار کیا اور سفر کرنے والوں کی مالی امداد کی تو چونکہ تفصیلی علم دین حاصل کرنا فرض کفایہ تھا لہٰذا ایک گروہ نے جو علم دین حاصل کیا تو انہوں نے اپنا فرض بھی ادا کیا اور دنیاوی کاروبار کرنے والوں کا بھی فرض ادا کر دیا۔خلاصہ مضمون یہ ہے کہ کہ دنیاوی کاروبار کرنے والے طلباء دین کی مالی امداد کریں اور اس امداد سے طلباء اور مدارس پر احسان نہ جتلائیں بلکہ طلباء کا ان پر احسان ہے کہ انہوں نے اپنا اور امداد کنندوں کا فرض ادا کیا ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ تفصیلی علم شریعت چونکہ کتاب وسنت کے اسرار ورموز کے حاصل اور معلوم کرنے سے ہوتا ہے تو کتاب وسنت میں مہارت اور اس پر پورا پورا عبور کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔تو علماء اہل سنت نے اس کے لئے ہر دور میں ایک تعلیمی نصاب مقرر کیا ہے تو پہلے یہ نصاب مختصر تھا اور پھر یہ نصاب ہر دور کے تقاضوں کے مطابق بڑھتا گیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اسلام نے ترقی کی اور جزیرہ عرب سے نکل کر دنیا کے ہر گوشہ اور اطراف واکناف میں پہنچا تو عقلا اور حکماء اور فلاسفہ یونان نے اسلام کی ترقی سے حیرت زدہ ہو کر کتاب وسنت اور اس سے حاصل شدہ لٹریچر کا بغور مطالعہ کیا کیونکہ یہ ایک مسلم امر ہے کہ جب کوئی قوم اپنے منشور پر عمل کر کے حیرت انگیز ترقی کرتی ہے تو دوسری اقوام اس ترقی یافتہ قوم کے منشور اور لٹریچر میں دلچسپی لینا شروع کر دیتی ہیں اور اس کا مطالعہ کرتی ہیں تا کہ معلوم ہو کہ اس کے منشور میں وہ کونسا کمال ہے جس کی وجہ سے یہ قوم سالوں کی ترقی کو مہینوں اور دنوں میں حاصل کر رہی ہے تو اس بناء پر حکماء اور فلاسفروں نے کتاب وسنت کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا تو اب عقلاء اور فلاسفہ کے دو گروہ ہو گئے

گروہ اول:۔ نے کتاب وسنت کے نظریہ کو جب عقل سلیم کے ترازو پر تولا تو اس کو عقلی قواعد و ضوابط کے بالکل مطابق پایا بلکہ کتاب وسنت نے عقل سلیم کو نئی راہوں سے روشناس کرایا۔مولانا

ظفر علی خان مرحوم نے اپنے ایک شعر میں اس کی یوں وضاحت کی ہے۔ شعر ملاحظہ ہو۔

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا

وہ راز اک کملی والے نے حل کر دیا چند اشاروں میں

یہ گروہ اسلام کی حقانیت پر ایمان لایا اور اسلام کی ہر بات کو دلائل عقلیہ سے ثابت کیا اور معترضین کو دلائل عقلیہ سے دنداں شکن جواب دیا اور فلاسفہ کے۔

گروہ دوم: نے اسلام کے بعض معتقدات اور نظریات پر عقلی دلائل سے شدید اعتراضات کئے اب مسلمانوں پر یہ فرض ہو گیا کہ ان عقلی اعتراضات کا عقلی دلائل سے جواب دیں کیونکہ دلائل دو قسم کے ہی ہوتے ہیں۔ نقلی اور عقلی۔ چونکہ یہ دوسرا گروہ نقلی کا تو منکر تھا اس لئے اس گروہ کا عقلی دلائل سے ہی منہ بند کیا جا سکتا ہے۔ اب علماء اسلام عقلی اور فلسفی دلائل سے تب ہی جواب دے سکتے ہیں کہ علوم عقلیہ اور فلسفہ میں مہارت حاصل کریں کیونکہ جب تک کسی علم میں مہارت حاصل نہ ہو اور اس کو کما حقہ نہ سمجھا جائے اس میں نہ تو کوئی کلام کر سکتا ہے اور نہ اس پر اعتراض ۔ غور فرمائیں یہود اور نصاریٰ کے علماء اور روسی دہریے کتاب و سنت اور اسلامی معتقدات اور نظریات پر جو آئے دن اعتراضات کرتے ہیں تو ان کو کتاب و سنت اور عربی زبان پر پورا عبور ہوتا ہے چنانچہ شبلی نعمانی مرحوم اپنی کتاب میں تحریر کرتا ہے کہ یورپ میں ایسے نصرانی علماء دیکھے گئے ہیں جنہوں نے مسند امام احمد حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا چھ دفعہ نہایت غور سے مطالعہ کیا ہے حالانکہ بعض علماء اسلام مسند امام احمدؒ کی زیارت سے بھی محروم ہیں۔ بات دور نکل گئی ہے بندہ یہ بیان کر رہا تھا کہ فلاسفہ اور حکماء کے ایک گروہ نے اسلامی نظریات پر عقلی اور فلسفی اعتراضات کئے تو علماء اسلام پر لازم ہو گیا کہ ان دلائل کا جواب عقلی دلائل سے دیں اور یہ اسی وقت ممکن تھا کہ علماء اسلام فلسفہ میں مہارت حاصل کریں اس بناء پر اسلامی نصاب میں علوم عقلیہ اور فلسفہ کو داخل کیا گیا اور پھر علماء اسلام نے ان علوم عقلیہ میں اس قدر مہارت حاصل کی فلاسفہ یونان بھی حیرت زدہ ہو گئے بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے کہ علوم عقلیہ کا معلم ثالث بو علی سینا ہے اور

اس نے فلسفہ یونان کے نظریات پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام اشارات ہے اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شرح لکھی ہے اور اس میں فلاسفہ کے نظریات کا فلسفی قواعد سے رد بلیغ کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ علماء اسلام نے علوم عقلیہ کو حاصل تو اس لئے کیا تھا کہ معترضین کا جواب ان کے مسلمہ دلائل عقلیہ سے دیں لیکن فلسفہ میں اتنی مہارت حاصل کی فلسفی نظریات کا تیہ پاچا کر دیا یہاں بندہ اس پر بحث کر رہا تھا کہ علوم عقلیہ اور فلسفہ کو اسلامی نصاب تعلیم میں کیوں داخل کیا گیا تو اس کی دو وجہ ظاہر ہو گئیں۔

وجہ اول: ۔ یہ کہ اسلامی نظریات پر جو عقلی اور فلسفی اعتراضات کے گئے ان کا جواب عقلی اور فلسفی دلائل سے دیا جا سکے۔

وجہ دوم: ۔ جو فلسفی نظریات اسلام سے متصادم ہیں ان کو فلسفی دلائل سے رد کیا جائے تو اب فلاسفہ یونان کو لینے کے دینے پڑ گئے وہ اسلامی نظریات پر اعتراض کر رہے تھے اور اب اپنا بیڑا بھی غرق کر بیٹھے اب ہر دور میں جو علوم عقلیہ کو اسلامی نصاب تعلیم میں داخل کیا گیا تو اس کی یہ صورت نہیں تھی کہ چند ناتراشیدہ لال بجھکر بیٹھ گئے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ فلاں فن کی فلاں کتاب داخل کر لو اور فلاں کتاب کو نکال دو بلکہ اس کی صورت یہ تھی کہ چند ماہرین علماء اسلام نے مجلس منعقد کی اور ان علماء کو کتاب و سنت پر پورا عبور تھا اور اس کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے۔ اور ان کو معلوم تھا کہ کتاب و سنت کے فلاں فلاں نظریات پر فلاسفہ نے عقلی اعتراضات کئے ہیں تو ان ماہرین علماء اسلام نے اسلامی نصاب تعلیم میں صرف ان علوم عقلیہ کو داخل کیا جن میں ان عقلی اعتراضات کے عقلی دلائل سے جواب دے گئے ہیں یا کہ ان علوم عقلیہ کی مدد سے ان اعتراضات کے عقلی دلائل سے جواب دیئے جا سکتے ہیں۔ غور فرمائیں علوم عقلیہ کی جو کتابیں داخل نصاب کی گئی ہیں تو ان کتابوں کو بتمامہ داخل نصاب نہیں کیا گیا بلکہ ان کتابوں کا صرف اتنا حصہ داخل نصاب کیا گیا جس کی مدد سے کتاب و سنت کے اسرار و رموز سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے اور ان سے اعتراضات عقلیہ کا عقلیہ سے جواب دیا جا سکتا ہے اور مدرسین

اور طلباء کی اصلاح میں اسکو مقام درس کہا جا تا ہے۔ جس دور میں علوم عقلیہ کو داخل نصاب اسلامی کیا گیا تو علماء اسلام نے عقلی علوم پر کتابیں لکھنا شروع کیں تو ہر دور میں علماء اسلام نے ان عقلی کتب کو داخل نصاب اسلامی کیا جو کہ ان کے خیال میں کتاب وسنت کے سمجھنے میں زیادہ مفید اور مددگار تھیں اسی بناء پر نصاب اسلامی تغیر پذیر رہا۔ جونئی کتاب سابقہ سے بہتر تھی اس کو داخل نصاب کیا گیا اور سابقہ کو خارج کر دیا گیا۔ اب موجودہ دور میں جو اسلامی نصاب مداراس عربیہ اسلامیہ میں پڑھایا جارہا ہے اس کو درس نظامی کہا جاتا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حضرت مولانا نظام الدین سہالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ لکھنو کے قرب و جوار میں پیدا ہوئے اور 1161 ہجری میں وفات پائی اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل علوم نقلیہ اور عقلیہ کے ماہر تھے تمام عمر تدریس وتصنیف میں بسر کی اور علوم نقلیہ اور عقلیہ کے بادشاہ تھے اور صوفی مجاز تھے موجودہ درس نظامی ان کا ترتیب دیا ہوا ہے اسی وجہ سے اس کو درس نظامی کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ درس نظامی دار العلوم نظامیہ بغداد شریف کی طرف منسوب ہے یہ غلط ہے اور ناواقفی پر مبنی ہے۔ 1161ھ کے بعد جو بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے وہ اسی درس نظامی کی پیداوار ہیں اب یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت مولانا نظام الدین سہالوی قدس سرہٗ العزیز نے جو درس نظامی مرتب فرمایا تھا وہ بعینہٖ اب اس دور میں موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اس نصاب میں شرح اشارات، شرح مطالع شرح تجرید اور جدید تین اور قدیمتین وغیرہا داخل تھیں اور اب اس دور میں نہیں ہیں اور بعد میں درس نظامی میں قطع و برید اور زیادتی اور کمی ہوئی ہے تو یہ کسی منصوبے کے ماتحت نہیں ہوئی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ طلباء علوم اسلامیہ سہولت پسند ہو گئے اور انہوں نے پورا درس نظامی نہ پڑھا تو اس کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ فارغ التحصیل طلباء مذکورہ بالا علمی کتابوں کو پڑھانے سے قاصر رہے اور دوسرے طلباء نے بھی مذکورہ بالا کتابوں کے پڑھنے میں دلچسپی نہ لی تو وہ کتابیں خود بخود درس نظامی سے خارج ہو گئیں کیونکہ نہ ان کا کوئی پڑھانے والا رہا اور نہ پڑھنے والا اگرچہ وہ کتابیں قرآن پاک اور حدیث کے فہم کیلئے بہت مفید تھیں بندہ اس کی

یہاں ایک مثال پیش کرتا ہے کہ ہمارے موجودہ دور میں جو علمی انحطاط آرہا ہے تو بالفرض اگر چند سال کے بعد کافیہ اور قدوری اور اصول شاشی اور شرح تہذیب سے اوپر فنون پڑھانے والا کوئی عالم پیدا نہ ہوا تو یہ اوپر والا نصاب خود بخود درس نظامی سے خارج ہو جائیگا اسی طرح ہمارے بعض مدارس دینیہ کی یہ عادت ہوگئی ہے کہ جب ان کو کوئی خاص فن پڑھانے والا مدرس دستیاب نہیں ہوتا تو وہ اس فن کو ہی اپنے دار العلوم کے نصاب سے نکال دیتے ہیں ایک بڑے پرانے عالم نے ایک دفعہ بندہ کے سامنے یہ تذکرہ کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ کتاب خیالی پڑھانے والے کے گھر پر جھنڈا لہراتا تھا جیسے آج کل وزراء کی کاروں پر فخریہ جھنڈے ہوتے ہیں تو بندہ نے عالم مذکور کو جواب دیا کہ اب جو علمی انحطاط آرہا ہے تو اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چند سال کے بعد نحو میر اور ایساغوجی پڑھانے والے مدرس کے گھر پر جھنڈا لہرائیگا اس تمام سمع خراشی سے بندہ کا مقصد یہ ہے کہ درس نظامی کے نصاب میں یہ قطع و برید کسی منصوبہ کے تحت نہیں ہوئی بلکہ اس کا سبب مجبوری اور کم علمی ہے، بہر حال اب بھی جتنا درس نظامی باقی رہ گیا ہے اگر ہمارے مدارس دینیہ اس کی تعلیم کا مکمل انتظام کریں اور طلباء کو دوران تعلیم یہ پڑھایا جائے کہ کتاب وسنت پر اغیار کی طرف سے یہ اعتراض کئے جاتے ہیں اور انکا یہ جواب ہے تو ہمارے علماء کتاب وسنت اور اسلامی معتقدات کا پورا پورا دفاع کر سکتے ہیں بندہ کا یہ دعویٰ ہے کہ کتاب وسنت پر عقلاء اور فلاسفہ نے جو عقلی اعتراضات کئے ہیں ان کا جواب صرف اور صرف موجودہ درس نظامی سے ہی دیا جا سکتا ہے کوئی جدید عالم اور فلاسفر جدید علوم سے جواب نہیں دے سکتا بندہ نے بعض متجددین کو حکماء کے اعتراضات لکھ کر بھیجے ہیں کہ آپ لوگ جدید علوم سے ان کا جواب دیں یا کہ قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی کو روانہ کریں کہ وہ ان اعتراضات کا جواب جدید علوم سے دیں اگر انہوں نے جدید علوم سے مکمل جوابات دیئے تو ہم جدید علوم کی برتری تسلیم کرلیں گے اور دینی مدارس کو مشورہ دیں گے کہ وہ ان جدید علوم کو اپنے مدارس کے نصاب میں داخل کریں لیکن اگر الازہر والوں نے بھی ان عقلی اعتراضات کا جواب ہمارے قدیم درس نظامی سے ہی دیا تو پھر درس نظامی کی برتری

ثابت ہوگی اور ہم پرانے فیشن والے انکو یہ مشورہ دینگے کہ قرآن فہمی اور حدیث دانی کیلئے وہ اپنے مدارس میں درس نظامی کا انتظام کریں اب بندہ یہاں مشت نمونہ از خروارے چند وہ اعتراضات نقل کرتا ہے جن کا جواب ہمارا پرانا درس نظامی ہی دے سکتا ہے۔اعتراضات ملاحظہ ہوں۔

اعتراض اول:۔قرآن پاک میں ہے (کنتم امواتا فاحیا کم ثم یمیتکم ثم یحییکم) اس آیۃ مبارکہ میں دو موتوں اور دو حیاتیوں کا ذکر ہے۔دونوں حیات میں محیی یعنی حیات دہندہ کا ذکر ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہے اور دوسری موت میں ممیت کا ذکر ہے کہ وہ رب العزت ہے لیکن موت اول میں ممیت کا ذکر نہیں ہے حالانکہ موت اور حیات ہر دو کا خالق اللہ تعالیٰ ہے قرآن پاک میں ہے۔(خلق الموت والحیات) کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ موت اور حیات ہر دو کا پیدا کرنے والا ہے اسی نے ہر ایک کو پیدا فرمایا اس کی کیا وجہ ہے۔

اعتراض دوم: قرآن پاک میں (ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فأتو بسورۃ من مثلہ) تو من مثلہ کی نحوی ترکیب میں صرف دو احتمال ہیں۔

احتمال اول:۔یہ کہ ظرف مستقر ہے اور اس کا متعلق محذوف ہے اور یہ سورۃ کی صفت ہے اس احتمال میں مثلہ کی ضمیر مانزلنا کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے۔اور عبدنا کی طرف بھی۔

احتمال دوم:۔کہ من مثلہ ظرف مستقر نہیں ہے۔بلکہ فأتو کے متعلق ہے اور اس احتمال میں مثلہ کی ضمیر صرف عبدنا کی طرف راجع ہے اور مانزلنا کی طرف راجع نہیں ہو سکتی اس کی کیا وجہ ہے؟۔

اعتراض سوم: کلام پاک میں جو ظروف اور حروف جارہ ہیں انکا کوئی نہ کوئی متعلق ہوتا ہے کبھی مذکور اور کبھی محذوف اور بغیر متعلق کے جملہ کا معنی سمجھ نہیں آتا یعنی جملہ اپنا معنی سمجھانے میں متعلق پر موقوف ہے جب متعلق محذوف ہوتا ہے تو بعض نحوی ثَبَتَ مقدر اور محذوف نکالتے ہیں اور بعض دوسرے ثابِتُ نکالتے ہیں۔مثلاً قرآن پاک میں ہے الحمدللہ اب یہاں للہ کا

متعلق محذوف ہے جب تک متعلق کا لحاظ نہ کیا جائے الحمدللہ کا معنی سمجھ نہیں آتا خلاصہ یہ ہے الحمدللہ اپنا معنی سمجھانے کیلئے متعلق کی طرف محتاج ہے اسی طرح دوسری جگہ فرمایا گیا۔للہ ما فی السموت والارض یہاں بھی جب تک لام جارہ کے متعلق کا اعتبار نہ کیا جائے کلام کا مطلب سمجھ نہیں آتا اسی طرح اور اور جگہ میں ہے للہ المشرق والمغرب یہاں بھی لام جارہ کا متعلق محذوف ہے جسکے بغیر کلام کا معنی سمجھ نہیں آتا اب سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں جو یہ متعلقات محذوف ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہیں یا کہ غیر اللہ کی کلام ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہیں تو یہ صریحاً غلط ہے کیونکہ یہ تو نحاۃ بصرہ اور کوفہ کے اجتہاد ہیں کوئی کچھ مقدر نکالتا ہے اور کوئی کچھ اور مقدر نکالتا ہے اور اگر یہ متعلقات غیر اللہ کی کلام ہیں جیسا کہ صحیح یہی ہے تو لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ کی کلام اپنا معنی سمجھانے کیلئے غیر اللہ کی طرف محتاج ہے۔العیاذ باللہ۔تو اب یہ کلام بلیغ ہی نہیں ہے چہ جائیکہ معجز ہو حالانکہ قرآن پاک معجز ہے۔

سوال چہارم: قرآن پاک میں ہے (وعلم آدم الاسماء کلھا ثم عرضھم علی الملائکۃ فقال انبونی باسماء ھولاء ان کنتم صادقین) اب اس آیۃ مبارکہ میں تصریح ہے کہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اسماء کی تعلیم دی اور ظاہر ہے کہ فرشتوں کو یہ تعلیم نہ دی اور ان کو یہ اسماء نہ سکھائے پھر آدم علیہ السلام کو یہ فرمانا کہ فرشتوں سے اسماء دریافت کرو اور پوچھو بظاہر غیر معقول معلوم ہوتا کیونکہ جب فرشتوں کو اسماء کی تعلیم ہی نہیں دی گئی تو وہ کیسے بتلا سکتے ہیں اگر فرشتوں کو بھی اسماء کی تعلیم دی جاتی تو وہ بھی اسماء بتلا دیتے آدم علیہ السلام نے اسی لئے اسماء بتلائے کہ ان کو سکھا دیئے گئے تھے اگر آدم علیہ السلام کو بھی اسماء کی تعلیم نہ دی جاتی تو یہ بھی نہ بتلا سکتے۔خلاصہ یہ کہ آدم علیہ السلام کو اسماء سکھائے گئے اور فرشتوں کو نہ سکھائے گئے تو فرشتے جواب نہ دے سکے اگر اسماء فرشتوں کو سکھائے جاتے اور آدم علیہ السلام کو نہ سکھائے جاتے تو فرشتوں کے سوال پر آدم علیہ السلام بھی جواب نہ دے سکتے۔امتحان کا یہ قاعدہ مسلمہ ہے کہ تمام طلباء کو نصاب پڑھایا جاتا ہے اور پھر امتحان لیا جاتا ہے کہ کس نے سبق یاد

کیا ہے اور کس نے یاد نہیں کیا فرشتوں سے جو سوال کیا گیا وہ نصاب سے خارج تھا۔ اگر نصاب سے خارج سوال کیا جائے تو طلباء ہنگامہ برپا کردیتے ہیں۔

سوال پنجم :۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے اقوال نقل فرمائے ہیں اور فرشتوں کی کلام نقل فرمائی ہے مثلاً ابراہیم علیہ السلام کی طرف یہ کلام منسوب فرمائی (و اذقال ابراھیم رب اجعل ھذا البلد آمنا واجنبنی و بنی ان نعبد الاصنام) الآیۃ یہ تمام رکوع ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہے اسی طرح فرشتوں کی کلام نقل فرمائی (قالو اتجعل فیھا من یسفد فیھاویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك الخ)قالو سبحانك لا علم لنا الا ماعلمتنا انك انت العليم الحكيم) اور اسی طرح فرعون کی کلام نقل فرمائی (قال فرعون ومارب العلمين الخ)قال آمنتم له قبل ان آذن لكم انه لكبير كم الذى علمكم السحر فلسوف تعلمون لا قطعن ايديكم وارجلكم من خلاف و لا صلبنكم اجمعين) یہ نو آیات ہیں جو کہ فرعون کے مقالات ہیں اس کے بعد جادوگروں کا مقولہ دو آیات ہیں اسی طرح اور مقولات ہیں جو کہ غیر اللہ کی طرف منسوب ہیں اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقولات فی الواقع انہیں کے ہیں جن کی طرف منسوب ہیں یا کہ ان کے نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہے اگر پہلی صورت ہے کہ یہ کلام غیر اللہ کی ہے تو پھر غیر اللہ کی کلام معجز ہوئی تو پھر یہ دعویٰ کہ قرآن اور کلام معجز ہے درست نہ ہوا کیونکہ معجز کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ اس قسم کی کلام لانے پر قادر نہیں ہے تو اب غیر اللہ اس قسم کی معجز کلام لانے پر قادر ہو گیا۔ اور اگر دوسری ہے کہ کلام غیر اللہ کی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی کلام معجز ہے تو پھر قرآن کا یہ کہنا ہے کہ یہ کلام فلاں فلاں کی ہے خلاف واقع ہوا حالانکہ خلاف واقع اور کذب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ میں محال ہے لقولہ تعالیٰ (ومن اصدق من الله قيلا)

سوال ششم :۔ قرآن پاک جو معجز ہے تو وجہ اعجاز میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ قرآن پاک بلاغت کی وجہ سے معجز ہے تو سوال یہ ہے کہ علم بلاغت وہی ہے جو کہ اس علم کی مبسوط کتابوں میں

مذکورہ ہے اور اس علم کے بڑے بڑے امام گزرے ہیں تو جن آئمہ کو اس علم بلاغت پر پوری دسترس حاصل ہے وہ بلاغۃ کے لحاظ سے اسی کلام پر قادر ہیں جو کہ قرآن کا مقابلہ کرے اور اس کی مثل ہو۔ اب اس پر کیا دلیل کہ وہ ائمہ قرآن کی مثل نہیں لاسکتے۔

سوال ہفتم :۔ قرآن پاک میں ہے (ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر) اب شئی کا اطلاق واجب اور ممکن اور ممتنع تینوں پر آتا ہے اور لفظ کل الفاظ عامہ سے ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ لفظ عام اگر اپنے عموم پر ہے اور مخصوص البعض نہیں ہے تو لازم آئیگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے پر قادر اور اپنا مقدور ہو اور نیز لازم آئیگا کہ شریک الباری جو کہ ممتنع اور محال بالذات ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کا مقدور ہو اور یہ باطل ہے۔ کیونکہ اس صورت میں شریک الباری ممتنع لذاتہٖ نہیں رہیگا اور اگر مذکورہ بالا عام مخصوص البعض ہے اور واجب اور ممتنع اس سے خارج ہیں تو اب دو سوال ہیں۔

اول :۔ یہ کہ وہ مخصص کونسی آیۃ یا حدیث ہے جس کا یہ معنی ہو کہ شئی اپنے عموم پر نہیں ہے اور واجب اور ممتنع اس سے خارج ہیں۔

دوم : یہ کہ عام مخصوص البعض ظن کا مفید ہوتا ہے اور ظنی ہوتا ہے حالانکہ یہ قطعی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ ہر شئی پر قادر ہے۔

سوال ہشتم : قرآن پاک میں ہے (ولكن رسول الله وخاتم النبين) اب سوال یہ ہے کہ لفظ النبین جو کہ الفاظ عامہ سے ہے یہ اپنے عموم پر اور غیر مخصوص البعض ہے یا کہ عموم پر نہیں ہے اور مخصوص البعض ہے۔

صورت اول میں چونکہ آنحضرت ﷺ بھی نبی ہیں لہٰذا آپ بھی النبین میں داخل ہونگے اور جیسے آپ دوسرے نبیوں کیلئے خاتم ہیں اور دوسرے نبیوں سے موخر ہیں اسی طرح اپنے لئے بھی خاتم اور اپنے سے بھی موخر ہونگے اور جیسے دوسرے انبیاء علیہم السلام آپ سے مقدم ہیں آپ خود بھی اپنے سے مقدم ہونگے اور تقدم شئی علی نفسہٖ باطل ہے اور دوسری خرابی یہ آئیگی کہ آپ جن

نبیوں کیلئے خاتم ہیں وہ نبی خاتم النبین نہیں ہونگے۔اور چونکہ آپ اپنے لئے بھی خاتم ہیں لہٰذا
آپ بھی خاتم النبین نہیں ہونگے حالانکہ مذکورہ بالا نص سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبین
ہیں تو لازم آئیگا آپ خاتم النبین ہوں بھی اور نہ بھی تو یہ باطل ہے۔کیونکہ یہ اجتماع نقیضین ہے۔

صورت دوم کہ لفظ النبین اپنے عموم پر نہ ہو اور مخصوص البعض ہو اور آپ اس میں داخل نہ ہوں
تو آپ کا خاتم النبین ہونا ظنی ہوگا کیونکہ عام مخصوص البعض ظنی ہوتا ہے حالانکہ خاتم النبین کا
عقیدہ قطعی ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔اور دوسرا سوال یہ ہے اس صورت میں مخصص کون ہے
یہاں تک بندہ نے آٹھ سوال ذکر کئے ہیں جن کا تعلق قرآن کے ساتھ ہے اور ان سوالات کے
ذکر کا یہ مقصد ہے کہ ان سوالات کا جواب کسی جدید علم سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ ان کا جواب صرف
اور صرف پرانے درس نظامی سے دیا جا سکتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ درس نظامی کا تعین قرآن
فہمی اور حدیث دانی کیلئے ہی کیا گیا ہے لہٰذا درس نظامی میں یا تو ان سوالات کا جواب صریح طور پر
دیا گیا ہے اور یا درس نظامی کی مدد سے اس کے ماہرین دے سکتے ہیں اب بندہ ان سوالات کا ذکر
کرتا ہے جن کا تعلق حدیث پاک سے ہے۔

سوال اول:۔حدیث شریف میں ہے۔(ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن) اس
حدیث میں لفظ کان سے مراد شئی کا وجود اور لفظ لم یکن سے مراد شئی کا عدم ہے اور یہ امر واضح ہے
کہ شئی کا وجود اور عدم ہر دو مشیت خداوندی کے تابع ہیں اور ہر دو کے ساتھ مشیت ایزدی کا تعلق
ہے تو اب قاعدہ کے مطابق حدیث مبارک کے الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جن سے یہ واضح ہو کہ
ہر شئی کا وجود اور عدم مشیت خداوندی کے تابع ہے حالانکہ مذکورہ بالا حدیث شریف سے صرف یہ
پتہ چلتا ہے کہ مشیت کا تعلق صرف شئی کے وجود سے ہے اور شئی کے عدم کے ساتھ عدم مشیت کا
تعلق ہے نہ کہ مشیت کا۔تو حدیث اس طرح ہونی چاہیے (ماشاء اللہ کان ومشاء اللہ لم
یکن) اب اس عبارت میں وجود اور عدم ہر دو کو مشیت خداوندی کے تابع کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ
ہے کہ حدیث میں پہلی عبارت کو اختیار کیا گیا ہے نہ کہ دوسری عبارت کو۔

سوال دوم: حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن دوزخی کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی
اب سوال یہ ہے کہ جہنمی کی داڑھ جس نے گناہ کیا تھا وہ تو زیادہ سے زیادہ ماشہ یا دو ماشہ کے برابر
تھی اب قیامت میں جو احد پہاڑ کے برابر ہوگی تو اس کے ساتھ اور بہت سا مادہ ملایا جائیگا
۔حالانکہ وہ مادہ داڑھ کے ساتھ گناہ میں شریک نہ تھا تو اب تعذیب بلا معصیۃ لازم آئیگی یعنی اس
مادۂ زیادہ نے گناہ تو نہیں کیا تھا اور اس کو قیامت میں عذاب ہوگا اور یہ عدل کے خلاف ہے۔

سوال سوم:۔مسلم شریف میں ایک حدیث ہے ملاحظہ ہو۔(والذی نفس محمد بیدہ لا
یسمع بی احد من ھذہ الامۃ یھودی ولا نصرانی ثم یموت ولم یؤمن بالذی
ارسلت بہ الا کان من اصحاب النار) اس حدیث پر تین سوال ہیں۔

سوال اول:۔باعتبار علم صرف کہ حدیث شریف میں جو لفظ لا یسمع ہے یہ کونسا صیغہ ہے اگر یہ
جواب دیا جائے کہ یہ لفظ لا یضرب کی طرح نفی مضارع کا صیغہ ہے تو یہ غلط ہے کہ یہ نفی کا صیغہ
ہے۔

سوال دوم:۔لا یسمع بی احدٌ میں جو لفظ احدٌ ہے یہ ترکیب میں کیا واقع ہے۔یہ سوال علم
نحو کے لحاظ ہے اگر یہ جواب دیا جائے کہ لفظ احدُ، یہ فاعل ہے لا یسمع کا تو جواب غلط ہے یہ لا
یسمع کا فاعل نہیں ہے۔

سوال سوم:۔یہ سوال باعتبار لغت کے ہے حدیث شریف کا ظاہری معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی
آنحضرت ﷺ کو سنتا تک نہیں ہے اور یہ جانتا بھی نہیں کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ فرمایا ہے اور پھر
وہ آدمی آپ کے ساتھ ایمان نہیں لایا تو وہ جہنم میں جائیگا۔یہ تکلیف مالا یطاق ہے کیونکہ جس آدمی
کو آپکا علم تک نہیں ہے وہ آپ کے ساتھ ایمان کیسے لا سکتا ہے اور پھر اس تکلیف مالا یطاق کی بناء
پر اس کو دوزخ میں داخل کرنا عدل کے خلاف ہے یہاں تک گیارہ سوال آئے جن کا تعلق کتاب و
سنت سے ہے۔ان سوالات کو ذکر کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ان کا جواب کوئی نہیں دے

سکتا بلکہ ذکر کرنے کے چند مقصد ہیں۔

مقصد اول:۔ یہ کہ ان سوالات کے جواب درس نظامی میں ہی موجود ہیں اور درس نظامی کی مدد سے ہی ان سوالات کا جواب دیا جا سکتا ہے۔اور درس نظامی کا ماہر ہی ان سوالات کو حل کر سکتا ہے۔

مقصد دوم:۔ یہ سوالات تمرین کے طور پر ذکر کئے گئے ہیں کہ درس نظامی کے طلباء اور علماء اس قسم کے سوالات پر غور وخوض کریں تا کہ ان پر اگر کوئی اس قسم کے سوالات کرے تو اسکا وہ جواب دے سکیں۔

مقصد سوم:۔ ہمارے مدارس دینیہ میں درس نظامی کی تعلیم کا ایسا بہترین انتظام ہونا چاہیے کہ ان مدارس سے فارغ فضلا اس قسم کے مشکل سوالات کا جواب دینے پر قادر ہوں۔

مقصد چہارم:۔ بعض ناظمین مدارس کا یہ خیال ہے کہ درس نظامی میں رود بدل اور کاٹ چھانٹ کر کے جدید علوم کو بھی نصاب میں داخل کیا جائے ان حضرات کو اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ دینی مدارس کا مقصد اعلیٰ یہ ہے کہ ہمارے طلباء کتاب وسنت کے اسرار ورموز سمجھیں۔یہ مقصد نہیں ہے کہ ہمارے مدارس سے فارغ فضلاء ایٹم بم بنائیں اور نئی ایجادات کریں تو اب ان متجد دین کو یہ سوچنا چاہیے کو وہ کون سے مشکل سوالات اور اسرار ورموز ہیں کہ پرانا درس نظامی ان کے حل اور فہم کیلئے کافی نہیں اور صرف جدید علوم سے ہی ان سوالات کا حل کیا جا سکتا ہے اور کتاب و سنت کے اسرور موز سمجھے جا سکتے ہیں بندہ نے کتاب وسنت سے متعلق جو سوالات نقل کئے ہیں مناسب یہ تھا کہ ان کے جوابات بھی یہاں ذکر کر دیئے جاتے لیکن یہاں ایسا نہیں کیا گیا اس کی بھی چند وجوہ ہیں۔

وجہ اول:۔ اس صورت میں مضمون طویل ہو جائیگا اور پھر ہو سکتا ہے کہ سارے مضمون کی اشاعت ممکن نہ ہو۔

وجہ دوم:۔ جیسا کہ قاعدہ ہے کہ علم صرف پڑھنے والے طلباء سے استاد کوئی صیغہ پوچھتا ہے تو طلباء کو اسی وقت استاد صیغہ نہیں بتلاتا اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ طلباء خود غور کرینگے۔تو ان میں صیغہ حل کرنے کا ملکہ پیدا ہوگا اگر اسی وقت صیغہ بتلا دیا جائے تو طلباء میں ملکہ پیدا نہیں ہوتا۔بندہ نے بھی جوابات اسی لئے ذکر نہیں کیے تا کہ طلباء خود غور کریں اور ان کو ایسے سوالوں کے حل کرنے کا ملکہ حاصل ہو۔

وجہ سوم:۔ اگر بندہ یہاں جوابات ذکر کر دے تو بعض متجد دین یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سوال کونسے مشکل ہیں ان کا جواب تو ہم پہلے سے جانتے تھے۔

وجہ چہارم:۔ سوالات مذکورہ بالا سے بعض کا جواب وہی سمجھے گا جو کہ درس نظامی میں مہارت رکھتا ہو لہٰذا ہر کسی کو وہ جواب سمجھنا مشکل ہو جائیگا۔اگر کوئی صاحب ان سوالات کا جواب دے تو یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا کہ جواب کس کتاب میں لکھا ہے۔اب بندہ یہاں درس نظامی اور مدارس اسلامیہ کے متعلق چند امور ذکر کرتا ہے۔

امر اول:۔ پرانے درس نظامی پر متجد دین کی طرف سے ایک اعتراض کیا جاتا ہے کہ درس نظامی بہت بوجھل ہے اس میں طالب علم کو بڑی مشقت کرنا پڑتی ہے اور وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے لہٰذا اس میں کانٹ چھانٹ ضروری ہے اس سوال کے چند جواب ہیں۔

جواب اول:۔ بندہ اس سوال کو بالکل تسلیم کرتا ہے اور جواب دیتا ہے کہ درس نظامی سے کتاب وسنت کے اسرار ورموز حاصل ہوتے ہیں اور اس سے دین ودنیا کی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور یہ سعادت عظمیٰ ہے اور سعادت عظمیٰ کے حصول کیلئے بوجھ اٹھانا پڑتا ہے اور مشقت برداشت کرنا پڑتی ہے۔اور اس کے حصول کیلئے کافی وقت خرچ کرنا پڑھتا ہے۔اب بندہ یہاں اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے غور فرمائیں۔سلف صالحین میں بڑے بڑے مشائخ گزرے ہیں جن کو غوث اور قطب اور ابدال کہا جاتا ہے اور پھر ان سے بعض کو غوث اعظم کہا جاتا ہے کیا ان

مشائخ نے یہ مراتب اور سعادت عظمیٰ حلوہ اور پلاؤ کھا کر اور عیش وعشرت کر کے حاصل کی ہے ہر گز نہیں ۔ بلکہ بھوک اور پیاس برداشت کی اور بڑے بڑے مجاہدے کئے تب کہیں جا کر یہ سعادت عظمیٰ حاصل کی اگر یہ مشائخ متجددین کی طرح یہ خیال کرتے کہ یہ مجاہدات اور بھوک وپیاس برداشت کرنا بڑا بوجھل ہے اور اس میں بڑی مشقت ہے اور اس پر کافی مدت صرف کرنا پڑتی ہے تو وہ کبھی اس سعادت عظمیٰ کو حاصل نہ کر سکتے انہوں نے یہ بوجھ اور مشقت صرف سعادت عظمیٰ حاصل کرنے کیلئے برداشت کی اور وہ اس کو بوجھ نہیں سمجھتے تھے بلکہ یہ بوجھ اور مشقت انہوں نے خوشی سے برداشت کی کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ سعادت عظمیٰ کے مقابلہ میں یہ بوجھ اور مشقت کوئی حیثیت نہیں رکھتی اسی لئے ہماری معقول کی کتابوں میں ''مصرح'' ہے۔ کہ ہر علم کے شروع کے وقت طالب علم کو اس علم کا فائدہ اور نفع معلوم کرنا ضروری ہے' تاکہ طالب علم اس نفع کو ملحوظ کرتے ہوئے بوجھ اور مشقت کو خوشی سے برداشت کرے۔ آج کل کے متجددین جو طلباء کے سامنے درس نظامی کو ہوّا بنا کر پیش کرتے ہیں یہ کتاب وسنت اور طلباء کے دشمن ہیں اور طلباء اسلامیہ کو سعادت عظمیٰ سے محروم کرنا چاہتے ہیں اور طلباء حماقت کی وجہ سے ان کو اپنا دوست خیال کرتے ہیں۔

جواب دوم :۔ درس نظامی اگر محنت سے حاصل کیا جائے تو اس پر صرف نو سال خرچ ہوتے ہیں اور اس کے بعد وہ مستند عالم دین ہوتا ہے۔ اور اس کو ہر مذہبی عہدہ آسانی سے مل جاتا ہے مثلاً مدرس مفتی، مناظر اور درس نظامی کے فارغ کو کوئی اور امتحان پاس نہیں کرنا پڑتا اور دوران تعلیم اس کے والدین کو کوئی زیادہ مالی بوجھ بھی برداشت نہیں کرنا پڑتا اور اس کو فارغ ہونے کے بعد بغیر درخواست دینے کے عہدہ مل جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ درس نظامی سے فراغت عہدہ کے حصول کی گارنٹی ہوتی ہے۔ برخلاف سکولوں اور کالجوں کے جدید علوم کے ان کی تعلیمی مدت سولہ (16) سال یعنی ایم اے کرنے کے بعد یہ لوگ انٹرینڈ یعنی ناتجربہ کار ہوتے ہیں۔ جب تک وہ کوئی اور امتحان پاس نہ کریں ان کو کوئی خاص عہدہ نہیں مل سکتا۔ مثلاً ڈی ایس پی یا ایس پی اور پھر

اس امتحان پر بھی دو تین سال صرف ہو جاتے ہیں اور ان کی تعلیم پر والدین کا کافی خرچ آتا ہے اور صرف ایم اے سے فراغت ملازمت کی کوئی گارنٹی نہیں ہے خلاصہ یہ ہے کہ جدید علوم کی تکمیل پر تقریباً اٹھارہ سال خرچ ہوتے ہیں تو اب بندہ ان متجددین سے پوچھتا ہے کہ آپ لوگ سکولوں ،کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب پر وہ اعتراض کیوں نہیں کرتے جو کہ درس نظامی کے خلاف کئے جاتے ہیں بندہ نے غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ کالجوں کا نصاب پڑھنے سے کتاب وسنت کے اسرار ورموز نہیں کھلتے اور نہ ہی سعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے بلکہ اس سے آدمی روحانیت سے دور چلا جاتا ہے اور یہ امر شیطان کو پسند ہے لہٰذا شیطان متجددین کے دل میں اس نصاب کے خلاف کوئی وسوسہ نہیں ڈالتا بلکہ ان کو اس نصاب کی ترغیب دیتا ہے برخلاف درس نظامی کے اس سے کتاب وسنت کے اسرار کھلتے ہیں اور سعادت عظمیٰ حاصل ہوتی ہے اور یہ امر شیطان کو ناپسند ہے لہٰذا شیطان متجددین کے دل میں نصاب درس نظامی کے خلاف وسوسہ ڈالتا ہے تاکہ یہ شیطان کے نائب اور خلفاء طلباء اسلام کو گمراہ کریں۔

جواب سوم :۔ ہماری دینی کتابوں میں مذکور ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی علم سے جاہل ہو تو اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے وہ اس علم کی مذمت کرتا ہے اور اس کی انہوں نے یہ مثال دی ہے کہ شاہ مصر کو ایک خواب آیا اور وہ خواب بالکل سچا تھا لیکن بادشاہ کے نجومی اس کی تعبیر سے جاہل تھے لہٰذا انہوں نے اضغاث احلام کہا یہ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنا تھا حالانکہ یہی خواب جب حضرت یوسف علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے صحیح تعبیر بیان فرمائی۔ جو کہ واقع کے بالکل مطابق تھی بعینہٖ اسی طرح یہ متجددین بھی درس نظامی سے یا تو بالکل جاہل ہیں اور یا اس میں مہارت نہیں رکھتے اور اس کی تدریس پر پوری قدرت نہیں رکھتے لہٰذا اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کیلئے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اب بندہ آخر میں کالجوں سے فارغ طلباء اور درس نظامی سے فارغ طلباء کے درمیان ایک اور فرق بیان کرتا ہے وہ یہ کہ کالج سے فراغت ملازمت کی گارنٹی نہیں ہے اور درس نظامی سے فراغت ملازمت کی گارنٹی ہے

بشرطیکہ درس نظامی میں مہارت رکھتا ہو مزید براں کالج کے فارغ کو ملازمت کیلئے درخواست دینا ہوگی کہ مجھے ملازمت دی جائے ۔اور ملازمت کیلئے سفارش کی ضرورت ہوگی برخلاف درس نظامی کے فارغ کے اس کو درخواست کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود محکمہ یعنی مدارس اسلامیہ کے ناظمین اس سے درخواست کریں گے کہ تم مہربانی کر کے ہمارے مدرسے میں آکر تدریس کرو نیز درس نظامی کے ماہر فارغ کو ملازمت کیلئے سفارش کی ضرورت نہیں بلکہ الٹا محکمہ اس کے سامنے سفارشی پیش کرے گا کہ تم ہمارے دارالعلوم میں کام کرو۔ یہاں تک امر اول ختم ہوا جس میں درس نظامی پر بحث کی گئی۔اب امر دوم ملاحظہ ہو۔

امر دوم :۔ جب ہندوستان پر انگریز مسلط ہوا تو چونکہ انگریز نے مسلمانوں پر بڑے بڑے مظالم کر کے مسلمانوں سے حکومت چھینی تھی لہٰذا انگریز کو مسلمانوں سے زیادہ خطرہ تھا اور انگریز کو یہ بھی معلوم تھا کہ مسلمان جب تک کتاب وسنت پر عمل کرتے رہیں گے تو یہ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر انگریز کیلئے خطرہ رہیں گے ۔لہٰذا مسلمانوں کو کتاب وسنت سے دور رکھو لہٰذا انگریز نے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا اور اس کے خلاف بہت نازیبا الفاظ استعمال کئے اور علماء دین کو ہر قسم کی سرکاری ملازمت سے دور رکھا تا کہ علماء معاشی بدحالی کی وجہ سے ذلیل ہوں اور پھر مسلمانوں کو دھوکا دینے کیلئے اپنے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مولوی عالم، مولوی فاضل وغیرہما کے درجے کھولے تا کہ مسلمان یہ سمجھیں کہ انگریز ہمارے دین کے خیر خواہ ہیں اور دوسرا ان کا مقصد یہ تھا کہ جو طلباء مولوی عالم اور مولوی فاضل میں داخلہ لیں گے ان کو مغربیت میں رنگ دیا جائیگا اور فارغ ہو کر انگریز کے ایجنٹ بن جائیں گے۔اور درس نظامی کے خلاف مسلمانوں میں پروپیگنڈہ کر کے ان کو کتاب وسنت سے دور رکھیں گے اور انگریز اس منصوبہ میں کافی حد تک کامیاب رہے اور انہوں نے کافی تعداد میں اپنے ایجنٹ پیدا کئے حیرت یہ ہے کہ بندہ نے کالجوں سے فارغ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا کہ وہ ساری عمر انگریز کے خلاف جہاد کرتے رہے لیکن درس نظامی کے خلاف انگریز کے پروپیگنڈہ سے وہ بھی متاثر تھے اس کی ایک مثال بندہ یہاں ذکر

کرتا ہے عقلاء کا اس میں اختلاف ہے کہ اربعہ عناصر اور اس سے پیدا شدہ اشیاء کس سے مرکب ہیں ۔مسلمان فلاسفہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ سب اشیاء اجزاء لا تتجزی سے مرکب ہیں ان کے خلاف فلاسفہ یونان نے جزلا یتجزی کا عقلی دلائل سے بڑا رد کیا ہے اور پھر مسلمان فلسفیوں نے ان عقلی دلائل کا دنداں شکن جواب دیا جن انگریز مخالفوں کا بندہ نے اوپر ذکر کیا ہے ان سے بعض کو یہ کہتے سنا گیا ہے کہ جزلا یتجزی تو افلاطون اور ارسطو کا مذہب ہے مسلمان طلباء کو اس کے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔بات [illegible] بندہ اس پر بحث کر رہا تھا کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو کتاب وسنت سے دور رکھنے کیلئے درس نظامی کے خلاف پروپیگنڈہ کیا تو اس دور کے علماء نے انگریز کا بڑی جرأت سے مقابلہ کیا اور انگریز کو شکست فاش سے دوچار کیا علماء نے مسجد کی پرانی چٹائیوں پر طلباء اسلام کو درس نظامی کے ذریعہ کتاب وسنت کے اسرار ورموز کی تعلیم دی اور اس دور میں بڑے بڑے جید علماء پیدا ہوئے جن کا شمار مشکل تر ہے یہاں صرف چند چوٹی کے علماء کا ذکر کیا جاتا ہے۔سرفہرست حضرت سیدنا سیادۃ پناہ جناب پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے علم کی دھاک غیروں نے بھی تسلیم کی ہے۔اس کے بعد اعلیٰ حضرت شیخ احمد رضا خان بریلویؒ، استاذ الاساتذہ مولانا یار محمد صاحب بندیالویؒ اور حضرت استاذ غلام محمود پپلانویؒ اور حضرت استاذ الاساتذہ، شیخ الجامعہ بہاول پور قدس اللہ اسرارہم اس دور میں نہ تو اساتذہ کیلئے کوئی سہولت تھی اور نہ ہی طلباء کیلئے کھانے کا انتظام بلکہ طلباء گدا کر کے گزارا کرتے اور علم دین حاصل کرتے تھے اب انگریز ہندوستان سے چلا گیا اور پاکستان کی صورت میں ایک اسلامی مملکت قائم ہوئی اور اس کے قیام کی بناء ہی اس پر تھی کہ اس سرزمین میں اسلامی نظام قائم کیا جائیگا اور ہر پاکستانی حکومت نے نظام اسلام کا ہی نعرہ بلند کیا اور پاکستان میں بڑے بڑے اسلامی دارالعلوم قائم ہوئے جن میں اساتذہ اور طلباء کو ہر قسم کی سہولتیں حاصل ہیں تو اب عقل کا تقاضا تو یہ تھا کہ پاکستان میں ایسے علماء پیدا ہوتے کہ انگریز کے دور کے علماء سے اگر علم وفضل میں بڑھ کر نہ ہوتے تو کم از کم برابر تو ضرور ہوتے ۔لیکن حالت یہ ہے کہ ہمارے مدارس سے صرف نعت خوان اور مؤذن اور آئمہ مساجد پیدا

ہو رہے ہیں وہ مدرس جو درس نظامی کماحقہ پڑھا سکیں ناپائید ہو رہے ہیں اور درس نظامی روبزوال ہے معمولی مسائل پر اختلاف ہے تمام مسلمانوں پر عموماً اور ناظمین اسلامی مدارس پر خصوصاً یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور تلافی کی کوشش کریں اور یقین کریں کہ قیامت میں اسکی بھی باز پرس ہوگی قوم کا کروڑوں روپیہ مدارس اسلامیہ پر خرچ ہو رہا ہے اور سال کے بعد یہ حساب نہیں لگایا جاتا کہ سال کی کارکردگی کیا ہے غور فرمائیں آنحضرت ﷺ کے متعلق تو نص قطعی ہے کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن کسی عالم دین کے متعلق کوئی نص نہیں ہے کہ اس جیسا اور اس سے بڑھ کر کوئی عالم پیدا نہیں ہوسکتا اب بھی رازی اور غزالی اور تفتازانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم پلہ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر علماء پیدا ہوسکتے ہیں لیکن یہ کام کرامت اور معجزہ سے کرنے کا نہیں ہے یہ عالم اسباب ہے اور ہمارے پاس وسائل بھی ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم وسائل کو منصوبہ بندی کے ساتھ بروئے کار لائیں۔

امر سوم:۔ کافی عرصہ سے یہ بحث مدارس اسلامیہ میں چل رہی ہے کہ درس نظامی میں تبدیلی کرنی چاہیے یا نہ۔ تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ درس نظامی میں جو کتابیں ہر فن کی داخل ہیں ان کو تبدیل کر کے ان کی جگہ اسی فن کی اور کتابیں لائی جائیں یا نہ تو بندہ کے اساتذہ بھی اس کے خلاف تھے۔

پہلی دلیل: یہ فرماتے تھے کہ پرانے درس نظامی نے بڑے بڑے علماء پیدا کیے اور یہ نصاب مجرب ہے اب مجرب کو چھوڑ کر نیا تجربہ حماقت ہے۔

دوسری دلیل:۔ یہ ہے کہ پرانا درس نظامی مستند اور متفق علیہ ہے تقریباً سب مکاتب فکر جو یہ نصاب پڑھتے پڑھاتے ہیں سب کے نزدیک یہ کتابیں مستند ہیں اب اگر موجودہ دور کے مصنفین کی کتابیں داخل کی جائیں تو ہر مکتبہ فکر کیلئے قابل قبول نہیں ہونگی مثلاً اگر مصنف بریلوی مکتبہ فکر

سے تعلق رکھتا ہے تو دیوبندی مکتبہ فکر کے قابل قبول نہ ہوگا اور اسی طرح بالعکس۔

تیسری دلیل:۔ یہ ہے کہ جو کتابیں درس نظامی میں داخل ہیں ان کی مثل مشکل سے ملے گی مثلاً بیضاوی شریف اس کی مثل بہت مشکل ہے اسی طرح شرح جامی اپنی مثال آپ ہے شرح جامی کافیہ کی وجہ سے پڑھائی جاتی ہے اگر اس کو خارج کر دیا جائے تو کافیہ بھی خارج کرنا پڑے گا۔

دلیل چہارم:۔ درس نظامی کی کتابوں پر ہمارے علماء نے بڑے بڑے مبسوط شروح اور حواشی لکھے ہیں مثلاً فاضل لاہوری نے بیضاوی اور خیالی پر حواشی لکھے اگر ان کتابوں کو خارج کر دیا گیا تو یہ کتابیں اور ان کے شروح اور حواشی ناپید ہو جائیں گے کیونکہ وہی کتابیں طبع ہوتی ہیں جن کی مارکیٹ میں مانگ ہو تو ہمارے اکابرین کی تمام کوشش ضائع ہو جائیگی اور ہم ناخلف قرار پائیں گے اور بھی کئی دلائل ہیں لیکن خوف طوالت سے ان کو ذکر نہیں کیا جاتا۔ یہ تو درس نظامی میں تبدیلی کی ایک صورت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ بعض کتابوں کو سرے سے نکال دیا جائے اور اس کی جگہ اور کوئی کتاب نہ داخل کی جائے تو یہ بھی بہت نامناسب ہے کیونکہ ابتدا میں گزر چکا ہے کہ جن لوگوں نے درس نظامی ترتیب دیا ہے ان کی کتاب وسنت پر پوری نظر تھی کہ فلاں کتاب سے کتاب وسنت کی فلاں جگہ حل ہوگی اور فلاں کتاب سے فلاں آیۃ یا حدیث حل ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ درس نظامی کتاب وسنت کیلئے ایک مکان کی مثل ہے اور ہر کتاب کا کسی نہ کسی آیۃ اور حدیث سے تعلق ہے تو جو کتاب نکالی جائیگی تو قرآن فہمی اور حدیث دانی میں خلل واقع ہوگا۔ اب درس نظامی میں تبدیلی کی ایک تیسری صورت بھی ہے کہ درس نظامی کو بحالہ رکھا جائے اور جدید علوم کا اضافہ کیا جائے تو یہ زہر قاتل ہے کیونکہ قبل ازیں گزر چکا ہے کہ درس نظامی کافی بوجھل ہے اور ہمارے طلباء بصد مشکل اسکو برداشت کرتے ہیں اب طلباء پر جدید علوم کا بوجھ بھی ڈال دیا جائے تو وہ نہ درس نظامی میں کوئی مہارت حاصل کر سکیں گے اور نہ ہی جدید علوم میں کوئی مقام حاصل کریں گے۔ اور اس میں درس نظامی کو نقصان ہوگا علوم جدیدہ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ کیونکہ

جدید کیلئے تو کالج اور یونیورسٹی کی شکل میں اور ادارے ہیں جن سے ماہرین علوم جدیدہ فارغ ہوتے ہیں لیکن درس نظامی کے ادارے تو صرف یہی نجی ادارے ہیں تو اس صورت میں ہمارے مدارس سے ماہرین فارغ نہ ہونگے لہٰذا بہترین طریقہ یہی ہے کہ اسلامی مدارس سے ماہرین درس نظامی فارغ ہوں اور قرآن فہمی اور حدیث دانی میں مہارت حاصل کریں اور کالجوں سے علوم جدیدہ کے ماہرین فارغ ہوں اور ہر دو کے ملنے سے معاشرہ ترقی پذیر ہوگا۔ بندہ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے مثلاً شہروں ، دیہات میں جو لوگ بستے ہیں تو انہوں نے کام تقسیم کئے ہوئے ہیں کوئی دفتر میں کام کرتا ہے تو کوئی تجارت کرتا ہے کوئی کھیتی باڑی کرتا ہے تو کوئی لوہار اور ترکھان اور جولاہے کا کام کرتا ہے یہ سب ایک دوسرے کے محتاج ہیں جب یہ آپس میں تعاون کریں گے تو معاشرہ درست ہوجائیگا اب یہ نہیں ہوسکتا کہ شہر یا دیہات میں ہر آدمی ہر ایک کام کرے کیونکہ اس صورت میں وہ کوئی کام بھی نہیں کر سکے گا بعینہٖ اسی طرح بعض لوگ درس نظامی اور دین پڑھیں اور بعض جدید علوم حاصل کریں اور ہر دو ملیں گے تو سب کام درست ہوں گے اور اگر ہر طالب علم پر لازم کر دیا جائے کہ وہ قدیم اور جدید دونوں علم پڑھیں تو وہ طالب علم کوئی علم بھی مہارت کے ساتھ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ غور فرمائیں مسلمانوں کے جو آئمہ گزرے ہیں تو ہر ایک نے تمام عمر ایک فن کی خدمت کی ہے تبھی تو اس فن کے امام ٹھہرے اگر وہ ہر فن حاصل کرنے کی کوشش کرتے تو ان کو کسی فن میں بھی مہارت نہ ہوتی اور ہر فن ادھورا رہ جاتا۔

امر چہارم:۔ بندہ کے اس مضمون سے یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ فقیر جدید علوم کا مخالف ہے بلکہ بندہ کا مقصد یہ ہے کہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ درس نظامی کو مکمل طور پر پڑھایا جائے تاکہ ان مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء درس نظامی کے ماہر ہوں اور مکمل درس نظامی پڑھانے پر ان کو مکمل دسترس ہو اس تکمیل کے بعد اگر ان کے پاس مزید وقت ہو تو جس قدر وہ چاہیں علوم جدیدہ حاصل کریں اور ایک اور صورت یہ ہے کہ اسلامی مدارس ایک علیحدہ شعبہ قائم کریں کہ درس نظامی سے فارغ ہونے والے فضلاء سے ایک جماعت منتخب کریں اور اس

جماعت کیلئے ضروری علوم جدیدہ میں مہارت حاصل کرنے کا بندوبست کریں تاکہ جہاں ان کی ضرورت ہو وہاں ان سے کام لیا جائے بندہ صرف اس کے خلاف ہے کہ علوم جدیدہ کی وجہ سے طلباء میں درس نظامی کے متعلق کمزوری پیدا ہوجائے اور وہ درس نظامی میں کمزوری ناقابل برداشت ہے کیونکہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد تفہیم کتاب وسنت ہے اور یہ درس نظامی کے بغیر تقریباً ناممکن ہے۔ اب بندہ آخر میں ایک تتمہ اور تکملہ ذکر کرتا ہے کہ درس نظامی میں جو علوم عقلیہ داخل کئے گئے ہیں ان کے تمام فوائد یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

فائدہ اول:۔ یہ امر مسلم ہے کہ عقل نقل سے مقدم ہے کوئی نقل اگر عقل سلیم کے خلاف ہو تو نقل میں تاویل کی جائیگی اس کی چند مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں قرآن پاک میں ہے (الرحمن علی العرش) اس آیۃ کے لغوی معنی سے اللہ تعالیٰ کیلئے مکان ثابت ہوتا ہے تو علماء اسلام نے اس میں تاویل کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کیلئے مکان عقلاً محال ہے۔ اور اس کی تفصیل علم کلام میں ہے اسی طرح کلام پاک میں ہے (الیہ یصعد الکلم الطیب) اس سے اللہ تعالیٰ کیلئے جہت فوق ثابت ہوتی ہے جو کہ عقلاً باطل ہے لہٰذا اس میں بھی تاویل کی جاتی ہے اسی طرح کئی احادیث ہیں جن کا لغوی معنی عقل کے خلاف ہے لہٰذا ان کی بھی تاویلات ہیں جو آدمی علوم عقلیہ میں ماہر ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ کون سی آیات اور احادیث لغوی معنی کے لحاظ سے خلاف عقل ہیں اور ان میں کیا تاویل کی جاتی ہے اور جو آدمی ان علوم عقلیہ سے بے بہرہ ہوگا وہ آیات اور احادیث کے لغوی معنی کا معتقد ہوگا اور گمراہی کے گڑھے میں گر جائیگا۔

فائدہ دوم:۔ فلاسفہ یونان نے اسلامی معتقدات پر جو عقلی اعتراض کیئے ہیں عقلی علوم کی مدد سے ان اعتراضات کے جواب دیئے جا سکتے ہیں جو آدمی ان علوم عقلیہ سے نابلد ہے وہ ان اعتراضات کے عقلی جواب دینے سے قاصر ہے۔

فائدہ سوم:۔ فلاسفہ یونان کے جو نظریات اسلام کے خلاف ہیں تو علوم عقلیہ کا ماہران

نظریات کو دلائل عقلیہ سے باطل کرنے پر قادر ہوگا۔ مثلاً فلاسفہ یونان عالم کو قدیم مانتے ہیں کہ عالم کی ابتداء نہیں ہے۔

فائدہ چہارم:۔ چونکہ ماضی میں منطق اور فلسفہ کا بڑا رواج تھا تو ہماری مذہبی کتابوں کو منطق اور فلسفہ کی طرز پر لکھا گیا ہے مثلاً تفسیر بیضاوی اور کتب اصول فقہ اور کتب کلامیہ تو جب تک مدارس اسلامیہ کے طلباء منطق اور فلسفہ میں مہارت حاصل نہیں کریں گے تو مذہبی کتابوں کو سمجھنے میں ان کو بڑی دشواری ہوگی ان کتابوں کا وہ نفس ترجمہ کرلیں گے لیکن کتاب کی حقیقت سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

فائدہ پنجم:۔ چونکہ منطق اور فلسفہ کے مسائل بڑے دقیق ہوتے ہیں تو ان علوم عقلیہ کی وجہ سے ہمارے طلباء میں شرح شریف کے دقیق مسائل کو سمجھنے کی ان میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے اور وہ ذہنی وسعت سے سرفراز ہوتے ہیں۔

فائدہ ششم:۔ علوم عقلیہ کے حاصل کرنے میں یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تصوف کے دقیق مسائل کو حقیقی طور پر طالب علم سمجھنے لگتا ہے اور جو معاندین جہالت کی وجہ سے صوفیاء پر اعتراض کرتے ہیں۔ معقولات کا ماہر ان لوگوں کے فریب میں نہیں آتا اور ہر دور میں ان ماہرین نے صوفیا صافیہ کا دفاع کیا ہے بندہ اس کی ایک مثال پیش کرتا ہے۔ محققین صوفیا مولانا روم اور مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہا اللہ تعالیٰ وحدۃ الوجود کے قائل ہیں علوم عقلیہ میں اس مسئلہ پر کافی بحث کی گئی ہے اور اس مسئلہ کو مثالوں سے سمجھایا ہے تو معقولات کا ماہر صوفیاء کے مقصد کو خوب سمجھتا ہے کہ حقیقی توحید یہی ہے تو اب ناواقف لوگ جو صوفیاء پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ حلول کے قائل ہیں اور ہر شئی کو خدا سمجھتے ہیں ماہر عقلیات کے نزدیک یہ خالص بہتان ہے کیونکہ صوفیاء کرام وحدت وجود کے قائل ہیں نہ وحدت موجود کے قائل ہیں ان کے نزدیک وجود صرف ایک ہے جو کہ جزئی حقیقی ہے اور اس میں تکثر محال ہے ان کے نزدیک دوسرا وجود تسلیم کرنا شرک ہے تمام موجودات اسی

ایک وجود مظاہر ہیں اور وہ ہرگز خدا نہیں ہیں۔ چونکہ مضمون طویل ہوگیا لہٰذا اسی پر اب ختم کیا جاتا ہے۔ فقط والسلام مع الف کرام۔

حررہ الراجی الی اللہ الصمد الفقیر

عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ

28 رجب المرجب بمطابق 6 فروری 1989ء

حررہ الراجی الی اللہ الصمد الفقیر عطاء محمد چشتی گولڑوی عفی عنہ

۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ مطابق ۶ فروری ۱۹۸۹ء

مقالہ، نظام عدل اور فقہ حنفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وآلہ واصحابہ وعلیٰ ابی حنیفۃ واصحابہ اجمعین

امابعد! دار العلوم امجدیہ ٹرسٹ کراچی کے زیر اہتمام بمورخہ 3، 4 مئی بروز جمعرات، جمعہ کو منعقد ہونے والی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کانفرنس کے موقع پر بندہ کو ایک مقالہ "بعنوان نظام عدل اور فقہ حنفی" لکھنے کی فرمائش کی گئی گو بندہ کے پاس تدریسی مصروفیات کی وجہ سے مقالہ لکھنے کیلئے وقت نہیں تھا لیکن اراکین دار العلوم امجدیہ کے حکم کی تعمیل کی خاطر مقالہ مذکورہ کے سلسلہ میں چند سطور تحریر کر دی ہیں۔

قارئین کرام! فقہ حنفی کی خصوصیات پر اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار اگرچہ ناممکن تو نہیں ہے لیکن متعذر ضرور ہے کسی عالم یا قانون دان نے نہ صرف یہ کہ ان کتب کثیرہ کا مطالعہ نہیں کیا ہے بلکہ اس کی چشم نے ان تمام کتب کثیرہ کو دیکھا تک نہیں ہے لہٰذا اس ہیچمدان کیلئے نہایت ہی مشکل ہے کہ مذکورہ بالا عنوان پر تفصیل سے بحث کر سکیں لیکن عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ "مالا یدرك كله لا يترك كله" یعنی جس چیز کا پورا ادراک نہ ہو سکے تو اس کو بالکل چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ اس لئے بندہ اپنی وسعت علمیہ کے مطابق کچھ عرض کرنے کی جسارت کرتا ہے مقالہ مذکورہ کئی ابحاث پر مشتمل ہے۔

بحث اول:۔ اس مقالہ کی دو جزئیں ہیں۔

جز اول:۔ نظام عدل۔

جز دوم: فقہ حنفی اور پھر ہر ایک جز دو جزوں پر مشتمل ہے۔ جز اول کی دو جزئیں نظام اور عدل ہیں۔ اور جز دوم کی دو جزئیں فقہ اور حنفی ہیں۔

بحث ثانی:۔ جز اول کی دو جزوں کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔ نظام کا معنی بندھن ہے اور عدل عدالت کا مترادف ہے ہر دو کا مفہوم ایک ہے یعنی توسیط اور میانہ روی۔ اصطلاح میں ہر دو تین اجزاء حکمت، عفت اور شجاعت سے مرکب ہے اور ان تین اجزاء میں سے ہر ایک جز دو چیزوں کے وسط سے عبارت ہے۔ لہٰذا معنی لغوی اور اصطلاحی میں مناسبت پائی جاتی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ خالق کائنات نے انسان میں تین قوتیں ودیعت فرمائی ہیں۔ قوۃ عقلیہ، قوۃ شہوانیہ اور قوۃ غضبیہ۔ قوائے ثلثہ میں سے ہر ایک قوۃ کی دو طرفیں ہیں افراط اور تفریط

قوۃ عقلیہ:۔ قوۃ عقلیہ کا افراط:۔ ذکاوت۔ (اور یہ بے لگام عقل کی صفت ہے جس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ عقل وحی کے تابع بھی نہیں ہے)۔
اور تفریط:۔ بلادۃ ہے (اور بلادۃ کم عقلی کو کہتے ہیں کہ کچھ بھی سمجھ میں نہ آئے) اور ان کے وسط کا نام حکمت ہے (اور وہ یہ کہ سمجھ سے کام لیتے ہوئے عقل کو وحی کے تابع بنا دیا جائے۔

قوۃ شہوانیہ:۔ کا افراط فجور یعنی بدمعاشی اور بے لگام شہوت اور تفریط خمول یعنی رہبانیت ہے کہ جن لذیذ چیزوں سے شارع نے متلذذ ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے ان سے دور رہنا اور عفت ان ہر دو کے درمیان ہے کہ شارع نے جن سے دور رہنے کا حکم دیا ہے ان سے نفع حاصل نہ کرنا اور جن سے استفادہ کی اجازت دی ہے ان سے استفادہ کرنا۔

قوۃ غضبانیہ:۔ کا افراط تہور یعنی اندھی دلیری کہ پہاڑ سے ٹکرا کر اپنا ہی سر پھوڑ دینا اور تفریط جبن یعنی بزدلی ہے اور ان ہر دو کے درمیان شجاعت ہے کہ موقع اور محل کے مطابق جسمانی اور روحانی قوت کا مظاہرہ کیا جائے۔

بحث سوم:۔ عدل کی ضد سے بحث کی جاتی ہے جو کہ ظلم ہے تاکہ عدل کے معنی کی مزید وضاحت ہو جائے کیونکہ "تعرفُ الاشیاء باضدادھا" یعنی شئی کا علم اسکی ضد سے بھی حاصل ہوتا ہے ظلم کا معنی آسان لفظوں میں یہ ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس یعنی ڈنڈے کے زور سے

لوگوں پر حکومت کرنا اور من مانی کاروائی کو لوگوں پر مسلط کرنا۔ شارع علیہ السلام نے ایسی حکومت کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے حدیث شریف میں ہے۔ (ستة لعنتهم و لعنهم الله و كل نبى يجاب الى ان قال والمتسلط بالجبروت ليعز من اذله الله ويذل من اعزه الله) الحدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر اللہ تعالیٰ کی بھی لعنت ہے اور میری بھی لعنت ہے اور ان میں ایک وہ شخص ہے جو جبری طور پر اور ڈنڈے کے زور سے لوگوں پر مسلط ہو جائے تا کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا ہے اس کو عزت دے اور جن کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہے ان کو ذلیل کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے تو (خاتم النبیین کی دعا بطریق اولیٰ قبول ہوگی) اس جملہ سے حضور ﷺ نے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمایا ایک تو یہ کہ جب ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے خاتم النبیین کی دعا بطریق اولیٰ قبول ہوگی اور دوسری یہ کہ نبی کی لعنت کو اپنی لعنت کی طرح مت سمجھو کیونکہ جس پر تم لعنت کر رہے ہو ہو سکتا ہے کہ وہ لعنت کا مستحق نہ ہو اور اس پر لعنت نہ پڑے لیکن نبی جس پر لعنت کرے اور بالخصوص سید الانبیاء جسے ملعون فرمائیں وہ کبھی لعنت سے بچ نہیں سکتا۔ لہٰذا ڈنڈے کے زور سے عوام پر مسلط ہونے والا شخص عنداللہ اور عندالرسول ملعون ہے یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ ڈنڈے کے زور سے لوگوں پر مسلط ہونے کا مطلب کیا ہے تو اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ شرعی طور پر دو طریقوں سے کوئی شخص مسلمانوں کا امیر بن سکتا ہے۔

طریق اول:۔ جس کو عوام منتخب کرے جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔

طریق ثانی:۔ عوام کا منتخب شدہ کسی کو نامزد کرے جیسے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمانوں کا امیر نامزد کیا اور لوگوں کو مشورہ دیا کہ انہیں امیر تسلیم کر لیا جائے یہ بھی ایک طرح کا انتخاب تھا کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو امیر تسلیم کر لو تو جب لوگوں نے خلیفہ ثانی کو امیر تسلیم کر لیا تو پھر وہ منتخب ہو گئے اگرچہ بظاہر نامزدگی تھی۔ اب اگر کوئی شخص ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ

سے مسلمانوں کا امیر بنے تو وہ شرعی امیر ہوگا لیکن جو ان دو طریقوں میں سے کسی طریقہ سے مسلمانوں کا امیر نہ بنے چاہے مارشل لاء کے ذریعہ حکمرانی کرے یا کسی اور طریقہ میں سے سربراہ بنے وہ شخص غیر شرعی امیر ہوگا اور ڈنڈے کے زور سے عامة المسلمین پر متسلط ہوگا اور ایسا امیر عنداللہ اور عندالرسول ملعون ہے یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری ہے کہ متسلط بالجبروت صرف سربراہ کیساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ایسا سربراہ جو اپنی کابینہ بنائے گا وہ کابینہ بھی متسلط بالجبروت میں داخل ہے صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ سربراہ بلاواسطہ متسلط بالجبروت ہے اور کابینہ اور شوریٰ بالواسطہ مسلط ہونگے علیٰ ہذا القیاس جس کسی کو ایسے سربراہ کی طرف سے کوئی بھی عہدہ ملے گا وہ سربراہ کے ساتھ اس زمرے میں شمار کیا جائیگا۔ اور "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تجھ کو بھی لے ڈوبیں گے" کے مطابق دونوں ملعون ہونگے نیز ایسے سربراہ سے نظام عدل یعنی نظام مصطفوی ﷺ نافذ کرنے کی توقع کرنا بالکل عبث ہے۔

بحث سوم:۔ میں ظلم کا معنی بیان کرنے سے عدل کا معنی مزید واضح ہو گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ عدالت، حکمت، عفت اور شجاعت کے مجموعہ کا نام ہے جو کہ توسط پر مشتمل ہیں اول قوة عقلیہ کا توسط اور دوم قوة شہوانیہ کا توسط اور سوم قوة غضبانیہ کا توسط ہے۔

نظام عدل مرکب اضافی ہے نظام کی عدل کی طرف اضافت ہے اور یہ اضافت بیانیہ ہے کیونکہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ نظام کا معنی بندھن ہے اور عدل بھی ایک قسم کا بندھن ہوتا ہے لہٰذا مضاف مضاف الیہ کا معنی ایک ہونے کی وجہ سے ان کے مابین اضافتِ بیانیہ ٹھہری۔

بحث چہارم:۔ اللہ تعالیٰ نے حضور خاتم النبیین ﷺ کی امت کو سابقہ انبیاء علیہم السلام کی امم سے بہتر قرار دیا۔ ارشاد فرمایا (كنتم خير امة) الآیة تم بہترین امت ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے امة وسط فرمایا ہے "امة وسطا لتكونو" الآیة اور حدیث شریف میں ہے کہ "خير الامور اوسطها" تمام امور سے بہتر ان کا اوسط ہے لہٰذا امتِ محمدیہ ﷺ بہترین امت قرار پائی۔ اور جو نظام مصطفوی ﷺ اس امت کیلئے منتخب فرمایا گیا ہے وہ بھی بہترین

نظام ہے کیونکہ سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نظاموں میں افراط اور تفریط موجود ہونے کی وجہ سے عدل سے خالی ہیں اور نظام مصطفوی ﷺ افراط اور تفریط سے خالی ہونے اور ان کے مابین ہونے کی وجہ سے عدل پر مشتمل ہے۔اور جس نظام میں عدل ہو وہ بہترین نظام ہوا کرتا ہے لہٰذا نظام مصطفوی ﷺ بہترین نظام ہے۔خلاصہ کلام یہ نکلا کہ عدل اور عدالت نظام مصطفوی ﷺ میں منحصر ہے نیز یہ بھی ثابت ہو گیا کہ جب سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نظاموں میں توسط نہیں ہے تو جو نظام انسانی ذہن کا اختراع ہیں ان میں بطریق اولیٰ توسط اور عدل نہیں ہو سکتا لہٰذا مروجہ اسمبلیوں کے بنائے [illegible] نین عدل سے خالی اور ظلم سے بھر پور ہیں۔

بحث پنجم:۔ اس بحث میں [illegible] کے عنوان کی دوسری جزء فقہ حنفی کے متعلق کچھ عرض کیا جائیگا اور اس جزء کی بھی دو جزئیں ہیں فقہ اور حنفی پہلے فقہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا جاتا ہے۔

فقہ کا لغوی معنی سمجھ اور بوجھ ہے۔

اصطلاح میں فقہ کے دو معنی اول جو کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ فقہ کی تعریف ہے "معرفة النفس مالها و ما عليها" اور اس کے تین معنی ہیں

اول:۔ نفس کا نافع اور ضار چیز کا سمجھنا۔

دوم:۔ نفس یہ جانے کہ کونسی چیز اس کیلئے جائز اور کونسی اس پر واجب ہے۔

سوئم:۔ نفس کو یہ معلوم ہو کہ کون سی چیز اس کیلئے جائز اور کون سی اس پر حرام ہے۔

فقہ:۔ فقہ کی تعریف مذکور ان تینوں علموں کو شامل ہے یعنی اعتقادیات، اخلاقیات (جس کو تصوف کہا جاتا ہے) اور اعمال کا علم اور یہ متاخرین کی فقہ ہے۔یہاں یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ چونکہ بالاجماع فقیہ ہیں لہٰذا انہوں نے جو خود فقہ کا معنی بیان کیا ہے اس میں ان کو کمال حاصل تھا اور وہ صرف علم عملیات ہی کے امام نہ تھے بلکہ علم اعتقادیات اور

اخلاقیات کے بھی امام تھے اور علوم شرعیہ پھر پھرا کر ان تینوں علوم ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ امام ہمام علوم شرعیہ کے امام تھے۔

فقہ کا دوسرا معنی:۔ جن احکام شرعیہ کا تعلق عمل سے ہے ان احکام کے علم کو دلائل سے حاصل کرنا جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور نکاح کے احکام کا علم یہاں تک جزء ثانی کی جزء اول فقہ کا معنی بیان کیا گیا اب جزء ثانی کی ثانی جزء

حنفی کا معنی بھی ملحوظ فرمائیں۔

- حنفی میں یاء نسبت کی ہے اور اس کا معنی ہے کہ جو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

بحث ششم:۔ اس میں نظام عدل اور فقہ حنفی کے درمیان تعلق اور ربط بیان کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں اس ربط اور تعلق کو سمجھنے کیلئے پہلے تمہید ذکر کی جاتی ہے۔بہترین نظام اور آئین کی دو ہی صورتیں ہیں۔

صورت اول:۔ جس آئین کا ماخذ اور منبع بہترین ہو اور اخذ نہایت صحیح طریقہ سے کیا جائے وہ آئین بہتر ہوگا۔لہٰذا جو آئین کتاب وسنت سے ماخوذ ہوگا وہ بہترین آئین ہوگا۔

صورت ثانیہ:۔ آئین ساز ادارہ ماہر قانون دانوں اور نہایت دیندار افراد پر مشتمل ہو اور ان کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو اور آئین کی ہر ہر شق پر کئی کئی ماہ بحث کی جائے اور جب تمام کا اس پر اتفاق ہو جائے اسے آئینی شکل دی جائے تو وہ آئین بہترین آئین اور قانون ہوگا اب اس تمہید کے بعد اگر فقہ حنفیہ کو دیکھا جائے تو فقہ حنفیہ دونوں معیاروں پر پوری اترتی ہے پہلے معیار پر پورا اترنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآن وسنت سے علی سبیل التوسط ماخوذ ہونے کی وجہ سے اس کا ماخذ اور منبع بہترین ہے۔

بندہ اس سلسلہ میں چند مثالیں ذکر کرتا ہے۔

مثال اول:۔ نماز کے ابتداء میں تکبیر تحریمہ کے وقت جو ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں تو ان کے متعلق تین قسم کی روایات ہیں۔

اول:۔ کانوں کے فروع یعنی اوپر کے حصہ تک

دوم:۔ کانوں کے نرمہ یعنی نچلے حصہ تک اٹھائے جائیں۔

سوم:۔ کندھوں تک اٹھائے جائیں فقہ حنفی میں متوسط روایت پر عمل کیا گیا ہے کہ ہاتھوں کو نرمہ کانوں تک اٹھاؤ اور ظاہر ہے کہ کانوں کا نرمہ کند ہے اور کانوں کے اوپر والے حصہ کے درمیان ہے لہٰذا یہ حکم احادیث سے علی سبیل التوسط ماخوذ ہوا اور خیر الامور اوسطہا کے مطابق یہ حکم بہترین قرار پایا۔

مثال دوم:۔ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو اٹھانے کے بعد مسلمانوں کا عمل تین طریقہ پر ہے

اول:۔ ہاتھوں کو کھلا رکھنا۔

دوم:۔ سینہ پر باندھنا۔

سوم:۔ ناف پر باندھنا۔ احناف ہاتھ ناف پر باندھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ناف پر ہاتھ باندھنا کھلے ہاتھ اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے درمیان ہے کیونکہ سینہ پر ہاتھ باندھنا افراط اور کھلا رکھنا تفریط ہے اور ناف پر ہاتھ باندھنا متوسط اور وسط ہے۔

مثال سوم:۔ دو رکعت نماز جمعہ کے بعد تین قسم کی روایات ہیں۔

اول:۔ ہر مصلی دو رکعت پڑھے۔

دوم:۔ چہار رکعت پڑھے۔

سوم:۔ چھ رکعت پڑھے۔ احناف کثرہم اللہ تعالیٰ متوسط پر عمل پیرا ہیں اور بعد از دو رکعت

فرض جمعہ چار رکعت پڑھتے ہیں اور بھی کئی مثالیں ہیں لیکن اختصار کی وجہ سے صرف تین پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے "الثمرة تبنى عن الشجرة" کے مطابق بخوبی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احناف نے کثیر مقامات پر توسط کو اختیار کر کے امۃ وسط ہونے کا ثبوت دیا ہے اور اگر کہیں اس کا خلاف ہے تو اس کی کوئی معقول وجہ اور مجبوری ہے یہاں تک یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کتاب وسنت سے مسائل کا اخذ متوسط طریقہ پر صرف فقہ حنفی کا خاصہ ہے۔ جو دوسرے آئمہ مذاہب کی فقہ میں نہیں ہیں۔ "فاحفظ فانه ينفعك فيما بعد" لہٰذا اب فقہ حنفی اول معیار پر پورا اترنے کی وجہ سے بہترین آئین اور قانون ہے۔

اب بندہ دوسرا معیار بیان کرتا ہے کہ فقہ حنفی اس معیار پر بھی پوری اترتی ہے کہ اس فقہ کو کن لوگوں اور کتنے لوگوں نے کتنی کاوشیں اور بحث وتمحیص کے بعد کتاب وسنت سے اخذ کیا ہے فقہ حنفی کی مستند اور معتبر کتاب ردالمختار (شامی) میں اس کا بیان یوں ہے۔

نقل عن مسند الخوارزمی ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه اجلهم و افضلهم اربعون قد بلغوا حد الا جتهاد (الی ان قال)فکان اذا وقعت واقعة شاورهم و ناظرهم و حاورهم وسئلهم فیسمع ماعندهم من الاخبار والآثار و یقول ما عنده یناظر هم شهدا اواکثر حتی یستقر آخرلاقوال فیثبته ابو یوسف رحمه الله تعالیٰ علیه حتیٰ اثبت الاصول علی هذا المنهج شوریٰ لا انه تفرد بذالك کغیره من الائمة قال الشیقق البلخی رحمه الله تعالیٰ علیه کان امام ابو حنیفه رحمه الله تعالیٰ علیه من اورع الناس و اعبدالناس و اکرم الناس اوکثرهم احتیاطا فی الدین وابعد هم عن القول بالرای فی دین الله تعالیٰ وکان لا یضع مسئلة فی العلم حتیٰ یجمع اصحابه علیها ویعقد علیها فجلسا فاذا تفق اصحابه کلهم علی موافقتها للشریعة قال لا بی یوسف رحمه الله تعالیٰ اوغیره ضعها فی الباب الفلانی ۔کذا فی المیزن الامام الشعرانی رحمه الله تعالیٰ ۔

اس فقیر نے کتاب ردالمحتار سے جو اقتباس نقل کیا ہے اس کی وجہ سے بندہ قارئین سے معذرت خواہ ہے اور اس طوالت کی وجہ یہ ہے کہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو وہم ہو کہ یہ کہنا کہ فقہ حنفی بہتری کے دوسرے معیار پر بھی پوری اترتی ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ بندہ کا یہاں فقہ حنفی کا دوسرے آئمہ کی فقہ سے تقابل مقصود ہے اور غیر مقلدین کے طریقہ کے خلاف فقہ حنفی کی برتری ثابت کرنی ہے اب اس طویل عبارت کے بعد بندہ نکات بیان کرتا ہے جن پر معیار دوم کی مدار ہے اور ان نکات کو بندہ نمبروار ذکر کرتا ہے۔

نکتہ نمبرا:۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو مجلس شوریٰ اور اور قانون ساز اسمبلی مقرر فرمائی تھی اس کے ارکان کی تعداد ایک ہزار تھی جو کہ سب بلند پایہ کے علماء تھے اور ان ہزار میں سے چالیس مجتہد تھے اب ذرا مجتہد کے متعلق سن لیں کہ مجتہد کون ہوتا ہے؟ مجتہد اس عالم کو کہتے ہیں کہ امت میں علم شرعی کے اس مرتبہ تک پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ اس سے اوپر علم نبوت ہوتا ہے کسی دوسرے کی اس علم تک رسائی نہیں ہوتی۔ آج کل پندرھویں صدی کے دنیائے اسلام میں جتنے علماء ہیں اگر ان سب کا علم شرعی اکٹھا کیا جائے تو مجتہد کے علم کا سواں (100) حصہ بھی نہیں بنتا ہے آج کل جس کو مجتہد کہا جاتا ہے وہ نام کے مجتہد تو ہیں کہ مریدوں نے ان کو یہ لقب دے رکھا ہے۔ لیکن حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے البتہ یہ فقیر اس کا اقرار ضرور کرتا ہے کہ اس وقت مجتہد ممکن ضرور ہے لیکن صرف امکان فعلیۃ کو مستلزم نہیں ہے مثلاً یہ ممکن ہے کہ کوہِ ہمالیہ سونا ہو جائے اور دنیا کے تمام دریاؤں میں دودھ کی طغیانی اور سیلاب آجائے لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ ایسا واقع میں بھی ہے سراسر جہالت ہے آجکل یارانِ طریقت امکان اور فعلیۃ میں فرق کرنا تو جانتے نہیں ہیں لیکن دعویٰ اجتہاد کا ہے۔

نکتہ اول:۔ میں غور فرمائیں کہ جیسا قانون ساز ادارہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا تھا اس ادارہ کے اراکین کے کم یعنی تعداد اور کیف یعنی علمی قابلیت کی مثال دنیا کا کوئی قانون ساز ادارہ اسمبلی اور پارلیمنٹ پیش نہیں کرسکتا آج کل کے قانون سازے ادارے تو علم شرع سے

نابلد افراد کا گڑھ بن گئے ہیں اب نکتہ دوم ملاحظہ ہو۔

نکتہ دوم:۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ کے قانون ساز ادارے میں کسی مسئلہ پر بحث ہوتی تھی تو حضرت ابوحنیفہؒ دوسرے ارکان کو اپنے خیال پر مجبور نہیں فرماتے تھے بلکہ ان سے مشورہ لیتے اور ان سے کتاب وسنت سے دلائل سنتے تھے اور اپنے دلائل ان کو سناتے تھے اور ایک ایک مسئلہ پر بسا اوقات کئی کئی مہینے بحث ہوتی تھی اور جب کسی اصل پر اتفاق ہو جاتا تو اس اصل کو قانون کی کتاب میں درج کیا جاتا تھا اور یہ کام امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا مجتہد سرانجام دیتا تھا اور اس کتاب قانون کے محکمہ کا سربراہ بھی امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تھا کیا دنیا کا کوئی قانون ساز ادارہ اس کی مثال پیش کرسکتا ہے۔ کہ رکن سے پورے دلائل سنے جائیں اور ایک ایک مسئلہ پر کئی ماہ تک بحث ہوتی رہے اور پھر اس قانون کو کتاب میں درج کیا جائے جس پر سب ارکان کا اتفاق ہو۔

نکتہ سوم:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کے جو اصول ہیں ان پر ابوحنیفہ اور ایک ہزار دوسرے علماء اور مجتہدین کا اتفاق ہے اور یہ اصول شوریٰ کے ذریعہ طے ہوتے ہیں صرف ابوحنیفہ کی رائے کا نتیجہ نہیں ہیں برخلاف دوسرے آئمہ کے مثلاً امام شافعی اور امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمھم اللہ تعالیٰ کے کہ ان آئمہ کی کوئی مجلس شوریٰ نہ تھی جس طرز پر امام ابوحنیفہؒ کی شوریٰ اور قانون ساز اسمبلی تھی۔ نیز دوسرے آئمہ کے اصول مذہب صرف ان آئمہ کے افکار کا نتیجہ تھے اور ان کے شاگرد وغیرہ ان اصول کو ماننے پر مجبور تھے۔

نکتہ چہارم:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے زیادہ متقی اور عابد اور عزت والے تھے اور دین میں بہت زیادہ احتیاط والے تھے اور اللہ تعالیٰ کے دین میں رائے سے اجتناب فرماتے تھے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ زیادہ تر اس کی رائے اور قیاس کا نتیجہ تھی یہ بالکل غلط ہے اور بہت بڑا بہتان اور سفید جھوٹ اور دشمنوں کا پروپیگنڈہ ہے کتاب

وسنت تو کجا صحابیؓ کے صرف قول کے مقابلہ میں اپنا قیاس ترک فرماتے تھے صحابی کے قیاس کے
مقابلے میں بھی اپنا قیاس ترک فرماتے تھے اور دلیل یہ دیتے کہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے
(اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم اقتدو اباالذی بعد ی الیٰ ان قال
ابوبکر و عمر) یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی مثل ہیں جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے اور
جولوگ میرے بعدرہ جائیں گے ان کی اقتداء کروخصوصاً ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی۔لہٰذا ان کے
قول اور قیاس کو ترجیح حاصل ہے۔غور فرمائیں ایسے متقی اور محتاط انسان کے متعلق کوئی عاقل یہ کہہ
سکتا ہے کہ اس کا مذہب اس کی رائے کا نتیجہ ہے برخلاف حضرت امام شافعیؒ کے کہ وہ نہ صحابی کے
قول کا اعتبار کرتے ہیں اور نہ صحابیؓ کے قیاس کا بلکہ اپنی رائے اور قیاس پر عمل کرتے ہیں اور دلیل
یہ دیتے ہیں کہ صحابیؓ کا جو قول ہے اس کے متعلق صحابیؓ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے یہ بات سرور
دوعالم ﷺ سے سنی ہے اور صحابیؓ کے قیاس کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ قیاس صحابی کے اجتہاد کا
نتیجہ ہے اور ہمارا قیاس بھی ہمارے اجتہاد کا نتیجہ ہے۔لہٰذا صحابیؓ کے قیاس کو ہمارے قیاس پر ترجیح
نہیں ہے کیونکہ ہر مجتہد سے خطاء اور صواب کا احتمال ہے۔

نکتہ پنجم:۔ ردالمحتار شامی کی جو عبارت اوپر نقل کی گئی ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ کے اصول
مذہب کا ذکر ہے اور امام کے قانون ساز ادارہ کے ارکان کا کم اور کیف بیان کیا گیا ہے یہ نہایت
غیر جانبدار اہل علم کی رائے ہے اور یہ تمام امام ابوحنیفہؒ کے مقلد نہیں ہیں۔

نکتہ ششم:۔ بندہ نے قبل ازیں بحث چہارم میں ذکر کیا ہے کہ کسی آئین اور قانون کی بہتری
کے عموماً دو معیار ہیں اور فقہ حنفی دونوں معیاروں پر پوری اترتی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ فقہ حنفی
دوسرے آئمہ کی فقہ سے ارفع اور عمدہ تر ہے۔

بحث پنجم:۔ اس امت میں آئمہ اور مجتہدین تو بہت ہیں لیکن مشہور چار ہیں۔
امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس بحث میں ان چار

آئمہ میں کچھ تقابل پیش کیا جاتا ہے **امام ابوحنیفہؒ کی ولادت:۔ 80ھ اور وفات:۔**
150ھ میں اور عمر:۔ 70 سال اور حضرت امام مالک 90ھ میں پیدا ہوئے اور 179ھ
میں وفات اور عمر 89 سال اور امام شافعی کی ولادت 150ھ اور وفات 204ھ ہے اور
عمر 54 سال اور امام احمد بن حنبل کی ولادت 164ھ میں اور وفات 241ھ میں اور
عمر 77 سال پائی۔اس سے معلوم ہوا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی ولادت تینوں آئمہ سے
پہلے ہے اور آپ تابعی ہیں لہٰذا آپ کا مرتبہ بھی دوسرے آئمہ کرام سے زیادہ ہے۔لہٰذا علم میں
بھی آپ دوسرے آئمہ سے برتر ہیں اور آپ کی فقہ بھی دوسرے فقہاء کی فقہ سے برتر ہے۔

بحث ششم:۔ اس بحث میں فقیر تمام ابحاث سابقہ کا نتیجہ ذکر کرے گا اور نظام عدل اور فقہ حنفی
کے درمیان مناسبت ذکر کرے گا بحث اول اور سوم میں یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ نظام عدل شریعت
محمدی ﷺ کے ساتھ مختص ہے اور اسی شریعت میں منحصر ہے۔اور شرع محمدی ﷺ بوساطۃ توسط فقہ
حنفی کیساتھ مختص ہے اور اس میں منحصر ہے لہٰذا نتیجہ یہ حاصل ہوا کہ نظام عدل فقہ حنفی کے ساتھ مختص
ہے اور اس میں منحصر ہے۔یہ نتیجہ منطقی طور پر قیاس مساوات سے ثابت ہوتا ہے۔صغریٰ اور کبریٰ
ملاحظہ ہو۔

صغریٰ: نظام العدل منحصر فی الشریعۃ المحمدیۃ

کبریٰ: والشریعۃ المحمدیۃ منحصرۃ فی الفقۃ الحنفی

فینتج

نتیجہ

نظام العدل منحصر فی الفقۃ الحنفی وھذا ما اردناہ

(تنبیہ):۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ قیاس مساوات بذاتہ نتیجہ مقصودہ کا فائدہ نہیں دیتا بلکہ نتیجہ
مطلوبہ ایک تیسرے مقدمہ کے ذریعہ آتا ہے اگر تیسرا مقدمہ صادق ہو تو قیاس مساوات صحیح نتیجہ

دے گا اور اگر تیسرا مقدمہ صادق نہیں ہے پھر نتیجہ قیاس بھی صحیح نہیں ہے یہاں تیسرا مقدمہ بالکل صادق ہے ملاحظہ ہو۔ المنحصر فی المنحصر فی الشئی منحصر فی ذالک الشئی

اور اس کی مثال ملاحظہ ہو۔ مثلاً کلمہ منحصر ہے اسم فعل اور حرف میں اور اسم فعل حرف منحصر ہیں معرب اور مبنی ہیں تو اس قیاس مساوات سے یہ نتیجہ نکلے گا کہ کلمہ منحصر ہے معرب اور مبنی میں اور قیاس اس طرح ہوگا۔

صغریٰ	کبریٰ
الکلمۃ منحصرۃ فی اسم و فعل و حرف	والاسم والفعل والحرف منحصرۃ فی المعرب والمبنی

نتیجہ

فینتج الکلمۃ منحصرۃ فی المعرب والمبنی

اور تیسرا مقدمہ وہی ہے جس کا ذکر گزر چکا ہے اور بالکل صادق ہے۔

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

گلستان عطاء رحمہ اللہ کے پھول (تلامذہ)

۱۔ جگر گوشہ شیخ الاسلام امیر شریعت حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی سجادہ نشین سیال شریف

۲۔ حضرت پیر سید شاہ عبدالحق مدظلہ العالی گولڑہ شریف

۳۔ حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ (شارح بخاری شریف)

۴۔ حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث غلام رسول رضوی رحمہ اللہ شارح بخاری فیصل آباد

۵۔ حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی شارح بخاری ومسلم شریف

۶۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی ابن فقیہ العصر سجادہ نشین بندیال شریف

۷۔ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد فضل حق رحمہ اللہ بندیالوی ابن فقیہ العصر بندیال شریف

۸۔ حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبداللہ بندیالوی ابن فقیہ العصر رحمہ اللہ بندیال شریف

۹۔ حضرت مولانا صاحبزادہ ظہیر الدین سیالوی مدظلہ العالی سیال شریف

۱۰۔ حضرت مولانا صاحبزادہ مجددالدین رحمہ اللہ ابن شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی سیال شریف

۱۱۔ حضرت صاحبزادہ محمد معین الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف

۱۲۔ حضرت علامہ مولانا پیر محمد اشرف قادری صاحب رحمہ اللہ کھر پڑ شریف پتوکی

۱۳۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سردار احمد مدظلہ العالی کھر پڑ شریف پتوکی

۱۴۔ حضرت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ بھیرہ شریف سرگودھا

۱۵۔ شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف صاحب سیالوی نور اللہ مرقدہٗ سلانوالی ضلع سرگودھا

۱۶۔ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۱۷۔ حضرت علامہ مولانا سید غلام حبیب شاہ رحمہ اللہ وڑچھ شریف ضلع خوشاب

۱۸۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سید انوار الحسن شاہ مدظلہ العالی وڑچھ شریف خوشاب

۱۹۔ حضرت علامہ مولانا نور سلطان قادری رحمہ اللہ جامعہ انوار باہو بھکر

۲۰۔ حضرت علامہ صاحبزادہ سلطان معظم علی سروری قادری مدظلہ العالی آستانہ عالیہ سلطان باہو جھنگ

۲۱۔ علامہ مولانا صاحبزادہ محمد زبیر نقشبندی مدظلہ العالی رکن الاسلام حیدرآباد

۲۲۔ حضرت علامہ مولانا جمال الدین شاہ کاظمی رحمہ اللہ خواجہ آباد شریف میانوالی

۲۳۔ حضرت مولانا محمد معظم دین شاہ کاظمی خواجہ آباد شریف میانوالی

۲۴۔ حضرت علامہ مولانا میاں علی اکبر رحمہ اللہ بالا شریف میانوالی

۲۵۔ حضرت علامہ مولانا میاں غلام صفدر مدظلہ العالی بالا شریف میانوالی

۲۶۔ حضرت علامہ مولانا میاں محمد حیات رحمہ اللہ بالا شریف میانوالی

۲۷۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ عبدالمالک مدظلہ العالی جامعہ اکبریہ بلوخیل روڈ میانوالی

۲۸۔ حضرت علامہ مولانا صاحب زادہ محمد محب اللہ نوری مدظلہ العالی جامعہ حنفیہ فریدیہ بصیرپور

۲۹۔ پیر طریقت مولٰنا صاحبزادہ غلام حمید الدین معظمی معظم آباد بھلوال

۳۰۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد اسماعیل الحسنی مدظلہ العالی شاہوالہ خوشاب

۳۱۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عبدالرحمٰن الحسنی مدظلہ العالی شاہوالہ خوشاب

۳۲۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد ظفر الحق بندیالوی مدظلہ بندیال شریف

۳۳۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد مظہر الحق بندیالوی مدظلہ العالی بندیال شریف

۳۴۔ حضرت علامہ مولانا اللہ بخش رحمہ اللہ جامعہ مظفریہ رضویہ واں بھچراں میانوالی

۳۵۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ مسعود احمد وڑچھ شریف

۳۶۔ حضرت علامہ مولانا علی محمد رحمہ اللہ برادر خورد قبلہ استاذی المکرم علیہ الرحمۃ

۳۷۔ حضرت علامہ مولانا فخر المدرسین غلام محمد تونسوی مدظلہ العالی جامعہ نوشاہیہ جہلم

۳۸۔ حضرت علامہ مولانا شیخ الحدیث پیر محمد چشتی مدظلہ العالی جامعہ معینیہ غوثیہ پشاور

۳۹۔ حضرت علامہ مولانا فضل سبحان قادری مدظلہ العالی دارالعلوم قادریہ مردان

۴۰۔ حضرت علامہ مولانا مقصود احمد قادری مدظلہ العالی سابق خطیب داتا دربار لاہور

۴۱۔ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی مدظلہ العالی دروغہ والا لاہور

۴۲۔ حضرت علامہ مولانا مفتی علی احمد سندھیلوی مدظلہ العالی، جامعہ ہجویریہ لاہور

۴۳۔ حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم ڈیرہ اسماعیل خان

۴۴۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ جامعہ نظامیہ لاہور

۴۵۔ حضرت علامہ قاضی محمد مظفر اقبال رضوی مدظلہ العالی، خطیب اونچی مسجد بھاٹی گیٹ لاہور

۴۶۔ حضرت علامہ مفتی گل احمد عتیقی، مدظلہ العالی شیخ الحدیث جامعہ ہجویریہ لاہور

۴۷۔ حضرت مولانا غلام محمد شاہ وڑچھ شریف

۴۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد اشرف نقشبندی رحمہ اللہ (شارح حسامی ومرقاۃ) لاہور

۴۹۔ علامہ محمد عبدالرشید قریشی مدظلہ العالی مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

۵۰۔ حضرت علامہ شیخ الحدیث محمد یعقوب ہزاروی العالی مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

۵۱۔ حضرت علامہ مولانا خدا بخش رحمہ اللہ تعالیٰ چھچھو شریف

۵۲۔ حضرت علامہ مولٰنا مفتی محمد رفیق الحسنی مدظلہ العالی مدینۃ العلوم کراچی

۵۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد شریف الحسنی مدظلہ العالی خطیب مبارک مسجد کراچی

۵۴۔ حضرت علامہ مولانا امام دین وٹو مدظلہ العالی فاروق آباد

۵۵۔ حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی مدظلہ العالی دارالعلوم مہریہ گلشن اقبال کراچی

۵۶۔ حضرت علامہ مولانا فیض علی گردیزی مدظلہ العالی دارالعلوم مہریہ کراچی

۵۷۔ حضرت علامہ مفتی محمد فضل الرحمٰن دارالعلوم منظر الاسلام پروآ ڈیرہ اسماعیل خان

۵۸۔ حضرت علامہ مولٰنا صاحبزادہ محمد عارف الحسن الحسنی دارالعلوم نورانی ڈیرہ اسماعیل خان

۵۹۔ حضرت علامہ مولٰنا مفتی محمد سرفراز قادری مدظلہ العالی پنیالہ ڈیرہ اسماعیل خان

۶۰۔ حضرت علامہ مولٰنا مفتی حسین علی مدظلہ العالی مدرس بندیال شریف

۶۱۔ حضرت علامہ مولٰنا محمد یوسف شاہ مدظلہ العالی مدرس شمس العلوم کراچی

۶۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد اکرم چشتی سیالوی مدرس نوریہ رضویہ کلفٹن کراچی

۶۳۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد یعقوب معینی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ علویہ غوثیہ کراچی

۶۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد طفیل رحمۃ اللہ علیہ ڈرگ روڈ کراچی

۶۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد مشتاق احمد مدظلہ العالی کراچی

۶۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد بشیر القادری مدظلہ العالی کراچی

۶۷۔ حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم قادری مدظلہ العالی مدرس جامعہ غوثیہ باغ حیات علیشاہ سکھر سندھ

۶۸۔ حضرت علامہ حافظ عبدالمجید بندیالوی ناظم اعلیٰ ادارہ تدریس القرآن کراچی

۶۹۔ حضرت علامہ مولانا مفتی عطاء محمد متین صاحب مدظلہ العالی شادیہ ضلع میانوالی

۷۰۔ حضرت علامہ مولانا کمال الدین مدظلہ العالی مدرس جامعہ فاروقیہ رضویہ کوٹلہ ارب علی خان آزاد کشمیر

۷۱۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمود حسین شائق خطیب اعظم منگلا

۷۲۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اقبال مصطفوی مدظلہ العالی مدرس جامعہ ہجویریہ لاہور

۷۳۔ حضرت علامہ مولانا سید سکندر شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف

۷۴۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ عزیز الرحمٰن شاہ مدظلہ العالی، گولڑہ شریف

۷۵۔ حضرت علامہ مولانا قاضی محمد اقبال قادری ڈیروی خطیب مبارک مسجد گوری کراچی

۷۶۔ حضرت علامہ مولانا غلام نبی نقشبندی مدظلہ العالی دارالعلوم عطائیہ رضویہ گکھڑ

۷۷۔ حضرت علامہ محمد رفیق چشتی رحمہ اللہ (مولف فیض عطاء شرح کریما) گوجر خان

۷۸۔ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد قادری مدظلہ العالی مہتمم مدرسہ سلطانیہ حاصل پور

۷۹۔ حضرت علامہ مولانا شیخ احمد سیالوی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ شمسیہ چنیوٹ

۸۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد ناظر سیالوی مدظلہ مدرس محمدی شریف

۸۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ جھنگوی رحمہ اللہ تعالیٰ آف جھنگ

۸۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف، مدرس پیر صلاح الدین سمندری

۸۳۔ حضرت علامہ مولانا شاہ نواز کانجو مدظلہ پہاڑپور

۸۴۔ حضرت علامہ مولانا شاہ محمد مدظلہ لاہور

۸۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسلم رحمہ اللہ جھنگ

۸۶۔ حضرت علامہ مولانا سعید احمد اوکاڑہ چھاونی

۸۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف مدظلہ خطیب مدینہ کالونی لاہور

۸۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد رشید تونسوی مدرس مدرسہ غوثیہ سرگودھا

۸۹۔ حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالغفور جامعہ حنفیہ چوہان روڈ لاہور

۹۰۔ حضرت علامہ مولانا قاری محمد بشیر نسیم مدظلہ العالی سابق مدرس درس بڑے میاں لاہور

۹۱۔ حضرت علامہ مولانا حافظ محمد حسین گولڑوی مدظلہ العالی حال مقیم انگلینڈ

۹۲۔ حضرت علامہ مولانا غلام محمد شرقپوری مدظلہ العالی جامعہ نبویہ مدینۃ العلوم لاہور

۹۳۔ حضرت علامہ مولانا مجاہد کبیر محمد نذیر نقشبندی، آزاد کشمیر

۹۴۔ حضرت علامہ مولانا فتح محمد بادوزئی، سبی بلوچستان

۹۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد نذیر مدرس غوثیہ ہدایت القرآن، ممتاز آباد ملتان

۹۶۔ حضرت علامہ مولانا یار محمد کھچی فورٹ عباس ضلع بہاولنگر

۹۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد اجمل رحمۃ اللہ علیہ سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

۹۸۔ حضرت علامہ مولانا عبدالرشید قمر لیکچرار گورنمنٹ کالج فیصل آباد

۹۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد نواز الحسنی لیکچرار اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

۱۰۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبداللہ باروی، مظفر گڑھ

۱۰۱۔ حضرت علامہ مولانا حافظ محمد یونس رحمہ اللہ چکوال، سابق مدرس خدام الصوفیہ گجرات

۱۰۲۔ حضرت علامہ مولانا حافظ غلام مرتضیٰ عطائی مدرس جامعہ محمدیہ رضویہ محمد پورہ فیصل آباد

۱۰۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد سلطان مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد

۱۰۴۔ حضرت علامہ مولانا حبیب امجد مدرس جامعہ امینیہ فیصل آباد

۱۰۵۔ حضرت علامہ مولانا مفتی نواب الدین رحمہ اللہ سابق مدرس جامعہ رضویہ فیصل آباد

۱۰۶۔ حضرت علامہ مولانا قاری جان محمد قادری مہتمم جامعہ فریدیہ پاکپتن شریف

۱۰۷۔ حضرت علامہ مولانا رضاء المصطفیٰ مہتمم جامعہ رضویہ ضیاء القرآن' ڈنگہ گجرات

۱۰۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد رفیق ضیاء مدرس جامعہ سلطانیہ جہلم

۱۰۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد اللہ بخش سیالوی مدرس راوی ریان لاہور

۱۱۰۔ حضرت علامہ مولانا صالح محمد مدرس جامعہ واہدیہ بلوخیل روڈ میانوالی

۱۱۱۔ حضرت علامہ مولانا غلام محمد مٹھا مدرس جامعہ عزیزیہ سلطان باہو جھنگ

۱۱۲۔ حضرت علامہ مولانا غلام محمد رحمہ اللہ علیہ میاں جی بندیال شریف

۱۱۳۔ حضرت علامہ مولانا قاضی سراج دین رحمہ اللہ علیہ وسنال ضلع چکوال

۱۱۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد قاسم سیالوی منگوال

۱۱۵۔ حضرت علامہ مولانا غلام مصطفیٰ سندھی مدرس ہمایوں شریف لاڑکانہ سندھ

۱۱۶۔ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد کونڈوی سابق خطیب دربار بادشاہاں خوشاب شہر

۱۱۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد صابر لامنی خطیب کامونکی

۱۱۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد شہباز خان رحمہ اللہ سابقہ مدرس شاہوالہ شریف

۱۱۹۔ حضرت علامہ مولانا منظور احمد حافظ آباد

۱۲۰۔ حضرت علامہ مولانا عبدالواحد بندیالوی شادیہ میانوالی

۱۲۱۔ حضرت علامہ مولانا سید عباس علی شاہ مدرس جامعۃ المدینہ کاہنہ نو لاہور

۱۲۲۔ حضرت علامہ مولانا چراغ دین بگی ڈل تحصیل جڑانوالہ

۱۲۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد احمد تبسم مدرس قمر العلوم گجرات

۱۲۴۔ حضرت علامہ مولانا نور محمد قریشی راولپنڈی

۱۲۵۔ حضرت علامہ مولانا خلیق الرحمٰن رحمہ اللہ' جامعہ عربیہ اسلامیہ بورے والا

۱۲۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد حنیف سیالوی خطیب جامع مسجد بغدادی قائد آباد خوشاب

۱۲۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد نذیر نقشبندی' آزاد کشمیر

۱۲۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد سعید کشمیری رحمہ اللہ آزاد کشمیر

۱۲۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد سرفراز مہتمم دارالعلوم قادریہ ملتان

۱۳۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد ایوب' آزاد کشمیر

۱۳۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد شفیع ہاشمی ڈنڈی شریف میانوالی حال مقیم لندن

۱۳۲۔ حضرت علامہ مولانا پروفیسر صاحبزادہ غلام معین الدین نظامی پنجاب یونیورسٹی

۱۳۳۔ حضرت علامہ مولانا محمد نذیر خان مدرس جامعہ امینیہ فیصل آباد

۱۳۴۔ حضرت علامہ مولانا نواز خان ڈیرہ اسماعیل خان

۱۳۵۔ حضرت علامہ مولانا عزیز خان ڈیرہ اسماعیل خان

۱۳۶۔ حضرت علامہ مولانا شیراز افضل خان ڈیرہ اسماعیل خان

۱۳۷۔ حضرت علامہ مولانا مولا بخش باروی لیہ

۱۳۸۔ حضرت علامہ مولانا محمد شبیر لیہ

۱۳۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد لطیف کمر مشانی میانوالی

۱۴۰۔ حضرت علامہ مولانا ظہور الاسلام چکوال حال مقیم راولپنڈی

۱۴۱۔ حضرت علامہ مولانا دلاور حسین سیالکوٹ مدرس پنج پیر گھوڑے شاہ لاہور

۱۴۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد الیاس کراچی

۱۴۳۔ حضرت علامہ مولانا حافظ عالم کراچی

۱۴۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد سمیع کراچی

۱۴۵۔ حضرت علامہ مولانا اکرام صاحب ٹھٹھہ سندھ

۱۴۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد ریاض کشمیری حال مقیم کراچی

۱۴۷۔ حضرت علامہ مولانا بلال صاحب تونسہ شریف

۱۴۸۔ حضرت علامہ مولانا قاری غلام مجتبیٰ وہاڑی

۱۴۹۔ حضرت علامہ مولانا احمد دین شاہوالہ شریف

۱۵۰۔ حضرت علامہ مولانا غلام سرور' سراج العلوم بھکر

۱۵۱۔ حضرت علامہ مولانا فتح شیر' وڑچھ شریف

۱۵۲۔ حضرت علامہ مولانا عطاء المصطفیٰ چکوال' حال مقیم لندن

۱۵۳۔ حضرت علامہ مولانا عبدالکریم کشمیری' آزاد کشمیر

۱۵۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد عظیم کشمیری آزاد کشمیر

۱۵۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد اقبال کشمیری آزاد کشمیر

۱۵۶۔ حضرت علامہ مولانا حق نواز چورنڈ شریف سابق مدرس بھکھی شریف

۱۵۷۔ حضرت علامہ مولانا مولوی جمیل احمد' مدرس بھکھی شریف

۱۵۸۔ حضرت علامہ مولانا نور احمد مدرس سوہاوہ

۱۵۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد حیات قریشی منکیرہ بھکر

۱۶۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد دین مدرس جامعہ نوشاہیہ کشمیر کالونی جہلم

۱۶۱۔ حضرت علامہ مولانا حافظ دوست محمد سابق مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ عطاء العلوم ڈھمن شریف

۱۶۲۔ حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن عرف جامی کراچی

۱۶۳۔ حضرت علامہ مولانا صوفی غلام محمد کراچی

۱۶۴۔ حضرت علامہ مولانا صوفی اصغر علی اصغر' اڈا مریدوالا فیصل آباد

۱۶۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسلم صدیقی جہلم مقیم حال انگلینڈ

۱۶۶۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ محمد عارف پاکپتن شریف

۱۶۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد ممتاز الحسنی کمبوہ شریف

۱۶۸۔ حضرت علامہ مولانا شیر محمد شاہوالا

۱۶۹۔ حضرت علامہ مولانا شہباز علی فیصل آباد

۱۷۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد ناصر سراج الدین مکھڈ شریف

۱۷۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد مقبول موسی والی پپلاں میانوالی

۱۷۲۔ حضرت علامہ مولانا عبدالباری بنگالی رحمۃ اللہ' بھکھی شریف

۱۷۳۔ حضرت علامہ مولانا حکیم عبدالغنی جھنگ

۱۷۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب ڈیرہ اسماعیل خان

۱۷۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد بشیر احمد سیالوی' کھوکھا شریف

۱۷۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد بشیر' شادیہ

۱۷۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد سیف اقبال' بندیال شریف

۱۷۸۔ حضرت علامہ مولانا غلام ربانی شاہپیانوالہ بھکر

۱۷۹۔ حضرت علامہ مولانا محمد رفیع' باروی مدرس جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور

۱۸۰۔ حضرت علامہ مولانا فیض احمد کشمیری

۱۸۱۔ حضرت علامہ مولانا ربانی میانوالی

۱۸۲۔ حضرت علامہ مولانا سونا صاحب پیر بارو صاحب فتح پور لیہ

۱۸۳۔ حضرت علامہ مولانا حکیم مہر محمد مدظلہ العالی دیوال خوشاب

۱۸۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل ڈاگ روڈ کراچی

۱۸۵۔ حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ مدرس سیال شریف

۱۸۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد اصغر سیالوی' مدرس جامعہ نوشاہیہ جہلم

۱۸۷۔ حضرت علامہ مولانا محمد زمان بندیالوی بندیال شریف

۱۸۸۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد طیب ارشد سرائے عالمگیر

۱۸۹۔ حضرت علامہ مولانا غلام محمد اختر رحمہ اللہ تعالیٰ کہاڑی نزد شادیہ سابق مدرس بندیال

۱۹۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد علی خطیب پاک نیوی کراچی

۱۹۱۔ حضرت مولانا فتح محمد صاحب ساہیوال

۱۹۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد منیر مہروی کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

۱۹۳۔ حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ مہروی کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

۱۹۴۔ حضرت علامہ مولانا محمد حسین آزاد ملیر کینٹ کراچی

۱۹۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد دل نواز صاحب جامع جماعتیہ علی پور سیداں سیالکوٹ

۱۹۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل شاہوالہ شریف

۱۹۷۔ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد ابراہیم ڈیرہ اسماعیل خان سرحد

۱۹۸۔ حضرت علامہ مولانا مولوی فیروز الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سابق خطیب میمن مسجد کراچی

۱۹۹۔ حضرت علامہ محمد مقبول احمد سابق شیخ الحدیث و مدرس دو دروازہ سیالکوٹ

۲۰۰۔ حضرت مولانا حکیم محمد اشرف لاہور

۲۰۱۔ حضرت علامہ صاحبزادہ معظم الحق محمودی معظم آباد شریف

۲۰۲۔ حضرت مولانا اعجاز رسول صاحب

۲۰۳۔ حضرت مولانا محمد احمد چشتی جوہر آباد

۲۰۴۔ حضرت علامہ مولانا عبد الغفور صدر مدرس جامعہ اکبریہ میانوالی

۲۰۵۔ حضرت علامہ مولانا محمد شفیع مدرس ٹوبہ ٹیک سنگ

۲۰۶۔ حضرت علامہ مولانا محمد حسین صاحب سندھ

۲۰۷۔ حضرت علامہ مولانا قاری غلام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ، مفتی و مدرس آستانہ عالیہ سیال شریف

۲۰۸۔ حضرت علامہ مولانا گل محمد سیالوی تلہ گنگ

۲۰۹۔ حضرت علامہ مولانا احمد بخش حسنی دریا خان بھکر

۲۱۰۔ حضرت علامہ مولانا محمد حسین کشمیری

۲۱۱۔ حضرت علامہ مولانا قاری خدا بخش صاحب سندھ

۲۱۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب گوجرہ

۲۱۳۔ حضرت علامہ مولانا احمد نواز وادی سون سکیسر

۲۱۴۔ حضرت علامہ ریاض احمد قادری دار العلوم جامعہ رضویہ تعلیمات اسلامیہ کوٹ سمابہ رحیم یار خان

۲۱۵۔ حضرت علامہ مولانا مفتی عبد اللہ مظفر گڑھی شریف

۲۱۶۔ حضرت علامہ مولانا نذیر خان سیالوی جبی شریف ضلع خوشاب

۲۱۷۔ حضرت علامہ مولانا فلک شیر اترا ضلع خوشاب

۲۱۸۔ حضرت علامہ مولانا فاروق احمد نقشبندی کشمیری جہلم سرائے عالم گیر

۲۱۹۔ حضرت غلام نصیر الدین کاظمی خواجہ آباد شریف

۲۲۰۔ حضرت قاری عبد الحمید راولپنڈی

۲۲۳۔ حضرت مولانا محمد بشیر نقشبندی لاہور

۲۲۴۔ حضرت مولانا قاری محمد امیر عالم کشمیری

۲۲۵۔ حضرت مولانا محمد بشیر صاحب بصیر پوری

۲۲۶۔ حضرت مفتی محمد عبد اللہ ڈیرہ غازی خان

۲۲۷۔ حضرت مولانا محمد شریف ضیائی صاحب

۲۲۸۔ حضرت حافظ محمد شرف الدین صاحب اشرفی

۲۲۹۔ حضرت مولانا بشیر احمد نجم سیالوی صاحب

۲۳۰۔ حضرت علامہ مولانا ارشاد احمد حقانی جلالی پنجہ شریف ضلع خوشاب

۲۳۱۔ محرابِ اقدام العلماء مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی اللہ عنہ

صلبی اولاد سے علم کا خاتمہ ہوا تو کیا ہوا؟ روحانی اولاد کے دریائے فیض سے ایک عالم سیراب ہو رہا ہے۔ مذکورہ بالا تلامذہ میں سے ہر فرد اپنی مثال آپ ہے۔

تمام مے کدہ سیراب کر دیا جس نے
وہ چشم یار تھی ،جامِ شراب تھا کیا تھا؟

راقم الحروف عنقریب قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام ساتھیوں کا مفصل ذکر خیر تذکرہ گلشن عطاء کی صورت میں منظر عام پر لائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ
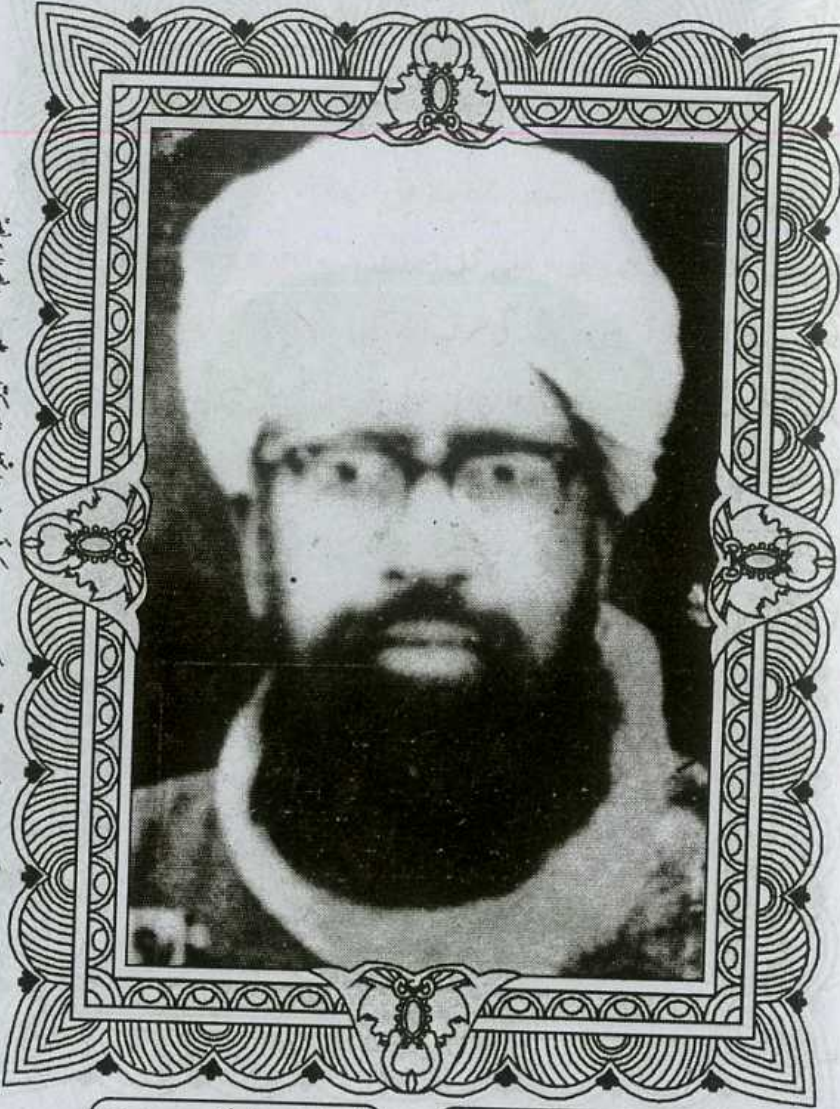
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

استاذ الاالعلماء، ملک المدرسین

حضرت علامہ مولانا حافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

زندگی جب کسی انسان کو ترس جاتی ہے | تیری صورت میری آنکھوں پہ برس جاتی ہے

جگر گوشہ استاذ العلماء

حضرت مولانا صاحبزادہ **فداء الحسن** چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ

مختصر کوائف وصال جگر گوشۂ استاذ العلماء صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ

ہائے وہ وقت وہ باتیں وہ زمانہ ان کا

برصالِ صاحبزادہ فداءالحسن چشتی گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ

تحریر: مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

گل ہوا عہد جوانی میں چراغ زندگی

ہائے کیسا نیند کا جھونکا سر شام آگیا

نام ونسب:۔

صاحبزادہ فداالحسن اعوان چشتی گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ ابن استاذ العلماء حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ بن اللہ بخش اعوان بن غلام محمد اعوان ،الخ۔مکمل شجرہ نسب کتاب مذکورہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کے والد گرامی یعنی استاذ العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کا نام فداءالحسن تجویز فرمایا۔

آپ کی ولادت:۔

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک 1391ھ بمطابق 1970ء بروز ہفتہ کوڈھوک دھمن داخلی پدھراڑ ضلع خوشاب میں ہوئی۔

آپ کا آبائی وطن:۔

آپ کا آبائی گاؤں دھمن پدھراڑ تحصیل وضلع خوشاب جو وادی سون سکیسر کا مشہور قصبہ ہے جو کہ پیل سے تقریباً 5 کلومیٹر مشرق کی جانب واقع ہے اس گاؤں میں ایک خوب صورت مرکزی جامع مسجد غوثیہ مہریہ اور استاذ العلماء رحمہ اللہ کی یاد میں قائم کیا ہوادار العلوم غوثیہ

مہریہ عطاءالعلوم موجود ہے۔

آپ کا خاندان:۔

آپ قطب شاہی اعوان قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔جن کا شجرہ نسب حضرت غازی عباس علمدار بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک پہنچتا ہے۔

ابتدائی تعلیم:۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں دھمن داخلی پدھراڑ میں پرائمری تک سکول میں حاصل کی اس کے بعد قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کو درس نظامی کی تعلیم کی طرف راغب کیا اور درس نظامی کی ابتدائی کتب اپنے پاس شروع کروائی۔اور فارسی میں گلستان بوستان ،یوسف زلیخا،سکندر نامہ تک اور صرف ونحو کی ابتدائی کتب آپ نے خود پڑھائیں۔

لوگ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے کہ آپ کا ایک ہی صاحبزادہ ہے ان کو سکول کی تعلیم دلوائیں تو ان کے جواب میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے کہ میں خود بھی پرائمری پاس ہوں اور مجھے جو عزت ملی ہے یہ علم دین کی وجہ سے ہی ملی ہے سکول کی تعلیم کی وجہ سے نہیں اس لیئے میں یہی تیر آزماؤں گا نہ کہ نیا تجربہ کروں گا۔اور قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے تھے کہ ہم پانچ بھائی ہیں اور ہمارے والد صاحب کھیتی باڑی کرتے تھے اور یہ علم کی شان ہے کہ جب میں آستانہ عالیہ سیال شریف حاضر ہوتا ہوں تو سجادہ نشین صاحب کھڑے ہوکر مجھے ملتے ہیں اس لئے نہیں کہ میں ملک اللہ بخش مرحوم کا لڑکا ہوں بلکہ علم دین کی وجہ سے کھڑے ہوتے ہیں نہ کہ میرے ماتھے پہ تاج سجا ہوا ہے۔جو دوسرے بھائیوں کے ماتھے پہ نہیں ہے تو یہ سب دین ہی برکت ہے اس لئے میں اپنے لخت جگر کو علم دین ہی پڑھاؤں گا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بسیار کوشش کے باوجود آپ کے لخت جگر نور اللہ مرقدہٗ ابتدائی کتب تک ہی تعلیم حاصل کر سکے اس کے بعد قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو فالج کا حملہ ہوا اور دوران تعلیم ہی صاحبزادہ فداالحسن نوراللہ مرقدہٗ کو کینسر جیسی موذی مرض نے

آدبوچا جس کی وجہ سے صاحبزادہ صاحب اپنی تعلیم مکمل نہ کر سکے۔ ورنہ صاحبزادہ صاحب، راقم الحروف کے ہم درس ساتھی تھے۔

آپ کے شیخ کامل:۔

آپ حضور لالہ جی سید غلام معین الدین شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

ازدواجی زندگی:۔

آپ کی شادی اپنے ہی خاندان میں 1995ء میں ہوئی۔

اولاد احفاد:۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادہ عطاء فرمایا جن کا نام قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے محمد اجمل عطاء (حفظہ اللہ تعالیٰ) تجویز فرمایا اللہ تعالیٰ صاحبزادہ محمد اجمل عطاء کو قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا صحیح جانشین بنائے آمین ثم آمین۔

آپ کے ہم سفر ساتھی:۔

آپ کیساتھ اکثر سفر میں راقم الحروف ہی نے خدمت سرانجام دی ہے صاحبزادہ فدا الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ اور راقم الحروف کا تعلق تقریباً عرصہ 23 سال پر محیط ہے اور ہمارا آپس میں برادرانہ تعلق تھا جس کو ہم دونوں نے آخری دم تک نبھایا اور ان 23 سالوں میں برادرم فدا الحسن صاحب مرحوم اور راقم الحروف کے درمیان ایک دفعہ بھی شکر رنجی کا موقع نہیں آیا اور میں یہ بات حلفاً کہتا ہوں اور نہ ہم دونوں ایک ماہ تک جدا رہے ہیں۔

اب اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے یہ جدائی ڈال دی الحمد للہ علی کل حال۔ اب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی بارگاہ میں التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ برادرم فدا الحسن مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور مجھ کو ہر وقت موت یاد رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ

میں یہ بھی التجا ہے کہ جس طرح برادرم فدا الحسن مرحوم اور میں اس دنیا میں اکٹھے رہیں ہیں جب میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو جاؤں تو عالم برزخ میں بھی ہم دونوں کو اکٹھا فرمائے آمین ثم آمین۔

آپ کی مخصوص طبیعت:۔

صاحبزادہ برادرم فداء الحسن مرحوم رحمۃ اللہ تعالیٰ ایک مخصوص طبیعت کے مالک تھے جو ان ہی کا خاصہ تھا صاحبزادہ فداء الحسن مرحوم میرے ہمراز تھے اور میں ان کا ہمراز تھا اور ہم دونوں کی طبیعت آپس میں ملتی تھی جس کا بین ثبوت ہماری 23 سالہ رفاقت ہے بعض حاسدین نے ہمارے درمیان جدائی ڈالنے کی باتیں کی لیکن برادرم فدا الحسن مرحوم رحمۃ اللہ نے کسی کو ہمارے درمیان آڑے نہ آنے دیا چاہے رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار۔ صاحبزادہ فدا الحسن مرحوم انتہائی شریف النفس آدمی تھے حق گو تھے ہمیشہ سچ بولتے تھے اور اپنے والد ذی وقار کی طرح کسی کا گلہ نہیں کرتے تھے اور کم گو تھے اور ہمیشہ گھر رہنے کے عادی تھے سیر و تفریح کا کبھی بھی دل میں خیال تک نہ لاتے تھے سادہ زندگی اور سادہ غذا کے عادی تھے غریبوں پر رحم فرمانے والے تھے اور ہمیشہ حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت بابو جی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر فرماتے رہتے تھے اللہ تعالیٰ صاحبزادہ فدا الحسن صاحب مرحوم کو میدانِ حشر میں حضور قبلہ عالم اور بابو جی رحمۃ اللہ علیہما کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

آپ اپنے والدِ گرامی کے اکلوتے بیٹے:۔

آپ اپنے والدِ محترم کے اکلوتے بیٹے تھے۔ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے اور قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ کو بڑے عزیز تھے بلکہ ایک لمحہ بھی ان کی جدائی برداشت نہیں کرتے تھے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے سفر میں ہوں یا حضر میں آپ ان کو حسن کہہ کر بلاتے اور کبھی پیار سے فدا حسن اور کبھی حسنی کہہ کر بلاتے۔ قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کا بڑا خیال فرماتے تھے اگر یہ بیمار ہو جاتے تو اعلیٰ ڈاکٹر سے ان کا علاج کرواتے اور ہر وقت دم

فرماتے رہتے اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو ایصال ثواب کر کے طلباء میں رقم تقسیم فرماتے اور ان کی صحت یابی تک طلباء کے سبق موقوف رہتے تھے اگر صاحبزادہ صاحب کو زکام کی بھی شکایت ہوتی تو ان کا سبق موقوف فرما دیتے تھے تا آنوقت کہ آپ ٹھیک نہ ہو جائیں الغرض کہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ صاحبزادہ صاحب کو ایک لمحہ بھی آنکھوں سے اوجھل نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔

اس لئے صاحبزادہ جمال الدین شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ مذاق میں فرماتے تھے۔

استاد صاحب ہر وقت فداء الحسن کو یاد فرماتے رہتے ہیں حتی کہ جب استاذ صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) نماز پڑھتے ہیں تو ایک طرف سلام پھیر کر کہتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور دوسری طرف کہتے ہیں فدا حسن۔ القصہ مختصر قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ ایک لمحہ بھی اپنے لخت جگر کی جدائی برداشت نہیں کرتے تھے حتیٰ کہ جب ہم دونوں دھمن سے پیل کسی کام کو جاتے تو قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے کہ جب پکی سڑک آئے تو حسن کا ہاتھ پکڑ کر سڑک پار کرنی ہے جبکہ صاحبزادہ صاحب مرحوم کی عمر پچیس سے تیس سال کے درمیان ہوگی یہ اس وقت کی بات ہے۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ قبلہ استاذی المکرم رحمۃ اللہ علیہ کو کس قدر آپ سے محبت تھی۔

آپ کی بیماری کی ابتداء:۔

1998ء میں آپ کو عارضہ بخار لاحق ہوا جس نے آہستہ آہستہ شدت اختیار کرلی آخر آپ اور راقم الحروف ہم دونوں سرگودھا میں احمد علی ہسپتال، پی اے ایف روڈ سرگودھا میں بریگیڈیئر ریٹائرڈ ڈاکٹر احمد علی کے پاس گئے انہوں نے آپ کو ہسپتال میں داخل کرلیا دو دن ہم ہسپتال میں رہے لیکن آپ کا بخار کم نہ ہوا آخر ڈاکٹر احمد علی نے راقم کو کہا کہ ان کے خون کا سیمپل لے کر رحمن لیبارٹری میں جائیں اور رپورٹ لے آئیں تقریباً تین گھنٹے کے بعد رپورٹ ملی راقم الحروف رپورٹ لیکر ڈاکٹر احمد علی کے پاس آیا انہوں نے رپورٹ دیکھی تو راقم کو کہا کہ مریض کو

مت بتائیں اور سیدھا ان کو لاہور لے جائیں ان کو کینسر کی تکلیف ہے ہم نے وہاں سے ہی ٹیکسی لی اور صبح لاہور روانہ ہوئے اس وقت حضرت مولانا غلام محمد سیالوی ناظم شمس العلوم کراچی بیت المال کے چیئرمین تھے راقم نے ان سے رابطہ کیا اور ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ صبح صاحبزادہ صاحب کو لے کر انمول ہسپتال پہنچ جائیں میں وہاں آجاؤں گا صبح ہم انمول ہسپتال پہنچے تو تھوڑی دیر کے بعد مولانا غلام محمد سیالوی مدظلہ العالی بھی تشریف لے آئے ڈاکٹر آپ کو دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ نے کس مریض کیلئے اتنی تکلیف کی ہے تو آپ نے فرمایا کہ یہ میرے استادزادے ہیں اور ان سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے آخر انمول ہسپتال کے ڈاکٹروں نے صلاح مشورے کے بعد صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ٹیسٹ کروائے اور باقاعدہ علاج شروع کر دیا جو تقریباً تیرہ 13 سال جاری رہا۔

نوٹ: یاد رہے کہ ہم نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو صاحبزادہ صاحب کی بیماری کا نہیں بتایا کیونکہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی چارپائی پر علیل تھے اگر آپ کو ان کی بیماری کا پتہ چل جاتا تو آپ کی علالت میں اور شدت آجاتی جو ناقابل برداشت تھی اس لئے ہم نے صاحبزادہ صاحب کی بیماری کو آپ سے پوشیدہ رکھا اور 1999ء میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد صاحبزادہ صاحب کی کیفیت

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد جناب صاحبزادہ فدا الحسن نور اللہ مرقدہٗ نے جو کردار ادا کیا یہ انہی کا حصہ ہے ایک طرف کینسر جیسی موذی مرض کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا دوسرا قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام ساتھیوں کے ساتھ ہمیشہ رابطے میں رہے اور ہر ایک کے دکھ درد میں شریک ہوتے رہتے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد میں نے برادرم فدا الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ کو مشورہ دیا کہ یہاں دھمن میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایک مدرسہ ہونا چاہیے کیونکہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ

کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری ہے ان کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہنا چاہیے اوراس طرح سے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر مبارک بھی زندہ رہے گی اور ساتھیوں کی آمدورفت بھی جاری رہے گی اور درس وتدریس کا کام بھی ہوتا رہے گا تو اس کے جواب میں صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ ایک تو میری صحت اس قابل نہیں ہے کہ اتنا کام سنبھال سکوں دوسرا خود میں نے تعلیم کی تکمیل بھی نہیں کی اگر آپ میرے ساتھ اس کام میں ساتھ دیں تو پھر یہ کام ہوسکتا ہے حالانکہ میری تعلیم بھی ابھی ادھوری تھی لیکن اس کے باوجود میں نے برادرم فدالحسن مرحوم سے کہا کہ میں اس طرح سے آپ کے ساتھ رہنے اوراس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عزم کرتا ہوں اس کے بعد ہم نے دارالعلوم غوثیہ مہریہ عطاء العلوم کی بنیاد رکھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اللہ تعالیٰ اوراس کے رسول ﷺ کی برکت سے دارالعلوم کی عمارت مکمل ہوگئی اور ساتھ ہی شعبہ حفظ وناظرہ اور درس نظامی کی تعلیم کا آغاز شروع کردیا الحمد للہ دارالعلوم میں قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے فیض کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔

آپ کے اوصاف:۔

آپ کے اوصاف میں شامل تھا کہ ہمیشہ استادصاحب مرحوم کے ساتھیوں کے ساتھ رابطے میں رہے اوران کے دکھ درد میں شریک ہوتے اگر کوئی ساتھی جلسے جلوس میں شرکت کی دعوت دیتا تو باوجود بیماری کے آپ دعوت قبول فرماتے اور وہاں تشریف لے جاتے۔چنانچہ وفات سے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل مولانا فضل سبحان قادری مردان والوں نے آپ کو دعوت دی کہ ہمارے دارالعلوم قادریہ میں جلسہ دستار فضیلت ہے آپ اور راقم الحروف دونوں ہمارے جلسے میں تشریف لائیں ہمارے لئے یہ خوشی کا مقام ہوگا تو صاحبزادہ فدالحسن چشتی گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ نے جواب دیا کہ ہم ان شاء اللہ آپ کے جلسہ دستار فضیلت میں ضرور شریک ہونگے چنانچہ مقررہ تاریخ سے پہلے ایک دن ہم دونوں دھمن سے روانہ ہوئے اور رات کو ہم نے آستانہ عالیہ گولڑہ مقدمہ میں قیام کیا۔دربار شریف پر حاضری دی صبح کو ہم مردان کیلئے روانہ ہوئے جلسہ

کے شروع ہونے میں ابھی کچھ وقت باقی تھا راقم نے صاحبزادہ سے کہا کہ آؤ ابھی جلسے میں کچھ وقت باقی ہے چلیں پشاور میں پیر محمد چشتی صاحب کے پاس چلتے ہیں چنانچہ ہم دونوں پشاور کیلئے روانہ ہوئے اور پیر محمد چشتی صاحب سے ان کے دارالعلوم میں ملاقات کی اس کے بعد ہم مردان کیلئے راونہ ہوئے جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کی اور رات کو مولانا فضل سبحان صاحب قادری کے ہاں قیام فرمایا صبح کو جب ہم گھر کیلئے روانہ ہوئے تو جب ہم راولپنڈی پہنچے تو راقم نے پھر صاحبزادہ صاحب سے کہا کہ آؤ آج رات پھر آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ پر قیام کرتے ہیں پھر قسمت بانصیب حاضری ہوگی یا نہیں صاحبزادہ صاحب نے کہا ٹھیک ہے چنانچہ ہم نے واپسی پر بھی گولڑہ شریف میں قیام کیا اور دربار شریف پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی پھر صبح کو ہم دھمن کیلئے روانہ ہوئے یاد رہے کہ صاحبزادہ فدالحسن مرحوم کی زندگی کا یہ آخری سفر ثابت ہوا چنانچہ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سفر میں اپنے مرشد کریم کی بارگاہ میں دودفعہ حاضری دی۔ اللہ تعالیٰ اس حاضری کے وسیلے سے جناب صاحبزادہ فداءالحسن چشتی گولڑوی نوراللہ مرقدہٗ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

اسی لئے عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

شنیدم که در روز امید و بیم
بداں را به نیکاں ببخشد کریم

بہشتی دروازہ سے آپ کا گزرنا:۔

2009ء میں صاحبزادہ فدالحسن چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی دروازہ سے گزرنے کا اظہار فرمایا راقم الحروف نے کہا کہ ان شاء اللہ 5 محرم الحرام کو روانہ ہونگے تو صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ اتنے لمبے سفر کیلئے میری طبیعت ساتھ نہیں دیتی رات ہم جناب صاحبزادہ سردار احمد عالم صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کھرپڑشریف کے ہاں قیام فرمائیں گے چنانچہ ہم نے رات کو آستانہ عالیہ کھرپڑشریف میں قیام فرمایا اور صبح 6 محرم الحرام پاکپتن شریف

کیلئے روانہ ہوئے اور اسی رات ہم بہشتی دروازے سے گزر کر اگلے روز ہم دھمن پہنچ گئے چنانچہ صاحبزادہ فداء الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ نے بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہشتی دروازے سے گزرنے کی بھی سعادت حاصل کی ہے۔اللہ تعالیٰ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ تعالیٰ کے صدقے صاحبزادہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین۔

مختلف آستانوں پر آپ کی حاضری:۔

آستانہ عالیہ سیال شریف میں آپ کی حاضری:۔

جناب صاحبزادہ فدا الحسن مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کبھی کبھی آستانہ عالیہ سیال شریف میں حاضر ہوتے اور دربار شریف پر حاضری دیتے اس کے علاوہ جب صاحبزادہ غلام نصیر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ابن حضور شیخ الاسلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو آپ فاتحہ خوانی کیلئے حضور امیر شریعت نائب شیخ الاسلام حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف کی خدمت میں فاتحہ خوانی کیلئے حاضر ہوئے پھر جب صاحبزادہ مجددالدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کا وصال مبارک ہوا پھر آپ سجادہ نشین صاحب کی خدمت میں فاتحہ خوانی کیلئے حاضر ہوئے۔اس کے علاوہ جب صاحبزادہ حاجی رب نواز صاحب سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا تو آپ سیال شریف حاضر ہوئے اور آپ کے بھائی غیاث الدین سیالوی مدظلہ العالی سے فاتحہ پڑھی ان تمام حاضریوں میں راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ تھا۔

قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد جناب صاحبزادہ فدا الحسن چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے والد ذی وقار کے ساتھیوں کیساتھ پوری وفاداری کا ثبوت دیا ہے آپ گاہے بگاہے آستانہ عالیہ بندیال شریف حاضر ہوتے رہے اور جانشین فقیہ العصر

صاحبزادہ محمد عبد الحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی کے ساتھ رابطہ تعلق قائم رکھا اور کبھی کبھی فقیہ العصر رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مبارک پر تشریف لاتے اور اس کے علاوہ غمی وخوشی کے موقع پر لازمی بندیال تشریف لاتے۔

آستانہ عالیہ شاہ والا شریف میں آپ کی حاضری:۔

صاحبزادہ صاحب مرحوم جب کبھی بندیال تشریف لاتے تو شاہ والا شمالی متصل قائد آباد میں فقیر محمد اسماعیل الحسنی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شاہ والا شریف وفقیر عبد الرحمٰن الحسنی صاحب کی ملاقات کیلئے شاہ والا تشریف لے جاتے اس کے علاوہ کبھی کبھی شاہ والا شریف میں غمی وخوشی کے موقع پر بھی تشریف لے جاتے اور راقم الحروف بھی آپ کے ساتھ ہوتا جس وقت ہم شاہ والا شریف حاضر ہوتے جونہی فقیر محمد اسماعیل الحسنی صاحب وفقیر عبد الرحمٰن الحسنی صاحب کی نظر آپ پر پڑتی تو فوراً کھڑے ہو جاتے اور آگے چل کر صاحبزادہ صاحب کا استقبال کرتے اور آپ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور بہت ہی عزت وتکریم کے ساتھ آپ کو بٹھاتے۔اللہ تعالیٰ اس آستانہ کے مکینوں کو جزائے خیر عطاء فرمائے۔آمین۔

آستانہ عالیہ کھرپیڑ شریف میں آپ کی حاضری:۔

آپ کبھی کبھی آستانہ عالیہ کھرپیڑ شریف میں تشریف لے جاتے اور دو تین دن قیام فرماتے اور صاحبزادہ سردار احمد صاحب سے ملاقات فرماتے صاحبزادہ سردار احمد صاحب مدظلہ العالی اس قدر آپ کا احترام فرماتے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔یہی شان ہے بڑے لوگوں کی ایسے ہی لوگوں کے متعلق عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

اس سفر میں راقم بھی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوتا صاحبزادہ سردار احمد صاحب اس قدر مہمان نواز ہیں کہ اس کی کوئی حد نہیں یہ انہی کو معلوم ہے جو آستانہ عالیہ کھرپیڑ شریف حاضر ہوتے ہیں اور صاحبزادہ سردار احمد صاحب مدظلہ العالی استاد صاحب کے گھرانے کے ساتھ اس قدر

وفا کرتے ہیں کہ خود وفا کو شرم آتی ہے۔

بندہ صاحبزادہ سردار احمد صاحب مدظلہ العالی کے مکمل حالات تذکرہ گلشن عطاء میں ذکر کرے گا۔ ان شاء اللہ العزیز

قاری محمد یوسف صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ کے ہاں آپ کی آمد و رفت:۔

صاحبزادہ فداء الحسن صاحب چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ سال میں تقریباً ایک یا دو دفعہ دینہ میں قاری محمد یوسف صاحب سیالوی مدظلہ العالی کے ہاں تشریف لے جاتے قاری صاحب جب سالانہ جلسہ دستار فضیلت یا میلاد مصطفےٰ ﷺ مناتے تو صاحبزادہ صاحب کو مدعو کرتے تو آپ لازماً تشریف لے جاتے۔ یاد رہے کہ قاری محمد یوسف سیالوی مدظلہ العالی اور آپ کے برادرِ مکرم مولٰنا محمد بشیر صاحب سیالوی مرحوم کے ساتھ آپ کے گھریلو مراسم تھے اور اب تک ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

مولانا کمال الدین قادری زیدہ مجدہٗ کے والد محترم کے انتقال پر آپ کا تشریف لے جانا

جب مولانا محمد کمال الدین قادری زیدہ مجدہٗ کے والد گرامی نے جنوری 2003ء میں وصال فرمایا تو صاحبزادہ فداء الحسن نور اللہ مرقدہٗ اور راقم الحروف فاتحہ خوانی کیلئے آپ کے گاؤں بانیاں چھمب افتخار آباد ضلع بھمبر آزاد کشمیر میں حاضر ہوئے اور مولانا محمد کمال الدین قادری صاحب زیدہ مجدہٗ سے اظہار تعزیت کیا اور رات کو وہاں ہی قیام کیا۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ مولانا محمد کمال الدین صاحب قادری زیدہ مجدہٗ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے صاحبزادہ فداء الحسن نور اللہ مرقدہٗ کو کندھوں پر اٹھا کر تقریباً سات سال تک کھلایا ہے۔

انگہ شریف وادی سون سکیسر میں آپ کی حاضری:۔

انگہ وادی سون سکیسر میں حضرت سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ کے دادا جان سلطان فتح محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مقدس پر جب صاحبزادہ

سلطان معظم علی مدظلہ العالی اولاد پاک حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کو عرس مقدس کا دعوت نامہ ارسال فرماتے تو آپ تقریباً ہر سال عرس مقدس پر تشریف لے جاتے وہاں صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب مدظلہ العالی آپ کی بہت عزت افزائی فرماتے کہ صاحبزادہ فدالحسن صاحب (مرحوم نور اللہ مرقدہٗ) میرے استاد زادے ہیں اور دعاؤں سے نوازتے اور واپسی پر اپنی گاڑی عنایت فرماتے اور ڈرائیور سے فرماتے کہ صاحبزادہ فدالحسن صاحب کو گھر پہنچا آؤ آپ اس قدر صاحبزادہ فداء الحسن صاحب مرحوم پر مہربان تھے۔ یہی ایسے لوگوں کی شان ہے جن کے متعلق آیا ہے۔ کہ

نہد شاخ پر میوہ سر بر زمین

راقم الحروف کو بھی برادرم فداء الحسن صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ کئی اعراس پر حاضری کا موقع نصیب ہوا۔

نوٹ:۔ یاد رہے کہ انگہ کا قبرستان ایک تاریخی قبرستان ہے جس میں سلطان فتح محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور ہے اسی قبرستان میں حضور قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ رضی اللہ عنہ کے استاد محترم مولانا سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بھی قبر انور ہے۔ جب عرس مقدس پر راقم الحروف اور برادرم فدالحسن صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کو حاضری نصیب ہوتی تو ہم دونوں لازمی مولانا سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر انور پر حاضر ہوتے اور فاتحہ پڑھتے اس کے علاوہ اور بزرگان دین کی قبروں کی بھی زیارت کرتے اور فاتحہ پڑھتے۔

آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف ضلع میانوالی میں آپ کی حاضری:۔

جب صاحبزادہ جمال الدین صاحب کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مبارک ہوا تو صاحبزادہ فداء الحسن صاحب مرحوم اور راقم الحروف فاتحہ خوانی کیلئے خواجہ آباد شریف حاضر ہوئے اور صاحبزادہ فرید الحسنین شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور صاحبزادہ فاروق انور مدظلہ العالی سے تعزیت کی اور صاحبزادہ جمال الدین شاہ صاحب کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات کی بلندی کیلئے

دعااور روضہ انور پر خواجگان خواجہ آباد پر حاضری نصیب ہوئی۔

آستانہ عالیہ وڑچھ شریف پر آپ کی حاضری:۔

آپ کبھی کبھی آستانہ عالیہ وڑچھ شریف تشریف لے جاتے اور روضہ انور پر حاضری دیتے اور صاحبزادہ گان جناب سید انور الحسن صاحب کاشف سجادہ نشین آستانہ عالیہ دربار عالیہ اور سید مسعود الحسن شاہ صاحب سے ملاقات فرماتے اور گزرے ہوئے ایام کی یادوں کو تازہ فرماتے اور راقم الحروف بھی آپ کے ہم رکاب ہوتا۔

صاحبزادہ فدالحسن مرحوم کا وصف سخاوت:۔

جناب صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم کا یہ وصف بھی تھا کہ آپ کسی منگتے کو خالی نہیں موڑتے تھے اور جو سائل بھی آپ کے دروازے پر آتا آپ کچھ نہ کچھ ضرور اس سائل کو خیرات دیتے اس کے علاوہ صاحبزادہ صاحب غرباء اور طلباء پر حسب طاقت خرچ فرماتے اور ہر ماہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں شریف کا ختم دلواتے اور حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ایصال ثواب کیلئے دل کھول کر خرچ کرتے اس کے علاوہ حضور نبی پاک ،صاحب لولاک ،جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کا میلاد شریف بھی بڑے اہتمام سے کرتے۔

آپ کے معمولات:۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد آپ کا یہ معمول تھا کہ ہر جمعرات کو قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایصال ثواب کیلئے کوئی میٹھی چیز پکا کر فاتحہ کے بعد اس کو طلباء میں تقسیم فرماتے آپ کا آخری تک دم یہی معمول رہا اور تقریباً ہر جمعرات کو اپنے والد ذی وقار کی قبر پر حاضر ہوتے اور فاتحہ پڑھتے۔اور قبر انور کی دیکھ بھال اور صفائی وغیرہ کا بڑا خیال رکھتے اس کے علاوہ آپ استغفار اور درود شریف کا ورد کرتے رہتے۔

رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک:۔

صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم انتہائی شریف النفس انسان تھے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرماتے اور ان کے ہر غم وخوشی میں شریک ہوتے اور کسی کے ساتھ ناراضگی کا اظہار نہ فرماتے اور اگر کوئی آپ کے ساتھ زیادتی کرتا تو آپ اس کو درگزر فرمادیتے آپ بڑوں کا احترام کرتے اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔

دارالعلوم غوثیہ مہریہ عطاء العلوم میں لڑکیوں کے مدرسہ کا اجراء:۔

2010ء میں جناب صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم صاحب نے نے اپنے دارالعلوم میں لڑکیوں کے مدرسہ کا اجراء فرمایا۔اور ایک معلّمہ حافظہ کی تقرری فرمائی جو لڑکیوں کو حفظ وناظرہ کی تعلیم سے بہرہ ور کر رہی ہیں اللہ تعالیٰ اس شعبہ کو اور ترقی دے اب ہم لڑکیوں والے مدرسہ کو صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم کی طرف منسوب کرتے ہیں تاکہ اس نیک کام کا ثواب آپ کو ملتا رہے۔اور اس کا نام فدا العلوم للبنات تجویز کرتے ہیں۔

صاحبزادہ فداءالحسن مرحومؒ کی سفرِ آخرت کی کہانی راقم الحروف کی زبانی:۔

آئے بھی اور گئے دل بھی وہ لے غمگین
ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

رمضان المبارک کا مہینہ تو ہر سال برکتوں کے ساتھ آتا ہے اور آتا رہیگا لیکن اگست 2011ء کے رمضان المبارک میں صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ کی رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں طبیعت ناساز ہوئی اور آپ علاج کیلئے لاہور تشریف لے گئے ڈاکٹر سے دوائی وغیرہ لی اور ایک ہفتہ لاہور میں قیام فرمایا طبیعت ٹھیک ہونے پر آپ اپنے گھر دھمن واپس لوٹ آئے گھر آکر دو دن کے بعد پھر آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی آپ دوبارہ لاہور تشریف لے گئے اور ایک پرائیویٹ ہسپتال میں داخل ہوگئے یہ رمضان المبارک کے آخری عشرے کی بات ہے اس ہسپتال ہم 4 یا 5 دن رہے لیکن طبیعت دن بدن اور زیادہ ناساز ہوتی گئی جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ آپ کو کینسر جیسی موذی مرض کا سامنا تھا۔عرصہ 13 سال سے جناح ہسپتال لاہور سے علاج کرا رہے تھے ہر اکیس 21 دن کے بعد آپ لاہور تشریف لے جاتے اور جناح ہسپتال سے دوائی لے کر واپس آجاتے۔رمضان المبارک سے ایک ماہ قبل آپ کے خون کی رپورٹ CBC غلط آنا شروع ہوگئی جس پر ڈاکٹروں نے آپ کو 15 دن دوائی نہ کھانے کا مشورہ دیا آپ نے دوائی کھانا بند کردی اس کے بعد آپ کو بخار کی شکایت شروع ہوگئی جو آخری دم تک رہی اور کسی دوائی سے بخار نہ اتر سکا۔دراصل آپ میں قوت مدافعت بالکل ختم ہو چکی تھی جس کی وجہ سے کوئی دوائی اثر نہیں کرتی تھی۔قصہ مختصر ہم عید تک پرائیویٹ ہسپتال میں رہے، ڈاکٹر بسیار کوشش کے باوجود آپ کا بخار توڑنے میں ناکام رہے اور ہم نے عید بھی ہسپتال میں ہی گزاری۔عید سے ایک دن قبل قاری محمد یوسف سیالوی صاحب مدظلہ العالی اور ان کے صاحبزادے مولانا محمد سہیل سیالوی صاحب بھی آپ کی عیادت کیلئے ہسپتال میں تشریف لائے اور آپ کی عیادت کی اور آپ کی صحت کیلئے دعا فرمائی۔عید کے بعد ہم جناح ہسپتال لاہور میں

کینسر وارڈ میں داخل ہوگئے جن ڈاکٹروں سے صاحبزادہ صاحب اپنا کینسر کا علاج کروا رہے تھے انہی سے اپنا علاج شروع کرایا جب ہم جناح ہسپتال پہنچے ڈاکٹروں نے صاحبزادہ صاحب کی طبیعت اور رپورٹس دیکھیں تو ڈاکٹروں نے ہمیں بتایا کہ ان کا بچنا محال ہے کیونکہ 13 سال ہو گئے ہیں ان کو کینسر جیسی موذی مرض کا مقابلہ کرتے ہوئے اور اب ان کی CBC کی رپورٹس اتنی اچھی نہیں ہے اور مسلسل بخار کی شکایت ہے جس کا اترنا بڑا مشکل ہے ڈاکٹروں نے یہ تمام باتیں ہمیں علیحدگی میں بتائی تاکہ ان کے مریض کو پتہ نہ چلے جب ڈاکٹروں نے آپ کا چیک اپ کیا تاکہ باقاعدہ علاج شروع کیا جائے ان کی گفتگو صاحبزادہ صاحب سن رہے تھے انہوں نے مجھے علیحدگی میں بتایا کہ ڈاکٹر باتیں کررہے ہیں کہ یہ مرض اب آخری اسٹیج پر پہنچ چکا ہے اب ان کا بچنا محال ہے لیکن گھر والوں کو یہ بات نہ بتانا اس کے باوجود صاحبزادہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے خوشی اور دلیری سے اپنا علاج شروع کرادیا۔

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے

اس کے بعد صاحبزادہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو ایک علیحدہ کیبن میں داخل کرلیا گیا اور آپ کا باقاعدہ علاج شروع کردیا گیا یہ 5 ستمبر کی بات ہے اس کیبن میں صرف ایک آدمی کو اندر آنے کی اجازت تھی اس شرط کے ساتھ کہ اس کے اور مریض کے منہ پر ہمیشہ ماسک رہے ۔قصہ مختصر ہم نے 5 دن جناح ہسپتال میں بھی بڑی مشکل سے گزرے اور دن بدن صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ناساز ہوتی گئی ہم نے ڈاکٹروں سے کہا کہ کسی اور ہسپتال میں اس مرض کا علاج اس سے اچھا ہوسکتا ہے ہم ان کو وہاں لے جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ جہاں بھی چلے جاؤ اس مرض کا یہی علاج ہے مسلسل بخار اور بیماری نے صاحبزادہ صاحب کو نڈھال کردیا اس کے علاوہ اور کوئی علاج بھی نہیں تھا اب ہم گھبرا گئے میں نے سوچا کہ صاحبزادہ سردار احمد صاحب کو اطلاع کرنی چاہیے تاکہ ان سے بھی مشورہ لیا جائے میں نے صاحبزادہ سردار احمد صاحب کو فون

کر کے بتایا کہ صاحبزادہ صاحب کی طبیعت ناساز ہے اور ہم جناح ہسپتال میں ہیں آپ نے فرمایا کہ آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں اطلاع دی آپ نے فرمایا کہ آج جمعۃ المبارک ہے میں کل ان شاء اللہ آؤں گا اس بات کی اطلاع میں نے صاحبزادہ فدا الحسن صاحب نور اللہ مرقدۂ کو دی تو آپ بڑے خوش ہوئے باوجود شدید تکلیف کے آپ اٹھ کر بیٹھ گئے یہ بات 9 ستمبر کی ہے ۔10 ستمبر بروز ہفتہ عصر اور مغرب کے درمیان صاحبزادہ سردار احمد صاحب عیادت کیلئے جناح ہسپتال تشریف لائے اور صاحبزادہ فدا الحسن صاحب کی عیادت کی اور خیریت دریافت کی اس سے پہلے آپ کے خاندان والے لوگ آپ کی عیادت کیلئے آتے رہے اور کیبن کے باہر سے ہی عیادت کرتے رہے صاحبزادہ فدا الحسن صاحب اندر سے ہاتھ ہلا کر عیادت کرنے والوں کا جواب دیتے رہے کیونکہ کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ تھی اس دوران شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی زیدہ مجدۂ نے ٹیلی فون پر راقم الحروف سے صاحبزادہ صاحب کی خیریت دریافت کی ان کے علاوہ مولانا محمد کمال الدین صاحب زیدہ مجدۂ جب عمرہ کی ادائیگی سے واپس دینہ پہنچے تو ان کو پتہ چلا کہ صاحبزادہ صاحب ہسپتال میں زیر علاج ہیں تو آپ نے راقم الحروف کو فون کر کے صاحبزادہ صاحب کی خیریت دریافت کی اور آپ کی درازی عمر کیلئے دعا فرمائی اور مولانا دلدار حسین رضوی صدر جماعت اہل سنت ضلع خوشاب نے بھی ٹیلی فون پر خیرت دریافت کی ان کے علاوہ اور حضرات نے بھی ٹیلی فون پر خیریت دریافت کی لیکن سب سے آخر میں جس شخص نے صاحبزادہ صاحب کی عیادت کی اور باوجود شدید تکلیف کے صاحبزادہ فدا الحسن صاحب ان کے بغل گیر ہوئے یہ صاحبزادہ سردار احمد صاحب زیدہ مجدۂ سجادہ نشین آستانہ عالیہ کھرپڑ شریف ہیں۔

سانحہ ارتحال:۔

10 ستمبر 2011ء بروز ہفتہ تقریباً رات 12 بجے آپ کے قفسِ عنصری سے روح نے پرواز کرنا شروع کی اس حالت میں کہ آپ کے دائیں طرف آپ کے لختِ جگر صاحبزادہ محمد

اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ اور بائیں طرف راقم الحروف تھا۔اس کے علاوہ اور گھر کے افراد تھے ہم سب آپ کے پاس سورۃ یٰسین شریف کی تلاوت کر رہے تھے کہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ان للہ وان علیہ راجعون۔

ختم ہوا ہستی کا اپنی فسانہ
بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ
ویراں ہے میکدہ خم و ساغر اداس ہیں
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

جس وقت برادرم فدا الحسن صاحب نور اللہ مرقدۂ کی روح نے پرواز کیا تو راقم الحروف کی حالت ناگفتہ بہہ تھی۔جس کو عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک قطعہ میں قلم بند کیا ہے

کاج کاں روز کہ درپائے تو شد خار اجل
دست گیتی بزدے تیغ ہلاکم برسر

ترجمہ: کاش جس روز تیرے پاؤں میں موت کا کانٹا چبھا تھا۔زمانے کا ہاتھ میرے سر پر ہلاکت کی تلوار مارتا۔

تادریں روز جہاں بے تو ندیدے چشم
ایں منم برسرِ خاک تو کہ خاکم برسر

ترجمہ: تا کہ آج میری آنکھ زمانے کو تیرے بغیر نہ دیکھتی یہ میں تیری قبر پر بیٹھا ہوں کہ میرے سر پر خاک پڑے۔

دوش چوں طاؤس مے نازیدم اندر باغ وصل
دیگر امروز از فراق یاری پیچم چوں مار

ترجمہ: کل میں وصل کے باغ میں، میں مور کی طرح ناز کرتا پھرتا تھا اور آج دوست کی جدائی سے سانپ کی طرح بل کھا رہا ہوں۔

ہر حال میں رہا جو تیرا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے
کبھی تنہائی منزل سے جو گھبراتا ہوں
ان کی آواز یہ آتی ہے کہ میں آتا ہوں

حسن اتفاق ہے کہ صاحبزادہ فدالحسن صاحب مرحوم کی یوم پیدائش یکم رمضان بروز ہفتہ کو ہے اور یوم وصال بھی بروز ہفتہ کو ہے۔ جب صاحبزادہ فدالحسن صاحب کا وصال ہوا تو آپ کے لختِ جگر صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ نے روتے ہوئے راقم الحروف کو کہا کہ اب میں ابو کس کو کہوں گا میں نے آپ نے سر اور ماتھے کو بوسہ دے کر دلاسا دیا۔ پھر محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ نے راقم الحروف کو کہا کہ آپ نے میرے ابو کی تجہیز و تکفین اور باقی تمام معاملات فراخ دلی سے ادا کرنے ہیں۔ الحمدللہ! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بندہ ناچیز نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے طفیل صاحبزادہ صاحب کے حکم پر پورا اترنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ اور راقم الحروف کو کہا کہ آپ نے میرے ساتھ دھمن رہنا ہے۔ جس کا میں نے ان سے عہد کیا۔ یہ صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ کی باتیں ہیں جن کی عمر ابھی تیرہ 13 برس ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے عظیم دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کا صحیح جانشین بنائے آمین ۔تاکہ یہ علم کا گھرانہ ہمیشہ علم کی خیرات بانٹتا رہے۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے۔ آمین ثم آمین۔

بہر حال رات 2 بجے ہم جناح ہسپتال سے دھمن کیلئے روانہ ہوئے جب برادرم فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا جسد خاکی ایمولینس میں رکھا گیا تو اس وقت ہر آنکھ اشک بار تھی دل خون کے آنسو رو رہا تھا کہ ایک ہفتہ قبل آپ خود چل کر ہسپتال آئے اور آج آپ کا جسد خاکی جا رہا ہے جب جناح ہسپتال سے ایمولینس روانہ ہوئی تو اس وقت ایمولینس کے علاوہ تین چار گاڑیاں اور بھی تھیں جن میں آپ کے رشتہ دار وغیرہ سوار تھے اب یہ مختصر قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل پژمردہ ہیں راستے میں راقم الحروف نے تقریباً 4 بجے تہجد کے وقت قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھیوں کو فون پر اطلاع دینا شروع کر دی کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے لختِ جگر اکلوتے فرزند صاحبزادہ فدالحسن نور اللہ مرقدہٗ اس دارِ فانی سے دارِ بقا کی طرف کوچ فرما گئے ہیں۔ راقم جس ساتھی کو بھی اطلاع دیتا وہی حسرت بھری آواز میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا اور جنازے کا وقت دریافت کرتا تو جواباً اس کو عرض کیا جاتا کہ عصر کے بعد تقریباً 4 بجے دھمن میں نماز جنازہ ادا کی جائیگی۔ بہر حال یہ سلسلہ کلر کہار تک جاری رہا جب یہ مختصر قافلہ اور ایمبولینس کلر کہار انٹر چینج سے باہر نکلا تو دھمن کے تمام افراد انٹر چینج پر موجود تھے جب انہوں نے ایمبولینس کو دیکھا تو ایک کہرام مچ گیا ایسے معلوم ہوتا تھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے ہر آنکھ سے خون کے آنسو جاری تھے۔ اب یہ قافلہ مختصر نہ رہا بلکہ بڑے قافلے کی شکل اختیار کر گیا اب یہ تمام قافلہ ڈھوک دھمن کیلئے رواں دواں ہے تمام لوگوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں جب یہ قافلہ نوری پیڑا پہنچا تو وہاں آپ کے اور رشتہ دار بھی موجود تھے جنہوں نے آپ کے چہرہ کو دیکھا اور آنکھوں سے آنسو بہائے اب یہ لوگ بھی اسی قافلے کے ساتھ مل گئے اب یہ تمام قافلہ دھمن کی طرف جا رہا ہے جب یہ قافلہ اور ایمولینس دھمن پہنچی تو اب دھمن میں قیامت صغریٰ برپا ہے ہر آنکھ خون کے آنسو رو رہی ہے بلکہ گاؤں کے در و دیوار رو رہے ہیں اور یہ صدا دے رہے ہیں کہ

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویران کر گیا

اسی گاؤں میں آپ نے اپنی زندگی کی چالیس بہاریں گزاری تھیں اب اس گاؤں کو چھوڑ کر اپنے والدین کے پہلو میں آرام کرنے کیلئے جا رہے ہیں جب آپ کے جسد خاکی کو اپنے گھر لایا گیا تو وہاں ایک کہرام مچ گیا ہر آدمی ایک دوسرے کو گلے لگا کر رو رہا ہے کہ آج استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے گھر کی بہاریں دم توڑ گئیں ہیں اور رونقیں ختم ہو گئیں ہیں اب باہر سے

مہمانوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اب آپ کی آخری آرام گاہ کیلئے استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے پہلو میں جگہ کا انتخاب کیا گیا اور وہاں آپ کی قبر کی تیاری شروع کر دی گئی آہستہ آہستہ جنازے کا وقت قریب آ رہا ہے نماز ظہر کے بعد آپ کے جسد خاکی کو غسل دیا گیا غسل کے بعد آپ کو وصیت کے مطابق انہی چادروں میں کفن دیا گیا جو کہ آب زم زم میں تر تھیں اور کفن پر مندرجہ ذیل عبارت لکھی گئی جس کو علامہ شامی نے شامی میں اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ رضویہ میں نقل کیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

لا الہ الا اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا الہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

جس وقت آپ کو کفن پہنایا گیا تو راقم الحروف نے ایک رومال جو ایک گز لمبا اور آدھا گز چوڑا تھا آپ کے سینے پر بچھایا گیا اس رومال کو راقم الحروف نے سر پر باندھ کر مکۃ المکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں نمازیں ادا کیں اس رومال کو حجر اسود کے ساتھ مس کیا گیا تھا عین کفن پہنانے کے وقت قاری محمد یوسف سیالوی مدظلہ العالی تشریف لائے انہوں نے غلاف کعبہ شریف کا ٹکڑا اور حضور انور ﷺ کے روضہ انور کے گنبد شریف پر جو سبز رنگ کیا گیا اس کا ٹکڑا عنایت فرمایا جس کو راقم الحروف نے بوسہ دے کر صاحبزادہ فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے چہرہ پر رکھ دیا پھر جگر گوشہ استاذ العلماء کو پھولوں سے سجایا گیا اور آخری دیدار کیلئے رکھ دیا گیا۔ نماز عصر کا وقت قریب آ رہا ہے نماز عصر کے بعد جب آپ کے جسد خاکی کو اپنے گھر سے اٹھایا گیا تو ایک کہرام مچا ہوا تھا ہر آنکھ اشک بار تھی اور دل خون کے آنسو رو رہے تھے کلمہ طیبہ کی صداؤں سے آپ کی چارپائی کو اٹھایا گیا اور نماز جنازہ کیلئے کھلے میدان کا انتخاب کیا گیا ڈھوک ڈھمن میں یہ دوسرا جنازہ تھا جس کو کھلے میدان میں ادا کیا گیا کیونکہ مخلوق خدا زیادہ تھی اس سے پہلے استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ کھلے میدان میں ادا کیا گیا تھا اور اب آپ کے لخت جگر کا جنازہ کھلے

میدان میں ادا کیا گیا اب نماز کیلئے صفیں سیدھی کی گئیں۔ راقم الحروف نے نماز جنازہ کیلئے اولاد سلطان العارفین حضرت صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ حق باہو کا انتخاب کیا جو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید ہیں اور صاحبزادہ فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ آپ کے قریبی مراسم تھے صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب مدظلہ العالی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی نماز جنازہ کے بعد آپ نے ایسی رقت آمیز دعا مانگی کہ ہر آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے اب قصیدہ بردہ شریف اور کلمہ طیبہ کی صداؤں میں آپ کے جسد خاکی کو آخری آرام گاہ کی طرف لایا گیا اب آپ کو والد گرامی کے پہلو میں دفن کرنے کا وقت قریب آ گیا ہے راقم الحروف نے آخری دفعہ برادرم فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ماتھے پر منہ رکھ کر خوب دل کی بھڑاس نکالی اور دل میں میاں محمد بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کا شعر پڑھا۔

لے او یار حوالے رب دے تے لمی پئی جدائی
رب ملایا تے آن ملاں گے ہور امید نہ کائی

اب آپ کے جسد خاکی کو لحد میں اتارا گیا اب آخری بار آپ کے چہرہ کی زیارت کی میرے ساتھ صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ بھی تھے اب حسرت یہ ہے کہ پھر آپ کی زیارت کروں کیونکہ۔

تجھے ایک بار دیکھوں یا ہزار بار دیکھوں
آنکھوں کی پیاس بڑھتی ہے تجھے جتنی بار دیکھوں

جب آپ کے نرم و نازک جسم کو لحد میں رکھا گیا تو مجھے عارف سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شعر یاد آ گئے۔

آنکہ قرارش نگر فتی و خواب
تا گل و نسرین نفشاندی نخست

ترجمہ:۔ وہ شخص جس کو نہ چین پڑتا تھا اور نہ نیند آتی تھی جب تک گلاب اور چمبیلی نہ بچھائے جاتے۔

گردش گیتی گل و رویش بریخت
خار نبان برسر خاکش برست

ترجمہ: زمانے کی گردش نے اس کے چہرے کے پھول کو بکھیر دیا اور کانٹوں کی جھاڑیاں اس کی قبر پر اگ آئیں۔

پھر صاحبزادہ فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی قبر کو مٹی سے بند کر دیا گیا۔

مرقد پہ تیری رحمت حق کا نزول ہو
حامی تیرا خدا اور خدا کا رسول ہو

تیسرے دن آپ کا ختم قل شریف پڑھایا گیا جس میں آپ کے رشتہ داروں کے علاوہ قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھیوں کی خاصی تعداد موجود تھی جن میں سے صاحبزادہ سلطان معظم علی صاحب آستانہ عالیہ حق باہو، صاحبزادہ سردار احمد صاحب کھرپڑ شریف، صاحبزادہ فقیر محمد اسماعیل الحسنی صاحب آستانہ عالیہ شاہ والا شریف، شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب زیدہ مجدہٗ و کنز العلماء مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نمایاں تھے۔ ختم قل میں ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب نے آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی اور شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی نے اپنے خیال کا اظہار فرمایا اس کے بعد چوتھی جمعرات تک لوگ فاتحہ خوانی کیلئے تشریف لاتے رہے جب فاتحہ خوانی کیلئے حضور امیر شریعت نائب شیخ الاسلام حضرت حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی تشریف لائے تو آپ نے فاتحہ خوانی کے بعد گلستان قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پھول صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ کی دستار بندی فرمائی اور راقم الحروف کو ارشاد فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کی ہے۔ کیا آپ ان کی تعلیم و تربیت کا خیال رکھیں گے تو راقم نے جواباً

عرض کیا جس طرح آپ کا حکم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرا حکم ہے کہ ان کی تعلیم و تربیت کا مکمل خیال رکھنا ہے۔ ان کے بعد جب جانشین نصیر ملت و دین حضرت صاحبزادہ غلام نظام الدین جامی صاحب آستانہ عالیہ گولڑہ مقدسہ شریف تو آپ نے بھی راقم الحروف کو یہی ارشاد فرمایا کہ ان کی تعلیم و تربیت کا مکمل خیال رکھنا ہے اب راقم الحروف کو ان دو ہستیوں کا حکم ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان حضرات کے حکم کی بجا آوری کی توفیق عطاء فرمائے اور صاحبزادہ محمد اجمل عطاء حفظہ اللہ تعالیٰ کو علم باعمل مکمل جامع اور نافع عطاء فرمائے تا کہ یہ علم کا گھر ہمیشہ مخزن علوم رہے اور اگر یہ خدمت بندہ کے ذریعے انجام پذیر ہو تو زہے عزو شرف۔

ختم چہلم شریف

چوتھی جمعرات پر آپ کا ختم چہلم شریف قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس مقدس کے ساتھ طے پایا۔ جس کو قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس کے ساتھ بڑے اہتمام کے ساتھ ادا کیا گیا۔ اب صاحبزادہ فدالحسن نور اللہ مرقدہٗ کا سالانہ ختم شریف قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے سالانہ عرس مقدس کے ساتھ منایا جائیگا۔

یہ تھا صاحبزادہ فدالحسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی زندگی کا مختصر حال راقم الحروف کی طبیعت پر صاحبزادہ برادرم فدالحسن نور اللہ مرقدہٗ کی جدائی کا بے حد ملال ہے۔

کیا کریں دل حوصلہ پاتا نہیں
آنکھ جسے ڈھونڈتی ہے وہ نظر آتا نہیں

اگر زندگی نے وفا کی تو صاحبزادہ صاحب مرحوم کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات کو صفحہ قرطاس پر لاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

صاحبزادہ فداالحسن نوراللہ مرقدہٗ کی عمر بحساب ہجری وعیسوی

تاریخ پیدائش: یکم رمضان المبارک 1391ھ

بمطابق 31 اکتوبر 1970ء

تاریخ وصال: 11 شوال المکرم 1432ھ

بمطابق 10 ستمبر 2011ء

ہجری کے حساب سے صاحبزادہ فداالحسن نوراللہ مرقدہٗ کی عمر مبارک:۔

سال	ماہ	دن
1391	9	1
1432	10	11
41	01	10

عیسوی کے حساب سے صاحبزادہ فداالحسن نوراللہ مرقدہٗ کی عمر مبارک:۔

سال	ماہ	دن
2011	09	10
1970	10	31
41	01	21

قطعہ تاریخ رحلت

أُولٰئِكَ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

1432ھ

یکتائے روزگار مولانا فداءالحسن بندیالوی نوراللہ مرقدہٗ

2011ء

غنچہ دین مولانا فداءالحسن بندیالوی قدس سرہٗ

2011ء

جامع الحسنات مولانا فداءالحسن چشتی گولڑوی

2011ء

فداء الحسن مردِ عالی صفات　　جہاں میں مثالی تھی اس کی حیات
وہ فاضل تھا معقول و منقول کا　　زبان اس کی شریں تھی مثل نبات
جو والد تھے اس کے عطائے محمد　　علوم شریعت کی اک کائنات
گیارہ تھی شوال کی شنبہ روز　　ہوئی دَیرِ فانی سے اس کی وفات
رہے اس کی مرقد سدا پر ضیاء　　ملے باغ جنت میں اس کو ثبات
ہمیشہ رہے شاد اجمل عطاءؔ　　جہاں میں یہی اس کی ہے باقیات

کہو سال رحلت یوں فیضؔ الامیں
فداء الحسن زاہد نیک ذات
ھ 1 4 3 2

نتیجہ فکر: صاحبزادہ پیر فیض الامین فاروقی سیالوی (ایم اے)

فرزند عزیز ملک العلماء حضرت مولانا ملک عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت فِدا الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

سالِ وِصال: 2011ء

1432ھ

قطعاتِ تاریخ (سالِ وصال)

زیادہ فیض رساں بہر خلق موت کے بعد
معاملات ہیں خدام دین حق کے عجیب
جو خاندان ہے مشہور علم و حکمت کا
وہ اس میں پیدا ہوا اس نے پایا خوب نصیب
عطاء جناب محمدؒ کی اس کا پدر عظیم
بلند مرتبہ دانش ور و علیم و لبیب
فدا حسن کا تعلق ہے اہل احساں سے
خدائے پاک کی رحمت ہے محسنوں کے قریب
بہ حق شافع تر داماں نوازے گی
بہ روز حشر اسے رحمت خدائے حسیب
فداحسن کی رقم کی وصال کی تاریخ
''خلوص تام سے طارق ''چراغ راہ حبیب''

1432ھ

وہ فرد ایسے قبیلے کا ہے طارق　　مُسلَّم ہے جہاں میں جس کی عظمت
خدائے پاک نے جس کو عطاء کی　　کمالِ علم دین حق کی دولت
مکرم باپ استاذ زمانہ　　ہے جس کی مشرق و مغرب میں شہرت
وہ دانش مند ہیں ممنون جس کے　　مشاہیر جہان علم و حکمت
فدا ابن عطاء آخر ہوا وہ　　فنا انجام اس دنیا سے رخصت
وہ تھا لاریب مالک خوبیوں کا　　وہ بھی تھا صاحب مجد و سعادت
نواز اس کو الٰہی مغفرت سے　　لحد ہو اس کی جزو باغ جنت
سن وصل آہ سے اس مرد حق کا　　کہا ہے میں نے طارق اوج وعظمت

6　　1426ھ

1432=6+1426ھ

بہ اخلاص اور بھی تاریخ میں نے　　کہی ہے ''جادۂ فوزو فضیلت''

1432ھ

بہ سال عیسوی تاریخ دیگر　　رقم کی ''اوج باب شرف و عظمت''

2011ء

مسلسل فکر سے اک اور تاریخ　　کہی ''نقش عزیز آن و عظمت''

2011ء

نتیجہ فکر: محمد عبدالقیوم طارق سلطانپوری (حسن ابدال)

روح روان محفل جاناں چلا گیا
اک یادگارِ عہد گلستان چلا گیا
دے کر شب امید کو تھوڑی سی روشنی
کیا جلد مثل شعلہ درخشاں چلا گیا
دستِ اجل نے پھول وہ توڑا ہے شاخ سے
جس سے چمن ہوا سبھی ویران چلا گیا
نورِ نگاہ دیدہ عشاق اٹھ گیا
امید گاہِ حلقہ ُ یاراں چلا گیا
ہمت کا شاہسوار محبت کا شاہکار
شفقت کا ایک پیکر خنداں چلا گیا
وہ جس کو دیکھ دیکھ کے ملتی تھیں راحتیں
حسنی وہ میرے درد کا درماں چلا گیا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نتیجہ فکر:۔ صاحبزادہ الحاج فقیر محمد اسماعیل الحسنی زیدہ مجدہٗ تعالیٰ

مختلف علماء ومشائخ کا قبلہ استاذی المکرمؒ کے حضور

نذرانہ عقیدت

تحریر: چراغ گولڑہ پیر سید نصر الدین نصیر گیلانیؒ

مجھے اس بقیۃ السلف کا ذکر خیر چھیڑنے سے قبل غالب کا ایک شعر لکھنے کی اجازت دیجیے۔

زبان پے بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

آپ نے میرے قلم سے لکھا ہوا یہ شعر پڑھ کر ضرور تعجب کیا ہوگا کہ نصیر صاحب تو اچھے اچھوں کو خاطر میں نہیں لاتے یہ کون ہے جسے غالب کے اس شعر کا مصداق بنا ڈالا۔ آپ کا تعجب بجا مگر آپ یہ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ راقم الحروف الفاظ کے استعمال میں انتہائی محتاط ہے آج کل کی طرح القاب کو بے دریغ انداز میں بے محل نچھاور کرنے کا نہ قائل ہے اور نہ عادی بحمد اللہ میں الفاظ کی حرمت کو بخوبی سمجھتا ہوں اور بقول میر ببر علی انیس

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

میں اپنے اس ممدوح کے لیے دنیائے علم میں استعمال ہونے والا ہر معتبر سے معتبر لقب لکھنے کا قائل ہوں میرے اسی جملے کے بعد غالباً اب مروجہ القاب کی فہرست گنوانے کی ضرورت نہیں رہی لکھنے کو تو میں بھی بڑے القاب بڑے سلیقے سے تحریر کر سکتا ہوں مگر نہیں میں ایسا نہیں کرتا کیونکہ پھر شخصیت انہی القاب میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے اور میں اپنے ممدوح کو علوم فنون کی لامحدود وسعتوں کی طرح وسیع تر رکھنا چاہتا ہوں۔

سادہ لباس میں ملبوس ایک درویش سیرت، سیر چشم، غیور اور خاموش طبع عالم دین، نہایت طبّاع مصفّی پژوہی میں بے نظیر علوم وفنون مروجہ میں کامل دستگاہ کا مالک قلم و درس وتدریس کا شہنشاہ بے تاج ذہن معارف قرآن وسنت کی جلوہ گاہ علم مناظرہ میں یکتا منطق و فلسفہ کا افلاطون فقہ میں درجہ اجتہاء پر فائز ہونے کے باوجود مقلد فقہا فن حدیث میں وہ بصیرت کہ اسلاف محدثین تحسین کہیں علم ہیت میں وہ مہارت کہ خود ہیت کی ہیت سنور جائے علم معانی، بدیع اور بیان میں سلسلہ فیض عَلَّمَهُ الْبَيَانَ کے مبدا فیض سے صاف جڑا ہوا محسوس ہو غرض علوم معقول ومنقول میں

وہ ملکہ کہ خود ملکہ بھی جس کا ملکیہ محسوس ہو اس شخصیت کا عطا محمد نام، پدھراڑ ضلع خوشاب کے قریب ڈھوک دھمن آبائی گاؤں بندیال کے مشہور عالم دین حضرت مولانا یار محمد علیہ الرحمتہ سے تلمذ اور سلسلہ چشتیہ نظامیہ میں حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل تھی راقم الحروم کے استاد مولانا فتح محمد اور مولانا عطا محمد بندیالوی استاد بھائی تھے اپنے انتہائی بچپن میں ان کو دیکھا تھا پھر طویل مدت تک انہیں دیکھتا ہی رہا ان کے ساتھ مجالس بھی رہیں اور ان کے علوم وفیوض سے بہرہ وری کا موقع بھی ہاتھ آیا جب میں درس نظامی مکمل کر چکا تو پھر مولانا سے مسائل پر خاصی بحث ہوتی تھی چونکہ فطری طور پر میرا ذہن بھی مناظرانہ اور طبیعت بے باک تھی اس لیے بعض اوقات دو تین گھنٹوں تک بھی سلسلہ گفتگو دراز ہو جاتا ایک مرتبہ سردی کے موسم میں جب وہ درگاہ میں واقع میرے کمرے میں تشریف لائے تو ایک بحث چھڑ گئی مولانا نے میری بات کاٹ دی اور اس پر دلیل پیش کی میں نے ان کی دلیل کو ایک قوی تر دلیل سے رد کر دیا بحث طول پکڑ گئی انتہائی سردی کے باوجود ہم دونوں پسینہ پسینہ ہو گئے مولانا عبدالحق بندیالوی دامت برکاتہ بھی اس بحث کے سامعین میں سے تھے آخر نہ میں نے ان کی بات مانی اور نہ انہوں نے میری بات مانی چونکہ دلائل دونوں طرف قوی تھے لہٰذا مولانا عبدالحق صاحب بندیالوی نے درمیان میں آ کر سلسلہ مناظرہ بند کروایا اس روایت کے ذکر سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ مخاطب کو نہیں بلکہ دلیل کو دیکھتے تھے اگر دلیل مضبوط ہوتی تو پھر تسلیم کرنے میں دیر نہیں لگاتے تھے لیکن اگر دلیل کمزور ہو تو بڑے سے بڑے مخاطب کو برملا ٹوک دیا کرتے تھے ان کی برہنہ گوئی کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو جب وہ گولڑہ شریف میں مدرس تھے تو روزے کے افطار میں چند منٹ تاخیر کرتے تھے درگاہ کے دوسرے علماء نے ان کے اس عمل پر یہ اعتراض کرتے ہوئے کہا کیا ہم سب غلط ٹائم پر افطار کرتے ہیں اور کیا آپ کے نزدیک ہمارا وقت افطار درست نہیں جبکہ اہل درگاہ جس ٹائم پر روزہ افطار کراتے ہیں حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور سے اس کا معمول چلا آ رہا ہے کیا آپ حضرت پیر صاحب سے بھی بڑے عالم ہیں اس پر علامہ بندیالوی

نے جواب دیا میں نے حضرت پیر مہر علی شاہ کے ہاتھ پر بیعت ضرور کی ہے اور میں ان کا مرید ہوں مگر میں ان کا مقلد نہیں ہوں بلکہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مقلد ہوں یہ بات سن کر ایک مرید مولوی نے ان کے منہ پر طمانچہ رسید کر دیا کیونکہ وہ عمر میں مولانا سے بڑے تھے شاید اس لیے خاموش ہو گئے مگر غصے نے ان کی طبیعت میں ہیجانی کیفیت پیدا کر دی خیر خاموشی سے اپنے کمرے میں چلے گئے۔ دوسرے دن یہ رپورٹ میرے جدامجد حضرت بابو جیؒ تک پہنچ گئی کہ مولوی عطاء محمد بندیالوی نے حضرت گولڑویؒ کی شان میں فلاں فلاں گستاخانہ کلمات کہے ہیں حضرت بابو جیؒ نے مولوی صاحب اور مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب کو طلب کر لیا یہ بات دریافت کی تو مولانا بندیالوی نے عرض کی کہ میرے پاس فقہ حنفی کے مطابق روزے کے تاخیر سے افطار کرنے پر دلائل ہیں میں اس لیے ذرا تاخیر سے افطار کرتا ہوں ۔ دوسرے مولوی صاحب نے کہا کہ انہوں نے حضرت گولڑویؒ کے لیے یہ لفظ بولے ہیں کہ میں ان کا مرید ضرور ہوں مگر مقلد نہیں مقلد امام ابوحنیفہؒ کا ہوں یہ سن کر حضرت بابو جیؒ نے اس مولوی کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ رسید کرتے ہوئے فرمایا کہ عطا محمد نے سچ ہی تو کہا ہے کہ وہ حضرت گولڑوی کا مقلد تو نہیں ہے بلکہ حضرت گولڑوی اور ہم سب حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں یہ فرما کر پھر مولانا بندیالوی سے آپ نے معذرت چاہی کہ مجھے مولوی صاحب کے آپ سے اس ناروا سلوک پر سخت افسوس اور شرمندگی ہے آپ حق بجانب ہیں کیونکہ آپ کے پاس فقہی دلائل موجود ہیں پھر فرمایا کہ مولوی عطا محمد کے اپنے دلائل کی روشنی میں روزہ افطار کرنے پر آئندہ کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔

کاش کہ نکاح سیدہ کے مسئلہ میں بھی حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی سی وسیع الظرفی اور عالی حوصلگی کا مظاہرہ کیا جاتا تو بات اس قدر طول نہ پکڑتی اور نہ یوں جگ ہنسائی ہوتی اس مسئلہ پر جب میں نے اپنی کتاب نام ونسب میں تحقیقی انداز سے قلم اٹھایا اور کتب فقہ سے بھرپور دلائل پیش کر کے اپنا موقف ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ

کے فتویٰ کا تحقیقی تجزیہ دراصل منظر عام پر لایا تو درگاہی ملاؤں نے شور مچانا شروع کر دیا اور نیم خواندہ مولویوں نے غیر معیاری، غیر تحقیقی اور غیر مستند رسائل لکھ کر مجھے اپنے آباؤ اجداد کے مسلک سے منحرف اور اپنے جد اعلیٰ پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ علیہ کے فتویٰ کا منکر ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا مگر میں نے بھی حق وصداقت کا دامن نہ چھوڑا اور اپنے مبنی برحق موقف پر ڈٹ گیا اور بحمد اللہ آج تک قائم ہوں میری اس ثابت قدمی استقلال اور تحقیقی کاوش کو سراہتے ہوئے استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری بھرپور علمی قلمی حمایت کی۔ بلکہ ایک جامع مستند مدلل اور وقیع تصنیف سیف العطاء لکھ کر مخالفین کے کمزور اور رکیک دلائل کے تاروپود بکھیر کر رکھ دیئے اس کتاب کو دیکھ کر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی جلالت فقہی بصیرت حق گوئی وبے باکی اور شان استدلال کا پتہ چلتا ہے اگرچہ اس حمایت حق کے جرم میں انہیں درگاہی ملاؤں کی زبان سے سرمحفل بہت سخت وست کہلوایا گیا مگر انہوں نے اپنی تحقیق کی روشنی میں حق وباطل ایسا خط امتیاز کھینچا کہ تاقیامت اس مسئلہ پر کوئی اجرتی مفتی اور نیم خواندہ وعظ پھر اس اقدام کی جرأت نہ کر سکے گا جن دنوں ان کے خلاف درگاہی فضا مکدر اور خانقاہی مطلع ابر آلودہ تھا اس کے باوجود بھی وہ اپنے شیخ حضرت اعلیٰ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مزار پرانوار پر اسی خلوص اور نیازمندی کے ساتھ حاضری کیلئے بے تاب اور تیار تھے بزبان حال پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔

اٹھ کے چل دے جو وہ اک بار ادھر جانے کو
روک سکتا ہے کوئی مہر کے دیوانے کو

مگر میں نے ان سے کہا کہ آج تک جو حاضریاں آپ جسمانی طور پر اپنے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور دے چکے ہیں وہ قبول ہیں اور اب ہر وقت آپ کی روحانی حاضری ہو رہی ہے بلکہ تاقیامت ہوتی رہے گی بقول خواجہ حافظ شیرازی۔

به تن مقصرم از خدمت ملازم تت
ولے خلاصه جانم برآستانه تست

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جب وہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر کسی مسئلہ میں تحقیقی مؤقف اختیار کر لیتے تو پھر دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی شخصیت بھی انہیں نہ مرعوب کر سکتی اور نہ راہِ حق سے ایک قدم ہٹنے پر مجبور کیونکہ بقول اقبال

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ پڑھیئے جو میں نے خود اپنے دادا حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو چار مرتبہ سنا۔ایک مرتبہ علماءِ حق اور ان کے کردار کی بات چل نکلی تو فرمایا میرے استاد حضرت قاری عبدالرحمٰن جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ انتہائی سخت طبع بے باک اور صاف گو مسلمان تھے حضرت پیر مہر علی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دور میں وہ جامع مسجد درگارہ کے خطیب اور پیش امام تھے چونکہ پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ پانچوں نمازیں مسجد میں باجماعت ادا کرتے تھے ایک دن عصر کی نماز میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کو ذرا دیر ہوگئی جب نماز کا وقت ہو گیا تو قاری صاحب نے مکبر سے کہا تکبیر کہو تو اس نے کہا ابھی پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نہیں آئے قاری صاحب نے غصے میں بہ آواز بلند کہا کہ نماز اللہ کی ہے پیر صاحب کی نہیں چلو تکبیر کہو، یہ کہہ کر نماز شروع کر دی۔ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ آخری صف میں سب سے پیچھے کھڑے ہو گئے جب نماز سے فراغت کے بعد آپ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے تو بعض حاشیہ نشینوں نے طریقے سے بات چھیڑی کہ دیکھئے حضرت! آج تو قاری صاحب نے بھری مسجد میں آپ کی توہین کر دی اور ذرا آپ کا انتظار نہیں کیا حالانکہ یہ آپ کے لنگر میں آپ کی روٹی پر پل رہے ہیں قاری صاحب کو ان کی اس گستاخی پر سزا ضرور ملنی چاہیے اگر کوئی جاگیردار یا وڈیرا ہوتا تو شاید کچھ کر گزرتا مگر حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے خالق و مالک سے تعلق دیکھئے۔ فرمانے لگے تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی اللہ کا

لاکھ لاکھ شکر کرو کہ اس نفسا نفسی اور حرص و ہوا کے دور میں ایک ایسا مرد مومن موجود ہے جس کا اللہ سے خالص تعلق ہے اور اس نے اللہ کے حضور حاضری کو مجھ پر ترجیح دی اور ماسویٰ اللہ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے نماز شروع کر دی یہ فرما رہے تھے کہ آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اس واقعہ کے بعد حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دل میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی عزت و منزلت اور بھی بڑھ گئی اور یہ واقعہ آپ خود بھی اپنے خاص احباب کو سنایا کرتے تھے کہ جن کے دل میں اپنے خالق و مالک کا ڈر ہو اور جو اپنے معبودِ حقیقی ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہوں ان کا کردار وہی ہوتا ہے جو حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے پیش کیا۔

مگر اب تو ہر جگہ معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے پیش امام بے چارے کی کیا مجال ہے کہ وہ کسی شیخ وقت یا محلے کے وڈیرے کی اجازت کئے بغیر مصلیٰ پر کھڑا ہو سکے۔ یا اس کے خلاف دوران خطابت ہلکا سا جملہ اشارۃً ہی بول لینے کی جسارت کر سکے آج کے خطیب، پیش امام اور مفتی کو یہ معلوم ہے کہ اگر اس نے ماحول کے سربراہ کی طبع نازک کے خلاف کوئی عمل کر دیا تو سمجھ لے کہ پھر اس کا بستر گول ہو گیا، روٹی بند، تنخواہ بند، بول چال بند، مدد امداد بند، معاشی سہولتیں بند ،غرض سب کچھ بند، اب ایسا کون سر پھرا ہو گا جو اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارے اور اپنے بال بچوں کی روزی بند کروائے گا یہی وجہ ہے کہ آج ایسے خوشامدی اور درباری خطیبوں، مفتیوں اور ملاؤں کے نہ تو کردار میں وہ بلندی ہے اور نہ تحریر و تقریر میں وہ اثر آفرینی ہے۔ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا کہ مولانا بندیالوی صاحب انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔

ابتدائی دور میں جب وہ گولڑہ شریف ہر عرس پر آتے تھے تو اپنا بستر ساتھ لے کر آتے تھے وجہ یہ بتاتے کہ جو بستر مجھے لنگر سے ملے گا وہ کس اور زائر کے کام آ سکتا ہے۔ میں پیر خانے پر بوجھ کیوں بنوں، کپڑے کی سادہ سی ٹوپی سر پر رکھتے، تہبند استعمال کرتے۔ کھانے میں جو کچھ مل جاتا بخوشی کھا لیتے اپنے پیر خانے میں آ کر پنکھے والے اور باتھ روم یا ایئر کنڈیشنڈ کمرے کا کبھی مطالبہ نہیں کیا۔ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال کے بعد جب ہجوم

زائرین زیادہ ہوا اور لنگر میں آج کی سہولتیں میسر نہ تھیں تو بعض اوقات میں اپنا بستر باغ میں زمین پر بچھا لیتاؒ اور رات گزار لیا کرتا تھا آج کے نام نہاد علماء کی طرح زرق و برق لباس اور کروفر نام کی کوئی چیز ان کے ہاں نہ تھی حالانکہ اگر وہ چاہتے تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے یہ جملہ اسباب مہیا فرما دیتا۔ حالت یہ تھی کہ اگر وہ کسی کروفر اور ظاہری ٹھاٹ باٹھ والے بزعم خویش علامہ سے کوئی علمی سوال پوچھ لیتے تو وہ لرزہ براندام ہو جاتا۔

ان کے معاصر جید علماء جب ان کے سامنے آتے تو ان کے علمی وجاہت کے سامنے طفل مکتب نظر آیا کرتے تھے ان کی طبیعت میں بلا کی بے باکی اور صاف گوئی تھی اس وجاہت علمی کے باوجود اگر ان سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو ضروری جواب دینے کے بعد فرماتے کہ کتاب دیکھ کر تحقیقی جواب دوں گا اور اسے وہ قطعاً اپنی ہتک تصور نہیں کرتے تھے جیسا کہ آج کل کمزور سے کمزور علم والا بھی سائل کے جواب پر خاموشی کو اپنی بے علمی کا خطرہ سمجھتے ہوئے فوراً کچھ نہ کچھ جواب ہانک دینا ضروری سمجھتا ہے مولانا میں یہ عیب نہیں تھا بلکہ وہ صحیح مسائل لوگوں تک پہنچانے کو اپنی منصبی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ہمیشہ بعد مطالعہ تحقیقی جواب دیا کرتے تھے۔ اور یہ علماءِ سلف اور اکابر امت کا معمول تھا بلکہ ان کے اکثر تلامذہ سے سنا گیا ہے کہ باوجود سالہا سال کی مسلسل تدریس اور کہنہ مشقی کے آپ کو کوئی سبق بھی بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتے تھے اور اپنے تلامذہ کو نہایت تاکید سے نصیحت فرمایا کرتے کہ جب تم مدرس بن جاؤ تو ہر کتاب کو روزانہ مطالعہ کے ساتھ پڑھاؤ کیونکہ یہ کتاب اور مصنف کا تم پر قرضہ ہے یہاں تک کہ کریما نام حق بھی بغیر مطالعہ پڑھانا جرم تصور فرماتے تھے ورنہ آج کل کے اکثر فیشنی مدرس مطالعہ کتب کی تکلیف گوارہ نہیں کرتے بس کم کوش اور جان چھڑاؤ۔ طلبہ کے سامنے بے ربط اور غلط سلط تقریر جھاڑ دیتے ہیں یا پھر عبارت کا لفظی ترجمہ کرا دینے پر اکتفا کرتے ہیں نہ وہ عبارت پر گرفت نہ خارجی تقریر اور نہ وہ سوال جواب۔ اگر کوئی طالب علم بھول کر بھی اعتراض کر بیٹھے تو اسے ڈانٹ کر چپ کرا دیتے ہیں کہ او بے ادب گستاخ تجھے کیا معلوم تعلیم کیا ہے؟ تو اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے؟ پہلے نفس

کتاب تو سمجھ لے بعض میں اعتراض کرنے کی جرأت کرنا۔ میں نے ترجمہ ہی میں دفع، دخل، مقدر، غرض مصنف اور توضیح متن سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ انداز تدریس نہیں تھا بلکہ وہ ایسے نام نہاد مدرسین کو جاہل خائن اور علم چور کے القاب سے نوازہ کرتے تھے۔

اپنے پیر خانے سے ان کو جو والہانہ عشق تھا وہ ان لوگوں پر واضح ہے جو ان کے زیادہ قریب رہے چنانچہ وہ اپنے نام کے ساتھ بندیالوی اور پھر چشتی گولڑوی بھی تحریر کیا کرتے تھے آج تو اکثر لوگ یہ الفاظ لکھتے ہیں اور شاید اسے کوئی خاص علامتِ عشق نہ سمجھیں مگر میرے خیال میں الا ماشاء اللہ آج کل جو لوگ بزرگان دین اور سلاسل طریقت کی جو نسبتیں استعمال کرتے ہیں ان کے اس عمل کا واحد مقصد مفادات کا حصول اور مقبولیت عامہ ہوتی ہے مگر علامہ بندیالوی جیسے مخلص مریدین ان نسبتوں کو اپنی بخشش اور نجات کا ذریعہ سمجھ کر لکھا کرتے تھے نہ اس لئے کہ وہ شیخ مریدین سے کسی قسم کا کوئی دنیاوی فائدہ اٹھائیں میں نے کئی بار دیکھا کہ وہ امیروں اور وڈیروں کی غلط بات کو اس ذلت آمیز لہجے سے رد کرتے کہ آج کا کوئی مولوی اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا اس کی بنیادی وجہ ان کا بے پناہ علم پھر اس پر عمل اور پھر فقر محمدی ﷺ کی وہ سرشاری تھی جس نے ان کے ذہن کو غیور اور قناعت پسند بنا دیا تھا ایسے اکابر علماء امت بلاشبہ علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس شعر کا مصداق اتم تھے۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

ایک اور چیز جو علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دیگر علماء سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کا عمل زہد اور اللہ کا ذکر باوجود بے پناہ علمی تحقیق اور تدریسی مشاغل مصروفیات کے، نماز باجماعت کی پابندی، ذکرِ اذکار و ظائف پر مداومت حتیٰ کہ نوافل تک کو چھوڑنا گوارہ نہیں کرتے تھے آخری عمر تک ایام مرض میں بھی رمضان المبارک کے روزے نہیں چھوڑے وہ ایک شب بیدار قائم اللیل، صائم النہار

شخص تھے اور اپنے علم سے بقول عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ یوں استفادہ کیا کہ وہ علم ان کا دنیا و آخرت کا رفیق بن گیا۔

علم را برتن زنی مارے بُوَد
علم را بر دل زنی یارے بود

میرے دادا حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی عزت وتوقیر فرمایا کرتے تھے میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبع آزاد و بے نیاز جہاں دنیا کے بڑے بڑے شہنشاہوں اور تاجداروں کو خاطر میں نہیں لاتی تھی وہاں وہ مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے مسائل شرعیہ اور علوم دینیہ پر بے باکانہ گفتگو کرنے والے ایک فقیر منش اور سادہ سے کپڑے پہنے ہوئے انسان کا کلام سننے کیلئے ہمہ تن گوش ہو جایا کرتی تھی اور محفل سماع میں جب مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ قوال کیلئے ایک روپیہ کا نذرانہ لے کر اجمیر شریف کے متولی حضرت سید اسرار احمد صاحب کی طرف بڑھتے تو حضرت متولی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے احترام میں اٹھ کر روپیہ وصول کرتے حالانکہ حضرت متولی صاحب اجمیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی طبع اور مزاج کا جلال اکثر اہل سلسلہ جانتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ جو علماء قرآن وسنت کی دل وجان سے حفاظت وعزت کرتے ہیں ان کی عزت خانقاہوں کے وہ بے تاج بادشاہ بھی کرتے ہیں جو کبھی کسی دنیا دار اور وڈیرے کی تعظیم کیلئے نہیں اٹھے۔

مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی علمی وفنی شان اور عظمت کو صحیح معنوں میں بیان کرنا میرے بس میں نہیں البتہ اپنے چند محسوسات صفحہ قرطاس پر بطور یادگار ثبت کر رہا ہوں جو بحمد اللہ صداقت پر مبنی ہیں اور ان میں کسی قسم کی خوشامد اور تعریف بے جاہ کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔

تیرے حاسدوں کو ملال ہے یہ نصیر فن کا کمال ہے
تیرا قول تھا جو سند رہا تیری بات تھی جو کھری رہی

عہد حاضر کا لاثانی انسان

تحریر: چراغ گولڑہ پیر سید نصر الدین نصیر گیلانیؒ

اک شمع جل رہی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

آہ حضرت علامہ عطا محمد بندیالویؒ

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس جلیل القدر ہستی کے بارے میں کیا لکھوں کیونکہ ایسی جامع الفنون والصفات ہستیاں اپنی مثال آپ ہوتی ہیں حضرت علامہ استاذ العلماء عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ علم وفضل، زہد وتقویٰ اور دیگر صفات عالیہ کے اعتبار سے اس طرح کی شخصیت نہیں دیکھی جو شریعت کا اس قدر پاس کرے جو بڑے بڑے پہاڑوں سے ٹکر لے، لینے کو معمولی بات سمجھے۔ حق گوئی میں جس کا شعار ہو ناموس شریعت کے تحفظ کی خاطر جو چھوٹے اور کم درجہ کے لوگوں کے باتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرے مگر اس کے پائے ثبات میں تزلزل نہ آئے درباری خطیبوں کی طرح جو خوشامد اور تملق سے کام لینا گناہِ عظیم سمجھتی ہو دلائل شرعیہ کی روشنی میں جو بات اس کے نزدیک صحیح ہو اس پر قائم رہے ایسا شخص جو صرف دلیل شرعی کے زور پر بات کرتا سنتا اور تسلیم کرتا ہوا مشائخ کرام سے دلائل سے بے باکانہ کلام کرنا جانتا ہو جو علم عقلیہ میں فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جانشین اور فقہ وحدیث میں بیہقی ثانی کہلانے کا استحقاق رکھتا ہو۔ زہد وتقویٰ اور صوم صلوٰۃ کی پابندی اور احکام شرعیہ کی پاسداری میں اپنے شیخ طریقت حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصویر ہو ادعائے علم تو شاید اوروں کو بھی ہو مگر ان متذکرہ صفات اور خوبیوں سے آراستہ کسی ایسے درشہوار کا ملنا ممکن نہیں جس میں اتنے علم وفضل کے باوصف نام کی خودستائی خودنمائی اور بوئے کبر نہ ہو اور جو اتنی علمی جلالت شان کے باوجود انتہائی سادہ زندگی گزارنے کا عادی ہو جسے دیکھ کر سلف صالحین اور غزالی ورازی کی یاد تازہ ہو

جاتی ہو جو مجھ ایسے طالب علم کے ساتھ بھی محبت وادب کا سلوک روا رکھتا ہو۔ میری عادت سے سب واقف ہیں کہ کسی کی خوشامد کرنا ہرگز پسند نہیں کرتا اور جو بات میرا ذہن تسلیم کرے اسے بیان کرتا ہوں لہٰذا میں یہ بات بانگ دہل کہنے والا ہوں۔

خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

کہ حضرت علامہ حافظ عطاء محمد بندیالویؒ اس دور کے لاثانی انسان تھے اور ایسے ہی انسانوں کیلئے کہا تھا۔

مدتوں روتی ہے چشم حسرت اہل چمن
سال یاد رہتے ہیں گریاں دیدہ چرخ کہن
تب کہیں ہوتا ہے پیدا ایک نخل گلبدن
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن
زندگی رہتی ہے برسوں غوطہ زن در خاک و خوں
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی متبحر عالم دین

تحریر: چراغ گولڑہ پیر سید نصر الدین نصیر گیلانیؒ

مولانا متبحر عالم دین علماء سلف کی یادگار اور علم منطق کے خصوصی شہرت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ استاذ العلماء کے لقب سے بھی یاد کئے جاتے ہیں موصوف کی علمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مشہور مفسر قرآن علامہ جسٹس پیر محمد کرم شاہ بھیروی الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ شارح بخاری جیسے متعدد علماء وقت آپ کے زمرہ تلامذہ میں شامل ہیں اس غیر معمولی تبحر علمی کے باوصف مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نہایت سادہ لباس زیب تن کرتے ہیں ظاہر نگاہیں ان کی سادگی دیکھ کر یہ محسوس نہیں کر سکتی کہ کوئی عام آدمی یا علامہ دوراں یا استاذ المناطقہ جا رہا ہے عم محترم سید شاہ عبد الحق صاحب مدظلہ نے بھی مولانا سے چند کتابیں پڑھیں اس کے علاوہ علمی رشتہ کے اعتبار سے مولانا بندیالوی راقم الحروف کے چچا استاد بھی ہیں۔

حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ

زندگی کے آخری لمحات تک آپ علم کی خدمت کرتے رہے

تحریر:۔ پیر طریقت حضرت پیر محمد صادق[1] نقشبندی مجددیؒ اگہار شریف کوٹلی آزاد کشمیر

حضرت علامہ مولانا استاذ الا ساتذہ علم کی ایک شمع تھے جو کہ پچاس برس تک علم کی ضیاء پاشیوں کے بعد اچانک خاموش ہوگئی آپ میں علم کی تڑپ کا عالم یہ تھا کہ بقول خدمت گار شاگرد آخری لمحات بھی علمی گتھیاں سلجھانے میں گزرے کیا مبارک روحیں ہیں جنہیں صرف دین متین کیلئے چنا گیا ہزاروں اہل علم شاگرد آج ان کی عدم موجودگی سے سوگوار ہیں اور سرگرداں ہیں کہ ایسا نابغہ روزگار اور باکمال استاذ کب میسر ہوگا اللہ تعالیٰ آپ نور اللہ مرقدہٗ کی روح پاک کو ساکنین جنت میں شمار فرمائے۔(آمین)

---

[1]۔ حضرت قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح علماء اہلسنت کی خدمت اور حوصلہ افزائی فرمائی ہے خدا گواہ ہے اس صدی میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے حضرت قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مولانا محمد یعقوب صاحب ہزاروی صدر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم (راولپنڈی) کی وساطت ہے قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تقریباً دو تین ماہ کے بعد بے شمار تحائف نظر کرتے قبلہ پیر صاحب صرف قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہی تحائف پیش نہ کرتے بلکہ اکثر علماء اہلسنت کی خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے آپ نے علاقہ آزاد کشمیر اور کوٹلی کے گردنواح میں بے شمار مساجد تعمیر کروائی میں راقم الحروف ایک مرتبہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ آپ کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوئے۔ جبکہ ہمارے ساتھ مولانا محمد یعقوب ہزاروی بھی تھے جب ہم آستانہ عالیہ پر حاضر خدمت ہوئے تو قبلہ پیر صاحب نے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے مخصوص کمرہ میں طلب فرمایا اور بے شمار تحائف سے نوازہ جبکہ مولانا محمد یعقوب ہزاروی صاحب اور بندہ ناچیز آپ کی زیارت سے محروم رہے یاد رہے کہ قبلہ پیر رحمہ اللہ تعالیٰ آخری عمر میں کسی سے ملاقات نہیں فرماتے تھے بلکہ جب آپ مسجد شریف میں نماز باجماعت ادا فرمانے کیلئے تشریف لے جاتے تو لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے۔ بعد ازاں ایک مرتبہ صاحبزادہ فداالحسن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ، اور راقم الحروف آپ کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوئے تو ہم نے مسجد شریف میں ہی نماز کے وقت آپ کی زیارت کی۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ راقم الحروف نے اپنی زندگی میں آپ کے علاوہ سادہ لباس زیب تن فرماتے ، سادہ طبیعت کے مالک کسی ولی اللہ کی زیارت نہیں کی اللہ تعالیٰ آپ کی زیارت کے صدقے ہم پر جہنم کی آگ حرام فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ قبلہ پیر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد آپ کے لخت جگر قبلہ حاجی پیر صاحب آستانہ عالیہ کالا دیو شریف نزد جہلم بھی علماء اہلسنت کی خدمت کرنے میں گوئے سبقت لے گئے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تادیر اہلسنت پر قائم فرمائے۔ آمین۔

قبلہ استاذی المکرّم کے سانحہ وصال پر پیر محمد صادق نقشبندی مجددی رحمہ اللہ کا صاحبزادہ فداء الحسن کی طرف خط۔

10-3-1999

سلام مسنون!

حضرت استاذ الاساتذہ کی رحلت ایک بہت بڑا سانحہ ہے آپ اپنے عصر کی ایک مایۂ ناز شخصیت تھے۔ نصف صدی سے زیادہ عرصہ دین کی روشنی پھیلائی اور ہزاروں طلبہ ان کی ضیاء پاشیوں سے مستفید ہوئے۔ اور ملت کی ظاہری و باطنی اصلاح پر مامور ہیں یہ آپ کے انفاس قدسیہ کا اعجاز تھا کہ ملک کے گوشے گوشے سے طلباء کشاں کشاں آپ سے علمی استفادہ اٹھانے حاضر ہوتے اور علم کی دولت سے مالا مال ہو کر نکلتے سینکڑوں نے علمی دنیا میں نمایاں مقام حاصل کیا طلبہ کے توسط سے بندہ کا بھی ان سے رابطہ تھا اور آپ بندہ کی عزت افزائی کیلئے یہاں بھی تشریف لاتے آپ کی عمر کا لحہ لحہ اشاعت دین اور اصلاح امت کے لئے وقف تھا راوی کی روایت کے مطابق آخری لحات جب زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا خدمت گار طالب علم کو ایک منطقی فقیہ کی تفہیم کی کوشش کیا کرتے تھے آپ کے تجربہ تدریس کی اس دور میں مثال ملنی مشکل ہے دنیا جائے قیام نہیں دار العمل ہے جتنی خدمت مقصود تھی۔ اللہ نے آپ سے لی اب جزائے عمل کیلئے طلب کر لیا جہاں دائمی اور ابدی زندگی کی نعمتوں سے ہمکنار ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کی فروگذاشتوں سے درگزر فرمائے۔ بندہ عاجز کو علامہ صاحب کے سوگواروں کی طویل فہرست میں شامل رکھیں اللہ تعالیٰ ان کی خوبیوں سے ہم کو حصہ وافر عطا فرمائے آپ والدہ ماجدہ کی خدمت کو اپنی توجہ کا مرکز بنائیں ان کی ذات آپ کیلئے فیوض و برکات کا منبع اور اخروی سعادت کا ذریعہ ہے ان کی دعاؤں سے فائدہ اٹھائیں بندہ کی جانب سے ایک ختم قرآن مجید پانچ ہزار کلمہ طیبہ ان کی اجتماعی دعا میں شامل کرلیں اور 500 روپے حاضر ہے کوئی چیز لے کر شامل کرلیں ان کے

علاوہ تحفہ چائے اور چینی پیش ہے۔

نوٹ: قبلہ پیر صاحب کی شخصیت کے علاوہ آپ سے ملتی جلتی ایک اور شخصیت کی بھی راقم الحروف نے زیارت کی ہے اوران کا ذکر نہ کرنا انصاف کے تقاضے کے منافی ہے اور وہ ہستی پیر طریقت رہبر شریعت مخدوم اہلسنت حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب نقشبندی آستانہ عالیہ پیر بارو ضلع لیہ آپ کی ہستی بھی اس گئے گزرے دور میں ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کی عمر مبارک میں برکت فرمائے آمین ثم آمین۔

والسلام۔

نذر حسین چشتی گولڑوی

عالم اسلام کیلئے عظیم سانحہ

تحریر:۔پیر طریقت صاحبزادہ عتیق الرحمٰن زیدہ مجدہٗ فیض پوری (ڈھانگری شریف)

استاذ الاساتذہ جامع معقول والمنقول حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ظاہری طور پر اس دنیا سے اٹھ جانا عالم اسلام کیلئے عظیم سانحہ اور سخت صدمہ اور اس خلاء کا بھی صدیوں پُر ہونا محال ہے۔حضرت عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ چشتی گولڑوی نے فرائض تدریس کو عبادت سمجھ کر ادا کیا اور ساری زندگی تدریس میں صرف کی کسی دوسری جانب کوئی توجہ نہ دی اور آپ کی شب و روز محنت سے اہل السنّت والجماعت کو لائق اور محنتی مدرس کی ایک بہت بڑی جماعت حاصل ہوئی جو دور دور تک خدمت دین میں مصروف نظر آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام بخشے۔آمین ثم آمین۔

مملکت تدریس کا بے تاج بادشاہ

تحریر:۔جانشین فقیہہ العصر مولانا صاحبزادہ محمد عبدالحق بندیالوی زیدہ مجدہٗ

پیکر رشد و ہدایت، محسن اہل سنت، امام المناطقہ، ملک المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خبر وفات حسرت آیات سن کر دل بیٹھ گیا ہے اور جگر پاش پاش ہو گیا ہے آپ جمیع اہل سنت کے سروں کے تاج اور میرے اور میرے خانوادہ کے لئے خصوصاً صد برکت اور رحمت تھے حضرت استاذی المکرم ہمارے مربی، شفیق اور بے حد مہربان اور محسن تھے۔

بقول مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بہ گزار تا بہ گریم چوں ابر نو بہاراں
کہ زسنگ نالہ خیزد وقت و داع یاراں

حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ عرصہ آٹھ سال حضرت والدی علامہ یار محمد بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں زانوائے تلمذ تہہ فرماتے رہے ازاں بعد میری تکمیل کی خاطر اور تکمیل کے بعد بھی اپنے استاد کے مسند تدریس پر کم وبیش 30،32 سال بیٹھ کر جملہ علوم و فنون کی عقدہ کشائی فرماتے رہے اتنی طویل مدت کی رفاقت آپ کی کمال شفقت خلوص وایثار کے جذبہ سے اپنا گھر سمجھ کر ٹھہرنا میری اعلیٰ خوش قسمتی اور میرے خاندان کی بے بہا خوش بختی کے مترادف تھا چونکہ علامہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو میرے سارے خاندان کے ساتھ بالعموم اور میرے ساتھ ایک نرالہ قسم کا پیار اور قلبی لگاؤ تھا تو ہم بھی آپ کو اپنے خاندان ہی کا ایک اعلیٰ ترین فرد اور عظیم بزرگ ہستی سمجھتے ہوئے دل کی گہرائیوں سے عزت و احترام بجا لاتے اور محبت و عقیدت میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے۔

میدان علم وفضل کے شہسوار اور مملکت تدریس کے بے تاج بادشاہ تھے اس لیئے علماء آپ کو ملک المدرسین کا خطاب دیتے آپ حکمت وکلام کے تاجدار اور فصاحت وبلاغت کا بحر

زخائر تھے جہاں آپ مسائل دقیقہ ومشکلہ علم صرف ونحو، منطق فلسفہ معقول ومنقول ریاضی و اصول اور حصول حدیث کی گتھیاں سلجھانے والے عظیم محقق تھے وہیں میدان تحریر وتقریر میں بے مثال مدقق تھے آپ کی تقریر ودلپذیر بہت کم موقعوں پر تقریر فرماتے علمی جواہر پاروں اور موتیوں سے بھرپور دلنشین اور موثر ترین تھیں۔

قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والدی مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے دلی عقیدت ومحبت تھی اور حضرت والدی بھی آپ کو بوجہ لیاقت وشرافت، ذہانت ومتانت اور تابعداری ووفاداری کے بہت ہی عزیز جانتے تھے اور بے پناہ شفقت فرماتے تھے بندہ جب سیال شریف آستانہ عالیہ کے مدرسہ ضیاء شمس الاسلام میں حضرت والدی کے وصال باکمال کے بعد زیر تعلیم تھا تو حضرت استاذ المکرّم کے پاس قاضی مبارک میر زاہد رسالہ قطبیہ اور میر زاہد امور عامہ جیسے اسباق شروع تھے میں ان میں شامل تھا۔ایک دن دوران سبق محبت بھرے لہجے میں استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم بفضلہٖ تعالیٰ اتنا سمجھ کر پڑھتے ہو کہ اوپر سے کوئی مولوی آئے اور سنے تو یہ سمجھے کہ تم دوسری دفعہ یہ کتابیں پڑھ رہے ہو اور یہ تمہیں تمہارے عظیم والد کی دعا ہے اور مزید فرمایا کہ مجھے بھی انہی کی دعا ہے کہ دوران بیماری جب سارے ساتھی بندیال چھوڑ کر چلے گئے تو میں اکیلا حضرت صاحب کی خدمت کے لئے ٹھہرا گیا تقریباً چھ ماہ بغیر اسباق کے ٹھہرا رہا استاد صاحب نے دل سے دعا کی اور میرا خواندہ ناخواندہ برابر ہوگیا یعنی جو کتابیں میں نے نہیں پڑھیں میں سمجھتا ہوں میں نے پڑھی ہوئی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ حقیقت ہے اس وقت کئی ساتھی ایسے تھے جو میرے خیال میں مجھ سے لائق تھے مگر آج ان کا کہیں نام تک نہیں اور ہر جگہ عطاء محمد بندیالوی، عطاء محمد بندیالوی ہو رہی ہے یہ میرے استاذ محترم علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی دعاؤں کا ثمر ہے۔

حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کی اتنی زیادہ شہرت بے پناہ عزت ومقام اس قدر علمی ترقی وعروج کا اصل راز اپنے استاذ محترم سے دلی انس قلبی احترام اور سچی عقیدت ومحبت

میں مضمر ہے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اپنی محنت شاقہ اور پیر کامل کا سایہ شفقت بھی سونے پر سہاگہ کا کام دیتا رہا۔

حضرت استاذی المکرّم بندیال سے فراغت کے بعد لاہور کے مختلف مدارس میں بطور مدرس خدمات دین سرانجام دیتے رہے اچھرہ کے علاقہ میں چوہدری نوردین مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ والی مسجد میں رمضان شریف کے مہینے میں کلام مجید سنایا کرتے رمضان کے بعد گھر آتے وقت پہلے بندیال سیدھے استاد محترم کی خدمت میں حاضری دیتے حالانکہ گھر خوشاب کے راستے پر پڑتا تھا ہر دفعہ 2، 3 دن قیام فرماتے اور بے شمار مسائل ضروریہ اور کئی مقامات مشکلہ پر گھنٹوں گفتگو جاری رہتی اپنی مکمل تسلی وتشفی کے بعد ہی گھر کے لئے عازم سفر ہوتے۔

ایک دفعہ فرمایا کہ جب ہم بندیال پڑھتے تھے تو استاد محترم کا یہ معمول تھا کہ نماز جمعہ اول وقت میں ادا فرما کر تقریر شروع فرماتے حتی کہ عصر کا وقت ہوجاتا پھر تقریر ختم کرکے نماز عصر پڑھاتے۔

فرمایا کہ وعظ بڑا دلنشین اور دلپذیر ہوتا محققانہ اور عارفانہ باتیں ہوتیں جس کی کیفیت و اثر اگلے جمعہ تک برقرار رہتا پھر نیا وعظ سن کر وہ کیفیت تازہ ہوجاتی۔پیر سید ولایت حسین شاہ پدھراڑوی مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ جو حضرت والد صاحب کے رحمہ اللہ تعالیٰ متعلقین اور مخلصین میں سے تھے پدھراڑ ڈھوک دھمن میں سے تھے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کو بندیال مدرسہ میں داخل کروانے کیلئے ساتھ لے کر آئے تھے اس وقت 60 سے 70 طالب علم زیر تعلیم تھے بڑے اسباق آپ خود پڑھاتے اور چھوٹے اسباق بڑے طلباء کے ذمے تھے کہ تم چھوٹے اسباق ساتھیوں کو پڑھا دیا کرو شاہ صاحب کی سفارش کی وجہ سے استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھوٹے ابتدائی اسباق بھی آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود شروع کروائے تھے یعنی شروع دن سے آپ پر خصوصی شفقت اور نگاہ فرمائی۔

حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ نے بندیال قیام کے دوران حضرت والدی

مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ سے گلستان، بوستاں، یوسف، زلیخا، سکندر نامہ اور چند رسائل فارسی اسطرح پڑھے کہ فارسی دان بن گئے آپ نے الفیہ، ملاحسن، رسالہ، قطبیہ، میر ذاہد، ملا جلال، میر زاید، رسالہ قطبیہ، حمد اللہ اور قاضی مبارک کی دوران تعلیم فارسی تقاریر پر نہایت شستہ اور خوشخط فارسی میں تقریر موجود ہیں اسی زمانہ میں آپ نے صرف عطائی منظوم فارسی مرتب فرمائی۔

علم صرف میں شافیہ تک مکمل اس لگن سے پڑھا کہ علم صرف کے تمام قواعد مستحضر اور تمام رموز صرفیہ کے واقف ہو گئے علم نحو میں کافیہ عبدالرسول اور الفیہ پڑھے رضی کافیہ اور مغنی اللبیب کے مشکل مسائل نحویہ ایسے ذہن نشین کرائے گئے کہ ایک ماہر نحوی استاد بن گئے۔

اصول فقہ میں حسامی تک کتب اور علم فقہ میں شرح وقایہ یوں پڑھا کہ تمام ابحاث مشکلہ فقہیہ اور تمام جزئیات فقہیہ پر حاوی ہو گئے مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' میں نے ہدایہ شریف ساتھ ہی درالمختار تک فقہ پڑھی بھی اور پڑھائی بھی لیکن بندیال میں حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں رہتے ہوئے جتنا عبور مجھے اسے وقت جزئیات فقہ پر تھا اب نہیں رہا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت علاقہ بھر کا دینی مرکز بندیال تھا دور دراز سے لوگ فیصلے لے کر آتے اور استفسار بھی آتے تو حضرت کتب فقہ کی عبارات کی نشاندہی فرما کر مجھ سے ہی فیصلے اور جوابات تحریر کرواتے ساتھ ہی عبارت کا مفہوم اور مطلب بھی سمجھاتے اس لئے اس وقت جزئیات پر گہری نظر تھی اب نہیں رہی

علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ کا فیض ہمیشہ جاری رہے گا

تحریر:۔ پاسبان مسلک رضا پیر طریقت حضرت علامہ مولانا
مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب مدظلہ العالی گوجرانوالہ

شیخ المدرسین استاذ الاساتذہ علامہ عطاء محمد بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم اور عمر میں اللہ تعالیٰ نے بڑی برکت فرمائی اور آپ نے نصف صدی سے زائد عرصہ اپنی عمر تعلیم و تدریس میں اور تبلیغ دین میں بسر کر کے قابل رشک مثالی مقام حاصل کیا اور آپ بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوئے آپ جسے کامیاب اور قابل استاذ و مدرس کے قابل ولائق تلامذہ کے ذریعے ان شاء اللہ شاگرد در شاگرد اور نسل در نسل آپ کا فیض ہمیشہ جاری رہیگا جو آپ کیلئے عظیم صدقہ جاریہ اور بلندی درجات کا باعث ہوگا دعا ہے کہ مولا تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ ﷺ علیہ التحیۃ وثناء آپ کی خدمت علمیہ ودینیہ کی آپ کو بہترین جزاء عطا فرمائے اور آپ کے تلامذہ کو آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کی طرح مدارس دینیہ کو آباد رکھے اور آخری دم تک علمی و دینی خدمات جاری رکھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

لگادی میرے محبوب نے ایسی لگن مجھ کو
گزاروں گا اسی لذت میں باقی کی عمر اپنی

ملک التدریس حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالویؒ ایک فیض رساں ہستی تھی۔

تحریر:۔ پیر طریقت استاذ العلماء حضرت علامہ پیر سید حسین الدین شاہ زیدہ مجدہٗ جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

ملک التدریس، فخر المدرسین حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی ایک نابغہ روزگار ہستی تھے آپ جیسی عظیم ہستیاں صدیوں بعد پیدا ہوتی ہیں حضرت علامہ عطاء محمد گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت علوم نقلیہ وعقلیہ کے سب سے ممتاز عالم تھے تدریس سے ان کو عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور آپ نے آخری سانسوں تک اس عشق کو خوب نبھایا حضرت علامہ ایک شخصیت نہیں ادارہ تھے آپ صرف شاگردوں کو پڑھاتے ہی نہیں بلکہ ان کی بہترین تربیت بھی کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کے شاگردوں کو ہر جگہ انتہائی احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس وقت اہل سنت کے تمام بڑے مدارس میں آپ کے فیض یافتہ تدریس وتربیت کے فرائض نہایت احسن انداز میں سرانجام دے رہے ہیں حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں کے شاگرد بھی استاذ الاساتذہ کی حیثیت سے ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود جو آپ میں عاجزی و انکساری تھی اور بالخصوص اپنے شیخ ومرشد سے جو بے پناہ عقیدت ومحبت تھی علماء کے حلقہ میں بہت کم دیکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے فیض یافتگان کو آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

شہنشاہ تاجدارِ کشورِ علم وتاجدارِ مسندِ تدریس

تحریر: حضرت علامہ مولانا سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ لاہور

استاذ العلماء حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صلحائے امت میں سے تھے اور انہوں نے وہ کام کیا جو صدیوں بعد آنے والے خاص لوگ اللہ کی خصوصی عنایت سے سرانجام دیا کرتے ہیں تدریس کی دنیا میں وہ اپنی مثال آپ تھے بلکہ انہیں شہنشاہِ کشورِ علم اور تاجدار مسند تدریس کہوں تو یہ خطاب انہیں کو شایان معلوم ہوتے ہیں اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں حضرت قبلہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں جامعہ حزب الاحناف میں تدریس کیلئے تشریف لائے تو میں نے ان سے بڑا استفادہ کیا یہاں چار پانچ سال تک آمدورفت کا سلسلہ جاری رہا حضرت علامہ قبلہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ تو بحر العلوم تھے اتنی بڑی شخصیت اور کہاں نظر آتی ہے حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت قبلہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ دونوں نہایت مخلص اور محنتی شخصیات تھے ان کا شمار پاکان امت میں ہوتا ہے اور وہ قوم کا سرمایا تھے اور ان دونوں شخصیات کا باہمی پیار اور الفت ومحبت کا تعلق بھی مثالی تھا ان کا اختلاف ذاتی نہیں بلکہ علمی تھا اختلاف علمی دشمنی نہیں ہوتی یہ ہر ایک کا بنیادی حق ہے ان بزرگوں کے درمیان وہ اختلاف دراصل ایک علمی بحث تھے اور اس مین بھی خیر خواہی کا جذبہ کارفرما تھا۔ مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ عقیدہ کے معاملے میں بڑے پکے پختہ غیر متذلزل اور متصلب تھے حضور ﷺ کی محبت کے معاملہ میں بڑے غیور تھے۔ جب یارسول اللہ ﷺ تحریک چلی تو اس میں مولانا مرحوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثالی اور کلیدی نوعیت کا کردار ادا کیا مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ویسے تو خوبیوں کا مخزن ومرجع تھے لیکن ایک بات جو مجھے محسوس ہوتی ہے کہ زیادہ طلباء ان سے اس لئے مانوس تھے کہ وہ طلباء کا از حد خیال رکھتے۔ تھے اور ان کے ساتھ شفقت کا رویہ رکھتے حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت ومحبت علم کی وجہ سے طلباء ان کے گرویدہ ہو

جاتے تھے آپ کا علمی مقام تقویٰ اور ورع اور پھر تدریسی صلاحتیں طلبہ کو آپ سے سنگ لگ جانے پر مجبور کردیتی تھیں حضرت مولانا بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اسلاف کی حقیقی تصویر ہی نہیں تھے بلکہ انہیں میں سے تھے آپ سے اگر کوئی طالب علم کوئی سوال دس مرتبہ بھی پوچھتا تو آپ اس کو کمال شفقت سے دس مرتبہ بتاتے اور اکتاہٹ کا اظہار نہیں فرماتے تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزاج میں بہت مہذب مزاح بھی تھا امام المناطقہ کا لقب آپ کا حق ہے بے شک آپ منطق اور فلسفہ کے امام تھے سیاست کو خوب سمجھتے تھے مطالعہ کے بغیر کوئی بھی کتاب نہیں پڑھاتے تھے انہوں نے تحریک ختم نبوت میں تاریخی کام کیا اور تحریک پاکستان کے بھی مجاہد تھے ان کے دور میں جتنی تحریکیں تھیں مرحوم نے ان سب میں کمال مستعدی اور حیرت انگیز اور جرأت سے کام کیا وہ سادہ انسان تھے لباس خوراک اور گفتگو سادہ رکھتے تھے نماز میں خشوع وخضوع مثالی تھا ملمع سازی اور بناوٹ سے کوسوں دور تھے۔

آسمان علم کا مہر درخشاں

تحریر: پیر طریقت حضرت علامہ مولانا محمد اسماعیل الحسنی زیدہ مجدہٗ شاہ والا

اقلیم تدریس کے تاجدار کو کون نہیں جانتا؟ میدان تحقیق کے شاہسوار کو کون نہیں جانتا؟ جو آسمان علم پر مہر درخشاں بن کر چمک رہا گل کدہ حکمت میں بلبل ہزار داستان بن کر چہک رہا ہے وہ کون سا شہر ہے جہاں اس کا شہرہ نہیں وہ کون سا قصبہ ہے جہاں اس کا قصہ نہیں اس زمانہ قحط الرجال میں جس کی ہستی بسا غنیمت ہے خدا کی نعمت ہے سراپا رحمت ہے عبقری دہر بھی ہے بابعہ روزگار بھی ہے، اخلاف کی آبرو بھی ہے، اسلاف کی یادگار بھی ہے، ہاں ہاں وہ ہی جو معقولات میں اکمل دستگاہ رکھتا ہے منقولات کا بادشاہ لگتا ہے جس نے علوم قدیم کو چار چاند لگائے درس نظامی کی مانگ میں ستارے بھرے جو جلوہ باری تعالیٰ ہے۔ چشمہ جاری ہے، فخر غزالی ہے، رشک بخاری ہے سب سے منفرد ہے، سب سے ممتاز ہے، بے نیاز تحسین ہے، مستغنیٔ اعزاز ہے، سچ پوچھئے تو اپنی ذات میں ایک انسانیت سازادارہ ہے اور علم کا عالمی شہرت یافتہ سرمایہ دار آفرصت ہو تو اسے دیکھ عالم پیری کا ہے۔ طاقب شباب کی ہے، رونق چمن کی ہے رنگت گلاب کی ہے۔ راتیں حق کی جستجو میں کٹتی ہیں دن یار کی گفتگو میں۔ نصف صدی کی زندہ تاریخ ہے مجسم تحریک ہے، تہذیب کہن کا گنج گراں مایہ اور عزم وہمت کا پیکر جمیل ہے ہزاروں سے رابطہ ہے لاکھوں کا واسطہ ہے۔ اللہ اکبر۔ ایک شخصیت میں کتنی تابندگیاں جمع ہیں ایک زندگی میں کتنی زندگیاں جمع ہیں۔ اذاوذکر اللہ کی تصویر ہے اور ان ابراھیم کان امۃ واحدۃ کی تفسیر ہے ادا قلندرانہ ہے اور جلال سکندرانہ ہے۔ ایک لمحہ کیلئے مکروہات حیات سے دامن چھڑا، اس کی مجلس تقریر میں انداز تقریر انوکھا ہے طرز بیاں نرالا ہے لفظ لفظ دل کے بند کھولے آواز کانوں میں رس گھولے پھر بولے تو سچے موتی رولے ہر سو جس کا طوطی بولے۔ ہر بات نقطہ دار، ہر حرف خوشبودار محفل لطائف چلیں تو کشت زعفران بنے، حقائق کھلیں تو رشک جنان حلقہ درس میں بیٹھنے

والوں سے پوچھ مضمون دقیق ہو۔ آب آب کردے تشنہ لب، تحقیق کو سیراب کردے کوئی مشکل سا اشکال ہو زائل نہ ہو مشکل ہے منکر سراپا سوال ہو قائل نہ ہو ممکن ہے عجیب منظر ہے چہرے کھل رہے ہیں عقدے کھل رہے ہیں جو خوش نصیب شرف تلمذ سے سعادت مند ہوئے گوہر نایاب بنے۔ ذرہ بے مقدار ہو آفتاب عالم تاب بنے، ہر وقت عطا پر آمادہ ہے فیض سمندر سے زیادہ ہے تلامذہ ملک کے گوشے گوشے میں دنیا کے کونے کونے میں پھیل رہے ہیں پھول رہے ہیں۔ فیض یافتہ لوگوں میں امیر بھی ہیں غریب بھی، شاعر بھی ہیں ادیب بھی، خوشہ چینوں میں مصنف بھی ہیں مدرسین بھی کتنی عظیم بارگاہ استاذ العلماء کی۔

مشائخ عقیدت کا دم بھرتے ہیں
علماء گردن نیاز خم کرتے ہیں

ایک شفیق و مخلص استاذ

تحریر: پیر طریقت علامہ محمد مقصود احمد قادری چشتی

سابق خطیب داتا دربار لاہور

حضرت قبلہ غزالی زمان استاذِ محترم علامہ مولانا احمد سعید شاہ کاظمی کی خدمت میں دورہ حدیث مکمل کیا حضرت قبلہ غزالی زماںؒ اپنے وقت کے بلند پایہ مقرر، محدث، مفسر اور امام المعقولات تھے۔ درس حدیث کے دوران جب بھی کسی حدیث کی تشریح پر منطقیانہ گفتگو فرماتے تو فرماتے تھے کہ اس دور میں حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی امام المناطقہ ہیں اور معقولات میں ان کی تدریس سند کا درجہ رکھتی ہے تقریباً ایسے ہی تاثرات حضرت شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزارویؒ کے بھی ہوا کرتے تھے جب ہم نے ان کے ہاں دورہ تفسیر پڑھا۔ دورہ تفسیر کے دوران میرے ساتھ مولانا فتح محمد بادوزئی (بلوچستان) بھی شریک تھے۔ ہمارے دل میں شوق پیدا ہوا کہ جب حضرت غزالی زماںؒ حضرت شیخ القرآن ایک ہی شخصیت کے اس قدر معترف ہیں تو ہمارے لئے لازم ہے کہ حضرت قبلہ استاذ العلماء علامہ عطا محمد بندیالوی سے معقولات پڑھے جائیں چنانچہ ایک عریضہ کے ذریعے ہم نے اپنی خواہش کا اظہار کیا جواباً آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس سال وڑچھہ شریف تدریس کیلئے جا رہا ہوں اور وڑچھہ شریف کے سجادہ نشین حضرت قبلہ پیر طریقت سید غلام دستگیر شاہ گیلانی نے مجھے اپنے صاحبزادہ سید غلام حبیب شاہ گیلانی کو دورہ حدیث پڑھانے کیلئے مدعو کیا ہے میں نے دس طلبہ کا داخلہ ان سے منظور کروایا ہے اس میں آپ دونوں کیلئے داخلہ کی سفارش کی جائیگی۔ چنانچہ ہم دونوں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ماہ شوال میں وڑچھہ شریف حاضر ہوئے آپ نے باکمال شفقت بہار سے داخلے کی سفارش فرمائی جناب پیر طریقت سید غلام دستگیر شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کی سفارش قبول کرتے ہوئے ہمارا داخلہ منظور فرمایا چونکہ میری دل خواہش تھی کہ میں آپ سے بالخصوص علم منطق

کی ابتداء سے ہی تعلیم حاصل کروں گا۔حالانکہ میں درس نظامی مع دورہ حدیث مکمل کر چکا تھا میں نے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ میں آپ سے صغریٰ سے منطق شروع کرنا چاہتا ہوں آپ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی میں نے عرض کیا کہ میری خواہش ہے کہ علم منطق کی تمام کتابوں میں مشکل مقامات پر جو صدری تقریرات آپ نے اپنے اساتذہ سے حاصل کئے ہیں میں انہیں حاصل کروں چنانچہ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے میری اس خواہش کو قبول فرمایا اس کے ساتھ ساتھ میں نے مختصر المعانی، درمختار، بخاری شریف کے اسباق بھی شروع کر دیئے صاحبزادہ سید غلام حبیب شاہ گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ درمختار اور بخاری شریف کے علاوہ شرح جامی بھی آپ سے پڑھتے تھے میں نے شرح جامی اور عبدالغفور اپنے وقت کے امام النحو مولانا علامہ محمد نواز صاحب (بھکھی شریف) میں پڑھے تھے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ صرف امام المعقولات نہیں بلکہ تمام علوم پر آپ کو مکمل دسترس حاصل ہے تدریس میں آپ کو یہ انفرادی حیثیت حاصل تھی کہ مشکل سے مشکل مضمون آسان الفاظ میں طلبہ کے ذہن نشین فرمادیتے تھے باجماعت نماز کی ادائیگی کا اہتمام فرماتے تھے اور تہجد کے وقت تہجد کے نوافل پڑھنے کے بعد وظائف میں مشغول رہتے صاف ستھرا لباس پہنتے تھے اور سادہ اور اچھی غذا تناول فرمایا کرتے تھے آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی مسئلہ سمجھ میں نہ آتا تو آپ انتہائی خوش اسلوبی اور خندہ پیشانی کے ساتھ سمجھا دیتے تھے۔قیلولہ آپ کا معمول تھا اور عصر کی نماز کے بعد سیر کرنا بھی۔ہم عصر کی نماز کے بعد سیر کے دوران آپ کے ساتھ گاہے بگاہے جاتے تھے اور اپنے اسباق کے اشکالات کے بارے میں آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے دو سال تک راقم آپ کی خدمت میں وڑچھ شریف میں پڑھتا رہا پہلے سال میرے ساتھ مولانا غلام رسول سعیدی، مولانا امام دین وٹو، مولانا قاری جان محمد، مولانا مفتی عبداللہ مظفرگڑھی شریک درس تھے۔بعض ازاں آپ بندیال تشریف لے گئے میں بھی آپ کے ساتھ بندیال چلا گیا اور مزید میں نے دو سال وہاں تعلیم حاصل کی۔آپ نے اختلافی مسائل پر علم بلاغت اور علم منطق کے قوائد کو انتہائی محققانہ انداز میں

منطبق کیا اور میں پورے وثوق یقین اور انشرح صدر سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ کی خدمت میں دو چار سال گزرے ہیں ان کی وجہ سے مجھے ہر علمی محاذ پر کامیابی حاصل ہوئی ہے اور کبھی بھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرماء اور جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے آمین۔

حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو فقہ کی سند تھی وہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک متصل تھی آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھے بھی اس سند سے سرفراز فرمایا آپ کے متعلق یہ جو بات مشہور ہے کہ آپ علم پڑھاتے نہیں بلکہ پلاتے ہیں بالکل سچ لگتا ہے واقعی آپ کے وجود میں رب العزت نے بے شمار برکات ودیعت فرمائیں آپ مشفق اور مخلص استاد تھے کسی قسم کا کوئی لالچ یا تمع آپ کے پیش نظر نہ تھا طلبہ پر آپ کا رعب اور عنایات ہمہ وقت جاری رہتی تھی قدرت کاملہ نے حضرت استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ سے بڑا کام لیا وہ عہد حاضر میں یقیناً اپنی مثال آپ تھے ہم ساری زندگی ان کے احسانات کو بھلا نہیں سکتے اور عطاؤں کا بدلہ چکا نہیں سکتے۔اللہ تعالیٰ حضور نبی رحمت ﷺ کے طفیل ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی خدمت دین کیلئے منتخب فرمائے۔آمین۔

امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تدبر کا نشان

تحریر:۔صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی صدر جمعیت علماء پاکستان

حضرت امام المناطقہ استاذی المکرم، تاج العلماء مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا فہیم زیرک دانا و دور رس فکر کا حامل دین کے ساتھ مخلص، انتھک اشد محنتی اور دین سے محبت کرنے والوں کا قدر دان میں نے نہیں دیکھا حضرت کی خدمت میں بندیال شریف میں فقیر نے دو سال گزارے اور زانوئے تلمذ طے کیا میں نے انہیں بلا مبالغہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے تدبر کا نشان پایا۔ وہ نہایت محتاط مفتی تھے اور ان کی رائے صائب تھی ہر طالب علم پر کمال شفقت فرماتے ان کے مزاج میں جلال بھی تھا، اور جمال بھی۔ اور کمال یہ ہے کہ دونوں خوبیاں اپنے پورے عروج پر تھیں، حضرت استاذی محترم رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب اجازت ہوئی اور فقیر بندیال سے فارغ ہو کر واپس آیا تو آپ نے اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرمایا۔

کہ "جو طالب علم پڑھائی میں محنت کرتا ہے وہ ہمیں محبوب ہے اور اس کا عکس غیر محمود آپ نے چونکہ پڑھائی میں کافی محنت کی ہے اس لیئے فقیر کا دل آپ پر خوش ہے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ میرے لئے ذخیرہ آخرت ہیں اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ مجھ جیسے سیاہ کار اور بدکار کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ یہ فرما کر مجھے ضرور آزاد فرمادے گا چونکہ میرا ایک پیارہ بندہ تم سے خوش تھا اسلیئے ہم نے تم کو معاف کیا اور دوزخ سے آزاد کیا حضرت سیدی الاستاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ اب اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کا کیا ہوا کام ہمیشہ انسانیت کی راہنمائی کرتا رہے گا اور اس کا اجر و ثواب مرحوم کو ملتا رہیگا۔

انہی جیسے لوگوں کیلئے کسی نے کہا تھا کہ

مدت سہل انہیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی (رحمہ اللہ تعالیٰ)

وقت جوں جوں آگے بڑھتا جارہا ہے اچھے انسان توں توں گھٹتے جا رہے ہیں جگر مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ برسوں پہلے مرثیہ کہہ چکے ہیں۔

گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے

نسل انسان کی تعداد بڑھنے سے محفل ہستی کا اعتبار نہیں اصل مسئلہ علمی اور روحانی استعداد کا ہے یہ نہ رہے تو ہجوم بھی بے رونقی اور تنہائی کا ازالہ نہیں کر پاتا۔ بلاشبہ آج کتب خانے بہت ہیں مگر کتابوں کے دیوانے کتنے ہیں پریشان کن سوال یہ ہے کہ مدرسہ و خانقاہ جینے کا قرینہ نہیں سکھاتے کامل مدرس اور صاحب نگاہ آداب زندگی سے آشنا کرتے ہیں نہ جانے کیسی ہوا چل پڑتی ہے کہ بزم سیاست سیاسی کارکنوں کے بجائے سیاسی حلقوں سے آباد ہے تدریس کی مسند ایک بار خالی ہوتی ہے تو برسوں پر نہیں ہوتی۔ خانقاہیں بھی ایسی نشیمن بن گئیں ہیں جہاں عقابوں کے بجائے زاغوں کا بسیرہ ہے مکتب و مدرسہ تو آئے روز کھل رہے ہیں لیکن فکر و آگہی اور علم و فن کے کواڑ ایک ایک کر کے بند ہو رہے ہیں کچھ روز ہوئے ہیں ایک ایسا عالم دین حلقہ علماء سے اٹھا ہے جس کی جگہ سنبھالنے والا نہ تو اس وقت نظر آ رہا ہے اور نہ حالات کے تیور دیکھ کر امید بندھتی ہے کہ یہ خلاء جلد پورا ہو گا۔ اس لیئے کہ اب علماء میں بھی اب زیادہ تر علامہ مناظر اسلام ،مبلغ یورپ، خطیب پاکستان اور مقرر شعلہ بیان قسم کے لوگ ہی رہ گئے ہیں یا پیدا ہو رہے ہیں ان میں علامہ بھی ایسے ہیں کہ بقلم خود اپنے نام کے ساتھ یہ لقب درج فرماتے ہیں مناظر اسلام ایسے ہیں کہ مسلمانوں ہی کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مبلغ یورپ اس پائے کے ہیں کہ یورپ کے انگریزی ہجے لکھنے پر قادر نہیں۔ خطیب پاکستان اس طرح بنے ہیں کہ خطبہ جمعہ کے لیے جب جگہ نہیں ملتی تو پورے پاکستان کی خطابت سنبھال لیتے ہیں اور مقرر شعلہ بیاں کا مفہوم تو لقب سے واضح ہے کہ

ایسی شعلہ بیانی سے کام لیتے ہیں کہ عقل وشعور کی رہی سہی چنگاری بھی بجھا کر دم لیتے ہیں۔ میں جس عالم کی جدائی کی دہائی دینے چلا ہوں اس کے علم وفضل کا یہ عالم تھا کہ منطق جیسا مشکل فن ان کے ہاتھ میں پانی بن جاتا تھا۔ دو چار برس نہیں پوری نصف صدی مسند تدریس پر بسر کی سینکڑوں علماء کے استاد ہونے کے باوجود انداز عمر طالب علمانہ رکھا۔ علمی ودینی حلقوں میں ان کی شہرت بوئے گل کی طرح پھیلی ہوئی تھی مگر وہ زندگی بھر گمنام سے قصبوں میں رہے، ان کی تدریس کے ڈنکے بجتے رہے لیکن وہ ہمیشہ تشہیر سے بچتے رہے۔ یہ عالم تھے استاذ العلماء، رئیس المناطقہ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ، جو اس دنیا سے اس خاموشی کے ساتھ اٹھے جس خاموشی کے ساتھ وہ دنیا میں رہے مگر خاموشی سے مراد سمندر کے پانی کی خاموشی ہے، ظاہر خاموش مگر باطن پر جوش، انہیں نام سے نہیں، کام سے لگاؤ تھا وہ اخبار میں چھپتے تھے نہ ٹی وی پر آتے تھے نہ منبر پر گرجتے تھے نہ جلوسوں میں برستے تھے نہ عبا اوڑھتے تھے نہ کلاہ پہنتے تھے سادہ پوش اور سادہ دل نہ انہوں نے علامہ کہلوانے کا شوق پالا اور نہ لیڈر بننے کا ڈول ڈالا اگلی صف میں بیٹھنے کے عادی نہیں تھے یہ الگ بات ہے کہ علامہ سید احمد سعید کاظمی جیسے لوگ ان کے پیچھے بیٹھنے میں عزت محسوس کرتے تھے انہوں نے کبھی نہیں چاہا کہ دنیا ان کے گھٹنے چھوئے اور ہاتھ چومے لیکن مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے نامور لوگ جب بھی ان سے ملتے ان کے سامنے جھکتے اور ان کے ہاتھ چومتے تھے زیادہ کتابوں کے مصنف نہیں بہت زیادہ آدمی تصنیف کرنے والے تھے حضرت پیر کرم شاہ الازہری ان کے شاگرد تھے حضرت شیخ الحدیث مولانا غلام رسول رضوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے حضرت مولانا غلام رسول سعیدی شارح مسلم ان کے فیض یافتہ ہیں حضرت مولانا محمود احمد رضوی شارح بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ ان سے سبق پڑھنے والے ہیں شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی صاحب ان کے خواب تدریس کے خوشہ چین ہیں اور حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ بھی ان کے بیسوں شاگردوں میں سے ایک میں یہ لوگ بذات خود شہر علم کے اونچے منصب دار میں حضرت

مولانا کو نسبت بیعت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے حاصل تھی اور شیخ کے احترام میں وہ نیاز کا پیکر بن جاتے تھے حضرت پیر صاحب صرف سجادہ وعمامہ کے زور پر پیر نہیں بنے تھے علم وفضل ان کا طرہ امتیاز تھا۔ تبھی تو علامہ اقبال رحمہ اللہ تعالیٰ نے فلسفہ زمان ومکان پر برگسا جن سے مکالمہ ومکاتب کے پیش نظر پیر صاحب گولڑوی سے رجوع اور استفادہ کیا تھا بعض صوفی سلسلوں کے مخصوص شعائر ہیں چشتی حضرات نیلے رنگ کا تہبند باندھتے ہیں اب تو اس کا رواج نہیں پہلے بہت تھا کسی نے حضرت پیر صاحب گولڑوی کی توجہ اس طرح دلائی کہ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ فرمایا چشتیوں کی عادت فقط نیلا تہبند باندھنا نہیں ان کی علامت سنت نبوی کی اطاعت اور نماز باجماعت ہے۔

حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن اور جمیعت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر رہے لیکن کسی عہدے کو اپنے لیئے شہرت اور منفعت کا ذریعہ نہیں بننے دیا انہیں عمر بھر اس کی فکر رہی کہ سنجیدہ ومتین علماء اور مدرسین کم ہوتے جا رہے ہیں اور معیار تعلیم وتدریس گرتا جا رہا ہے۔

ضلع خوشاب کے ایک چھوٹے سرحدی گاؤں پدھراڑ کا یہ نابغہ روزگار، عالم خوش کردار 84 برس کی عمر میں اس حال میں دنیا سے رخصت ہوا کہ ایک بڑے علمی وتدریسی حلقہ کو نڈھال اور پر ملال کر گیا شہروں کے ہنگاموں سے دور مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخری سانس اس طرح لی کہ خانقاہوں اور مدرس میں ایک ہلچل مچ گئی اور صف ماتم بچھ گئی ایک ہجوم پدھراڑ میں امڈ آیا، سچ ہے جسے خدا اپنا بناتا ہے بندوں کے دل اس کی جانب پھیر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان کی قبر نور سے بھر دے اور ان کا حشر نور والوں کے ساتھ کر دے آمین ثم آمین۔

استاذنا المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر:۔ حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی محبّ اللہ نوری بصیر پور

گزشتہ آٹھ دس ماہ میں یکے بعد دیگرے کئی صدمات سے دوچار ہونا پڑا اہل سنت کے کتنے ہی علماء داغ مفارقت دے گئے علم وفضل کے کتنے ہی درخشندہ ستارے غروب ہو گئے کس کس کا تذکرہ کریں اور کس کس کی یاد میں آنسو بہائیں

اب یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
پیاروں نے اتنی دور بسائی ہیں بستیاں

اور اب اس تازہ سانحہ نے تو ہلا کے رکھ دیا ہے دنیائے تدریس کے بے تاج بادشاہ دبستان خیر آبادی کے آخری ترجمان ملک المدرسین، خاتم المحققین، امام المناطقہ، رئیس الفلاسفہ، استاد الاساتذہ حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی داعی ملک بقا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

آپ قرون اولیٰ کے راسخین فی العلم کی تابندہ نشانی اور سلف صالحین کی نمائندہ شخصیت تھے۔ علم وحکمت کا یہ نیر تاباں جب مسند تدریس پر ضوفگن ہوتا اور اپنی کرنیں بکھیرتا تو طلباء کے سینوں کو انوار علم سے منور کر دیتا۔ جب یہ سرچشمہ علم وفضل مائل بہ عطا ہوتا تو تشنگان علم کو سیراب کر دیتا۔۔ ان کی علمی تدریس خدمات میں اللہ تعالیٰ نے جو برکت اور قبولیت رکھی تھی اس کے پیش نظر کہا جا سکتا ہے کہ اسم بامسمیٰ عطائے محمد اور تحفۃ المصطفےٰ ﷺ فی دیار پاکستان تھے۔ آپ نے تشنگان علم وحکمت کی آبیاری فرمائی گم گشتگان راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کیا آپ نے خود کو تدریس کیلئے وقف کر دیا تھا اور اس میں کامل اخلاص اور پورے انصاف سے کام لیا آپ نے علماء

و مدرسین کی ایک جماعت تیار کی جن میں سے اکثر ایسے ہیں کہ ایک فرد اپنی ذات میں ایک مستقل ادارے کی حیثیت رکھتا ہے۔ مجھ جیسے بے بضاعت کی تو اوقات ہی کیا آپ کے تلامذہ جس میں مفسر قرآن ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ، شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی رحمہ اللہ تعالیٰ، شارح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی اور علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے کتنے ہی اساطین علم وفن شامل ہیں ملک کے جن مدارس دینیہ میں سلسلہ تدریس جاری ہے شاید کوئی ادارہ ایسا ہو جس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ آپ کے تلامذہ یا تلامذہ کے تلامذہ کام نہ کر رہے ہوں حضرت والا کی رحلت سے اہل سنت یتیم ہو گئے ہیں گلستان علم خزاں رسیدہ ہو گیا لالہ زار معرفت مرجھا گیا چمنستان ذوق وادب کملا گیا، مجلس تدریس سونی ہو گئی محفل تحقیق وتدقیق پر گہری پژمردگی چھا گئی ہماری روشنی تاریکی میں بدل گئی۔ غرض ان کی رحلت موت العالم موت العالم حقیقی مصداق ہے۔

وما کان قیس ہلکہ ہلک واحد
و لکنہ بنیان قوم تہدما

تابعی جلیل حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کو جب حجاج بن یوسف نے شہید کرایا تو ان کی شہادت پر حضرت میمون نے کہا تھا لقد مات سعید بن جبیر و ما علی وجہ الارض احد الا وھو محتاج الی علمہ (البدایہ والنہایہ)

سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہما رحلت فرما گئے اب روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں جو ان کے علم کا محتاج نہ ہو۔

آج یہی جملہ پوری معنویت کے ساتھ حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر صادق آتا ہے اور ان کے بارے میں یہ بات کہی جائے تو اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہ ہو گا بلاشبہ آپ عہد حاضر میں علم کے پیکر مجسم تھے۔ فنون میں وہ ید طولیٰ حاصل تھا کہ باید وشاید۔ ایسی بلند پایہ اور نادر

روزگار شخصیات صدیوں بعد ہی جنم لیتی ہیں۔

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی زآفتاب
لعل گردو در بد خشاں یا عقیق اندر یمن

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

وہ اپنی نظیر آپ تھے آج علم وفن تحقیق وتدقیق اور درس وتدریس کا ایک تابناک عہد اپنے اختتام کو پہنچا ایک روشن باب بند ہوگیا ان کے سانحہ ارتحال پر اہل علم گریہ کناں ہیں محبین علم اور ارباب ذوق کے جگر خون کے آنسو بہا رہے ہیں اہل سنت دم بخود اور تلامذہ حیران وپریشان ہیں کہ ان کے مونس وہمدرد وراہبر ورہنما دنیا سے رحلت فرما گئے ہیں۔

اٹھتے جاتے ہیں اب اس بزم سے ارباب نظر
گھٹتے جاتے ہیں میرے دل کو بڑھانے والے

رسائل وجرائد سے تعلق رکھنے والے لوگ احباب تاثرات مانگ رہے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ ابھی تک کچھ کہنے لکھنے اور بیان کرنے کی ہمت نہیں ان کی بارگاہ میں گزرے ہوئے لمحات ایک ایک کر کے نگاہوں کے سامنے آتے چلے جارہے ہیں اور حال یہ ہے۔

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی
ومثـــواک فی قلبی فاین تغیب
اے تماشہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشہ می روی

احقر کو حضرت کی خدمت میں بہت مختصر عرصہ گزارنے کا موقع میسر آیا مگر آپ کے علمی جاہ وجلال اور تدریسی طنطنہ کے شاندار مناظر دیکھنے نصیب ہوئے وہ پڑھاتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے مصنف

خود اپنی تصنیف کی گرہیں کھول رہا ہے۔

ادق سے ادق اور پیچیدہ سے پیچیدہ مقام کو یوں حل کرتے محسوس ہوتا سبق پڑھا نہیں رہے بلکہ پلا رہے ہیں ایک ایک کتاب دسیوں مرتبہ پڑھانے کے باوجود آپ کا معمول تھا کہ بلا مطالعہ ہرگز نہ پڑھاتے آپ کو تدریس سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا اور اس میں کامل دیانت داری سے کام لیتے ہر چند کہ آپ کا اصل میدان درس وتدریس ہوتا تھا تاہم تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ فرمائی اور چند بلند پایہ علمی کتب تحریر فرمائیں، واعظ وخطابت میں بھی منفرد وعالمانہ رنگ تھا دو مرتبہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف کے سالانہ اجلاس میں شمولیت فرمائی ایک بار اللہ نور السموات والارض اور دوسری بار مسئلہ توحید کے موضوع پر نہایت محققانہ خطاب فرمایا علمائے کرام کا جم غفیر تھا اس موقع پر استاذ الاساتذہ نے جو معارف ونقاط بیان فرمائے اور جو رنگ باندھا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ علمی مصروفیات کے علاوہ جب کبھی ملک وملت کو ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے سیاسی محاذ پر بھی کام کیا چنانچہ تحریک پاکستان، تحریک ختم نبوت ﷺ اور تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ میں بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے تلامذہ کی تربیت کا بھی لحاظ رکھتے طلباء میں علمی لگن اور محنت کا جذبہ پیدا کرتے آپ مرنجان مرنج انسان تھے کبھی موڈ میں ہوتے تو دوران تدریس مذاح وظرافت کے پھول بکھیر کر محفل کو لالہ زار بنا دیتے ان ملفوظات کو قلندرانے کے عنوان سے معنون فرماتے ہم اپنے اسلاف کے عہد زریں کو نہ پا سکے ان کی زیارت نہ کر سکے البتہ اس دور رفتہ کے تابناک کارنامے سن رکھے تھے اسلاف کی اجلی سیرتوں اور علم وفضل کے تابندہ تذکرے کتابوں میں پڑھے تھے قرون اولیٰ کے ان بزرگوں کا زمانہ نہ پایا مگر الحمد للہ علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صورت میں اسلاف کی اس درخشندہ نشانی کو اپنی آنکھوں سے دیکھا

نازم بہ چشم خود کہ جمال تو دیدہ است

آپ نے نصف صدی تک مسند تدریس کو رونق بخشی گزشتہ کئی سالوں سے شدید علیل تھے مگر سلسلہ تدریس منقطع نہ کیا اور صاحب فراش ہونے کے باوجود پڑھاتے رہے بالآخر 21 فروری

1999ءکواپنے گاؤں موضع ڈھوک دھمن میں سفرآخرت اختیار فرمایا۔22فروری کو جنازہ ہوا
شہر سے دور دراز اور دشوار گزار راستے پر واقع اسی گاؤں میں بہت بڑا اجتماع تھا افراد کی کثرت
تو کئی جنازوں میں دیکھی ہوگی مگر اس قدر کثیر اکابر علماء کا جم غفیر کسی جنازہ کے موقع پر خال خال
ہی دیکھنے میں آتا ہے۔

اس عالم ربانی کا جنازہ اٹھایا گیا تو نورانیت اور روحانیت کا ایسا سماں تھا کہ یوں محسوس ہوتا جیسے
آسمان سے ملائکہ اتر آئے ہوں ہر آنکھ اشک بار اور ہر قلب فگار تھا۔قحط الرجال کے اس مہیب
دور میں حضرت کا وجود باجود بساغنیمت تھا ان کی رحلت سے جو خلاء پیدا ہوگیا ہے مدتوں پر نہ ہو
سکے گا اب ایسی جامع الصفات اور نابغہ روزگار شخصیت کہاں سے میسر آئے گی۔

آئے عشاق گئے وعدہ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

اللہ تعالیٰ حضرت والا درجت رحمہ اللہ تعالیٰ کو جنت الماوئی، متوسلین کو اتباع اور اعزہ کو صبر جمیل
مرحمت فرمائے۔آمین۔

علامہ بندیالویؒ ایک عظیم مدبر ودانشور اور سیاسی رہبر ورہنما

تحریر:۔حق وصداقت کی نشانی علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نوراللہ مرقدہٗ

نقیب محفل نے صدر گرامی قدر حق وصداقت کی نشانی مولانا شاہ احمد نورانی کو صدارتی خطاب کے
لئے دعوت دی علمائے کرام اور جملہ حاضرین نے اپنی نشستوں سے کھڑے ہوکر اپنے عظیم رہبر کا
والہانہ استقبال کیا۔ہال نعروں سے گونجا،نورانی صاحب نے مخصوص لب ولہجہ میں خطبہ پڑھا
۔قصیدہ بردہ شریف کے اشعار دہرائے جلسہ گاہ میں گہری خاموشی چھا گئی ۔ایک نورانی چہرہ
آنکھوں کو بھا گیا یوں محسوس ہوا کہ پورے ہال میں علم کا ادب کا عاجزی اور انکساری کا نور پھیل گیا
قائداہلسنت مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یہ استاذ الاساتذہ علامہ عطامحمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کرامت ہے کہ ہم ایک چھت
کے نیچے جمع ہیں (برادرم سید غلام حسین شاہ صاحب پشاور) نے مزاح کیا ایک چھت کے اوپر
ایک چھت کے نیچے ہال کی سیٹنگ اس طرز کی تھی انہوں نے کہا کہ میرا ان سے برسوں کا تعلق
ہے وہ جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی نائب صدر تھے مرکزی مجلس عاملہ کے رکن تھے دوبار
انتخابات کے موقع پر چیف الیکشن کمشنر رہے صرف مدرس ومعلم ہی نہ تھے ایک عظیم مدبر، دانشو
اور سیاسی رہبر ورہنما بھی تھے ۔بڑی پابندی سے اخبارات کا مطالعہ کرتے انہوں نے کہا کہ
میرے استاد علامہ سید غلام جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سادہ تھے مگر علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ
بہت ہی سادہ تھے وہ علم کا بحر بیکراں تھے اور اس جملے کا مصداق تھے ذالك بحر لا ساحل له
علم کے ایسے سمندر تھے جس کا کوئی کنارہ نہیں ۔اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ ﷺ کے
تصدق سے ایک نحیف الجثہ انسان میں علم کا سمندر جمع کردیا تھا ان کا شمار ان خوش نصیبوں میں ہ
ہے جنہیں دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کے صحابہ رضوان اللہ علیہ اجمعین یاد آجائیں
فرمایا میں گزشتہ سے پیوستہ سال ان کی عیادت کے لئے دشوار گزار سفر کر کے ان کے دولت خانے

پر حاضر ہوا۔ بے حد مسرور ہوئے ، نقاہت کے باوجود بڑی محبت سے ملے میں ڈیڑھ گھنٹہ ان کی خدمت میں رہا اور اصرار کرتا رہا کہ آپ بلا تکلیف لیٹ جائیں مگر وہ درد اور تکلیف کے باوجود بیٹھے رہے ہماری تواضع فرمائی دعاؤں سے نوازا آج وہ علم کا کوہِ گراں ہمارے درمیان سے اٹھ گیا ہے علم اسی طرح رخصت ہو جائیگا انہوں نے فرمایا علماء رخصت ہو رہے ہیں اور استاذ العلماء کے رخصت ہونے پر جو خلاء پیدا ہوا ہے یہ کبھی پُر نہ ہو سکے گا۔ اب کون ہو گا جو مدرسین کی ایک ٹیم اور جماعت پیدا کرے گا ان کا ایک مشن تھا دینی علوم کے مدرس پیدا کرنا اور سچی بات ہے کہ اس میدان میں ان کا کوئی مد مقابل نہیں۔ اللہ کریم ان کے درجات کو بلند فرمائے اور ان کے فیض کو جاری و ساری رکھے۔ آمین۔

نوٹ: استاذ الاساتذہ علامہ عطاء محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ کی عظیم دینی ، علمی ، ادبی ، تدریسی ، تحقیقی ، سیاسی اور اصلاحی خدمات کا اعتراف کرنے اور ان کے بلندیٔ درجات کیلئے دعائیں مانگنے ان کے لائق آفرین کارناموں کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی فیض رساں بارگاہ میں گلہائے عقیدت نچھاور کرنے کیلئے کراچی کے مرکز صدر کے پیرڈائز ہوٹل میں عظیم الشان علمی و ادبی ریفرنس کا انعقاد کیا گیا جس میں کراچی بھر کے نامور اور مقتدر علماء و مشائخ اور معززین نے شرکت فرمائی اور اس محفل کی صدارت قائد اہلسنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہٗ نے فرمائی اور صدارتی خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس عظیم الشان ادبی ریفرنس میں قبلہ نورانی صاحبؒ کے علاوہ مندرجہ ذیل علماء نے قبلہ استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کیا۔

مولوی نذر حسین چشتی گولڑی عفی عنہ

عصر حاضر کی مقتدر ہستی

تحریر:۔ حق صداقت کی نشانی علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت استاذ العلماء ، امام المناطقہ ، شیخ العرب والعجم علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اسلامی برادری کا بہت بڑا علمی سرمایہ تھے اور عہد حاضر میں وہ علمی اور روحانی اعتبار سے مقتدر ہستی کے مالک تھے۔ انہوں نے دین کی روح کو سمجھا اور پھر چراغ علم جلانے کیلئے اپنی ساری زندگی صرف کر دی ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسلام کی خدمت میں گزرا وہ سچے اور کھرے انسان تھے ۔ انہوں نے ہمیشہ حق اور سچائی کا پرچم سر بلند رکھا مرحوم کی رحلت سے ہم شریعت و طریقت کے ایک بڑے رہنما سے محروم ہو گئے ہیں وہ علم معرفت کا بھرم تھے اور ان کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے برکات رکھ دی تھیں ۔ مولانا بندیالوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت سے اسلامی برادری کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے نفاذ اسلام اور تحفظ مقام مصطفیٰ ﷺ ان کی زندگی کا مشن تھا وہ پیکر محبت و شفقت تھے ۔ دردمندی ان کا خاصہ تھا۔ وہ عالم باعمل تھے۔

علم وفن کے آفتاب درخشاں

تحریر:۔علامہ حافظ محمد اقبال قادری مہتمم جامعہ مبارکہ تجوید القرآن کراچی

جب مولانا محمد اقبال صاحب قادری کی باری آئی تو انہوں نے اپنے استاد مہربان کی بیکراں خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے سامعین کو بتایا کہ وہ جس طرح علم وفن کے آفتاب درخشاں تھے اسی طرح عبادت وریاضت کے بھی ماہ تاباں تھے وہ علم وفضل کے جس مقام رفیع پر فائز تھے مجھ جیسے آدمی کو ان کے شاگردوں میں شمار کرتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے انہوں نے کہا ان کے طریقہ تدریس کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ غبی سے غبی طالب علم بھی مشکل ترین بات بآسانی سمجھ پاتا ان کے پڑھانے میں ایک راز یہ بھی تھا کہ پڑھاتے وقت ہمیشہ اسباق میں مگن رہتے جن کے چشمہ فیض سے مخلوق خدا سیراب ہوتی ہے جن کے در پر تشنگان علم کی بھیڑ لگی رہتی ہے جو اپنی تنہا ذات میں انجمن اور ادارہ ہوتے ہیں یقین جانیے ایسے عالی بخت لوگ مر کر بھی سدا زندہ ہی رہتے ہیں۔ظاہری نگاہوں سے اوجھل رہ کر بھی دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں جن کا فیض سدا جاری رہتا ہے جن کا نام کام اور مقام کبھی فنا نہیں ہوتا ایسے ہی ایک درویش صفت ایک مرد قلندر ایک عالم بے بدل ایک استاذ بے مثل ایک مدرس باکمال ایک محدث دوراں ایک رازی زمان ایک امام المنطق وفلسفہ ایک فقیہہ العصر ایک عبقری دار شخصیت کا نام تھا استاذ الاساتذہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ جو 21 فروری 1999ء کو اس دار الفنا سے دار بقا کو کوچ کر کے مگر سچ اور حق یہ ہے کہ ان کا فیضان یوم میزان تک سدا جاری وساری رہیگا۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

علامہ وہ ہوتا ہے جو معقول ومنقول دونوں کا جامع ہو

تحریر:۔مفتی اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد رفیق الحسنی زیدہ مجدہٗ کراچی

مفتی اہلسنت مولانا محمد رفیق الحسنی مدظلہ العالی حاضرین سے مخاطب ہوئے انہوں نے کہا کہ آج ہر شخص علامہ کہلاتا ہے۔مگر علامہ صرف وہ ہوتا ہے جو معقول ومنقول دونوں کا جامع ہو اور بلاشبہ میرے استاذ ذی شان علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس معیار پر پورا اترتے تھے وہ ایسے فیض رساں انسان تھے کہ آج دینی مدارس اہلسنت میں انہی کے فیض یافتگان مسند تدریس کی زینت میں۔انہوں نے کہا ہم نے جس عظیم شخصیت کو اس بزم کی صدارت کیلئے چنا ان کے بارے میں ہمارے استاذ صاحب کی رائے یہ تھی کہ موجودہ دور میں خلیفہ بننے کی تمام شرعی صفتیں صرف انہی کی نورانی ہستی میں موجود ہیں انہوں نے کہا ہمیں خوشی ہے کہ قائد اہلسنت نے ہماری دعوت بخوشی قبول فرمائی ہم اس کرم فرمائی پر ان کے بے حد ممنون ہیں انہوں نے اپنے استاذ گرامی کی بیکراں عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے بتایا۔ورع الشاھدین ورع الصالحین ورع المتقین اور ورع الصدیقین اور ہر طرح کا ورع اور تقویٰ ان کی ذات سے جھلکتا تھا۔

استاذ محترم نے ٹھوس اور بے بدل مدرس پیدا کئے

تحریر:۔صاحبزادہ ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر نقشبندی مجددی حیدر آباد سندھ

نامور اسکالر ڈاکٹر محمد زبیر کو اظہار خیال کی دعوت دی صاحبزادہ صاحب نے اپنے مخصوص انداز اور خوب صورت گرج دار آواز میں خطاب کرتے ہوئے برملا اعتراف کیا کہ بلاشبہ آج ہم اس صدی کی عظیم ہستی کی یاد منا رہے ہیں انہوں نے کہا حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی مومن کامل اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو یہ زمین روتی ہے اور یہ آسمان بھی نوحہ کناں ہوتا ہے ۔آج ہمارے درمیان سے وہ عظیم علمی ہستی اٹھ گئی جس کی جدائی میں سارا جہاں سوگوار اور اشکبار ہے انہوں نے کہا ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ ہم مدرسین پیدا کرنے میں ناکام ہیں حالانکہ مدرس پیدا کر دیا جائے تو وہ خطیب ادیب واعظ اور مناظر خود بخود بن جاتا ہے استاذ محترم کا کمال یہ تھا کہ وہ ٹھوس اور بے بدل مدرس پیدا کیا کرتے تھے انہوں نے کہا میرے استاذ کبیر نے مجھے ایک خط لکھا تھا آج ان کی یہ تحریر دل پذیر میری زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ ہے مجھے ان کا شاگرد بننے پر فخر اور ناز ہے۔

علامہ عطاء محمد بندیالوی منطقی ہونیکے باوجود خشک مزاج نہیں تھے

تحریر: حضرت علامہ غلام محمد سیالوی سابق چیئرمین بیت المال پاکستان

پاکستان بیت المال کے چیئرمین علامہ غلام محمد سیالوی اظہار خیال کیلئے تشریف لائے وہ اب تک مقررین میں اس اعتبار سے ممتاز تھے کہ انہوں نے لکھی ہوئی تقریر پڑھی کہیں کہیں وضاحت کیلئے بے ساختہ بولے اور خوب بولے انہوں نے بتایا کہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ عاجزی انکساری اور سادگی میں ساری زندگی بسر کی وہ منطقی ہونے کے باوجود خشک مزاج نہیں تھے بلکہ خوش مزاج تھے ۔سفر و حضر میں انتہائی خشوع و خضوع سے نماز ادا فرماتے متبع شریعت عظیم انسان تھے ان کا ایک وصف یہ بھی تھا کہ جہاں تدریس کیلئے تشریف لے جاتے اپنی شرائط لکھتے ایک شرط یہ بھی عائد کرتے کہ مسائل فقہیہ اور مسائل سیاسیہ میں میری اپنی تحقیق ہو گی۔

علامہ بندیالویؒ کے اخلاص اور ایثار کا دل ستاں ثمر

تحریر:۔ پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ العالی

علامہ سیالوی کے بعد اس باوقار تقریب کے امین اور مشیر پروفیسر منیب الرحمٰن صاحب کو اظہار خیال کیلئے مدعو کیا گیا انہوں نے نہایت شائستہ خائستہ اور رشستہ خطاب فرمایا اور محفل میں جان ڈال دی انہوں نے اصحاب علم وفضل اور ارباب فکر ودانش کو متوجہ کرتے ہوئے فرمایا یہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ کے اخلاص اور ایثار کا دل ستاں ثمر ہے کہ اس وقت یہاں کراچی بھر سے علم کے آفتاب ومہتاب اور ادب کے کواکب ونجوم یکجا ہیں۔ انہوں نے کہا علامہ بندیالوی کا فیض جاری اور سدا جاری رہیگا ان کا کمال اور جمال یہ تھا کہ ان کی بارگاہ میں ذرہ پہنچا تو زر بنادیا قطرہ پہنچا تو گوہر بنادیا وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے ایک جماعت تھے ایک ادارہ تھے ایک جامعہ تھے وہ تفہم علم اور تفہیم علم دونوں عظمتوں کے جامع تھے وہ ملک المدرسین وہ اپنے نظریات میں اٹل تھے انہوں نے کہا کہ آج سے 38 سال پہلے میں نے اپنے طلباء سے بہترین اور عظیم ترین مدرس ومعلم کا پتہ مانگا اور سوال کیا تھا بتاؤ اس وقت پورے ملک میں درس نظامی کا سب سے عمدہ مدرس کون ہے؟ جو جواب ملا تھا میرا عقیدہ ہے کہ آج بھی میرے سوال کا یہی جواب ہے علامہ عطا محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ)۔ مفتی منیب الرحمٰن صاحب کا خطاب جامع بھی تھا نفیس اور عمدہ بھی، باوقار اور یادگار بھی والہانہ اور جداگانہ بھی اور بقول علامہ سید عظمت علی شاہ ہمدانی کے، ان کے خطاب میں ایک کلمہ بھی نہ تو زائد تھا اور نہ ہی بے ترتیب۔ اور شاید یہی سبب ہو کہ جب وہ خطاب کر کے جانے لگے تو انجمن طلباء اسلام کے سابق مرکزی جنرل سیکرٹری خلیل الرحمٰن چشتی نے بے ساختہ کہا منیب الرحمٰن صاحب محفل کو لوٹ کے لے گئے۔

علامہ بندیالویؒ انتہائی سادہ منسکر المزاج اور بے حد متواضع شخصیت

تحریر: علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی

(شارح صحیح مسلم شریف وصحیح بخاری شریف وتبیان القرآن)

مفتی منیب الرحمٰن مدظلہ کے بعد علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نامور اور مایہ ناز قابل فخر شاگرد صاحب تصانیف کثیرہ، مفسر ومحدث، محقق ومدقق، شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی نذرانہ محبت پیش کرنے کیلئے تشریف لائے۔ سورۃ البلد کی ابتدائی دو آیات کی تلاوت کے بعد ارشاد فرمایا میرے استاذ ذی وقار انتہائی سادہ منسکر المزاج اور بے حد متواضع شخصیت کے مالک تھے آپ کی بارگاہ میں خوشاب کا ڈپٹی کمشنر آیا کسی سوال کا جواب اسے مطلوب تھا آپ نے ایسے نہایت آسان لفظوں میں مطمئن کر دیا تو وہ کہنے لگا حضرت آپ کا انداز بہت سہل ہے۔ فرمایا کہ سلام خود بہت سہل ہے۔ انہوں نے کہا میرے استاذ ذی شان رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک نمایاں وصف یہ بھی تھا کہ وہ کسی فن کی کوئی بھی کتاب پڑھا رہے ہوں اس میں موقع مناسبت سے عظمت رسول ﷺ ضرور بیان فرماتے انہوں نے انکشاف کیا کہ استاد صاحب اکثر یہ فرماتے کہ دنیاوی اور دینی علوم میں فرق یہ ہے کہ دنیاوی علوم میں ترقی مستقبل کی جانب ہے اور دینی علوم میں ترقی ماضی کی جانب ہے۔ پھر وضاحت کرتے اور بتاتے کہ بتاؤ علماء ومتقدمین جیسا آج کوئی عالم لاؤ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ، امام بخاری، امام یوسف نبھانی جیسے لوگ اب کہاں ہیں؟ جتنا ماضی کے دریچوں میں جھانکو گے اتنا ہی علم وفضل پاؤ گے کیونکہ دینی علوم کا سرچشمہ ذاک پاک مصطفےٰ ﷺ ہے علامہ سعیدی نے اپنے محسن ومربی استاذ کی بیکراں علمی و ادبی عظمتوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا وہ صرف عالم ومدرس ہی نہ تھے ایک بہت بڑے عاشق بھی تھے انہوں نے بتایا تھا بعض علماء ایسے ہیں جن کے ہر جملے سے عشق کا جام چھلکتا دکھائی دیتا ہے علامہ محمد یوسف نبھانی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور امام اہلسنت فاضل بریلوی رحمہم اللہ تعالیٰ

علیہ اجمعین کو کوئی کتاب اٹھا کر دیکھیے اس میں حب رسول ﷺ موجزن نظر آتا ہے۔ان ہستیوں نے عشق ومحبت میں ڈوب کر کتابیں لکھیں علامہ سعیدی نے ابتداء میں تلاوت کی گئی آیت کریمہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ استاذ صاحب نے فرمایا ہمارا عقیدہ ہے سرور کائنات ﷺ جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ عرش معلّٰی سے بھی افضل فرمایا کہ شہر مکہ کی قسم رب نے اس وقت کھائی جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے اس میں ''و'' حالیہ ہے جب آپ مدینہ پاک میں ہوں تو مدینہ سب سے افضل ہوگا۔علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے پوچھا تھا زمین افضل ہے یا آسمان۔فرمایا اپنی ذات میں نہ زمین افضل ہے نہ آسمان جب نور نبی ﷺ آسمانوں میں تھا تو آسمان افضل جب یہ نور زمین پر منتقل ہوا تو زمین افضل ہے۔

ماضی کی محفلوں کو سجا کر شعور میں
دیتے میں زندگی کو سہارا کبھی کبھی

علماء کرام کا قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حضور نذرانہ عقیدت

حضرت قبلہ استاذ عطاء محمد بندیالویؒ کے متعلق

تحریر: شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی زیدہ مجدہٗ

یادداشتیں

ا۔ گولڑہ شریف میں یکم ربیع الاول کو حضرت مولانا اللہ بخش صاحب کے اصرار پر آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی۔

۲۔ وہاں قص الشوارب کا مسئلہ درپیش ہوا اور چند طلبہ الگ جماعت کرا لیتے تھے لیکن آپ نے مداخلت نہ فرمائی اور اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے کا طلباء کو پابند فرمایا جس نے بڑی بڑی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔

۳۔ میر زاہد، ملا جلال شروع کرانے لگے تو مجھے حکماً اس میں شامل فرمایا اگرچہ میں قطبی کا متعلم تھا میں نے پس و پیش سے کام لیا کہ یہ کتاب میری استعداد سے بلند و بالا ہے فرمایا دوسرے سمجھ گئے تو تو بھی سمجھ جائیگا لہٰذا ضرور بالضرور اس سبق میں شامل ہو جا۔ عصر کے بعد سیر و تفریح کے موقع پر چند دن ہمراہ لے جاتے اور روزمرہ کا سبق سماعت فرماتے جب مطمئن ہو گئے کہ صحیح طور پر ضبط کر سکتا ہے تو تب یہ سلسلہ بند فرمایا۔

4۔ رجب المرجب کی تین تاریخ کو میں نے مطول شروع کرانے کیلئے عرض کیا تو فرمایا کہ تعطیلات کا وقت قریب ہے اور اس دورانیہ میں یہ ختم تو نہیں ہو سکے گی تو میں نے عرض کیا جتنی پڑھی گئی وہ تو اگلے سال نہیں پڑھنی پڑھے گی تو آپ نے میری اس عرض کو شرف کی خاطر دماغ پر اتنا بوجھ ڈالنا بڑا مشکل امر تھا اور آپ کیلئے انتظامیہ کی طرف سے بھی کوئی پابندی نہیں تھی محض رضائے الٰہی کیلئے اس امید پر کہ ہو سکتا ہے تکمیل دین پا کر دین متین کی خدمت کر سکے فجزاہم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

۵۔ حضرت شیخ الاسلام خواجہ حافظ محمد قمر الدین سیالوی نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ بعض مسائل

میں اختلاف ہو جاتا تو آپ حوالہ جات دکھلاتے تو وہ فوراً مان جاتے ایک ایسے موقع پر مولانا غلام محمد تونسوی صاحب نے آپ کے سامنے کوئی نامناسب لفظ بول دیا تو حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا استاد جی! آپ کے شاگرد بڑے بے باک ہیں تو آپ نے فوراً کہا

"کرمہائے تو کرد گستاخ مارا"

۶۔ چونکہ حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے ابتدائی دور میں مدرسہ کا علیحدہ انتظام نہیں تھا اور لنگر پر ہی سارا بوجھ تھا اور اوپر والے مشائخ بھی عموماً تشریف لاتے تھے ان کی بھی آپ بہت زیادہ خدمت کیا کرتے تھے برادری کے بھی بہتیرے حضرات کی کفالت فرماتے تھے تو ان وجوہات کے پیش نظر استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تنخواہ کافی لیٹ بھی ہو جاتی اور کئی کئی ماہ کی بقایا بھی ہوتی لیکن ان کے وصال شریف پر فوراً معاف کردی اور ورثا سے ذکر تک بھی نہ کیا۔

۷۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال شریف پر فرمانے لگے "خواجہ قمر الدین صاحب (رحمہ اللہ تعالیٰ) جیسا کون ہوگا؟۔

۸۔ ان دونوں حضرات کی آپس میں ملاقات کا منظر عجیب ہوتا تھا آپ شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کے قدموں پر ہاتھ رکھنے کی کوشش فرماتے اور وہ آپ کے قدموں پر ہاتھ رکھنے کی سعی فرماتے اس طرح دو طرفہ عمل دین اور فقر مشیخت کی تعظیم و تکریم کا منظر دیکھنے کا حاضرین کو موقع ملتا۔

۹۔ وزیرآباد حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغفور صاحب ہزارویؒ کے پاس دورہ قرآن کیلئے حاضری ہوئی وہ کسی طالب علم کو سوال کرنے ہی نہیں دیتے تھے لیکن بندہ جب سوال کرنے کیلئے آمادہ ہوتا آپ خاموش رہتے اور توجہ سے سوال سنتے اور کبھی فرمادیتے کہ اس کا جواب بھی تو دے۔ میں نے استاد صاحب سے عرض کیا حضرت آپ ہمیں یہی باور کراتے رہتے تھے تم بڑے بد محنت ہو، کم عقل ہو، بڑے نکمے ہو ہمیں تو باہر جا کر پتہ چلا کہ ہم تو بڑے کام کے آدمی تھے اور لائق فائق تھے آپ نے فرمایا اگر میں ہی تمہارے دماغ میں یہ ہوا بھرتا رہتا تو پھر تم نے کیا مقام حاصل کرنا تھا۔

۱۰۔قبلہ ہزاروی صاحبؒ بھی گولڑوی نسبت والے تھے اور استاد صاحب بھی لیکن آپس میں ملاقات سرسری سی ہوتی اور ہزاروی صاحب کوئی خاص توجہ سے ملاقات نہیں کرتے تھے مگر ہمارے دورۂ قرآن کے بعدان کے رویہ میں بڑی تبدیلی آگئی اور بڑے خلوص واحترام سے پیش آتے تو استاد صاحبؒ کا تاثر یہی تھا کہ یہ میرے ان بچوں کی برکت ہے جو دورہ پڑھنے گئے تھے کہ علامہ ہزاروی صاحبؒ کے رویہ میں اتنی تبدیلی آگئی ہے۔

۱۱۔دیوبندی بریلوی اختلافی مسائل میں بندہ قبلہ استاذ صاحبؒ کے ساتھ زیادہ بحث تمحیص نہیں کرتا تھا عموماً جمعرات کو واں بھچراں حضرت مولانا اللہ بخش صاحبؒ کے پاس چلا جاتا ان سے کھل کر بات چیت ہوتی اور اپنی طرف سے اشکالات اور ان مولوی صاحبان کی طرف سے ممکنہ توجیہات بیان کرتا جس کا نتیجہ وہ یہی اخذ کرتے کہ یہ ہمارے جوابات پر مطمئن نہیں ہیں استاد صاحب کو عرض کرتے کہ یہ ہمارے دلائل پر مطمئن نہیں ہے استاد صاحب نے فرمایا کہ یک طرفہ باتیں سنتا ہے تب اس طرح کا ردعمل ظاہر کرتا ہے جب ان کی زبانی ان کے نظریات اور گستاخانہ انداز بیان سنے گا تو خود بخود سیٹ ہو جائیگا چنانچہ حقیقت میں ہوا ہی اس طرح۔

۱۲۔قبلہ استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تدریس کا انداز بھی نرالا تھا اور ہر مسئلہ پر نظر بھی بڑی گہری ہوتی تھی اور تفسیر وحدیث پڑھاتے وقت منطقی وفلسفی قواعد وضوابط کو بے دریغ استعمال فرماتے اور ان کی افادیت واضح طور پر سامنے آتی ۔بندہ حیدر آباد رکن الاسلام مدرسہ میں پڑھاتا تھا صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر صاحب پڑھتے تھے ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب علیہ الرحمہ ایک ملاقات میں فرمانے لگے ہمیں تو آج تک معلوم نہ ہو سکا کہ قرآن وحدیث سمجھنے میں منطق وفلسفہ کا کہاں دخل ہے تو میرے کچھ عرض کرنے سے پہلے ہی صاحبزادہ صاحب بول پڑے ہمیں تو استاد صاحب روزانہ بتلاتے ہیں یہاں فلاں قاعدہ کا دخل ہے وہاں فلاں قاعدہ کا اور میں نے نوٹس کے ساتھ رجسٹر پر کر رکھا ہے حالانکہ وہ خود فاضل شخصیت تھے اور بڑے بڑے اکابر کے ہاں زیر تعلیم رہے تو یہ سب استاد صاحبؒ کا فیض تھا اور ہر فن پر ان کے عبور کا نتیجہ تھا کہ

ہم جیسے ان کے ادنیٰ تلامذہ میں بھی اس طرح کی صلاحیت اور استعداد کسی حد تک پیدا ہو گئی تھی جہاں تک بڑے بڑے اکابر کی رسائی نہیں ہوتی تھی۔

۱۳۔ملک الٰہی بخش صاحب مرحوم رئیس بندیال علمائے دیوبند محمد امیر، سید امیر اور عبدالکریم کے ساتھ علم قیامت کے موضوع پر مناظرہ طے کر کے حضرت قبلہ استاذ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے مجھے یاد فرمایا اور بات چیت کیلئے یوں تعلیم وتربیت فرمائی کہ قیامت متشابہات سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے متشابہات کا علم نبی مکرم ﷺ کو عطاء فرمایا ہے لہٰذ قیامت کا علم بھی اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطاء فرمایا ہے صغریٰ کی دلیل یہ ہے المتشابہ ما استاثر اللہ بعلمہ کوقت قیام الساعة و مدة بقاء الدنیا و عدد الزبانیة اور کبریٰ کی دلیل یہ ہے قولہ تعالیٰ وعلمك مالم تكن تعلم الآیة لہٰذا متشابہات اور محکمات دونوں کا علم آپ کے لئے ثابت ہو گیا۔بندہ نے حسب الارشاد ان مولوی حضرات کے پاس ملک صاحب موصوف کی معیت میں پہنچ کر اس طرز استدلال سے سرور عالم ﷺ کیلئے علم قیامت ثابت کیا کہ علم قیامت متشابہات میں سے ہے اور وہ آپ کو بتعلیم الٰہی معلوم ہیں لہٰذا قیامت بھی آپ کو معلوم ہے تو مولوی محمد امیر صاحب نے کہا کہ صغریٰ اور کبریٰ سے تو علم قیامت آنحضرت ﷺ کیلئے ثابت ہوا قرآن مجید سے تو ثابت نہ ہوا۔بندہ نے کہا صغریٰ پر اجماع ہے کیونکہ مفسرین کرام نے متشابہ کا معنیٰ یہی کیا ہے کہ جس کے علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات مستبد ومستقل ہو جیسے قیامت قائم ہونے کا وقت دنیا کی بقایامدت اور دوزخ کی کے مؤکل فرشتوں کی تعداد کا علم اور کبریٰ نص قرآنی سے ثابت ہے انزل اللہ علیك الکتاب والحکمة وعلمك مالم تكن تعلم وكان فضل اللہ علیك عظیما۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب وحکمت تم پر نازل کی اور جو کچھ بھی تم نہیں جانتے تھے وہ سب کچھ تمہیں جتلا دیا اور تم پر اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل واحسان ہے جب صغریٰ بالا جماع ثابت اور کبریٰ نص قرآنی سے ثابت ہو گیا۔

اس کے ردعمل میں مولوی محمد امیر صاحب نے کہا میں نے تو منطق پڑھی نہیں میرے

بھائی عبدالکریم صاحب نے پڑھی ہوئی ہے لہٰذا اس سے بات کرلو تو میں نے کہا کہ میں نے تم تینوں کو مخاطب بنایا ہوا ہے اور مد مقابل ٹھہرایا ہوا ہے جو تم میں سے چاہے جواب دے دے مولوی سید امیر صاحب بولنے لگے تو مولوی محمد امیر نے کہا تو بس کر اور خاموش رہ وہ ہمیں گدھا بنائے بیٹھا ہے تو اس کی دلیل کا کیا جواب دے سکتا ہے اور مولوی عبدالکریم صاحب نے مکمل سکوت اور خاموشی اختیار کرلی تو ملک صاحب مرحوم نے کہا کہ تم اپنی زبانی گدھا ہونے کا اقرار کر رہے ہو اور ہم گدھوں سے تو بحث مباحثہ کرنے نہیں آئے تھے بلکہ انسانوں اور مولویوں کے ساتھ بات چیت کرنے آئے تھے اور نبی الانبیاء ﷺ کا خداداد علم ثابت کرنے آئے تھے ہماری بات کامل اکمل طور پر ثابت ہوگئی اور تم اس کے مقابل گدھے اور نابلد ثابت ہوگئے لہٰذا ہم بحمد اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر جارہے ہیں۔

بندہ تو محض سفیر اور ترجمان تھا اصل میں اس کامیابی کا سہرا حضور استاذ العلماء کے سرسج رہا تھا جن کی تعلیم وتربیت اور افہام وتفہیم کی بدولت یہ کامیابی اور کامرانی حاصل ہوئی۔

وہابیوں کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے اہل سنت کے اس عقیدہ پر کہ نبی مکرم ﷺ کو بتعلیم الٰہی علم کلی حاصل ہے یہ اعتراض کیا کہ ایک جزئی کے علم کی نفی نص قرآنی سے ثابت ہے "وما علمناه الشعر" لہٰذا ایجاب کلی کا دعویٰ باطل ہوگیا ورنہ اجتماع نقیضین لازم آجائیگا تو حضرت قبلہ استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا جواب یہ سکھلایا کہ یہاں شعر منطقی معنی میں ہے یعنی خیالی وہمی اور خلاف واقعہ باتیں کیونکہ قیامت اور حشر ونشر اور جنت و دوزخ اور ان کے اندر ثواب وجزاء اور عذاب وسزا کو وہ خیالی و وہمی اور خلاف واقعہ امور سمجھتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا رد کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم نے محبوب ﷺ کو ایسی خلاف واقع اور بے بنیاد چیزوں کی اور جھوٹ موٹ کی تعلیم نہیں دی اور نہ ایسی تعلیم ان کی شان کے لائق ہے۔ ما علمناه الشعر وما ینبغی له بلکہ جو کچھ انہیں سکھلایا ہے وہ سراسر نصیحت اور قرآن مبین وحکیم ہے ان هو الا ذکر و قرآن مبین نیز علم بمعنی ملکہ بھی ہوتا ہے یعنی کسی چیز کے بنانے کے

اہلیت وصلاحیت کے معنی میں آتا ہے کما قال تعالیٰ علمناه صنعة لبوس ہم نے حضرت داوٗد علیہ السلام کو زرہیں بنانے کا ملکہ اور صلاحیت اور استعداد عطا کردی تھی اور بنی بنائی شئے کے ادراک اور اس کی صورت کے ذہن میں حاصل ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے تو کیا کوئی عقل مند یہ تسلیم کرسکتا ہے کہ آپ کے شعروں کے معنی ومفہوم کا پتہ نہیں چل سکتا تھا اور دوسروں سے اشعار کے مفاہیم ومطالب دریافت کرنے پڑتے تھے تو لامحالہ یہاں پر شعر بنانے کا ملکہ مراد ہوگا اور یہ علم فعلی اور مبداء تخلیق کے معنی میں ہوا جبکہ ہم کائنات کا علم انفعالی آپ کیلئے ثابت کرتے ہیں نہ کہ فعلی تو ہمارے دعوے پر اس آیت کریمہ سے نقض کیونکر وارد ہوسکتا ہے ہمارا دعویٰ علم کلی انفعالی کا ہے اور نقض میں جزوی علی فعلی کی نفی ثابت کی جارہی ہے تو ہمارا دعویٰ اس سے باطل کیونکر ہوسکتا ہے البتہ معترض کی جہالت واضح طور پر ثابت ہوگئی کہ اسے انفعالی اور علم فعلی کا فرق اور علم بمعنی ملکہ ایجاد اور علم بمعنی صورت حاصلہ میں فرق بھی معلوم نہیں ہے۔ نیز وہابیہ آپ ﷺ کے علم غیب کی نفی میں اس آیت کریمہ کو بھی دلیل بناتے ہیں قولہٗ تعالیٰ "لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر" یعنی میں اگر غیب جانتا تو خیر کثیر اور بہت مال ومنال جمع کرلیتا لیکن خیر کثیر اور وافر مال ومنال میں نہیں جمع کرسکا لہٰذا مجھے غیب کا علم بھی نہیں تو حضرت استاذ العلماء نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں مقدم اور تالی میں ملازمہ ہی نہیں ہے لہٰذا رفع تالی سے رفع مقدم کا نتیجہ کیسے نکالا جاسکتا ہے۔ کیونکہ علم معلوم کے تابع ہوتا ہے نہ کہ معلوم علم کے تابع ہوتا ہے کسی نے امیر بن جانا ہے تو علم یہ آجائیگا کہ اس نے امیر بن جانا ہے اگر امیر بن گیا تو یہ علم واقعی ثابت ہوا اور اگر امیر نہ بن سکا تو اک علم نہ ثابت ہوا اس کا جہل ثابت ہوا ہاں علم غیب فعلی میں اور استکثار خیر میں ملازمہ ہے مگر وہ ہمارا دعویٰ علم انفعالی اور تابع کا علم ہے اور اس کی نفی اس آیت کریمہ سے نہیں ہوسکتی لہٰذا یہاں نہ وضع مقدم وضع تالی نتیجہ دے سکتا ہے نیز علیٰ تقدیر التسلیم ان کی بات مانتے ہوئے کہ مقدم تالی میں ملازمہ ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو خیر کثیر حاصل ہے لہٰذا علم غیب بھی حاصل ہے جیسے کہ کہا جائے لو کانت الشمس طلعۃ کان النہار موجود تو

جس طرح یہ کہنا صحیح ہوگا کہ نہار موجود نہیں لہٰذا سورج طالع نہیں اس طرح یہ نتیجہ نکالنا بھی صحیح ہوگا کہ نہار موجود ہے لہٰذا طالع ہے تو آیت کریمہ میں بھی وضع تالی سے نتیجہ وضع مقدم نکالا جا سکتا ہے اور وضع تالی کی دلیل قول باری تعالیٰ ہے۔انا اعطینٰک الکوثر جس کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں الکوثر ھو الخیر الکثیر نیز نبی مکرم ﷺ نے فرمایا اوتیت بمفاتیح خزائن الارض اور فرمایا المفاتیح الکرامة یو منذ بیدی نیز فرمایا اوتیت بمقالید الدنیا لہٰذا دارین کے خزائن اور جملہ نعمتوں کا بعطائے الٰہی آپ کے قبضہ اقتدار میں ہونا ثابت ہے تو لامحالہ علم غیب ثابت ہوگا ورنہ ملازمہ ہی ختم ہوکر رہ جائیگا تو اس طرح یہ آیت کریمہ ہماری دلیل بن گئی اور وہ بھی مدلل انداز میں فتدبر تشکر۔

۱۴۔ ایک بار رمضان شریف کی چھٹیوں میں بندہ استاذ صاحب قبلہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تا کہ ان ایام میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رہ سکے اور وقت بے کار نہ جائے۔استاد صاحب علیہ الرحمۃ خود اپنے دست مبارک سے گھر سے کھانا اٹھا کر لاتے اسی طرح جسمانی غذا کا بھی اہتمام فرماتے اور روحانی غذا کا بھی اور دوہرا بوجھ للہ فی اللہ برداشت فرماتے۔

۱۵۔ جب ہم استاد صاحب کے پاس شمس بازغہ پڑھتے تھے تو آپ ہر لفظ کی اتنی اغراض بیان فرماتے کہ ہم سبق پڑھنے کے بعد آپس میں تبصرہ کرتے کہ استاد صاحب اتنی اغراض بیان فرمادیتے ہیں جتنی خود مصنف کے ذہن کے اندر بھی نہیں ہوتیں یہ ناممکن تھا کہ کتاب کے متعلقہ کوئی بحث تشنہ رہ جائے۔

۱۶۔ جب استاد صاحب علیہ الرحمۃ بیضاوی شریف،مسلم الثبوت وغیرہ کا درس دیتے تو اس کے اندر مسئلہ امکان کذب نیز وہابیوں اور دیوبندیوں کے دوسرے بُرے عقائد کی بھر پور تردید فرماتے اور طلباء کے ذہنوں میں مسلک حق اہل سنت والجماعت کی حقانیت کو راسخ کرتے اس لیئے آپ کے اکثر شاگرد انتہائی راسخ العقیدہ واقع ہوئے ہیں اور مسلک اہل سنت والجماعت کیلئے انہوں نے تدریس وتصنیف اور تقاریر اور مناظروں کے ذریعے بھر پور خدمت کی ہے بعض

دیگر مدارس سے فارغ ہونیوالوں کی طرح نہیں جو صرف اپنے مدرسہ کے مہتمم کی تعریف و توصیف میں مشغول رہتے ہیں اور مسلک کی حمیت وغیرت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔

۱۷۔ استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دیوبند کی کفریہ عبارات کی وجہ سے ان کو مرتد سمجھتے تھے اور اپنے اساتذہ فاضل اجل ، بحر العلوم حضرت علامہ حافظ مہر محمد علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جن دیوبندی خبثاء نے سرکار دوعالم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے ان کی قبر میں ضرور پٹائی ہورہی ہوگی۔

۱۸۔ ایک ساتھی حضرت استاذ صاحب قبلہ کے پاس پڑھتے تھے جو جامعہ نعمانیہ میں ایک بہت بڑے فاضل کے پاس پڑھنے کیلئے گئے جب انداز تدریس دیکھا تو کہنے لگے اس طرح تو نہیں پڑھایا جاتا جس طرح آپ پڑھاتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو آتا جاتا تو کچھ نہیں ہے لیکن تنقید بڑی کرتے ہیں تو انہوں نے جواب دیا واقعی مجھے آتا جاتا تو کچھ نہیں لیکن ہم نے پڑھانے والے دیکھے ہیں اس لئے یہ جرأت کردی ہے۔

۱۹۔ حضرت قبلہ استاذ العلماء علامہ محمد عبدالرشید رضوی صاحب علیہ الرحمۃ تقریباً قبلہ استاد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہم عمر تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ اس ہستی کا اہل سنت پر بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اہل سنت کو بہت بڑی تعداد میں مدرس شیوخ الحدیث ،مناظر اور مصنفین عطاء فرمائے۔

۲۰۔ مولانا عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نے ایک بار بتلایا کہ میں استاد صاحب کے پاس حاضر ہوا تو میں مختصر المعانی اساتذہ کے پاس پڑھ چکا تھا استاذ صاحب کے پاس حاضر ہوا تو ان کے پاس شروع تھی مجھے حکم فرمایا کہ تم بھی شامل ہو جاؤ میں نے عرض کیا کہ میں پہلے پڑھ چکا ہوں تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ تم نے پہلے نہیں پڑھی تو جب آپ کے پاس پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی تو یہی محسوس ہوا کہ پہلے نہیں پڑھی تھی اب پہلی دفعہ پڑھ رہا ہوں۔

۲۱۔ حضرت قبلہ استاذ صاحب علیہ الرحمۃ کا تقویٰ۔

صاحبزادہ نور سلطان صاحب مرحوم نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے استاد صاحب علیہ الرحمۃ کو بھکر میں جلسے کی صدارت کی دعوت دی اور زادِ راہ پیش کیا تو استاد صاحب جلسے پر تشریف لائے تو آدھے پیسے واپس فرما دیئے اور فرمایا کہ چونکہ آپ کے خط میں لکھا ہوا تھا کہ یہ زادراہ ہے تو اس لیئے جو راستے میں خرچ ہوئے انہی کا میں مجاز تھا بقایا میرے لیئے جائز نہیں تو یہ تقویٰ کی کتنی اعلیٰ مثال ہے حالانکہ کئی خطباء حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ بھاری بھرقم کرایہ وصول کرنے کے باوجود جلسوں کے اندر بھی نہیں پہنچتے اور کرایہ واپس بھی نہیں کرتے۔

۲۲۔ استقامت:۔

جب استاد صاحب علیہ الرحمۃ کسی مسئلہ کے بارے میں اپنے ٹھوس دلائل کی بناء پر سمجھتے کہ یہ مسئلہ برحق ہے تو پھر آپ اس پر ڈٹ جاتے اور اس کے بدلے انہوں نے اپنی عزت وآبرو کی بھی قربانی دی۔ اسی طرح ایک مسئلہ کے بارے میں آپ کا نظریہ تھا کہ اس کی شرعی حیثیت یہ ہے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کے بارے آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ اور چاروں مشہور فقہی اماموں کے اقوال بھی تھے تو اس مسئلہ کی وجہ سے آپ کے خلاف کافی شور وشر پھیلایا گیا بعض کم عقل خطباء اور ناقص مطالعہ والوں نے آپ کے خلاف ایک طوفان کھڑا کیا لیکن آپ استقامت کا کوہ گراں بن کر ڈٹے رہے تو اپنے شاگردوں کو گویا یہ درس دیا کہ اگر تمہارا نظریہ اور موقف برحق ہو تو چاہے جتنی مخالفتوں کے طوفان آئیں تمہیں اپنی بات پہ ڈٹ جانا چاہیے کیونکہ ہر دور میں ایسے لوگ ہوتے ہیں جو علماء حقہ کی صحیح مسئلہ شرعیہ بیان کرنے کی وجہ سے مخالفت کرتے ہیں کیونکہ علماء ورثہ الانبیاء اور قرآن پاک میں ارشاد ہے کذالك جعلنا لكل نبی عدو امن الخ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں استاد صاحب علیہ الرحمۃ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حقیقت یہ ہے کہ استاد صاحب کی وفات ایک ایسا خلاء ہے کہ جو کبھی پر نہ ہوگا آپ کی وفات صرف ایک ذات کی وفات نہیں بلکہ پورے ایک جہان کی وفات ہے جیسا کہ وارد ہے موت العالِم موت العالَم۔

46

آسمان علم وحکمت کا نیر تاباں

تحریر:۔ حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

علامہ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ ضلع خوشاب کے دور افتادہ گاؤں ڈھوک ڈھمن میں 1916ء میں پیدا ہوئے نادر روزگار اساتذہ سے کسب وفیض کر کے آسمان علم وفضل کے آفتاب جہاں تاب بنے۔ ان کا سلسلہ تلمذ صرف دو واسطوں سے فقیہ العصر مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامۃ العصر مولانا ہدایت اللہ صاحب جونپوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے ذریعے منطق وحکمت اور کلام کے امام علامہ فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔ استاذ الاساتذہ مولانا مہر محمد اچھروی کے تلمذ نے انہیں سر چشمہ علم ودانش بنا دیا۔ نوعمری میں مہر عالم تاب حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے دست اقدس پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ 1948ء میں جب حضرت خواجہ سید غلام محی الدین گولڑی (بابوجی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ) ایک سو افراد کے ہمراہ بغداد شریف حاضر ہوئے تو حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے پاس ان کے دست اقدس پر بیعت ہوئے۔ تاریخ اسلام کی ان نابغہ روزگار ہستیوں کے فیض محبت نے استاذ الاساتذہ کو دنیائے علم وحکمت کا ایسا فانوس بنا دیا جس کے گرد علم دینیہ کے مشتاق پروانہ وار حاضر ہوتے تھے۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی جن کی بارگاہ کے خوشہ چین ہیں۔ شارح بخاری علامہ غلام رسول رضوی (فیصل آباد) جن کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔ مشہور مفسر قرآن اور صاحب ضیاء النبی ﷺ جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ جن کے فیض یافتہ ہیں۔ شارح مسلم وبخاری علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی جن کے تربیت یافتہ ہیں شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی جن کے علوم مصارف کے مظہر ہیں۔ فقیہہ جلیل علامہ محمد عبدالحق صاحب بندیالوی مدظلہ العالی جن کے علمی فیضان کے جانشین ہیں۔ مولانا علامہ ابوالفتح اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ (واں بھچراں) جن کے تبحر علمی کا خزانہ تھے

،علامہ غلام محمد تونسوی مدظلہ العالی جن کی شان تدریس کا نمونہ ہیں، علامہ محمد رشید نقشبندی رحمہ اللہ
تعالیٰ (سابق قاضی آزاد کشمیر) جن کی علمی و قانونی موشگافیوں کے امین تھے، علامہ ابراہیم سکھر
وی مدظلہ العالی جن کی نقاہت کا عکس جمیل ہیں، علامہ محمد فضل سبحان (مردان) جن کے تبحر کے
وارث ہیں، علامہ علی احمد سندیلوی لاہور جن کے اخلاص کا پرتو ہیں، علامہ عبدالرحمٰن الحسنی شاہ والا
اور علامہ محمد اسماعیل الحسنی شاہ والا جن کے پروردہ ہیں۔ راقم الحروف محمد عبدالحکیم شرف قادری
کو بھی ان کے قدموں میں چند دن بیٹھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت ملک المدرسین کی رحلت سے وہ یادگار اسلاف مسند علمی خالی ہوگئی
ہے جنہیں شاید ہی کوئی مدرس پُر کر سکے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ نے ایک سو سے زائد
فاضل مدرسین درس نظامی کی عظیم جماعت تیار کی جن کا فیض آج پورے پاکستان کے مدارس اہل
سنت میں جاری و ساری ہے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا تو قیامت تک جاری رہیگا آج پورے ملک
کے مدارس آپ ہی کے فیض سے آباد ہیں۔

دیگر مدارس کے برعکس آپ کا طریقہ کار یکسر منفرد تھا آپ کے ہاں طلباء کے داخلے کا
رجسٹر تھا اور نہ ہی روزانہ حاضری کا معمول۔ طلباء کا ششماہی یا سالانہ امتحان ہوتا تھا اور نہ ہی جلسہ
دستار بندی۔ فارغ ہونے والے فضلاء کو سند بھی نہیں دی جاتی تھی اس کے باوجود نتیجہ سو فیصد
ہوتا تھا فارغ ہونے والا ہر فاضل تدریس کے قابل ہوتا۔ ملک بھر کے مدارس میں حضرت استاذ
الاساتذہ کے تلمذ کا نسبت ہی سند تسلیم کی جاتی اور ان کے شاگرد کو بخوشی مدرس رکھ لیا جاتا۔ فی
الواقع آپ کی نسبت بڑی فیض بخش ہے آپ کی زندگی بھر کا یہ معمول رہا ہے کہ ہر کتاب کا باقاعدہ
مطالعہ کر کے پڑھاتے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ مشکل سے مشکل مقام کو بھی پورے شرح صدر سے
بیان فرماتے۔ مطالعہ کے دوران طلبہ بعض مقامات کو انتہائی مشکل محسوس کرتے لیکن آپ اس
مقام کو بیان کرنے سے پہلے بطور تمہید کچھ مقدمات بیان فرماتے اور اس کے بعد جب اس مقام
کی تقریر کرتے پھر یوں محسوس ہوتا کہ وہ مقام تو کچھ بھی مشکل نہیں ہے آپ کے اندازِ بیان کا یہ

کرشمہ تھا کہ نظریات کو بدیہات بنا دیتے تھے۔ اس لئے ایک دفعہ حضرت مولانا شاہ محمد عارف
اللہ قادری رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بندیال میں علم پڑھایا نہیں جاتا بلکہ پلایا جاتا ہے اور حضرت
مولانا محمد اللہ بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ استاذ جب مطول پڑھاتے ہیں اور اس کے مخفی
گوشوں کو بے نقاب کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی خود اپنی کتاب پڑھا رہے
ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر علامہ تفتازانیؒ یا میر سید شریف جرجانیؒ آپ کو پڑھاتے ہوئے
دیکھتے تو صد بار مرحبا اور آفرین کہتے۔ حضرت استاذ الاساتذہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ کرامت کہیے کہ
طلباء میں علم کا شوق جنون کی حد تک پہنچ جاتا۔ طلباء کے مطالعہ کرنے کی بالکل نگرانی نہیں ہوتی تھی
اس کے باوجود کیا مجال کہ کوئی طالب علم بغیر تیاری اور مطالعہ کے کلاس میں داخل ہو جاتا۔ منطق و
فلسفہ کی کتابوں میں موقع کی مناسبت سے عقائد اہل سنت کی اس طرح وضاحت فرماتے کہ کوئی
شبہ باقی نہ رہتا۔

ملک المدرسین اپنے مشائخ اور اساتذہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ لاہور تشریف
لاتے تو محسن اہل سنت مولانا مہر محمد اچھروی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار پر ضرور حاضری دیتے اور طلباء
کو بھی فرماتے کہ حضرت استاذ صاحبؒ کے مزار پر ضرور حاضری دیا کرو۔ اعلیٰ حضرت امام احمد
رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی گہری عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا بظاہر اعلیٰ
حضرت قدس سرہٗ العزیز سے شرف تلمذ نہیں مل سکا تاہم میرے اکثر اساتذہ محدث بریلوی رحمہ
اللہ تعالیٰ کا ذکر خیر محبت کے طور پر کیا کرتے تھے اور خود مجھے کتابیں پڑھنے کا شعور آیا تو اعلیٰ
حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں نے میرے مطالعہ میں وسعت پیدا کی کوئی عنوان ایسا نہیں جس
پر امام اہلسنت کے قلم نے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا اس لئے میں اپنے اساتذہ کی طرح اعلیٰ حضرت
رحمہ اللہ تعالیٰ کو بطور حجت پیش کرتا ہوں۔

معاصرین میں حضرت محدث پاکستان مولانا محمد سردار احمد چشتی قادری رحمہ اللہ تعالیٰ
،غزالی زماں علامہ سعید احمد کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ اور مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد

قادری رحمہ اللہ تعالیٰ، فقیہ اعظم مولانا محمد نور اللہ نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ، عالم متبحر مولانا مفتی محمد امین الدین کانکوی رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ اور علامہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہ العالی سے خدر درجہ محبت رکھتے تھے۔ محدث اعظم پاکستان کے بارے میں فرمایا حضرت مولانا سردار احمد رحمہ اللہ تعالیٰ قرن اولیٰ کے اسلاف کا نمونہ محبت کا پیکر اور عشق رسول ﷺ میں ان کا انگ انگ گندھا ہوا تھا وہ تمام عقلی اور نقلی علوم کو عشق رسول ﷺ کے نمونہ میں دیکھتے تھے انہوں نے اہلسنت کی بے پناہ فکری اور علمی خدمت کی۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا سچا نمونہ تھے مجھے ان سے تعلقات پر فخر ہے۔

حضرت ملک المدرسین پورے خلوص کے ساتھ اسلامی سیاست پر یقین رکھتے تھے وہ نہ صرف دل سے پاکستان میں نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے حامی تھے بلکہ وہ اس امر کے داعی تھے کہ ایسے شخص کو سربراہ مملکت منتخب کیا جائے جو امام المسلمین کی اسلامی شرائط کا جامع ہو یعنی مسلمان عاقل و بالغ، احکام اسلامیہ اور حدود شرعیہ کے نفاذ پر قادر ہو اور قریشی ہو جیسے کتب عقائد میں تصریح کی گئی ہے۔ 1946ء میں حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے والد ماجد پیر محمد شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ علاقے کا دورہ کیا اور پاکستان کا پیغام عوام و خواص تک پہنچایا۔ جمعیت علماء پاکستان کے سینئر نائب صدر رہے اور آخر دم تک علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ساتھ دیا نظریاتی کونسل کے ممبر بھی رہے۔

حضرت ملک المدرسین کی دیانت و امانت کا اندازہ خود ان کے بیان کردہ واقعہ سے کیا جا سکتا ہے سرگودھا کے دو بڑے زمینداروں میں اربوں روپے کی جائیداد کا جھگڑا تھا دونوں سیال شریف کے مرید تھے ملکی کچہریوں سے تھک ہار کر دونوں نے حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرعی ثالث مقرر کیا۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ملک المدرسین کو اپنا معاون وکیل مقرر کیا ایک فریق کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے ملک المدرسین سے ملاقات کر کے انہیں بڑی رشوت کی پیش کش کی جسے ملک المدرسین نے پوری شدت کے ساتھ

ٹھکرا دیا۔

مختصر یہ کہ وہ علماء حق کی سچی یادگار تھے اسلاف کا نمونہ تھے بلا شبہ بحر العلوم اور مجمع الکمالات تھے قول و فعل کے تضاد سے کوسوں دور تھے۔ اخلاص وللّٰہیت کا پیکر جمیل تھے عقیدے کے متصلب اور معاملات کے کھرے تھے وہ طلبہ سے کسی داد و تحسین کے خواستگار تھے اور نہ ہی معاوضہ کے طالب۔ وہ بارہا طلبہ کو فرمایا کرتے تھے کہ میری آمد پر کھڑے نہ ہوا کریں وہ اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ طلباء ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیں یہ الگ بات ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے بین الاقوامی سکالر اور مبلغ اسلام ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھے گئے اور جب انہیں آخری غسل دیا گیا تو علم و عمل کے پیکر اور دینی و دنیاوی جاہ و جلال کے مالک علامہ محمد عبد الحق بندیالوی نے ان کے پاؤں کو بوسہ دیا۔

20 فروری 1999ء کو راقم جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کر کے فارغ ہوا تو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مدرس مولانا خادم حسین سے ملاقات ہوئی اس وقت وہ غم و اندوہ کی مجسم تصویر نظر آ رہے تھے پوچھا کیا بات ہے؟ کہنے لگے حضرت استاذ صاحب رحلت فرما گئے پوچھا کون سے استاذ؟ کہنے لگے بڑے استاذ ہمارے ماحول میں یہ لقب ایک ہی شخصیت کیلئے بولا جاتا ہے یہ سن کر راقم سناٹے میں آ گیا اور دل پر ایک چوٹ سی لگی بجز صبر کے کیا چارہ تھا؟ "انا للہ وانا الیہ راجعون" وہ علوم دینیہ کی عظمتوں کے امین تھے داغ مفارقت دے گئے درس نظامی کی رفعتوں کے پاسبان اپنے پیارے خالق و مالک حضور ﷺ حاضر ہو گئے ہم بھی اسی بارگاہ میں حاضر ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین مبین کی خدمت میں استقامت عطا فرمائے جو انہیں عطا فرمائی تھی۔ حیات مستعار کے آخری دنوں میں جب بھی وہ بغیر سہارے کے اٹھنے اور بیٹھنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ ان دنوں بھی مولانا نذر حسین گولڑوی کو شرح وقایہ، نور الانوار اور میبذی ایسی کتابوں کا درس دیتے رہے وفات سے ایک دن پہلے مولانا نذر حسین گولڑوی نے

"ذالك الكتاب لاريب فيه" کے بارے میں ایک اشکال پیش کیا تو اس کا تفصیلی جواب ارشاد فرمایا "اللہ، اللہ" دین متین کی خدمات جلیلہ کی کیا برکت تھی کہ چوراسی سال کی عمر میں آخری دم تک ہوش وحواس بحال تھے۔

رات کے بارہ بجے راقم الحروف صاحبزادہ مولانا محمد سردار احمد حبیب آباد اور مولانا علی احمد سندھیلوی کے ہمراہ استاذ محترم کی آخری زیارت اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کرنے کیلئے لاہور سے روانہ ہوئے۔ ہم لوگ صبح چار بجے ڈھوک دھمن (ضلع خوشاب) پہنچ گئے حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی جامعہ نظامیہ رضویہ کے اساتذہ کے ہمراہ صبح چھ بجے روانہ ہوئے مولانا علامہ غلام نبی مہتمم دارالعلوم حامدیہ رضویہ کراچی مفتی محمد رفیق الحسنی، مولانا محمد ناظر چار پانچ حضرات کراچی سے اور لاہور سے روانہ ہو کہ صبح پانچ بجے بڑے استادوں کے گاؤں پہنچ گئے پھر تو آنے والوں کی قطار لگ گئی جامعہ نظامیہ رضویہ کے ساٹھ ستر طلباء ایک سپیشل بس میں پہنچے۔

حضرت ملک المدرسین کے صاحبزادہ فداء الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) سراپا غم بنے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے حضرت کے داماد مولانا قاری محمد بشیر سیالوی مدرس درس بڑے میاں صاحب اور مولانا حافظ محمد حسین گولڑوی لاہور تجہیز و تکفین کے انتظام میں مصروف تھے حضرت کے نادر روزگار شاگرد مولانا نذر حسین گولڑوی دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی انہوں نے تیرہ سال کا طویل عرصہ حضرت استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بے لوث خدمت کی ہے لیکن استاذ گرامی نے بھی انہیں محروم نہیں رکھا آخری دم تک اپنی تمام روحانی وجسمانی قوتیں مجتمع کر کے انہیں پڑھاتے رہے نذر حسین چشتی گولڑوی مجھے حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کی لائبریری میں لے گئے کہنے لگے کہ حضرت استاذ گرامی نے مجھے فرمایا تھا کہ علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ردالمحتار میں جو کلمات مبارکہ درج کئے ہیں میرے کفن پر لکھنا ۔راقم نے اس حکم کی تعمیل کی پھر غسل کا اہتمام کیا گیا راقم کے علاوہ علامہ محمد حنیف خطیب بغدادی

جامع مسجد قائد آباد، مولانا مفتی قاضی محمد مظفر اقبال لاہور، مولانا علی احمد سندیلوی لاہور اور مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی شریک ہوئے زیادہ تر یہ خدمت مولانا محمد حنیف صاحب نے انجام دی ۔حضرت علامہ محمد عبدالحق بندیالوی مدظلہ بھی تشریف لے آئے اور غسل کے بارے میں ہدایات دیتے رہے مولانا حافظ عبدالغفور پدھراڑوی کے بھائی محمد اقبال اور بھانجے مولانا محمد طارق صاحب بھی شریک ہوئے غسل کے بعد آب زم زم میں تر کئے ہوئے کفن کو معطر کیا گیا اور استاذ گرامی کو زیب تن کیا گیا۔

حسب پروگرام ساڑھے دس بجے علم وفضل کے کوہ ہمالہ کا جنازہ وسیع میدان میں آہوں ،سسکیوں اور کلمہ طیبہ کے ورد کے جلو میں پہنچایا گیا دیکھنے والوں نے بچشم حیرت دیکھا کہ ضلع خوشاب کے ایک دور افتادہ گاؤں ڈھوک دھمن میں عوام وخواص کا جم غفیر نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مجمع تھا بڑے بڑے شہروں میں بھی اتنے علماء ومشائخ کا اجتماع نظر نہیں آتا جو اس دور افتادہ گاؤں میں دیکھنے میں آیا۔ مولانا غلام رسول رضوی شارح بخاری، علامہ مقصود احمد خطیب حضرت داتا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ، علامہ محمد اشرف سیالوی، علامہ سید حسین الدین شاہ راولپنڈی، مولانا سید ریاض حسین شاہ ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان، مولانا محمد یعقوب ہزاروی، مولانا عبد الرشید قریشی، مولانا اسحٰق ظفر راولپنڈی، مولانا محمد ابراہیم واں بھچراں، مفتی محمد خان قادری لاہور، ملک محبوب الرسول لاہور، صاحبزادہ عبدالمالک میانوالی، مولانا عبدالحلیم چکوال، علامہ غلام محمد سیالوی چیئرمین مرکزی بیت المال، مولانا فضل رسول سرگودھا، صاحبزادہ ربنواز رحمہ اللہ تعالیٰ سیال شریف، مولانا عبدالرحمان حسنی اور مولانا محمد اسماعیل الحسنی شاہ والا۔ جنازہ تیار تھا کہ علامہ سعید احمد اسعد، علامہ غلام محمد تونسوی، صاحبزادہ حبیب احمد گاڑی سے اترتے ہوئے دکھائی دیئے اس وقت تنظیم الاخوان کے سربراہ محمد اکرم اعوان بھی پہنچے یہ چند نام ہیں ورنہ بہت سے حضرات کے نام محفوظ نہیں رہ سکے جس کے لئے معذرت خواہ ہیں غرض یہ کہ بڑے بڑے علماء و مشائخ ملت اسلامیہ کے عظیم محسن کا آخری دیدار کرنے کیلئے جمع تھے سوا گیارہ بجے پیر صاحب

سیال شریف حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین سیالوی مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بارہ ساڑھے بارہ بجے مولانا عبدالغفور پدھراڑوی سے ملاقات ہوئی پوچھا کہ آپ تو عارضہ قلب کے علاج میں مبتلا تھے اور علاج کروانے کیلئے انگلینڈ گئے ہوئے تھے یہاں کیسے پہنچ گئے کہنے لگے میں نے کل سرگودھا فون کر کے حضرت استاذ گرامی کی خیریت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بڑے استاد رحلت فرما گئے ہیں۔ میں اسی وقت انگلینڈ سے چل پڑا اور ابھی یہاں پہنچا ہوں تقریباً ایک بجے دوپہر سینکڑوں علماء نے اس دانائے راز کی قصیدہ بردہ اور نعتوں کی گونج میں تدفین کی اور آفتاب علم وحکمت پس پردہ چلا گیا۔ عصر کے وقت حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف صاحبزادہ نصیر الدین نصیر گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے مزار شریف پر حاضری دی اور ایصال ثواب کیا وہ غم اور صدمے سے نڈھال تھے روتے ہوئے درخواست کی کہ استاد جی قیامت کے دن مجھ سے باز پرس نہ کرنا کہ اتنی دیر سے کیوں پہنچے؟ میری گاڑی راستے میں خراب ہوگئی تھی اور یہ میری زندگی کا پہلا واقعہ ہے مجھے اپنے جنازہ میں شریک سمجھیں۔

رہے نام اللہ تعالیٰ کا اور اس کے حبیب پاک ﷺ کا

عصر حاضر کے سب سے بڑے استاذ کی رحلت مقامی، علاقائی یا ملکی سطح کا نہیں بلکہ بین الاقوامی سانحہ ہے اگر اللہ تعالیٰ حجابات دور فرما دے تو آپ اپنے کانوں سے دینی مدارس کے درو دیوار کو نوحہ کناں سن سکتے ہیں کیا یہ قیامت صغریٰ نہیں ہے؟ کہ اہل سنت کے علماء تیزی سے اٹھتے جا رہے ہیں علم وفضل کی راج دھانی کے شہ نشین کی رحلت پر سنی صحافت نے جس سرد مہری کا مظاہرہ کیا ہے اس پر اظہار افسوس ہی کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں خواب غفلت سے بیدار فرمائے اور محدود دائروں سے نکلنے کی توفیق عطا فرمائے اغیار نے کھلے لفظوں میں امام المدرسین کی رحلت کو حادثہ عظیم قرار دیا ہے اور بہت بڑا علمی ودینی نقصان قرار دیا ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

استاد الاساتذہ حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی رح علوم وفنون کے شہنشاہ

تحریر: مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رح

اللہ تعالیٰ نے اس آخری دین کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون۔ قرآن پاک چونکہ منبع علوم ہے کہ تمام علوم قرآن سے نکلے اور معاشرے کو سیراب کرتے ہوئے پھیلتے اور پھر اپنی بقا کیلئے قرآن کی طرف راجع ہوئے اس لئے قرآن کی حفاظت کا ذمہ تمام علوم دینیہ کی حفاظت کا ذمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم کی اس حفاظت کیلئے قرناً فقرناً اپنے پسندیدہ اور منتخب بندوں کو پیدا کیا جنہوں نے ان علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ انہوں نے علوم کو مزید بڑھایا اور پھیلایا اس خدمت کیلئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی لگن اور تڑپ عطا فرماتا ہے کہ بڑی سے بڑی رکاوٹ اور بڑے سے بڑا حادثہ بھی ان کو اپنے مشن وخلوص سے متزلزل نہ کر سکے حتی کہ مال وجان اور اولاد کو ثانوی حیثیت میں رکھتے ہیں اور کسی بھی مرحلہ پر وہ ان امور کو آڑے نہیں آنے دیتے اور علوم کی تدریس وتعلیم میں اس حد تک فنا ہوتے ہیں کہ نہ دنیا کی ماضی یاد کہ محرومی کا احساس ہو اور نہ ہی مستقبل پر نظر کہ امید لگائیں ان کو صرف حال ہی سے ہے بس کام اور اگر فکر ہے تو صرف یہ کہ مستقبل کیلئے ان علوم کو طلباء کے سینوں اور کتب کے اوراق میں کسی طرح محفوظ کیا جائے اور امانت علم کو آگے کیسے منتقل کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے اپنا ایک بندہ استاذ الاساتذہ ملک المدرسین علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو منتخب فرمایا جن کو قرآن کی جامعیت کی مناسبت سے علوم کی جامعیت عطاء فرمائی اور ایک کیلئے بالواسطہ اور بعد کیلئے بلا واسطہ دینی علوم کا تحفظ فرمایا۔ استاذ الکل مولانا عطاء محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ایک صدی کے قریب زندگی پائی۔ بچپنے کے ماسوا

تمام زندگی دینی علوم کے درس وتدریس میں صرف فرمائی وقت کے نامور اساتذہ سے کسب فیض کے بعد مسند تدریس پر فائز رہے حتیٰ کہ زندگی کے آخری لمحات تک بستر علالت پر بھی اپنا محبوب مشن جاری رکھا اور ایک خوش نصیب طالب علم مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت استاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں پابند کر دیا جنہوں نے مسلسل آٹھ دس سال آپ کی طویل علالت کے دور میں حتیٰ کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی استفادہ کرتا رہا یہ خوش قسمت طالب علم آج گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کیلئے وقف ہونے والی شخصیت نے اپنی زندگی کے علالت بھرے آخری لمحات میں بھی طالب علم اور کتاب پر زبان وتدریس کو حرکت دیتے ہوئے اپنی جان کو جان آفریں کے سپرد کیا، بیوی، بچے، رشتہ برادری، بڑھاپا، مرض وعلالت حتیٰ کہ آخری ایام میں زبان پر فالج کا اثر بھی اس وقف لِلہ اور فی اللہ کو صرف فی العلم سے باز نہ رکھ سکے۔

آپ کے دور علالت میں راقم الحروف دو مرتبہ تیمارداری کیلئے حاضر ہوا اور دونوں مرتبہ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی کو استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں موجود پایا اور استاذ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سرہانے کے پاس درسی کتب کو بھی موجود پایا (دیکھا)۔ مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی نے بتایا کہ استاذ باقاعدہ مطالعہ فرما کر مجھے اسباق پڑھاتے ہیں تاہم ہمت طبع کا انتظار ہوتا ہے جب بھی آپ آفاقہ محسوس فرماتے ہیں مجھے اپنے کمرہ میں طلب فرما کر لیٹے لیٹے اسباق کی تقریر فرماتے تھے اور میری حاضری کے دوران پیشاب کی حاجت ہوتی تو ہم سہارا دے کر اٹھاتے اور بڑی احتیاط سے چارپائی پر آپ کو لٹا دیتے۔ دوسری مرتبہ گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضرت لالہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جنازہ سے واپسی پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دی اور ہم نے بتایا کہ حضرت لالہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال ہو گیا ہے۔ ہم جنازہ سے واپس آئے ہیں تو آپ نے انتہائی حزن وملال کا اظہار فرمایا۔ مولوی نذر حسین چشتی گولڑوی اور اپنے صاحبزادے فدا الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے متعلق بڑے سخت لہجہ میں فرمایا کہ

انہوں نے مجھے بے خبر رکھا۔ مجھے جنازہ سے محروم کیا اسی وقت مولوی نذر حسین چشتی کو فرمایا کہ فدا الحسن کو بلاؤ، مولوی صاحب باہر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس آ کر عرض کی کہ صاحبزادہ صاحب یہاں گاؤں میں کسی کے ہاں گئے ہوئے ہیں ہمارے ہاتھ میں اخبار تھا جس کی شہ سرخی پر آپ کے وصال کی خبر اور ساتھ فوٹو بھی طبع تھا آپ نے اخبار ہاتھ میں لے کر لالہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوٹو کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور بار بار لالہ جی کے ذکر میں میرے "حضرت صاحب" کے الفاظ استعمال فرماتے۔ حالانکہ آپ کی بیعت بڑے حضرت صاحب پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور پھر تجدید بیعت حضرت بابو جی رحمہ اللہ تعالیٰ سے تھی۔ لالہ جی رحمہ اللہ تعالیٰ آپ کے پیرزادے تھے۔ رخصت ہو کر جب ہم دولت خانے سے باہر آئے تو مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی نے بتایا کہ صاحبزادہ فدا الحسن صاحب گولڑہ شریف جنازے میں شرکت کیلئے گئے ہوئے ہیں جو ابھی واپس نہیں پہنچے۔ ہم نے قصداً لالہ جی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وصال مخفی رکھا اگر بتاتے تو جنازہ میں پہنچانے پر اصرار فرماتے حالانکہ کھڑے ہونے کی بھی سکت نہیں ہے اسی وجہ سے صاحبزادہ صاحب کی گولڑہ شریف روانگی کو ابھی تک مخفی رکھا۔

تدفین کے موقع پر میں نے مولانا نذر حسین صاحب سے آپ کے آخری لمحات کی کیفیات معلوم کرنا چاہیں تو انہوں نے بتایا کہ چند روز قبل فالج کا عارضہ لاحق ہوا جس کی وجہ سے تلفظ صاف نہ سنائی دیتا زبان کو حرکت دیتے مگر الفاظ ادا نہ ہوتا تو وصال سے ایک روز قبل میں نے "لا ریب فیہ" آیت کریمہ کے متعلق سوال کیا کہ شک وتردد متعدد چیزوں میں ہوتا ہے حالانکہ کتاب (قرآن) ایک ہے تو اس میں شک وتردد کیا؟ جس کی نفی کی جا رہی تھی۔ جب کہ نفی تحقیق کو چاہتی ہے تو میرے سوال پر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کافی دیر تک اپنی زبان مبارک کو متحرک رکھا مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ درحقیقت میں نے آپ کا دل بہلانے کیلئے اور بولنے کی سکت معلوم کرنے کیلئے یہ سوال کیا تھا اور وصال سے چند گھنٹے قبل اشارہ سے صاحبزادہ فدا الحسن (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو طلب فرمایا جب کہ صاحبزادہ صاحب ایک روز قبل اپنے علاج کے سلسلہ میں لاہور

تشریف لے گئے تھے اور اس وقت تک واپس نہ پہنچے تھے لیکن وصال کے بعد جلدی پہنچ گئے استاذ الاساتذہ صبر واستقلال اور توکل وغنا کے پیکر تھے بڑے بڑے امیر زادوں، پیرزادوں کے استاد تھے کیا مجال کہ کوئی پیشکش کر سکے یا آپ نے کبھی اشارتاً و کنایتاً کسی سے کوئی تمنا کی ہو ۔لاہور تشریف لاتے تو جامعہ نظامیہ رضویہ میں بھی گھنٹوں مجلس ہوتی اس کے علاوہ بھی مختلف مجلسوں میں حاضر رہا ہوں مگر کبھی بھی آپ سے کسی دنیادار یا دنیاوی سہولت کا ذکر تک نہ سنا آپ کی مجلس صرف علم کی مجلس ہوتی۔

عام طور پر مجلس میں اہلسنت کے اسلاف علماء و محققین اور اصحاب فنون کے علمی واقعات سناتے جس سے اہل مجلس کے علماء وطلباء کو علمی شوق و ذوق پیدا ہوتا۔قلت آمدن کی طرف رغبت تو در کنار لاتعلقی کو اپنا شعار بنائے رکھا۔آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے امیر سجادہ نشین اور پیر حضرات تھے انہوں نے کسی بہانے خدمت کرنا چاہی اور اپنے ہاں دعوت دینے کی کوشش کرتے تو انتہائی استغنائی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے ان کی حوصلہ شکنی فرماتے اور ہر ممکن اپنی آنکھ آن اور ضمیر کو بلند رکھتے ہوئے کسی کا ممنون بننے سے پرہیز فرماتے رہے مدارس سے مشاہرہ کا شرعی جواز پیدا کرنے کیلئے سخت شرعی شرائط کے ساتھ معاہدہ کرتے اور پھر اس معاہدہ کی جدوجہد پر بڑی سختی سے پابندی کراتے اور کرتے۔آپ نے طالب علمی یا تدریس کے دوران زندگی بھر امامت یا خطابت کا منصب نہ اپنایا تا کہ بلا ضروریات دینی خدمات کو ذریعہ معاش بنانے سے پرہیز رکھا جائے چونکہ دینی خدمات کیلئے افراد تیار کرنا رسول اللہ ﷺ کا یعلمھم الکتاب والحکمۃ کے تحت مشن تھا آپ نے اس عمل کو مشن بنایا اسی مشن کی ادائیگی میں علماء و طلباء کے دائرہ میں پابند رہے مدارس میں طلبہ کو رہائشی سہولیات میسر ہو جاتی ہیں اس لئے مدارس کے ذریعہ اس مشن کی ادائیگی فرمائی ورنہ مدارس سے مشاہرہ ہرگز مقصود نہ رہا اس کی واضح دلیل یہ ہے کہ علالت کے عارضہ کے بعد گھر سے باہر رہنا ممکن نہ رہا تو طویل عرصہ گھر سے خوراک و رہائش مہیا کر کے پاس رہنے والے طلباء کو علالت طبع کے باوجود جب تک زبان ساتھ دیتی رہی

درس دیتے رہے غرضیکہ آپ نے علم دین کے خدام کیلئے اپنی ذات کو بطور مثال پیش کیا کہ اس خدمت کیلئے مال وجان صحت وراحت کو کس استغنا سے قربان کیا جا سکتا ہے۔

فاعتبر وایا اولی الابصار

آپ کے خدمت کی قبولیت اور اس آپ کے علم کو نافع ہونے کی سب سے واضح اور بڑی دلیل یہ ہے کہ علوم وفنون کے شہنشاہ اور یکتائے زمانہ ہوتے ہوئے بھی عجز وانکساری اپنے اسلاف معاصرین علماء ومشائخ کا احترام وعقیدت کا عالم یہ تھا کہ غائبانہ ان کی مدح وکرامت اور ان کے سامنے عملی اور قولی طور پر ایسی عقیدت کے اظہار کرتے کہ طالب علم بھی شاید ایسا مظاہرہ نہ کر سکے آپ اپنی علمی تحقیق اور وسعت مطالعہ کی بناء پر مسلک حقہ اور اکابر اہلسنت کے عقائد و نظریات اور معمولات کی حقانیت پر علمی وجہ البصیرت پختہ یقین رکھے ہوئے تھے۔

علامہ بندیالوی دنیائے علم وحکمت کے تاجدار

تحریر:۔مولانا قاضی عبدالدائم ہری پور

گزشتہ دنوں اہلسنت وجماعت کوایک عظیم صدمے سے دوچار ہونا پڑا یہ صدمہ حضرت العلامہ عالی مقام استاذ الاساتذہ جناب عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت ہے آپ مسند تدریس کی زینت اور دنیائے علم وحکمت کے تاجدار تھے مدارس اہلسنت میں تدریسی خدمات سرانجام دینے والے بیشتر مدرسین بلاواسطہ یا بالواسطہ ان سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اس طرح استاذ الاساتذہ کی قبائے زیبا انہی کے قد بلند وبالا پر بجتی ہے اللہ تعالیٰ ان کو عالی درجات سے نوازے اور حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کوتوجہات وعنایت کے صدقے ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔

تدبر ووقار اور استغنا آپ کے خاص اوصاف تھے

تحریر:۔مولانا محمد یعقوب ہزاروی صدر مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

حضرت استاد الاساتذہ عطاء محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہٗ دور حاضر کے اکابر علماء میں سے تھے یوں تو آپ کو اکثر علوم عقلیہ ونقلیہ میں تبحر حاصل تھا لیکن علوم عقلیہ کے ساتھ خاص شغف اور طبعی لگاؤ اور ذوق تھا بڑے بڑے علماء دقائق وغوراض کوحل کرنے کیلئے نہ صرف آپ کے پاس آتے بلکہ فنون کی دقیق کتابوں کو درساً پڑھنے کیلئے آپ کی خدمات میں حاضر ہوا کرتے تھے تدبر ووقار اور استغناء آپ کے خاص اوصاف تھے کلمہ حق کہنے والے علماء میں آپ کو خاص مقام حاصل تھا آپ کا وجود گرامی اس قحط الرجال میں مغتنمات روزگار سے تھا۔

اللہ تعالیٰ آپ کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے۔آمین

علامہ یعقوب ہزاروی صاحب فرماتے ہیں۔ایک دفعہ بندیال کے رؤسا کا ایک حاجی صاحب سے زمین پر تنازعہ ہوا شدید تصادم کا خطرہ تھا۔بالآخر فریقین اس بات پر رضامند ہوئے کہ جو فیصلہ حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ سب کیلئے نافذ العمل ہوگا۔مقررہ تاریخ پر فریقین سیال شریف پہنچ گئے بندیال کے معززین کی درخواست پر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ بھی سیال شریف تشریف لے گئے بعض دیگر علماء بھی ہمراہ تھے۔حضور شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے مختلف فیہ مسئلہ میں استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے طلب فرمائی تو آپ نے مسئلہ پر عربی میں جامع تقریر فرمائی اور مذکورہ مسئلہ پر جزئیات بھی فقہ کی بعض معتبر ومستند کتب سے دکھائے آپ کی مدلل گفتگو اور جزئیات سماعت فرمانے کے بعد حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا ''مولانا عطاء محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) عظیم محقق اور جید عالم ہیں اس وقت اس علاقہ میں اس پائے کا کوئی عالم نہیں

مجھے آپ کی رائے سے اتفاق ہے'' پھر آپ نے استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا تو مجلس پر سناٹا چھا گیا اور فریقین نے فیصلہ قبول کرلیا۔

مجلس کے اختتام پر استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ تو نے شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنا اگر کوئی اور فیصلہ کرتا تو طوفان بدتمیزی برپا ہوتا۔

اس طرح ایک دفعہ وزیر آباد میں ایک مولانا نے اپنی منطق دانی پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں نے حمد اللہ میں سات خبایا پڑھے ہیں۔ تو شیخ القرآن مولانا عبدالغفور ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے سات خبایا پڑھے ہیں تو مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ چودہ سے زائد خبایا پڑھاتے ہیں۔

استاذ الاساتذہ، یادگار سلف اور دین متین کا قیمتی سرمایہ تھے

تحریر:۔ حضرت علامہ مولانا محمد صدیق ہزاروی

اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کے تین طریقے ہیں۔

ا۔تقریر ۲۔تصنیف ۳۔تدریس

اگر چہ مقرر اور مصنف کی خدمات ملت اسلامیہ کو حقیقی زندگی کی راہ دکھاتی ہیں لیکن مبلغ دین کے سلسلے میں جو مقام ایک معلم و مدرس کو حاصل ہے وہ سب سے ارفع و اعلیٰ ہے کیونکہ مدرس و معلم صرف دین کی تبلیغ ہی نہیں کرتا بلکہ بے شمار مبلغین و معلمین تیار کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"خیر کم من تعلم القرآن و علمہ"

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو قرآن سیکھتے اور سکھاتے ہیں''

میدان تدریس میں اترنے والی بعض شخصیات نے دیگر شعبوں مثلاً خطابت تصنیف و تالیف وغیرہ کے حوالے سے نام پیدا کیا جس کی ایک روشن مثال غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات ہے جبکہ بعض اکابر اہلسنت نے صرف تدریس علوم دینیہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنایا اور میدان میں خوب نام کمایا ان قابل قدر شخصیات میں استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی نور اللہ مرقدہ' کا اسم گرامی دور حاضر میں نمایاں ہے آپ ایک درویش منش عالم دین تھے۔ زندگی بھر علوم اسلامیہ کی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔

آپ کے شاگردوں میں جید علماء کرام میدان میں تدریس کے نامور شہسواروں کا نام آتا ہے۔ علاوہ ازیں بڑے بڑے سرمایہ دار، جاگیردار بھی آپ کے عقیدت مند تھے لیکن اس کے باوجود علامہ عطا محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے پر تعیش زندگی گزارنے کے بغیر للہیت کے

جذبہ سے سرشار ہو کر درویشانہ زندگی کو ترجیح دی اور ایک پسماندہ دور دراز پہاڑی علاقے کے ایک معمولی گاؤں میں سکونت کو ترجیح دی اور ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو عزت کا معیار قرار نہ دیا۔

اذا المرء لم یدنس من اللوم عرضہ فکل رداء یرتدیہ جمیل۔

ترجمہ:۔ جب آدمی اپنی عزت کو ملازمتوں سے میلا نہ کرے تو وہ جو بھی لباس پہنے خوبصورت لگتا ہے۔

حضرت علامہ مولانا بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جمعیت علماء پاکستان کے سٹیج سے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے سلسلے میں علماء اہلسنت و جماعت کو مساعی میں بھی بھرپور شرکت کی ،قوانین اسلام کی تدوین کے سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے فورم سے بھی جسٹس ریٹائرڈ محمد حلیم خان کے زمانے میں کام کیا حکومتی تعلیمی پالیسی کی ترتیب کے سلسلے میں علماء اہلسنت کی جانب سے قائم بورڈ کے رکن کی حیثیت سے بھی آپ کی کاوش تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔

تنظیم المدارس (اہلسنت) پاکستان کی نصابی کمیٹی اور مجلس عاملہ کے ممبر بھی رہے جماعت اہلسنت کی صدارت بھی کچھ عرصہ تک آپ کے سپرد رہی اور یوں آپ نے میدان تدریس کے علاوہ بھی دینی خدمات کیلئے بھرپور کوشش کی لیکن آپ کی وجہ شہرت آپ کا اندازِ تدریس تھا اور اس سلسلے میں آپ واقعی ایک اہم حیثیت رکھتے تھے بالخصوص معقولات کی تعلیم وتدریس میں آپ ایک اہم مقام پر فائز تھے یقیناً استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ یادگار سلف اور دور حاضر میں دین وملت کا ایک قیمتی سرمایہ تھے جن کے پردہ فرمانے سے ایک بہت بڑا خلاء واقع ہوا ہے جس کا کم ازکم ازالہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کے نام لیوا حضرات جن میں ہم سب شامل ہیں دین متین کی خدمت اور علوم اسلامیہ کی تدریس واشاعت کیلئے کمربستہ ہوں اللہ تعالیٰ حضرت علامہ کو اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور اہلسنت وجماعت کو علم وعمل کے میدان میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مہر تاباں

تحریر: حضرت علامہ مولانا عبدالرحمٰن الحسنی شاہ والا شریف

4 ذوالقعد 1419ھ 21 فروری 1999ء بروز اتوار ایک عظیم ہستی ہم سے رخصت ہوئی ایسی ہستی جس کیلئے زمانہ صدیوں چشم براہ رہتا ہے جس کے قلوب سراپا آرزو اور نگاہیں مجسم انتظار بن جاتی سالہا سال تک نرگس بے نوری پر آنسو بہاتی ہے تب کہیں ایسا دیدہ ور پیدا ہوتا ہے وہ ہستی ہم سے جدا ہوئی جس کا علم عطاء محمد مصطفیٰ ﷺ تھا جس کی ہر تحقیق عقیدہ اہل سنت تھی جس کی ذات درس نظامی کی ضرورت واہمیت تھی جس کی زیارت رویت ہلال سے کم نہ تھی جو علماء میں امام کبریٰ تھا جس کی ہر تحریر اہل تشکیک کیلئے "سیف الاعطاء" تھی۔ جو چشتی تھا مگر قوالی کی شرعی حیثیت کو ملحوظ رکھتا تھا حصول علم کیلئے جس کے ہر سفر کی داستان سفرنامہ بغداد تھی۔

وہ ہستی جو عالم اسلام کیلئے قدرت کا عظیم عطیہ تھی جس کی حیات کا ہر لمحہ اہل علم کیلئے سرچشمہ فیض وبرکت تھا وہ ہدایت کا مینار اور عزم وہمت کا سنگ میل تھا جو جہالت کی گھٹاؤں میں علم کا بدر منیر تھا وہ جو اہل باطل کیلئے شمشیر برہنہ اور اہل حق کیلئے رحمت کا سایہ تھا وہ جو دور قحط الرجال میں علماء اسلام کی آبرو اور اہل سنت کی متاع گراں مایہ تھا جس کی حیات مبارکہ علم وعمل استغناء توکل خلوص وایثار ورع وتقویٰ عفت وپاکبازی کی وہ مبسوط کتاب تھی جس کی ہر سطر آنے والوں کیلئے درس عمل اور جس کا ہر ہر نقش نسل نو کیلئے ایک سبق تھا وہ عظیم ہستی جس نے پون صدی تک علم وعرفان کے موتی لٹائے اور ہر خاص وعام کو علم کی سیر پاشیوں سے مستفید کیا جس نے علوم اسلامیہ اور فنون عربیہ کی تدریس میں نئے ابواب کا اضافہ کیا جس نے درس نظامی کی تدریس میں انقلاب برپا کیا وہ جس کی ذات سے علم وعرفان کی محفل سنوری اور درس وتدریس کی سند آباد تھی وہ جو قوت اجتہادیہ میں حسن استنباط میں خوبی استخراج میں حلم رتق میں کرم گستری و مسکین نوازی میں طلباء کی گستاخیوں پر صبر وتحمل میں مکارم اخلاق میں انکساری وتواضع میں دلکش

اداؤں کا مالک اور دلفریب اداؤں کا حامل تھا۔

جو تقویٰ وطہارت خلوص وللّٰہیت اور استقامت فی الدین میں سلف صالحین کا سچا اور سُچا نمونہ تھا جو علمی عظمت کے باوجود فروتنی وخاکساری کی تصویر تھا جو اقلیم علم وحکمت کا تاجدار تھا مگر اپنی خوبیوں کا پردہ دار تھا جو ایک طویل عرصہ تک علم وحکمت کے آسمان پر نیرّ تاباں بن کر چکا اور ملک کے آفاق واطراف کو علم کے نور سے روشن کرتا رہا جو اپنے غیر معمولی کارناموں کی بدولت تاریخ صفحات پر انمٹ اور گہرے نقوش چھوڑ کر رخصت ہوا۔

اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

مگر ان کے فیوض وبرکات قیامت تک جاری رہیں گے کیونکہ آپ نے مسند تدریس پر فائز ہو کر وہ باکمال علماء تیار کئے جو ان کا نام روشن کرنے کیلئے کافی اور آپکے حق میں مستقل صدقہ جاریہ ہیں آپ نے قوم کو ماہر مدرسین کا جو جم غفیر اور لائق ترین معلمین کی جو کھیپ عطا کی وہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جو کام بڑے بڑے ادارے نہ کر سکے جو فریضہ عظیم کہنہ مدارس ادا نہ کر سکے اور علوم اسلامیہ کی جو خدمت بہت سے علماء مل کر بھی نہ کر سکے وہ ایک مرد مجاہد اور فقیر مصطفیٰ ﷺ تن تنہا کر گیا۔

جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے۔

آپ ہمیشہ اپنے مشائخ اور اساتذہ سے حاصل کردہ نظریات پر سختی سے ثابت قدم رہے وقت کا کوئی زبردست فلسفہ زمانہ کوئی سخت ترین مشکل عہد حاضر کی کوئی مصلحت شناسی دنیاوی نقصان کا کوئی اندیشہ اپنوں اور غیروں کو ایذا رسانی کا کوئی خدشہ تلامذہ اور متعبدین کی روگردانی کا کوئی شبہ بھی آپ کے پائے استقلال میں کوئی جنبش پیدا نہ کر سکا۔

استاذ الاساتذہ ملک المدرسین حضرت علامہ الحافظ عطاء محمد صاحب چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ منقول ومعقول کے امام اور کشور علوم وفنون کے سلطان تھے علم کے لحاظ سے آپ میں آسمان کی بلندی تھی مگر مزاج کے لحاظ سے زمین کی عاجزی تھی یہی وجہ تھی کہ آپ علماء حقہ کا

بے حد احترام فرماتے تھے دوران تدریس اگر کہیں علماء ہم عصر کا ذکر کرتے تو نہایت ہی اچھے اور شایان شان الفاظ سے یاد کرتے جن علماء یقین سے آپ متاثر تھے ان میں غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی بھی شامل تھی۔ سنی کانفرنس لیاقت آباد (پپلاں) ضلع میانوالی کے موقع پر راقم الحروف نے حضرت استاذ العلماء سے پوچھا کہ اس مشہور حدیث پاک ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا کی رو سے تو ہر صدی میں ایسا مرد حق پرست ہونا چاہیے جو تجدید دین کا فریضہ سرانجام دے لہٰذا اس پندرھویں صدر کا مجدد بھی ہونا چاہیے آپ نے فرمایا ہاں ہونا چاہیے اور ہوگا میں نے عرض کیا کہ آپ کے خیال میں اس وقت کونسی ایسی شخصیت ہے جس میں مجدد کے اوصاف پائے جاتے ہیں میں نے بار بار پوچھا تو آپ نے فرمایا میرے نزدیک حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ میں مجدد کی صفات پائی جاتی ہیں یہی بات راقم الحروف نے حضرت قبلہ کاظمی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں اس وقت عرض کی جب بندہ آپ کی ملاقات کیلئے ملتان شریف آپ کی کوٹھی پر حاضر ہوا اس وقت قبلہ کاظمی صاحب قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں صاحبزادہ سید مظہر سعید شاہ صاحب کاظمی، صاحبزادہ سید حامد سعید شاہ کاظمی اور ایک مولانا غالباً ان کا نام محمد شفیع گولڑوی تھا تشریف فرما تھے۔ اتفاقاً اسی وقت عورت کی دیت کا مسئلہ موضوع بحث بنا ہوا تھا۔ آپ نے بہت دیر تک اس مسئلہ پر گفتگو فرمائی کسی صاحب نے پوچھا حضور! بعض حضرات نے تو دیت کے مسئلہ عورت کے نصف دیت کے منکر کو کافر تک کہہ دیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص (جس نے عورت کی دیت کو مرد کی دیت کے مساوی قرار دیا تھا) کا فر تو نہیں ہاں ضال اور مضل ضرور کہتا ہوں اس دوران ان خطوط کا تذکرہ بھی ہوا جس کا حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب اور حضرت استاذ الاساتذہ کا تبادلہ ہوا تھا۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضور ہم تقریباً چھ سات سال کا عرصہ تحصیل علم کے سلسلہ میں حضرت اساتذہ الاساتذہ کی خدمت میں حاضر رہے وہ علماء اہلسنت میں سے

زیادہ احترام کے ساتھ آپ کا ذکر کرتے تھے اسی بات پر حضرت قبلہ شاہ صاحب بہت مسرور ہو
تے اور ان حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ دیکھئے مولانا میں نہ کہتا تھا کہ حضرت کے دل میں
کوئی بات نہیں۔ سبحان اللہ! کتنے بے نفس، روشن ضمیر، صاف نیت اور پاک دل لوگ تھے۔ راقم
الحروف کی بات کو فوراً قبول کیا اور محسوس ہوتا تھا کہ آپ کے دل میں سے تمام رنج دور ہو گیا
حقیقت یہ ہے کہ وقتی شکر رنجیوں کے باوجود ان لوگوں کے دل قلبی قدورتوں سے پاک ہوتے
ہیں۔ میرے ایک استاد بھائی مولانا احمد دین صاحب نے بتایا کہ حضرت استاذ العلماء ایک مرتبہ
مولانا غلام محمد صاحب تونسوی کی دعوت پر ان کے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کیلئے لیے
تشریف لے گئے اسی جلسہ میں حضور قبلہ غزالی زماں سید احمد سعید شاہ کاظمی رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مدعو
تھے۔ جب قبلہ کاظمی شاہ صاحب نے تقریر شروع فرمائی تو اسٹیج پر حضرت استاذ العلماء بھی موجود
تھے کسی آدمی نے حضرت شاہ صاحب سے کوئی مسئلہ دریافت کیا آپ نے اس کا جواب دیا اور
فرمایا کہ حضرت استاذ العلماء مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں ہم ان سے
بھی تصدیق کروا لیتے ہیں حضرت استاذ مکرم نے بھی اسی جواب کی تصدیق فرمائی جو حضرت قبلہ
کاظمی صاحب نے ارشاد فرمایا تھا۔ حضرت غزالی زماں نے فرمایا کہ حضرت علامہ عطاء محمد
بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کا تصدیق کرنا ایسا ہے جیسے مولانا فضل حق خیر آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا
تصدیق کرنا اور جب حضرت شاہ صاحب روانہ ہونے لگے تو استاذ العلماء (نور اللہ مرقدہٗ)
الوداع کرنے کیلئے تشریف لائے تو حضرت قبلہ شاہ صاحب نے اپنے صاحبزادہ کی طرف اشارہ
کرتے ہوئے فرمایا کہ (غالباً سید ارشد سعید شاہ کاظمی آپ کے ہمراہ تھے) میں اپنے بیٹے کو آپ
کے پاس استفادہ کیلئے بھیجنا چاہتا ہوں آپ نے فرمایا سر آنکھوں پر لیکن بعد میں صاحبزادہ سید
ارشد سعید شاہ صاحب استاذ العلماء کی خدمت میں نہ جا سکے۔

مولانا اللہ وسایا مرحوم نے راقم الحروف سے بیان کیا کہ میری عمر تقریباً پندرہ سول برس
کی تھی میں اپنی بستی سے بندیال شریف نماز جمعہ ادا کرنے حاضر ہوا۔ فقیہ العصر مولانا یار محمد

بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری حیات کا زمانہ تھا مجھے پتا چلا کہ حضرت مولانا یار محمد بندیالوی کے
انتہائی لائق اور فاضل شاگرد مولانا عطاء محمد بندیالوی چشتی گولڑوی نور اللہ مرقدہٗ جو بندیال سے
فارغ ہو چکے ہیں اور اچھرہ لاہور میں پڑھاتے ہیں اپنے استاذ گرامی کی ملاقات کیلئے آئے
ہوئے ہیں اس وقت آپ بالکل نوجوان تھے چہرہ سرخ وسفید تھا سیاہ اور گھنی داڑھی تھی جسم بھرا ہوا
تھا۔ مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ صاحب نے اپنے شاگرد رشید کو نماز جمعہ پر خطاب کرنے
کا حکم دیا چنانچہ آپ نے نماز جمعہ پر انتہائی موثر وعظ فرمایا۔ خطبہ مسنونہ کیلئے آپ نے سورۃ
فرقان کی پہلی آیت مبارکہ تلاوت فرمائی تقریباً ایک گھنٹہ تک آپ نے اس آیت کی تشریح وتفسیر
بیان فرمائی جب آپ نے تقریر ختم کی تو مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے انتہائی مسرت
کے عالم میں فرمایا۔

آفرین ہے تم پر، تم نے قرآن کی تفسیر کو خوب سمجھا ہے کتنا خوش نصیب ہے وہ شاگرد رشید جو اپنے
استاد کی موجودگی میں وعظ کرے اور استاد بھی وہ جو بحر العلوم بھی ہو اور ولی کامل بھی اور استاد مسرور
ہو کر توصیفی کلمات سے نوازے۔

مئے پرستی کا مزہ تب ہے کہ ساقی خود کہے
مئے میں وہ مستی کہاں جو میرے مستانے میں ہے

فخر الاتقیاء، پیر طریقت حضرت خواجہ فقیر سلطان علی صاحب نقشبندی قدس سرہٗ العزیز
خلیفہ مجاز خواجہ خواجگان، غوث زماں حضرت خواجہ غلام حسن سواگ (المتوفی 1399ھ
،1979ء) کے بھائی حضرت فقیر سردار علی صاحب جب فوت ہوئے تو ان کی نماز جنازہ شاہ والا
شریف ضلع خوشاب میں حضرت استاذ العلماء علامہ عطاء محمد بندیالوی (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے
پڑھائی ان کا وصال 1978ء میں ہوا تھا۔ نماز جنازہ سے قبل کچھ آدمیوں نے حضرت فقیر
سلطان علی کی خدمت میں عرض کیا کہ نمازِ جنازہ آپ خود پڑھائیں آپ نے جواباً فرمایا کہ نائب
رسول ﷺ میرے بھائی کا جنازہ پڑھائے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی

ہے چنانچہ آپ نے حضرت استاذ العلماء کو نماز جنازہ پڑھانے کے لئے عرض کیا حضرت فقیر سلطان علی صاحب فرماتے تھے کہ 1963ء میں جب حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ حج بیت اللہ شریف کیلئے روانہ ہوئے اسی سال ہم بھی حج کے لئے گئے۔ایک دن مکہ شریف میں حرم شریف کے اندر ایک عالم طلباء کو حدیث پڑھا رہا تھا۔حضرت استاذ العلماء بھی تشریف لائے اور بیٹھ گئے آپ نے اس سے ایک سوال کیا۔وہ جواب نہ دے سکا اور ایک اور عالم کو بلا لیا وہ بھی جواب دینے سے قاصر رہا بعدازاں استاذی المکرّم نے خود جواب کی تقریر فرمائی دونوں عالم حیران رہ گئے آپ کی تقریر سے۔بہت متاثر ہوئے اور دونوں اٹھ کر بغل گیر ہو کر حضرت سے ملے۔حضرت قبلہ سلطان علی صاحب فرماتے تھے کہ میں نے ان عربوں سے ھذا عالم کبیر فی الباکستان (یہ پاکستان کے بہت بڑے عالم ہیں) لیکن استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ مجھے بار بار ایسا کہنے سے منع کرتے تھے آپ علم دین کی بے پناہ قدر فرماتے تھے،علوم اسلامیہ سے آپ کو بے حد دلچسپی تھی۔انتہائی مشکل مضمون اور انتہائی وسیع وطویل تحقیق بالکل سہل طریقے سے اور انتہائی اختصار اور ضبط سے بیان کرنا آپ کی خداداد صلاحیت تھی،جس میں کوئی عالم اور مدرس آپ کا مثیل نہیں تھا۔

طلباء کو ہمیشہ فرماتے تھے کہ آپ ہی قوم کے مستقبل کے حقیقی معمار ہیں سیاسی لوگ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والوں کو مستقبل کا معمار کہتے ہیں جو سراسر غلط ہے،مسلمان ہر زمانہ میں دین اسلام اور شرعی مسائل کا محتاج ہے دینی مسائل شرعی احکام اور حلال وحرام کے معاملہ میں قوم کی رہنمائی کا فریضہ آپ نے ہی سرانجام دینا ہے

راقم الحروف اور برادر مکرم حضرت صاحبزادہ مولانا محمد اسماعیل صاحب الحسنی نے جب دورہ حدیث سے فارغ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضری دی تو بہت دیر تک آپ نے پند نصائح کا سلسلہ جاری رکھا،آپ اپنے شاگردوں کو اولاد کی طرح عزیز سمجھتے تھے جس طرح ایک شفیق اور مہربان والد اولاد کی تربیت کرتا ہے اسی طرح شفقت سے تربیت فرماتے۔آپ نے فرمایا کہ اس کائنات کی کس چیز اور کسی نعمت میں اتنی راحت ولذت نہیں جتنی لذت علم دین کے پڑھنے پڑھانے

اور کتابوں کے مطالعہ میں ہے،لہٰذا اس علم کی خدمت کرو یہی دین کی خدمت ہے آپ فرماتے تھے اس گئے گزرے دور میں بھی علماءِ دین کی اتنی عزت ہے جتنی کسی اور کی نہیں۔انگریزی تعلیم حاصل کرنے والوں اور علم دین حاصل کرنے والوں میں ایک فرق یہ بھی فرماتے کہ دنیاوی تعلیم حاصل کرنے والا جتنی بھی ڈگریاں حاصل کرلے،پھر بھی ملازمت ونوکری حاصل کرنے کیلئے درخواست ہاتھ میں لئے دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے اور سالہا سال کی کوشش کے بعد اسے نوکری ملتی ہے مگر علم دین حاصل کرنے والا طالب علم ابھی تعلیم مکمل ہی نہیں کر پاتا کہ لوگ درخواستیں لے کر ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ حضور فلاں مولانا صاحب جو آپ کے پاس تعلیم حاصل کر رہے ہیں فارغ ہونے کے بعد وہ ہمیں دینا تاکہ ہم ان سے دینی رہنمائی حاصل کرسکیں آپ فرماتے تھے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والا اگر ڈپٹی کمشنر بھی لگ جائے تو کمشنر کے آنے پر تعظیم کیلئے کھڑا ہو جائیگا اور سلام کرے گا۔کمشنر وزیر کی آمد پر کھڑا ہو جاتا ہے وزیر،صدر اور وزیراعظم کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو جاتا ہے مگر صحیح عالم دین کسی کی تعظیم کیلئے نہیں جھکتا سب وزیر اور صدر اس کی تعظیم کے لئے جھکتے ہیں یہ الگ ہے کہ کوئی شخص علم دین کی تحصیل ہی مکمل نہ کرسکے یا علمِ دین کی تکمیل ہی نہ کرے اور پھر بے قدری کی شکایت کرے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نواب آف بہاولپور بہت احترام کرتا تھا کچھ لوگوں نے کہا حضرت اگر آپ اپنے لڑکے کو انگریزی تعلیم دلوائیں تو نواب آپ کی بہت عزت کرتا ہے آپ کے بیٹے کو اچھی نوکری مل جائے گی آپ نے گفتگو کا رخ موڑنے کے بعد فرمایا اگر کوئی شخص سخت مریض ہو اور تکلف دور کرنے کیلئے اس کے پاس دو نسخے ہوں ایک نسخہ وہ ہے جسے بار بار آزما چکا ہے اس تکلیف کے دفعیہ کیلئے تیر بہدف ہے اور دوسرا کسی شخص نے اس کو بتایا ہے کہ یہ بھی اس مرض کے لئے مفید ہے آپ کا کیا خیال ہے؟ وہ شخص اس تکلف میں کونسا نسخہ استعمال کرے جو آزمودہ ہے؟ یا وہ جسے آزمایا نہیں صرف سنا ہے سب نے کہا کہ وہی نسخہ جو آزمایا جاچکا ہو میں آزما چکا ہوں کہ وزیر اور نواب سب اس کی تعظیم

کیلئے جھک جاتے ہیں اور سب سے زیادہ عزت وکامیابی اسی میں ہے تو کتنی کم عقلی ہوگی میں اپنی اولاد کیلئے اس آزمودہ نسخہ کو چھوڑ کر ایک نیا نسخہ اپناؤں جو صرف شنیدہ ہے کاش کہ آج کے علماء و مشائخ علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس سنہری نسخہ کو استعمال کرتے تو ان کی عظمت رفتہ واپس آسکتی ہے اور ان کی اولاد دینی علوم سے مزین ہو کر آباؤ اجداد کے نام روشن کرسکتی ہے۔

حضرت استاذ العلماء کی بے نفسی وسچائی قول وعمل میں توافق آپ کی سادگی و بے تکلفی اور بے بناوٹ زندگی کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ عام آدمی سے خوش طبعی حتیٰ کہ طالب علم سے بھی بعض اوقات سنجیدہ مزاح فرماتے تھے اور مزاح سے خود بھی محظوظ ہوتے تھے۔

ایک دن ہم ''مناظرہ رشیدیہ'' کا سبق پڑھنے کیلئے حاضر ہوئے تو طلباء کی بہت بڑی جماعت اس سبق میں شریک تھی یہاں یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ باوجود اس کے حضرت استاذ بے تکلف تھے مگر سچ یہ ہے کہ آج تک کسی استاذ کا اتنا رعب وجلال نہیں دیکھا جتنا جلال خدا نے استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کو عطا کیا تھا بڑے بڑے ذہین وفطین اور بولنے والے اور چہکنے والے فاضل طلباء جب سبق پڑھنے کیلئے سامنے بیٹھتے تو لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور بسا اوقات اس مرد فقیر کے رعب سے زبان الفاظ کی ادائیگی سے قاصر ہو جاتی تھی بہر حال ہم سبق کیلئے حاضر ہوئے اتفاقاً کسی طالب علم نے تیز قسم کی خوشبو لگا رکھی تھی تیز خوشبو آپ کے مزاج لطیف پر گراں گزرتی تھی مگر گرمیوں کا موسم تھا جب طلباء کمرہ میں داخل ہوئے تو آپ نے پوچھا یہ خوشبو کس نے لگا رکھی ہے؟ سب خاموش تھے تھوڑی دیر بعد آپ نے پھر پوچھا یہ خوشبو کس نے لگائی ہے؟ آپ کے استفسار کے انداز سے ناگواری اور بیزاری محسوس ہو رہی تھی جب جواب نہ پایا تو آپ نے پھر پوچھا یہ تیز خوشبو کس نے لگائی ہے ہمارے ایک ساتھی مولانا ایوب صاحب کشمیر سے تعلق رکھتے تھے اس سبق میں شریک تھے ان کو مزاح سوجھا اور کہا حضور میرے پسینے سے خوشبو آرہی ہے تمام طلباء ہنس پڑے اور حضرت استاذ المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ بھی مسکرائے مگر فوراً جواب دیا کہو وہ دن ہوا ہوئے کہ پسینہ گلاب تھا۔

حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی ایک ایسا نور تھا جس سے ہزاروں چراغ روشن ہو کر منبر ومحراب کی

.ینت بنے ان کی پوری زندگی اشاعت علوم تبلیغ دین متین اور خدمت قرآن وحدیث میں بسر ہوئی۔قال اللہ وقال الرسول ﷺ کے زمزموں سے آخر وقت تک ان کی زبان تر رہی ۔حقیقت یہ ہے کہ گم کردہ راہ انسانیت کو صراطِ مستقیم کی شاہراہ دکھانے والے اس عظیم قائد کے رخصت ہونے کے بعد ہمیں ان کا جانشین نظر نہیں آتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایسے وقت میں اٹھ جانا جب کہ پوری دنیا کو آپ کے علم کی ضرورت تھی ایک عظیم سانحہ اور حوصلہ شکن صدمہ ہے کہتے ہیں جب حجاج نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کیا مرنے کے بعد کسی نے حجاج کو خواب میں دیکھا کہ اس نے کہا ہر شہید کے قتل کے عوض مجھے ایک مرتبہ قتل کیا گیا سعید بن جبیر کے قتل پر مجھے ستر مرتبہ قتل کیا گیا ہے ۔امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ حجاج نے تو صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی شہید کیا ہے اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما تو تابعی ہیں اس فضیلت کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کو ایسے زمانہ میں قتل کیا گیا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا انسان نہ تھا جو سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کے علم کا محتاج نہ ہو۔

استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے اٹھ جانے کے بعد ایسا علمی خلاء پیدا ہوا ہے کہ جس کا پُر ہونا ناممکن نظر آتا ہے ایک ایسا ناقابل تلافی نقصان ہے جس پر پوری دنیائے اہل سنت نڈھال ہے دعا ہے کہ ربِ مصطفیٰ ﷺ آپ کے شاگردان رشید اور تلامذہ کرام کو ان کا مشن جاری رکھنے اور ان کی ارفع واعلیٰ تعلیمات پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادہ والا شان حضرت صاحبزادہ فداء الحسن صاحب کی عمر دراز فرمائے انہیں صحت کاملہ سے نوازے اور اپنے عظیم باپ کے علوم واخلاق کا مکمل وارث بنائے۔

سرآمد روزگار ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

حضرت سلطان العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ

تحریر: شیخ القرآن والحدیث علامہ مفتی علی احمد سندیلوی لاہور

موت کا ایک دن متعین ہے تو بعض اشخاص کے اٹھ جانے سے زندگی میں بے پناہ خلاء کا احساس کیوں ہوتا ہے؟ بزم کی بزم مایوس وملول کیوں ہو جاتی ہے شب وروز کے چہرے کی رنگت پر زردیاں کیوں جھلکتی ہیں؟ حوصلے اور وسوسے کیوں دم توڑ جاتے ہیں؟ گزرنے والے لمحے چپ چاپ کیوں ہو جاتے ہیں؟ گھڑی کی سوئیوں کی حرکت بے معنی کیوں دکھاتی ہے؟ خوشبوؤں اور مسرتوں کی مانگ اجڑی اجڑی کیوں لگتی ہے؟ بہار کے موسم پر خزاں کا گمان کیوں گزرتا ہے؟ اور پینے کی فراق آشنا پکار سن کر دل اس انداز سے کیوں دھڑکتا ہے جیسے جسے سینے کی دیوار توڑ کر باہر آجائے گا۔

میں نے مدارس کے اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے کتب پڑھیں۔ انسان پڑھے ہیں اور انسان دیکھے ہیں اور انسان بھی ایسے کہ دامن نچوڑیں تو فرشتے وضو کریں ان تمام کیفیتوں کا احساس مجھے زندگی میں پہلی بار ہوا اپنے مربی ومرشد اور محبوب استاذ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالوی کی رحلت پر۔

5 ذیقعد 1419ھ بمطابق 21 فروری 1999ء بروز اتوار رات ایک بجے بیدار ہو کر مطالعہ شروع کیا مگر طبیعت مطالعہ پر مائل نہیں ہو رہی تھی چار بجے نیند آگئی کیا دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں ایک صاف شفاف مضبوط ووزنی لکڑی کی کھونڈی ہے میرے ہمراہ ایک اور ساتھی ہے ہم دونوں ایک کچے اور نمدار راستے پر چل کر رہے ہیں میں کھونڈی کے سہارے چل رہا ہوں کھونڈی تقریباً بالشت بھر زمین میں دھس جاتی ہے مگر اس کے نکلنے پر زور نہیں لگتا چند قدم چلے تھے کہ آنکھ کھل گئی۔

اس خواب سے طبیعت کی پریشانی مزید بڑھ گئی اسی حالت میں پڑھانے چلا گیا اسباق

پڑھائے واپس مسجد آیا ایک بج کر پچاس منٹ پر فون کی گھنٹی بجی ریسیور اٹھایا، مولانا قاضی مظفر اقبال صاحب رضوی تھے انہوں نے فرمایا کوئی خبر سنی؟ میں نے کہا نہیں اچانک میرا خیال ہندوستانی وزیر اعظم واجپائی کے دورے پاکستان کی طرف گیا کہ اس سلسلہ میں کوئی حادثہ پیش آگیا ہو مولانا نے ذرا توقف سے فرمایا بہت بری خبر ہے میں نے پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضرت استاد رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہو گیا ہے کل گیارہ بجے جنازہ ہوگا۔

حضرت استاد کی خبر انتقال سن کر میرے جسم پر سکتہ طاری ہو گیا ایسے لگا جیسے مجھ پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو میں اس سے پہلے بڑے بڑے صدمے اٹھا چکا ہوں مگر مجھے ایسا صدمہ نہ ہوا تھا، سناٹا اس انداز سے میرے دل میں نہ اترا تھا دکھوں کی جونک مجھے ایسے نہ چمٹی تھی کرب ودرد اور اندوہ والم کی اس بے رحم کیفیت سے میں آشنا نہ تھا کافی دیر تک "انا للہ وانا الیہ راجعون" کا تکرار کرتا رہا۔ آپ کی شفقتیں ومہربانیاں، محبت وپیار اور دعائیں اللہ سب کو خوش رکھے اور جزا خیر دے اللہ سب کو کامیاب کرے اللہ علم نافع دے، اللہ علم وباعمل کامل وجامع عطا فرمائے، اللہ برکت دے اللہ نیکیوں کی توفیق دے اللہ میرے سنگیوں کی خیر اور جان ومال، اولاد کی خیر ہو پھر ہر ایک کا نام لے کر دعائیں دینا اور ہماری حاضری پر حالت صحت میں دو دو بجے تک مجلس کرنا مسائل علمیہ پر گفتگو کرنا اور ہر ایک شاگرد اور تعلق دار کے بارے میں پوچھنا، فلاں کا کیا حال ہے؟ فلاں کا کیا حال ہے؟ ذہن میں کمال تسلسل تھا کبھی کوئی لاہور سے ملنے جاتا تو پیغام دیتے سندیلی کو کہنا مجھے مل جائے، کبھی گرامی نامہ تحریر فرما دیتے مجھے آکر مل جاؤ مجھے آپ سے ضروری کام ہے جا کر پوچھنا، حضور کیا حکم ہے؟ ارشاد ہوتا ملنے کو دل چاہتا تھا مجھے ملتے رہا کرو معلوم نہیں کب سانس پورے ہو جائیں گے کبھی احقر خود ہی زیارت کیلئے حاضر ہو جاتا کبھی کوئی مشکل درپیش ہوتی اس کو حل کرانے کیلئے حاضری ہو جاتی تھی اب ان شفقتوں، مہربانیوں، دعاؤں، علمی مجلسوں سے محروم ہو گئے ہیں اب کس سے علمی مشکلات حل کروائیں گے؟ اب کون کہے گا اللہ میرے سنگیوں کی خیر ہو وغیرہ سوالات ذہن میں آنے لگے۔

کون دے ہم کو دلاسے کون پوچھے حال دل
ہوگیا ہے مہربان نا مہربان اب کیا کریں
کچھ تو بولو کس لیئے خاموش ہو چارہ گرو
آ پڑی سر پر بلائے ناگہاں اب کیا کریں
بجھ رہے ہیں روز اختر علم و عرفان کے چراغ
بڑھ رہی ہیں جہل کی تاریکیاں اب کیا کریں

حضرت شیخ الاسلام شمس الکملۃ ،اسوۃ السلف ،قدوۃ الخلف استاذ الاساتذہ ملک العلماء علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی نوراللہ مرقدۂ عالم اسلام کے ان نامور باکمال جامع الصفات شخصیتوں میں سے جو عرب وعجم میں سے ہیں اپنی خداداد صلاحیتوں اور علوم ومعارف کے بحر بیکراں کے طور پر مسلم ومشہور آپ کے شاگردان رشید بالواسطہ اور بلا واسطہ بلا مبالغہ ہزاروں میں شمار کئے جاسکتے ہیں آپ اطراف عام کے تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہے جن خوش نصیبوں نے آپ سے استفادہ کیا وہی طلباء اور مسترشدین آج اکابر علمائے حق مشائخ طریقت ،مشہور قلمکار وادبا شیوخ الحدیث والتفسیر جامع معقول ومنقول اساتذہ شارحین حدیث و مفسرین قرآن مبلغین ومناظرین اسلام کی شکل میں ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کے رہبر و رہنما تسلیم کئے جاتے ہیں بلاشبہ آج علم کا آفتاب غروب ہوگیا اور کمالات کا اجالا تاریکیوں کی لپیٹ میں ہے۔

حضرت سلطان العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات اسلام کا وہ بڑا حادثہ ہے جس کے نتیجہ میں طلبہ نہیں بلکہ اہل فضل وکمال یتیم ہوگئے طلباء کیلئے تو الحمد اللہ ہم لوگ کافی ہیں لیکن ہماری مشکلات علمی کا حل کرنے والا دنیا سے اٹھ گیا بلاشبہ آپ کی وفات سے ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا جس کا پُر ہونا بہت مشکل ہے مجھے یقین ہے کہ آپ کی شخصیت میں علماء متقدمین کے کمالات اس طرح جمع ہوگئے تھے کہ کمالات عطائی کا ہر پہلو فخر روزگار شخصیتوں کا مکمل عکس نظر آتا ہے اس لیئے

اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اے سندیلی تم نے علامہ تفتازانی وسید شریف جرجانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما کو دیکھا ہے علامہ فخر الدین رازی ،علامہ بیضاوی ،علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی ،علامہ ابوالبرکات نسفی ،علامہ محبّ اللہ بہاری ،ملاجیون علامہ ابو طاہر سراج الدین ،علامہ ابن نجیم سے تمہاری ملاقات ہوئی یا تم کو علامہ خیالی علامہ غیاث الدین ،علامہ میر زاہد ،علامہ ابن عابدین ،علامہ عزالدین بن عبدالسلام ،علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کی زیارت کی سعادت نصیب ہے۔تو میں کہہ سکتا ہوں کہ مجھے ان شخصیتوں سے نیاز کا موقعہ ملا زمانہ کی گردشوں کا فرق ہے ورنہ حضرت استاذ الاساتذہ رحمہ اللہ تعالیٰ قدیم صدیوں میں پیدا ہوئے ہوتے تو کتب سیر وسوانح میں ان کا ذکر انہیں مذکورہ اشخاص شخصیات کے پہلو بہ پہلو کیا جاتا تشبیہ واستعارہ کی زبان میں حضرت کی زیارت متقدمین علماء کی زیارت اوران سے شرف همکلامی ہے اس لئے میرے نزدیک ان کی وفات علامہ تفتازانی سید شریف ،علامہ رازی ،علامہ ابن حجر عسقلانی ،علامہ ابن نجیم کا سانحہ علامہ بیضاوی ،علامہ محمد عبدالحکیم سیالکوٹی ،علامہ محبّ اللہ بہاری کی رحلت اور سلطان العلماء کا دنیا سے اٹھ جانا ہے۔

دور حاضر میں آپ کی شخصیت نوادرات میں سے تھی آپ علم وتقویٰ اور اخلاق کے مینار تھے آپ کے بعد اسلامی علوم کے مدرس بھی پیدا ہوتے رہیں گے اور مصنف بھی محقق بھی مقررین بھی اور صاحب رشد وہدایت بھی لیکن یہ مشکل ہے کہ حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسی جامع شخصیت دوبارہ پیدا ہو،اس میں کوئی شبہ نہیں کہ موت تمام غموں کا نچوڑ ہے اگر ہمارے تمام غموں کو یکجا کر دیا جائے تو ان کی شکل موت ہی کی ہوگی بہرحال موت ایک عظیم چیز ہے لیکن جہاں موت عظیم چیز ہے اور دلوں کو دکھانے والی ہے وہیں اس نعمت کے پہلو بھی ہیں ،حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے الموت تحفۃ المومن ،موت مومن کا تحفہ ہے ،تحفہ اور وہ بھی من اللہ تحفہ ،ظاہر ہے کہ اس کی عظمت کو کلام نہیں ہوسکتا اور وہ صرف ایک تحفہ ہی نہیں بلکہ ولایت کی بھی علامت ہے جیسا کہ قرآن مجید میں یہود کو خطاب کرتے ہوئے کہا گیا۔

قل یا ایھا الذی ھا دوآ ان زعتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنو الموت ان کنتم صادقین (الجمعہ آیت 6) ''فرمادوا ے لوگو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم ہی اللہ کے دوست ہو سوائے دوسرے لوگوں کے تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو'' تو تمنائے موت حقیقت میں ولایت کی علامت ہے اور اس لیئے ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک تحفہ بنایا ہے اور ولایت کاملہ والے زندگی کے بجائے موت کو زیادہ پسند کرتے ہیں جس کی وجہ دوسری حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے ان الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبوب تک پہنچا دیتا ہے تو جہاں موت میں غم والم کے پہلو میں وہاں اس میں خوشی کا پہلو بھی ہوتا ہے کہ مرنے والا اپنے محبوب حقیقی کے پاس چلا جاتا ہے اس لحاظ سے موت خوشی کی بھی چیز ہوئی ، یہ چیز میں اس کی ابتداء بھی قابل مسرت ہوتی ہے اور انتہا بھی قابل مسرت ہوتی ہے ولادت پر خوشیاں مناتے ہیں کہ یہ آغاز ہوتا ہے زندگی کا موت بھی خوشی کی چیز ہے کہ اس سے اتمام ہوتا ہے نعمتوں کا اس لیئے کہ موت قاطع نہیں ہے بلکہ متمم ہے۔ جس حالت پر موت آتی ہے وہ حد کمال ہوتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر موت کا غم کیوں کرتے ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ موت پر کسی کو غم نہیں ہوتا۔ موت اگر اچھی ہو تو عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ خدا سب کو ایسی موت نصیب کرے اگر موت غم کی چیز ہوتی تو اس کی دعا کیسے کرتے کسی کا انتقال ہو گیا جمعہ کے دن ماہ رمضان میں شب قدر میں تو خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ بڑی اچھی موت ہے موت کی جستجو کوئی غم کی چیز نہیں اس لیئے اگر بندہ اللہ سے جا ملے تو یہ کونسی غم کی بات ہے جس پر آدمی رنجیدہ ہو اگر آدمی دنیا کے غموں سے آزاد ہو جائے تو خوشی کی بات ہے کہ وہ تمام لڑائی جھگڑوں اور دنگا فساد سے چھوٹ کر پاکیزہ زندگی میں پہنچ گیا۔ موت سے اصل میں غم ہوتا ہے اس بات کا کہ ایک عزیز و پیارا ہم سے جدا ہو گیا۔ اس کا رشتہ بظاہر ٹوٹ گیا ایک فیض محسوس ہم سے منقطع ہو گیا یہ موت کا غم نہیں ایک عزیز کی مفارقت کا غم ہے۔

آج جو ہم حضرت سلطان العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کا غم کر رہے ہیں وہ در حقیقت ان کی جدائی کا غم ہے موت نے تو ان کو بہت اونچے مقام پر پہنچا دیا دنیا سے کہیں زیادہ بلند مقامات انہیں ملیں گے۔

عالم ہونے کے ساتھ تقی ونقی محدث مفسر اور جتنے علوم دینیہ ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اس میں کمال عطاء کیا تھا۔ اور وہ کمال رات دن کی مزاولت سے ان کی روح میں پیوست ہو چکا تھا خود ان کی روح با کمال تھی، اور پاکیزہ روح کا وہاں بھی خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ ہر مومن کو کہا جاتا ہے۔ اخرجی ایتھا النفس الطیبه کانت فی الجسد الطیب اخرجی الی روح و ریحان ورب غیر غضبان۔ تو جب عام مسلمان کیلیئے یہ بشارت ہے تو خاص مومنین کیلیئے کتنی عظیم بشارت ہوگی خدا نے انہیں دنیا میں بھی مقبولیت دی تھی اور اپنے ہاں بھی، انشاء اللہ مقبولیت ہی سے نوازے گا۔ غم ہے ہمارا کہ ہم سے بڑا فیض منقطع ہو گیا محسن و مربی ہم سے جدا ہو گئے۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کو ان کی وفات کے بعد کسی عارف باللہ نے خواب میں دیکھا پوچھا حضرت مرنے کے بعد کیا گزری فرمایا دنیا میں علماء موت سے ڈراتے رہتے تھے بڑی سخت چیز ہے میں تو فقہ کا ایک مسئلہ سوچ رہا تھا سوچتے سوچتے یہاں آ پہنچا، کچھ خبر نہیں موت کیسے آئی ، دوسری بات یہ فرمائی کہ حق تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور فرمایا اے محمد (رحمہ اللہ تعالیٰ) اگر مجھے بخشنا نہ ہوتا تو اپنا علم تیرے سینے میں کیوں ڈالتا۔ گویا علم ڈالنا اس بات کی علامت ہے کہ اسے بخش دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ مکرم کے سینے میں اپنا علم ڈالا اور علم کے ساتھ آثار خشیت الٰہی ، تقویٰ طہارت عطاء کیئے ان کے علم کو نافع بنایا، اور ایسا علم جو بالغ ہونے کے ساتھ عمل سے مقرون بھی ہو یہ مقبولیت کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ وہاں بھی مقبولیت سے نوازیں گے لیکن جتنا بڑا ان کا علم و کمال تھا اتنا ہی ہم لوگوں کو غم ہے کہ اس کمال سے محروم ہو گئے یہ جدائی کا صدمہ ہے اور رہے گا جب کوئی بڑی شخصیت اٹھتی ہے تو برس ہا برس تک ہر موقع پر یاد آتی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں

کہ اہل علم اہل کمال مرتے نہیں جب ان کے آثار موجود ان کا علم موجود ان کا کمال سامنے وہ درحقیقت ایک حالت میں زندہ میں اور ہماری تربیت اور رہنمائی کر رہے ہیں اللہ والے مرتے نہیں او جھل ہو جاتے ہیں۔

مستند مقولہ ہے کہ درخت کا بہترین تعارف اس کے اپنے پھل میں صدیاں گزرنے کے باوجود اس مشہور مقولہ کی صداقت میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے مستثنیات تو ہر جگہ موجود ہیں حضرت استاذ العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے حلقہ درس میں ان کے افادات علمی تربیت اور دانش و بینش کا فیضان ان سینکڑوں تلامذہ سے نمایاں ہے جنہیں ان سے شرف تلمذ رہا یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ کم از کم نصف صدی سے برصغیر کی مصروف زندگی اور اس کے نمایاں گوشوں میں حضرت کے تلامذہ اس طرح برسر پیکار ہیں کہ وہ خود اپنے استاد کا کامل تعارف بن گئے اس وقت آپ کے تلامذہ ایسے بزرگوار استاذ الاساتذہ بھی موجود جو 1940ء سے علوم اسلامیہ کی تدریس کر رہے ہیں بلاشبہ مختلف حوالوں سے آپ کے تلامذہ کی دس گیارہ گیارہ پشتیں علم کا نور ہر سو پھیلا رہی ہیں آپ نے ساٹھ سال سے زائد عرصہ علم کی خدمت کی ہے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

عشق رسول ﷺ

نبوت و رسالت کے عقیدے کا لازمی نتیجہ حضور ﷺ سے والہانہ محبت اور عشق اور آپ کے اطاعت و پیروی سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اپنے رسول ﷺ کی جیسی پیروی چاہتے ہیں وہ اسی وقت ممکن ہے جب آدمی کا دل نبی ﷺ کے عشق و محبت سے سرشار ہو اگر کوئی شخص آپ کو نبی مانتا ہے مگر اس کا دل آپ کی عنایت درجہ محبت سے محروم ہے تو اس کا ایمان ہی مشکوک و مشتبہ ہے کیونکہ کامل محبت کے بغیر اطاعت و فرمان برداری کی منزلیں طے نہیں ہو سکتیں حضور ﷺ کا فرمان محبوب نہ رکھتا ہو یہی وجہ ہے کہ مسلمان علماء و فضلاء اور شعراء نے اپنے اپنے رنگ میں حضور ﷺ سے اپنے والہانہ عشق کا اظہار کیا ہے عشق رسول ﷺ کے بہت سے مظاہر ہیں مثلاً

ذکر رسول ﷺ کرنا، سیرت رسول ﷺ پڑھنا حدیث رسول ﷺ پڑھنا، پڑھانا، نعت رسول سننا اور سنانا، میلاد النبی ﷺ شریعت مطہرہ کے مطابق منانا وغیرہ آج کل لوگوں نے ان میں سے اپنی پسند کی چیز اختیار کر لی کسی نے صرف نعت کو عشق رسول ﷺ سمجھا، کسی نے صرف نعرے لگانے کو عشق رسول ﷺ سمجھ لیا، یعنی اطاعت رسول ﷺ سے صرف نظر کر لی یہ بڑی بدقسمتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بالا سب امور عشق رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کے مظاہر ہیں حقیقت میں اصل عشق رسول ﷺ یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو اسوہ رسول ﷺ کے تابع بنائے کسی معاملے میں اپنی رائے کو باقی نہ رکھے اس کے پیش نظر ہر وقت یہ بات ہو کہ حضور اقدس ﷺ کا عمل کیا تھا اور حکم کیا ہے محض زبان سے عشق کے دعوے کرنا اور عمل سے اس کی نفی کرنا کسی صورت عشق رسول ﷺ نہیں کہلا سکتا، حضرت سلطان العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کے اسلامی معاشرت کے معاملات میں تصلب اور استقامت تھی دینی امور میں، ذرہ برابر مداہنت اختیار نہ فرماتے ان کا مقصد ہی دین تھا ہر وقت اللہ کی رضا اور اتباع شریعت مدنظر تھی خلاف شریعت کام کے بارے میں کبھی نرمی اختیار نہ فرماتے۔

شیخ سے محبت:

حضرت سلطان العلماء رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے شیخ و مرشد سے انتہائی م ت تھی اور طالبین سلوک و معرفت کیلئے شیخ کی محبت اس راہ میں بڑی معاون ہوتی ہے شیخ سے عشق کی وجہ سے یکسوئی میسر آ جاتی ہے اور معرفت سلوک کی طرف جذبہ اور لگن کے ساتھ رخ کرتا ہے انقیاد کے ساتھ جب محبت کی آمیزش ہو جائے تو پھر منزل تک رسائی بڑی سہل ہوتی ہے حضرت استاذ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس محبت و جذب و سکر کے بجائے خرد کا پہلو بھی تھا، کہ اپنے شیخ و مرشد سے انتہائی محبت تھی مگر عشق و محبت کے ساتھ ہوش و زم اور احتیاط کو ہاتھ سے نہ جانے دنیا آپ کی گویا فطرت تھی اس لئے مغلوبیت کے آثار کبھی پیدا نہیں ہوئے۔

آئمہ ومحدثین وفقہا کا ادب احترام

ادب واحترام کا حصول علم سے بڑا تعلق رکھتا ہے مشائخ کے ادب سے علم میں برکت ہوتی ہے کہ خلف کیلئے سرچشمہ علوم یہی سلف ومشائخ ہیں جو طالب علم حصول علم کے دوران اساتذہ ومشائخ کا ادب نہیں کرتے یا اپنے اسلاف کے بارے ناشائستہ اور گستاخانہ کلمات کہتے ہیں ان کے علم میں برکت نہیں ہوتی خواہ کتنے ہی ذہین ہوں اور باادب اگرچہ ذہین نہ بھی ہو اللہ تعالیٰ ان سے دین کی خدمت لے لیتا ہے اور ان کا علم مثمر اور متعدی ہوتا ہے حضرت میں مشائخ اور سلف کا احترام کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا زبان پر کبھی ایسا لفظ نہیں آیا جس سے معمولی سی بے ادبی کا بھی شائبہ ہو اسلاف کا تذکرہ ہمیشہ احترام اور عقیدت سے فرماتے ایک مرتبہ چند نام ونہاد اہل علم نے دو بزرگوں کے درمیان فضیلت کا تقابل کچھ اس طرح شروع کیا جس سے دونوں بزرگوں کی توہین کا پہلو نکلتا تھا میں نے حضرت استاذ العلماء سے عرض کی آج کل یہ مسئلہ زیر بحث ہے ان میں سے کون افضل ہے حضرت نے ارشاد فرمایا نیک بخت دونوں ہمارے بزرگ ہیں اور دونوں علم وعمل میں ہم سے زیادہ ہیں ہم کس طرح ایک بزرگ کو دوسرے پر ترجیح دے سکتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک صاحب نے آپ کے دو استاد کے اسماء لے کر پوچھا ان میں سے کون زیادہ علم والے تھے آپ نے ارشاد فرمایا میرے دونوں استاد میرے لئے قابل احترام میں میرے علم کو ان کے علم سے ذرا بھی نسبت نہیں۔ چنانچہ حضرت استاذ محترم رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی خلاصہ ہے محبت اور اطاعت رسول ﷺ۔

زندگی کچھ بھی نہیں تیری محبت کے بغیر
اور بے روح محبت ہے اطاعت کے بغیر

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر کو منور وٹھنڈا اور درجات کو بلند فرمائے اور ہم سب متعلقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین۔

آفتاب علم غروب ہوا

تحریر: حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی زیدہ مجدہٗ لاہور

رنج کتنا بھی کریں ان کا زمانے والے
جانے والے تو نہیں لوٹ کے آنے والے
اب کوئی مشکل نہ پرچھائیں نہ آواز کوئی
خواب ہی ہو گئے تعبیر بتانے والے

21 فروری اتوار کو بندہ ناچیز جب جامعہ جلالیہ رضویہ مظہر الاسلام داروغہ والا لاہور میں اسباق سے فارغ ہوا تو بخار کی وجہ سے طبیعت پر گرانی سی محسوس ہو رہی تھی چنانچہ میں نے کمرہ کا دروازہ بند کیا اور نماز ظہر تک آرام کرنے کا ارادہ کیا اتنے میں دروازے پر کسی نے دستک دی بندہ نے دروازہ کھولا تو مفتی محمد اشرف صاحب نقشبندی کا ایک شاگرد کھڑا تھا وہ ایک ایسی خبر دینے آیا تھا جو ہر دردمند دل کو نڈھال کر دینے والی تھی، کہنے لگا کہ حضرت علامہ بندیالوی کا وصال ہو گیا ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔یکسر سوچ نے پلٹا کھایا خیالات ماضی کی طرف لپکے غم والم کے سائے پھیلنے لگے نصف النہار میں غروب آفتاب کی خبر یقیناً بڑی وحشت ناک تھی۔

اس عالم امکان میں کاروان وجود کے راہیوں کو یقیناً ایک دن راہ عدم پے چلنا پڑتا ہے روزانہ ہی ہجر وفراق کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن ہر کسی کی جدائی کی نوعیت اور انداز جدا ہوتا ہے کسی کی جدائی کا غم اپنے افراد خانہ کو نڈھال کرتا ہے تو کسی کا فراق اہل محلہ یا اہل شہر محسوس کرتے ہیں لیکن کچھ جدا ہونے والوں کے وجود سے پورے کارواں کی محبتیں وابستہ ہوتی ہیں جب وہ عالم وجود سے رحلت کرتے ہیں تو پورے کارواں پہ سکتہ طاری ہو جاتا ہے حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا سانحہ ارتحال ضمیر انسانی میں سرائیت کر جانے والا ایک صدمہ ہے کسی شخصیت کے دائرہ مقبولیت کی وسعت اور اس کے آثار حیات کو اسی معیار سے پرکھا جا سکتا ہے کہ اس کی

ولادت پر خوشی کی لہر کی حدود اربعہ کیا تھیں اور پھر غم وصال کا دائرہ کیا ہے ولادت پہ خوشی ایک تعلق رکھنے والے چند افراد کو تھی لیکن آج قبلہ استاذی محترم رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات پر ایک جہاں افسردہ ہے۔

آج مسند تدریس افسردہ ہے اس کی زینت نہ رہی
آج انداز تدریس افسردہ ہے اس کا جوبن نہ رہا
آج علمی میدان نوحہ کناں کہ اس کا شاہسوار نہ رہا
اقلیم منطق بے چین ہے کہ اس کا تاجدار نہ رہا
آج درس نظامی کو صدمہ ہے کہ اس کا علمبردار نہ رہا
آج خیر آبادی سلسلہ پہ سکتہ ہے کہ اس کا عظیم سپوت نہ رہا

آج دانش کدے غم کی چادر اوڑھے ہیں آج درس گاہیں اشک باری کر رہی ہیں آج مدرس کی آنکھ بھی غمناک ہے آج مفتی بھی سراپا غم ہے آج شیخ الحدیث بھی پھوٹ پھوٹ کے رو رہا ہے عجب عالم طاری ہے اور کوئی عجب نہیں ایسے نفوس کیلئے فضا کا جگنو بھی تڑپتا ہے اور پانی کی مچھلی بھی عرش عظیم پہ بھی ہلچل ہوتی ہے اور چیونٹیوں کے سوراخوں مین بھی صف ماتم بچھتی ہے ۔تقریباً ساڑھے تین بجے رات کا وقت ہوگا جب ہماری بس کٹھہ والی پہاڑی پر رینگتی ہوئی اوپر چڑھ رہی تھی حضرت کی نماز جنازہ میں شریک ہونا تھا میری آنکھ شیشے سے دور دراز تک جھانک رہی تھی فضا میں تیرتی ہوئی نگاہ کبھی ان ڈھلوانوں میں روشن قمقموں کی دیکھتی جنہیں ہم نیچے چھوڑ آئے تھے اور کبھی پہاڑوں کی بلند وبالا چوٹیوں کی طرف اٹھتی اب دل کی دھڑکنیں پہلے سے تیز ہو رہی تھیں۔قبلہ استاذی المکرّم کے دیس کے قرب کا احساس بڑھتا جارہا تھا۔خیال بار بار سنگلاخ چٹانوں سے کہہ رہا تھا کہ تجھ میں کیسے درشہوار نے جنم لیا۔

اب آنکھوں سے بہنے والے آنسو داڑھی کو تر کرتے جارہے تھے بار بار خیال آتا کہ قبلہ استاذی المکرّم رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے جب میرا بیٹا فدا محمد فوت ہوا تھا تو گولڑہ شریف

سے میرے حضرت صاحب تشریف لائے رات کو پہاڑوں میں راستہ نہیں ملتا تھا تو ان کے ساتھیوں نے اذانیں پڑھیں خیال آتا کہ آج ہم اس خاموش پہاڑی سلسلے کو عبور کرتے ہوئے حضرت کے دیہات کے اسی راستے میں ہیں کبھی یہ خیال آتا کہ پہلے جب ان راہوں سے گزر کر حضرت کی بارگاہ میں حاضری ہوتی تو آپ پوچھتے تھے کس راستے سے آئے ہو۔کیسے آئے ہو؟ کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی آج کون پوچھے گا؟

ہم پانچ بجے پدھراڑ اترے اور تقریباً ایک گھنٹہ چلنے کے بعد ڈھوک ڈھمن میں حضرت کے گاؤں میں پہنچے اور نماز فجر ادا کی۔آج اس اجڑے دیار میں کچھ اور ہی کیفیت ہے ہوا ٹھنڈی تو ہے مگر دکھی بھی ہے رات کا اندھیرا جاتو رہا ہے مگر بادل نخواستہ شاید جنازہ میں وہ بھی شرکت چاہتا ہے بہر حال سورج کی کرنیں تو آخری دیدار کیلئے پہنچ آئی ہیں پچاس سال تک اس چراغ علم و حکمت سے نکہت و نور پانے والے پروانے بھی دور دور سے آرہے ہیں۔آخری آرام گاہ تیار ہو رہی ہے سرزمین ڈھمن تو نے بالآخر اپنی امانت واپس لے ہی لی۔اے زمین تو کتنی عظیم ہے تیرے سپوت نے سینکڑوں ذہن منور کیئے ہزاروں دلوں میں اجالا کیا ہزاروں آنکھوں کو دیکھنا سکھایا، ہزاروں زبانوں کو بولنا سکھایا کہاں کہاں تک اس کی تجلی نہ گئی، کدھر کدھر اس کا فیض نہ پہنچا میں قبر شریف کیلئے پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہا تھا وقفے وقفے کے بعد جھانک کے قبر میں دیکھتا اور خیال کرتا وہ ہمالہ علم اتنی سی جگہ میں کیسے سمائے گا میں نے بار بار اس گڑھے کو دیکھا جسے تھوڑی دیر بعد روضة من رياض الجنة بن جانا تھا دل خاک ترتب سے مخاطب تھا کہ اے خاک مزار تجھ میں وہ آنے والے ہیں جن کی یاد دلوں میں باقی ہے جن کے افکار کئی ذہنوں میں محفوظ ہیں جن کے معارف کئی سینوں کی سوغات ہیں جن کا انداز ان کے شاگرد اپنائے ہوئے ہیں جن کی بہت سی امانتیں ہمارے پاس ہیں آج وہ خود تیری امانت بن کر آرہے ہیں اب بھیڑ ہے جم غفیر ہے علماء بھی ہیں عوام بھی ہیں، فضلاء بھی ہیں، خطباء بھی، مشائخ بھی ہیں، مریدین بھی۔حضرت کو غسل دیا گیا اور اچانک شور سا اٹھتا ہے حضرت کی چارپائی باہر لائی جارہی ہے حضرت آج اپنے

پہلے گھر کو چھوڑ رہے ہیں۔ یہ نہ پوچھو کہ افرادِ خانہ کا غم کیسا ہے؟ یہ نہ پوچھو کہ آج صاحبزادہ فدا حسن پر کیا بیت رہی ہے؟ ذرا کان لگا کر دہلیز خانہ کا نالہ تو سنو حضرت کے بند دار المطالعہ کی آہیں کیسی دل دوز ہیں؟ ایک ایک اینٹ کی چیخ و پکار، دل ہلا دینے والی ہے، بیٹھک کے رونگٹے کھڑے ہیں، مسجد کی حالت بھی عجیب ہے، لو دیکھو چارپائی باہر آرہی ہے، جگر ہلا دینے والی آہیں ہیں، فدا حسن تم اکیلے ہی نہیں ہم بھی ایسے ہی ہیں یہ سایہ صرف تمہارے سر ہی سے نہیں ہمارے سر سے بھی اٹھ گیا ہے سارے اہلسنت تمہارے ساتھ غم میں برابر شریک ہیں، اب ہر کندھا چارپائی کے نیچے آنا چاہتا ہے، ہر ہاتھ چارپائی سے مس کرنے کیلئے تڑپ رہا تھا اور ہر آنکھ دیدار کی ایک جھلک کیلئے بے تاب تھی۔

ایک نورانی چہرہ، سفید داڑھی ہے، حسن محو تبسم ہے، چہرے پہ پارسائی کا پہرہ ہے، نصف صدی کی تدریس آج کے چاند کا ہالہ ہے۔ 83 سالہ زندگی کا روشن کردار بھی ساتھ ساتھ ہے ایک نسبی بیٹا ہے۔ ہزاروں نسبت روحانی کے بیٹے ہیں سب چہرے کی زیارت چاہتے ہیں۔

مسجد کے میناروں نے تو اوپر سے دیکھ لیا، دائیں بائیں کے کہساروں کی بلندی بھی آج ان کے کام آگئی ہم کافی اپنے سروں کو اونچا کر رہے ہیں مگر ابھی نہیں۔

بالآخر دھکوں کے بھنور سے گزرتا ہوا میں بھی قریب جا پہنچتا ہوں آنکھیں چہرے تک پہنچتی میں تو ایک سچے عاشق رسول ﷺ کا چہرہ نظر آتا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

آنکھیں چہرے پر جمنے کی کوشش کرتی ہیں مگر قدم زمین پر نہیں جمتے پھر میں مزید آگے بڑھتا ہوں میرا ہاتھ چارپائی کو جا لگتا ہے۔ کلمہ طیبہ کا ورد ہو رہا ہے کچھ دیر تک چارپائی کے ساتھ چلنے کی سعادت حاصل ہوتی ہے درمیان میں ایسا موقعہ بھی ملتا ہے اپنا ہاتھ حضرت کی مبارک

داڑھی سے مس کرتا ہوں اور گلاب کے پھول کی کلی چہرے سے لگا کر اٹھا لیتا ہوں۔

اب عوام و خواص کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا عوام سے زیادہ خواص نظر آرہے تھے حضرت کی نماز جنازہ ادا کرنے کیلئے صفیں بنائی جانے لگی اب کتاب ماضی کا ایک اور ورق کھل کر سامنے آگیا جس نے احساس غم کو اور بڑھا دیا یہ ورق 18 نومبر 1985ء کا تھا جب میرے مرشد دل جنید زمان، امام العرفا، حافظ الحدیث حضرت پیر سید جلال الدین شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا سفر آخرت ہوا تھا وہ لمحے بھی بڑے درد و الم کے تھے۔

جب صفیں بن گئیں ہیں حضرت خواجہ حافظ محمد حمید الدین صاحب سیالوی زیدہ مجدہٗ اپنے استاذ گرامی کا جنازہ پڑھانے والے ہیں آج اس جنازے میں شرکت کرنے والوں کے مقدر بھی بڑے نرالے ہیں ایک جہاں کے استاذ کی نماز جنازہ میں شرکت کرنا یقیناً کفارہ سیہأت بن جائیگا۔

حضرت بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھا جاتا ہے صمیم قلب میں مزید دعائیں مانگی جارہی ہے پھر زیارت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس کے بعد آپ کا جسد اطہر پروانوں کے ہجوم میں جائے مزار پر لایا جاتا ہے، قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پڑھے جارہے ہیں حضرت کا جسد اطہر چارپائی سے تابوت میں منتقل کیا جاتا ہے۔

صاحبزادہ فدا حسن، مولانا نذر حسین کے ساتھ ساتھ ہیں، اب صندوق بند کر دیا گیا۔ لو اب عرصہ دیدار ختم ہو گیا جن کے چہرہ انور کے سامنے تین سال مسلسل حاضری رہی اور پھر گاہے بگاہے زیارت کا سلسلہ رہا، پچاس سے زائد مرتبہ جن کی خواب میں زیارت ہوئی اب صرف یہی (خواب والا) رابطہ ہی باقی رہ گیا۔

لو اب تابوت شریف زمین میں اتار دیا گیا ہے سوز و گداز اور سسکیوں کی کیفیت قبر پر پتھر کے سلیب رکھے جارہے ہیں پھر مٹی ڈالنا شروع کی جاتی۔

فرمان الٰہی۔ منھا خلقنا کم و فیھا نعید کم یاد آرہا ہے۔

احساس ایک بار خاک مرقد سے مخاطب ہوتا ہے۔

ایک خاک مزار جو تجھ میں جلوہ گر ہوئے، ٹھیک ہے کہ خاکی انسان ہیں مگر یہ ایک عام انسان نہیں۔ محدث بھی تھے، مفسر بھی تھے، فقیہ بھی تھے، متکلم بھی تھے، محقق بھی تھے، مدقق بھی تھے، مفتی بھی تھے، مدرس بھی تھے، مصلح بھی تھے، مبلغ بھی تھے، مفکر بھی تھے، مصنف بھی، عالم بھی تھے اور عامل بھی۔

اے خاک مزار ہم نے تجھے سروں کا سایہ دیا، اے خاک مزار ہم نے تجھے جوہر گراں مایہ دیا اے خاک تو ان کیلئے حشر تک رحمتوں کا سایہ بنی رہے۔

اے استاد محترم!

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

اللھم ان استاذنا عطاء محمد فی رحمتك و حبل جوارك وقهٔ من فتنة القبر و عذاب النار وانت اهل الوفاء الحق اللھم اغفرله ورحمه انك انت الغفور الرحیم

دلدادۂ دین ودانش

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر معین نظامی، صدر، شعبہ فارسی
پنجاب یونیورسٹی لاہور

جن کے سائے میں کبھی بیٹھ کے ستایا تھا
وہ گھنے پیڑ، مری راہ گزر چھوڑ گئے

استاذ العلماء والمشائخ حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ اتوار 21 فروری 1999ء کو اپنے آبائی گاؤں ڈھوک دھمن، ڈاکخانہ پدھراڑ ضلع خوشاب میں راہی ملک بقا ہوگئے۔ یہ روح فرسا خبر سنی تو لیونارڈ کوہن (Leonard Cohen) کا ایک مصرع اپنی تمام تر سادہ بیانی اور اذیت ناک معنویت کے ساتھ دل ودماغ کے گنبد بے در میں کسی سر پٹکتی ہوئی ملول صدائے بازگشت کی طرح بار بار گونجتا رہا۔

His death on my breast is harder than stone.

بیس سال ہوگئے تھے کہ میں ان کی زیارت نہیں کر سکا تھا کوشش ہی نہیں کی تھی۔ میں جن حالات میں ان سے ملا اور بچھڑا تھا، ان کی روشنی میں سوچتا تھا کہ ناراض ہوں گے ابھی تک معاف نہیں کیا ہوگا ملوں گا تو برہم اور کبیدہ خاطر ہوں گے باعث تکلیف نہ ہی بنوں تو بہتر ہے لیکن وہ یاد بہت آتے رہے اپنی حیات سراپا حسنات کے دوران بھی اور وفات الم آیات کے بعد بھی، میرے لیئے وہ تھے بھی تو ایک مسحور کن طلسماتی کردار ہی نا! دو ماہ ان کے پاس رہا لیکن مجھ پر ان کی پراسراریت نہ کھلی۔ وہ شفقت بھی بہت فرماتے تھے کبھی کبھی کھل کر ہنس بول بھی لیتے تھے لیکن میں ہمیشہ انہیں بہت فاصلے سے دیکھتا رہا۔ وہ بہت بلندی پر مسند آراء تھے اور میں بہت پستی میں کھڑا تھا۔ کھڑا بھی کہاں تھا؟ پھسلتا جاتا تھا۔ ایسے میں فاصلے کیسے کم ہوتے؟ طلسمات کی دربستہ کرشمہ گاہیں کیسے منکشف ہوتیں؟

دنیائے عرب کے عظیم شاعر احمد شوقی بک (متوفی: 1351ھ) نے جس فرشتہ خصال معلم کی تجلیل و تمجید کی ہے وہ یقیناً حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا ہی کوئی آئیڈیل معلم ہوگا۔

قُمْ لِلْمُعَلِّمِ وَفِّهِ التَّبْجِيلَا
كَادَ الْمُعَلِّمُ اَنْ يَّكُوْنَ رَسُوْلَا
اَعَلِمْتَ اَشْرَفَ اَوْاَجَلَّ مِنَ الَّذِيْ
يَبْنِيْ وَيُنْشِئُ اَنْفُسًا وَّعُقُوْلَا

شوقی کا دوسرا شعر ''استفہام انکاری'' کا عمدہ نمونہ ہے۔ بلاشبہ عقل و شعور کی تشکیل و تعمیر اور باطن کے تزکیہ و تطہیر کرنے والے کے مقابلے میں نسل انسانی میں سے اور کون برتر ہو سکتا ہے؟

حضرت مولاناؒ بالاتفاق والاجماع اپنے عہد کے امام المنقول والمعقول تھے ان کے گونا گوں جمال شمائل، کمال خصائل اور احوال فضائل کے شایان شان بیان اور ان سے اپنی نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی ارادت، محبت اور خصوصی شرف شاگردگی کے کماحقہٗ اظہار کیلئے محض چند صفحوں پر مشتمل ایک تاثراتی سا، سرسری سا خاکہ نما مضمون تمام ابعاد کے احاطے کے لئے بہت ناکافی ہے اور اس خوب رائگاں کی قسمت میں بالکل یونہی تشنہ تعبیر رہنا لکھا ہے جیسے کوئی بیگانہ حواس، نسیم صبح کے تازہ دم، خنک اور خوشگوار تسلسل کو محض دو چار سانسوں میں بہ تمام و کمال، اپنی روح میں اتار لینے کی معصومانہ کوشش کرے یا آفتاب عالم تاب کی کرنوں کے زرتار کارواں کو کسی ایک آدھ دریچے کے محدود چوکھٹے میں سمولینا چاہے یا کسی گل و سمن آباد کی صف بہ صف آتی ہوئی ساری کی ساری خوشبو کے لطف کو دس انگلیوں کی مٹھیوں میں جکڑ لینے کی سعی نامشکور کرے!

میرے جد امجد حضرت خواجہ حافظ غلام سدید الدین معظمیؒ (متوفی 16 رجب 1409ھ، 22 فروری 1989ء) سجادہ نشین آستانہ عالیہ معظم آباد (مرولہ شریف) تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا خود ایک جید عالم اور مستند مفتی و فقیہ اور اپنے زمانے کے اکابر علمائے منقول و

معقول کے تربیت یافتہ تھے۔ آپؒ مدرس بھی اس اعلیٰ پائے کے تھے کہ حضرت شیخ الاسلام سیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی 17 رمضان 1401ھ، 20 جولائی 1981ء) کے صاحبزادہ والا شان اور خود آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے صاحبزادگان کے علاوہ آپ سے درسی استفادہ کرنے والوں میں حضرت علامہ عزیز احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ (متوفی 7 جمادی الاول 1416ھ، 13 اکتوبر 1995ء بروز منگل) اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اشرف سیالوی مدظلہ جیسے مایۂ ناز علمائے کرام کے نام شامل ہیں۔

حضرت جد امجد رحمہ اللہ تعالیٰ کا میلان طبع علوم عقلیہ کی طرف زیادہ تھا، فلسفہ و منطق سے اتنی گہری دلچسپی تھی کہ زمانہ طالب علمی میں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے منطق کا پورا نصاب دو بار اور حمد اللہ اور فن مناظرہ کی اہم کتاب رشیدیہ تین تین بار سبقاً پڑھیں اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان علوم کی طرف عدم توجہ پر اکثر و بیشتر شاکی رہتے تھے۔ چونکہ حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ ان علوم و فنون کی غیر معمولی اہمیت و افادیت کے قائل تھے اور مدارس اہلسنت میں اپنے عہد میں علوم عقلی کے مسلم الثبوت استاد اور فلاسفہ و مناطقہ سلف کی بہترین یادگار تھے اور حضرت جد امجد کے کڑے معیار علمی کو مختلف مجالس و مباحث میں حضرت مولانا کی اصابت علم، صلابت رائے، رفعت فکر اور بے مثال قدرت استنباط و استنتاج کا بخوبی اندازہ ہو چکا تھا، اس لیئے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کی تعریف میں رطب اللسان رہتے اور معاصر علماء میں اپنے شیخ مکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کے بعد جس ہستی کی عظمت علمی کا سب سے زیادہ ذکر خیر فرمایا کرتے وہ استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ ہی تھے۔

دوسری طرف بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی حضرت استاذ العلماء بھی میرے دادا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم و فضل اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے علم و فضل اور آپ کی ذہانت و فطانت سے بے حد متاثر تھے۔ حضرت جد امجدؒ کی وفات کے بعد آپؒ نے 13 شعبان 1409ھ، 22 مارچ 1989ء کو اپنے آبائی گاؤں مین ان کی علمی و دینی خدمات کے بارے میں بڑے سائز کے آٹھ

صفحات پر مشتمل ایک مفصل عالمانہ اور محققانہ تاثراتی مقالہ تحریر فرمایا تھا جو غیر مطبوعہ صورت میں
راقم الحروف کے پاس محفوظ ہے۔علاوہ ازیں آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے آپ کے انتقال کی خبر سن کر
،استاد مرحوم نے ایک تعزیت نامے میں انہیں اپنا ایک پرانا مہربان اور بہی خواہ قرار دیا اور لکھا
حضرت مولانا (غلام سدید الدین رحمہ اللہ تعالیٰ) پرانے مشائخ کی یادگار اور ملت اسلامیہ کے
عظیم معمار تھے، نیز تحریر فرمایا، اس قحط الرجال کے دور میں حضرت مولانا کا وجود باجود غنیمت تھا۔

میں اپنے تشکیل شعور کے زمانہ آغاز میں اپنے جد امجد رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کے زیر سایہ رہا
ہوں اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ ازراہ شفقت ومحبت مجھے اپنا ''چوتھا بیٹا'' فرمایا کرتے تھے آپ رحمہ
اللہ تعالیٰ علیہ کی دلی آرزو تھی کہ اللہ مجھے علم دین سے بہرہ وافر عطاء فرمائے اور اس پر عمل کی توفیق
بھی ارزانی کرے۔چنانچہ جب میں ناظرہ ختم قرآن کریم اور درس نظامی کے مطابق فارسی
زبان وادب اور صرف ونحو کی تحصیل سے فارغ ہو گیا، تو ہفتہ 5 ربیع الاول 1399ھ،3فروری
1979ءکو آپ مجھے ساتھ لے کر علی الصبح دار العلوم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف پہنچ گئے
،آپ کے خیال میں اب میری استعداد اتنی ہو گئی تھی کہ میں استاذ الکل حضرت مولانا عطاء محمد چشتی
گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے درس سے استفادہ کے قابل ہو چکا تھا۔اس وقت میری عمر سولہ سال
تھی۔

دار العلوم میں سب سے پہلے حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد الحق مدظلہ سے ملاقات
ہوئی۔آپ ؒ نے سلسلہ درس موقوف فرمایا اور والہانہ محبت واحترام سے پذیرائی کی، کمال اخلاق
،اکرام علم اور مہمان نوازی کا یہ بے مثال مظاہرہ مجھے ہمیشہ یاد رہے گا۔اس دوران میں کئی طلبہ آ
آکر حضرت جد امجدؒ کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔حضرت استاذ العلماء دوسری منزل پر
واقع اپنے حجرے میں محو تدریس تھے۔اطلاع ملتے ہی تشریف لائے۔میں انہیں سیڑھیاں اتر کر
ہماری نشست گاہ کی طرف آتے ہوئے دیکھ رہا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنی بغلوں میں دبے
ہوئے، بالکل سیدھے ہو کر جوانوں کی طرح تیز تیز چل کر آرہے تھے۔میں نے بکثرت ان کی

علمیت وفضیلت کا سن سن کر، دل ودماغ میں ان کی ایک خیالی تصویر بنا رکھی تھی، ایک لمبا تڑنگا
،موٹا تازہ، پہلوان نما خشک عالم دین، سرمہ اور عطر لگائے ہوئے عمامہ وعبا میں ملبوس! انہیں دیکھ
کر خیالی تصویر بے چاری تو کرچی کرچی ہو گئی۔ماننے کو جی ہی نہیں چاہتا تھا کہ یہ ہیں امام
المنقول والمعقول حضرت علامہ عطاء محمد چشتی گولڑوی جن کا ذکر کرتے کرتے دادا جانؒ تھکتے ہی
نہیں! وہ لمبے تڑنگے تو تھے لیکن پورے بدن پر غیر ضروری گوشت کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا
سادہ سے کپڑوں میں ملبوس تھے ایک کھلی سی گرم ٹوپی نے ان کے تقریباً آدھے کان ڈھانپ
رکھے تھے۔پاؤں میں کوئی عام چپل سی تھی۔نہ سرمہ، نہ عطر، نہ عمامہ، نہ قبا، نہ رعونت۔یقین
فرمائیے بڑی مایوسی ہوئی، وہ علم وفضل کا ایک چلتا پھرتا ہیولیٰ تھے اور بس! اور ابھی میں نے علم و
فضل کہاں دیکھا تھا، محض ایک ہیولائے متحرک وناطق ہی دیکھا تھا!

جانبین ایک دوسرے سے بڑی خندہ روئی اور تواضع سے پیش آئے ادھر ادھر کی کچھ رسمی
باتیں ہوئیں۔باواجیؒ سے کہنے لگے'' آپؒ کے خاندان کی خدمت، میرے لئے سعادت ہے
لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت عزیز کیلئے میرے پاس بالکل کوئی وقت نہیں ہے''! میں دل ہی
دل میں بڑا خوش ہوا کہ چلیں بچ گئے اور یہ خیال بھی آیا کہ یہ سادہ لوح باواجیؒ ہی کا حوصلہ ہے جو
ہر وقت ان کی تعریفیں کرتے رہتے ہیں ورنہ اتنے روکھے پھیکے آدمی کا تو کوئی نام بھی نہ لے!
میری حیرت اور پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی جب حضرت مولاناؒ نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد
فرمایا'' اگر صاحبزادہ صاحب اذان فجر سے نماز فجر کے درمیانی وقفے میں پڑھ سکتے ہیں تو بندہ
حاضر ہے۔یہ وقت میرے وظائف اور چائے کا ہے۔اور اگر عزیز کیلئے مشکل ہو تو معذرت قبول
فرمائیں، اگلے سال سے شروع کر لیں گے!'' جد امجدؒ میری طرف دیکھے بغیر جھٹ سے بولے
'' جی حضرت! بالکل ٹھیک ہے برخوردار بڑی آسانی سے حاضر ہو جایا کرے گا۔یہ اس کی خوش
نصیبی ہے کہ آپؒ نے یہ زحمت قبول فرمالی'' ادھر برخوردار سعادت آثار تھے کہ کاٹو تو جیسے بدن
میں لہو نہیں! بھئی باواجیؒ کو مجھ سے بھی تو پوچھ لینا چاہیے تھا۔خواہ مخواہ مولاناؒ کو بھی سردردی میں

ڈالا، اور میرے لئے بھی مصیبت کھڑی کردی!

تھوڑی دیر بعد مولاناؒ واپس تشریف لے گئے کہ انہیں ابھی مزید پڑھانا تھا اس دن میں ان کی ذہین وفطین آنکھوں کی چمک، لب ولہجے کے استحکام، قوت فیصلہ کی استواری، صاف گوئی اور ایثار سے بہت متاثر ہوا۔ دوپہر کا پر تکلف کھانا ہم لوگوں نے دار العلوم ہی میں کھایا، اسی اثناء میں میرے لئے ایک الگ کمرا صاف کروا کے اس میں میرا مختصر سا سامان رکھوادیا گیا۔ حافظ بشیر احمد سدیدی بطور خادم میرے ہمراہ تھے۔

باواجیؒ نے میرے پاس خاطر کیلئے اس رات کو بندیال ہی میں نذر حسین قوال (مرحوم) کے ہاں قیام فرمایا۔ اور مجھے حضرت استاذ العلماءؒ کے خصوصی احترام، نماز کے بروقت بجاآوری اور دار العلوم کے قواعد وضوابط کی سخت پابندی کی تلقین کی۔ افسوس کہ مجھ سے کسی ایک ہدایت پر بھی عمل نہ ہوسکا۔

اگلے دن سے سلسلہ درس شروع ہوا میری زندگی کی سب سے بڑی بدقسمتی شاید یہی ہو کہ حضرت مولاناؒ سے استفادہ کا یہ سلسلہ دو ماہ سے زیادہ نہ چل سکا اور میں اپنے طور پر ایک مضبوط منطقی استدلال کا سہارا لے کر، حضرتؒ کی عدم موجودگی میں بغیر کچھ سوچے سمجھے بغیر کسی کو کچھ بتائے، سامان اٹھا کر واپس چلا گیا مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کہ اس ناعاقبت اندیشانہ سانحے میں میری اپنی بہت سی کوتاہیوں کو دخل ہے جن کی جزئیات کا بیان یہاں بے محل ہے اس سلسلے میں استاذ العلماءؒ کے تین خط محفوظ ہیں۔ فی الحال دوسرے خط (خیر الامور اوسطھا) کا ایک اقتباس وضاحت کیلئے کافی ہے۔

''بندہ کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ جناب نے عزیز کو چلے آنے کا حکم دیا ہے یا کہ ان کا اپنا اجتہاد ہے۔ بہر حال اگر جناب کا خیال عالی ہو تو ان کو واپس روانہ فرمادیں، بندہ تدریس کے معاملے میں سخت متشدد واقع ہوا ہے، اس لیئے سابقہ عریضہ روانہ کردیا، ورنہ کوئی بات نہ تھی، بچے تھے اور پہلی دفعہ ذرا گھر سے دور گئے تھے، سمجھانے بجھانے سے آہستہ آہستہ متوجہ ہوجاتے''۔

دو ماہ کے اس مختصر دور استفادہ نے جسے ''شعلہ مستعجل'' کہنا بے جا نہ ہوگا مجھے کچھ امتیازات سے بھی سرفراز کیا، جن کا ذکر محض تحدیث نعمت اور اظہار سپاس کے طور پر ضروری سمجھتا ہوں۔

ا۔ میں نے رسالہ صغریٰ، اوسط اور کبریٰ کی تدریس کے دوران، حسب معمول یہ کوشش کی ان کا ترجمہ اور تشریح بھی لکھوں۔ چنانچہ میں شعوری کوشش کر کے، لفظی ومعنوی طور پر حضرت مولاناؒ کی توضیحی تقاریر ان کے قریب تر رہ کر لکھتا رہا، یہ شروح حضرت جد امجدؒ نے بہ نظر تحسین ملاحظہ فرمائی تھیں اور اپنے ایک مکتوب میں ان کی اشاعت کا ارادہ بھی ظاہر کیا تھا۔

افسوس یہ کہ شرحیں کئی سال پہلے جناب بشیر احمد سدیدی، بغرض استفادہ چند دنوں کے کیلئے مستعار لے گئے تھے اور میں کئی برسوں سے ان چند دنوں کے ختم ہونے کا انتظار کر رہا ہوں مجھے معلوم نہیں کہ یہ تحریریں ان کے پاس محفوظ بھی ہیں یا نہیں؟ اگر موجودہ ہیں تو نظر ثانی کر کے ان کی اشاعت، علم منطق کے مبتدیوں کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

دوسرا نکتہ بڑی اہمیت کا حامل ہے اور وہ یہ ہے کہ تقریباً دو ماہ ایسے گزرے کہ حضرت استاذ العلماءؒ کی نگاہ فیض بخش، علی الصبح سب سے پہلے مجھ پر پڑتی رہی۔ رحمت الٰہی سے بعید نہیں ہے کہ وہ جذب وکیف اور نور وسرور سے معمور انہی لمحوں کو میرے لئے وسیلہ بخشش ونجات بنا دے۔

شدید سردی میں، کئی بار موسلا دھار برستی ہوئی بارش میں بھی اذان فجر سنتے ہی میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوجاتا۔ کبھی آپؒ محو نماز ہوتے (غالباً یہ فجر کی سنتیں یا کوئی نوافل ہوتے ہوں گے) اور کبھی نماز سے فارغ ہو کر مشغول دعا ہوتے۔ دو یا تین بار ایسا ہوا کہ وضو کر رہے تھے یا اس کے بعد ریش مبارک میں کنگھی کر رہے تھے اس وقت مجھے یوں لگتا جیسے میں کسی عالم یا فلسفی ومنطقی یا مدرس کے بجائے کسی صوفی باصفا کی بارگاہ میں حاضر ہوں آخر ایسا کیوں نہ ہوتا انہوں نے حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہٗ العزیز کی آنکھیں دیکھ رکھی تھی اور حضرت

سید غلام محی الدین بابو جی علیہ الرحمۃ سے استفاضۂ روحانی کیا ہوا تھا اس وقت وہ پوری طرح تازہ وشاداب ہوتے اور چہرۂ انور سے جمعیت خاطر اور سکون قلب کی کرنیں پھوٹ رہی ہوتی تھیں ۔درس کے دوران وہ میری ذہنی سطح کے مطابق ہر نکتہ دقیق نہایت عمدگی سے سمجھاتے ،بعض اوقات لب مطلب دہراتے اور کبھی کبھی اپنے سامنے ساری بحث کے تکرار کا حکم دیتے۔

۳۔امام المناطقہؒ نے میرے جد امجدؒ سے خصوصی تعلق خاطر کی وجہ سے میرے لئے خصوصی کلاس کا اہتمام کیا اور اپنا اوراد و وظائف کا نورانی وقت میرے لئے مخصوص کیا۔شاید حضرتؒ کے ساٹھ سالہ تدریسی نظام الاوقات میں اس نوعیت کی اور کوئی کلاس کبھی نہیں رہی ہوگی

۴۔آپؒ مجھ پر خصوصی توجہ فرماتے۔اکثر و بیشتر کوتاہیوں سے صرف نظر کرتے۔کبھی کبھی مناسب انداز میں سرزنش بھی کرتے جس میں محبت کی شیرینی ،گوشمالی کی کڑواہٹ پر غالب رہتی۔ہاں ایک بار تو دل ہلا دینے والی ڈانٹ کھانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔کبھی کبھی ازراہ تشویق نہایت بچے تلے لفظوں میں میری ذہانت کی داد بھی دیتے۔جب زیادہ مانوس ہو گئے تو اکثر اپنے شیخ مکرمؒ اور خانقاہ گولڑہ شریف کا ذکر فرماتے۔آپؒ نے دوران درس کئی بار علماء اور مشائخ کے نالائق صاحبزادوں کے دلچسپ اور عبرت آموز لطیفے بھی سنائے (شاید احقر کو آئینہ دکھانا مقصود ہوتا تھا) ایک دو بار میں باداجیؒ کی طرف سے شہد اور دواء المسک کا تحفہ لے گیا تو نہایت خوش دلی سے قبول کیا اور آپؒ کا شکریہ ادا کیا۔ایک دو بار خصوصی فرمائش کر کے میرے توسط سے دواء المسک منگوائی جو چشتی دواخانہ چوک نسبت روڈ لاہور میں تیار ہوئی تھی۔فرماتے تھے ''اس کے اجزاء خالص لگتے ہیں''۔

دیگر اوقات میں کم ہی آمنا سامنا ہوتا تھا ان دنوں میرے چچا استاد حضرت صاحبزادہ حمید الدین احمد صاحب مدظلہ دیار حبیب ﷺ میں مقیم تھے۔انہیں بھی آپؒ سے نسبت تلمذ حاصل تھی۔چنانچہ استاد اور شاگرد میں گاہے بگاہے میرے ذریعے خط و کتابت ہوتی رہی۔ایک بار میں چچا جان کا خط پہنچانے حاضر ہوا دوپہر کا وقت تھا دھوپ میں چارپائی پر بیٹھے مالٹے کھا رہے

تھے۔بڑے اصرار سے مجھے بھی اپنے ساتھ شریک کیا یہ اسلوب دلنوازی ہی تھا جو لوگوں کو ان کا اسیر کر لیا کرتا تھا۔علاوہ ازیں آپؒ کو نمازوں کے اوقات میں مسجد جاتے ہوئے اور عصر کے وقت سیر کیلئے نکلتے ہوئے دیکھا کرتا تھا۔

۵۔حضرت علامہ صاحبزادہ محمد عبد الحق گولڑوی بندیالوی مدظلہ' اور ان کے صاحبزادگان والا شان بھی احقر پر خصوصی چشم عنایت مبذول رکھتے تھے۔میری بے ضابطگیوں پر کبھی شاکی نہیں ہوئے۔میرے لئے ناشتہ،دو وقت کا کھانا اور رات کو دودھ آپ کے گھر سے آتا تھا۔بلاشبہ خرد پروری اور بندہ نوازی کی ایسی مثالیں آج کل ''النادر کالمعدوم'' کے حکم میں شامل ہیں۔

۶۔بندیال میں نذر حسین مرحوم کے علاوہ حضرت مولانا مختار احمد صاحب (جامعہ قمر العلوم گجرات) میرے پرانے بے تکلف دوست تھے جو معظم آباد میں جد امجد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختلف کتب پڑھتے رہے تھے اور بغرض تکمیل تحصیل بندیال شریف میں مقیم تھے ان کے علاوہ ایک اور وجود مسعود قیام بندیال کے دوران میرا نفسیاتی اور روحانی سہارا بنا۔یہ تھے حضرت پیر سردار احمد صاحب (سجادہ نشین کھر پیڑ شریف،پتوکی،قصور) ان کے والد مغفور بھی حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد تھے اب وہ بھی وہاں پڑھ رہے تھے۔ان کے پاس بھی الگ کمرہ تھا اور ان کے خادم یار محمد صاحب ان کے ساتھ رہتے تھے۔صاحبزادہ سردار احمد صاحب نہایت حکیمانہ بصیرت سے لحہ لحہ میری دلجوئی کرتے رہے۔ان سے اب تک رشتہ اخوت ومودت استوار ہے اور اس میں بھی انہی کی وفا شعاری اور عالی ظرفی کو دخل ہے۔صاحبزادہ صاحب موصوف بھی اپنے کثیر الفیضان والد بزرگوار کی طرح اہل دل،صاحب جذب اور کشتۂ ''مثنوی معنوی'' ہیں۔ان کی محبت اور دوستی فی الواقع میرے ان اکتائے ہوئے شب و روز کا حاصل ہے۔ولیم کوپر (W. Cowper) کے لفظوں میں بڑی صداقت کہ ہمنشینی ،دوستی اور محبت کی نعمت واقعی اللہ کا انعام خاص ہے،اور میں اس سلسلے میں بڑا خوش نصیب ثابت ہوا ہوں۔

نماز فجر کے بعد میں دو تین گھنٹوں میں لکھنے اور اگلا مطالعہ کرنے سے فارغ ہو کر کچھ دیر سو لیتا اور پھر ایک طویل بے مصرف دن شروع ہو جاتا۔ میں دن بھر مارا مارا پھرا کرتا۔ کبھی ریلوے اسٹیشن کی طرف نکل جاتا اور مولوی بشیر احمد صاحب کو مسواک کاٹنے کیلئے مختلف کیکروں پر اتارتا چڑھاتا رہتا۔ شام کو ہم تازہ نفیس مسواکوں کا گٹھا سنبھالے دارالعلوم میں وارد ہوتے تو یوں لگتا جیسے مسواک بیچنے آئے ہوں! یہ مسواک مختلف مستحق طلبہ کی خدمت اقدس میں جبراً پیش کر کر کے ثواب دارین کمانے اور آتش جہنم سے خلاصی کے حصول کی کوشش کی جاتی تھی۔

کبھی کبھی میں بندیال کے رئیسوں کے آبائی قبرستان میں چلا جاتا اور گھنٹوں وہاں بیٹھا ، بڑی بڑی پرشکوہ مرمریں قبروں میں مدفون مرحومین کی زندگی اور عاقبت کے بارے میں سوچتا رہتا۔ عجب عبرت کا منظر ہوا کرتا تھا۔ قبرستان کا مجاور مجھ سے مانوس ہو گیا تھا اور کچھ باز پرس نہیں کرتا تھا۔ شاید وہیں قریب ہی کوئی نلکا بھی تھا ایک دو بار وہاں لنگوٹ باندھ کر کھلے آسمان تلے نہانے کی عیاشی بھی کی۔ اس وقت میں نے تھل اور اس کی ریت کی مہک کی قریب سے محسوس نہیں کیا تھا چنانچہ چند طالب علموں کی رہنمائی میں تھل کی ریت کو بھی چھو آئے کئی بار استاذ العلماءؒ کے استاد و مربی حضرت علامہ یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی 1363ھ/1947ء) کے مزار پر انور پر ایصال ثواب کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ دو چار بار نذر حسین اور اس کے عزیزوں کے ہاں قوالیاں بھی سنیں مگر ایک بے نام اضطراب اور کوئی نا آسودہ سی سیمابیت تھی جو ہمیشہ آتش زیر پا رکھتی تھی۔ ایسی حالت میں مجھے اس امر بدیہی کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ میں دارالعلوم کے قواعد و ضوابط کی دھجیاں بکھیر رہا ہوں اور میرا طرز عمل کئی لوگوں کی کاہلی یا بے راہ روی کا باعث بن رہا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ میں اپنی کم آمیزی کے باوصف بعض اوقات طلبہ کی محفلوں میں طرح طرح کے غیر محتاط چٹکلے بھی چھوڑتا رہتا تھا۔ ان میں سے ایک دلچسپ چٹکلا یہ بھی تھا کہ مشہور عرب شاعر متنبی (متوفی 354ھ) نے خاموشی کی فضیلت میں کہا تھا، ''اِنَّ الْبَلَاءَ مُوَکَّلٌ بِالْمَنْطِقِ'' یعنی گفتگو بعض اوقات باعث ابتلا بن جاتی ہے۔ میں نے شرارتاً یہ پرچار

شروع کر دیا کہ متنبی نے دراصل علم منطق کی مذمت میں یہ کہا ہے۔ شدہ شدہ یہ حرکتیں اور باتیں اساتذہ اور مہتمم حضرات کیلئے پریشانی کا باعث بننے لگیں۔ اب یہ ساری باتیں سوچتا ہوں تو دل ناتواں پر ایک بار ندامت لد جاتا ہے اور ان بزرگوں کے حوصلے کے سامنے سر جھک جاتا ہے جو مجھے برداشت کرتے رہے۔

ان ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر میرے مخلصین یعنی حضرت صاحبزادہ سردار احمد صاحبؒ اور مولانا مختار احمد صاحب نے بڑی دلسوزی سے مجھے سمجھایا کہ میں یوں اپنے قیمتی وقت کا ضیاع نہ کروں اور کسی اور موزوں درس میں بھی بیٹھنا شروع کر دوں۔ سے مبارک تھا بات میرے بھیجے میں بیٹھ گئی اور یوں مجھے یہ شرف حاصل ہوا کہ میں حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے درس فقہ میں شامل ہو کر قدوری پڑھتا رہا تا آنکہ آن قدح بشکست و آن ساقی نماند! (قدح میں نے خود توڑی، ساقی وہیں کا وہیں سیرابی خلائق میں مشغول ہے بس میں ہی خمستان علم و فضل سے نکل آیا)۔

استاذ الکل حضرت علامہ عطاء محمد بندیالویؒ کی شخصیت کے بارے میں میرا مجموعی تاثر یہ ہے کہ وہ ایک ہمہ صفت موصوف عالم ربانی تھے، محض کتابی علم و حکمت کے بحر بے کراں کے غواص ہی نہیں تھے۔ بلکہ عام عملی حکمت و دانش کا اندوختہ وافر بھی رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ حلقہ خواص میں ان کی جتنی پذیرائی ہوتی تھی گروہ عوام میں بھی اتنے ہی محبوب و مقبول تھے۔ وہ تین سال اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن رہے۔ جمعیت العلمائے پاکستان کے مرکزی سینئر نائب صدر تھے۔ مگر یہ تمام مناصب ان سے ان کی وہ سادگی، خلوص اور ملنساری نہیں چھین سکے جو آپؒ کی سرشت میں شامل تھی۔ اب بھلا ڈھوک ڈھمن پدھراڑ کے مضافاتی ناخواندہ لوگ ان کے فضائل علمی کا کس قدر ادراک کر سکتے تھے لیکن آپؒ کی شفقت و ایثار کی زنجیروں نے انہیں بھی تا حیات آپؒ کا غلام بے دام بنائے رکھا۔ وہ ایسے جامع الصفات، کثیر الجہات اور سرچشمہ برکات تھے کہ کسی دارالعلوم کے محتاج نہیں تھے بلکہ عالم اسلام کا ہر دارالعلوم ان کا محتاج تھا۔ رع

صدی تک تو وہ اپنے استاد کے مصلے پہ تکیہ کئے بندیال میں بیٹھے رہے تقریباً تیس برس کے لگ بھگ مختلف مدارس میں مشغول تدریس رہے بقول سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ ''ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت'' والا معاملہ ہوتا تھا، تشنگان علم کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے اور جنگل میں منگل کا ساسماں پیدا ہو جاتا۔ وہ انتہائی قائدے اور ضابطے کے انسان تھے غیر معقول بات ان کے لئے قابل برداشت نہیں تھی وہ اصولی باتوں پر سمجھوتا کر لینے والے مصلحت اندیش گروہ میں سے نہیں تھے بلکہ جابر سلاطین کے سامنے کلمہ حق کہنے والے سلسلہ سرفروشاں کے سرخیل تھے۔ رات کو دن اور ظلمت کو نور کہہ دینا ان کے منشور زندگی کی کسی ضمنی شق میں بھی شامل نہیں تھا کیونکہ ان کے خوددار ضمیر نے کبھی سرکاری، درباری ملا بننا پسند نہیں کیا کوئی دینوی مسئلہ ہوتا یا شریعت کا معاملہ وہ اپنے فہم کے مطابق قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے بارے میں رائے قائم کرتے اور اس کے حتمی اعلان سے پہلے بار بار اس پر تفکر و تدبر کرتے جب ان کی دیانت انسانی اور فراست ایمانی اس پر مہر تصدیق ثبت کر دیتی تو وہ نہایت واشگاف الفاظ مین اس کا اظہار کرتے اور پھر پورے عزم و ثبات کے ساتھ اس پر ڈٹ جاتے۔ علوی النسب بھی تو تھے، پسپائی کا لفظ ان کی لغت میں وجودی نہیں تھا۔ وہ نہ صرف صادق تھے بلکہ حامی صداقت اور مجاہد حق و حقیقت بھی تھے علمی زوال، روحانی ابتذال اور عمومی انحطاط کے اس ٹھہرے ہوئی پانی جیسے آلودہ ساج میں ایسے سر پھرے لوگ بھلا کہاں قابل برداشت ہوتے ہیں؟۔

گفتار راست مایۂ آزار می شود
چوں حرف حق بلند شود دار می شود

سچی بات باعث تکلیف ہو جاتی ہے جب حرف صداقت بلند ہوتا ہے تو صلیب بن جاتا ہے۔

حضرت مولانا کو اواخر عمر میں اس جرم حق شعاری کی بہت بھاری سزا بھگتنا پڑی۔ علم وحکمت اور فضل وعرفان کے اس کوہ ہمالیہ پر ایسے ایسے نام نہاد علمائے نے نہایت بھونڈے انداز

میں تقریری و تحریری حملے کئے کہ خدا کی پناہ! حالانکہ اگر ان گرگٹ صفت لوگوں کا علمی و تحقیقی قد و قامت ناپا جائے تو بالشت کو بھی خفت اٹھانی پڑھے۔ لیکن آفرین صد آفرین امام الآئمۃ العصرؒ کی روح پرفتوح پر کہ آپؒ نے قرون اولیٰ کے علماء کی طرح تحمل و متانت اور تہذیب و شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا نہ اپنے مؤقف سے سر مو ہٹے اور نہ کسی ایسی خفیف الحرکتی کا سوچا جو آپؒ کے مرتبے کے شایان شان نہ تھی۔ سارے زخم تمغہ ہائے محبت بنا کر دل میں سجا لئے کہ اپنوں ہی کے دیئے ہوئے تھے۔ ہر چہ از دوست می رسد نیکوست!

اوچھے ہتھکنڈے آزمانے والوں کو بھی اچھی طرح سے معلوم تھا کہ چاند کا تھوکا خود اپنے ہی منہ پر آتا ہے مگر وہ بھی اپنی جبلت رذیلہ کے اقتضاء کے سامنے بے بس تھے اس ساری کاروائی میں حضرت مغفورؒ کے مرتبہ و مقام میں کوئی کسر شان واقع نہیں ہوئی اور نہ ان بے چارے بالشتیوں کا قد ہی چند انچ بڑھ سکا۔

مَنْ كَانَ فَوْقَ الشَّمْسِ مَوْضِعُهُ
فَلَيْسَ يَرْفَعُهُ شَيْءٌ وَلَا يَضَعُ

(جس کا مقام سورج سے بھی بلند تر ہوتا ہے اس کی قد و منزلت کسی چیز سے بھی بیش و کم نہیں ہوتی)

حضرت علامہ بندیالویؒ علم کے آب حیات کا زندہ رود تے۔ فلسفہ وحکمت قدماء کا یہ ابر کرم اپنی حیات مستعار کے آخری لمحے تک باران فیض وعطا بن کر برستا رہا مگر میں علم وعرفان کے اس ابر نیساں سے محض چند بوندیں ہی لے سکا۔ میری بے بضاعتی کا عالم دیکھئے کہ میری تنگی داماں، گلستان فضل وکمال کی چند ادھ کھلی کلیوں پر ہی قناعت کر گئی مگر اس میں اس سرچشمہ جود وعطا کا کیا قصور! بہر حال میں عمر بھی اس روحانی کرب میں مبتلا رہوں گا کہ وہ کچھ نہیں بن پایا جو مجھے میرے سب سے عزیز محسن و مربی بنانا چاہتے تھے اور نہ میں اپنے عہد کے رازی اور بوعلی سے کامل استفادہ کر سکا۔ اب اس ناقابل تلافی محرومی کا ماتم کرنے سے بھی کیا ہوگا؟

لَوْ كَانَ نُوْرُ الْعِلْمِ يُدْرَكُ بِالْمُنٰى

مَا كَانَ يَبْقٰى فِى الْبَرِيَّةِ جَاهِلُ

(اگر خواہشوں کے مطابق علم کی روشنی ملتی رہتی تو روئے زمین پر کوئی بھی جاہل نہ رہتا!)

حضرتؒ کی خونِ جگر سے روشن کی ہوئی شمعیں ان کے حقیقی علمی وارثوں کی صورت میں ضیا پاشی کر رہی ہیں۔ چراغ سے چراغ جلنے اور اشاعت نور و ترویج علم کا یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا اور اس وقت تک حضرت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ یادیں طالبان ہدایت کی دھڑکنوں سے سرگوشیاں کرتی رہیں گی۔

ہم ہیں وہ زندہ لوگ کہ مرنے کے بعد بھی

برسوں ہمارا نام بھلایا نہ جائے گا

ستائش کی تمنا سے بے نیاز ہستی

تحریر: حضرت علامہ فضل سبحان قادری (مردان)

مجھے حضرت استاذی و استاذ الکل کے وصال کی خبر مورخہ 22 فروری 1999ء صبح 9 بجے ملی، یقین نہیں آ رہا تھا۔ بندیال فون کیا کسی نے نہیں اٹھایا پھر جامعہ نظامیہ لاہور فون کیا تو خبر کی صداقت کا علم ہوا۔ جب دار العلوم قادریہ کے طلباء کو حضرت استاذ صاحب کے ایصال ثواب کیلئے ختمات پر مامور کیا اور حضرت استاذ الکل کے آخری دیدار کی تمنا لے کر عازم ڈھوک دھمن ہوا مگر اتنی خوش نصیبی اور سرعت کہاں سے لاتا کہ 2 گھنٹوں میں مردان سے ڈھوک دھمن پہنچ جاتا بہرکیف 3 بجے پہنچا سب حضرات جنازہ پڑھ کر جا چکے تھے صرف باہر کے وڑچھ شریف کے صاحبزادہ موجود تھے باقی علاقہ کے لوگ تھے صاحبزادہ فدا حسن صاحب سے بغل گیر ہوئے اور خوب خوب دل سے رویا پھر حضرت کے مزار منور پر حاضر ہوا اور مرقد منورہ پر سر انکساری رکھ کر استاذ مکرم کے فراق پر اپنے آپ کو ضبط میں لانے کے باوجود دل قابو میں نہ رہا اور خوب آہ بکا کیا اور یہ محسوس ہوا کہ ہم علماء یتیم ہو گئے اور پھر بدنصیبی کہ آخری دیدار سے بھی محروم رہا۔ بہرکیف درد و غم کے لمحات بہت مشکل سے گزرتے ہیں لیکن پھر دل کو تسلی اس تصور سے ہو جاتی ہے کہ الحمد اللہ اس ناچیز نے استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشن کو سرحد میں زندہ رکھا ہوا ہے اور سرحد کے کونے کونے تک حضرت قبلہ استاذی المکرم صاحب کا فیض پہنچ چکا ہے اور سرحد کے ہر علاقہ میں اس ناچیز کی وساطت سے استاذ صاحب قبلہ کے علمی انوار و برکات چمک رہے ہیں اور مدرسین مقررین و مصنفین ہر میدان کے لوگ پیدا ہو چکے ہیں اور سرحد میں یارسول اللہ ﷺ کے نعرے تلے دین مصطفوی ﷺ کی ہر میدان میں خدمت ہو رہی ہے یہ سب حضرت قبلہ استاذ صاحب کا صدقہ جاریہ ہے اور ایک کی محنت و خلوص و محبت اور تدریسی مساعی جمیلہ کے ثمرات ہیں اور آپ کے بابرکت علم کی ضیاء سے اللہ تعالیٰ آپ کے مرقد منور تک ان کے جملہ صدقات جاریہ کے

اجوار پہنچادے اوران کی خدمات کا اجرانہیں عنایت فرمائے آمین ثم آمین۔

حضرت قبلہ استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری زندگی تدریس علوم دینیہ کیلئے وقف تھی اور تدریس کا وہ لازوال شوق رکھتے تھے کہ مشکل ترین کتابیں پڑھا کر پھر بھی ہم نے کبھی آپ سے ایسے کلمات نہیں سنے جو اکتاہٹ یا تھکاوٹ پر دال ہوں۔ پھر طریقہ تدریس بھی ایسا کہ مدرس کیلئے تو بہت مشکل اور تھکا دینے والا مگر طالب علم کیلئے انتہائی مفید اور مدرس بنانے والا اور وہ یہ کہ طالب علم سے عبارت پڑھاتے اور عبارت میں بھی صرفی نحوی قواعد وترکیب کے ساتھ طالب علم سے غلطی کی تصحیح بھی فرماتے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ سے چھوٹی کتابیں پڑھنے والا طالب علم بھی صحیح عربی عبارت پڑھنے میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ عبارت کے بعد کتاب کے مصنف کی غرض بیان فرماتے کہ یہ عبارت مصنف یا شارع نے کس مقصد کیلئے تحریر فرمائی ہے ۔اس کے بعد عبارت کے مدلوات کی تقریر فرماتے اور سوال و جواب سے بھی مالہ و ماعلیہ بیان فرماتے اور پھر عبارت پڑھنے والے طالب علم سے اپنی پوری تقریر سنتے اسی طریقہ سے چھوٹی کتابوں سے لے کر بڑی کتابوں تک تمام طلباء کو پورا دن پڑھاتے۔

بلکہ ہمیں یاد ہے کہ سردیوں کی صبح کی نماز سے قبل حضرت استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک یا دو سبق پڑھایا کرتے تھے اور ایسا بھی ہوا کہ صبح کسی کام کو جانا ہے تو رات کو اسباق پڑھانے شروع کردیئے تاکہ طلباء کا کل کا دن ضائع نہ ہو اور طلباء کو مشکل سے مشکل مقام سمجھانے کا حضرت استاذ صاحب ایسا ملکہ رکھتے تھے کہ حضرت کے روبرو تلمذ کے زانو ٹیکنے والے کو کوئی مقام یا مسئلہ مشکل لگتا ہی نہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ حضرت استاذ صاحب قبلہ سے جس طالب علم نے پڑھا ہے اس کو قاضی مبارک پڑھانا اور نحو میر پڑھانا ایک سا لگتا ہے اور یہ ناچیز حضرت قبلہ استاذ صاحب کے تلامذہ میں نالائق ترین شاگرد ہے مگر بحمدہٖ تعالیٰ فراغت کے فوراً بعد تدریس کے پہلے سال حمد اللہ صدرا مطول وغیرہ کتب پڑھاتا رہا اور حضرت استاذ صاحب کا ہی فیض تھا کہ نہ مطالعہ میں اور نہ ہی تدریس کے وقت کوئی مشکل محسوس کی۔ بہرکیف مجھے تجربہ ہو چکا ہے تیس

سالہ تدریس کا کہ حضرت استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جیسے جو کتاب پڑھائی ہے وہ تحقیق کے ساتھ ساتھ یاد بھی کرادی اور تلامذہ کو ایسا ملکہ منتقل کردیا کہ کبھی بھی کسی فن کی کسی کتاب کے مطالعہ اور پڑھانے میں انہیں کوئی مشکل پیش نہ آئے گی اور یہ تجربہ سے مجھے یقین ہو چکا ہے کہ پختہ کار مدرسین وعلماء تیار کرنا یہ فضیلت اور امتیاز پورے ملک میں صرف اور صرف ہمارے قبلہ استاذ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو حاصل تھا ایسے ایک واحد و یکتا معمار ملت کا اٹھ جانا خون کے آنسو رونے کا باعث ہے اور ایسا نقصان ہے کہ شاید تا آخر اس کی تلافی نہ ہو سکے۔ بہرکیف لکھتے لکھتے قبلہ استاذ صاحب رحمہ اللہ علیہ کے کمالات وصفات حمیدہ تو ختم نہیں ہو سکتے اور خوب ہے کہ اہل زمانہ تمام علماء کرام کو اس کا اعتراف ہے تو اب میں کیا سورج کو چراغ دکھاتا پھروں گا بس یہ چند کلمات حقیقتاً تحریر کیئے تاکہ اجر وثواب میں بھی حصہ دار بنوں۔

باتیں ان کی یادرہیں گی

تحریر: حضرت صاحبزادہ مولانا محمد داؤد رضوی (گوجرانوالہ)

عرصہ دراز سے شیخ المدرسین استاذ الاساتذہ حضرت عطاء محمد چشتی گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے تفصیلی ملاقات کا اشتیاق تھا۔

اے رضا ہر کام کا ایک وقت ہے۔

کے مصداق امسال رمضان المبارک سے قبل جب بسلسلہ تبلیغ سرگودھا وخوشاب حاضری ہوئی تو راقم الحروف اپنے برادر اصغر محمد رؤف رضوی سلمہ اور صوفی مرید احمد رضوی کے ہمراہ بوقت ظہر ڈھوک دھمن پہنچ گیا اب خیال آرہا تھا کہ ہماری اس عظیم شخصیت سے ملاقات کیسے ہوگی؟ تعارف کون کرائے گا؟ اور اس عظیم شخصیت سے مجھ جیسا کم فہم وکم علم گفتگو کیسے کرے گا؟ اچانک ایک باریش نوجوان میرے پاس آکر گویا ہوا۔

آپ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب کے صاحبزادے ہیں

میں نے کہا ”الحمدللہ جی ہاں“

یہ باریش فاضل نوجوان مولانا نذر حسین صاحب تھے جن کو حضرت شیخ المدرسین کی حیات مبارکہ کے آخری دور میں آپ کی شاگردی وخدمت گزاری کا موقع ملا۔

مولانا نذر حسین فرمانے لگے، جب حضرت استاذ صاحب گوجرانوالہ تشریف لے گئے تھے تو خادم کی حیثیت سے میں بھی ساتھ تھا وہاں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔

بہرحال نذر حسین فرمانے لگے کہ میں ابھی استاذ صاحب کے پاس سبق پڑھ کر آرہا ہوں اب وہ نماز ادا فرمائیں گے آپ حضرات بھی نماز پڑھ لیں

نماز کی ادائیگی کے بعد ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھے اپنے قریب ہی بیٹھنے کا حکم فرمایا میں نے حضرت والد محترم علامہ الحاج ابوداؤد

محمد صادق صاحب کی طرف سے سلام عرض کیا تو آپ نے میرے جواب میں ارشاد فرمایا کہ والد صاحب کو ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا میں نے آپ کی کمال شفقت ومہربانی سے حوصلہ پاکر اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ سے چند سوالات بھی کیئے باوجود نقاہت وکمزوری کے آپ نے بڑے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کے جوابات ارشاد فرمائے۔

میں نے عرض کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فتح کی ابتدائی آیات کا ترجمہ فرمایا ہے بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں اور تمہارے پچھلوں کے جب کہ آج بعض لوگ اس سے (معاذ اللہ) نبی کریم ﷺ کے گناہ مراد لیتے ہیں اس سلسلے میں آپ کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضرت شیخ المدرسین فرمانے لگے۔مولوی نذر حسین نے اس سلسلے میں مجھے بتایا تھا تو میں نے اسے استاد بندیال والوں (یعنی مولانا یار محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ) کی تقریر سنائی تھی۔قبلہ استاذ بندیال والے فرماتے تھے کہ ذنب اور ك ضمیر کے درمیان امت محذوف ہے۔دیکھو نا باہر سورج چڑھا ہو تو اگر زمین پر کوئی پیشاب کردے اور وہ جگہ سورج سے خشک ہوجائے تو وہ زمین پاک ہوجائے گی اسی طرح نبی کریم ﷺ بہ منزل سورج کے ہیں۔تو جو ساری مخلوق ہے نا اس پر جب آپ کے نور نبوت کی روشنی پڑتی ہے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔تو آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے۔

لیغفر لك الله ماتقدم من ذنب (امت)ك۔یعنی امت کے اگلے اور پچھلے گناہ ۔(بڑوں سے ٹکر لینا) یہ حماقت ہے نا چھوٹا منہ بڑی بات۔

مسئلہ تصویر

میں نے عرض کی کہ حضور بعض حضرت کہتے ہیں کہ جو تصویر کیمرے سے بنائی جائے وہ جائز ہے البتہ ہاتھ کے ساتھ برش وغیرہ کے ذریعے بنائی جانے والی تصویر ناجائز ہے۔

آپ رحمہ اللہ فرمانے لگے میری تحقیق یہ ہے کہ کیمرہ اور ہاتھ ایک ہی چیز ہے میں بغداد شریف گیا تھا اپنے حضرت صاحب گولڑہ شریف والوں کے ساتھ (یعنی غلام محی الدین نور اللہ مرقدہٗ) تو میں نے پاسپورٹ کیلئے تصویر نہیں اتروائی بغیر تصویر کے میرا پاسپورٹ تھا۔

میں نے عرض حضور بعض لوگ کہتے ہیں کہ تصویر تو عکس ہوتا ہے حضرت فرمانے لگے عکس کا کیا معنی ہے۔ عکس تو ایک منطقی ہوتا ہے یہ غلط تاویلیں ہیں۔ تصویر بالکل منع ہے، بالکل منع ہے۔ میں نے عرض کیا آج کل جلسوں اور محافل نعت وغیرہ میں ویڈیو بنتی ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضرت علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمانے لگے سب ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں فتنوں سے بچائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے حضرت شیخ المدرسین رحمہ اللہ تعالیٰ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

دنیائے تدریس میں یکتائے روزگار

تحریر: حضرت علامہ مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی کونڈوی (خوشاب)

استاذ الاساتذہ امام المناطقہ استاذ العرب والعجم جامع المعقول والمنقول الحاوی الفروع والاصول مرجع العلماء والفضلاء حضرت قبلہ علامۃ العصر مولانا الحاج الحافظ عطاء محمد چشتی گولڑوی قدس سرہٗ العزیز دنیا تدریس میں یکتائے روزگار تھے اہلسنت کے مدارس حضرت قبلہ مرحوم ومغفور کے تیار شدہ مدرسین کی بدولت ہی آباد ہیں فن تدریس میں جو کمالات آپ کو حاصل تھے اس کی نظیر موجودہ دور میں مفقود ہے تدریسی کتب کے مشکل مقامات جو کہ مطالعہ میں بڑے بڑے فضلا حل نہیں کر سکتے تھے امام المدرسین ان مشکل مقامات کو فی البدیع بیان فرما دیتے۔

حضرت قبلہ استاذی المکرم مرحوم ومغفور سے یہ واقعہ بندہ نے خود سنا جو آپ نے فرمایا کہ میں جب 1963ء میں حج پر گیا تو اس دن حرم کعبہ میں طلباء اپنے استاذ سے زکوٰۃ کا مسئلہ پڑھ کو تکرار کر رہے تھے لیکن وہ سبق کا مفہوم اچھی طرح ذہن نشین نہیں کر پائے تھے۔

طلباء اپنے پڑھے ہوئے سبق پر مطمئن نہیں ہو رہے تھے میں قریب میں بیٹھ کر سن رہا تھا میں نے طلباء سے عربی میں کہا اگر مجھے کہیں تو یہ سبق دوبارہ سمجھا دیتا ہوں میرے اس کہنے پر وہ بہت خوش ہوئے بندہ نے وہ مقام عربی میں ان کو سمجھا دیا جس پر وہ سب مرحبا یا شیخ کہنے لگے۔

جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ دوران تدریس مناسب مقام ہے اختلافی مسائل کی تحقیق آپ کی امتیازی خصوصیت تھی شرح عقائد خیالی، مسلم الثبوت اور بیضاوی وغیرہ میں مسئلہ امتناع کذب باری تعالیٰ وغیرہ کو شرح وبست سے بیان فرماتے مخالفین کے شبہات کا رد اور اہل سنت و جماعت کے دلائل زوردار طریقہ سے بیان فرماتے مدرسین علماء میں یک فنی مدرس تو بے شمار ملتے ہیں لیکن ہر فن کا مدرس ہونا یہ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ ہی کی خصوصیت تھی۔

خیرآباد کی جانشینی کا ادعا

تحریر: حضرت علامہ مولانا شاہ حسین گردیزی زیدہ مجدہٗ کراچی

اس وقت پاکستان بھر میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تدریس میں آپ کا کوئی مثیل ونظیر نہیں ہے خیرآباد کی جانشینی کا ادعا آپ ہی کو زیب دیتا ہے۔ لاریب علم کے اس دورِ انحطاط میں آپ کا وجود مسعود خیرآبادی کا روشن چراغ ہے گزشتہ مدرسین کی وسعت علم کی نشانی اور عظمت کردار کی علامت ہیں اس دور میں جس طرح آپ نے نئی نسل کو انتقال علم کیا اس میں کوئی آپ کا ہمسر نہیں

اس وقت ستر برس کی عمر ہے مگر صحت جوانوں کی سی ہے۔ چہرہ پر زینت علم کی گل کاریاں موجود ہے ویسے بھی خداوند جمیل نے آپ کو صورت جمیل عطاء فرمائی ہے، کرتا تہبند، عمامہ یا ٹوپی زیب تن فرماتے ہیں اور سیاہ خضاب استعمال کرتے ہیں خوش خلق خوش مزاج اور خندہ رو ہیں تاہم کبھی کبھی غصہ وغضب کی شعلہ نوائیوں میں چنگاریاں بھی اڑاتے ہیں درشتی ونرمی کا امتزاج رکھتے ہیں۔

سب سے عمدہ سب سے جدا

تحریر: حضرت علامہ حافظ محمد اقبال قادری زیدہ مجدہٗ کراچی

دین کے ایک ادنی طالب علم کی حیثیت سے میں نے وقت کے اکابر علماء ومدرسین کی بارگاہ میں حاضری دی نامور مدرسین کو پڑھاتے دیکھا اور سنا خود میں نے بہت سے اساتذہ کرام سے نور کا علم حاصل کیا مگر بندیال شریف کی بات ہی اور ہے اور بقول مولانا شاہ محمد عارف اللہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ یہ سچ ہے کہ۔

بندیال میں علم پڑھایا نہیں جاتا پلایا جاتا ہے۔

مجھے اس نسبت پر ساری عمر ناز رہے گا کہ میں نے اپنے عہد کے سب سے بڑے استاذ ذی وقار استاذ العلماء فخر المدرسین علامہ یار محمد بندیالوی رحمۃ الباری کے فرزند دلبند علامہ محمد عبد الحق بندیالوی مدظلہ العالی کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہوں ایک بار اپنے والد گرامی حافظ حکیم احمد حسین رحمہ اللہ تعالیٰ کی علالت کے باعث جب گھر (ڈیرہ اسماعیل خان) آیا تو سوچا یہاں قریب ہی ایک مشہور علمی درسگاہ میں ہی پڑھتا ہوں حاضر ہوا اپنی طرز کے ایک بہت بڑے مدرس سے بھی جامی پڑھنے بیٹھا پہلے ہی روز جب خطبہ پر بات ہوئی فرمایا الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ الخ ۔ پر طویل بحث کی ضرورت نہیں بس اپنے استاد یاد آئے جو صرف الف۔ لام اور الحمد پر گھنٹوں تقریر فرماتے چند دن رہا اور پھر بندیال شریف آکر ہی سکون ملا۔ ویسے بھی جو ایک بار بندیال آیا وہ کہیں اور سیراب نہ ہو سکا استاذ گرامی علیہ الرحمۃ سلسلہ خیرآبادی کی آخری کڑی کے طور پر شہرت دوام رکھتے تھے ان کا طریقہ تدریس بھی خانوادہ خیرآباد کے طرز پر رائج رہا یہ طریقہ سب سے عمدہ بھی تھا اور سب سے جدا بھی کمال یہ ہے کہ غبی سے غبی طالب علم بھی آپ کے طریقہ تدریس سے بات سمجھ کر اٹھتا اس طریقہ تدریس نے بے شمار مدرس علوم عربیہ پیدا کیئے۔ آج یہ علم کے آفتاب و ماہتاب پورے ملک کے مدارس اہلسنت کی زینت میں استاذ صاحب علیہ الرحمۃ مسند تدریس پر

تشریف رکھتے علم کے پروانے ان کے ارد گرد ادب واحترام کا پیکر بنے بیٹھ جاتے جو کتاب
پڑھنی ہوتی اسے کھولتے پھر باری باری طالب علم عبارت پڑھتے عبارت میں یہی الفاظ کی صحت
اعرابی غلطیوں کی اصلاح لفظ کی ادائیگی اس انداز سے کرادی جاتی کہ طالب علم عبارت پڑھنے
میں کہیں مار نہ کھاتا کہیں عار محسوس نہ کرتا پھر استاذ گرامی ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملے پر تقریر
فرماتے عبارت کا مفہوم مدعا ارشاد فرماتے ذہن میں اٹھنے والے اعتراضات کا تشفی جواب دیتے
پھر یہی تقریر لفظ بلفظ اس طالب علم سے سنتے وہ کوئی ہم معنی لفظ بھی بدل دیتا تو فرماتے میں نے تو
یہ نہیں کہا آپ کہہ رہے ہیں۔

پھر جب طالب علم امام المدرسین کی بارگاہ جلال و جمال میں تقریر کر گزرتا تو اطمینان کا
اظہار ہوتا اور اسی پر اکتفا نہ کیا جاتا سبق ختم ہوتا تو طلباء کی جماعت بیٹھ کر تکرار کرتی طالب علم ایک
دوسرے کو اپنے استاذ صاحب کا پڑھایا اور سمجھایا ہوا سبق دہراتے یوں ہر کتاب کے ساتھ ہوتا
اور جب کتاب ختم ہوئی تو طالب علم اس کے ترجمہ اس کی عبارت اس کے مفہوم اس کی غرض و
غایت اس کے اسرار و رموز اس کے فوائد اس کے خواص اس کی جزئیات اور کلیات اس کے نکات
اور اس کے متعلقات سے اس شان کے ساتھ آشنا ہوتا کہ اسے وہ کتاب پڑھانا پڑ جاتی تو وہ کوئی
پشیمانی اور پریشانی محسوس نہ کرتا خود یہ خاکسار پہلی بار جب کراچی آیا اور اہلسنت کی عظیم دینی
درسگاہ دار العلوم قمر الاسلام سلیمانیہ میں تدریس کیلئے حاضر ہوا تو اس وقت کے شیخ الحدیث علامہ
مفتی خالد محمود مدظلہٗ وحال چیئرمین ادارہ مصارف القرآن شمشیر کالونی کراچی نے ہدایہ آخرین
کے بارے میں فرمایا اسے دیکھ لیں اور پھر پڑھائیں۔ میں نے صرف 5 منٹ مطالعہ کیا طلباء کو
بلایا اور استاذ العلماء کا سکھایا ہوا سبق پڑھایا میرا تقرر ہو گیا علامہ مفتی خالد محمود مدظلہٗ اس بات
کے گواہ ہیں یہی وجہ ہے کہ خاک بندیال چھاننے والا ہر طالب علم عمدہ ترین مدرس بن کر نکلا اور
آج مدارس و مکاتب کے در و دیوار گواہ ہیں کہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہی فیض ہر
جگہ جاری وساری ہے۔ میں تقریباً 7 سال تک اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتا رہا اپنی کلاس میں

سے سب سے کم عمر میں ہی تھا۔ میں نے اکثر کتب اپنے دور کے سب سے منفرد سب سے ممتاز
اور سب سے عظیم استاذ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں میری طرح آپ کے
سینکڑوں تلامذہ گواہ ہیں کہ سبق کا دورانیہ 3، 4 گھنٹے ہوتا اور اس طویل دورانیے میں ایک بھی
طالب علم اکتاہٹ محسوس نہ کرتا نہ تھکاوٹ کا احساس ابھرتا سخت ضرورت اور حاجت میں بھی
طالب علم کو مجبور کرتی کہ وہ علم کے ان موتیوں کو جمع کرنے سے محروم نہ رہے اور اپنی ضرورت ان
علمی جواہر پاروں کے حصول پر قربان کر بیٹھنے والے طلباء اگر اس استعداد کے حامل نہ ہوتے تو
انہیں بیٹھنے کی اجازت نہ تھی مجھے برسوں پہلے بیتا یہ واقعہ آج بھی روز اول کی طرح یاد ہے۔

مولانا محمد یوسف بندیالوی کراچی اور مفتی محمد ابراہیم سکھر اور دیگر تلامذہ امور عامہ
پڑھنے والے استاد کی بارگاہ میں حاضر تھے میں نے سوچا ہمارا سبق ختم ہو چکا ہے ہم لوگ قطبی میر
قطبی پڑھتے تھے اور دل میں آیا کہ دیکھیں کہ امور عامہ والا کیا کہتا ہے۔ میں بھی سماعت کرتا ہوں
جیسے بیٹھا نداقا فرمایا۔

حافظ نحو میر والوں کو بھی اٹھالا۔

مطلب یہ تھا یہ سبق تیری صلاحیت اور استعداد سے ماوراء ہے تو اپنا سبق یاد کر چنانچہ میں
چلا گیا سچی بات یہ ہے کہ بندیال شریف میں واقعی علم پڑھایا نہیں پلایا جاتا ہے وہ مبارک اور
مسعود دن پھر نہیں آسکتے اب کوئی علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ جیسا پیدا نہیں ہوگا
رب ذوالجلال ان کی قبر پر اپنی رحمتوں اور رافتوں کا مینہ برسائے ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہم
سب کو ہمت اور توفیق دے آمین۔ آخری بات عرض کر کے اپنی گفتگو سمیٹتا ہوں حصول معاش کیلئے
جب میں کراچی آیا فیاض قدرت نے جامع مسجد مبارک میں میرے بابرکت رزق کا اہتمام کر دیا
۔ برادر حاجی محمد اشرف سیالوی قدس سرہٗ العزیز جیسا اعتماد مخلص محب اور شریف ساتھی عطاء فرمایا
استاذ صاحب اسلامی نظریاتی کونسل کے اجلاس میں شرکت کیلئے کراچی تشریف لائے اہلسنت
کے عظیم دینی ادارے قمر العلوم جامعہ فریدیہ ماڑی پور روڈ میں قیام کے دوران میں اور میرے

استاد بھائی مولانا محمد ناظر سیالوی شرف دید کیلئے حاضر ہوئے بڑی شفقت اور محبت سے ملے ۔حال احوال پوچھا عرض کیا میرے رب نے میری بساط سے بڑھ کرنواز رکھا ہے اس ذات کا شکر ہے آپ نے خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔دریں اثناء نصیحت فرمائی کہ۔

اپنے آبائی وطن کو نہ چھوڑنا اس مٹی سے یادیں وابستہ ہوتی ہیں آباء واجداد کی قبریں ہیں۔الحمدللہ کراچی میں مستقل قیام کے باوجود گاہے بگاہے حاضری ہوتی ہے اور اپنے استاذ کبیر کی نصیحت پر عمل کا بہانہ میسر آتا ہے۔

میں اپنے محسن اور مربی اپنے استاذ گرامی کی وفات حسرت آیات پر ڈھوک دھمن حاضر ہوا نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت پائی میری اپنے پروردگار جل جلالہٗ کی بارگاہ اقدس میں التجا ہے کہ وہ اپنے بندے اپنے دین کے بے لوث سپاہی اپنے حبیب ﷺ کے ایک امتی اپنے عہد کے سب سے بڑے استاذ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ پر اپنی کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔آمین۔

ایک چمکتا دمکتا مہتاب

تحریر: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد سندھ

آئے بھی اور گئے دل بھی وہ لے کر غمگین
ہائے کیا کیا نہ ہوا ہم کو خبر ہونے تک

آنے والے آرہے ہیں، جانے والے جا رہے ہیں نہ معلوم کب تک آرہے ہیں، کب سے جا رہے ہیں۔اوروں کا اٹھنا ایک انسان کا اٹھنا ہے مگر حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اٹھ جانا ایک جہاں کا اٹھ جانا ہے۔موت العالم موت العالم،وہ ایک چراغ تھے جس سے ہزاروں چراغ روشن ہوئے وہ ایک چمکتا ہوا مہتاب تھے وہ ایک دمکتا ہوا آفتاب تھے ہزاروں روشن ہوگئے اور روشنیاں پھیلا رہے ہیں۔

وہ اپنے فن کے ماہر استاد تھے بے نظیر و بے مثال، حیف باکمال استاد نایاب ہوتے جا رہے ہیں، وہ سادہ مزاج سادہ لباس، سادہ گفتار تھے، وہ سادگی کا نمونہ تھے انہوں نے اپنے قول وعمل سے انسانوں کو بنایا۔انسانوں کو سنوارا ان کا علمی فیض جاری رہے گا وہ ایک بہتا ہوا دریا تھے ،سیراب ہونے والے سیراب ہوتے رہے،ترسنے والے اب ترستے رہیں گے کہاں سے لائیں کہاں جائیں،درس کی محفلیں اب کہاں؟ طلباء پر وہ شفقتیں اب کہاں؟ کیا وہ موت کی آغوش میں چلے گئے نہیں نہیں۔ہجر و فراق کی ظلمتوں سے نکل کر وصل وملاقات کی روشنیوں میں چلے گئے

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب

وہی ہنساتا ہے وہی رلاتا ہے۔**وانہ ھو اضحک وابکی** وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے۔**وانہ ھو امات واحی** جس نے بھیجا تھا اس نے بلالیا۔مبارک ہے ان کا آنا مبارک ہے ان کا جانا **وسلام علیہ یوم ولد ویوم یموت۔**

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو تیرا

قبلہ استاذی المکرمؒ کے حضور نذرانہ عقیدت

تحریر: شیخ الحدیث علامہ محمد ابراہیم القادری زیدہ مجدہ، سکھر سندھ

حضرت مولانا حافظ عطاء محمد بندیالوی ثم پدھراڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک ہمہ جہت خوب تر شخصیت تھے آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات مبارکہ زمانہ طالب علمی سے لیکر آخری عمر تک قابل رشک تھی۔ السعید سعید فی بطن امہ۔ بچپن میں اپنے اساتذہ سے بڑی محنت اور شوق وجذبہ سے تحصیل علم کیا آپ نے عارف باللہ شخصیات سے تحصیل علم کیا آپ عالم باعمل کامیاب ترین مدرس اور ایک باشعور سیاست دان ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت سادہ زمیندار تھے اور دیہاتی وضع رکھتے تھے، تکبر کا شائبہ تک مزاج گرامی میں نہ تھا لیکن باوجود شرافت وسادگی کے بڑے پر جلال اور صاحبِ وجاہت تھے۔ تصنیف وتدریس سے لے کر قیام عدالت تک خدمت دین کا فریضہ ادا کیا۔ بندیال شریف میں اکثر اوقات عدالت لگاتے۔ ہر شعبے میں آپ کو باکمال سنا اور پایا گیا آپ کی تمام باکمال ولازوال صفات میں سے صفت تدریس ہے جس میں آپ کی مثال لانا ممکن نہیں۔

محنتی اور نادار طلباء کی زیادہ دل جوئی فرماتے۔ بقول علامہ سعیدی کے، استاذ گرامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ماں کا پیار بھی دیا اور والد کی شفقت وتربیت بھی آپ نے کسی موقع پر بھی شریعت مصطفیٰ ﷺ کا دامن نہ چھوڑا اس کی مثال آپ کے سفرنامہ بغداد میں بلا تصویر پاسپورٹ جاری کروانا ہے۔

امام شاہ احمد نورانی، جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری، علامہ سید محمود احمد رضوی رحمہم اللہ تعالیٰ، شیخ الحدیث مولانا محمد اشرف سیالوی زیدہ مجدہٗ جیسی شخصیات جن کی دست بوسی کو اجرو ثواب کا ذریعہ جانیں۔ آپ نے بہت بڑی تعداد میں علماء ومدرسین محققین تیار کیے۔

دنیا کے سب حسینوں کو دیکھا بنظر غور
آنکھوں کو سی لیا ہے تجھے دیکھنے کے بعد

استاذ العرب والعجم علامہ عطاء محمد بندیالوی کی نظر میں علماء کی عظمت

تحریر:۔ حضرت علامہ مفتی غلام محمد شرقپوری لاہور

بعض لوگ کہتے ہیں کہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ علماء کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ان کے شبہ کے ازالہ کیلئے ہم صرف اتنا عرض کرتے ہیں کہ حضرت قبلہ استاذی المکرمؒ رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم عصر علماء کی بہت عظمت ہے آپ اپنے ہم عصر علماء کو اچھے الفاظ سے یاد فرماتے تھے۔ احقر الناس اسفل العباد بھکھی شریف پڑھنے کے بعد بندیال محقق العصر وفرید العصر علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس زانوئے تلمذتہ کرنے کیلئے حاضر ہوا کچھ دن پڑھنے کے بعد راقم الحروف جامعہ کے صحن میں کھڑا تھا اتفاق سے حضرت علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ آپ پہلے کہاں پڑھتے رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور دو سال بھکھی شریف پڑھنے کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمانے لگے وہاں کیا پڑھ کر آئے ہو۔ میں نے عرض کیا حضور سلم العلوم تو جلال الملت والدین حضرت قبلہ پیر سید جلال الدین شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی ہے اور دیگر اسباق دوسرے اساتذہ کے پاس تھے۔

فرمانے لگے سلم العلوم کیسے پڑھاتے تھے میں نے عرض کیا حضور خوب سیر حاصل بحث اس طرح کرتے کہ سلم العلوم کے مخفی گوشے آپ کے بیان سے عیاں ہو جاتے پھر فرمانے لگے مولانا محمد نواز صاحب قبلہ کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا حضور وہ پڑھاتے تو ہیں مگر ان کی بینائی کچھ کمزور ہو چکی ہے جس کی وجہ سے کتاب آنکھوں کے قریب لے جا کر پڑھاتے ہیں مجھے فرماتے ہیں اب ان کو کتاب دیکھنے کی کیا ضرورت رہ گئی ہے۔ طالب علم عبارت پڑھیں اور آپ تقریر فرمائیں بس یہی کافی ہے۔

آپ کا یہی جملہ ان لوگوں کیلئے کافی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ محقق العرب والعجم حضرت قبلہ علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ہم عصر علماء اور مدرسین کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

علامہ بندیالوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو علم ریاضی میں وحیدانہ ملکہ:۔

احقر کا ذاتی تجربہ ہے کہ جب ہم سراجی پڑھتے تھے سراجی کے مسائل مشکلہ (تصحیح مناسخہ وغیرہ) ایسے آسان طریقہ میں حل فرماتے کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا کہ آپ نے ریاضی میں ایم اے (M.A) کیا ہوا ہے۔ملکہ تفہیم آپ میں بہت زیادہ تھا چٹکیوں میں مسائل دقیقہ حل فرمانا آپ ہی کا خاصہ تھا۔

آپ کے انداز تدریس کی تعارفی نوعیت

دورِ حاضر میں مدرس کی پانچ انواع ہیں۔

النوع الاول:۔

بعض مدرسین ایسے ہیں جو کتاب نہ خود سمجھتے ہیں اور نہ ہی سمجھا پاتے ہیں ایسے لوگ قوم وملت کیلئے نقصان دہ ہیں ان کو چاہیے کہ تدریس چھوڑ کر گاجریں فروخت کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پالیں۔

النوع الثانی:۔

کتاب خود تو سمجھتے ہیں مگر سمجھانے سے قاصر ہیں کیونکہ قوت بیانی نہیں رکھتے۔

دعوت فکر:۔ ان انواع کے لوگوں کو چاہیے کہ منصب تدریس پر فائز نہ ہوں اور ناظم حضرات کیلئے جائز نہیں کہ ایسے لوگوں کی تقرری کریں۔

النوع الثالث:۔

بعض مدرسین ایسے ہیں کہ کتاب کو خود بھی سمجھتے ہیں اور سمجھانے کا جوہر بھی رکھتے ہیں

مگر سستی اور غفلت کی وجہ سے محنت کر کے پڑھاتے نہیں ایسے لوگوں کا تدریس کرنا تضییع اوقات ہے۔ان کو چاہیے کہ متبادل کام کرنے میں تدبر فرمائیں۔

النوع الرابع:۔

بعض مدرسین ایسے ہیں جو کتاب کے ہر مقام کو سمجھتے ہیں اور سمجھانے کا جوہر بھی رکھتے ہیں مگر حرص وہوس کے جال میں پھنس کر کام نہیں کرتے اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ طلباء ہم سے گھر آ کر پڑھیں تا کہ ہمیں کچھ پیسے مل جائیں ایسے لوگ قوم وملت کے خائن ہیں۔

النوع الخامس:۔

بعض ایسے علوم وفنون کے شاہین ہیں جو ہر کتاب کے ہر مقام کا نظر غامض سے مطالعہ فرماتے اور ملکہ تفہیم بھی وافر مقدار میں رکھتے ہیں اور شب وروز طلباء کو محنت شاقہ سے پڑھانے کے عادی ہیں۔واللہ یہ لوگ ہی اساتذہ ہیں بس اور بس۔

راقم کا ذاتی تجربہ:۔

احقر الناس اسفل العباد جب اپنے مربی وشفیق استاذ کے پاس زانوئے تلمذ طے کر رہا تھا۔بعض مقامات پر مطول قاضی حمد اللہ،امور عامہ اور شمس بازغہ کے رات کو مطالعہ کرنے کے باوجود بھی سمجھ نہیں آتے تھے اور اس وقت تصور میں آتا کہ نا معلوم یہاں استاذ محترم کس طرح تقریر فرمائیں گے مگر صبح کو جب استاذی المکرم رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب پڑھانا شروع فرماتے تو تمہیدی مقدمے باندھ کر ایسے وحیدانہ انداز میں پڑھاتے کہ کوئی دشواری اور الجھن باقی نہ رہتی۔

آپ کتاب کے ہر مقام کے مخفی گوشوں پر اس طرح سیر حاصل بحث کرتے اور مصنفین اور شارحین کی اغراض کو اس طرح بیان کر دیتے کہ ہر مشکل مقام عیاں ہو جاتا تھا۔

کچھ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کی تحریر کے دوران آپ بھی ان کے پاس تشریف فرما تھے اور آپ کے مشورے کے ساتھ اکٹھے بیٹھ کر تحریر فرماتے تھے۔

طریقہ تدریس میں انفرادیت:۔ حضرت امام المدرسین طالب علم کو تقریر دہرانے کا حکم فرماتے اگر وہ دوہرانہ سکتا تو دوبارہ تقریر کا اعادہ فرماتے اور طالب علم کو دہرانے کا حکم فرماتے ضرورت ہوتی تو تین بار چار بار بھی تقریر دہراتے جب تک طالب علم استاذ گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے الفاظ میں تقریر نہ دہرالیتا آپ آگے عبارت نہ پڑھنے دیتے۔

عبارت سننے کا وحیدانہ طرزِ عمل:۔ دورِ حاضر کے موجودہ مدرسین کی حالت یہ ہے کہ طالب علم جب عبارت پڑھتا ہے تو توجہ سے عبارت نہیں سنتے بلکہ بعض اساتذہ تو ایسے بھی ہوتے ہیں کہ طالب علم عبارت پڑھتا ہے اور اسی اثناء میں وہ مطالعہ کرتے ہیں استاذ العرب والعجم بڑی ہی خصوصی توجہ سے سنتے تھے معمولی سی معمولی غلطی پر بھی اس قدر گرفت فرماتے کہ طالب علم نظر عمیق سے مطالعہ کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

اگر کتاب میں کاتب کی غلطی ہوتی ہے تو اتنی سرزنش فرماتے کہ انسان کے چودہ طبق روشن ہو جاتے اور فرماتے کہ کسی اور مطبوعہ کی کتاب دیکھ لیتے۔

تدریس میں بے مثل دیانت داری:۔

بعض اوقات طالب علم سبق کی تقریر دہرا بھی لیتا مگر آپ اپنے تجربہ اور فراست سے سمجھ لیتے تھے کہ طالب علم نے سبق نہیں سمجھا اور واقعتاً طالب علم نے سمجھا نہیں ہوتا تھا آپ تقریر کا اعادہ کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کو یقین ہو جاتا ہے کہ طالب علم نے سبق سمجھ لیا ہے بعض اوقات طلباء سمجھتے کہ ہم نے سبق اچھی طرح سمجھ لیا ہے مگر استاذ گرامی دوسرے دن فرماتے تم نے کل فلاں مقام کی تقریر نہیں سمجھی تھی۔

چنانچہ تقریر دوبارہ شروع کر دیتے تقریر سننے کے بعد طلباء کو اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا کہ واقعی سبق نہ سمجھا تھا جب استاذ گرامی کو یقین ہو جاتا تھا کہ طالب علم اچھی طرح سبق سمجھ چکا ہے تو وہ انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے اور آگے عبارت پڑھنے کا حکم فرماتے۔

آپ کے بارے میں مشہور مقولہ کما حقہ درست ہے

سلطان المدرسین رحمۃ اللہ علیہ علم پڑھاتے نہیں پلاتے ہیں۔

وصف وحیدہ کی تعارفی نوعیت:۔

طلباء کے سامنے ان کی تعریف نہیں کرتے چاہے وہ کتنا ہی لائق کیوں نہ ہو خاص طور جو طالب علم ان کی زیادہ خدمت کرتے اس کی بہت کم رعایت فرماتے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ طلباء میں خواہ مخواہ غرور پیدا نہ ہو جذبہ محنت بہت زیادہ بڑھ جاتا، رئیس الاذکیاء علامہ مولانا محمد اشرف سیالوی زیدہ مجدہٗ جب وزیر آباد جا کر دورہ قرآن اور فیصل آباد دورہ حدیث شریف پڑھا اور دیگر مدارس کے طلباء کی عملی قابلیت کا جائزہ لیا تو ایک موقع پر بطور خوش طبعی فرمایا باہر جا کر پتہ چلا کہ ہم بھی علامہ ہیں ورنہ بندیال میں تو استاذ صاحب نے ہمیں احساس ہی نہیں آنے دیا کہ ہمیں کچھ آتا بھی ہے۔

عالم انداز تدریس اور فاضل بندیالوی کی تدریس میں تقابلی جائزہ:۔

مطول کے سبق کا طریقہ تدریس:

ہم قارئین کی خدمت میں مطول کے ایک سبق میں فاضل بندیالوی علامہ عطاء محمد بندیالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا طریقہ تدریس بیان کرتے ہیں جسے ناظرین دیکھ کر ضرور مفروح و مسرور ہوں گے اور دیگر مدرسین اور امام مدرسین کا طریقہ تدریس میں بخوبی موازنہ فرمائیں گے۔

یسمیٰ ذلك الوصف المذكور فصاحة ايضا كما سمى بلاغة وفى هذا اشارة الى دفع التناقض المتوهم من كلام الشيخ عبد القاهر فى دلائل الاعجاز فانه ذكر فى مواضع منه ان الفصاحة صفة راجعة الى المعنى والى مايدل عليه باللفظ دون اللفظ فى نفسه و فى بعضها ان فضيلة الكلام للفظه لا لمعناه حتى ان المعانى مطروحة فى الطريق يعرفها الاعجمى والعربى والقروى والبدوى ولا شك ان

الفصاحة من صفاته الفاضلة فتكون راجعة الى اللفظ دون المعنى فوجه التوفيق بين الكلامين انه اراد بالفصاحة معنى البلاغة كما صرح به و حيث اثبت انها من صفات الالفاظ اراد انها من صفاتها باعتبار افادتها المعنى عند التركيب و حيث نفى ذالك ارادانها ليست من صفات الالفاظ المفردة والكلم المجردة من غير اعتبار التركيب وحينئذٍ لا تناقض لتغاير محلي النفي والاثبات هذا خلاصة كلام المصنف۔

امام المدرسین حضرت علامہ مولانا عطاء محمد بندیالویؒ کا انداز تدریس

قوله يسمى ذلك الوصف المذكور فصاحة الخ۔ متن کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ وصف مذکور (کلام کا مقتضی حال کے مطابق ہونا) جسے بلاغت کہتے ہیں بسا اوقات اسے فصاحت کا نام بھی دیتے ہیں۔

وفى هذا اشارة الى دفع التناقض الخ۔

غرض شارح اس عبارت سے شارح کی غرض یہ ہے کہ ماتن جو فالبلاغۃ سے لے کر فصاحۃ ایضاً تک کلام چلائی ہے اس سے ماتن کی غرض یہ ہے کہ دلائل الاعجاز میں شیخ کی کلام مین چند تناقض متوہم ہیں (متوہم اس لئے کہا ہے کہ واقع میں کوئی تناقض نہیں ہے) تو ان کو رفع کرنا مقصود ہے شیخ کی کلام میں تین قسم کے تناقض ہیں۔ تناقضات کی تفصیل اس طرح ہے کہ شیخ نے دلائل الاعجاز میں ایک جگہ کہا ہے کہ فصاحت معنی کی صفت ہوتی ہے (ای مایدل علیہ باللفظ سے بھی معنی مراد ہے اور لفظ کی صفت نہیں ہے اور دوسری جگہ کہا ہے کہ کلام کی فضیلت (فضیلت کا معنی فصاحت ہے) لفظ کی وجہ سے ہوتی ہے معنی کی وجہ سے نہیں ہوتی معنی تو راستوں میں پھینکا گیا ہوتا ہے یعنی عجمی عربی قروی بدوی سب جانتے ہیں کیونکہ ہر شخص اپنے ماضی الضمیر کو کسی نہ کسی طرح سے تو ظاہر کرتے ہیں اب یہاں دو تناقض آ گئے۔

التناقض اول:۔ پہلا تناقض یہ ہے کہ ایک جگہ شیخ نے کہا کہ فصاحۃ معنی کی صفت ہے اور

دوسری جگہ کہا ہے کہ فصاحت معنی کی صفت نہیں ہے۔

التناقض الثانی:۔ دوسرا تناقض یہ ہے کہ ایک جگہ کہا ہے کہ فصاحت لفظ کی صفت نہیں ہے اور دوسری جگہ کہا ہے کہ فصاحت لفظ کی صفت ہوتی ہے۔

ضمناً یہ بھی سمجھ لیجئے کہ عبارت میں عربی اور عجمی کے لفظ آ گئے ہیں ان کا مفہوم بھی سمجھ لیجئے عجمی اس کو کہتے ہیں کہ جو فصیح نہ ہو اگرچہ وہ عربی ہو۔ عربی اس کو کہتے ہیں جو فصیح ہو خواہ وہ عرب سے ہو یا غیر عربی ہو ایک اَعراب ہوا کرتے ہیں اور دوسرا عرب ہوتا ہے اعراب تو اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو عربی جنگلوں میں رہتے ہیں اور عرب ان کو کہتے ہیں جو شہروں میں رہتے ہیں عام ازیں کہ وہ چھوٹے شہر ہوں یا بڑے ہوں۔ قولہٗ فلاشک ان الفصاحۃ الخ۔ اس عبارت سے شارح کی غرض یہ ہے کہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ شیخ نے کہا کہ کلام کی فضیلت فصاحت کی وجہ سے ہوتی ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ کلام کی فضیلت تو بلاغت کی وجہ سے ہوتی ہے تو یہ بھی ایک طرح کا تعارض ہے۔ فوجهه التوفيق بين الكلامين الخ۔ اس عبارت سے شارح کی غرض یہ ہے کہ بتانا چاہتے ہیں کہ ماتن نے شیخ کی کلام میں تناقض کیسے اٹھائے لیکن شارح دو تناقض رفع کرے گا اور ایک چھوڑ دے گا شارح پہلا تناقض رفع کرتے ہیں وہ اس طرح کہ جہاں جہاں شیخ نے فصاحۃ کا لفظ بولا ہے تو اس سے مراد بلاغت ہے تو اب تیسرا تعارض اٹھ گیا جبکہ تیسرا تناقض یہ تھا کہ شیخ نے کہا کہ کلام کی فضیلت فصاحۃ سے آتی ہے حالانکہ ہم کو معلوم ہے کہ کلام کی فضیلت بلاغت کی وجہ سے ہوا کرتی ہے تو یہ تعارض اٹھ گیا کیونکہ فصاحۃ سے مراد بلاغت ہے اس کے بعد شارح فرماتے ہیں کہ جہاں شیخ نے کہا کہ فصاحت لفظ کی صفت ہے تو اس سے مراد ہے کہ لفظ کی صفت باعتبار معنی کے لئے اور جہاں شیخ نے کہا ہے کہ فصاحۃ لفظ کی صفت نہیں تو مطلب ہے کہ مجرد لفظ اور مجرد کلمات کی صفت نہیں ہے لہٰذا اب دوسرا تناقض اٹھ گیا۔

جبکہ دوسرا تناقض یہ تھا کہ ایک جگہ شیخ نے کہا ہے کہ فصاحۃ لفظ کی صفت نہیں ہے اور دوسری جگہ کہا ہے کہ لفظ کی صفت ہے کیونکہ نفی اور کی ہے اور اثبات اور کا ہے ایک تعارض چھوڑ گیا

اور وہ یہ ہے کہ پہلے کہا ہے کہ فصاحت معنی کی صفت ہے اور دوسری جگہ کہا ہے کہ فصاحت معنی کی صفت نہیں تو یہ تناقض اس طرح رفع ہوا کہ جہاں شیخ نے کہا ہے کہ فصاحۃ معنی کی صفت ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معنی کو فصاحت میں دخل ہے اور جہاں شیخ نے کہا کہ فصاحۃ معنی کی صفت نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ نفس معنی کی صفت نہیں ہے بلکہ الفاظ کو بھی دخل ہے۔

فالحمد لله علیٰ ذلك حمداً کثیراً

شکر کہ ایں نسخہ بعنوانِ رسید
پیشتر از مرگ بپایاں رسید

در 1434 ہجری — در شہر ربیع الاول

4 فروری 2013 عیسوی

بروز سوموار

مقالاتِ بندیالوی

☆☆☆☆☆

مؤلف:

ملک المدرسین مولانا عطاء محمد چشتی گولڑوی نوّر اللہ مرقدہٗ

☆☆☆☆☆

مرتب:

مولانا نذر حسین چشتی گولڑوی عفی عنہ

☆☆☆☆☆

ناشر: استاذ العلماءؒ اکیڈمی دھمن (خوشاب)

استاذ العلماء اکیڈمی کی دیگر مطبوعات
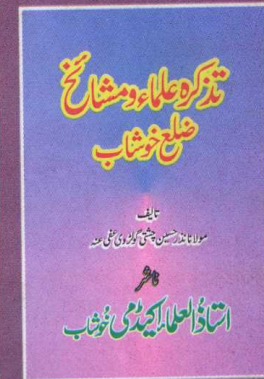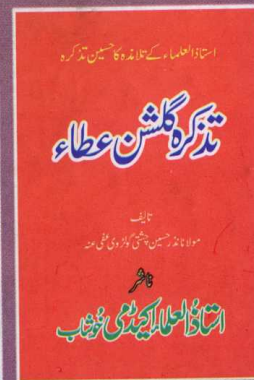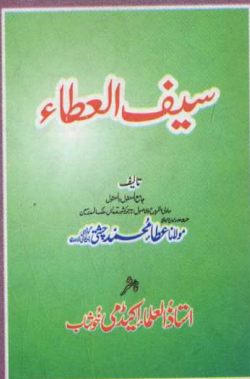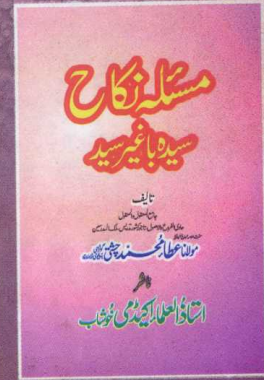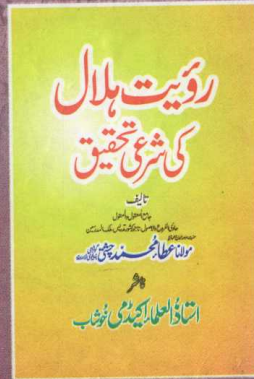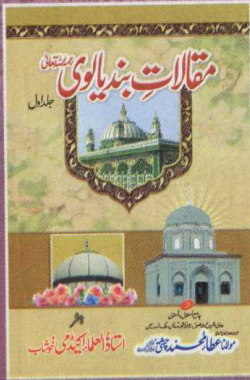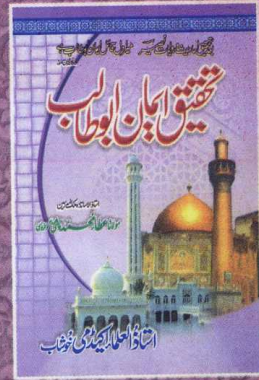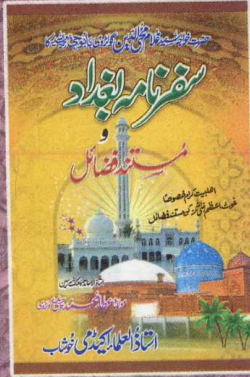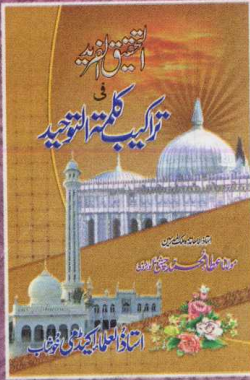
استاذ العلماء اکیڈمی خوشاب

Cell:0345-4868494, 0342-7559591